چمنستانِ ختم نبوت

کے گلہائے رنگارنگ

جلد سوم

ذ		ر	ز
س	ش	ص	ض
ط		ظ	ع

مولانا اللہ وسایا صاحب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

www.amtkn.com www.emaktaba.info

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ
مصنف	:	مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
جلد سوم	:	۴۴۸ صفحات
تعداد شخصیات جلد ہذا	:	۶۳۲ تا ۱۱۹۴ (۵۶۳)
طبع	:	دسمبر ۲۰۲۱ء
کل صفحات مکمل سیٹ	:	۲۲۱۶
کل شخصیات مکمل سیٹ	:	۲۴۶۰
مطبع	:	طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

ذ ر ز

س ش ص ض

ط ظ ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
	(ذ)				۱۳
(۶۳۲)	ذکراللہ جالندھری، مولانا محمد	۱۳	(۶۳۳)	ذوالفقار علی بھٹو (صدر)، جناب	۱۳
(۶۳۴)	ذوالکفل بخاری، جناب سید	۲۸	(۶۳۵)	ذوق جنوں کے ساتھ واقعات	۲۹
	(ر)				۴۶
(۶۳۶)	رائے محمد کمال، جناب	۴۶	(۶۳۷)	راحت ملک (گجرات، سابق قادیانی)، جناب	۴۶
(۶۳۸)	راحیل احمد (جرمنی)، جناب شیخ	۴۶	(۶۳۹)	رب نواز فاروقی (فتح پور لیہ)، مولانا	۴۷
(۶۴۰)	رحمت اللہ ارشد (بہاول پور)، علامہ	۴۷	(۶۴۱)	رحمت اللہ پشاوری، مولوی	۴۷
(۶۴۲)	رحمت اللہ (شہداد پور)، مولانا قاری	۴۸	(۶۴۳)	رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا	۴۸
(۶۴۴)	رحمت اللہ مہاجر (بٹالہ)، مولانا	۷۲	(۶۴۵)	رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی، جناب	۷۳
(۶۴۶)	رحمت الٰہی (لاہور)، جناب چوہدری	۷۳	(۶۴۷)	رحیم اللہ (مدرس اکبرآباد)، مولوی محمد	۷۴
(۶۴۸)	رحیم بخش پانی پتی، حضرت مولانا قاری	۷۴	(۶۴۹)	رحیم بخش (ریٹائرڈ سیشن جج بہاول پور)، جناب الحاج	۷۶
(۶۵۰)	رحیم بخش شجاع آبادی، جناب حاجی	۷۶	(۶۵۱)	رستم علی خان چشتی، مولوی ابوالانوار نواب محمد	۷۷
(۶۵۲)	رسول خان ہزاروی، مولانا	۷۷	(۶۵۳)	رشید احمد (بانی جامعہ فاروقیہ شجاع آباد)، مولانا	۷۷
(۶۵۴)	رشید احمد (تپے دار کنری)، جناب	۷۸	(۶۵۵)	رشید احمد جالندھری، جناب ڈاکٹر	۷۸
(۶۵۶)	رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا	۸۲	(۶۵۷)	رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی	۹۰
(۶۵۸)	رشید احمد لدھیانوی (رحیم یار خان)، حضرت مولانا	۹۱	(۶۵۹)	رشید احمد نمبردار، جناب	۹۲
(۶۶۰)	رشید احمد نور پوری، مولانا	۹۳	(۶۶۱)	رشید الحسن ندوی، سید مولانا	۹۴
(۶۶۲)	رشید رضا مصری، جناب علامہ	۹۴	(۶۶۳)	رفاقت حسین بریلوی کان پوری، جناب مفتی	۹۴
(۶۶۴)	رفع الالتباس، بحث اوّل متعلق بمسئلہ ملائکہ	۹۴	(۶۶۵)	رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ، جناب	۹۵
(۶۶۶)	رفیق احمد سپیکر صوبائی اسمبلی، جناب شیخ	۹۵	(۶۶۷)	رمضان (پنڈدادن خاں)، جناب محمد	۹۵
(۶۶۸)	رمضان لدھیانوی، مولانا	۹۵	(۶۶۹)	ریاست حسین، مولانا	۹۶
(۶۷۰)	ریاست علی شاہ جہان پوری، مولانا	۹۶	(۶۷۱)	ریاض احمد درّانی (لاہور)، مولانا	۹۶
(۶۷۲)	ریاض الدین احمد، جناب ڈاکٹر	۹۷	(۶۷۳)	ریاض فتیانہ، جناب	۹۷
(۶۷۴)	ریحان احمد شاہ عباسی (ٹوبہ)، مولانا سید	۹۸	(۶۷۵)	ریحانہ فردوس، محترمہ	۹۸
	(ز)				۹۸
(۶۷۶)	زاہد اسلم (رحیم یار خان)، جناب چوہدری	۹۸	(۶۷۷)	زاہد اقبال (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا قاری	۹۸

(۶۷۸)	زاہد الحسینی (اٹک)، حضرت مولانا قاضی	۹۹	(۶۷۹)	زاہد الکوثری، جناب علامہ	۱۰۱
(۶۸۰)	زاہد سرفراز، جناب میاں	۱۰۱	(۶۸۱)	زاہد ملک، جناب	۱۰۱
(۶۸۲)	زبیر احمد (ٹنڈو غلام علی سندھ)، جناب حافظ	۱۰۲	(۶۸۳)	زبیر احمد دین پوری، مولانا میاں	۱۰۲
(۶۸۴)	زرولی خان (کراچی)، حضرت مولانا مفتی	۱۰۴	(۶۸۵)	زرین احمد (راولپنڈی)، حضرت مولانا قاری	۱۰۵
(۶۸۶)	زمان خان اچکزئی، جناب	۱۰۶	(۶۸۷)	زین العابدین احراری، مولانا	۱۰۶
(۶۸۸)	زین العابدین (پشاور)، شیخ الحدیث مولانا	۱۰۷	(۶۸۹)	زین العابدین شاہ گیلانی، مخدوم سید	۱۰۷
(۶۹۰)	زین العابدین (فیصل آباد)، مولانا مفتی	۱۰۷	(۶۹۱)	زیڈ اے سلہری، جناب	۱۰۹
	(س)				۱۱۱
(۶۹۲)	سبط نور (رکن حقیقت پسند پارٹی)، جناب	۱۱۱	(۶۹۳)	سبطین لکھنوی (تھرپارکر)، جناب ڈاکٹر	۱۱۱
(۶۹۴)	سجاد حسین قریشی، جناب مخدوم	۱۱۱	(۶۹۵)	سخی محمد (ساہیوال)، مولانا قاری	۱۱۲
(۶۹۶)	سراج احمد دین پوری، مولانا میاں	۱۱۲	(۶۹۷)	سراج الدین ڈیروی ثم بھیروی، مولانا	۱۱۴
(۶۹۸)	سراج الدین (کلورکوٹ)، مولانا حافظ	۱۱۴	(۶۹۹)	سراج الدین منیر، غازی	۱۱۵
(۷۰۰)	سردار احمد فیصل آبادی، مولانا ابوالفضل	۱۱۵	(۷۰۱)	سرسید احمد خان (علی گڑھ)، جناب	۱۱۵
(۷۰۲)	سعادت علی قادری، مولانا	۱۱۷	(۷۰۳)	سعد الدین (صوابی)، مولانا	۱۱۸
(۷۰۴)	سعد الدین غور غشتی، مولانا	۱۱۸	(۷۰۵)	سعد اللہ المکی، مولانا ابوالسعود محمد	۱۱۸
(۷۰۶)	سعد اللہ خان خاکوانی (ملتان)، حضرت حافظ	۱۱۸	(۷۰۷)	سعد اللہ لدھیانوی، جناب	۱۱۹
(۷۰۸)	سعید احمد اکبر آبادی، مولانا	۱۲۰	(۷۰۹)	سعید احمد بہاول نگری، مولانا	۱۲۰
(۷۱۰)	سعید احمد پالن پوری، حضرت مولانا	۱۲۱	(۷۱۱)	سعید احمد عثمانی (تلہ گنگ)، مولانا قاری	۱۲۳
(۷۱۲)	سعید احمد فاروقی، مولانا	۱۲۴	(۷۱۳)	سعید احمد قریشی (کراچی)، جناب	۱۲۴
(۷۱۴)	سعید احمد مجددی، مولانا ابوالبیان	۱۲۴	(۷۱۵)	سعید اختر ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب شیخ	۱۲۴
(۷۱۶)	سعید اقبال (لاہور)، جناب میاں	۱۲۴	(۷۱۷)	سعید الدین شیرکوٹی، مولانا	۱۲۵
(۷۱۸)	سعید الدین رامپوری (کان پور)، حضرت مولانا	۱۲۶	(۷۱۹)	سعید الرحمٰن انوری (فیصل آباد)، مولانا	۱۲۶
(۷۲۰)	سعید الرحمٰن تنویر (آزاد کشمیر)، جناب قاری	۱۲۶	(۷۲۱)	سعید الرحمٰن علوی (بھیرہ)، مولانا	۱۲۶
(۷۲۲)	سعید الرشید عباسی، جناب	۱۲۷	(۷۲۳)	سعید الزمان صدیقی، مسٹر جسٹس	۱۲۹
(۷۲۴)	سعید بن محمد بابصیل (مفتی اعظم، مکہ مکرمہ)، مفتی محمد	۱۲۹	(۷۲۵)	سکندر حیات خان ٹوانہ، سر	۱۳۰
(۷۲۶)	سکندر خان بٹالوی، جناب	۱۳۰	(۷۲۷)	سلام الدین شاہ، حضرت مولانا	۱۳۱
(۷۲۸)	سلامت اللہ ارائیں، جناب حاجی	۱۳۲	(۷۲۹)	سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا	۱۳۲
(۷۳۰)	سلطان احمد (جڑانوالہ)، جناب بابا	۱۳۲	(۷۳۱)	سلطان احمد خان (کوٹ دیوا سنگھ)، جناب	۱۳۳
(۷۳۲)	سلطان احمد فاروقی سیالوی، مولانا	۱۳۳	(۷۳۳)	سلطان احمد گورداسپوری، جناب	۱۳۳

(۷۳۴)	سلطان پال پادری، جناب	۱۳۳	(۷۳۵)	سلطان لاہوری، جناب علامہ	۱۳۴
(۷۳۶)	سلطان محمد بیگ (شوہر محمدی بیگم)، جناب مرزا	۱۳۴	(۷۳۷)	سلطان محمود (گجرات)، جناب قاضی	۱۳۴
(۷۳۸)	سلطان محمود جعفر (تونسہ شریف)، جناب پروفیسر	۱۳۵	(۷۳۹)	سلطان محمود (سیالکوٹ)، مولانا	۱۳۵
(۷۴۰)	سلطان محمود (کٹھالہ شیخاں ضلع گجرات)، مولانا	۱۳۵	(۷۴۱)	سلمان (لاجپور گجرات)، مولانا صوفی شاہ	۱۳۶
(۷۴۲)	سلیم اختر، جناب جسٹس	۱۳۹	(۷۴۳)	سلیم اللہ خان، جناب انجینئر	۱۳۹
(۷۴۴)	سلیم اللہ خان (کراچی)، حضرت مولانا	۱۳۹	(۷۴۵)	سلیم (راولپنڈی)، جناب کے.ایم	۱۴۱
(۷۴۶)	سلیمان احمد (ضلع جالندھر)، جناب سید	۱۴۲	(۷۴۷)	سلیمان طارق، مولانا	۱۴۲
(۷۴۸)	سلیمان ندوی، مولانا سید	۱۴۲	(۷۴۹)	سمیع الحق (اکوڑہ خٹک)، حضرت مولانا	۱۴۴
(۷۵۰)	سوہانرا (ڈیرہ غازی خان)، جناب میاں	۱۴۵	(۷۵۱)	سیاح الدین کاکاخیل، مولانا مفتی سید	۱۴۵
(۷۵۲)	سید رسول چشتی (ایبٹ آباد)، مولانا	۱۴۶	(۷۵۳)	سید میر (گجرات)، جناب	۱۴۶
(۷۵۴)	سیف الاسلام دہلوی، جناب	۱۴۶	(۷۵۵)	سیف الدین سیف (لاہور)، مولانا	۱۴۶
(۷۵۶)	سیف الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا	۱۴۷	(۷۵۷)	سیف الرحمٰن (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، جناب حاجی	۱۴۷
(۷۵۸)	سیف الرحمٰن ٹونکی، مولانا	۱۴۷	(۷۵۹)	سیف الرحمٰن خان نذیر (سمندری)، جناب	۱۴۸
(۷۶۰)	سیف الرحمٰن مجذوب حصاروی، جناب شاہ	۱۴۸	(۷۶۱)	سیف اللہ احرار (فیصل آباد)، صاحبزادہ	۱۴۸
(۷۶۲)	سیف اللہ خالد (لاہور)، مولانا پیر	۱۴۹	(۷۶۳)	سیکرٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس	۱۴۹
				(ش)	۱۵۰
(۷۶۴)	شائق احمد عثمانی، مولانا	۱۵۰	(۷۶۵)	شاہ احمد نورانی (کراچی)، مولانا	۱۵۱
(۷۶۶)	شاہ زمان شہید (ٹوپی ضلع صوابی)، جناب	۱۵۵	(۷۶۷)	شاہ فہد (سعودی عرب) کا مرزائیوں کو جواب	۱۵۵
(۷۶۸)	شاہ محمد آغا (کوئٹہ)، مولانا	۱۵۶	(۷۶۹)	شاہ محمد (لاہور)، حضرت مولانا	۱۵۶
(۷۷۰)	شاہ نواز اعوان الحسینی (راولپنڈی)، جناب	۱۵۷	(۷۷۱)	شبیر احمد احرار (گوجرانوالہ)، جناب	۱۵۷
(۷۷۲)	شبیر احمد شاہ، (لاہور)، جناب سید	۱۵۷	(۷۷۳)	شبیر احمد عثمانی، شیخ الاسلام علامہ	۱۵۸
(۷۷۴)	شبیر احمد ہاشمی (پتوکی)، مولانا	۱۷۱	(۷۷۵)	شبیر محمد (سکھر)، مولانا	۱۷۱
(۷۷۶)	شجاعت علی قادری (کراچی)، مفتی	۱۷۲	(۷۷۷)	شریف احمد شرافت نوشاہی، جناب سید	۱۷۲
(۷۷۸)	شریف الحسن جالندھری، مولانا سید محمد	۱۷۲	(۷۷۹)	شریف الدین کرنالوی (سلانوالی)، مولانا حکیم	۱۷۲
(۷۸۰)	شفاعت خان چوہان، جناب چوہدری	۱۷۳	(۷۸۱)	شفیع الرحمٰن، جناب جسٹس	۱۷۳
(۷۸۲)	شفیع امرتسری، مولانا منشی	۱۷۳	(۷۸۳)	شفیق الرحمٰن (ایبٹ آباد)، حضرت مولانا	۱۷۴
(۷۸۴)	شفیق مرزا (لاہور)، جناب	۱۷۵	(۷۸۵)	شمس الحق افغانی (ترنگ زئی)، علامہ	۱۷۵
(۷۸۶)	شمس الحق عظیم آبادی، مولانا	۱۷۷	(۷۸۷)	شمس الحق مشتاق (برطانیہ)، مولانا	۱۷۸
(۷۸۸)	شمس الدین انصاری (بہاول پور)، حضرت مولانا	۱۷۸	(۷۸۹)	شمس الدین حیدرآبادی، مفتی	۱۷۹
(۷۹۰)	شمس الدین شہید (ژوب)، مولانا سید	۱۷۹	(۷۹۱)	شمس الدین (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی	۱۸۱

(۷۹۲)	شمس الدین مجددی (ہری پور)، مولانا قاضی محمد	۱۸۲	(۷۹۳)	شمس الدین ہزاروی، مولانا قاضی محمد	۱۸۳
(۷۹۴)	شمشیر علی خان (ہڈرسفیلڈ)، جناب راؤ	۱۸۳	(۷۹۵)	شورش کاشمیری (لاہور)، جناب آغا عبدالکریم	۱۸۳
(۷۹۶)	شوکت اللہ میرٹھی، مولانا	۱۸۸	(۷۹۷)	شوکت حسین گیلانی، مخدوم سید	۱۸۹
(۷۹۸)	شوکت حیات خان، جناب سردار	۱۹۰	(۷۹۹)	شوکت علی دلدار، ڈاکٹر خواجہ محمد	۱۹۰
(۸۰۰)	شہاب الدین امرتسری، جناب حکیم	۱۹۰	(۸۰۱)	شہاب الدین (لاہور)، مولانا	۱۹۰
(۸۰۲)	شہید احمد (کرک)، مولانا	۱۹۲	(۸۰۳)	شیرباز مزاری، جناب سردار	۱۹۲
(۸۰۴)	شیر علی شاہ، مولانا ڈاکٹر سید	۱۹۲	(۸۰۵)	شیر محمد (خیر المدارس ملتان)، حضرت مولانا	۱۹۳
(۸۰۶)	شیر محمد شرق پوری، حضرت میاں	۱۹۳	(۸۰۷)	شیر محمد قریشی (احمد پور شرقیہ)، جناب	۱۹۴
(۸۰۸)	شیر نواب خان حنفی نقشبندی قصوری، جناب	۱۹۵	(۸۰۹)	شیر محمد زرگر (میانوالی)، جناب صوفی	۱۹۵
	(ص)				۱۹۶
(۸۱۰)	صابر شاہ پشاوری، جناب سید	۱۹۶	(۸۱۱)	صابر علی رامپوری، جناب حافظ	۱۹۶
(۸۱۲)	صابر ملتانی، جناب ڈاکٹر	۱۹۶	(۸۱۳)	صاحبداد خان جمالی، مولانا مفتی محمد	۱۹۶
(۸۱۴)	صادق حسین شاہ شہید، مولانا سید	۱۹۷	(۸۱۵)	صادق علی شاہ (گدی نشین رتڑ چھتر)، حضرت	۱۹۷
(۸۱۶)	صالح خان، جناب	۱۹۷	(۸۱۷)	صالح محمد چوہان (رحیم یار خان)، مولانا	۱۹۸
(۸۱۸)	صالح محمد (سرگودھا)، مولانا حافظ	۱۹۸	(۸۱۹)	صالح نور (سابق قادیانی)، جناب محمد	۱۹۸
(۸۲۰)	صدرالدین گجراتی (قادیانی)، مولوی	۱۹۸	(۸۲۱)	صدرالدین (ہری پور ہزارہ)، مولانا قاضی محمد	۱۹۹
(۸۲۲)	صدرالشہید، مولانا	۲۰۱	(۸۲۳)	صدیق احمد انبیٹھوی، مولانا	۲۰۵
(۸۲۴)	صدیق پراچہ (خانیوال)، جناب	۲۰۵	(۸۲۵)	صغیر احمد (چھالیہ)، جناب حاجی	۲۰۵
(۸۲۶)	صغیر احمد (لاہور)، حضرت مولانا حافظ	۲۰۶	(۸۲۷)	صفدر حسین مشہدی مرزا، مولانا	۲۰۷
(۸۲۸)	صفوۃ الرحمٰن صابر (حیدرآباد دکن)، جناب	۲۰۷	(۸۲۹)	صفی الرحمٰن اعظمی، مولانا	۲۰۷
(۸۳۰)	صفی اللہ، جناب صاحبزادہ	۲۰۷	(۸۳۱)	صلاح الدین (ٹیکسلا)، جناب	۲۱۱
(۸۳۲)	صلاح الدین، جناب محمد	۲۱۱	(۸۳۳)	صہیب حسن (لندن)، جناب	۲۱۲
	(ض)				۲۱۲
(۸۳۴)	ضیاء البخاری مجددی پشاوری، مولانا	۲۱۲	(۸۳۵)	ضیاء الحسن شاہ (لاہور)، مولانا سید	۲۱۲
(۸۳۶)	ضیاء الحق دیوبندی (مدرس مدرسہ امینیہ دہلی)، مولانا	۲۱۳	(۸۳۷)	ضیاء الحق (فیصل آباد)، مولانا	۲۱۳
(۸۳۸)	ضیاء الحق (نور پور اٹک)، مولانا	۲۱۳	(۸۳۹)	ضیاء الحق، جناب صدر جنرل محمد	۲۱۳
(۸۴۰)	ضیاء الدین اصلاحی، جناب	۲۱۴	(۸۴۱)	ضیاء الدین (اوکاڑہ)، مولانا	۲۱۴
(۸۴۲)	ضیاء الدین (بھوئی گاڑ، اٹک)، مولانا قاضی	۲۱۴	(۸۴۳)	ضیاء الدین سیالوی، مولانا خواجہ	۲۱۵
(۸۴۴)	ضیاء الرحمٰن فاروقی (سمندری)، مولانا	۲۱۵	(۸۴۵)	ضیاء القاسمی (فیصل آباد)، مولانا محمد	۲۱۶
(۸۴۶)	ضیاء اللہ قادری نقشبندی، مولانا	۲۱۶			

	(ط)				۲۱۶
(۸۴۷)	طارق محمود (مانسہرہ)، جناب حاجی	۲۱۶	(۸۴۸)	طالب المولیٰ (درگاہ شریف)، جناب مخدوم	۲۱۷
(۸۴۹)	طاہر (پنج پیر)، شیخ التفسیر مولانا	۲۱۷	(۸۵۰)	طاہر رفیق اختر، جناب	۲۱۸
(۸۵۱)	طفیل احمد شاہ گیلانی، مولانا سید	۲۱۸	(۸۵۲)	طفیل رشیدی (لاہور)، جناب	۲۱۸
(۸۵۳)	طفیل محمد، جناب میاں	۲۱۸	(۸۵۴)	طنطاوی جوہری (مصر)، علامہ مفتی	۲۱۸
	(ظ)				۲۱۹
(۸۵۵)	ظفر احمد انصاری، مولانا	۲۱۹	(۸۵۶)	ظفر احمد عثمانی تھانوی، جناب علامہ	۲۵۱
(۸۵۷)	ظفر الدین احمد (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی	۲۵۱	(۸۵۸)	ظفر اللہ بھٹی (پنوں عاقل)، مولانا	۲۵۵
(۸۵۹)	ظفر اللہ خان، جناب ملک	۲۵۵	(۸۶۰)	ظفر علی خان وزیر آبادی، مولانا	۲۵۵
(۸۶۱)	ظفر علی، جسٹس مرزا سر	۲۵۶	(۸۶۲)	ظفر نعمانی، مولانا مفتی محمد	۲۵۷
(۸۶۳)	ظہور احمد بگوی (بھیرہ)، حضرت مولانا	۲۵۷	(۸۶۴)	ظہور احمد (چنیوٹ)، جناب چوہدری	۲۵۸
(۸۶۵)	ظہور احمد سالک (جھنگ)، مولانا	۲۵۸	(۸۶۶)	ظہور الحسن درس، مولانا	۲۵۹
(۸۶۷)	ظہور الحسن رامپوری، مولانا	۲۵۹	(۸۶۸)	ظہور الحق (دار العلوم کبیر والا)، حضرت مولانا	۲۶۰
(۸۶۹)	ظہور الحق شاہ چشتی صابری، جناب صاحبزادہ	۲۶۰	(۸۷۰)	ظہور الٰہی (گجرات)، جناب چوہدری	۲۶۰
(۸۷۱)	ظہور حسین قادری (سجادہ نشین بٹالہ)، جناب سید	۲۶۱	(۸۷۲)	ظہور شاہ (سجادہ نشین جلال پور جٹاں)، جناب پیر	۲۶۱
(۸۷۳)	ظہیر الدین (سیالکوٹ)، مولانا محمد	۲۶۱			
	(ع)				۲۶۲
(۸۷۴)	عابد حسین شاہ، جناب پیر سید	۲۶۲	(۸۷۵)	عابد حسین صدیقی (اٹک)، جناب شیخ	۲۶۲
(۸۷۶)	عابد نظامی، جناب خواجہ	۲۶۲	(۸۷۷)	عابدہ سلطانہ، محترمہ	۲۶۲
(۸۷۸)	عابدین (مفتی اعظم جمہوریہ شام)، الشیخ ابوالیسیر	۲۶۲	(۸۷۹)	عادل لکھنوی، مولانا محمد	۲۶۳
(۸۸۰)	عارف اللہ شاہ (راولپنڈی)، مولانا سید	۲۶۳	(۸۸۱)	عاشق الٰہی بلند شہری (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا محمد	۲۶۳
(۸۸۲)	عبادت یار خان، جناب جسٹس	۲۶۴	(۸۸۳)	عباس حسین گردیزی (ملتان)، جناب سید	۲۶۴
(۸۸۴)	عباسی (ڈربن، جنوبی افریقہ)، جناب السید	۲۷۷	(۸۸۵)	عبد الاحد خان پوری، مولانا قاضی	۲۷۷
(۸۸۶)	عبد الاحد (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا	۲۷۸	(۸۸۷)	عبد الاکبر خان، جناب	۲۷۸
(۸۸۸)	عبد الباسط ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب	۲۷۸	(۸۸۹)	عبد الباقی، مولانا	۲۷۹
(۸۹۰)	عبد الجبار (خانیوال)، جناب حاجی	۲۷۹	(۸۹۱)	عبد الجبار عمر پوری (مقیم آگرہ)، مولانا	۲۷۹
(۸۹۲)	عبد الجبار غزنوی، مولانا	۲۷۹	(۸۹۳)	عبد الجبار قادری (حیدر آباد دکن)، مولانا سید	۲۷۹
(۸۹۴)	عبد الجبار کلکتوی، جناب قاضی	۲۸۰	(۸۹۵)	عبد الجلیل (ڈھڈیاں شریف سرگودھا)، مولانا	۲۸۰
(۸۹۶)	عبد الجلیل (مانسہرہ)، مولانا	۲۸۱	(۸۹۷)	عبد الحیٔ امرتسری، مولانا	۲۸۲

(۸۹۸)	عبدالحئ جام پوری،مولانا	۲۸۲	(۸۹۹)	عبدالحئ عابد(لاہور)،مولانا	۲۸۴
(۹۰۰)	عبدالحئ کوہاٹی،مولانا	۲۸۴	(۹۰۱)	عبدالحئ (مانسہرہ)،مولانا	۲۸۴
(۹۰۲)	عبدالحامد بدایونی(کراچی)،مولانا	۲۸۴	(۹۰۳)	عبدالحفیظ بہاری(دربھنگہ)،مولانا	۲۸۵
(۹۰۴)	عبدالحفیظ پیرزادہ(کراچی)،جناب	۲۸۵	(۹۰۵)	عبدالحفیظ (چیچہ وطنی)،حضرت مولانا پیرجی	۲۸۵
(۹۰۶)	عبدالحفیظ حقانی حنفی(آگرہ)،جناب	۲۸۶	(۹۰۷)	عبدالحفیظ (ساہیوال)،جناب حاجی	۲۸۷
(۹۰۸)	عبدالحفیظ سکھروی،مولانا	۲۸۷	(۹۰۹)	عبدالحفیظ شاہ،جناب سید	۲۸۷
(۹۱۰)	عبدالحفیظ مکی،حضرت مولانا	۲۸۸	(۹۱۱)	عبدالحق الباکستانی،مولانا	۲۸۹
(۹۱۲)	عبدالحق امرتسری،جناب حکیم	۲۸۹	(۹۱۳)	عبدالحق (اٹک)،مولانا	۲۸۹
(۹۱۴)	عبدالحق (اکوڑہ خٹک)،مولانا	۲۸۹	(۹۱۵)	عبدالحق چوہان(رحیم یارخان)،مولانا	۲۹۱
(۹۱۶)	عبدالحق حقانی محدث دہلوی،مولانا	۲۹۱	(۹۱۷)	عبدالحق دہلوی بابائے اردو،مولانا	۲۹۱
(۹۱۸)	عبدالحق رام پوری،جناب قاری	۲۹۲	(۹۱۹)	عبدالحق (ساکن قادیان)،جناب غازی	۲۹۲
(۹۲۰)	عبدالحق شیخ(چیچہ وطنی)،مولوی	۲۹۲	(۹۲۱)	عبدالحق غزنوی،مولوی	۲۹۳
(۹۲۲)	عبدالحق قادری(غورغشتی)،مولانا علامہ	۲۹۶	(۹۲۳)	عبدالحق کوٹلوی سرہندی،جناب ابوالمنظور	۲۹۷
(۹۲۴)	عبدالحق نافع گل،حضرت مولانا	۲۹۸	(۹۲۵)	عبدالحکیم،جناب ڈاکٹر خلیفہ	۲۹۸
(۹۲۶)	عبدالحکیم خان اختر شاہ جہان پوری،جناب	۲۹۹	(۹۲۷)	عبدالحکیم خان پٹیالوی،جناب ڈاکٹر	۲۹۹
(۹۲۸)	عبدالحکیم (ساکن دھرم کوٹ)،مولانا	۳۰۰	(۹۲۹)	عبدالحکیم شرف قادری،علامہ محمد	۳۰۱
(۹۳۰)	عبدالحکیم کلانوری(لاہور)،مولانا	۳۰۱	(۹۳۱)	عبدالحلیم الیاسی نقشبندی(یادگیر گلبرگہ)،مولانا	۳۰۱
(۹۳۲)	عبدالحلیم چشتی(کراچی)،حضرت مولانا ڈاکٹر	۳۰۱	(۹۳۳)	عبدالحلیم قاسمی،مولانا	۳۰۲
(۹۳۴)	عبدالحلیم کانپوری،مولانا	۳۰۲	(۹۳۵)	عبدالحلیم مردانی،مولانا	۳۰۳
(۹۳۶)	عبدالحمید آزاد،مولانا	۳۰۳	(۹۳۷)	عبدالحمید انصاری لکھنوی،مولانا	۳۰۳
(۹۳۸)	عبدالحمید(ایڈنبرا)،جناب حافظ	۳۰۴	(۹۳۹)	عبدالحمید بٹ(لاہور)،جناب	۳۰۴
(۹۴۰)	عبدالحمید بٹ(لاہور)،جناب	۳۰۴	(۹۴۱)	عبدالحمید بٹ(لودھراں)،جناب خواجہ	۳۰۵
(۹۴۲)	عبدالحمید خان جتوئی،جناب	۳۰۵	(۹۴۳)	عبدالحمید سواتی(گوجرانوالہ)،حضرت مولانا	۳۰۵
(۹۴۴)	عبدالحمید دہلوی،مولوی	۳۰۶	(۹۴۵)	عبدالحمید(ساہیوال)،مولانا حافظ	۳۰۶
(۹۴۶)	عبدالحمید صدیقی،جناب پروفیسر	۳۰۶	(۹۴۷)	عبدالحمید(لاہور)،جناب قاری	۳۰۷
(۹۴۸)	عبدالحمید وٹو،حضرت مولانا	۳۰۷	(۹۴۹)	عبدالحنان(اوکاڑہ)،مولانا	۳۰۹
(۹۵۰)	عبدالحنان ہزاروی(راولپنڈی)،مولانا	۳۰۹	(۹۵۱)	عبدالحئ (ایبٹ آباد)،مولانا قاضی محمد	۳۱۰
(۹۵۲)	عبدالحئ بلوچ،جناب ڈاکٹر	۳۱۰	(۹۵۳)	عبدالحئ عارفی،جناب ڈاکٹر	۳۱۰
(۹۵۴)	عبدالخالق بلوچ(کراچی)،مولانا حافظ	۳۱۰	(۹۵۵)	عبدالخالق(بہاول نگر)،مولانا حافظ قاری	۳۱۱

(۹۵۶)	عبدالخالق جالندھری (پیرمحل)، مولانا حافظ	۳۱۱	(۹۵۷)	عبدالخالق خان (مردان)، جناب	۳۱۱
(۹۵۸)	عبدالخالق (سینئر صوبائی وزیر)، جناب ڈاکٹر	۳۱۱	(۹۵۹)	عبدالخالق (کوٹلہ رحم علی شاہ)، مولانا	۳۱۲
(۹۶۰)	عبدالخالق ملتانی (بانی دارالعلوم کبیروالا)، مولانا	۳۱۲	(۹۶۱)	عبدالخالق ہزاروی، مولانا قاضی	۳۱۲
(۹۶۲)	عبدالدیان دامانی (اٹک)، مولانا	۳۱۳	(۹۶۳)	عبدالرؤف (ایبٹ آباد)، مولانا	۳۱۳
(۹۶۴)	عبدالرؤف دہلوی، جناب	۳۱۳	(۹۶۵)	عبدالرؤف روفی (مانسہرہ)، جناب	۳۱۴
(۹۶۶)	عبدالرؤف (صوابی)، مولانا	۳۱۶	(۹۶۷)	عبدالرؤف (مانسہرہ)، مولانا	۳۱۶
(۹۶۸)	عبدالرب خان برہم قادیانی	۳۱۷	(۹۶۹)	عبدالرب (دہلی)، مولانا	۳۱۷
(۹۷۰)	عبدالرب نشتر، جناب سردار	۳۱۸	(۹۷۱)	عبدالرحمٰن بن ابی الشعیب برکاتی (مراکش)، فضیلۃ الشیخ	۳۱۸
(۹۷۲)	عبدالرحمٰن بٹالوی، جناب حاجی	۳۱۸	(۹۷۳)	عبدالرحمٰن پوربی، مولانا حافظ	۳۱۹
(۹۷۴)	عبدالرحمٰن (تلہ گنگ)، جناب حافظ	۳۱۹	(۹۷۵)	عبدالرحمٰن جامعۃ الازہر (مصر)، ڈاکٹر شیخ	۳۱۹
(۹۷۶)	عبدالرحمٰن جامی (گوجرانوالہ)، مولانا	۳۱۹	(۹۷۷)	عبدالرحمٰن جمالی (ساند عمرکوٹ)، مولانا	۳۲۰
(۹۷۸)	عبدالرحمٰن جہلمی، جناب غازی	۳۲۱	(۹۷۹)	عبدالرحمٰن (چنوں موم)، مولانا حافظ	۳۲۲
(۹۸۰)	عبدالرحمٰن (حسن ابدال)، مولانا حکیم	۳۲۳	(۹۸۱)	عبدالرحمٰن خان (ملتان)، جناب منشی	۳۲۳
(۹۸۲)	عبدالرحمٰن خان (والیٔ افغانستان)، جناب	۳۲۳	(۹۸۳)	عبدالرحمٰن خلیق، مولانا حکیم	۳۲۳
(۹۸۴)	عبدالرحمٰن (دنیاپور)، جناب چوہدری	۳۲۴	(۹۸۵)	عبدالرحمٰن دہلوی، مولانا	۳۲۴
(۹۸۶)	عبدالرحمٰن دہلوی، مولانا ابوسلمان	۳۲۴	(۹۸۷)	عبدالرحمٰن دیوبندی، مولوی	۳۲۴
(۹۸۸)	عبدالرحمٰن (راولپنڈی)، حکیم مولانا	۳۲۵	(۹۸۹)	عبدالرحمٰن (راہوں والے)، جناب چوہدری	۳۲۵
(۹۹۰)	عبدالرحمٰن (راہوں والے)، مولوی	۳۲۵	(۹۹۱)	عبدالرحمٰن (ساکن لکھوکی)، مولانا	۳۲۶
(۹۹۲)	عبدالرحمٰن سلطان پوری، مولانا سید	۳۲۶	(۹۹۳)	عبدالرحمٰن سہارنپوری، مولانا	۳۲۶
(۹۹۴)	عبدالرحمٰن شاہ جمالی، حضرت مولانا	۳۲۷	(۹۹۵)	عبدالرحمٰن شاہ چشتی نظامی، مولانا پیر سید	۳۲۸
(۹۹۶)	عبدالرحمٰن عثمانی (تلہ گنگ)، مولانا	۳۲۸	(۹۹۷)	عبدالرحمٰن (فیصل آباد)، مولانا	۳۲۸
(۹۹۸)	عبدالرحمٰن قادری مجددی عظیم آبادی، مولانا	۳۲۸	(۹۹۹)	عبدالرحمٰن قادیانی (ڈیرہ غازی خان)	۳۲۹
(۱۰۰۰)	عبدالرحمٰن قاسمی (چکوال)، مولانا صاحبزادہ	۳۲۹	(۱۰۰۱)	عبدالرحمٰن (کلروالی مظفرگڑھ)، مولانا	۳۲۹
(۱۰۰۲)	عبدالرحمٰن (کہروڑپکا)، حضرت قاری	۳۲۹	(۱۰۰۳)	عبدالرحمٰن (کیمبل پور)، مولانا	۳۳۰
(۱۰۰۴)	عبدالرحمٰن گیلانی (مالیرکوٹلہ)، مولانا صوفی سید	۳۳۰	(۱۰۰۵)	عبدالرحمٰن (لاہور)، مولانا میاں	۳۳۰
(۱۰۰۶)	عبدالرحمٰن مصری (قادیانی لاہوری)	۳۳۲	(۱۰۰۷)	عبدالرحمٰن مونگیری، جناب حاجی سید	۳۳۲
(۱۰۰۸)	عبدالرحمٰن ہزاروی، مولانا مفتی محمد	۳۳۳	(۱۰۰۹)	عبدالرحمٰن (ہموکہ وجھ سرگودھا)، جناب قاری	۳۳۴
(۱۰۱۰)	عبدالرحیم اشرف (فیصل آباد)، مولانا حکیم	۳۳۴	(۱۰۱۱)	عبدالرحیم پوپلزئی، مولانا	۳۳۷
(۱۰۱۲)	عبدالرحیم جوہر جہلمی، جناب مہر	۳۳۸	(۱۰۱۳)	عبدالرحیم چاچڑ، مولانا	۳۳۸

(۱۰۱۴)	عبدالرحیم خان نیازی (فیصل آباد)، صوفی	۳۳۸	(۱۰۱۵)	عبدالرحیم ڈیروی، مولانا	۳۳۹
(۱۰۱۶)	عبدالرحیم سلیم ایڈووکیٹ (حیدرآباددکن)	۳۳۹	(۱۰۱۷)	عبدالرحیم سہارنپوری، جناب شاہ	۳۳۹
(۱۰۱۸)	عبدالرحیم سہارنپوری، جناب قاری	۳۴۰	(۱۰۱۹)	عبدالرحیم عاجز (لاہور)، جناب	۳۴۰
(۱۰۲۰)	عبدالرحیم علی پوری، مولانا	۳۴۱	(۱۰۲۱)	عبدالرحیم غزنوی امرتسری، مولانا سید	۳۴۱
(۱۰۲۲)	عبدالرحیم قریشی (حیدرآباددکن)، مولانا	۳۴۲	(۱۰۲۳)	عبدالرحیم کشمیری، مولانا	۳۴۲
(۱۰۲۴)	عبدالرحیم کوٹلوی، مولانا حکیم	۳۴۳	(۱۰۲۵)	عبدالرحیم گورداسپوری، جناب خواجہ	۳۴۳
(۱۰۲۶)	عبدالرحیم منہاج (فیصل آباد)، مولانا	۳۴۳	(۱۰۲۷)	عبدالرحیم نعمانی، مولانا	۳۴۴
(۱۰۲۸)	عبدالرزاق انقلابی (شجاع آباد)، مولانا	۳۴۴	(۱۰۲۹)	عبدالرزاق اے تھیم، جناب جسٹس	۳۴۴
(۱۰۳۰)	عبدالرزاق سلیم خانی، مولانا	۳۴۴	(۱۰۳۱)	عبدالرزاق (فورٹ عباس)، جناب صوفی	۳۴۵
(۱۰۳۲)	عبدالرزاق (کوٹ اڈو)، جناب الحاج	۳۴۵	(۱۰۳۳)	عبدالرزاق لانگ (لودھراں)، حضرت مولانا	۳۴۵
(۱۰۳۴)	عبدالرزاق مہتہ قادیانی	۳۴۶	(۱۰۳۵)	عبدالرسول بکھر بار (شاہ پور سرگودھا)، مولانا	۳۴۶
(۱۰۳۶)	عبدالرشید، جناب میاں (نور بصیرت)	۳۴۶	(۱۰۳۷)	عبدالرشید ارشد جالندھری، مولانا حافظ	۳۴۷
(۱۰۳۸)	عبدالرشید انصاری (فیصل آباد)، مولانا	۳۴۸	(۱۰۳۹)	عبدالرشید انور، جناب حکیم	۳۴۸
(۱۰۴۰)	عبدالرشید شہید، جناب غازی	۳۴۹	(۱۰۴۱)	عبدالرشید صدیقی (ملتان)، جناب شیخ	۳۴۹
(۱۰۴۲)	عبدالرشید طالوت (ملتان)، مولانا	۳۵۰	(۱۰۴۳)	عبدالرشید کاتب (جلال پور)، مولانا	۳۵۰
(۱۰۴۴)	عبدالرشید (کراچی)، حضرت حافظ	۳۵۱	(۱۰۴۵)	عبدالرشید قریشی، جناب	۳۵۲
(۱۰۴۶)	عبدالرشید (لاہور)، مولانا	۳۵۳	(۱۰۴۷)	عبدالرشید (لاہور)، مولانا قاری	۳۵۴
(۱۰۴۸)	عبدالرشید لدھیانوی، مولانا	۳۵۴	(۱۰۴۹)	عبدالرشید نعمانی (کراچی)، مولانا	۳۵۴
(۱۰۵۰)	عبدالسبحان خان، جناب	۳۵۵	(۱۰۵۱)	عبدالستار افغانی، جناب	۳۵۵
(۱۰۵۲)	عبدالستار انصاری، جناب	۳۵۵	(۱۰۵۳)	عبدالستار توحیدی، مولانا	۳۵۶
(۱۰۵۴)	عبدالستار تونسوی، مولانا	۳۵۶	(۱۰۵۵)	عبدالستار چاوڑو (بدین سندھ)، مولانا	۳۶۰
(۱۰۵۶)	عبدالستار خان نیازی، مولانا	۳۶۲	(۱۰۵۷)	عبدالستار دہلوی (سالار احرار)، چوہدری	۳۶۵
(۱۰۵۸)	عبدالستار دہلوی، مولانا	۳۶۵	(۱۰۵۹)	عبدالستار شاہ (بنوں)، مولانا سید	۳۶۶
(۱۰۶۰)	عبدالستار قادری (گوجرانوالہ)، جناب شیخ	۳۶۶	(۱۰۶۱)	عبدالستار (کوٹ ادو)، جناب صوفی	۳۶۶
(۱۰۶۲)	عبدالستار (ملتان)، مولانا مفتی	۳۶۶	(۱۰۶۳)	عبدالسلام (حضرو ضلع اٹک)، مولانا	۳۶۷
(۱۰۶۴)	عبدالسلام خان (ماموں کانجن)، جناب راؤ	۳۶۸	(۱۰۶۵)	عبدالسلام (ساکن قادیان)، جناب ڈاکٹر	۳۶۹
(۱۰۶۶)	عبدالسلام قادری باندوی، مولانا	۳۶۹	(۱۰۶۷)	عبدالسلام لکھنوی، مولانا	۳۶۹
(۱۰۶۸)	عبدالسلام ہزاری، مولانا حکیم	۳۷۰	(۱۰۶۹)	عبدالسلام ہزاروی، مولانا	۳۷۰
(۱۰۷۰)	عبدالسلام ہمدانی امرتسری، مولانا	۳۷۱	(۱۰۷۱)	عبدالسمیع دیوبندی، مولانا	۳۷۱
(۱۰۷۲)	عبدالشکور (آزاد کشمیر)، حضرت مولانا مفتی	۳۷۱	(۱۰۷۳)	عبدالشکور ترمذی (سرگودھا)، مولانا مفتی سید	۳۷۲
(۱۰۷۴)	عبدالشکور حنفی مرزاپوری، مولانا	۳۷۳	(۱۰۷۵)	عبدالشکور دین پوری، مولانا	۳۷۳

(۱۰۷۶)	عبدالشکور طوروی (خطیب کوئٹہ)، مولانا	۳۷۳	(۱۰۷۷)	عبدالشکور کامل پوری، مولانا	۳۷۴
(۱۰۷۸)	عبدالشکور لکھنوی، مولانا	۳۷۴	(۱۰۷۹)	عبدالصمد سربازی، مولانا قاضی	۳۷۵
(۱۰۸۰)	عبدالصمد سندوری سیاح، مولانا	۳۷۵	(۱۰۸۱)	عبدالعزیز (نبی بخش [نمبردار بٹالہ])، منشی	۳۷۵
(۱۰۸۲)	عبدالعزیز (رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ)، مولانا	۳۷۸	(۱۰۸۳)	عبدالعزیز (ایبٹ آباد)، مولانا	۳۷۸
(۱۰۸۴)	عبدالعزیز ایرانی، مولانا	۳۷۸	(۱۰۸۵)	عبدالعزیز (فیصل آباد)، مولانا	۳۷۹
(۱۰۸۶)	عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ	۳۷۹	(۱۰۸۷)	عبدالعزیز بھٹی، جناب جسٹس راجا	۳۷۹
(۱۰۸۸)	عبدالعزیز (بیگووال)، جناب چوہدری	۳۸۵	(۱۰۸۹)	عبدالعزیز چشتی (پاکپتن)، جناب حکیم	۳۸۶
(۱۰۹۰)	عبدالعزیز (چھوکر خورد)، جناب حافظ	۳۸۶	(۱۰۹۱)	عبدالعزیز (دینانگر)، حضرت مولانا	۳۸۶
(۱۰۹۲)	عبدالعزیز رائے پوری، مولانا	۳۸۶	(۱۰۹۳)	عبدالعزیز (راولپنڈی)، مولانا	۳۸۹
(۱۰۹۴)	عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا	۳۸۹	(۱۰۹۵)	عبدالعزیز (ساہیوال)، حضرت مولانا	۳۹۱
(۱۰۹۶)	عبدالعزیز آنجہانی (ساکن قادیان)، حکیم	۳۹۱	(۱۰۹۷)	عبدالعزیز شاد (ساہیوال)، مولانا	۳۹۵
(۱۰۹۸)	عبدالعزیز (شہداد پور)، مولانا	۳۹۶	(۱۰۹۹)	عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا	۳۹۶
(۱۱۰۰)	عبدالعزیز لکھنوی، مولانا	۳۹۶	(۱۱۰۱)	عبدالعزیز (مانسہرہ)، مولانا شاہ	۳۹۷
(۱۱۰۲)	عبدالعزیز محدث سیالوی، مولانا	۳۹۷	(۱۱۰۳)	عبدالعزیز محدث (لدھیانہ)، مولانا	۳۹۸
(۱۱۰۴)	عبدالعزیز مرتضائی، مولانا	۳۹۸	(۱۱۰۵)	عبدالعزیز المعروف داداسائیں، میاں جی پیر	۳۹۸
(۱۱۰۶)	عبدالعزیز ملتانی، جناب ابوالحزیر	۳۹۸	(۱۱۰۷)	عبدالعزیز، مولانا ابوعمر	۳۹۸
(۱۱۰۸)	عبدالعظیم انصاری، مولانا	۳۹۸	(۱۱۰۹)	عبدالعلی میرٹھی، مولانا	۳۹۹
(۱۱۱۰)	عبدالعلی ہزاروی (فاضل دیوبند)، مولانا	۳۹۹	(۱۱۱۱)	عبدالعلیم جالندھری (فیصل آباد)، مولانا	۳۹۹
(۱۱۱۲)	عبدالعلیم رائے پوری، مولانا پیرجی	۳۹۹	(۱۱۱۳)	عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی، مولانا	۴۰۰
(۱۱۱۴)	عبدالعلیم قاسمی، مولانا	۴۰۱	(۱۱۱۵)	عبدالعلیم (مسجد شیخ لاہوری)، مولانا محمد	۴۰۱
(۱۱۱۶)	عبدالغفار اثر، جناب	۴۰۱	(۱۱۱۷)	عبدالغفار احرار (جھنگ صدر)، مولانا	۴۰۱
(۱۱۱۸)	عبدالغفار (بنگلور)، حضرت مولانا	۴۰۲	(۱۱۱۹)	عبدالغفار خان (سرحد)، جناب خان	۴۰۲
(۱۱۲۰)	عبدالغفار خان رامپوری، مولانا	۴۰۳	(۱۱۲۱)	عبدالغفار شاد (ملتان)، جناب	۴۰۳
(۱۱۲۲)	عبدالغفار ضامرانی، مولانا	۴۰۴	(۱۱۲۳)	عبدالغفار غزنوی، مولانا	۴۰۴
(۱۱۲۴)	عبدالغفار لکھنوی، مولانا	۴۰۴	(۱۱۲۵)	عبدالغفور انوری (ملتان)، جناب ملک	۴۰۴
(۱۱۲۶)	عبدالغفور پنچہ (شاہ پور، سرگودھا)، جناب قاضی	۴۰۴	(۱۱۲۷)	عبدالغفور جہلمی، مولانا	۴۰۵
(۱۱۲۸)	عبدالغفور سانگلوی ثم ہارون آبادی، ڈاکٹر	۴۰۵	(۱۱۲۹)	عبدالغفور عباسی مدنی، مولانا	۴۰۵
(۱۱۳۰)	عبدالغفور غزنوی، مولانا	۴۰۵	(۱۱۳۱)	عبدالغفور قاسمی سجاول، مولانا	۴۰۶
(۱۱۳۲)	عبدالغفور کلانوری، مولانا	۴۰۸	(۱۱۳۳)	عبدالغفور محمد آبادی (اعظم گڑھ)، مولانا	۴۰۸
(۱۱۳۴)	عبدالغفور (ٹیکسلا)، پیر طریقت حضرت مولانا	۴۰۹	(۱۱۳۵)	عبدالغفور ہزاروی، مولانا	۴۱۰

(۱۱۳۶)	عبدالغنی اویسی نقشبندی (ایبٹ آباد)، مولانا	۴۱۰	(۱۱۳۷)	عبدالغنی جالندھری، مولانا حکیم	۴۱۰
(۱۱۳۸)	عبدالغنی (بنگلور)، حضرت مولانا	۴۱۰	(۱۱۳۹)	عبدالغنی ڈیروی، مولانا	۴۱۱
(۱۱۴۰)	عبدالغنی شاہجہانپوری، مولانا مفتی	۴۱۱	(۱۱۴۱)	عبدالغنی فیصل آبادی، مولانا	۴۱۵
(۱۱۴۲)	عبدالغنی قریشی (ایبٹ آباد)، مولانا	۴۱۵	(۱۱۴۳)	عبدالغنی (کنری، عمر کوٹ)، مولانا حافظ	۴۱۶
(۱۱۴۴)	عبدالغنی (گجرات)، مولانا حکیم	۴۱۶	(۱۱۴۵)	عبدالغنی لاہوری، جناب بابا	۴۱۷
(۱۱۴۶)	عبدالفتاح حلب، پروفیسر ابوغدہ	۴۱۷	(۱۱۴۷)	عبدالقادر، مولانا صاحبزادہ مفتی	۴۱۷
(۱۱۴۸)	عبدالقادر آزاد (لاہور)، مولانا	۴۱۷	(۱۱۴۹)	عبدالقادر اعظم گڑھی، مولانا محمد	۴۱۸
(۱۱۵۰)	عبدالقادر انجم (ڈونگہ بونگہ بہاول نگر)، مولانا	۴۱۸	(۱۱۵۱)	عبدالقادر پیارم پیٹی، حضرت مولانا	۴۱۹
(۱۱۵۲)	عبدالقادر (جھاوریاں)، مولانا قاضی	۴۱۹	(۱۱۵۳)	عبدالقادر حیدر آبادی، مولانا	۴۱۹
(۱۱۵۴)	عبدالقادر ڈیروی، مولانا	۴۲۰	(۱۱۵۵)	عبدالقادر رائے پوری، حضرت شاہ	۴۲۰
(۱۱۵۶)	عبدالقادر روپڑی، مولانا حافظ	۴۲۵	(۱۱۵۷)	عبدالقادر (سات گڑھی)، مولانا	۴۲۵
(۱۱۵۸)	عبدالقادر (ساکن بیگووال ریاست کپورتھلہ)، مولانا	۴۲۵	(۱۱۵۹)	عبدالقادر سمانوی، مولانا محمد	۴۲۵
(۱۱۶۰)	عبدالقادر (گجرات)، جناب ڈاکٹر	۴۲۶	(۱۱۶۱)	عبدالقدوس (بنگلور)، حضرت قاضی شاہ	۴۲۶
(۱۱۶۲)	عبدالقدوس ہاشمی، مولانا جسٹس	۴۲۶	(۱۱۶۳)	عبدالقدیر امروہی، جناب	۴۲۶
(۱۱۶۴)	عبدالقدیر چوہدری، جناب جسٹس	۴۲۷	(۱۱۶۵)	عبدالقدیر شاہ (احمد پور شرقیہ)، قاری سید	۴۲۷
(۱۱۶۶)	عبدالقدیر صدانی، مولانا	۴۲۷	(۱۱۶۷)	عبدالقدیر مومن پوری (چھچھ)، مولانا	۴۲۷
(۱۱۶۸)	عبدالقوی (اعظم گڑھ)، مولانا	۴۲۸	(۱۱۶۹)	عبدالقوی لقمان، جناب ڈاکٹر	۴۲۸
(۱۱۷۰)	عبدالقیوم (آزاد کشمیر)، جناب سردار	۴۲۸	(۱۱۷۱)	عبدالقیوم آصف (بھکر)، مولانا	۴۲۹
(۱۱۷۲)	عبدالقیوم پامسٹ (لاہور)، جناب	۴۳۰	(۱۱۷۳)	عبدالقیوم پراچہ (بھیرہ ضلع سرگودھا)، جناب	۴۳۰
(۱۱۷۴)	عبدالقیوم پوپلزئی (پشاور)، حضرت مولانا مفتی	۴۳۱	(۱۱۷۵)	عبدالقیوم خان، جناب خان	۴۳۱
(۱۱۷۶)	عبدالقیوم سرحدی، مولانا	۴۳۱	(۱۱۷۷)	عبدالقیوم کانپوری، مولانا	۴۳۱
(۱۱۷۸)	عبدالقیوم ملتانی ثم مہاجر مدنی، حضرت حاجی	۴۳۲	(۱۱۷۹)	عبدالقیوم میرٹھی، مولانا	۴۳۲
(۱۱۸۰)	عبدالقیوم ہزاروی، مولانا	۴۳۳	(۱۱۸۱)	عبدالقیوم (ہزارہ)، جناب غازی	۴۳۳
(۱۱۸۲)	عبدالکریم ابدالوی، مولانا ابوالفیض	۴۳۶	(۱۱۸۳)	عبدالکریم خان کندی، جناب جسٹس	۴۳۶
(۱۱۸۴)	عبدالکریم دہلوی، مولانا	۴۳۶	(۱۱۸۵)	عبدالکریم (ڈیرہ اسماعیل خان)، جناب حافظ	۴۳۷
(۱۱۸۶)	عبدالکریم سعدی سندھی، مولانا	۴۳۷	(۱۱۸۷)	عبدالکریم (سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن محمد	۴۳۷
(۱۱۸۸)	عبدالکریم عابد، جناب	۴۳۸	(۱۱۸۹)	عبدالکریم فاروقی (کراچی)، مولانا	۴۳۸
(۱۱۹۰)	عبدالکریم قریشی (بیر شریف)، مولانا	۴۳۹	(۱۱۹۱)	عبدالکریم (کلاچی)، مولانا قاضی	۴۴۳
(۱۱۹۲)	عبدالکریم گمتھلوی، مولانا مفتی سید	۴۴۳	(۱۱۹۳)	عبدالکریم مباہلہ (لاہور)، مولانا	۴۴۵
(۱۱۹۴)	عبدالکریم ناقد (پٹھان کوٹ)، جناب	۴۴۸			

(ذ)

(۶۳۲) ذکراللہ جالندھری، مولانا محمد

(وفات: ۴؍مئی ۱۹۷۰ء)

مولانا محمد ذکراللہ خیراللہ پور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا خیر محمد جالندھری کے ہمدرس تھے۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا زہدوتقویٰ مثالی تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے دل وجان سے پاسبان تھے۔ تقسیم کے بعد چک نمبر ۴۹۷ ای. بی بورے والہ میں وفات پائی۔

(۶۳۳) ذوالفقار علی بھٹو (صدر)، جناب

(ولادت: ۵؍جنوری ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۴؍اپریل ۱۹۷۹ء)

جناب ذوالفقار علی بھٹو ہمارے ملک عزیز پاکستان کے نامور سیاستدان تھے۔ آپ

۱۹۶۰ء۔۶۲ میں وفاقی وزیر اطلاعات، سیاحت، ایندھن وبجلی۔

۱۹۶۲ء۔۶۳ میں وفاقی وزیر صنعت وقدرتی وسائل۔

۱۹۶۳ء۔۶۶ وزیر خارجہ پاکستان۔

۱۹۷۱ء۔۷۲ سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان۔

۲۰؍دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۳؍اگست ۱۹۷۳ء صدر پاکستان۔

۱۴؍اگست ۱۹۷۴ء تا ۵؍جولائی ۱۹۷۷ء پاکستان کے وزیر اعظم رہے۔ آپ سرشاہنواز بھٹو کے لخت جگر تھے۔ بہت ہی پاور فل انسان تھے اور عالمی سیاست پر نظر رکھتے تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی تھے۔

آپ کے عہد اقتدار میں قادیانیوں کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کتاب سے چند اقتباس

بک ہوم مزنگ روڈ لاہور سے عرصہ ہوا ایک کتاب شائع ہوئی: ''اگر مجھے قتل کر دیا گیا'' جو جناب ذوالفقار علی بھٹو سابق پاکستان کے انٹرویوز، خیالات، رشحات قلم، یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(۱)

اس کتاب کے صفحہ ۱۲ پر ہے: ''احمدی مذہب سے تعلق رکھنے والے سیکرٹری برائے الیکشن کمیشن مسٹر اے. زیڈ فاروقی نے وائٹ پیپر پڑھنے والوں کے ذہنوں میں میرے خلاف تعصب کو ہوا دینے کے لئے من گھڑت بہتان باندھے۔ اس خوشنما جھوٹ کی

مثال وائٹ پیپر کے صفحہ ۱۵۰ پر موجود ہے۔ مسٹر اے۔زیڈ فاروقی کی نیت اس بات سے عیاں ہو جاتی ہے جب اس نے چیف الیکشن کمشنر کے ساتھ ہونے والی اپنی ٹیلی فونک گفتگو کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔ میرے اوپر الزام تھا کہ میں نے الیکشن کمیشن کی تشہیری مہم کے محرکات پر اپنی برہمی اور غصے کا اظہار کیا تھا۔‘‘

(۲)

اس کتاب کے صفحہ ۱۱۴ پر ہے: ’’چیف الیکشن کمشنر مسٹر سجاد احمد جان کی شہادت نہیں لی گئی۔ حتیٰ کہ وہ ایک اہم اور ناگزیر گواہ تھے۔ ان کے بارے میں جتنے حوالے دیئے گئے وہ سیکرٹری الیکشن کمیشن مسٹر زیڈ۔اے فاروقی نے ’’سنی سنائی‘‘ باتوں پر دیئے ہیں اور اس جھوٹی اور کینہ پرور شہادت کی وجہ ان کا جانا پہچانا تعصب ہے جو وہ میرے خلاف دل میں رکھتے تھے۔ مسٹر فاروقی این۔اے فاروقی کے بھتیجے ہیں۔ جن کی زوجہ مسعود محمود کی بیوی کی بہن ہے جو بذات خود لاہور میں مقدمہ قتل میں اہم سلطانی گواہ ہے۔‘‘

(۳)

اس کتاب کے صفحہ ۱۱۹ پر ہے: ’’انہوں (یحییٰ بختیار خان) نے اٹارنی جنرل کے طور پر پاکستان کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ خاص طور پر احمدیوں کے حساس ترین مسئلے کو بڑی کامیابی کے ساتھ پارلیمنٹ میں چلایا۔‘‘

(۴)

اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر ہے: ’’مارشل لاء کے دور میں اٹارنی جنرل کا دفتر قانون کے چہرے پر ایک طمانچہ ہوتا ہے۔ ایک ایسا نظام جس میں قانون کی بالادستی نہ ہو وہاں پر اٹارنی جنرل کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ وائٹ پیپر کہتا ہے کہ اٹارنی جنرل قانون کی بالادستی کا نگران ہوتا ہے۔ مارشل لاء کے تحت اٹارنی جنرل کو سپریم کورٹ کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس کے آقاؤں نے آئین کو معطل یا معلق کر دیا ہے اور تمام قوانین مارشل لاء کے قانون کے متوسل ہو چکے ہیں۔ اسے یہ کہنا ہوگا کہ یہ لازم ہے کہ آپ کے عوام سور کا گوشت کھائیں۔‘‘

(۵)

اس کتاب کے صفحہ ۲۰۵ پر ہے: ’’حکومت کے دوران اس سے ایک بار بھی ملاقات نہیں کی۔ اس نے مجھے کئی خط لکھے جس میں اس نے استدعا کی کہ میں اسے ملاقات کے لئے پانچ منٹ دے دوں۔ میں نے ان حالات میں آفسر اون سپیشل ڈیوٹی برائے پنجاب کو حکم دیا کہ وہ پتہ چلائے کہ جنرل رانی مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔ جنرل رانی کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی نئی ٹیم کے ساتھ انتہائی شاندار روابط ہیں۔ موجودہ حکومت میں شامل گجرات سے تعلق رکھنے والے بے داغ وزیر برائے افرادی قوت نے جنرل یحییٰ خان کے سنہری دور کے دوران جنرل رانی کی مکمل قوت کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کیا تھا۔ ہمیں رانی اور راجا جیسی دیگر باتوں پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔‘‘

(۶)

اس کتاب کے صفحہ ۲۰۵ پر ہے: ’’میرے دور حکومت میں ایمرجنسی کا نفاذ حالات وواقعات کے شدید جبر کا نتیجہ تھا۔ قوم بکھر چکی تھی۔ ملک ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔ ملک میں کوئی آئین موجود نہیں تھا۔ روپے کی قیمت گر چکی تھی۔ ہمارا پانچ ہزار مربع میل کا علاقہ بھارتی فوج کے قبضے میں تھا۔ نوّے ہزار جنگی قیدی بھارت کی قید میں موجود تھے۔ مجیدالرحمٰن جنگی مقدموں کی دھمکیاں دے رہے تھے۔

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ پولیس اور مزور ہڑتال کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ جیلوں کے اندر بھی ہڑتالیں ہو رہی تھیں۔ جلاؤ اور گھیراؤ کا زمانہ تھا۔ مزید برآں اسی زمانے میں بین الاقوامی اقتصادی اور مالی بحران سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ تیل کی قیمتیں چار گنا بڑھ چکی تھیں۔ نوّے سالہ پرانے احمدی مسئلے کو حل کرنا تھا۔ سندھ میں لسانی اختلافات کو طے کرنا تھا۔ معیشت کو بحال کرنا تھا۔ بلوچستان میں جاری بغاوت کا سامنا کرنا تھا۔ صوبہ سرحد میں ہونے والے بم دھماکوں سے ٹمٹنا تھا۔ افغانستان میں داؤد کی حکومت کی دھمکیوں کی طرف بھی توجہ دینی تھی۔ ملک میں دو شدید ترین سیلاب اور بارشیں تباہی مچا چکے تھے۔ دریائے سندھ، راوی اور جہلم میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ زمین پانی کی چادر بن چکی تھی۔''

(۷)

اس کتاب کے صفحہ ۲۵۹ پر ہے: ''جب میرے مقدمے کو قتل کے مقدمے میں بدلا گیا تو میں نے اس پر شدید احتجاج کیا کہ کھلی سماعت کو میرے دفاع میں ان کیمرہ سماعت میں بدل دیا گیا۔ لیکن میں کسی طرح بھی ججوں کے سامنے پبلسٹی اور انصاف کے درمیان فرض واضح نہیں کر سکا۔ میں مقدمے کی کھلی سماعت کا مطالبہ کر رہا تھا۔ کیونکہ انصاف کا تصور سرعام ٹرائل کے ساتھ گہرائی سے جڑا ہوا ہے۔ ایک کھلی سماعت کے لئے خاص طور پر جب اس میں سزائے موت بھی شامل ہو قانونی اور سیاسی جدوجہد سنہری حروف میں لکھی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خروج کے زمانے میں اپنے پیروکاروں کو اسی بات کی تبلیغ کی تھی۔ یہی پیغام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہاڑی کے اوپر اپنے خطبے میں دیا تھا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے بھی کھلی مسجد میں لوگوں کو انصاف دیا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی عدالت مقدس غلام گردش میں نہیں لگائی تھی۔ روم کے ایک مشہور غلام سپارٹیکس نے انصاف کے لئے اپنی جان قربان کر دی تھی۔ افلاطون، ارسطو اور سقراط نے سرعام انصاف کا فلسفہ پیش کیا ہے۔

یورپ اور برطانیہ کی تاریخ سرعام مقدمے کی روایات سے بھری پڑی ہے۔ کامن لاء میں مقدمے کی کھلی سماعت کو انصاف کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ امریکی عوام نے اپنی جرأتمندانہ جدوجہد کے بعد کھلے عام سماعت کے حق کو تسلیم کروایا اور اسے امریکی دستور کی چھٹی ترمیم کا لازمی حصہ بنا دیا۔ یہ مشہور مقولہ کہ: ''صرف انصاف ہی نہ کیا جائے بلکہ اس طرح کیا جائے کہ یہ نظر بھی آئے۔'' یہ وہ مقولہ ہے جو قانون کا بنیادی اور بے عیب اصول ہے۔ موت کے مقدمہ کے دوران ایک جج نے ایک گہری بات کی تھی: ''ہم تم پر مقدمہ چلا رہے ہیں۔ عوام کے خلاف نہیں چلا رہے۔'' اس شاندار ریمارکس پر لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس نے یہ اضافہ کیا۔ ''لیکن وہ عوامی شہرت چاہتا ہے۔''

کیا ستم ظریفی ہے، میں نے لاہور میں مقدمے کی سماعت کے دوران کہا تھا۔

اس حقیقت کو بھول جاؤ کہ میں کبھی صدر اور پاکستان کا وزیراعظم رہا ہوں۔ اس حقیقت کو بھول جاؤ کہ میں اس ملک کی اوّلین پارٹی کا رہنماء ہوں۔ ان تمام چیزوں کو بھول جاؤ۔ لیکن میں اس ملک کا ایک عام شہری ہوں اور میں ایک قتل کے مقدمے کا سامنا کر رہا ہوں۔ ایک عام شہری، میں خود کو ایک عام شہری سمجھتا ہوں۔ اسے بھی انصاف سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔''

جناب بھٹو صاحب اور ردقادیانیت

جناب کرنل رفیع الدین صاحب راولپنڈی کے سابق سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ نے ایک کتاب لکھی ہے: ''بھٹو کے آخری

۳۲۳دن'' جسے نظریہ پاکستان اکیڈمی پرانی انارکلی لاہور نے شائع کی ہے۔اس کتاب کے ص ۷۱ پر احمدیہ مسئلہ کی سرخی کے تحت لکھا ہے:''احمدیہ مسئلہ'' یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا:''ایک دفعہ کہنے لگے رفیع یہ لوگ چاہتے تھے کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔اس میں میرا کیا قصور ہے۔پھر ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہوں۔ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو حضرت محمد ﷺ کو آخری پیغمبر ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے ہی اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔پھر کہنے لگے میں تو بڑا گنہگار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔''

جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے عہد اقتدار میں جناب کوثر نیازی مذہبی امور کے وفاقی وزیر تھے۔انہوں نے بھٹو صاحب پر''دیدہ وردا ستان حیات'' ایک کتاب لکھی ہے جس کے صفحہ ۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ملتان میں بھٹو صاحب نے شیزان ہوٹل کے استقبالیہ میں خطاب کرنا تھا۔گورنر کے کہنے پر کمشنر ملتان نے سرکاری کارندوں کے ذریعے اس پر حملہ کرایا۔پیپلز پارٹی کے جیالوں اور شیزان ہوٹل کے کارندوں نے ان سرکاری غنڈوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

نوٹ: یاد رہے شیزان قادیانیوں کا ہوٹل ہے۔جناب بھٹو کو لانے اور پیپلز پارٹی کو پروان چڑھانے کے لئے قادیانیوں نے بھرپور زور لگایا لیکن اللہ تعالیٰ نے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں کرائی پھر اسی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعون کو غرق کرایا۔اسی طرح جسے قادیانی اپنا پشتیبان سمجھ کر آگے لائے۔اسی ذوالفقار علی بھٹو کے ہاتھوں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا۔سچ ہے:''ان اللہ علیٰ کل شی قدیر''

جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے خود ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے:''اگر مجھے قتل کر دیا گیا'' بھٹو لیگسی فاؤنڈیشن نیو گارڈن لاہور نے شائع کی ہے۔اس کتاب کے ص ۱۱ پر بھٹو صاحب لکھتے ہیں:''احمدی مذہب سے تعلق رکھنے والے سیکرٹری برائے الیکشن کمیشن مسٹر اے.زیڈ فاروقی نے وائٹ پیپر پڑھنے والوں کے ذہنوں میں میرے خلاف تعصب کو ہوا دینے کے لئے من گھڑت بہتان باندھے۔اس خوشنما جھوٹ کی مثال وائٹ پیپر کے ص ۱۵۰ پر موجود ہے۔مسٹر اے.زیڈ فاروقی کی نیت اس بات سے عیاں ہو جاتی ہے جب اس نے چیف الیکشن کمیشنر کے ساتھ ہونے والی اپنی ٹیلی فون گفتگو کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔میرے اوپر الزام تھا کہ میں نے الیکشن کمیشن کی تشہیری مہم کے محرکات پر اپنی برہمی اور غصے کا اظہار کیا تھا۔''

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۹ پر مسٹر اے.زیڈ فاروقی قادیانی کے متعلق بھٹو صاحب نے لکھا ہے۔سیکرٹری الیکشن کمیشن مسٹر اے.زیڈ فاروقی (قادیانی) جن کا کام ہی سنی سنائی باتوں کے ذریعے میرے خلاف نیش زنی کرنا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۵ پر لکھتے ہیں:''سیکرٹری برائے الیکشن کمیشن کو اکساتی ہے کہ وہ سجاد احمد جان کا سہارا لے کر اتنی بات میں دھاندلی کا دعویٰ کریں۔حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ایک شخص جو مبینہ دھاندلی کا اہم گواہ ہو اس کی جانب سے کسی قسم کا مستند اعلان سامنے نہیں آیا۔''

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵ پر بھٹو صاحب لکھتے ہیں: ''وائٹ پیپر'' کے مرتبین (اے.زیڈ فاروقی وغیرہ) کے دلوں میں جتنی نفرت میری ذات سے تھی اتنی ہی نفرت انہیں یحییٰ بختیار سے بھی تھی۔

یاد رہے کہ قادیانی جس طرح بھٹو صاحب کے خلاف تھے۔ اسی طرح یحییٰ بختیار سے بھی قادیانی بغض رکھتے تھے کہ انہوں نے قومی اسمبلی میں قادیانی کفر کو الم نشرح کیا تھا۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱۴ پر بھٹو صاحب لکھتے ہیں: ''الیکشن کمیشن مسٹر زیڈ.اے فاروقی (قادیانی) نے سنی سنائی باتوں پر کان دیئے ہیں اور اس جھوٹی اور کینہ پرور شہادت کی وجہ ان کا جانا پہچانا تعصب ہے جو وہ میرے خلاف دل میں رکھتے تھے۔ مسٹر فاروقی این.اے زیڈ فاروقی کے بھتیجے ہیں جن کی زوجہ مسعود محمود کی بیوی کی بہن ہے جو بذات خود لاہور میں مقدمہ قتل میں اہم سلطانی گواہ ہے۔''

یاد رہے زیڈ.اے فاروقی قادیانی کی طرح مسعود محمود بھی مبینہ طور پر قادیانی تھا جو فاروقی کا بھتیجا بھی تھا اور ہم زلف بھی۔ بھٹو صاحب کے خلاف مقدمہ قتل قصوری کیس میں مسعود محمود قادیانی اصل گواہ تھا۔

جناب بھٹو صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۹ پر یحییٰ بختیار کے متعلق لکھا ہے: ''انہوں نے اٹارنی جنرل کے طور پر پاکستان کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ خاص طور پر احمدیوں کے حساس ترین مسئلے کو بڑی کامیابی کے ساتھ پارلیمنٹ میں چلایا۔''

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۲ پر جناب بھٹو صاحب نے مسعود محمود مبینہ قادیانی کے متعلق لکھا: مسعود محمود نے تمام ذمہ داری اپنے ماتحتوں پر ڈال دی اور بدلے میں ماتحتوں نے ساری ذمہ داری ان پر ڈالنے کی کوشش کی۔

جناب ذوالفقار علی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھا: ''لوگوں نے اسلام کے نام پر پاکستان بنایا ہے۔ یہ قابل قبول ہے لیکن اسلام صرف پاکستان کے اندر موجود نہیں ہے۔ اسلام تمام دنیا کے لئے فدائے بزرگ و برتر کا آخری پیغام ہے اور یہ پیغام صرف پاکستان کے لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ قرآن پاک میں موجود ہے کہ ''خدا رب العالمین'' ہے۔''

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۰۵ پر جناب بھٹو صاحب لکھتے ہیں: ''نوے سالہ پرانے احمدی مسئلہ کو حل کرنا تھا۔''

جناب ذوالفقار علی صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵۹ پر لکھا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے آخری رسول نے ہی مسجد میں لوگوں کو انصاف دیا تھا۔''

جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۸۰، ۲۸۱ پر لکھا ہے: ''ماحول کو مسموم بنانے کے لئے وائٹ پیپر نے عام لوگوں کو تعصب کے زہر سے آلودہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ خاص طور پر ایسے وقت ان لوگوں کو جن کا تعلق میری سمت کے ساتھ جڑ چکا ہے۔ وائٹ پیپر میں تعصب کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ میں پہلے بھی اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ سیکرٹری الیکشن کمیشن مسٹر اے.زیڈ فاروقی قادیانی کے ذریعے وائٹ پیپر میں میرے خلاف آزادی اور نفرت ابھارنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ چیف الیکشن کمشنر مسٹر سجاد احمد خان ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے کہ میں نے ٹیلی فون پر مبینہ طور پر ان سے قائداعظم اور علامہ اقبال کی تشہیر کے متعلق کوئی بات کی تھی پر بات وہ نہ اب کرتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے پہلے کبھی کی تھی۔ تاہم مسٹر ایف.اے فاروقی (قادیانی) کے بھائی سب سے بڑے سلطانی گواہ مسعود محمود کے بہنوئی مسٹر اے.زیڈ فاروقی ۲۴؍مئی ۱۹۷۸ء کو ایف.آئی.اے کے سامنے بدنام ترین ضمنی بیانات میں سے

ایک بیان میں کہتا ہے کہ چیف الیکشن کمیشن نے انہیں ٹیلی فون پر وہ بتایا جو میں نے ٹیلی فون پر چیف الیکشن کمشنر کو کہا تھا کہ کیا تم اپنی تشہیر کے ذریعے ہمیں تباہ کرنا چاہتے ہو؟ تم مسلسل قائداعظم اور علامہ اقبال کا حوالہ دے رہے ہو۔''

اسی طرح اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۳، ۲۸۶ پر بھی فاروقی اور مسعود محمود قادیانیوں کا ذکر کیا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۱۶ پر لکھا ہے: ''سازشی اور خوشامدانہ ذہن رکھنے والے لوگوں میں انٹیلی جنس بیورو میں میاں انور علی بھی شامل تھے۔''

اسی طرح ص ۳۱۸ پر بھٹو صاحب نے لکھا کہ میاں انور علی بے شرمی کی حد تک چاپلوس سرکاری افسر تھا۔ یاد رہے کہ یہی انور علی تھا جس نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو تشدد کی بھینٹ چڑھایا تھا۔

قائدعوام جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے دور حکومت میں بے شمار اسلامی اقدامات کئے۔ جن میں اسلامی سربراہ کانفرنس کا انعقاد، شراب پر پابندی، گھڑ دوڑ، جواء بازی پر پابندی، جمعۃ المبارک کی تعطیل اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا شامل ہے۔ بھٹو مرحوم نے مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر غفور احمد کی نظام شریعت سے متعلق سفارشات کو من وعن ۱۹۷۳ء کے دستور میں شامل کرلیا تھا اور پانچ سال کے اندر اندر اس پر قانون سازی کے لئے اسمبلی سے بل بھی پاس کروالیا تھا۔ جناب بھٹو مرحوم کو یہ کریڈٹ بھی جاتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کے وزیراعظم کا مسلمان ہونا ضروری قرار دیا۔ مزید برآں آئین میں مسلمان کی تعریف بالوضاحت شق بھی شامل کی۔

اگر بھٹو مرحوم نام کے مسلمان ہوتے تو شاہ فیصل انہیں اسلامی سربراہ کانفرنس کا پاکستان میں صدر منتخب نہ کرتے۔ مرحوم بھٹو نے سپریم کورٹ میں کہا تھا کہ وہ مسلمان ہیں اور صرف خدا کے سامنے گڑگڑائیں گے۔ ایک دفعہ نصرت بھٹو صاحبہ جناب بھٹو مرحوم سے ملنے کے لئے جیل گئیں تو مرحوم نے کہا کہ ''نصرت تم جانتی ہو کہ میں کسی فرقہ واریت کا قائل نہیں۔ لیکن قادیانی مجھے قتل کروانے کے درپے ہیں۔'' پھر بھٹو مرحوم نے خود کلامی کے انداز میں کہا: "I can sacrifice my thousand lives for the sake of Holy Prophet P.B.U.H" (میں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ہزار مرتبہ قربان کرسکتا ہوں)

(درود والم شہید ذوالفقار علی بھٹو اور قادیانی ص ۷)

جناب شہید ذوالفقار علی بھٹو نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی سے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلا کر اپنے دور حکومت کو منفرد اعزاز دیا اور ۹۰ سالہ پرانا مسئلہ حل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ قادیانی ظاہر وباطن سامراجی طاقتوں کے ایماء پر ہمیشہ پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں شریک رہے ہیں۔ بھٹو مرحوم نے قادیانیوں کے امریکہ سے خفیہ تعلقات کے بعض گوشوں سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہا تھا کہ: ''برسراقتدار آنے کے بعد جب میں سربراہ مملکت کی حیثیت سے پہلی مرتبہ امریکہ کے دورہ پر گیا تو امریکی صدر نے مجھے ہدایت کی کہ پاکستان میں قادیانی جماعت ہمارا سیکٹ (فرقہ Sect) ہے۔ آپ ان کا ہر لحاظ سے خیال رکھیں۔ دوسری مرتبہ جب امریکہ کا سرکاری دورہ ہوا، تب بھی یہی بات دہرائی گئی۔ یہ بات میرے پاس امانت تھی، ریکارڈ کی خاطر پہلی مرتبہ انکشاف کررہا ہوں۔''

(قادیانیت کا سیاسی تجزیہ از صاحبزادہ طارق محمود ص ۳۵)

اور یہی وجہ ہے کہ محمد خاں جونیجو اور جنرل ضیاء الحق کے دور میں امریکی استعمار کی طرف سے قادیانیوں کی اعلانیہ حمایت کی گئی۔ امریکی سینٹ کی ۱۷ رکنی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے اپنی قرارداد میں جو شرائط شامل کیں، ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ: ’’امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان اقلیتوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آرہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔‘‘ (بحوالہ مضمون جناب ارشاد احمد حقانی اداریتی صفحہ۳، روزنامہ جنگ مؤرخہ ۵؍مئی ۱۹۸۷ء)

قادیانیوں کی مکمل مذہبی اور شہری آزدی کا مطلب کیا ہے؟ یہ کہ وہ:

- ...... ملت اسلامیہ سے قطعی طور پر الگ ایک نئی امت ہوتے ہوئے بھی اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مخصوص مذہبی شعائر استعمال کر کے دھوکہ اور اشتباہ کی جو فضاء قائم رکھنا چاہتے ہیں، وہ بدستور قائم رہے۔
- ...... بھٹو دور میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے ملت اسلامیہ کے دینی تشخص کے تحفظ کے لئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ ختم ہو جائے۔
- ...... ۱۹۸۴ء کے صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قادیانیوں کو مسجد، کلمہ طیبہ اور اسلام کا نام اور اصطلاحات استعمال کرنے سے جو روکا گیا ہے اسے غیر مؤثر بنایا جائے۔
- ...... پاکستان کے دینی اور عوامی حلقے مسلمانوں سے قادیانیوں کی الگ حیثیت کو عملاً متعین کرانے کے لئے جن جائز قانونی اقدامات کا مسلسل مطالبہ کر رہے ہیں ان کا راستہ روک دیا جائے۔

امریکی سینٹ کی یہ قرارداد قادیانیوں کے خودساختہ حقوق کی حمایت سے زیادہ ملت اسلامیہ کے دینی تشخص اور مذہبی اعتقادات پر براہ راست اور ناقابل برداشت حملہ تھی۔ اتفاق سے بھٹو مرحوم کے دور میں بعض بڑے اہم عہدے قادیانیوں کے کنٹرول میں آگئے اور انہوں نے اپنی جماعت کے افراد کی بھرتی کو اپنا فریضہ خیال کر لیا۔ پاکستانی فضائیہ کے سابق سربراہ ایئر مارشل ظفر چوہدری بڑے متعصب قادیانی اور سخت گیر طبیعت کے مالک تھے۔ انہوں نے ایئر فورس پر مرزائیوں کو قابض کرانے کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا؟ جب کبھی بھرتی کا مرحلہ آیا تو ہم عقیدہ افراد کو فوقیت دی گئی۔ امریکہ وغیرہ میں کسی نوجوان کو بغرض تربیت بھیجنے کا سوال اٹھا تو قادیانی افسر کا چناؤ ہوا۔ حتیٰ کہ فضائیہ میں ان قادیانی افراد کا اثر ورسوخ بڑھ گیا۔ اسی لئے تاحال وہ محکمہ دفاع کے بعض اہم اور نازک عہدوں پر چھائے ہوئے ہیں اور سرکاری اعلان کے مطابق اس وقت فوج میں ۳۲۸؍افسران قادیانی ہیں۔ ایک بار ظفر چوہدری کے ہاتھوں کورٹ مارشل کی بھینٹ چڑھنے والے ایک مسلمان فضائی افسر نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تک رسائی حاصل کی اور انہیں ظفر چوہدری کی گھٹیا ذہنیت اور اسلام وملک دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ یہ لرزہ خیز داستان سن کر مسٹر بھٹو بہت حیران ہوئے۔ کہتے ہیں اس روز بھٹو صاحب بہت پریشان تھے۔ ان کے ماتھے پر معنی خیز شکن ابھر آئی اور کہا: ’’اچھا یہ ہے ان کا اصل روپ‘‘

(مؤید قومی ہیرو مسٹر ایم.ایم.عالم، تحریک ختم نبوت ص۱۸۳،۱۸۴، نوائے وقت مؤرخہ ۸؍اگست ۱۹۷۳ء)

شاید بھٹو صاحب اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دیتے لیکن ایک واقعہ نے انہیں عملی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا اور وہ درگزر نہ کر

سکے کہ چند روز بعد مرزائیوں کا سالانہ جلسہ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں ہو رہا تھا۔ نام نہاد قادیانی خلیفہ مرزا ناصر تقریر کر رہا تھا۔ پاکستان ایئر فورس کا ایک جہاز اڑتا ہوا آیا، اس نے فضا میں غوطہ لگا کر مرزا ناصر کو سلامی دی، دوسرا آیا، اس نے بھی یہی عمل دہرایا، تیسرے نے بھی یہی فعل قبیح کیا۔ یہ سارے مرزائی پائلٹ تھے جنہوں نے ایئر فورس کے ایئر مارشل ظفر چوہدری کے حکم سے ایسا کیا۔ اس پر قادیانی خلیفہ مرزا ناصر خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ اس نے اپنا دامن پھیلایا اور آسمان کی طرف منہ کر کے حاضرین سے مخاطب ہوا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت (قادیانیت) کا پھل پک چکا ہے اور جلد ہی میری جھولی میں گرنے والا ہے۔'' یہ رپورٹ جرائد و رسائل میں پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہوئی۔ خفیہ ذرائع سے جناب مسٹر بھٹو بھی اس کی تصدیق کر چکے تھے۔ ان حقائق کے پیش نظر حکومت نے ظفر چوہدری کو رخصت کر دیا۔ اس خبر سے پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ فضائیہ کے ہر اسٹیشن پر جانبازوں نے یوم تشکر منایا۔ یہ پہلا موقع تھا جب مرزائی بزرجمہر اور ذوالفقار علی بھٹو صاحب میں نفرتوں نے جنم لیا اور قادیانی مسٹر بھٹو کے خلاف زبان درازی پر اتر آئے: ''چند برس قبل گروپ کیپٹن عبدالستار کے بقول انہوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی قادیانی سازش سے باخبر کیا تھا۔'' (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۸/اگست ۱۹۷۳ء)

۲۵/جولائی ۱۹۷۴ء کو جسٹس صمدانی کی عدالت میں فوری نوعیت کا بیان ساعت کیا گیا۔ فاضل ٹریبونل نے ۳۱/اگست کو اس کے اہم اجزاء خبر رساں ایجنسیوں کے حوالے کئے جو آئندہ روز اشاعت پذیر ہوئے۔ بیان ہوا کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی صدارت میں بعض سرکردہ قادیانیوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو راستے سے ہٹا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ پروگرام یہ بنا کہ ایک تقریب میں انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس سے پہلے ایئر مارشل ظفر چوہدری جو متعصب اور کٹر قادیانی ہے اور رشتہ کے لحاظ سے سر ظفر اللہ خان قادیانی کا حقیقی بھتیجا اور میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کا ہم زلف ہے، نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جو ناکام بنا دی گئی۔ قتل کی سازش حکومت کے علم میں ہے۔ مزید برآں تفتیشی ادارے مسٹر ایم. ایم احمد قادیانی کے ایک رشتہ دار کے گھر سے وائرلیس ٹرانسمیٹر برآمد کر چکے ہیں۔ (رپورٹ جسٹس صمدانی ٹریبونل، مندرجہ اردو اخبارات بتاریخ یکم/اکتوبر ۱۹۷۴ء)

اور پھر بھٹو مرحوم کے عہد ہی میں قادیانی جرنیل میجر آدم خان نے حکومت کا تختہ الٹنے کی خطرناک سازش تیار کی اور سادہ لوح مسلمان نوجوانوں کو بھی اس میں ملوث کر لیا گیا۔ سازش پکڑی گئی، جنرل آدم اور اس کے بیٹے میجر فاروق اور میجر افتخار قید کر لئے گئے اور قادیانی امت سردی میں سکڑے ہوئے سانپ کی طرح بیٹھ گئی۔ (آستین کے سانپ از طاہر رزاق)

آغا شورش کی جناب بھٹو صاحب سے تاریخی ملاقات کے بعد بھٹو مرحوم نے فرمایا تھا کہ: ''قادیانی اتنے خطرناک ہیں اس کا احساس مجھے ان دو دنوں میں ہوا ہے۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ قادیانی مذہب کے لوگ اس قدر خوفناک ارادے رکھتے ہیں۔''

(مقالہ مولانا تاج محمود، علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۹۱ء)

شہید ذوالفقار علی بھٹو نے فرمایا: ''پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ یہاں اسلامی قوانین رائج ہوں گے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ پاکستان کا نظام اسلامی شریعت کے مطابق چلایا جائے گا۔'' (روزنامہ امروز، مؤرخہ ۱۱/جولائی ۱۹۷۴ء)

مزید فرمایا کہ: ’’جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے اور قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے کا شرف ان شاء اللہ انہیں حاصل ہوگا اور یہی اعزاز انہیں خدا کے حضور سرخرو کرے گا۔‘‘ (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ از صاحبزادہ طارق محمود)

چنانچہ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی سے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلا کر اپنے دور حکومت کو منفرد اعزاز دیا اور ۹۰ سالہ پرانا مسئلہ حل کرنے کی سعادت بھی شہید بھٹو نے حاصل کی۔ قوم سے خطاب کرتے ہوئے شہید بھٹو نے فرمایا کہ: ’’منکرین ختم نبوت (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ پوری قوم کی خواہشات کا آئینہ دار ہے۔ اس مسئلہ کو دبانے کے لئے ۱۹۵۳ء میں ظالمانہ طور پر طاقت استعمال کی گئی تھی۔‘‘ (قاطع قادیانیت از مصباح الدین ص۱۲۰)

مزید فرمایا کہ: ’’قادیانی مسئلہ کے حل ہونے سے پاکستان کو سیاسی استحکام حاصل ہوگیا ہے۔‘‘ (الحق اکوڑہ خٹک نومبر ۱۹۷۴ء)

اور ایک دفعہ اپنے خلاف مارشل لاء کے وائٹ پیپر کے جواب میں کہا کہ: ’’ہم نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جب کہ سابقہ حکومتوں نے عوام کی تحریکوں کو کچل کر مرزائیوں کو اعلیٰ عہدے دیئے۔ ہمارے بعض سیاستدان، علماء، اس حکومت کی حمایت میں تھے۔ جس نے اپنی کابینہ میں ظفر اللہ خان (قادیانی) کو وزیر خارجہ رکھا ہوا تھا۔ کسی نے مطالبہ نہ کیا تھا کہ وہ مرتد کے ساتھ بیٹھیں گے یا نہیں بیٹھیں گے۔ کیا وہاں سب شریعت کے مطابق تھا۔‘‘ (درد والم، شہید ذوالفقار علی بھٹو اور قادیانی از احمد طاہر)

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر پورے عالم اسلام میں شہید بھٹو کو قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی فیصلہ کی اہمیت اپنی جگہ، مگر اس کی جو قیمت بھٹو مرحوم کو ادا کرنا پڑی یہ صرف انہی کو احساس تھا۔ انہیں ایک سازش کے تحت اقتدار سے ہٹایا گیا اور انہیں پھانسی کی سزا دی گئی۔ حالانکہ بے شمار اسلامی ممالک نے ان کی اسلامی خدمات کے پیش نظر ان کی جان بخشی کی اپیل کی تھی اور اس دوران قادیانی لابی پوری مستعدی سے کام کرتی رہی اور ایسے مواقع تلاش کرتی رہی کہ ان سے اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرے۔ راؤ عبدالرشید صاحب نے اپنی کتاب ’’جو میں نے دیکھا‘‘ میں لکھا ہے کہ بھٹو مرحوم کی حکومت ختم کرنے کے لئے قادیانی العقیدہ لوگوں نے بے حد کام کیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے سے قبل جناب بھٹو مرحوم نے مولانا سید محمد یوسف بنوری سے کہا تھا کہ: ’’قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا فیصلہ ان کے گلے میں پھانسی کا پھندا ہے۔‘‘ وہ پھانسی کا پھندا کیا تھا؟ وہ قادیانیوں کی سازشیں تھیں۔ ظفر اللہ خاں، ایم.ایم.احمد، ایئر مارشل ظفر چوہدری اور مرزا ناصر احمد ایسے قادیانیوں کے کمانڈوز ایکشن اور دیگر جوڑ توڑ تھے۔ مولانا تاج محمود کی روایت کے مطابق جو ہفت روزہ لولاک فیصل آباد میں شائع بھی ہوچکی ہے، قادیانی پیشوا آنجہانی مرزا ناصر نے چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کی معیت میں اس وقت کے لاہور ہائیکورٹ کے ایک جج (جسٹس مولوی مشتاق) سے خفیہ ملاقات کی۔ یہ ملاقات رات کو ۱۲؍بجے یا اس کے بعد ہوئی۔ ملاقات میں کیا باتیں ہوئیں، اس پر وہ جج صاحب ہی روشنی ڈال سکتے ہیں جن سے ملاقات ہوئی تھی۔ کیونکہ ملاقات کرنے والے دونوں سرکردہ قادیانی لیڈر آنجہانی ہوچکے ہیں۔ تاہم یہ خبر شائع ہوجانے کے بعد نہ تو جج صاحب نے ملاقات کی تردید کی اور نہ ہی قادیانیوں نے۔ بہرحال یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ قادیانیوں نے اس مقدمے میں خصوصی دلچسپی لی تھی بلکہ جس شخص کی گواہی سے بھٹو کے خلاف فیصلہ ہوا وہ (وعدہ معاف گواہ) مسعود محمود قادیانی تھا۔

یہ شخص ایف.ایس.ایف کا ڈائریکٹر اور متعصب قادیانی تھا۔ بھٹو صاحب کے زوال میں اس کے خفیہ ہاتھ اور سازشوں کا گہرا

تعلق تھا۔ بھٹو شہید نے اپنی کتاب "If I am Assasinated" میں اس نمک حرام کے متعلق لکھا کہ:''میں ایک خاص بات کی نشاندہی اور کرنا چاہتا ہوں کہ الیکشن کمیشن کے سیکرٹری مسٹر اے. زیڈ فاروقی، مسٹر این. اے فاروقی کے بھتیجے بھی ہیں، جن کی بیوی میرے مقدمے میں وعدہ معاف گواہ مسعود محمود کی بیوی کی بہن ہے، جہاں تک میری اطلاعات کا تعلق ہے، این. اے فاروقی نے مسعود محمود کے وعدہ معاف گواہ بننے سے قبل مسعود محمود اور مارشل لاء حکام کے درمیان رابطہ کا کام کیا تھا۔ یہاں میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ الیکشن کمیشن کے سیکرٹری مسٹر اے. این فاروقی جن کے بیانات کو وائٹ پیپر میں بنیاد بنایا گیا ہے وہ قادیانی ہیں اور انہوں نے مجھ سے اس بات کا بدلہ لیا کہ میں نے قادیانیوں کو غیر مسلم کیوں قرار دیا تھا۔''

مسعود محمود قادیانی سازشی ٹولہ کی پیداوار تھا اور ان کے لئے اس نے مہرے کا کردار ادا کرنا تھا۔ اس کی ملازمت کے دوران جتنے قتل ہوئے اور جتنی بدامنی پیدا کی گئی یہ سب کچھ ایک سازش کے تحت شہید بھٹو کی شہرت کو داغدار کرنے کے لئے مسعود محمود نے کیا۔

بھٹو مرحوم نے فوج کی بار بار سیاست میں مداخلت اور بیورو کریسی کی اجارہ داری کا توڑ فیڈرل سیکورٹی فورس کے قیام کی شکل میں سوچا۔ مگر ڈائریکٹر جنرل مسعود محمود مرزائی کا تقرر ہوگیا۔ جس کی مذہبی پوزیشن کا مرحوم بھٹو کو علم نہ ہوسکا۔ بعد میں اس کی سرگرمیوں پر مرحوم کو جب شبہ ہوا تو جناب بھٹو مرحوم کے استفسار پر مسعود محمود نے لاعلمی کا اظہار کیا اور اس کے نتیجہ میں مسعود محمود قادیانی نے وعدہ معاف گواہ بن کر بھٹو کو پھانسی کی سزا دلوائی اور یوں قادیانی اپنے مشن میں کامیاب ہوگئے۔ مرحوم بھٹو کے مندرجہ بالا الفاظ پر تبصرہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ضروری ہے کہ ان کے مطابق ان کے قاتل مرزائی ہیں جو کافر ہیں، کیا کافر کے ہاتھوں مرنا شہادت کی موت نہیں۔ (دردوالم از طاہر)

مارشل لاء کی حکومت نے اے. زیڈ فاروقی قادیانی کو تحفظ دینے کے لئے وائٹ پیپر میں بھٹو شہید کو دھاندلی کا ذمہ دار ٹھہرایا اور ایک کافر کے بیان کو شہادت بنا کر ابتداء ہی سے وائٹ پیپر کو ناپاک کر دیا۔ بھٹو شہید نے اپنی کتاب "If I am Assasinated" کے صفحہ نمبر ۵۵ پر لکھا کہ:''قادیانی سیکرٹری الیکشن کمیشن فاروقی کا بیان بھی پاکستانی عوام کو مجھ سے ناراض کرنے کے لئے وائٹ پیپر میں شامل کیا گیا ہے۔'' مزید فرمایا کہ:''اس وائٹ پیپر کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بسم اللہ کیسے کی جاتی ہے۔ جس کی ابتداء ایک کافر (زیڈ. اے فاروقی قادیانی) کے نوٹ سے ہوئی ہے۔ جھوٹ سے کسی چیز کی ابتداء ہو تو سچائی پر خاتمہ نہیں ہوسکتا۔''

(میرے دوست میرے قاتل ص۱۴)

بھٹو مرحوم کے مندرجات مقام فکر بھی ہیں اور سوالیہ نشان بھی:

ان کا مطلب ہے کہ ایک کافر کی شہادت ایک مسلمان کے خلاف جائز نہیں ہے۔ کیا ایک کافر کی گواہی، ایک ایسے مسلمان کے خلاف جو اپنے قلم سے اس کو غیر مسلم اور مرتد قرار دے چکا ہو، شرعاً جائز ہے؟ مزید برآں بھٹو صاحب کی پھانسی پر قادیانیوں نے جشن منایا اور مٹھائیاں تقسیم کیں اور اپنے جھوٹے مدعی نبوت اور انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ کی کتابوں کو کھنگالنا شروع کر دیا کہ شاید کوئی ایسا لفظ مل جائے۔ جسے وہ الہام بنا کر جناب بھٹو پر چسپاں کرسکیں۔ طویل تلاش وبسیار کے بعد مرزا قادیانی کی ایک نام نہاد وحی ملی کہ:''ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ (کـــلـــب

یموت علیٰ کلب)یعنی وہ کتاہے اور کتے کے عدد پر مرے گا۔ جو باون سال پر دلالت کررہے ہیں یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا تب اسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقاء ہوگا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۱۸۶،۱۸۷، خزائن ج۳ص۱۹۰، تذکرہ مجموعہ الہامات ص۱۷۹،۱۸۰)

اس خود ساختہ اور من گھڑت الہام کو سچا ثابت کرنے کے لئے کتے کے اعداد نکالے جو۵۲ بنتے ہیں اور پھر اسے بھٹو مرحوم پر چسپاں کردیا کہ چونکہ بھٹو صاحب کو۵۲ سال کی عمر میں پھانسی ہوئی اور مرزا قادیانی کا یہ الہام بھٹو صاحب کے بارے میں ہے۔ لہٰذا کتا (بھٹو) کتے کی موت مرگیا۔ (استغفر اللہ) اس موقع پر مولانا تاج محمود نے اپنے پرچہ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد میں لکھا تھا کہ:’’یہ الہام نہیں بلکہ مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے مرزا محمود کو کسی شرارت پر جھڑکا ہوگا اور کہہ دیا ہوگا کہ یہ کتا ہے کتے کی موت مرے گا۔ ماں باپ خواہ مسلمان ہوں یا مرزا قادیانی کی طرح کافر و مرتد اور زندیق ہوں ان کی بددعا اکثر و بیشتر اولاد کے بارے میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی اس بددعا نے (جسے الہام بنادیا گیا) اپنا اثر دکھایا اور مرزا محمود گیارہ سال تک خارش زدہ باؤلے کتے کی طرح ایک علیحدہ کمرے میں قید رہا۔ جس کے ساتھ کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ آخری دنوں میں تو اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ چونکہ مرزا محمود کی عمر باون سال تھی اور ’’کلب‘‘ کے عدد بھی۵۲ ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ بددعا مرزا محمود کو لگی اور وہ کتے کے عدد پر مرگیا۔‘‘

قادیانیوں کا بھٹو کے خلاف فیصلہ کے بارے میں جو نقطہ نظر تھا وہ مشہور قادیانی چوہدری ظفر اللہ خان کے ایک انٹرویو کی صورت میں سیاسی اتار چڑھاؤ از منیر احمد خان میں شائع ہوچکا ہے۔ جس میں اس نے بھٹو صاحب کے بارے میں اس قسم کی بکواس کی ہے اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران لندن میں ایک پریس کانفرنس میں سر ظفر اللہ خان نے بھٹو مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:’’آپ بدعہد ہیں، ناقابل اعتماد ہیں، احسان فراموش ہیں۔‘‘ (ہفت روزہ چٹان ج۱۱ش۳۹، مؤرخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۸۷ء)

حالانکہ بھٹو مرحوم نے قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دے کر وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ ان کی یہ شاندار خدمت تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اس معاملے میں ہم انہیں ملک وملت کا محسن گردانتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ایک طویل عرصہ تک پاکستان میں صدر کے سائنسی مشیر رہ چکے ہیں۔ وہ مسٹر بھٹو کے سائنسی مشیر بھی رہ چکے تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام جب تک مسٹر بھٹو کے مشیر رہے، ان کی تمام صلاحیتیں قادیانی لابی کے لئے سرگرم رہیں۔ جناب بھٹو کچھ کچھ قادیانیوں کے عزائم سے باخبر ہوگئے تھے۔ انہیں بالآخر احساس ہوگیا تھا کہ ان کے اقتدار کے گرد دائرہ تنگ ہوتا جارہا ہے۔ مسٹر بھٹو کے دور میں ایک سائنسی کانفرنس ہورہی تھی۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے ڈاکٹر عبدالسلام کو دعوت نامہ بھیجا گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب قومی اسمبلی نے آئین میں قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ دعوت نامہ جب ڈاکٹر عبدالسلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے مندرجہ ذیل ریمارکس کے ساتھ اسے وزیراعظم سیکرٹریٹ کو واپس بھیج دیا۔

I do not want to set foot on this accursed land until the Constitutional amendment is withdrawn.

ترجمہ:’’میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا، جب تک آئین میں کی گئی ترمیم واپس نہ لی جائے۔‘‘

مسٹر بھٹو نے جب یہ ریمارکس پڑھے تو غصہ سے ان کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ انہوں نے اشتعال میں آکر اسی وقت اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے سیکرٹری وقار احمد کو لکھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو فی الفور برطرف کر دیا جائے اور بلا تاخیر نوٹیفکیشن جاری کر دیا جائے۔ وقار احمد نے یہ دستاویز ریکارڈ میں فائل کرنے کی بجائے اپنی ذاتی تحویل میں لے لی تاکہ اس کے آثار مٹ جائیں۔ وقار احمد بھی قادیانی تھا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ اتنی اہم دستاویز فائلوں میں محفوظ رہتی، اتنی دریدہ ذہنی اور ڈھٹائی کے باوجود جب ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان آتے ہیں تو ان کی پذیرائی میں سرکاری باچھیں کھل جاتی ہیں اور ان کا شایان شان خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ وطن عزیز کی رسوائی اور حد درجہ بے حرمتی کرنے والے اس ڈاکٹر کی پذیرائی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ (ڈاکٹر عبدالقدیر اور کہوٹہ ایٹمی سنٹر از یونس خلش ص ۸۰)

ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم نے قادیانی جماعت کا ذہنی توازن ہی بگاڑ دیا تھا۔ وہ دن اور آج کا دن ''ربوہ'' سے ایک ہی رٹ سننے میں آتی ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کو آئین کے اندر کافر اور مسلمان کے بارے میں کسی بھی امتیازی شق کو منظور کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ انہوں نے بھٹو شہید اور ان کی پارلیمنٹ کے خلاف بکواس کرنا شروع کر دی۔ پندرہ روزہ قادیانی جریدہ ''لاہور'' کے ایڈیٹر ثاقب زیروی قادیانی نے ۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں ان معزز ممبران اسمبلی جنہوں نے مسلمانوں کے دیرینہ مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے اسلام دشمن قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا، کے خلاف بکواس کرتے ہوئے لکھا کہ: ''یہ سب شرابی، زانی، منشیات کے اسمگلر، مرتشی، بدعنوان، غاصب، جابر، متشدد المزاج، لاف زن، شیخی خورے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری، آزادانہ جنسی تعلقات کے عادی، بدکردار، بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے شادیاں رچا کر پھر ان عورتوں کو بازار حسن کی زینت بنا دینے والے، پرمٹ، لائسنس اور ویزا فروش، بحری قزاق، مجرمانہ ذہنیتوں کے حامل، رسہ گیر، قاتل اور قاتلوں کے پشت پناہ، قوم کی بیٹیوں پر برملا دست درازیاں کرنے والے، ناجائز درآمد و برآمد میں ملوث اور کسٹم ڈیوٹی میں ہیرا پھیری کے ذریعہ خزانہ عامرہ کو نقصان پہنچانے والے بھٹو دور کے وہ مفتیان دین و شرع متین ہیں جنہوں نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں بھٹو کے اقتدار کو دوام بخشنے کی غرض سے احمدیوں کو بزور سیاست دو اغراض کے لئے ''ناٹ مسلم'' قرار دیا تھا۔''

مزید بکواس کرتے ہوئے لکھا کہ: ''قومی اسمبلی کی ہیئت ترکیبی سراسر ناموزوں اور خلاف ضابطہ شرع متین تھی اور اس نے آئین میں متذکرہ ترمیم کرنے میں بے اعتدالی سے کام لیا۔ غرضیکہ ایک طرف ختم نبوت کا اہم ترین دینی مسئلہ اور دوسری طرف تعیش پسند چھوکرے، جن کی شکلیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں یہ مسئلہ دے دینا ایسا ہی تھا، جیسے کسی بوڑھے بزرگ کی داڑھی شریر بچوں کے ہاتھ میں آجائے۔ نتیجہ معلوم! پھر اس داڑھی کا جو حشر ہوسکتا ہے، ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔''

(ماسٹر امیر عالم قادیانی کا مقالہ بعنوان جدید آئینی ترمیم، قادیانی جریدہ پندرہ روزہ لاہور، مؤرخہ ۲۵ر نومبر ۱۹۷۴ء)

بھٹو مرحوم نے جس آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیت کے بڑھتے ہوئے ناسور کو روکا اور نوے سالہ تاریخی مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آئینی طور پر حل کیا، اور وہ آئینی اقدام نہ صرف بروقت تھا بلکہ پاکستان کو پیش آمد خطرات سے بچانے کی ایک کوشش بھی۔ بھٹو مرحوم کے اس تاریخی فیصلہ پر قادیانی جریدہ طنز کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''کیسی عجیب بات ہے کہ ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب اس جماعت کو قومی اسمبلی نے غیر مسلم قرار دیا تو وزیراعظم بھٹو نے اپنے آپ کو ''محافظ ختم نبوت'' کے طور پر پیش کرتے ہوئے بڑے طمطراق سے یہ

اعلان کیا تھا کہ انہوں نے اس جماعت کا نوے سالہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔ حالانکہ اس وقت جماعت کی عمر صرف ۸۴ سال تھی اور اس کے پانچ سال بعد ۱۹۷۹ء میں جب یہ جماعت واقعی نوے سال کی ہوئی تو جناب بھٹو کا اپنا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔''

(پندرہ روزہ قادیانی جریدہ لاہور مؤرخہ ۱۰ستمبر ۱۹۸۸ء مضمون نگار ہدایت اللہ قادیانی)

اور اس کے برعکس چٹان کے بانی شورش کاشمیری، جنہوں نے مسٹر بھٹو کے خلاف ایک طولانی جنگ لڑی۔ جیل میں گئے، مگر جب بھٹو نے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی ترمیم کی تو انہوں نے تمام اختلافات سے بالاتر ہو کر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ حالانکہ ان کے رفقاء ان سے متفق نہ تھے، مگر آغا صاحب نے انہیں کہا کہ آج اگر مسٹر بھٹو کے اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی نہ کی گئی تو وہ آئندہ کوئی اچھا کام نہیں کریں گے۔ تم اگر میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو نہ دو، میں تنہا اس شخص کو مبارک باد پیش کروں گا جس نے ناموس رسالت ﷺ کی حرمت کو قائم رکھا۔ چنانچہ یہ کہنا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینا محض علماء کی بصیرت کی تنگی ہے، سراسر خلاف حقیقت ہے۔

بھٹو شہید کی قادیانیوں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ انہوں نے مفتی محمود سے کہا تھا کہ وہ آئینی ترمیم میں بدبخت مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لکھوا کر آئین پاکستان کو پلید نہ کرائیں۔ (درد والم، شہید ذوالفقار علی بھٹو اور قادیانی از احمد طاہر)

بھٹو صاحب کے دور میں پاسپورٹ فارم پر ایک عہد نامہ شامل کیا گیا تھا کہ: ''میں مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا دعویدار نبوت سمجھتا ہوں۔ اس کے ماننے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔'' یہ حلف نامہ شائع ہوا تو قادیانیوں کے لئے بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ وہ اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ مارشل لاء دور میں فارم سے یہ حلف نامہ ختم کر دیا گیا۔ پاسپورٹ آفس میں ایک مہر بھی بنائی گئی تھی۔ انہیں ہدایت کر دی گئی کہ فارم پر یہ مہر بھی نہ لگائی جائے کیونکہ قادیانی یہ تو حلفاً کہہ سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین سمجھتا ہے۔ حلفاً یہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹا دعویدار نبوت تھا۔ (ہفت روزہ چٹان ج ۳۹ ش ۱۱، مؤرخہ ۱۷/مارچ ۱۹۸۷ء)

یہ اعزاز بھٹو صاحب مرحوم سے کوئی نہیں چھین سکتا کہ وہ پاکستان میں غداران ختم نبوت کے دشمن اور ختم نبوت کے محافظ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت فرمائے اور پیپلز پارٹی کو منکرین ختم نبوت جو بھٹو صاحب کے قاتل ہیں ان کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے مزید آئینی اقدام کی توفیق بخشے۔

دختر مشرق محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے دور حکومت میں بھی قادیانیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کئے تو محترمہ نے اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ صوبہ سندھ کے چیف سیکرٹری کنور ادریس قادیانی کو سندھ کے امن وامان کی صورتحال کا ذمہ دار قرار دے کر فوری تبادلہ کیا۔ جس کے بعد صورتحال مکمل کنٹرول میں رہی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ چونکہ وفاق کی علامت ہیں۔ اس لئے علیحدگی پسند تنظیم جئے سندھ میں بے شمار قادیانی ہیں۔ جو اپنے خلیفہ بشیرالدین محمود قادیانی کی پیشین گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے جی.ایم سید کے ساتھ مل کر اکھنڈ بھارت کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ قادیانیوں کی کوشش تھی کہ منافقت کا لبادہ اوڑھ کر بے نظیر بھٹو صاحبہ کے گرد گھیرا تنگ کر کے انہیں اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے والد بھٹو مرحوم کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کی ترمیم منسوخ کر دیں۔ مگر محترمہ نے اسلام دوستی اور دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کوئٹہ میں ایک عشائیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''قادیانیوں کے بارے میں آئینی ترمیم ملک کی منتخب اسمبلی میں اتفاق رائے سے منظور ہوئی تھی۔ اس لئے وہ ترمیم درست ہے اور اسے

ختم نہیں کیا جائے گا۔ایک عشائیہ کے موقع پر سوالوں کے جواب دیتے ہوئے محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی برسراقتدار آ کر ملک کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھے گی۔ طاہر محمد خان کے عشائیہ میں ایک وکیل نے اپنا تعارف محترمہ بے نظیر سے کرایا اور کہا کہ وہ احمدی ہے۔پیپلز پارٹی کی احمدیوں کے بارے میں کیا پالیسی ہے؟اس پر بے نظیر نے کہا کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے سے قبل قومی اسمبلی میں بلا کر یہ موقع دیا گیا تھا کہ وہ ثابت کر سکیں کہ وہ ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔لیکن قادیانی سربراہ نے قومی اسمبلی میں آ کر جو مؤقف بیان کیا، وہ ختم نبوت سے مکمل انکار تھا۔اس لئے منتخب اسمبلی نے زور دیا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے کسی کو کافر قرار نہیں دیا۔اس نے ایک فریم ورک دیا اور کہا جو اس کے اندر نہیں آئے گا، وہ مسلمان نہیں ہے۔انہوں نے کہا قادیانیوں کے بارے میں ترمیم ۱۹۷۳ء کے آئین کا لازمی حصہ رہے گی۔'' (روزنامہ جنگ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۸۷ء)

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اکثر والد مرحوم کے اس کارنامے کا تذکرہ بڑے فخر سے کرتی ہیں لیکن قادیانی اس سے چڑتے ہیں اور لندن میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے جب ایک مقرر نے یہ کہا کہ:''اس سال جنوری میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے یہ اعلان کیا ہے کہ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم، جس میں قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دیا گیا۔ میرے والد (بھٹو شہید) کے عظیم کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ ہے تو قادیانی سامعین نے زور زور سے شیم شیم (شرم شرم) کے نعرے لگائے۔''

(قادیانی جریدہ پندرہ روزہ لاہور مؤرخہ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۹ء،ایشین ٹائمز مؤرخہ ۸؍ستمبر ۱۹۸۹ء)

جون ۱۹۹۰ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے موہڑہ شریف کے سالانہ عرس میں شرکت فرمائی۔محترمہ کی اسلامی سرگرمیوں کو دیکھ کر قادیانی بوکھلا اٹھے۔ملاحظہ فرمایئے، قادیانی جریدہ کی رپورٹنگ اور طوفان بدتمیزی!''ٹیلی ویژن پر ۹؍جون کو'حالات حاضرہ' کے پروگرام میں وزیراعظم پاکستان کی (اپنے میاں سمیت) مری کے نزدیک موہڑہ کے مقام پر مدفون ایک پیر صاحب کے سالانہ عرس کی تقریبات میں شرکت کے مناظر دکھائے گئے۔ جہاں موصوفہ نے مزار پر چادر چڑھائی اور مزار کا شاندار دروازہ لگوانے کے علاوہ زائرین کی سہولت کے لئے سات کلومیٹر لمبی سڑک تعمیر کرانے کا اعلان کیا۔یہیں محترمہ نے زائرین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے لئے ''بیٹی اسلام'' کا لقب استعمال فرمایا اور یہاں ایک چڑھی ہوئی آنکھوں والے مجاور یا سجادہ نشین نے ان کی موجودگی میں وطن عزیز کی ایک مذہبی (قادیانی) جماعت کے خلاف جی بھر کر خبث باطن کا مظاہرہ کیا۔حیرت اس بات پر ہے کہ اسے نہ موصوفہ نے ٹوکا، نہ ان کے شوہر نامدار نے روکا اور نہ تقریب میں شریک کسی وزیر یا وزیر مملکت نے۔جس سے صائب الرائے حلقوں کے اس تأثر کی ایک بار پھر توثیق ہوگئی کہ موصوفہ کا مسلک نہ شیعیت ہے نہ حنفیت نہ بریلویت اور نہ دیوبندیت و وہابیت۔ان کا مسلک و مذہب صرف سیاست ہے اور بس۔جس کا پہلا اصول اقتدار پر بہر طور پر مسلط رہنے کے لئے ہر سانچے میں ڈھل جانا ہے۔کیا وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی دل آزار سیاست کی''بانگی'' دکھانے کے لئے شومئی تقدیر وطن، کہ ہمارے یہاں تاریخ سے سبق سیکھنے کا رواج نہیں۔ورنہ اس خطہ ارض میں لاکھوں نہیں کروڑوں انسان آج بھی زندہ موجود ہیں جو ان کے دو پیشرو حکمرانوں کی ایسی ہی دل آزار سیاست کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔'' (پندرہ روزہ لاہور مؤرخہ ۲۳؍جون ۱۹۹۰ء)

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی قادیانیوں سے نفرت اور ان کی سرگرمیوں کی سرکوبی کے نتیجہ میں قادیانیوں نے بوکھلا کر انہیں موت کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ملاحظہ فرمایئے:۱۰؍جولائی ۱۹۹۰ء کو روزنامہ نوائے وقت لاہور میں شائع ہونے والی خبر۔

قادیانیوں کے خلاف سخت اقدامات، بے نظیر کے لئے موت کا پروانہ ثابت ہوں گے۔ بھٹو اور ضیاء سزا بھگت چکے ہیں، بے نظیر سبق سیکھیں، قادیانی اخبار!

اوٹاوہ: ۹؍جولائی (انٹرنیشنل ڈیسک) وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت، پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف سخت اقدامات کرنے والی ہے۔ اس امر کا انکشاف کینیڈا سے شائع ہونے والے اخبار ''نیوکینیڈا'' نے اپنے ایک اداریے میں کیا ہے۔ یہ اخبار امریکہ اور کینیڈا میں قادیانیوں کے ہیڈکوارٹر کا ترجمان ہے۔ اخبار نے اپنے اداریئے میں لکھا ہے کہ بے نظیر نے ملائیشیاء کے ایک اخبار میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ قادیانیوں وغیرہ سے جلد اپنی جان چھڑالیں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کے خلاف سخت ترین اقدامات کرنے والی ہیں۔ ''نیوکینیڈا'' نے خبردار کیا ہے کہ اگر بے نظیر حکومت نے ایسی کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو یہ بے نظیر کے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف ہوگا۔ اخبار نے واضح کیا ہے کہ بے نظیر کے والد ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق دونوں نے قادیانیوں کے خلاف جو اقدامات کئے، وہ اس کی سزا بھگت چکے ہیں اور بے نظیر کو اس سے سبق سیکھنا چاہئے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۱۰؍جولائی ۱۹۹۰ء)

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے ۲؍جون ۱۹۹۱ء کو قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے پیش گوئی کی تھی کہ: ''ایٹمی پلانٹ پر بھارت یا اسرائیل حملہ نہیں کرے گا بلکہ ملک کے اندر سے تخریب کاری ہوگی۔'' وہ سو فیصد درست ثابت ہورہی ہے کہ ۱۵؍ستمبر ۱۹۹۱ء کو روزنامہ پاکستان لاہور نے خبر دی کہ کہوٹہ پر حملہ کے لئے بھارت سے اڑنے والے اسرائیلی طیارے منصوبہ کے انکشاف پر واپس مڑ گئے۔ پاکستان میں ایجنٹوں کا حصول اسرائیل کے لئے مشکل نہیں۔ پاکستانی قادیانیوں کا مرکز حیفہ (اسرائیل) میں موجود ہیں اور یہودیوں اور قادیانیوں کے مقاصد مشترکہ ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اسلحہ اور بعض اہم آلات کی سمگلنگ میں بعض سابق فوجی افسر بھی شامل ہیں جن کا تعلق قادیانی گروپ سے ہے اور قابل ذکر بات یہ رہی ہے کہ ایٹمی توانائی کمیشن میں ۲۵ سے ۳۰ تک قادیانی اعلیٰ عہدوں پر تعینات ہیں اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی، جن کے متعلق مایہ ناز سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز یہودیوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت دیا ہے۔ کہوٹہ پلانٹ کے تمام نقشہ جات، ایٹم بم کا ماڈل اور اہم معلومات یہودی سائنس دانوں کو فراہم کیں۔ (ڈاکٹر عبدالقدیر اور اسلامی بم از زاہد ملک)

ان حالات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے جیالے کارکنوں کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ کریں، ان کی تمام اسلام دشمن سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ تاکہ بھٹو شہید کی روح خوش ہو۔ (شہید ذوالفقار علی بھٹو اور فتنہ قادیانیت ص۲ تا ۱۴)

پاکستان ایٹمی قوت

ادارہ علم وعرفان پبلشرز ۳۴ اردو بازار لاہور سے ''محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان'' نامی کتاب عرصہ سے شائع ہورہی ہے۔ اس کتاب کے ترتیب دہندہ جناب عمران حسین چوہدری ہیں۔ آج کی مجلس میں اس کتاب کے تین اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱...... صفحہ ۸۵ پر: ''پاکستان میں ایٹمی توانائی کے کمیشن کی بنیاد ۱۹۵۶ء میں رکھی گئی تھی اور اس کے سب سے پہلے سربراہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب تھے جو بنیادی طور پر کاٹن ایکسپرٹ تھے۔ انہوں نے اس ادارے کی منصوبہ بندی کی، جو محض کاغذی کارروائی تک محدود تھی۔ اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں ممتاز پاکستانی ڈاکٹر عثمانی اس ادارے کے سربراہ مقرر ہوئے جن کی سفارش ڈاکٹر عبدالسلام

(قادیانی) نوبل پرائز یافتہ نے کی۔ جوان دنوں صدر پاکستان ایوب خان کے مشیر برائے سائنسی امور تھے۔''

۲...... اسی کتاب کے صفحہ ۲۹۸ پر ہے: ''۱۹۵۸ء میں جنرل محمد ایوب خان برسر اقتدار آئے تو قدرتی وسائل کا قلمدان ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد تھا۔ مگر اس کے اختیارات محدود تھے۔ زیادہ اختیارات اس معاملے میں صدر ایوب خان اور ڈاکٹر عبدالسلام (قادیانی) کے پاس تھے جو کہ پاکستان کے مشیر برائے سائنسی امور تھے اور وہ ذوالفقار علی بھٹو کے خیالات کے حامی نہیں تھے۔ مگر اس وقت کے چیئرمین اٹامک انرجی جناب ڈاکٹر عشرت عثمانی تھے۔ جو ڈاکٹر عبدالسلام (قادیانی) کے ساتھ کافی حد تک ذہنی مطابقت رکھتے تھے اور ہم خیال تھے۔''

۳...... اسی کتاب میں ہے: ''منیر احمد خان کے بارہ میں معلوم ہوا کہ امریکہ کا بہت لاڈلا ہے اور اس کا کردار مشکوک ہے۔ اس بات کی تصدیق جنرل نقوی نے کی۔ جنرل نقوی نے جنرل ترمذی جو کہ آئی.ایس.آئی کے ڈائریکٹر بھی تھے سے کہا: ''جنرل ترمذی معلوم کرو کہ منیر احمد خاں کیا شئے ہے اور یہ کنفرم کرو کہ کیا وہ امریکہ کا خفیہ دوست ہے۔ اس کی حرکتیں اور کوششیں پاکستانی ایٹمی توانائی کو پروان چڑھنے نہیں دے رہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ منیر احمد نادان شخص ہے یا انتہائی درجے کا عیار، کیا یہ شخص عقل کا کورا ہے یا پھر جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کر رہا ہے؟''

بھٹو کو معلوم ہو چکا تھا کہ منیر احمد خاں قادیانی ہے۔ مگر حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر منیر احمد خاں کے پیچھے درج ذیل بڑی اہم شخصیات تھیں جن کی اہمیت کے پیش نظر حکومت بھی خاموش رہنے پر مجبور تھی: (۱) جنرل عارف صاحب۔ (۲) اے.کے بروہی صاحب۔ (۳) منیر احمد خان کی لابی پرزور اور مضبوط تھی۔ (۴) آفتاب احمد خان۔ (۵ میجر جنرل احسان الحق صاحب۔

ان کے بارے میں تحقیقات کے دوران بتایا کہ: ''منیر احمد خاں نے انہیں کبھی کوئی ایٹمی توانائی یا ایٹمی پاور پلانٹ پالیسی تیار کرنے کی نہ تو اجازت ہی دی اور نہ خود ایسی کوئی پالیسی بنائی۔'' بہت سے سائنسدانوں سے بات کی گئی وہ سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ: ''منیر احمد خاں نے جان بوجھ کر غلط پالیسیاں بنائیں اور نہ اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کے کام کو سراہا اور نہ ہی قومی مفاد میں استعمال کرنے کی اجازت ہی دی۔''

مسٹر منیر احمد خاں کی یہ بڑی معاندانہ رویے کی مثال ہے کہ: ''ان کی وجہ سے بہت سے لائق، قابل اور باصلاحیت نوجوان سائنسدان پاکستان چھوڑنے اور بیرون ملک جانے پر مجبور ہوگئے۔ منیر احمد خاں کی آقا پرستی کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوسکتی ہے۔''

(۶۳۴) ذوالکفل بخاری، جناب سید

(وفات: ۱۵ ر نومبر ۲۰۰۹ء)

سید ذوالکفل بخاری پروفیسر سید وکیل احمد شاہ صاحب کے صاحبزادہ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سب سے چھوٹے نواسہ تھے۔ صاحب علم وفضل، گفتگو کے ماسٹر، معلومات کا خزینہ، بات کرنے کا انداز سلجھا ہوا، اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرنے کے خوگر، سکول وکالج میں تعلیم پائی۔ ان کے والد گرامی سید وکیل احمد شاہ صاحب پروفیسر ہیں۔ سید ذوالکفل نے اپنے والد گرامی کی لائن اختیار کی۔ ملتان میں ہی محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی۔ پروفیسر بنے۔ اس دوران میں آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں نے اپنا لوہا منوانا شروع کیا۔ اپنی مرنجان مرنج طبیعت کے باعث ہر حلقہ میں انہیں ہر دلعزیزی کا مقام نصیب ہوا۔ بہت ہی

صالح طبیعت پائی تھی۔ آپ کا بیعت کا تعلق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تھا۔ آپ ملازمت کے سلسلہ میں سعودی عرب گئے۔ جب بھی رخصت گزارنے پاکستان تشریف لاتے۔ خانقاہ سراجیہ میں حاضری اور حضرت قبلہ سے اکتساب فیض میں ناغہ نہ ہوتا۔ جہاں ملنا ہوا ہر ملاقات میں پہلے سے زیادہ ان کی محبت دل میں پیدا ہو جاتی۔ ان کی وفات کا سنا تو یکدم دل پر جدائی کی چوٹ نے ایک بار ''کملا'' کر دیا۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ انہیں ورثہ میں ملا تھا۔

(۶۳۵) ذوق جنوں کے ساٹھ واقعات

۱...... تحریک مقدس ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جناب سیّد مظفر علی شمسی کی روایت کے مطابق سکھر جیل میں جب حضرت امیر شریعت، مولانا ابوالحسنات، مولانا لال حسین اختر اور دوسرے راہنماؤں کو لایا گیا تو ایسی گرمی پڑتی تھی کہ برتن میں پانی اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ اس میں انڈا ڈال دیتے تھے تو وہ نیم برشت ہو جاتا تھا اور اگر اسی پانی کو باہر رکھ کر انڈا اس میں رکھ دیتے تھے تو انڈا پک جاتا تھا۔

۲...... شمسی صاحب کی روایت ہے کہ: اس تحریک میں ایک عورت اپنے بیٹے کی بارات لے کر دہلی دروازے کی جانب آرہی تھی۔ سامنے سے تڑ تڑ کی آواز آئی معلوم کرنے پر پتا چلا کہ آقائے نامدار ﷺ کی عزت وناموس کے لئے لوگ سینہ تانے، بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں تو بارات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا۔ بیٹے کو بلا کر کہا کہ: ''بیٹا! آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ جاؤ! آقا ﷺ کی عزت پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں گی اور تمہاری بارات میں آقائے نامدار ﷺ کو مدعو کروں گی۔ جاؤ! پروانہ وار شہید ہو جاؤ تاکہ میں فخر کر سکوں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔'' بیٹا ایسا سعادت مند تھا کہ تحریک میں ماں کے حکم پر آقائے نامدار ﷺ کی عزت کے لئے شہید ہو گیا۔ جب لاش لائی گئی تو گولی کا کوئی نشان پشت پر نہ تھا۔ سب سینے پر گولیاں کھائیں۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً!

۳...... تحریک ختم نبوت میں ایک طالبعلم کتابیں ہاتھ میں لئے کالج جا رہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا۔ کسی نے پوچھا: ''یہ کیا؟'' جواب میں کہا کہ: ''آج تک پڑھتا رہا ہوں۔ آج عمل کرنے جا رہا ہوں!'' جاتے ہی ران پر گولی لگی، گر گیا، پولیس والے نے آکر اٹھایا تو شیر کی طرح گرج دار آواز میں کہا کہ: ''ظالم! گولی ران پر کیوں ماری ہے، عشق مصطفیٰ ﷺ تو دل میں ہے۔ یہاں دل پر گولی مارو تاکہ قلب وجگر کو سکون ملے۔''

۴...... تحریک ختم نبوت میں ایک مسلمان دیوانہ وار ''ختم نبوت زندہ باد!'' کے لاہور کی سڑکوں پر نعرے لگا رہا تھا۔ پولیس نے پکڑ کر تھپڑ مارا۔ اس پر اس نے پھر ''ختم نبوت زندہ باد!'' کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا۔ اس نے پھر نعرہ لگایا۔ وہ مارتے رہے، یہ نعرے لگاتا رہا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا۔ یہ زخموں سے چور چور پھر بھی ''ختم نبوت زندہ باد!'' کے نعرے لگاتا رہا۔ اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے فوجی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے عدالت میں آتے ہی ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ فوجی نے کہا: ''ایک سال سزا!'' اس نے سال کی سزا سن کر پھر ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ اس نے سزا دو سال کر دی۔ اس نے پھر نعرہ لگایا۔ غرضیکہ فوجی سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرۂ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی، دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر یہ پھر بھی نعرے سے باز نہیں آ رہا تو فوجی عدالت نے کہا کہ: ''باہر لے جا کر گولی مار دو!'' اس نے گولی کا سن کر دیوانہ وار

رقص شروع کر دیا اور ساتھ ''ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!'' کے فلک شگاف ترانے سے ایمان پرور، وجد آفریں کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ: ''رہا کر دو کہ یہ دیوانہ ہے!'' اس نے رہائی کا سن کر پھر نعرہ لگایا: ''ختم نبوت زندہ باد!''

(قارئین کرام! میں لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں: ''ختم نبوت زندہ باد!'')

۵...... تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے اور دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر جان قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے تو ایک بوڑھا، اپنے معصوم پانچ سالہ بچے کو اپنے کندھے پر اٹھا کر لایا۔ باپ نے ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق ''زندہ باد!'' کہا۔ دو گولیاں آئیں، بوڑھے باپ اور پانچ سالہ معصوم بچے کے سینے سے شائیں کر کے گزر گئیں۔ دونوں شہید ہو گئے۔ مگر تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ کر گئے کہ اگر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمان قوم کے بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر پانچ سالہ معصوم بچے تک سب جان دے کر اپنے پیارے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔

۶...... آغا شورش کاشمیری نے فرمایا: ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس نے خود راقم سے بیان کیا تھا کہ ہر روز کے مظاہروں کو سمیٹنے کے لئے تشدد کی نیو اٹھا کر تحریک کو ختم کیا گیا۔ چنانچہ حکام نے اپنے سفید پوش اہلکاروں کی معرفت پولیس پر پتھراؤ کرایا۔ اس طرح فائرنگ کی بنیاد رکھی۔ بعض منچلے قادیانی اپنی جیپوں میں سوار ہو کر مسلمانوں پر گولیاں داغتے اور انہیں شہید کرتے رہے۔ راقم نے لاہور میں چینز لنچ ہوم مال روڈ پر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ۱۵ سے ۲۲ سال کی عمر کی نوجوانوں کا ایک مختصر سا جلوس کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جا رہا تھا۔ وہ ایک بے ضمیر سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔آئی۔ڈی ملک حبیب اللہ کے حکم پر کسی وارننگ کے بغیر فائرنگ کا ہدف بنا۔ آٹھ دس نوجوان شہید ہو گئے۔ ان کی لاشوں کو ملک صاحب نے اپنے ماتحتوں سے ٹرکوں میں اس طرح پھنکوایا جس طرح جانور شکار کئے جاتے ہیں۔ یہ نظارہ انتہائی دردناک تھا۔ لاہور چھاؤنی میں ایک قادیانی افسر نے گولیوں کی بوچھاڑ کی، لیکن گولی کھانے والوں نے انتہائی استقامت اور کردار کی پختگی کا ثبوت دیا۔ ایک نوجوان ملٹری ہسپتال میں زخموں سے چور چور بے ہوش پڑا تھا۔ جب اسے قدرے ہوش آیا تو اس نے پہلا سوال سرجن سے یہ کیا کہ: ''میرے چہرے پر کسی خوف یا اضمحلال کے نشان تو نہیں ہیں؟'' جب اسے کہا گیا کہ: ''نہیں!'' تو اس کا چہرہ وفور مسرت سے تمتما اٹھا۔ جن لوگوں کو علماء سمیت گرفتار کر کے لاہور کے شاہی قلعے میں تفتیش کے لئے رکھا گیا ان کے ساتھ پولیس نے اخلاق باختگی کا سلوک کیا۔ ایک انتہائی ذلیل ڈی۔ایس۔پی کو ان پر مامور کیا۔ وہ علماء کو اس قدر فحش گالیاں دیتا اور عریاں فقرے کستا کہ: ''خود خوف خدا تھرا رہا تھا۔'' (تحریک ختم نبوت ص ۱۳۷)

۷...... تحریک ختم نبوت میں سکندر مرزا نے ظلم کیا، ملک بدر ہوا۔ انگلستان کے ہوٹل کی بیرا گیری کرتا رہا، وہیں بے کسی کی موت مرا۔ اس کی ایرانی بیوی اس کی لاش کو ایران لائی اور خمینی کے انقلاب میں اس کی قبر سے ہڈیاں نکال کر سمندر میں ڈال دی گئیں۔ سچ ہے کہ ختم نبوت کے دشمن کو میرے رب کی دھرتی نے بھی جگہ نہیں دی۔

۸...... گورنر غلام محمد نے تحریک کی مخالفت کی۔ آج گوروں کے قبرستان عائشہ باوانی روڈ پر کراچی میں دفن ہے اسے مسلمانوں کا قبرستان دفن کے لئے نصیب نہ ہوا۔ اس کی قبر پر سایہ کے لئے پلر کھڑے کر کے چھت ڈال دی گئی ہے۔ جس کے باعث کراچی کے آوارہ کتے دن کو گرمی سے بچاؤ کے لئے گورنر غلام محمد کی قبر پر آ کر نیاز کشی کرتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار!

۹...... انور علی ڈی.آئی.جی نے تحریک ختم نبوت میں جو ظلم وستم کے منصوبے بنائے۔ الامان! اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایوب خان کے زمانے میں اس کے ساتھ ایسی واردات ہوئی کہ ایک بیٹیوں والے شریف انسان کے لئے اس کا تذکرہ ممکن نہیں۔

۱۰...... ۱۹۸۴ء کے کیس میں پسرور کے جس ڈی.ایس.پی نے مرزائیت نوازی کی۔ اب بقول چوہدری محمد امین ڈی.آئی.جی گوجرانوالہ کے وہ اندھا ہوگیا ہے۔ (اس پر مولانا نعیم آسی نے بڑی خوبصورت بات کہی کہ: اس کیس میں نہ معلوم ابھی کون کون اندھے ہوں گے؟)

۱۱...... جس چیمہ پولیس آفیسر نے مولانا عبیداللہ انور پر لاٹھی چارج کیا اور پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ڈنگہ، ضلع گجرات میں مسلمانوں پر ظلم کا باعث بنا۔ اس کا انجام دنیا کے سامنے ہے کل کی بات ہے۔ ایسے حادثے کا شکار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے تصور سے معاف فرمائیں......!

۱۲...... کنری ضلع تھرپارکر موجودہ عمرکوٹ، سندھ میں مجلس کے بزرگ راہنما مستری برکت علی مغل، جو لوہار کا کام کرتے تھے، کے پاس ایک دفعہ ایک مرزائی آیا اور بنچ پر بیٹھ کر اپنی ارتدادی تبلیغ شروع کردی۔ مستری صاحب دستے والی کلہاڑی کی دھار تیز کررہے تھے۔ مرزائی گفتگو کرتا رہا، یہ دھار تیز کرتے رہے، جب خوب دھار تیز ہوگئی تو کلہاڑی مرزائی کی گردن پر رکھ کر کہا کہ: ''کہو کہ مرزا بے ایمان تھا، ایسا تھا، ویسا تھا۔'' خوب بے نقط سنائیں۔ مرزائی، مستری صاحب کے ساتھ ہی ساتھ مرزا کو ملاحیاں سناتا گیا، جب تھک گیا، تو مستری صاحب نے وہی کلہاڑی مرزائی کے ہاتھوں میں دے دی اور خود نیچے بیٹھ گئے اور کہا کہ: اب تم کلہاڑی میری گردن پر رکھ کر کہو کہ میں آقائے نامدار ﷺ کی توہین کروں، میں ٹکڑے ہوجاؤں گا مگر توہین کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ یہ آپ کے اور ہمارے جھوٹے اور سچے ہونے کی دلیل ہے......!

۱۳...... اسی سے ملتا جلتا واقعہ مکرم ڈاکٹر قاری محمد صولت نواز نے سنایا کہ: میں نے نواز میڈی کیئر فیصل آباد کی تعمیر کے لئے ایک انجینئر کی خدمات حاصل کیں۔ ہمارے علم میں نہ تھا کہ یہ مرزائی ہے۔ اس انجینئر کو معلوم تھا کہ یہ لوگ مرزائیت کے خلاف ہیں اور ہر روز ہماری مجلس میں کسی نہ کسی بہانے مرزا قادیانی کو ''ٹھوک'' بھی دی جاتی تھیں۔ وہ دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر مرزا قادیانی کے خلاف سنتا رہا۔ مگر ایک دن بھی اس کے چہرے پر شکن نہیں ابھری۔ کام کا پہلا مرحلہ جب مکمل ہوا تو بعد میں ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ یہ سنتے ہی میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ میں نے فون پر اس کو اور مرزا قادیانی کو خوب سنائیں۔ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔

۱۴...... کوئٹہ ایڈیشنل سیشن جج جناب جمیل شیروانی کی عدالت میں مرزائیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین کے سلسلے میں کیس زیر سماعت تھا۔ اہل اسلام کے وکیل نے جب دلائل دیئے کہ قادیانیوں کی کتب کی رو سے قادیانیوں کے نزدیک ''محمد'' سے مراد ''مرزا قادیانی'' ہوتا ہے تو اس پر مرزائیوں کے وکیل کے چہرے پر اداسی چھاگئی سخت بدحواس ہوا۔ یاد رہے کہ یہی مرزائی وکیل احسان، مرزائیوں کی طرف سے کیس کی ہمیشہ پیروی میں پیش پیش تھا، مسلمان وکیل کے دلائل اور حوالہ جات کا اپنے پاس جواب نہ پاکر سخت بدحواسی کے عالم میں اس نے پینترا بدلا اور ایسا ڈرامہ اختیار کیا کہ مسلمان وکیل کا اثر ختم ہوسکے، ڈرامائی انداز میں اپنے اٹھارہ بیس سال کے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ: ''خدا مجھے اس لڑکے سے محروم کرے، اگر میں جھوٹ بولوں کہ ہماری مراد کلمہ طیبہ میں ''محمد''

سے مراد مرزا قادیانی نہیں ہوتا۔‘‘ اس کا عدالت نے جواب یہ دیا کہ: ’’تمہاری بات کی تمہاری اپنی کتابیں تردید کرتی ہیں۔‘‘ مرزائیوں کی اپیل خارج ہوگئی، فیصلہ اہل اسلام کے حق میں ہوگیا۔ لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ چند ہفتوں بعد اس کا یہی لڑکا ایک اور قادیانی لڑکے کے ساتھ جھیل میں ڈوب کر مرگیا اور یوں قدرت نے مرزائی وکیل کی غلط قسم کا نقد صلہ ان کو دے دیا۔

کوئٹہ جماعت کے ناظم اعلیٰ حاجی تاج محمد فیروز نے مرزائی وکیل کو خط لکھا کہ تم نے غلط قسم اٹھائی تھی، ختم نبوت کا معجزہ دیکھئے، یہ واقعہ دیدۂ عبرت ہے، اب تو مسلمان ہوجاؤ!‘‘ اس کا اس نے جواب نہیں دیا۔ (مولانا نذیر احمد تونسوی)

۱۵...... وفاقی شرعی عدالت لاہور میں ایک ماہ تک یومیہ سینکڑوں مرزائیوں کی موجودگی میں مرزا قادیانی پر جرح قدح ہوتی رہی، مگر کسی مرزائی کے چہرے پر شکن نہیں پڑی، اگر خدانہ کرے کوئی ایسا سانحہ رحمت عالم ﷺ کے متعلق ہوتا تو چاہے ایک مسلمان ہی کیوں نہ ہوتا کٹ جاتا، مگر جرح قدح کرنے کی کسی کو اجازت نہ دیتا......!

۱۶...... جن ممالک میں مرزائیوں کا داخلہ بند ہے، وہاں ملازمت کے لئے مرزائی حلف نامے میں مرزا قادیانی کے کفر پر دستخط کر کے چلے جاتے ہیں۔

ان تمام واقعات کے عرض کرنے کا مقصد یہ بات سمجھانا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرزائی کتنے اخلاق والے ہیں ان کے نبی کو جو کہو، گالیاں سن کر بھی وہ ناراض نہیں ہوتے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ یہ اخلاق نہیں، بے غیرتی ہے، سچا نبی اپنی امت میں ملّی غیرت کو اجاگر کرتا ہے اور سچے نبی کی محبت اس کے ماننے والوں کے دلوں میں قدرت اس طرح راسخ کرتی ہے کہ وہ جان پر کھیل جائیں گے۔ مگر اپنے نبی کی توہین کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ بخلاف جھوٹے نبی کے کہ نہ اس میں خود غیرت ہوگی۔ نہ اس کی امت میں غیرت کا نشان ہوگا۔ اس کے امتی کے سامنے جو مرضی آئے کہتے رہو، وہ دانت نکال کر ہنستا رہے گا۔ معلوم ہوا اسے اخلاق نہیں بے غیرتی کہتے ہیں......!

۱۷...... راقم الحروف (عبدالناصر کراچی) سے ایک بار ایک قادیانی، اسلام اور نبوت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بغاوت اور غداری پر مبنی قادیانی مذہب کی حمایت میں بحث ومباحثہ کرنے لگا، ہماری گفتگو سن کر اور دیگر حضرات بھی آگئے، شام کا وقت تھا، ہم لوگ اس وقت ایک درخت کے نیچے کھڑے مصروف گفتگو تھے، درخت پر پرندے بیٹھے چہچہا رہے تھے۔ جب مذکورہ قادیانی، قادیانی مذہب کا وکیل صفائی بنا اس کے حق میں دلائل دے رہا تھا تو اچانک ہی درخت پر بیٹھے ہوئے کسی پرندے کا پاخانہ اس کے منہ پر آ گرا جس سے وہ قادیانی حواس باختہ ہوگیا، پھر وہ سنبھلا اور اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا منہ اس غلاظت سے صاف کیا اور پھر دوبارہ اپنے اس فعل خبیث یعنی قادیانیت کی حمایت میں بکواس کرنے لگا، ابھی اس کی گفتگو شروع ہی ہوئی تھی کہ دوبارہ اس کے سر پر درخت پر بیٹھے کسی پرندے نے اپنی غلاظت بکھیر دی، مذکورہ قادیانی نے اس بار بھی اپنے ہاتھ سے اپنا غلاظت لتھڑا سر صاف کیا اور پھر سہ بارہ قادیانیت کی حمایت میں دلائل دینے لگا، ابھی اسے شروع ہوئے دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ تیسری بار پھر کسی پرندے نے اس پر پاخانہ کردیا، گویا قدرت خداوندی قادیانیت سے اپنی بیزاری ونفرت ظاہر کررہی تھی۔ جملہ حاضرین مجلس نے اس بات کو خصوصی طور پر نوٹ کیا، ہنسے اور پھر دہشت زدہ ہوگئے، سب پر اس بات کا بہت اثر ہوا۔ میں نے اس قادیانی کو بھی اس طرف توجہ دلائی اور اسے کہا کہ: ’’دیکھو! جھوٹ بولنے کے جرم میں اللہ تعالیٰ آسمان سے تم پر غلاظت کی بارش برسا رہا ہے، اب بھی سنبھلو اور اس واقعے سے عبرت پکڑو!‘‘ یہ سن کر وہ قادیانی سخت لاجواب اور شرمندہ ہوا اور وہاں سے دم دبا کر بھاگا۔ (عبدالناصر خان، شاہراہ فیصل، کراچی)

۱۸...... یہ ضلع مظفرگڑھ کا واقعہ ہے، آج سے ۲۱، ۲۲ سال پہلے میں کچھ علماء حضرات کو لے کر ایک بستی میں جا رہا تھا، پرانی گاڑی، گرمی کا موسم، کڑکتی دھوپ کہ ہماری گاڑی دلدل میں پھنس گئی، ان علماء حضرات نے بتایا کہ: ''ردقادیانیت پر ایک جلسہ ہے، اس سے خطاب کرنا ہے۔'' میں نے پوچھا کہ: یہ قادیانی کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ: ''قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔'' پھر تفصیل سے انہوں نے قادیانیوں کے عقائد بتائے، مجھے مرزا قادیانی کے نظریات سن کر بڑا غصہ آیا اور میں نے کہا کہ: یہ تو بڑا ملعون شخص تھا، جس نے نبوت پر ڈاکا ڈالا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہم چار پانچ افراد نے اپنی پوری کوشش کر ڈالی کہ کسی طرح گاڑی نکلے۔ لیکن گاڑی نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اور نہ اسٹارٹ ہوتی تھی۔ معاً مجھے خیال آیا کہ ہم ایک نیک کام کے لئے جا رہے ہیں۔ کیوں نہ اس ملعون شخص پر لعنت بھیجیں جس نے سرکار دو عالم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ میں نے فوراً یہ ترکیب آزمائی اور اس مدعی نبوت پر سو مرتبہ لعنت بھیجی، خدا کی قدرت کہ گاڑی اسٹارٹ بھی ہوگئی اور دلدل سے بھی نکل آئی اور ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ (خادم ختم نبوت: عبدالرشید ڈرائیور، مظفرگڑھی، کراچی)

۱۹...... سویڈن کے شہر مالو میں ایک قادیانی کو جو مقامی پوسٹ آفس میں ملازمت کرتا ہے، وہاں کے مسیحی لوگوں نے گولی مار کر مرزا قادیانی بنا دیا۔ تفصیلات کے مطابق گولی اس کی آنکھ میں لگی جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا۔ اس کی ایک آنکھ بالکل ضائع ہوچکی ہے۔ اگرچہ وہ شدید زخمی حالت میں زیر علاج ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پاس سوئے جہنم روانہ ہوتا ہے یا بچ جانے کی صورت میں مرزا قادیانی کی طرح نبی، مسیح یا مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ کیونکہ وہ قادیانی کا چشم گل شریک بھائی ہوچکا ہے اور یہی قادیانی کی جھوٹی نبوت کی بڑی پہچان ہے۔ (اللہ وسایا، از سویڈن، ۱۹۸۶ء)

۲۰...... میرے علاقے میں ایک ان ٹرینڈ ڈسپنسر قادیانی نے اپنا لٹریچر تقسیم کیا۔ جس کی اطلاع عالمی مجلس کے دفتر دھنوٹ پہنچی تو ناظم اعلیٰ قاضی محمد عبدالمالک فاروقی ایک وفد کے ساتھ قادیانی کی اس شرارت کے انسداد کے لئے ڈی. ایس. پی صاحب لودھراں سے ملے اور انہیں اس مسئلے سے آگاہ کیا۔ تحریری طور پر ایک درخواست پیش کی، کافی رات بیت گئی اور قاضی صاحب تھانے نہ جاسکے۔ دوسرے دن کورٹ میں قاضی صاحب کی تاریخ تھی، جس میں ان کا جانا ازحد ضروری تھا۔ دوستوں نے مشورہ بھی دیا آپ کورٹ چلے جائیں، واپسی پر تھانے چلیں گے۔ قاضی صاحب نے کہا: ''جائیداد جاتی ہے تو جانے دو، میں تو اس قادیانی غنڈے کی شرارت کے انسداد کی ہی کوشش کروں گا!'' مختصر یہ کہ کورٹ نہ گئے۔ سارا دن ختم نبوت کے سلسلے میں ہی کام کرتے رہے۔ جب شام کو واپس گھر آئے تو انہیں اطلاع ملی کہ کیس کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوگیا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ: ''میں نے سارا دن ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی برکت سے مجھے سرخرو فرمایا۔'' جب کہ مخالف فریق ایک بہت بااثر شخص تھا۔ اس نے اپنے لئے مکمل طور پر فضا سازگار کر رکھی تھی۔ یہ ہے ختم نبوت کے لئے کام کرنے کی برکت۔ (حکیم حبیب الرحمٰن، دھنوٹ، نزد لودھراں)

۲۱...... مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری راوی ہیں کہ: ایک دفعہ پولیس والے مجاہدین ختم نبوت کے ایک جتھے کو رات کے وقت گرفتار کر کے دور کے ایک جنگل میں چھوڑ کر آئے۔ پولیس کے جانے کے بعد یہ مجاہد چند قدم چلے تو روشنی نظر آئی۔ وہاں گئے تو جنگل میں چند گھرانے آباد دیکھے۔ ان گھرانوں میں سے ایک آدمی باہر آیا۔ ان مجاہدین کو بلایا دعا دی۔ راستہ اور وظیفہ بتلایا۔ یہ حضرات چند گھنٹوں میں کراچی پہنچ گئے۔ پولیس والے سو کر نہ اٹھے ہوں گے کہ یہ حضرات کراچی میں پھر ختم نبوت کے جلوس نکالنے میں مصروف ہوگئے۔

جنگل میں کونسی قوم آباد تھی؟ وہ آدمی ازخود بغیر آواز دینے کے کیسے رات کے وقت باہر آیا؟ کراچی کا راستہ و وظیفہ کیوں بتلایا؟ دعا کیوں دی؟ وہ کون تھا؟ ان مجاہدین کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ کیوں؟ آج تک اہل دنیا کے لئے یہ معما ہے۔ مگر اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات پر ختم نبوت کے صدقے اللہ رب العزت کے انعامات کی بارش ہورہی تھی۔

۲۲...... میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ مجوکہ، ضلع خوشاب کے قریب ڈیرہ اللہ یار پر واقع ہمارا مکان ہے۔ وہاں ایک قادیانی مبلغ غلام رسول رہتا تھا۔ اس سے ملنا ہوا۔ اس سے لے کر مرزائیت کی کتابیں پڑھیں تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کہیں قادیانی جماعت سچی نہ ہو؟ دل ودماغ وعمر کے اعتبار سے نابالغ تھا۔ سخت پریشان ہوا۔ ایک رات نماز پڑھ کر سوگیا تو خواب میں مرزا قادیانی کو انتہائی مکروہ شکل میں دیکھا جو چوہڑوں سے بدتر تھا۔ میں سمجھ گیا کہ مرزائیت کی حقیقت کیا ہے؟ توبہ استغفار کی۔ مرزائیوں کی کتابیں واپس کیں۔ اب اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے نزدیک مرزائیت ہے۔ (ظفر اقبال، مجوکہ)

۲۳...... مشہور سامراجی دلال اور ملت اسلامیہ کا غدار چوہدری ظفر اللہ خان مسلسل بے ہوش ہے۔ غذائی ضرورت پوری کرنے کے لئے گلوکوز چڑھائی جارہی ہے۔ جو جھاگ کی صورت میں منہ کے ذریعے نکل رہی ہے اور پیشاب بھی بستر پر نکل رہا ہے۔ قادیانی ڈاکٹروں کی ایک ٹیم وہاں پہنچی ہوئی ہے، جس نے اپنی تمام تر توانائیاں اس بات پر صرف کردی ہیں کہ کسی طرح منہ سے غلاظت نکلنا بند ہوجائے۔ لیکن انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ لاہور کے قادیانیوں نے اس ذلت ورسوائی سے نکالنے کے لئے خیرات کے نام پر دیگیں بھی چڑھائی ہیں۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے چوہدری صاحب کے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی ملاقات پر یہ کہہ کر پابندی لگادی کہ خطرناک مرض کی وجہ سے چھوت چھات کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ظفر اللہ خان قادیانی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔

قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کے باعث قادیانی جماعت کا سربراہ ملک سے باہر تھا۔ اس لئے وہ اس کے لاشے کو دبانے کے لئے نہ آسکا۔ قدرت کی شان بے نیازی کہ جس فتنۂ قادیانیت کے جنازے کو ظفر اللہ خان لے کر ملکوں ملکوں پھرا۔ اس کے اپنے جنازے میں قادیانیت کا سربراہ شریک نہ ہوسکا۔ اس سے بڑھ کر ظفر اللہ خان کی اور کیا عبرت ناک موت ہوسکتی ہے......؟

۲۴...... جس زمانے میں ظفر اللہ خان پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اس زمانے میں کراچی سے آتے ہوئے جس ٹرین میں سوار تھا، اسے حادثہ پیش آگیا۔ مگر ظفر اللہ خان بچ گیا۔ کسی نے شاہ جی سے ذکر کیا کہ ظفر اللہ خان بچ گیا۔ حضرت امیر شریعت نے بے ساختہ ارشاد فرمایا کہ: ''یہ مرزائیت کا انجام دیکھ کر مرے گا۔'' مرد قلندر کی بات پوری ہوئی۔ ظفر اللہ خان کی زندگی میں مرزائیت رسوا ہوئی۔ اس رسوائی کے داغ سے یہ بھی رسوا ہوکر اپنے انجام بد کو پہنچا۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!

۲۵...... پہلے شیزان کی تشہیر بڑے زور شور سے ہوا کرتی تھی۔ میرا پہلے ارادہ تھا کہ شیزان کو اپنے دواخانے کی زینت بناؤں۔ لیکن ''ختم نبوت'' کے مطالعے کے بعد شیزان کو بالکل ترک کردیا۔ میری اہلیہ کو شیزان تحفے میں دی گئی تھی۔ میں نے اسے بہت برا بھلا کہا اور شیزان کو چکھا تک نہیں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے خواب میں دوبار روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرادی۔ (ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی، کراچی)

۲۶...... بھارت کے شہر مونگیر میں ایک خدارسیدہ ذاکر وشاغل شخص ماسٹر خدابخش تھے۔ مونگیر کے حکیم فضل احمد سے ان کے تعلقات تھے۔ جو مرزائی ہوگئے۔ ان کے پاس مرزائیوں کا آنا جانا شروع ہوگیا۔ ماسٹر خدابخش نے خواب میں دیکھا کہ حکیم فضل احمد مرزائی سور کے ریوڑ چرا رہے ہیں۔

۲۷...... ماسٹر خدا بخش، مونگیر سے ایک نکاح کے سلسلے میں الٰہ آباد گئے۔ واپسی پر بانکی پور میں قیام کیا۔ رات کو خواب دیکھا، ایک عورت گوشت کا لوتھڑا لئے کھڑی ہے۔ پوچھنے پر عورت نے کہا کہ: ''یہ سور کے گوشت کا لوتھڑا ہے جو عبدالماجد مرزائی کے منہ پر مارنے کے لئے میں نے پکڑ رکھا ہے۔'' ان دنوں اس علاقے میں عبدالماجد مرزائی، مرزائیت کی ترویج میں مصروف کار تھا۔

۲۸...... بھارت کے حاجی سیّد عبدالرحمٰن شاہ، جنہوں نے چار حج کئے تھے، عرصہ تک مدینہ طیبہ میں جاروب رہے۔ ان کا بیان ہے کہ مولوی نظیر احسن نے مرزا قادیانی کے رد میں رسالہ ''مسیح کاذب'' تحریر کیا۔ شاہ صاحب ان کے مسودے کو صاف کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے اپنے والد ماجد کو خواب میں دیکھا وہ بہت غصّے سے اپنے بیٹے سیّد عبدالرحمٰن سے کہتے ہیں کہ: ''تم نے تصویر بنانا کس سے سیکھ لیا؟'' سیّد عبدالرحمٰن نے عرض کی کہ: ''ہم نے تو کبھی کسی جاندار کی تصویر نہیں بنائی کیونکہ یہ گناہ ہے۔'' انہوں نے کتاب کھول کر دکھائی، سیّد عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ: میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے دیکھا کہ کتاب میں جہاں کہیں مرزا قادیانی لکھا تھا وہاں پر سور کی شکل کی تصویر تھی۔ انہوں نے ورق الٹنے شروع کئے۔ جہاں جہاں مرزا کا نام تھا وہاں پر سور کی تصویر ابھر آئی تھی۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور استغفار میں مصروف ہوگئے۔ مرزا قادیانی پر لعنت بھیجی تب کہیں جا کر طبیعت سنبھلی۔

۲۹...... بھارت کے صوبہ بہار کے حکیم محمد حسین نے مرزا محمود کو چیلنج دیا کہ احادیث ونصوص کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ اپنی قبور میں محفوظ ہیں۔ تم مرزا قادیانی کی قبر کھولو، اگر اس کا جسم محفوظ ہو تو مان لوں گا۔ اس پر مرزائیوں پر اوس پڑ گئی۔ ندامت کے مارے دلوں کی طرح ان کے چہرے بھی سیاہ ہوگئے۔

۳۰...... حکیم صاحب نے خواب دیکھا کہ مرزا قادیانی قبر میں ہے۔ فرشتے سوال کرتے ہیں انتہائی مکروہ قسم کی آئیں بائیں شائیں کرتا ہے۔ دوسری طرف اس کی قبر میں شیطان کھڑا کہہ رہا ہے کہ: ''مرزا صاحب! آپ نے میرے مشن کا خوب کام کیا۔ خلق خدا کو گمراہ کرنے میں خوب ہاتھ بٹایا۔ مگر میں آپ کی قبر میں کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ مگر قیامت کے دن تمام ذریت (شیطان) میں تمہیں بلند مقام حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ میں صرف شیطان تھا۔ تو سیّد الشیاطین ہے۔''

۳۱...... بھارت کے سیّد عبدالغفار کا بیان ہے کہ: مرزائیوں کے پاس کام کرتا تھا۔ میں بھی مرزائی ہوگیا۔ ایک بزرگ خواب میں دکھائی دیئے، انہوں نے کہا کہ: ''مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔ قادیانی بن کر کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو؟'' بیدار ہوا تو مرزائیوں کو یہ خواب سنایا۔ انہوں نے یہ تأویل کی کہ: ''جب تک تم مرزا قادیانی کو نہیں مانتے تھے تمہیں خواب میں بزرگ نظر نہ آتے تھے۔ مرزا قادیانی کی برکت سے اب خواب میں تمہیں بزرگ نظر آتے ہیں۔'' قسمت کی مار! کہ یہ تأویل پر مطمئن ہوگئے۔ حالانکہ بزرگ نے خواب میں مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کا فیصلہ دیا تھا۔ مگر یہ اسے بھی پی گئے۔

۳۲...... کچھ عرصہ بعد وہی بزرگ پھر خواب میں نظر آئے۔ انہوں نے سیّد عبدالغفار سے کہا کہ: ''وہ دیکھو!'' دیکھا، کہ ایک شخص ریچھ کی شکل میں، مکروہ صورت جسے دیکھ کر طبیعت الجھنے لگی، پابہ زنجیر جکڑا ہوا ہے۔ دو شخص اس پر کوڑوں کی بارش برسا رہے ہیں۔ گلے میں آگ کا سرخ طوق ہے۔ یہ دیکھ کر سیّد عبدالغفار دوڑ کر اس بزرگ کے پاس گیا۔ ماجرا پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ: ''یہ شخص ریچھ کی شکل والا مرزا قادیانی ہے۔ اس پر عذاب کے فرشتے مسلط ہیں۔ جہنم کا طوق گلے میں ہے۔ پابہ زنجیر ہے۔ تم نے اس کو نہ چھوڑا تو تمہارا

بھی یہی حال ہوگا۔'' سیّد عبدالغفار کی گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی۔ مرزا پر لعنت بھیجی۔ مرزائیت سے توبہ کی اور مولانا سیّد محمد علی مونگیروی کے ہاں گیا۔ ان کو پہلی نظر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ یہی بزرگ مجھے خواب میں نظر آئے تھے۔ چنانچہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بیعت کی اور مسلمان ہوگیا۔

۳۳...... سراج الدین نے خواب میں دیکھا کہ: میں قادیان میں مرزا کی قبر پر فاتحہ کے لئے بہشتی مقبرہ گیا تو اس قبر پر تختی نظر آئی۔ جس پر: ''فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا'' لکھا دیکھا اور ساتھ ہی مرزا کی قبر پر چغد اور گدھ کی شکل میں جانور نظر آئے۔ لرزاں ترساں خواب سے بیدار ہوئے۔ قدرت حق نے مدد کی اور مسلمان ہوگئے۔

۳۴...... اخبار ''اہل حدیث'' امرتسر نے اپنے ایک عزیز جیون خان تلونڈی موسیٰ خان، ضلع سیالکوٹ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ: وہ قادیانی ہوگئے۔ ایک رات خواب دیکھا کہ لوگ مکہ مکرّمہ جارہے ہیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ ہے۔ حرم کعبہ میں نماز شروع ہوئی۔ جیون خان مرزائی نے بھی بیت اللہ کی طرف رخ کیا تو ایک قوی ہیکل انسان نے ان کی گردن آدبوچی۔ خوب بے تحاشا مارا۔ دائیں بائیں کی پسلیاں توڑ دیں۔ جیون خان نے پوچھا کہ: یہ کیوں؟ اس آدمی نے کہا کہ: ''تو مرزائی ہے۔ تمہارا کعبہ سے کیا تعلق؟ تم مرزا کو مانتے ہو۔ اس کے گھر کا رخ کرو۔ خدا کے گھر سے تمہارا کیا تعلق ہے......؟'' جیون خان نے خواب میں ہی زور زور سے واویلا شروع کردیا۔ گھر کے، محلے کے لوگ جمع ہوگئے کہ اس کو کیا ہوگیا ہے؟ اس نے آنکھ کھولی تو گھبراہٹ کا عالم طاری ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ: ''پہلے میرے جسم کو دباؤ، میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔ تسلی ہوگی تو بتاؤں گا'' لوگوں نے دبانا شروع کیا۔ طبیعت بحال ہوئی تو خواب بیان کیا۔ مرزا قادیانی پر لعنت بھیجی اور مسلمان ہوگیا۔

۳۵...... میں محکمہ پی ڈبلیو پی میں ملازم ہوں۔ میرے ساتھ ایک مرزائی بھی کام کرتا تھا۔ اس مرزائی سے ایک دن کوئی دیہاتی ملنے آیا۔ مرزائی نے اسے تبلیغ شروع کردی۔ میں نے مرزائی کو ڈانٹ ڈپٹ کی۔ سرکاری ملازمت کے دوران تمہیں اپنی تبلیغ کا کیا حق ہے؟ وہ یہ سن کر خاموش ہوگیا۔ دن گزر گیا۔ میں رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سوگیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ: ایک آدمی لمبی یعنی حد سے زیادہ لمبی اور پتلی داڑھی والا مجھے کہتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش نبی، پیغمبر بھیجے اور میں نے ایک ہی بھیجا ہے اور تم اس کے آدمی کو بھی تنگ کرتے ہو۔'' میں نے پوچھا: کون؟ کیا مرزا قادیانی؟ اس نے کہا: ''ہاں!'' میں نے کہا کہ: مرزا قادیانی کو تو دکھاؤ! اس نے کہا: ''دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ۔'' آگے آگے لمبی داڑھی والا آدمی، پیچھے پیچھے میں، مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جاتا ہے۔ کمرے کی دیوار میں ایک بڑا سا سوراخ ہے، جیسے درمیانے سائز کا روشن دان ہوتا ہے، وہاں پر ایک چھوٹے سائز کا کتا بالوں والا کھڑا ہے اور آنکھوں سے پانی نکل رہا ہے، یعنی جیسے روتے ہوئے آنسو گرتے ہیں۔ میں نے اس شخص سے پوچھا: کہاں ہے مرزا قادیانی؟ اس نے کہا: ''سوراخ میں دیکھو!'' میں نے کہا: یہ تو کتا ہے! اس نے جواب دیا: ''یہی تو مرزا قادیانی ہے!'' میں اسی وقت توبہ استغفار کرتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ (محمد صدیق)

۳۶...... جناب عبدالسلام دہلوی، کلکتہ کے بیان کرتے ہیں کہ: مجھے مرزائی بنانے کے لئے قادیانیوں نے بڑا زور لگایا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے قادیان جانا چاہئے۔ کمر ہمت باندھی اور قادیان کے لئے روانہ ہوگیا۔ قادیان پہنچتے ہی مجھے مہمان

خانے میں ٹھہرایا گیا۔ خوب خاطر مدارات کی گئی اور مرزا محمود سے میری ملاقات بھی کرائی گئی۔ لیکن دل مطمئن نہیں تھا۔ آخر دوسرے یا تیسرے روز میں بعد نماز عصر سیر کرنے نکلا۔ خیال آیا کیوں نہ ان کے ''بہشتی مقبرے'' کی جہاں ان کا نام نہاد نبی مرزا غلام احمد دفن ہے، سیر کروں۔ میں مقبرے کی طرف چل دیا اور جب بہشتی مقبرے میں داخل ہوا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہاں تین چار کتے آپس میں کھیل کود کر رہے تھے اور ایک کتا ایک قبر پر ٹانگ اٹھائے پیشاب کر رہا تھا۔ میں نے جب اس قبر کا کتبہ پڑھا تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر تھی۔ اس واقعے کو دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کسی نبی یا مسیح یا مہدی کی قبر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ کسی کذاب ہی کی قبر ہوسکتی ہے۔ میں نے فوراً استغفار پڑھا اور دبے پاؤں واپس آ گیا۔ وہ رات میں نے قادیان میں آنکھوں میں بسر کی اور صبح اپنی جان اور ایمان بچا کر واپس آ گیا۔

۳۷...... ضلع خوشاب میں قصبہ روڈہ ایک مشہور قصبہ ہے۔ وہاں قلیل سی تعداد مرزائیوں کی بھی ہے۔ یہاں ایک شخص ''امیر'' کے بینک میں لاکھوں روپے جمع تھے۔ بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی شروع ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ میرے لاکھوں روپے کی زکوٰۃ بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ وہ زکوٰۃ ادا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی قادیانی نے اسے مشورہ دیا کہ: ''تم یہ لکھ کر دے دو کہ میں ''احمدی'' ہوں۔ یعنی قادیانی ہوں اور قادیانیوں پر زکوٰۃ کی کٹوتی کا قانون لاگو نہیں ہوتا۔ اس طرح کرنے سے تمہاری رقم بچ جائے گی۔'' چنانچہ اس شخص نے تحریر لکھ کر بینک کے حوالے کردی اور اس میں لکھ دیا کہ: ''میں احمدی ہوں'' یعنی قادیانی ہوں۔ ایسا لکھ کر دینے سے بینک والوں نے زکوٰۃ کی رقم نہ کاٹی۔ ابھی اس واقعے کو چند ہی دن گزرے تھے کہ فرشتہ اجل نے آ دبوچا اور وہ اس جہان سے رخصت ہوگیا۔ مسلمانوں نے نہ اس کے جنازے میں شرکت کی اور نہ ہی اپنے قبرستان میں دفن ہونے دیا۔ اس طرح اس شخص نے اپنی دولت بچانے کے لئے ایمان کا سودا کیا۔ ایمان بھی گیا اور جان بھی گئی......!

۳۸...... جنوری، فروری ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ مال روڈ کمرشل بلڈنگ کے باغات میں خندقیں بننا شروع ہوئیں تو لاہور میں مرزائیوں نے یہ بات عام کردی کہ انڈیا حملہ کرنے والا ہے۔ اس لئے یہ خندقیں بنائی جارہی ہیں۔ میری عمر اس وقت تقریباً تیرہ سال تھی۔ ہم سب بچوں نے ان خندقوں میں کھیلنا شروع کر دیا۔ ہمیں انجام کی بالکل خبر نہ تھی کہ یہ مورچے شہیدان ختم نبوت کا لہو بہانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یہ منصوبہ دراصل اس وقت کی حکومت اور ظفر اللہ قادیانی کا بنایا ہوا تھا۔ اس کے پس پردہ جو ہاتھ کام کر رہے تھے۔ وہ سب کے سب مرزا قادیانی ملعون کی ذریت کے تھے۔ کبھی کبھار ہمارے کسی بزرگ کی زبانی حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام سننے میں آتا تھا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے (آمین) غالباً مارچ، اپریل کا مہینہ ہوگا کہ خندقوں کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ پاکستان کے جیالے جوانوں نے ختم نبوت کے پروانوں کو اب جو گولیوں کے برسٹ مارے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس گنہگار نے شہیدان ختم نبوت لاہور کے خون کے فوارے اپنی آنکھوں سے بہتے دیکھے۔ یہاں تین صفوں کے نوجوان جو کسی طرح بھی ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ انہیں اپنے سینے پر گولیاں کھانے اور خون میں لت پت تڑپتے ہوئے اس ناچیز نے دیکھا۔ اب جو ایک قطار گرتی تھی تو کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے۔ دوسری قطار شہید ہونے کے لئے آگے بڑھتی تھی۔ جب یکے بعد دیگرے تین قطاریں گریں تو میرے حواس گم ہوگئے۔ میں بچہ ہونے کی وجہ سے گھبرا گیا اور بھاگتا ہوا کمرشل بلڈنگ کے پیچھے والی گلی میں بھاگا اور اس کے بعد ایک مکان پر

چڑھ کر وہ منظر میں نے دوبارہ دیکھا جو کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ کیونکہ میں جس مکان پر چڑھا تھا۔ اس مکان کی عورتیں زار و قطار رو رہی تھیں اور مرزا قادیانی مردود کو کوسنے اور گالیاں دے رہی تھیں۔ لوگ تھے کہ اللہ کی راہ میں جان بڑھ چڑھ کر دے رہے تھے۔ شہیدان ختم نبوت کے لہو سے مال روڈ کا وہ حصہ جو میرے سامنے تھا، لال ہو گیا اور شہیدوں کی قطاروں کی قطاریں گرم جلتی ہوئی سڑکوں پر جنت میں جانے کے لئے بے قرار تھیں اور ان کے جنتی جسم سڑک پر تڑپ رہے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ان کے جسم بالکل پرسکون ہو کر سو گئے۔ اللہ جل شانہ ایسی کھلی شہادت ہر مؤمن کو نصیب فرمائے۔

۳۹...... چک نمبر ۵۶۵ کا اسلم نامی مرزائی ایک دن جناب منیر احمد صاحب ننکانہ صاحب کی دکان واقع غلہ منڈی پر آیا۔ منیر احمد صاحب اسے پہچانتے تھے کہ قادیانی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر یہی قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اسی دکان پر آیا تھا تو منیر احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اسلم نامی قادیانی کی جوتوں سے مرمت کی تھی اور وہ معافی مانگ کر رہا ہوا تھا۔ اس مرتبہ منیر صاحب نے اسے دعوت اسلام دی تو کہنے لگا کہ: ”مرزا غلام احمد قادیانی کا نام قرآن مجید کی سورۃ الجمعہ میں آیا ہے۔“ منیر احمد صاحب نے کہا کہ: ”آؤ مسجد میں چلتے ہیں اور قرآن مجید میں مرزا غلام احمد قادیانی لعنتی کا نام دکھاؤ!“ قادیانی چل پڑا۔ راستے میں اس نے جان چھڑانے کی کوشش کی تو منیر احمد صاحب قرآن مجید خود لے آئے۔ اسی اثناء میں جناب شیخ محمد علی بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ: ”دکھاؤ! کہاں مرزا قادیانی کا نام ہے؟“ منیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: جونہی اس قادیانی نے قرآن مجید کی طرف دیکھا، وہ اندھا ہو گیا۔ اسے کوئی لفظ دکھائی نہ دیتا تھا۔ حتیٰ کہ اسے نظر کی عینک دی گئی۔ اس کے باوجود اسے نظر نہ آیا۔ اسی اثنا میں وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

۴۰...... سورینام سے مولانا رفیق احمد صاحب لکھتے ہیں: میں اس وقت قادیانی ٹولے سے زبردست مقابلہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نو سال کے عرصے میں لوگ کافی تعداد میں راہ راست پر آ گئے ہیں۔ حال ہی میں ایک ڈاکٹر، ایک سو ایک آدمی کے ساتھ میرے ہاتھ پر توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور قادیانی ٹولے سے مکمل برأت ظاہر کر چکا ہے۔ آپ کی دعاؤں کی خاص ضرورت ہے۔ میں ہندوستان کا گجراتی ہوں۔ ان شاء اللہ حق یہاں پر بھی غالب ہو رہا ہے۔ دونوں قادیانی گروپ اس وقت بہت مذبذب ہیں۔ آپ حضرات سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ خاص کر مولانا خان محمد شیخ المشائخ سے خاص دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

۴۱...... ہمارے گاؤں بھوتہ ضلع گجرات کے حافظ صاحب جواب حافظ قرآن ہو چکے ہیں اور ان کے سب عزیز و اقارب اور ان کا والد اب بھی قادیانی ہے۔ اس نے خواب دیکھا کہ اس کا مرزائی دادا آگ میں جل رہا ہے اور خوب چلا رہا ہے اور اپنے پوتے (حافظ صاحب) کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ: ”خدا کے واسطے اپنے باپ یعنی میرے بیٹے کو کہو کہ وہ قادیانیت سے توبہ کرے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے۔ ورنہ اس کا بھی میری طرح حال ہو گا۔“

یہ خواب اسے تین دن تک آتا رہا۔ پھر اس نے ایک دوسرے دوست کو بتایا کہ مجھے مسلسل یہ خواب آ رہا ہے، وہ میری مدد کرے۔ لیکن یہ خواب اس نے جب اپنے والد کو بتایا تو اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ: ”میں اس کی تعبیر پوچھوں گا۔“ بالآخر وہ نابینا شخص مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد ہی اس نے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

(جاوید اختر رضوی)

۴۲...... جناب نسیم جان صاحب ایبٹ آباد میں ختم نبوت کے مجاہد کارکن ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ابتداءً ختم نبوت کا کام شروع کیا تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ راستے کے بائیں جانب جارہا ہوں۔ ایک انتہائی خوبصورت روحانی بزرگ تشریف لائے اور نہایت شفقت سے فرمانے لگے کہ: ''بائیں راستے سے فوراً ہٹ کر دائیں طرف چلو۔'' بزرگ خود بھی دائیں طرف چل رہے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دائیں طرف ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ: ''یہ حضرت کون ہیں؟'' میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ: ''یہ ہمارے آقا و مولا سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین، خاتم النّبیین محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔'' صبح میں اٹھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس دن سے میں نے مجلس تحفظ ختم نبوت میں شمولیت کرلی ہے اور دن رات اس کام کے لئے مصروف ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہمہ وقت مجھ پر نچھاور ہوتی رہتی ہیں اور یہ صرف ختم نبوت کے کام کی برکت کا ہی نتیجہ ہے۔

۴۳...... مردان کے قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد محض مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے اعلان کردیا کہ ہم عیدالاضحیٰ اجتماعی طور پر ادا کر کے میدان میں اجتماعی طور پر اپنے جانور ذبح کریں گے۔ ان کا ایسا کرنا محض مسلمانوں کو یہ باور کرانا تھا کہ قانون ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے طور طریق پر اپنا اجتماعی عمل کریں گے۔ مسلمانوں نے حکومتی اداروں کو اطلاع دی۔ شہر میں اشتعال پھیلا کر مرزائی مسلح ہو کر اپنی عبادت گاہ میں جمع ہوگئے۔ پولیس پہرہ دار بن گئی۔ ادھر مسلمانوں کا اجتماع نعرے لگا رہا تھا۔ قادیانیوں میں ایک فوجی افسر تھا۔ اس نے نہایت ہی فرعونیت سے اسپیکر پر مسلمانوں کو کوسنا شروع کیا۔ نتیجتاً پولیس تمام مرزائیوں کو گاڑیوں میں بٹھا کر محفوظ مقام پر لے گئی۔ مسلمانوں میں قادیانیوں کی خباثت کا شدید ردعمل تھا۔ مرزائیوں کی اشتعال انگیزی سے مسلمانوں کے ایمانی جذبے اور پٹھانوں کی روایتی غیرت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ پولیس کی موجودگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بھی ایک دم مسلمان جو بالکل نہتے تھے، کسی کے پاس اسلحہ تو درکنار لاٹھی تک بھی نہ تھی، خالی ہاتھوں قادیانی معبد پر اچانک ہلّہ بول بیٹھے۔ پولیس کی زبردست مزاحمت اور لاٹھی چارج بھی مسلمانوں کے راستے میں بے کار ثابت ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خالی ہاتھوں سے مسلمانوں نے قادیانی عبادت گاہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس پختہ عمارت کو زمین بوس کردیا۔ اب مجمع کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کرگئی تھی۔ اس میں بچے، بوڑھے، جوان سب ہی شامل تھے۔ سب کا جذبہ ایک ہی تھا کہ پاکستان کی پاک سرزمین سے کفر وارتداد کے ان اڈوں کو ختم کیا جائے۔ یہ ختم نبوت کا معجزہ تھا کہ اتنی بڑی عمارت کے گرنے کے باوجود کسی مسلمان پر نہ تو کوئی ملبہ گرا اور نہ کوئی لوہے کی سلاخ وغیرہ مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچاسکی۔ بعض افراد اور بچوں کی زبانی معلوم ہوا کہ پولیس کی لاٹھی ہمیں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے گلاب کے پھول کی مار۔ یہ بھی خاتم الانبیاء ﷺ کا پندرہ سو سال بعد معجزہ تھا کہ اس واقعے کے دوران بھڑوں، زنبوروں کا ایک بہت بڑا غول مرزائی معبد کے انہدام کے موقع پر مسلمانوں کے سروں پر ہزاروں کی تعداد میں منڈلاتا رہا۔ لیکن کسی ایک مسلمان کو بھی انہوں نے کاٹا تک نہیں۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کی تباہی کا قصہ قرآن حکیم اور ارشادات نبوی کے مطابق تو معلوم تھا کہ ابابیلوں نے ہاتھیوں اور ان کے سواروں کی فوج کو تباہ کیا تھا۔ لیکن آج بھڑوں کی اس فوج سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ختم نبوت کے

پروانوں کی حفاظت کا کام لیا۔ بھڑوں کے اس عظیم لشکر کو دیکھ کر پولیس والے بھی مسلمانوں پر لاٹھی چارج کرنے سے گھبرانے لگے۔ ایک پولیس والے سے جب ہمارے نمائندے نے اس واقعے کے متعلق دریافت کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے قسمیہ کہا کہ: ''جب میں نے لاٹھی ہوا میں لہرائی اور قریب تھا کہ وہ کسی مسلمان کی پیٹھ یا سر پر پڑتی۔ میرے کانوں میں ان ہزاروں بھڑوں کی بھنبھناہٹ نے میرے اوسان خطا کر دیئے اور خود بخود لاٹھی میرے ہاتھ سے گر گئی۔

۴۴...... راقم الحروف ایک زمانے میں شامت اعمال سے قادیانیت کے جال میں پھنس گیا تھا اور اپنی اچھی خاصی نوکری چھوڑ کر ربوہ (چناب نگر) میں احمدیہ بک ڈپو کا انچارج لگ گیا۔ میرے دماغ میں ربوہ (چناب نگر) کا بڑا مقدس تصور تھا۔ میں نے وہاں کے دفتروں میں ایسی ہیرا پھیری اور بدکرداری دیکھی کہ خدا کی پناہ! بک ڈپو کا ڈائریکٹر نورالحق منیر نہایت بددیانت تھا۔ کتابوں کی اشاعت وفروخت میں بہت مال غبن کر جاتا تھا۔ حساب کتاب میں بڑی گڑبڑ تھی۔ میں نے جب آنجہانی خلیفہ ثالث کو رپورٹ کی تو الٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔ نورالحق منیر خلیفہ کا بڑا منہ چڑھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے ہی ربوہ (چناب نگر) سے نکلوا دیا۔ خیر اس میں اللہ کی مصلحت تھی کہ اس منحوس جال سے پیچھا چھوٹا۔ (محمد اسماعیل بھاگلپوری، کراچی)

۴۵...... میں پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ دینی مزاج تھا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ آسمانی بجلی مجھ پر گری ہے اور اس نے مجھے جلا کر رکھ دیا ہے۔ اس خواب سے بہت گھبرایا۔ طبیعت اچاٹ رہتی تھی۔ ملتان قلعہ قاسم باغ پر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مزار پر گیا۔ ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، خواب سنایا۔ انہوں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ: ''عنقریب تمہارا کسی بے دین گروہ سے تعلق قائم ہوگا۔ نماز ونیکی اور یہ خواب سب بھول جاؤ گے۔'' اللہ کی شان قدرت پر قربان جائیں کہ ایسے ہوا۔ کچھ عرصہ بعد میرے مرزائیوں سے تعلقات قائم ہو گئے۔ نماز چھوٹ گئی۔ نیکی کا خیال نہ رہا اور اس دلدل میں پھنستا چلا گیا۔ ان بے دینوں کی مجلس کی مجھ پر یہ نحوست پڑی کہ اپنا خواب بھی بھول گیا۔ مرزائیوں سے میرے تقریباً دو سال یہ تعلقات رہے۔ میری بے دینی انتہا کو پہنچ گئی۔ خداوند کریم کا لاکھوں لاکھ فضل ہے کہ ایک موڑ ایسا آیا کہ مجھے واپس لوٹنے کی توفیق ہوئی۔ خواب اور اس کی تعبیر یاد آئی تو چکرا گیا۔ توبہ استغفار کیا۔ اب اللہ کا فضل ہے کہ صبح وشام ختم نبوت کے مقدس مشن کے لئے کام کر رہا ہوں۔ مرزائیوں سے علاقے میں بائیکاٹ کیا ہوا ہے۔ نماز، روزے کی پابندی کی توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت نصیب فرمائے۔ ختم نبوت کا کام کر کے اتنا سکون ملا ہے جتنا بچے کو ماں کی گود میں ملتا ہے۔ (شاہد تبسم سیالکوٹی)

۴۶...... روزنامہ ''جنگ'' کے جناب جاوید جمال ڈسکوی نے اپنے ایک دوست، جو میڈیکل کالج میں پڑھتے ہیں، کا ایک واقعہ بیان کیا کہ: ان کے دوست ایک رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ شخص آتے ہیں اور ان کو بہت غصے کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں: ''تم گستاخ رسول ہو۔'' وہ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھے اور بہت توبہ کی اور نماز وغیرہ ادا کی۔ (اب تک وہ نماز کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ اب پابندی سے نماز شروع کی) دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا کہ وہی بزرگ تشریف لائے اور بہت ہی غصے سے کہا: ''تم گستاخ رسول ہو۔'' وہ پھر بہت پریشان ہوئے اور اپنے اعمال کی طرف نگاہ شروع کی۔ لیکن کوئی بات محسوس نہ ہوئی۔ بہرحال اب نماز مسجد میں

جماعت سے شروع کی اور تمام فضول حرکتیں ختم کیں۔ تیسری رات پھر خواب دیکھا اور وہی بزرگ تشریف لائے اور کہا کہ: ''تم گستاخ رسول ہو۔'' اب تو بہت پریشان ہوئے، بہت سوچ و بچار شروع کی میرا کون سا عمل ایسا ہے جس پر تنبیہ ہو رہی ہے۔ اچانک خیال آیا کہ میرے ہوسٹل کے کمرے میں کچھ دنوں سے ایک دوست میرے ساتھ رہ رہا ہے اور وہ قادیانی ہے۔ غالباً اس کو ساتھ رکھنے کی وجہ سے یہ تنبیہ ہو رہی ہے۔ فوراً اس کو اپنے کمرے سے چلتا کیا۔ کیونکہ وہ بغیر اجازت میری مروت کی وجہ سے رہ رہا تھا۔ رات کو پھر خواب دیکھا کہ وہ بزرگ تشریف لائے اور بہت ہی خوش دکھائی دے رہے ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ: ''تم نے بہت اچھا کیا۔''

مرزا طاہر! اس خواب کے بعد الحمد للہ! ہمیں تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت فرمائے۔ اگر آپ کو اور آپ کی ذرّیت کو ہدایت مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں ایسا فیصلہ فرمائیں جو امت مسلمہ کے لئے فلاح و کامیابی کا باعث ہو اور ان شاء اللہ آپ کے طریق کار کے مطابق بھی حق واضح ہوگا اور آپ کو بھی اپنے دادا کی طرح ذلت کی موت نصیب ہوگی۔

۴۷...... فجی آئرلینڈ میں، میں نے ایک قادیانی جوڑے کو مسلمان کر کے ان کا نکاح دوبارہ پڑھایا۔ پانچ سال قبل قادیانیوں نے ان کا نکاح پڑھایا تھا۔ پانچ سال سے ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ جب وہ مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر اور توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوئے تو اللہ نے ایک سال ہی میں اس جوڑے کو چاند سا بیٹا عطاء فرمادیا۔ (محمد عبدالرحمٰن، خطیب و ٹیچر، فجی، آئرلینڈ)

۴۸...... ایک قادیانی مسمّٰی حاجی ولد موندا، یہ شخص بڑا بدزبان تھا۔ گالیاں بکتا تھا۔ گلی کوچوں میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ شعائر اللہ کی توہین اس کا عام شیوہ تھا۔ کچھ سال پہلے جب کہ مرزائیوں کے حج کے ایام میں سعودی عرب جانے کی پابندی نہ تھی۔ وہ وہاں گیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ شخص وہاں بھی اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ: ''میں تو صرف سیر کے لئے آیا ہوں۔ اصلی حج تو ربوہ میں ہوتا ہے۔''

یہی شخص کچھ عرصہ پہلے مرا تو اس کی موت پر جو منظر دیکھنے میں آیا وہ بڑا خوفناک تھا۔ مجھے وہاں کے دوستوں نے جو اس منظر کے چشم دید گواہ ہیں، بتایا کہ: مرزائی اسے اپنے رسم و رواج کے مطابق اپنے الگ قبرستان میں دبا کر آ گئے۔ مغرب کے بعد رات کا اندھیرا قدرے گہرا ہونا شروع ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آگ کا سرخ گولہ اس جگہ آ کر گرا جہاں اس کو دبایا گیا تھا اور پھر تو پے در پے آگ کے گولے برسنے شروع ہو گئے۔ راہ گیروں نے اس جگہ کے ساتھ گزرنے والا راستہ چھوڑ دیا اور شہر کے ساتھ واقع بس اسٹاپ جہاں رات گئے تک چہل پہل اور گہما گہمی رہتی تھی۔ وہاں سب کام ٹھپ ہو گیا اور لوگوں نے ریت کے ٹیلے پر کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھا۔ یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا اور پھر خودبخود بند ہو گیا۔

۴۹...... نیروبی میں قادیانیوں کا ایک معبد ہے۔ وہی ان کا مرکز ہے۔ کینیا کے بعض دوسرے شہروں میں بھی ان کے مراکز ہیں۔ جہاں سے یہ لوگ افریقی عوام میں کام کرتے ہیں اور مقامی زبانوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بعض دوستوں نے سنایا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر انہوں نے مرزا قادیانی کی تصویر بھی چھاپ دی۔ ایک قادیانی نے جب مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی تو متنفر ہو کر کہنے لگا کہ: ''یہ پیغمبر کی شکل نہیں ہو سکتی۔'' اور قادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔

۵۰...... میری ایک رشتہ دار، عمر رسیدہ، نیک سیرت خاتون ہیں۔ نماز و روزے کی پابند ہیں اور حج کی سعادت حاصل کر چکی ہیں۔ وہ اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہیں کہ انہیں خواب میں سیّد المرسلین، خاتم النّبیین محمد رسول ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ جس رات انہوں نے یہ بابرکت خواب دیکھا۔ اس سے اگلی صبح مجھے کہنے لگیں: ''گزشتہ شب میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں پاتی ہوں۔ وہاں ابھی تھوڑی دیر ہی قیام کیا تھا کہ دیکھتی ہوں کہ بعض نمازی آپس میں الجھ رہے ہیں۔ وجہ معلوم کی تو پتا چلا کہ مسجد کے صحن میں جو قالین بچھے ہیں۔ ان کے پاس کوئی شخص میلی کچیلی دری بچھا گیا ہے۔ بعض حضرات چاہتے ہیں کہ اس دری کو ہٹا دیا جائے۔ جب کہ بعض اس بات پر مصر ہیں کہ یہ ایک طرف پڑی رہے۔ ابھی آپس میں تکرار جاری تھی کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ پاس ادب سے میری نظریں حضور ﷺ کے مبارک قدموں پر جمی رہیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: ''آپ کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟'' ایک صاحب نے واقعہ بیان کیا اور وہ غلیظ دری بھی دکھائی جو پچھلی جانب پڑی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''دری کو اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا جائے۔'' اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

محترمہ موصوفہ جب خواب بیان کر چکی تو مجھ سے اس کی تعبیر پوچھی۔ میں علم تعبیر کی ابجد سے بھی واقف نہ تھا، لیکن ان دنوں کے واقعات کے تناظر میں جب میں نے اس خواب پر غور کیا تو اس کی تعبیر بہت سہل نظر آئی۔

تعبیر بتائی کہ مرزائی حضرات ان شاء اللہ بہت جلد غیر مسلم قرار دیئے جائیں گے۔ میں نے ان ایام میں اپنے کئی عزیزوں اور دوستوں کو یہ خواب سنایا اور اس کی تعبیر بھی بتائی۔ لیکن اس خواب کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا فریضہ میں اب سرانجام دے رہا ہوں۔ بعد میں حکومت نے جو تاریخ ساز فیصلہ صادر کیا۔ اس کی رو سے مرزائی غیر مسلم قرار پائے۔ اس فیصلے نے خواب کی سچائی اور تعبیر کی درستگی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ (محمد شفیع، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی)

۵۱...... کچھ عرصہ پہلے حسب معمول میں ننکانہ صاحب سے موڑ کھنڈ آ رہا تھا کہ رسالہ ''ختم نبوت'' میرے پاس تھا۔ جو میرے ایک دوست نے دیکھنے کے لئے مجھ سے پکڑ لیا اور وہ مرکزی دفتر کا پتا پوچھنے لگا۔ اسی دوران بس کا وقت ہو گیا۔ میں نے بس چھوڑ دی اور اس دوست کو رسالہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے بارے میں معلومات دینے لگا۔ چنانچہ جب فارغ ہوئے تو اتنی دیر میں ایک دوست موٹر سائیکل لے کر آ گئے۔ جنہوں نے بضد مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ جب ہم اڈے سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہی بس حادثے کا شکار ہو گئی ہے۔ لیکن سواریوں کو بالکل معمولی چوٹیں آئیں۔ بس کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ ہم یہ منظر دیکھ کر بے حد حیران ہوئے۔ اللہ رب العزت نے اس چھوٹی سی نیکی کا کتنا بڑا صلہ دیا ہے۔ (محمد متین خالد)

۵۲...... صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کے سلسلے میں جب تاریخی آرڈیننس پر دستخط کئے تو علماء کا ایک وفد بھی ایوان صدر میں موجود تھا۔ یہ علماء صدر مملکت سے قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کا مطالبہ لے کر ہی صدر مملکت سے ملنے گئے تھے۔ مرکزی جامع مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا محمد عبداللہ نے فرط عقیدت رسول مقبول ﷺ سے مغلوب ہو کر صدر مملکت سے استدعا کی کہ انہوں نے جس قلم سے آرڈیننس پر دستخط کئے ہیں۔ اس کی حیثیت بھی تاریخی ہو گئی ہے۔ یہ قلم انہیں عنایت کر دیا جائے۔ صدر ضیاء الحق نے مسکراتے ہوئے قلم انہیں دے دیا۔ وفد میں شامل ممتاز عالمِ دین اور جمعیۃ اہل حدیث کے قائد مولانا عبدالقادر

روپڑی نے اس موقع پر صدر مملکت کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا۔ صدر مملکت نے کہا کہ: وہ ایک گنہگار مسلمان ہیں اور خود کو اس اظہار عقیدت کے اہل تصور نہیں کرتے ہیں۔ اس پر مولانا محمد شریف جالندھری نے فرمایا: ’’صدر صاحب! ہاتھ چومنے دیں، یہ تو کسی کے ہاتھ چومنا جائز نہیں سمجھتے۔‘‘ آخر مولانا روپڑی نے ہاتھ چوم لئے۔

۵۳...... لاہور میں ایک قادیانی وکیل کے لڑکے سے ایک مسلمان لڑکی کی شادی ہوئی۔ رات کو جب وکیل کا لڑکا آیا تو اس سے لڑکی نے دریافت کیا کہ: ’’یہ سامنے کس کا فوٹو ہے؟‘‘ لڑکے نے بات کو ٹالنا چاہا۔ لیکن لڑکی نے بہت اصرار کیا۔ بالآخر اس نے بتایا کہ: ’’یہ فوٹو ہمارے ایک نبی مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ جس کے اوپر ہم ایمان لائے ہیں۔‘‘ لڑکی فوراً چارپائی سے اٹھی اور گالی دینا شروع کر دیا اور زاروقطار رونے لگی اور کہا کہ: ’’خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری عزت اس کافر سے بچالی۔‘‘ اور سیدھی دروازے پر چلی گئی۔ گھر میں شور کی وجہ سے سب اہل گھر جمع ہوگئے۔ لڑکی نے کہا کہ: ’’اگر میرے قریب کوئی آئے گا تو میں جوتی سے اس کی پٹائی کردوں گی۔‘‘ اور کہا کہ: ’’میں ابھی جیپ کرایہ پر لاتی ہوں اور اپنا سامان لے جاتی ہوں۔ تم میرے خاوند نہیں ہو۔ کیونکہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔‘‘ بالآخر جیپ لاکر اپنا جہیز اس میں رکھ دیا اور اپنے گھر چلی گئی۔ صبح قریب تھی، دروازہ کھٹکھٹایا، والد صاحب آئے، حیران ہوکر کہا کہ: ’’بیٹی! کیا ہوا؟ ابھی تو ایک دن بھی نہیں گزرا۔‘‘ لڑکی نے روتے ہوئے جواب دیا کہ: ’’آپ نے تو میری عزت تباہ و برباد کر دی تھی، لیکن خدا نے مجھے بچالیا۔ آپ نے جس لڑکے کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ تو مرزائی مرتد تھا۔‘‘ والد نے جواب دیا کہ: ’’تو نے نہ صرف میری عزت کی لاج رکھ لی بلکہ مجھے آگ سے بچالیا۔ مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ وہ قادیانی ہے۔‘‘ اس واقعے کا جب امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کو پتا چلا تو کہا کہ: ’’مجھے جلدی اس لڑکی کے گھر لے چلو۔ اس نے تو اپنی مغفرت کروالی ہے۔‘‘ جب شاہ جی اس کے گھر آئے تو کہا: ’’بیٹی! تو نے اپنے لئے بخشش کا سبب بنالیا۔ اب میرے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی بخش دے۔‘‘

(مولانا عبدالغفور حقانی)

۵۴...... عبدالرشید طارق ایم اے بیان کرتے ہیں کہ: ایک روز شام کے وقت میں اور صوفی تبسم، ڈاکٹر علامہ اقبال کے مکان منزل پر پہنچے تو ڈاکٹر صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے اور ایک صاحب ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بہت برہم نظر آتے تھے۔ میں نے اس سے قبل برہمی کی حالت میں صرف ایک مرتبہ دیکھا اور وہ جب ایک نوجوان مرزائی کو دھکے دے کر اپنی کوٹھی واقع میکلوڈ روڈ سے نکال رہے تھے۔

۵۵...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت واہ کینٹ کے حضرت مولانا عبدالقیوم نے اپنے علاقے کا ایک ایمان پرور واقعہ سنایا کہ: تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں واہ کینٹ میں ایک جلوس نکلا۔ پولیس نے جلوس کے کئی شرکاء کو گرفتار کر لیا۔ ان میں ایک سات سالہ بچہ بھی تھا۔ مقامی ڈی ایس پی نے اس بچے کو مرغا بنا کر پوچھا کہ: ’’بتاؤ! تمہاری پیٹھ پر کتنے جوتے ماروں؟‘‘ بچے نے بڑی ایمانی جرأت اور معصومیت سے جواب دیا کہ: ’’اتنے جوتے مارنا جتنے جوتے تم قیامت کے دن کھا سکتے ہو۔‘‘ اتنا سننا تھا کہ ڈی ایس پی مارے خوف کے پسینہ پسینہ ہوگیا اور اس بچے کو سینے سے لگایا، پیار کیا، گھر لے گیا، کھانا کھلایا، رقم دی، پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور فوراً گھر چھوڑنے گیا۔

۵۶...... چوہدری نذیر احمد صاحب ننکانہ صاحب میں کراکری کا کاروبار کرتے تھے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا واقعہ انہی کی زبانی سنیئے اور اپنے ایمان کو تروتازہ کیجئے!

میری شادی کے چند ماہ بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی۔ میں تحریک میں بھرپور حصہ لینے کے لئے ننکانہ صاحب سے لاہور، مسجد وزیر خان چلا گیا۔ یہاں روزانہ جلسہ ہوتا اور جلوس نکلتے۔ ایک دن جنرل سرفراز، جو غالباً اس وقت لاہور کا کور کمانڈر تھا، کے کہنے پر مسجد کی بجلی اور پانی کا کنکشن کاٹ دیا گیا۔ اس پر مسجد میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا، پھر جلوس نکلا، میں اس جلوس میں شامل تھا۔ فوج نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ چند احباب کے ہمراہ سرسری سماعت کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرا نمبر آخر میں تھا۔ میری باری پر میجر صاحب نے کہا کہ: ''معافی مانگ لو کہ آئندہ تحریک میں حصہ نہیں لوگے تو ابھی بری کردوں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے میجر صاحب کو کہا کہ: ''آپ کی بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ ہو اور ایک امتی کی شفاعت کا ذریعہ ہو اور پھر وہ معافی مانگ لے۔'' میجر صاحب نے کہا کہ: ''سامنے لان میں چلے جاؤ۔ آدھا گھنٹہ اچھی طرح سوچ لو۔'' میں لان میں بیٹھ گیا۔ پھر پیش کیا گیا تو میجر صاحب نے کہا کہ: ''معافی مانگ لو!'' میں نے مسکراتے ہوئے میجر صاحب کو جواب دیا کہ: ''شاید آپ کو اس مسئلے کی اہمیت کا علم نہیں۔ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ اس مسئلے میں معافی کیا ہوتی ہے؟'' اس پر میجر صاحب نے غصّے کی حالت میں میرے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا اور آٹھ ماہ قید بامشقت، ۵۰۰ روپے جرمانے کا حکم دیا۔ جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ میرے نامۂ اعمال میں میری بخشش کے لئے یہی ایک نیکی کافی ہے۔

۵۷...... ملک محمد صدیق صاحب، ننکانہ صاحب کی معروف سیاسی، سماجی اور کاروباری شخصیت ہیں۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہو کر جیل گئے۔ جیل میں نماز پڑھنے اور اذان دینے پر مکمل پابندی تھی۔ اتفاق سے ملک صاحب جس بیرک میں بند تھے۔ وہاں ایک آدمی نے بلند آواز سے اذان دے دی۔ سپرنٹنڈنٹ پوری گارد کے ہمراہ آ گیا۔ بیرک سے تمام مجاہدین ختم نبوت کو نکال کر لائن میں کھڑا کیا اور نہایت غصّے کی حالت میں پوچھا کہ: ''اذان کس نے دی تھی؟'' خوف اور دہشت کی فضا میں کسی سے نہ بول پڑا۔ اذان دینے والا شاید کمزور ایمان کا مالک تھا کہ بول نہ سکا۔ ملک صاحب نے سوچا کہ اگر آج چپ رہا تو نبی کریم ﷺ کی اذان کی حرمت پر حرف آئے گا۔ یہ بات تاریخ کا حصہ بن جائے گی۔ قادیانی اس واقعے سے مجاہدین ختم نبوت کا مذاق اڑائیں گے۔ ملک صاحب لائن سے باہر آئے اور بڑی جرأت سے کہا کہ: ''اذان میں نے دی تھی اور آئندہ بھی کہوں گا۔'' اس جرأت مندانہ جواب کے عوض ملک صاحب کو پندرہ کوڑوں کی سزا سنائی گئی۔ جس کے نتیجے میں حصول اولاد والی نعمت سے محروم ہو گئے۔ شفاعت محمدی والی نعمت سے سرفراز ہو گئے۔

۵۸...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیدوالہ، تحصیل ننکانہ صاحب کے سرپرست رانا غلام محمد صاحب گزشتہ دنوں دل کا دورہ پڑنے سے مختصر علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

رانا غلام محمد صاحب حقیقی معنوں میں مجاہد ختم نبوت تھے۔ وہ اپنی جماعت کے روح رواں اور قادیانیوں کے لئے چلتی پھرتی تلوار تھے۔ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف بیسیوں مقدمات درج کروائے۔ اپنے ہاں بے شمار ختم نبوت کانفرنسیں کروائیں۔ انہوں نے

اس مسئلے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ جب رانا صاحب کو دل کا دورہ پڑا، انہیں فوری طور پر میو ہسپتال لاہور میں داخل کروایا گیا۔ خطرناک حالت کے پیش نظر انہیں شیخ زید ہسپتال لاہور میں منتقل کر دیا۔ رانا صاحب کو آکسیجن اور خون وغیرہ لگا ہوا تھا۔ ڈاکٹروں کے مطابق ان کی حالت شدید خطرے میں تھی۔ ان کا آخری وقت دیکھ کر احباب پریشان ہوگئے۔ رانا صاحب کے کان میں کہا کہ: ’’رانا صاحب! کچھ پڑھیں۔‘‘ رانا صاحب بھی سمجھ گئے کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ اس لئے مجھے پڑھنے کو کہہ رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بلند آواز سے کہنے لگے: ’’ختم نبوت زندہ باد! مرزا قادیانی پر لعنت بے شمار، مرزائیوں پر لعنت صد ہزار، بار بار!‘‘ پھر مخاطب ہو کر کہنے لگے: ’’سیدوالہ کے قادیانیوں سے کہہ دینا کہ میں آ رہا ہوں اور شعائر اسلام کی بے حرمتی کا وہ سبق سکھاؤں گا کہ قیامت تک یاد رکھو گے۔‘‘ ہم سب لوگ رانا صاحب کی اس ایمانی کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

۵۹...... آدھی کوٹ، ضلع خوشاب کے نزدیک امام الدین نامی ایک قادیانی رہتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں وہ دباؤ کے تحت مسلمان ہوگیا۔ بعد میں مرتد ہوگیا۔ لیکن مسلمانوں سے ملتا تو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا تھا۔ اس کے قادیانیوں سے روابط بھی بدستور تھے۔ گزشتہ دنوں وہ مرگیا۔ اس کے خاندان والوں نے جو مسلمان تھے اور اس کے لڑکوں نے جو مسلمان ہیں اپنے تعلقات کی بنا پر تدفین کے لئے ایک صوفی صاحب کو بلایا۔ صوفی صاحب کا کہنا ہے کہ جب اسے قبر میں اتارا گیا تو میں اس کے سر کی جانب تھا۔ میں نے اس کا چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف کر دیا۔ اچانک ایک جھٹکا لگا اور اس کا چہرہ مشرق کی طرف مڑ گیا۔ دوبارہ پھر میں نے اس کا چہرہ بیت اللہ شریف کی طرف کیا۔ گردن کو اسی طرح جھٹکا لگا اور چہرہ پھر مشرق کی طرف مڑ گیا۔ تیسری مرتبہ پھر میں نے وہی عمل کیا اور جھٹکے کے ساتھ تیسری مرتبہ پھر اس کا چہرہ مشرق کی طرف ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ صوفی صاحب نے بتایا کہ اس چشم دید واقعے کے بعد میں سمجھا کہ یہ شخص ظاہری طور پر اسلام کا نام لیتا تھا اور اس نے قادیانیت ترک نہیں کی تھی۔ قادیانیوں کو اس واقعے سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ (رانا خلیل احمد)

۶۰...... ۱۹۸۰ء کی بات ہے، میرے پاس ایک مرزائی غلام حسین نامی آیا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ مرزائیت کی تبلیغ کرتا۔ میں اپنی ہمت کے مطابق اسے جواب دیتا۔ ایک دن اس نے مجھے مرزائی کتب پڑھنے کے لئے دیں۔ میں نے انکار کیا کہ اگر ان کتابوں کا پتا میری بیوی یا دیگر رشتہ داروں کو ہوگیا تو وہ مجھ سے تعلقات ختم کر دیں گے۔ اس مرزائی نے فوراً کہا کہ: ’’میری جواں سال بھتیجی ہے۔ اس سے میں تیرا نکاح کر دوں گا اور اتنی زمین بھی تیرے نام لگوا دوں گا۔ آپ کتابیں پڑھیں!‘‘ میں نے اس دن اس واقعے کا ذکر مولانا محمد نواز صاحب سے کیا۔ انہوں نے مرزائیت کے کفریہ عقائد مجھے سمجھائے اور ان سے بچنے کی تلقین کی۔ اس رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک کالا ناگ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ میں جہاں جاتا ہوں وہ میرے پیچھے ہے۔ میں دوڑ کر جاتا ہوں اور مولانا محمد نواز صاحب سے لپٹ کر کالے سانپ سے بچانے کی درخواست کرتا ہوں۔ اسی افراتفری میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس مرزائی کو خط لکھا کہ آئندہ میرے گھر نہ آیا کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس دن کے بعد سے آج تک اس مرزائی کی میں نے شکل نہیں دیکھی اور یہ کہ اس خواب کے نہ صرف کالے ناگ سے بچ گیا۔ بلکہ ہمارے گاؤں سے بھی مرزائیت کا خاتمہ ہوگیا۔ (عمر الدین ثانی، دلیوالہ، ضلع بھکر)

(ر)

(۶۳۶) رائے محمد کمال، جناب

جناب رائے محمد کمال صاحب نے فروری ۱۹۸۹ء میں ’’قادیانی امت اور پاکستان‘‘ کے نام سے کتاب مرتب فرمائی جو مکتبہ ضیاء القرآن لاہور سے شائع ہوئی۔ محاسبہ قادیانیت کی جلد۴ میں اسے بھی شامل کیا ہے۔‘‘

(۶۳۷) راحت ملک (گجرات، سابق قادیانی)، جناب

جناب راحت ملک جن کا اصل نام ملک عطاء الرحمٰن تھا یہ گجرات کی قادیانی فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ پورا خاندان قادیانی تھا۔ ان کا بھائی ملک عبدالرحمٰن خادم تھا، جو قادیانی عقائد ونظریات کا پشتیبان تھا۔ احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف تھا۔ اللہ رب العزت کی شان قدرت ہر لمحے نرالی ہے۔ پورا خاندان قادیانی۔ ایک بھائی قادیانیت کو دجل وفریب کے گر سکھانے والا تھا۔ دوسرے بھائی کو اللہ رب العزت نے موسیو بشیر یعنی رسوائے عالم مرزامحمود کے بخیئے ادھیڑنے کے لئے کھڑا کر دیا۔

۱...... ’’مرزامحمود ہوش میں آؤ‘‘ یہ مختصر چند صفحاتی پمفلٹ لکھ کر مرزامحمود کو نتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ مرزامحمود کو نتھ ڈالنا اور خنزیر پر سواری کرنے سے کیا کم مشکل امر تھا۔ اس پمفلٹ سے مرزامحمود دولتیاں اور تتلیاں چلانے لگا۔ دنیائے قادیانیت جانتی ہے کہ مرزامحمود کے منہ کھولتے ہی غلاظت کے ڈھیر نکلنے شروع ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ برتن سے وہی نکلے گا جو اس میں ہے۔ مرزامحمود بدزبانی پر اتر آیا تو جناب راحت ملک نے اس اپنے رسالہ ’’مرزامحمود ہوش میں آؤ‘‘ کی شرح لکھنی شروع کر دی۔ جس کا نام:

۲...... ’’ربوہ کا مذہبی آمر‘‘ ہے۔ ان دونوں رسائل میں انہوں نے مرزامحمود کے تن بدن سے اس کے لباس کو تار تار کر دیا ہے۔ لیکن ان کے قلم نے کہیں بھی ایسی روش اختیار نہیں کی کہ جس سے اسے فحاشی کا مرتکب قرار دیا جاسکے۔ دونوں رسائل کا احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں ریکارڈ ہو جانا بہت ٹھیک ہوگیا کہ مرزامحمود ایسے رذیل کی رذالت بوتل میں بند ہوگئی۔ ’’ربوہ کا مذہبی آمر‘‘ کا ستمبر ۱۹۵۸ء میں دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ جب کہ دوسرا پمفلٹ اس سے بھی قبل کا ہے۔ نصف صدی بعد یہ رسائل دوبارہ چھپے ہیں۔

(۶۳۸) راحیل احمد (جرمنی)، جناب شیخ

(ولادت ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵؍مئی ۲۰۰۹ء)

جناب شیخ راحیل احمد چناب نگر کے رہنے والے تھے۔ پھر جرمنی چلے گئے۔ آپ خاندانی قادیانی تھے۔ آپ نے پچاس سال سے زائد کا عرصہ قادیانیت میں گزارا۔ آپ قادیانی جماعت کے مختلف ذمہ دار عہدوں پر بھی براجمان رہے۔ آپ نے قادیانیت کو ترک کیا تو اپنی ویب سائٹ قائم کی۔ اس پر قادیانیوں کے خلاف کئی مضامین تحریر کئے:

۱...... ’’مضامین شیخ راحیل احمد صاحب‘‘

اسی طرح شیخ صاحب کا ایک رسالہ جس کا نام:

۲...... ’’شیخ راحیل احمد (سابق قادیانی) مقیم حال جرمنی کے تین کھلے خط‘‘ قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے نام

جناب شیخ راحیل نے جب اسلام قبول کیا تو چناب نگر بھی تشریف لائے۔ایک دن ملنے کے لئے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر تشریف لائے۔وہ شعبان المعظم کا اوائل تھا۔اس دن مدرسہ میں ردقادیانیت کورس کا آغاز ہورہا تھا۔انہوں نے سینکڑوں علماء،طلباء کو دیکھا تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔محض رضائے الٰہی کے لئے جو فقیر کو ملا وہ شامل اشاعت کردیا۔بہت ہی شکرگزار ہوں اپنے مخدوم وواجب التکریم جناب عزت خان صاحب جو برنلے برطانیہ میں رہتے ہیں اور ردقادیانیت کے کام کے اس خطہ انگلستان میں سرخیل ہیں۔بھرپور معلومات رکھتے ہیں۔فقیر کی استدعا پر آپ نے جناب راحیل صاحب کی ویب سائٹ پر جو مضامین تھے ان کا پرنٹ عنایت کیا۔مجھے خوشی ہے کہ یہ تمام مضامین احتساب قادیانیت کی جلد۴۳ میں شامل ہوگئے۔ان مضامین میں چند مضامین المانیہ کے جناب ابوسہیل صاحب کے بھی تھے وہ بھی سابق قادیانی ہیں۔ان کو بھی فقیر نے ان مضامین میں شامل رہنے دیا۔

(۶۳۹) رب نواز فاروقی (فتح پور لیہ)،مولانا

(وصال:۱۴؍نومبر ۲۰۱۸ء)

مولانا رب نواز فاروقی فتح پوری جامعہ قاسم العلوم ملتان کے فاضل،مولانا مفتی محمود کے ممتاز شاگرد تھے۔۱۹۶۰ء میں فتح پور لیہ میں مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے حفظ قرآن سے مدرسہ کا آغاز کیا۔بنین وبنات میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔آپ نے تحاریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء،۱۹۸۴ء،تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں اپنے علاقہ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

(۶۴۰) رحمت اللہ ارشد (بہاول پور)،علامہ

(وفات:۲۳؍ستمبر ۱۹۸۳ء)

موصوف بہاول پور کے چشم وچراغ تھے۔نامور عالم دین تھے۔حزب الانصار بھیرہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔عرصہ تک پنجاب اسمبلی کے ممبر بھی رہے۔مشہور زمانہ کیس بہاول پور میں عدالت کے ریڈر بھی بیان کئے جاتے ہیں۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں پنجاب اسمبلی میں تحریک کے الاؤ کو روشن رکھا۔تحریک کے سربراہ مولانا سید محمد یوسف بنوری تحریک کے دوران بہاول پور تشریف لائے تو علامہ رحمت اللہ ارشد استقبال کرنے والوں میں شریک تھے اور رات کے جلسہ عام جامع مسجد الصادق بہاول پور میں بھی تشریف لائے۔ہمارے حضرت مولانا محمد شریف جالندھری انہیں آل پاکستان ختم کانفرنس چنیوٹ میں بھی لاتے رہے۔بلا کے پارلیمنٹرین مقرر تھے۔پنجاب اسمبلی میں ایک عرصہ تک قائد حزب اختلاف بھی رہے۔بہت ہی نفیس مزاج تھے اور شاہی ذوق رکھتے تھے۔اب ایسے مرنج مرنجاں انسان کہاں؟ ہائے زمین کھاگئی آسمان کیسے کیسے۔

(۶۴۱) رحمت اللہ پشاوری،مولوی

مولوی رحمت اللہ پشاوری نے کذاب قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:’’عقائد مذکورہ سوال کے معتقد کو شیطان نے بہکا رکھا ہے۔لوگ اس کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں،مگر وہ نہیں آتا۔اس کے فساد اعتقاد کی علت یہ ہے کہ وہ القائے ربانی اور وسوسہ شیطانی میں امتیاز

نہیں کرسکا اور اپنے خطرات ووساوس کو قرآن، حدیث اور اجماع امت پر عرض کرنا چھوڑ بیٹھا ہے۔ اس پر واجب ہے کہ توبہ کرے۔‘‘

(۶۴۲) رحمت اللہ (شہداد پور)، مولانا قاری

(وفات: ۱۹۸۷ء)

مولانا قاری رحمت اللہ لاہور سے دینی علوم کی تکمیل کے بعد شہداد پور تشریف لائے۔ ۱۹۵۱ء میں مکہ مسجد شہداد پور میں دارالعلوم حسینیہ کی بنیاد رکھی۔ بعد میں دارالعلوم حسینیہ نے جامعہ کی شکل اختیار کرلی۔ یہ آپ کے اخلاص کا صدقہ ہے۔ آج بھی جامعہ دارالعلوم حسینیہ اندرون سندھ کے بہت بڑے جامعہ کا اعزاز رکھتا ہے۔ قاری رحمت اللہ اسلامی نظام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ وترویج کے لئے پیش پیش رہے۔ وہ انتہائی زیرک مخلص قومی رہنما تھے۔

(۶۴۳) رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا

(ولادت: جمادی الاوّل ۱۲۳۳ھ/ مارچ ۱۸۱۸ء ...... وفات: ۲۲؍رمضان ۱۳۰۸ھ/ یکم رمئی ۱۸۹۱ء)

مولانا رحمت اللہ کی عربی میں کتاب اظہار الحق جو مسیحی حضرات کے رد میں تحریر کی گئی۔ اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ کی زیرنگرانی ہوا۔ آپ نے اس اردو کتاب کے تیسرے باب ص ۱۷۹ سے ۲۱۸ تک مولانا رحمت اللہ صاحب کے حالات تحریر فرمائے۔ اہمیت کے پیش نظر مکمل ہم نے وہاں سے یہاں لے لئے ہیں۔ جو یہ ہیں۔ (فقیر مرتب)

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ان خدامست مجاہدین میں سے ہیں جن کی زندگی کا ہر سانس دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف تھا۔ انہوں نے ایک ایسے زمانے میں حق کی آواز بلند کی تھی جب حق کے پرستاروں کے لئے جگہ جگہ دار کے تختے لٹکے ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام ایسے حضرات کے تذکروں سے مالا مال ہے جنہوں نے علمی طور پر حق کو پھیلانے اور پہنچانے کی مؤثر خدمتیں انجام دیں اور اپنی زبان اور قلم سے دین اسلام کا دفاع کیا۔ دوسری طرف ایسے جانبازوں کی بھی کمی نہیں ہے جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی اور اس کی آبیاری کے لئے اپنا خون پیش کیا۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بلاشبہ کم ہے جنہوں نے قلم اور تلوار دونوں میدانوں میں اپنے جوہر دکھلائے ہوں۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی انہی مقدس ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی نظیریں ہر زمانے کی تاریخ میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں۔ انہوں نے اگر ایک طرف عیسائیت کے تابڑتوڑ حملوں کا دفاع کرنے کے لئے اپنی زبان اور قلم کی تمام توانائیاں وقف کر دیں تو دوسری طرف وہ ہندوستان کو مغربی اقتدار سے آزاد کرانے کے لئے تلوار لے کر بھی نکلے اور دونوں میدانوں میں جہد وعمل کی وہ ولولہ انگیز داستانیں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ اقبال نے انہی جیسے سرفروشوں کے لئے کہا تھا ؎

قلندراں کہ براہ تو سخت می کوشند زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بہ جلوت اندو کمندے بہ مہرومہ پیچند بہ خلوت اندوزمان و مکاں درآغوشند

بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر بروز رزم خود آگاه و تن فراموشند

مولانا کے آباء واجداد

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانہ کے مشہور ومعروف عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے جدامجد شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی، سلطان محمود غزنوی کی فوج میں شرعی حاکم تھے۔ یہ عہدہ قاضی عسکر کے نام سے سلطنت ترکیہ کے زمانے میں بھی ہمیشہ رہا ہے اور آخری خلیفہ سلطان محمد ارشاد خان خامس مرحوم کے زمانے تک اس عہدے پر ممتاز علماء مقرر کئے جاتے تھے جو فوج کے تمام شرعی معاملات اور مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ قاضی عسکر کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور جب سلطان نے سومنات پر حملہ کیا تو یہ فوج کے ساتھ جہاد میں شریک تھے اور پانی پت کی فتح کے بعد یہیں قیام اختیار کرلیا۔ پانی پت کے قلعے کے نیچے آپ کا مزار ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی کی اولاد میں ایک بزرگ حکیم عبدالکریم کے نام سے گزرے ہیں جو مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کے آٹھویں جدامجد ہیں۔ یہ دربار اکبری کے مشہور طبیب اور حکیم بینا کے نام سے معروف تھے۔ ایک مرتبہ شاہ اکبر لاہور کے قریب چاندنی رات میں ہرنوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اتفاقاً ایک ہرن نے جھپٹ کر اکبر کی رانوں کے بیچ میں سینگ مار کر اسے زخمی کردیا۔ علاج کیا گیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا تو ابوالفضل کے مشورے سے ’’حکیم بینا‘‘ کو پانی پت سے بلایا گیا۔ ایک ماہ سات روز کے بعد صحت ہوگئی۔ اس پر شہنشاہ اکبر نے حکیم بینا صاحب کو شیخ الزمان کا شاہی خطاب عطاء کیا۔ حکیم بینا کے صاحبزادے حکیم محمد احسن مرحوم بھی اپنے والد کے ساتھ بادشاہ کے علاج میں ہمہ تن مصروف رہے تھے۔ اس لئے انہیں ۱۹۱۵ء میں قصبہ کیرانہ جاگیر کے طور پر عطاء کیا گیا تھا۔ شہزادہ سلیم نے انہیں نواب مقرر خان کا لقب دیا۔ بعد میں جہانگیر نے انہیں صوبہ دکن اور گجرات کا اور شاہجہان نے صوبہ بہار کا گورنر معین کیا تھا۔

حکیم محمد احسن کے دوسرے بھائی حکیم عبدالرحیم صاحب (جن کی ساتویں پشت میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی آتے ہیں) بھی اپنے بھائی کی طرح صاحب منصب وجاہ تھے اور جہانگیر کے عہد میں دربار کے خاص طبیب رہے ہیں۔

جب حکیم محمد احسن صاحب کو کیرانہ بطور جاگیر عطاء ہوا تو عثمانی خاندان کا بڑا حصہ پانی پت سے منتقل ہوکر کیرانہ میں آباد ہوگیا تھا۔ حکیم محمد احسن اور حکیم عبدالرحیم دونوں نے قصبہ سے باہر اپنے محلات، کچہریاں اور ریاستی مکانات بنائے تھے۔ ایک سو چالیس بیگہ زمین میں انہوں نے آموں کا ایک باغ لگایا تھا، جسے دیکھنے کے لئے شاہ جہانگیر خود کیرانہ آیا تھا۔ اس نے اپنے اس سفر کا ذکر تزک جہانگیری میں کیا ہے اور باغ کی تعریف کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں نولاکھ درخت تھے۔ اس لئے آج بھی اس باغ کی زمین ’’نولکھا باغ‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔

ابتدائی حالات

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب اسی خاندان کے چشم وچراغ تھے اور اپنے آباؤاجداد کے انہی مکانات میں جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا نے ۱۲سال کی عمر تک قرآن کریم بھی ختم کرلیا اور اس کے ساتھ فارسی اور ابتدائی دینیات کی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھ لیں۔ اس کے بعد علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت مولانا محمد حیات

نے ایک مدرسہ قائم کیا ہوا تھا۔ ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں آپ کے والد مولوی خلیل اللہ صاحب دہلی میں مہاراجہ ہندوراؤ بہادر کے میر منشی مقرر ہوئے اور دھیرج پہاڑی کے قریب قیام اختیار کیا۔ اس وقت مولانا مدرسہ سے اپنے والد کے پاس آ گئے۔ دن میں تعلیم حاصل کرتے اور رات کو والد ماجد کے پاس رہتے اور راجہ کو اکبر نامہ سناتے تھے۔ کچھ عرصہ تک اپنے والد کا ہاتھ بٹانے کے لئے آپ نے میر منشی کا کام بھی کیا ہے۔ لیکن بالآخر اس کام سے حضرت مولانا نے علیحدگی اختیار کر لی اور لکھنؤ کی علمی شہرت سن کر وہاں تشریف لے گئے اور حضرت مولانا مفتی سعد اللہ صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان سے مسلم الثبوت اور میر زاہد کا درس لیا۔

اگر چہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کے ابتدائی اساتذہ مولانا محمد حیات اور مولانا مفتی سعد اللہ تھے، مگر مندرجہ ذیل حضرات سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

۱...... مولانا احمد علی بڑولی ضلع مظفرنگر، جو آخر میں ریاست پٹیالہ کے وزیر ہو گئے تھے۔

۲...... عارف باللہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن چشتی، یہ استاذ شاہ وقت تھے۔ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بستی نظام الدین اولیاء میں ان کا مزار ہے۔

۳...... مولانا امام بخش صہبائی، ان سے فارسی پڑھی۔

۴...... حکیم فیض محمد ان سے علم طب کی تکمیل کی۔

۵...... مصنف لوکارثم سے ریاضی پڑھی۔

تدریس

ہندوستان میں حضرت مولانا کیرانوی کو تدریس کا بہت کم موقع ملا۔ ملک میں عیسائیت کا فتنہ اپنے شباب پر تھا۔ اس کی روک تھام کی فکر نے مولانا کو اتنی مہلت نہ دی کہ آپ اطمینان کے ساتھ تدریس کا فیض جاری رکھتے۔ طالب علمی سے فراغت کے بعد اور ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء سے قبل مولانا نے قصبہ کیرانہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ کے سینکڑوں تلامذہ میں سے حضرت مولانا محمد سلیم مدظلہم مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے مندرجہ ذیل نام بطور خاص ذکر فرمائے ہیں:

۱...... مولانا عبدالسمیع رامپوری (مصنف حمد باری)

۲...... مولانا احمد الدین صاحب چکوالی

۳...... مولانا نور احمد امرتسری

۴...... مولانا شاہ ابوالخیر

۵...... مولانا شاہ شرف الحق صدیقی (مشہور مناظر عیسائیت ومصنف دافع البیان واستیصال دین عیسوی)

۶...... مولانا قاری شہاب الدین عثمانی کیرانوی

۷...... مولانا حافظ الدین دجانوی

۸...... مولانا امام علی عثمانی کیرانوی

۹...... مولانا عبدالوہاب بانی مدرسہ الباقیات الصالحات مدراس

۱۰...... مولانا بدرالاسلام عثمانی کیرانوی، مہتمم حمیدیہ کتب خانہ شاہی قسطنطنیہ

پھر جب مولانا ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ کا حلقہ درس سینکڑوں طلباء اور علماء وقت پر مشتمل ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بعض خاص تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱...... شریف حسین بن علی سابق امیر حجاز و بانی حکومت ہاشمیہ

۲...... شیخ احمد النجار سابق قاضی طائف

۳...... شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی

۴...... شیخ محمد حسین الخیاط بانی مدرسہ خیریہ مکہ مکرمہ

۵...... شیخ احمد ابوالخیر مفتی الاحناف مکہ مکرمہ

۶...... شیخ اسعد الدہان، قاضی مکہ و مدرس مسجد حرام

۷...... شیخ عبدالرحمٰن سراج شیخ الائمہ و مفتی الاحناف بمکۃ المکرّمۃ

۸...... شیخ محمد حامد الجدادی، قاضی جدہ

۹...... شیخ محمد عابد المالکی، مفتی المالکیۃ بمکۃ المکرّمۃ والمدرس بالحرم الشریف

۱۰...... شیخ عبداللہ دحلان، من مشاہیر علماء الحرم

گھریلو حالات

۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء میں مولانا کی شادی اپنی خالہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ شادی کے اگلے سال پھر مہاراجہ ہندوراؤ نے آپ کو اور آپ کے والد ماجد کو اپنے پاس دہلی باڑہ ہندوراؤ میں بلالیا اور حضرت مولانا کو اپنا میر منشی مقرر کیا اور آپ کے والد کو جائیداد کی نگرانی اور دیکھ بھال کا کام سپرد کیا۔ اسی دوران ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء میں مولانا کا ایک سالہ لڑکا فوت ہوگیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ دق کے عارضے میں مبتلا ہوکر انتقال فرماگئیں۔ اعزہ نے دوسری شادی کے لئے اصرار کیا۔ مگر کافی عرصے تک آپ نے دوسری شادی نہ کی۔ ابھی اس غم کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی جگہ پر اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد جلیل صاحب کو ملازم رکھ کر راجہ کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی اور کیرانہ پہنچ کر درس و تدریس کے ساتھ تردید عیسائیت کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔

ردعیسائیت کی خدمات

شاہ عبدالغنی ساکن خانقاہ غلام علی شاہ کی فرمائش پر مولانا نے عیسائیت پر اپنی پہلی تصنیف ’’ازالۃ الاوہام‘‘ فارسی زبان میں لکھنی شروع کی۔ حضرت مولانا محمد سلیم مدظلہم مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں: ’’ازالۃ الاوہام زیر ترتیب تھی کہ حضرت مولانا مرحوم سخت علیل ہوئے۔ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔ اشارہ سے نماز ادا ہوتی تھی۔ اقرباء و اعزاء تلامذہ اور تیماردار

بڑھتی ہوئی کمزوری اور شدت مرض سے پریشان تھے۔ایک روز نماز فجر کے بعد آپ رونے لگے۔ تیماردار سمجھے کہ زندگی سے مایوسی ہے۔اعزاء نے تسلی وتشفی کرنی چاہی۔آپ نے فرمایا:’’بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں۔لیکن ان شاءاللہ صحت ہوگی۔رونے کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔حضرت صدیق اکبرؓ بھی ساتھ ہیں۔حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں۔اے جوان! تیرے لئے رسول اللہ ﷺ کی یہ خوشخبری ہے کہ اگر تالیف ازالۃ الاوہام مرض کی وجہ ہے تو وہی باعث شفاء ہوگی۔‘‘ حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اس خوشخبری کے بعد مجھے کوئی رنج وملال نہیں۔ بلکہ مسرور اور خوش ہوں اور فرط مسرت سے یہ آنسو نکل آئے۔‘‘ (ایک مجاہد معمار ص۱۹،۲۰)

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عیسائی مشنریوں نے ہندوستان میں اپنی اسلام دشمن سرگرمیاں تیز کر رکھی تھیں۔ پادری فانڈر (**REV.C.C.P. Fonder**) عیسائیوں کا سرگروہ تھا۔وہ جگہ جگہ اسلام کے خلاف دلخراش تقریریں کررہا تھا اور اس نے ’’میزان الحق‘‘ نامی اپنی کتاب میں جوشبہات وتلبیسات پیدا کئے تھے ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا ہورہا تھا۔پادری علماء کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھارہے تھے۔

حضرت مولانا کیرانوی نے محسوس فرمایا کہ اس سیلاب کا مؤثر مقابلہ اس وقت تک نہ ہوسکے گا۔جب تک کہ پادری فانڈر کے ساتھ کسی مجمع عام میں ایک فیصلہ کن مناظرہ کر کے عیسائیت کی کمر نہ توڑ دی جائے تاکہ عوام کے دلوں میں عیسائیت کا جوخوف مسلط ہونے لگا ہے وہ بالکل دور ہوجائے اور وہ پہچان لیں کہ دلیل وحجت کے میدان میں عیسائیت کے اندر کتنی سکت ہے؟

فانڈر سے مناظرہ

چنانچہ مولانا اپنے دوست مولوی محمد امیر اللہ صاحب میر مختار راجہ صاحب بنارس کی معرفت پادری فانڈر سے ملنے تشریف لے گئے۔تاکہ مناظرہ کے لئے گفتگو کریں۔ پادری مکان پر نہ ملے۔ چنانچہ ۲۳؍مارچ ۱۸۵۴ء سے حضرت مولانا نے پادری فانڈر سے خط وکتابت شروع کی۔ فانڈر شروع میں پہلوتہی کرتا رہا۔ بالآخر ۷؍اپریل ۱۸۵۴ء کے آخری خط میں مناظرہ طے پاگیا۔(یہ پوری خط وکتابت مناظرے کی مطبوعہ روداد میں موجود ہے۔اس کا عربی ترجمہ ’’البحث الشریف‘‘ کے نام سے شیخ رفاعی خولی نے کیا ہے جو اظہار الحق مطبوعہ مطبع علمیہ استنبول ۱۳۱۵ھ کے حاشیہ پر چھپا ہے) طرفین کے اتفاق سے ابتدائی مراحل کی تکمیل کے بعد پیر کے دن ۱۱؍رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۰؍اپریل ۱۸۵۴ء کو علی الصباح کٹرہ عبدالمسیح اکبرآباد آگرہ میں مناظرہ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔حضرت مولانا کے ساتھ جناب ڈاکٹر محمد وزیرخاں صاحب مرحوم معاون تھے اور فانڈر کے ساتھ پادری فرنچ ،مناظرہ کی مجلس میں پہلے دن حاکم صدر دیوانی مسٹر اسمتھ صدر صوبہ بورڈ مسٹر کرسچن سیکنڈ، مجسٹریٹ علاقہ فوج مسٹر ولیم، ترجمان حکومت مسٹر لیڈلی، پادری ولیم گلبن، مفتی ریاض الدین صاحب، منشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ تقریباً چھ سو مسلمان، عیسائی، ہندو اور سکھ موجود تھے۔مناظرے کے لئے پانچ مسائل طے ہوئے تھے۔تحریف بائبل، وقوع نسخ، تثلیث، رسالت محمد ﷺ اور حقانیت قرآن اور شرط یہ طے پائی تھی کہ اگر مولانا رحمت اللہ کیرانوی غالب آئے تو فانڈر مسلمان ہوجائے گا اور اگر فانڈر غالب آئے تو مولانا عیسائی ہوجائیں گے۔

مناظرے کا پہلا دن

پہلے تین مسائل میں طے یہ ہوا تھا کہ مولانا اعتراضات کریں گے اور فانڈر جواب دے گا اور آخری دو مسئلوں میں برعکس صورت ہوگی۔ (البحث الشریف فی مسئلة النسخ والتحریف علی حامش اظہار الحق ج۱ص۴۶) سب سے پہلے نسخ کے مسئلے پر بحث شروع ہوئی۔ مولانا نے پہلے نسخ کی حقیقت واضح فرمائی اور بتایا کہ مسلمانوں کے نزدیک اس کا کیا مطلب؟ اس کے بعد مسلمانوں کا دعویٰ معین کیا کہ انجیل کے بعض احکام منسوخ ہیں اور بعض منسوخ نہیں۔ فانڈر نے دونوں کی مثالیں پوچھیں تو آپ نے بتایا کہ مثلاً انجیل میں طلاق کی ممانعت کا جو حکم ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ مگر (انجیل مرقس باب:۱۲) میں جو توحید کا حکم دیا گیا ہے وہ منسوخ نہیں ہوا۔ اس پر فانڈر نے کہا کہ انجیل کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ (انجیل لوقا باب:۲۱، آیت:۳۳) میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ: ''زمین و آسمان ٹل جائیں گے، مگر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔''

مولانا نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد اپنی تمام باتوں کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ خاص ان باتوں کے لئے تھا جو اکیسویں باب میں مذکور ہیں۔

فانڈر نے کہا: ''لیکن الفاظ تو عام ہیں۔''

اس پر مولانا نے ڈی آئلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر انجیل کا حوالہ دیا۔ جس میں خود عیسائی علماء نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس قول میں میری باتوں سے مراد وہ باتیں ہیں جو اوپر ذکر ہوئیں۔

تھوڑی سی گفت وشنید کے بعد فانڈر مولانا کے اس اعتراض کا جواب نہ دے سکا اور اس نے پطرس کے پہلے خطبہ کے باب اوّل آیت:۲۳ کی یہ عبارت پیش کی۔ ''کیونکہ تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے سے جو زندہ اور قائم ہے۔''

فانڈر نے کہا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کلام ہمیشہ قائم رہے گا اور منسوخ نہ ہوگا۔ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ بعینہٖ اسی قسم کا جملہ تورات کی کتاب یسعیاہ میں بھی مذکور ہے کہ: ''گھاس مرجھاتی ہے، پھول کملاتا ہے۔ پر ہمارے خدا کا کلام اب تک قائم ہے۔'' (یسعیاہ باب:۴۰، آیت:۸)

لہٰذا اگر ''کلام کے زندہ اور قائم'' ہونے سے اس کا کبھی منسوخ نہ ہونا لازم آتا ہے تو آپ کو تورات کے بارے میں بھی یہ کہنا چاہئے کہ وہ منسوخ نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ اس کے سینکڑوں احکام کو آپ خود منسوخ کہتے ہیں۔

فانڈر نے لاجواب ہوکر کہا کہ میں اس وقت صرف انجیل کے نسخ سے بحث کر رہا ہوں۔ اس پر ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے کہا کہ حواریوں نے اپنے زمانے میں بتوں کی قربانی، خون، گلا گھونٹے ہوئے جانور اور حرامکاری کے سوا تمام چیزوں کو حلال کر دیا تھا۔

(حواریوں کا یہ فتویٰ اعمال باب:۱۵، آیت:۲۹ میں مذکور ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے انجیل کے دوسرے احکام بھی منسوخ قرار دیئے تھے۔ اس کے علاوہ اب آپ کے نزدیک ان چیزوں میں سے بھی صرف حرام کاری ناجائز رہ گئی ہے۔

فانڈر نے کہا کہ اصل میں ان اشیاء کی حرمت میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے اور ہم بتوں کی قربانی کو اب بھی حرام کہتے ہیں۔اس پر مولانا نے فرمایا کہ آپ کے مقدس پولس نے رومیوں کے نام خط کے باب۱۴، آیت:۱۴ میں لکھا ہے کہ: ’’مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز بذات حرام نہیں لیکن جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لئے حرام ہے۔‘‘

اور طبلس کے نام خط کے باب اوّل آیت:۱۵ میں بھی اس قسم کی عبارت ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں حلال ہیں۔پھر آپ انہیں حرام کیوں کہتے ہیں؟

فانڈر نے زچ ہوکر کہا کہ انہی آیات کی بناء پر ہمارے بعض علماء نے ان چیزوں کو حلال کہا ہے۔

اس کے بعد مولانا اور ڈاکٹر وزیر خاں مرحوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام سے نسخ کی کچھ اور مثالیں پیش کیں۔آخر میں فانڈر نے یہ تسلیم کرلیا کہ انجیل کے احکام کا منسوخ ہونا ممکن ہے۔البتہ نسخ کے وقوع کو تسلیم نہ کیا۔مولانا نے فرمایا کہ فی الحال ہم آپ سے یہی چاہتے تھے کہ آپ نسخ کے امکان کو تسلیم کرلیں۔رہا اس کا وقوع سو اس کا اثبات ان شاء اللہ! اس وقت ہو جائے گا۔جب آنحضرت ﷺ کی رسالت کی بحث آئے گی۔

فانڈر نے کہا: ٹھیک ہے! آپ دوسرے مسئلہ یعنی تحریف کو لے لیجئے۔

تحریف کی بحث شروع ہوئی تو سب سے پہلے مولانا نے فانڈر سے پوچھا کہ آپ پہلے یہ بتائیے کہ میں کون سی قسم کی تحریف کے شواہد پیش کروں کہ آپ اسے تسلیم کرسکیں؟

فانڈر نے اس کا کوئی واضح جواب نہ دیا تو مولانا نے پوچھا: ’’یہ بتائیے کہ بائبل کی کتابوں کے بارے میں آپ کا کیا اعتقاد ہے؟ کیا کتاب پیدائش سے لے کر کتاب مکاشفہ تک ان کا ہر فقرہ اور ہر لفظ الہامی اور اللہ کا کلام ہے؟‘‘

فانڈر نے کہا: نہیں۔ہم ہر لفظ کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔کیونکہ ہمیں بعض مقامات پر کاتب کی غلطی کا اعتراف ہے۔

مولانا نے فرمایا: ’’میں اس وقت کاتب کی غلطیوں سے صرف نظر کر کے ان کے علاوہ دوسرے جملوں اور الفاظ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔‘‘

فانڈر نے کہا: ’’میں ایک ایک لفظ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔‘‘

اس پر مولانا نے کہا کہ: ’’مورخ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے اٹھارھویں باب میں لکھا ہے کہ جسٹن شہید نے طریفون یہودی کے مقابلے میں بعض بشارتوں کی عبارتیں نقل کر کے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہودیوں نے بائبل کے عہد نامہ قدیم سے یہ بشارتیں ساقط کردی تھیں۔‘‘

یہ کہہ کر مولانا نے واٹسن ج۳ ص۳۲ اور تفسیر ہورن ج۴ ص۶۲ کے حوالے بھی دکھائے کہ اس میں بھی جسٹن کا یہ دعویٰ مذکور ہے اور آئرینوس، کریب، سلپر جیس، وائی ٹیکر اور کلارک نے بھی جسٹن کی تصدیق کی ہے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا: اب بتائیے کہ جسٹن نے جو یہ بشارتیں ذکر کی تھیں اور ان کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کر کے یہودیوں پر انہیں مٹانے کا الزام لگایا تھا اس معاملے میں وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ اگر سچا تھا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوگیا کہ یہودیوں نے تحریف کی ہے اور اگر جھوٹا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جسٹن جو آپ کا اتنا بڑا عالم ہے اپنی طرف سے چند جملے گھڑ کر انہیں خدا کا کلام ثابت کر رہا تھا۔

اس پر فانڈر نے کہا کہ: ’’جسٹن ایک انسان تھا۔ اس سے بھول ہوگئی۔‘‘

مولانا نے فرمایا: ’’ہنری واسکاٹ کی تفسیر کی جلد اوّل میں تصریح ہے کہ آگسٹائن بھی یہودیوں کو یہ الزام دیا کرتا تھا کہ انہوں نے اکابر کی عمروں میں تحریف کی اور اس طرح عبرانی نسخے کو بگاڑ دیا۔ اس کے علاوہ تمام متقدمین اس معاملے میں آگسٹائن کے ہم نوا تھے اور مانتے تھے کہ یہ تحریف ۱۰۳ء میں واقع ہوئی تھی۔‘‘

فانڈر نے جواب دیا: ’’ہنری اور واسکاٹ کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ دونوں مفسر تھے اور ان کے علاوہ سینکڑوں نے تفسیریں لکھی ہیں۔‘‘

مولانا نے فرمایا: ’’مگر یہ دونوں اپنی رائے نہیں لکھ رہے۔ بلکہ جمہور علماء متقدمین کا مذہب بیان کر رہے ہیں۔‘‘

فانڈر نے کہا: ’’یسوع مسیح نے (انجیل یوحنا باب:۵، آیت ۴۶، لوقا باب:۲۴، آیت:۲۷، باب:۱۶، آیت:۳۱) میں عہد نامہ قدیم کی حقانیت کی شہادت دی ہے اور یسوع مسیح سے بڑھ کر کسی کی شہادت نہیں ہوسکتی۔‘‘

ڈاکٹر وزیر خان نے کہا: ’’تعجب ہے کہ آپ اسی کتاب سے استدلال کر رہے ہیں۔ جس کی اصلیت میں سارا جھگڑا ہے۔ جب تک بائبل کی اصلیت ثابت نہ ہو جائے۔ آپ اس کی کسی عبارت سے اسی کی اصلیت پر کیسے استدلال کر سکتے ہیں؟ اور اگر فرض کیجئے اس وقت ہم اس پہلو سے قطع نظر بھی کر لیں تو انا جیل کی جو عبارتیں آپ نے پیش کی ہیں ان کے بارے میں محقق پیلی اپنی کتاب مطبوعہ لندن ۱۸۵۰ء کی قسم سوم اور باب سوم میں اقرار کرتا ہے کہ ان عبارتوں سے اس سے زائد کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ عہد قدیم کی یہ کتب یسوع مسیح کے وقت موجود تھیں۔ لہٰذا ان سے کتب عہد قدیم کی حرف بحرف اصلیت ثابت نہیں ہوتی۔‘‘

فانڈر نے کہا: ’’اس معاملے میں ہم پیلی کی بات نہیں مانتے۔‘‘

مولانا نے فرمایا: ’’اگر آپ پیلی کی بات نہیں مانتے تو ہم آپ کی بات نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک پیلی کا کہنا درست ہے۔‘‘

تھوڑی سی بحث وتمحیص کے بعد فانڈر نے کہا: ’’میں نے تورات کی اصلیت کے لئے انجیل سے استدلال کیا ہے۔ اگر آپ انجیل کو درست نہیں سمجھتے تو انجیل کی تحریف ثابت کیجئے۔‘‘

ڈاکٹر وزیر خان نے کہا: ’’اگرچہ آپ کی یہ بات اصول کے خلاف ہے کہ آپ انجیل سے استدلال کریں۔ تاہم اگر آپ انجیل کی تحریف کے دلائل سننا چاہتے ہیں تو سنئے۔‘‘

یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب نے انجیل اٹھائی اور انجیل متی باب:۱، آیت:۱۷ پڑھنی شروع کی۔ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامے کے سلسلے میں کئی فحش غلطیاں ہیں۔

فانڈر نے یہ سن کر کہا: ’’غلطی اور چیز ہے اور تحریف دوسری چیز۔‘‘

ڈاکٹر صاحب نے کہا: ’’اگر انجیل پوری الہامی ہے تو اس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہ ہونی چاہئے۔ لہٰذا اگر اس میں کوئی غلطی پائی جاتی ہے تو لازماً وہ تحریف کا نتیجہ ہوگی۔‘‘

فانڈر نے کہا: ’’تحریف صرف اس وقت ثابت ہوسکتی ہے کہ آپ کوئی ایسی عبارت دکھلائیں کہ جو پرانے نسخوں میں نہ ہو اور موجودہ نسخوں میں موجود ہو۔‘‘

اس پر ڈاکٹر صاحب نے یوحنا کے پہلے خط باب:۵، آیت:۷،۸ کا حوالہ دیا۔ (ان آیات کی عبارت عربی ترجمہ مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۵۶ء وکیتھولک بائبل ناکس ورژن انگریزی مطبوعہ میک ملن لندن ۱۹۶۳ء وکنگس جیمس ورژن مطبوعہ بائبل سوسائٹی نیویارک ۱۹۵۸ء میں اس طرح ہے: ''آسمان میں گواہ تین ہیں۔ باپ، کلمہ اور روح القدس اور یہ تین ایک ہیں اور زمین کے گواہ تین ہیں۔ روح، پانی اور خون اور تینوں متفق ہیں۔''

اس میں خط کشیدہ عبارت تمام علماء پروٹسٹنٹ کے نزدیک الحاقی ہے۔ یعنی کسی نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔ کریسباخ اور شولز اس کے محرف ہونے پر متفق ہیں اور ہورن نے اسے کاٹ ڈالنے کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ بائبل مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۵۹ء اور جدید انگریزی ترجمہ مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۱ء میں یہ جملہ ساقط کر دیا گیا ہے۔ محمد تقی!

فانڈر نے کہا: ''ہاں! اس جگہ تحریف ہوئی ہے اور اسی طرح دوسرے ایک دو مقامات پر بھی۔''

دیوانی عدالت کا صدر جج اسمتھ جو پادری فرنچ کے برابر میں بیٹھا تھا جب اس نے یہ سنا تو اس نے پادری فرنچ سے انگریزی میں پوچھا: ''یہ کیا بات ہے؟''

فرنچ نے جواب دیا: ''ان لوگوں نے ہورن وغیرہ کی کتابوں سے چھ سات مقامات نکالے ہیں جن میں تحریف کا اقرار موجود ہے۔''

اس کے بعد فرنچ نے ڈاکٹر وزیر خان صاحب سے کہا: ''پادری فانڈر بھی اعتراف کرتے ہیں کہ سات آٹھ مقامات پر تحریف ہوئی ہے۔''

اس پر بعض مسلمانوں نے ''مطلع الاخبار'' کے مہتمم سے کہا کہ آپ کل کے اخبار میں پادری صاحب کا یہ اعتراف شائع کر دیں تو فانڈر بولا: ''ہاں! شائع کر دیں۔ مگر اس قسم کی معمولی تحریفات سے بائبل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ خود مسلمان انصاف کے ساتھ اس کا فیصلہ کر لیں۔''

یہ کہہ کر وہ مفتی ریاض الدین صاحب کی طرف دیکھنے لگا تو مفتی صاحب نے فرمایا: ''اگر کسی وثیقے میں ایک جگہ جعل ثابت ہو جائے تو وہ قابل اعتماد نہیں رہتا اور آپ تو سات آٹھ جگہ تحریف کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اس بات کو جج صاحبان اچھی طرح سمجھیں گے۔''

یہ کہہ کر مفتی صاحب نے سول جج اسمتھ کی طرف دیکھا۔ مگر اسمتھ خاموش رہا تو مفتی صاحب نے فرمایا: ''دیکھئے! مسلمانوں کا دعویٰ یہی ہے کہ بائبل کو یقینی طور پر اللہ کا کلام نہیں کہا جا سکتا اور آپ کے اعتراف سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔''

اس پر فانڈر نے کہا: ''اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ زائد ہو چکا ہے۔ باقی بحث کل ہوگی۔''

مولانا رحمت اللہ صاحب نے فرمایا: ''آپ نے آٹھ جگہ تحریف کا اعتراف کیا ہے۔ ہم کل ان شاء اللہ پچاس ساٹھ مقامات پر تحریف ثابت کریں گے۔ لیکن تین باتوں کا خیال رکھئے۔ ایک تو یہ کہ ہم آپ سے بائبل کے بعض صحیفوں کی سند متصل کا مطالبہ کریں گے۔ وہ آپ کو بیان کرنی ہوگی۔ دوسرے ہم جن پچاس ساٹھ مقامات پر تحریف ثابت کریں گے آپ کے ذمے لازم ہوگا کہ یا ان کی تحریف کو تسلیم کریں یا اس میں کوئی تاویل کریں۔ تیسرے جب تک ان مقامات کی تحریف کی بحث ختم نہ ہو جائے۔ آپ بائبل کی کسی عبارت سے استدلال نہیں کریں گے۔''

فانڈر نے کہا: ''ہمیں یہ شرطیں منظور ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ یہ بھی بتلائیں کہ آپ کے نبی کے زمانے میں انجیل کون سی تھی؟''

مولانا نے فرمایا: ''یہ شرط منظور ہے۔ ہم ان شاء اللہ! کل یہ بتادیں گے۔''

ڈاکٹر وزیر خان بولے: ''اگر آپ فرمائیں تو یہ بات مولانا ابھی بتادیں؟''

فانڈر نے کہا: ''نہیں! اب دیر ہوگئی ہے کل ہی سنیں گے۔'' اس پر پہلے دن کی نشست برخاست ہوگئی۔

مناظرے کا دوسرا دن

پہلے دن کے مناظرے کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اس لئے دوسرے دن حاضرین کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ انگریز حکام، عیسائی، ہندو، سکھ اور مسلمان عوام بھی کافی تعداد میں آئے تھے۔

اس دن کی بحث میں سب سے پہلے فانڈر نے ایک طویل تقریر میں قرآن کریم کی بعض آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے تک انجیل اپنی اصلی شکل میں محفوظ تھی اور قرآن نے اسی پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ لیکن مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خان مرحوم نے نہایت معقول اور مدلل جواب دے کر ان کے تمام دلائل پر پانی پھیر دیا اور اس کے بعد پہلے دن کی طرح بائبل کے بہت سے مقامات پر تحریف ثابت کی۔ بالآخر فانڈر اور فرنچ نے کہا کہ یہ تمام غلطیاں کاتب کا سہو ہیں اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان غلطیوں سے متن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حاضرین نے پوچھا: ''متن سے آپ کا کیا مطلب ہے؟''

فانڈر نے کہا: ''وہ عبارتیں جن میں تثلیث، الوہیت مسیح، کفارہ اور شفاعت کا بیان ہے۔''

مولانا نے فرمایا: یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جب اتنے سارے مقامات پر آپ تحریف کا اعتراف کر چکے ہیں تو اب اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ (بقول آپ کے) متن ان تحریفات سے محفوظ رہا ہے۔

فانڈر نے کہا: ''اس لئے کہ خاص ان عبارتوں کے محرف ہونے پر کوئی دلیل ہونی چاہئے اور وہ صرف اس وقت ثابت ہوسکتا ہے کہ آپ کوئی قدیم نسخہ دکھلائیں جس میں تثلیث وغیرہ کا عقیدہ مذکور نہ ہو۔''

مولانا نے فرمایا: ''آپ نے جن تحریفات کا اعتراف کیا ہے ان سے یہ پوری کتاب مشکوک ہوچکی ہے۔ اب اگر کسی عبارت کے بارے میں آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ یقیناً اللہ کا کلام ہے تو اسے اللہ کا کلام ثابت کرنے کی دلیل آپ کے ذمہ ہے۔''

فرنچ نے کہا: آپ نے بائبل کے جن مفسرین کے حوالہ سے تحریف ثابت کی ہے۔ وہی مفسرین یہ کہتے ہیں کہ تثلیث وغیرہ کے عقائد تحریف سے محفوظ رہے ہیں۔

مولانا نے فانڈر سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''آپ نے ابھی تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی کے حوالے دیئے تھے نا؟''

فانڈر نے کہا: ''جی ہاں!''

مولانا نے فرمایا: ''انہی مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے منکر کافر ہیں۔ کیا ان کی یہ باتیں بھی آپ مانتے ہیں؟''

فانڈر نے کہا: ''نہیں۔''

مولانا نے فرمایا: ''اسی طرح ہم آپ کے علماء کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ بائبل میں اتنی ساری تحریفات کے باوجود عقیدۂ تثلیث وغیرہ تحریف سے یقینی طور پر محفوظ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے آپ کے علماء کے اقوال الزامی طور سے نقل کئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم ان کی ہر بات تسلیم کرتے ہیں۔'' (یعنی ہمارا ان کے اعتراضات سے استدلال کرنا اس لئے درست ہے کہ اگر حقیقت میں بائبل کے ان مقامات پر تحریف نہ ہوئی ہوتی تو یہ عیسائی مفسر ہرگز تحریف کا اعتراف نہ کرتے۔ ان کا اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں تحریف ناقابل انکار طریقے پر ثابت ہوگئی ہے)

فانڈر نے کہا: ''بہرحال! عقیدۂ تثلیث وغیرہ میں تحریف نہیں ہوئی اور اس میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اس لئے جب تک آپ اس بات کو نہیں مانیں گے میں آگے بحث نہیں کروں گا۔ کیونکہ تثلیث کے عقیدے میں ہم بائبل ہی سے استدلال کرتے ہیں۔''

حاضرین میں سے مولانا فیض احمد نے کہا: ''یہ عجیب بات ہے کہ آپ ایک کتاب کے اتنے بڑے حصے میں تحریف کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کو اس پر بھی اصرار ہے کہ اسے بے نقص مانا جائے۔''

اس پر بحث ختم ہوگئی۔ (ہم نے اس بحث کا نہایت مختصر خلاصہ لکھا ہے جو ''البحث الشریف'' سے ماخوذ ہے۔ پورے مناظرے کے لئے اسی کتاب کی طرف مراجعت کی جائے)

اور فانڈر تیسرے دن مناظرے کے لئے نہیں آیا۔ اس کے بعد پہلے ڈاکٹر وزیر خان صاحب مرحوم اور اس کے بعد حضرت مولانا سے اپریل ۱۸۵۴ء تک اس کی کافی طویل خط وکتابت رہی۔ مگر زبانی مناظرے کی طرح قلمی بحث میں بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جما رہا اور ان حضرات کے اتمام حجت کر دینے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہا۔ یہ تحریری بحث بھی مناظرے کی مطبوعہ روئیداد میں موجود ہے۔ جو ''مباحثہ مذہبی'' اور ''مراسلات مذہبی'' کے نام سے سید عبداللہ اکبرآبادی نے منشی محمد امیر کے اہتمام سے مطبوعہ منعمیہ اکبرآباد ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۶ء میں چھپوایا، پہلا حصہ فارسی میں تقریری مناظرے کی روئیداد ہے اور دوسرے حصے میں ڈاکٹر محمد وزیر خان مرحوم اور پادری فانڈر کا تحریری مناظرہ اردو میں ہے اور اس کا عربی ترجمہ اظہار الحق کے بہت سے نسخوں میں حاشیئے پر چھپا ہوا ہے۔

اس مناظرے کی عالمگیر شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ مکہ مکرمہ کے شیخ رفاعی خولی تحریر فرماتے ہیں: ''میں نے اس مناظرے کا حال مکہ معظّمہ میں ان بے شمار لوگوں سے سنا۔ جو اس مناظرے کے بعد حج کے لئے آئے۔ یہاں تک کہ یہ بات تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی کہ پادری فانڈر اس میں مغلوب ہوا تھا۔'' (البحث الشریف علی ہامش اظہار الحق ج۱ ص۵، مطبوعہ استنبول)

جہاد ۱۸۵۷ء

مناظرے کے بعد تین سال تک مولانا تصنیف وتالیف میں مشغول رہے۔ بالآخر ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کا ٹمٹاتا ہوا چراغ گل ہوگیا اور ہندوستان پر انگریزی اقتدار نے اپنے پاؤں پوری طرح جمالئے۔ اس زمانے کے علماء کی ایک خدامست جماعت اپنے فرائض سے غافل نہ تھی۔ جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم مقصد کے لئے یہ جماعت میدان میں آئی اور اپنی بساط وہمت کے مطابق خدمت دین کا حق ادا کیا۔

۱۸۵۷ء کا جہاد آزادی در حقیقت کسی باضابطہ اسکیم یا لائحہ عمل کے تحت پیش نہیں آیا تھا۔ (۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کے اس پہلو پر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی فاضلانہ تصنیف ''سوانح قاسمی'' میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اکابر دیوبند نے اس جہاد میں جس طرح حصہ لیا۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو) (سوانح قاسمی ج۲ص۷۹تا۲۰۸، ت)

بلکہ واقعہ یہ تھا کہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان پر باضابطہ حکومت کا فیصلہ کر لیا تو اس کے بعد سو سال تک ہندوستانی باشندوں میں اس حکومت کے خلاف نفرت اور بیزاری کے غیر معمولی جذبات پروان چڑھتے رہے۔ ادھر انگریزوں نے ہندوستانی باشندوں کی شجاعت کے پیش نظر انہیں اپنی فوج میں اکثریت دے دی۔ نفرت و بیزاری کی انتہاء ان فوجیوں کی بغاوت پر ہوئی۔ جب فوج باغی ہوگئی تو ملک کے عام باشندے جو سو سال سے انگریزی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بھی ایک نجات کی صورت آگئی۔ چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں مختلف جتھے اور جماعتیں بنیں اور ہر علاقے میں اس جہاد کا ایک امیر منتخب ہوا۔ تواریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان امراء کا آپس میں کوئی رابطہ تھا یا نہیں؟

چنانچہ تھانہ بھون اور کیرانہ کا ایک محاذ قائم کیا گیا۔ مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔ تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی امیر، حضرت حافظ ضامن شہید امیر جہاد، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سپہ سالار اور حضرت مولانا محمد منیر مولانا نانوتوی کے یاور حربی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وزیر لام بندی قرار پائے۔ انہی حضرات نے شاملی میں انگریزی فوج کی ایک گڑھی پر حملہ کر کے تحصیل شاملی کو فتح کر لیا۔ (سوانح قاسمی ج۲ص۱۲۷، مطبوعہ دیوبند ۱۳۷۳ھ)

دوسری طرف کیرانہ اور اس کے گردونواح میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی امیر، اور چوہدری عظیم الدین مرحوم سپہ سالار تھے۔ (چوہدری صاحب مرحوم انقلاب کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ کے پاس مکہ معظمہ آگئے تھے۔ وہیں وفات پائی) (ایک مجاہد معمار ص۲۹)

اس زمانے میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم و تربیت کے لئے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا اور اعلان ہوتا کہ: ''ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا۔''

اس دور کی تواریخ و سیر سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ شاملی کی جنگ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی فی الواقعہ شامل تھے یا نہیں۔ لیکن آپ کے سوانح نگاروں نے اتنا ضرور لکھا ہے کہ انگریزوں نے آپ پر بھی تحصیل شاملی پر حملہ کرنے کا الزام لگایا تھا اور اس کی وجہ بعض ابن الوقت لوگوں کی مخبری تھی۔ اسی کے نتیجے میں آپ کے نام حکومت نے گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا۔ مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولانا کیرانہ کے محلے دربار میں موجود ہیں۔ اس لئے مولانا کو گرفتار کرنے کے لئے انگریز فوج نے کیرانہ کے محلے دربار کا محاصرہ کر لیا۔ اسی محلے کے دروازے کے سامنے اس نے توپ خانہ نصب کیا اور محلے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ عورتوں اور بچوں کو فرداً فرداً دربار سے باہر نکالا گیا۔ مولانا بذات خود پورے مجاہدانہ عزم اور حوصلے کے ساتھ گرفتاری کے لئے تیار تھے۔ لیکن آپ کے بعض بزرگوں نے روپوش ہو جانے پر اصرار کیا۔ کیرانہ کے قریب پنجیٹھ کے نام سے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جس میں مسلمان گوجروں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ یہاں کے بہت سے مسلمان مولانا کی جماعت مجاہدین میں شامل تھے۔ انہوں نے پیشکش کی کہ آپ پنجیٹھ تشریف لے چلیں۔

چنانچہ ان لوگوں کے اصرار پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ گاؤں کا مکھیا ایک مخلص مسلمان تھا۔ اس کی جاں نثاری پر صدآفریں کہ اس نے اس وقت آپ کی حفاظت کی۔ جب کسی باغی کو پناہ دینا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مولانا پنجیٹھ میں رہتے ہوئے کیرانہ کے حالات معلوم کرنے اور لوگوں کو تسلی دینے کے لئے چرواہوں کے بھیس میں خود بھی کیرانہ آتے جاتے تھے اور دوسرے لوگ بھی آپ کو اہم واقعات کی خبریں پہنچادیتے تھے۔

ہجرت

ایک دن انگریزی فوج کو کسی طرح یہ اطلاع مل گئی کہ مولانا پنجیٹھ گاؤں میں مقیم ہیں۔ چنانچہ انگریزی فوج کا ایک شہسوار دستہ مولانا کو گرفتار کرنے کے لئے پنجیٹھ روانہ ہوا۔ گاؤں کے مکھیا کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے جماعت کو منتشر کردیا اور مولانا سے گزارش کی کہ کھرپا لے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں۔ مولانا تشریف لے گئے اور گھاس کاٹنی شروع کردی۔ انگریزی فوج اسی کھیت کی پگڈنڈی سے گزری۔ مولانا خود فرماتے تھے: ''میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگ رہی تھیں اور میں ان کو اپنے پاس سے گزرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔''

فوج نے گاؤں کا محاصرہ کیا۔ مکھیا کو گرفتار کرلیا گیا۔ پورے گاؤں کی تلاشی ہوئی۔ مگر مولانا کا پتہ نہ چلا۔ مجبوراً یہ فوجی دستہ کیرانہ واپس ہوا۔ مولانا کی روپوشی کی وجہ سے انگریزوں نے حالات پر قابو پالیا تھا۔ مولانا پر فوجداری کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ وارنٹ جاری ہوا اور آپ کو مفرور باغی قرار دے کر گرفتاری کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہوا۔

ہجرت کی سنت پر عمل قسمت میں لکھا تھا۔ مولانا نے یہ حالات دیکھ کر ہجرت حجاز کا عزم فرمالیا۔ حجاز پہنچنا اس وقت کوئی ہنسی کھیل نہ تھا۔ لیکن مولانا کی اولوالعزمی، جرأت وحوصلہ مندی اور مجاہدانہ جفاکشی نے تمام مراحل سر کرادیئے۔ مولانا نے اپنا نام بدل کر مصلح الدین رکھا اور پیدل دہلی روانہ ہوئے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ معمولی معمولی شبہات پر مسلمانوں کے لئے دار کے تختے لٹکے ہوئے تھے۔ آگ اور خون کے اس دریا کو عبور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر مولانا نے دہلی سے سورت تک بھی پیدل سفر کرنے کا ارادہ کرہی لیا۔ چنانچہ چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھ لیا کہ وہ مولانا رحمت اللہ جو ہمیشہ نازونعم اور عیش وآرام میں پلے تھے، جے پور اور جودھپور کے وحشت خیز ریگستانوں اور مہیب اور خطرناک راستوں کو نہایت مجاہدانہ عزم واستقامت اور صبر واستقلال کے ساتھ قطع کرتے ہوئے سورت پہنچ گئے۔

لیکن سورت کی بندرگاہ سے جہاز کا سفر آسان نہ تھا۔ اس وقت بادبانی جہاز چلا کرتے تھے۔ سال بھر میں صرف ایک جہاز ہوا کی موافقت کے زمانے میں سورت سے جدہ جایا کرتا تھا۔ ایک خط کا محصول چار روپے تھا جو لوگ ہجرت کے ارادے سے ترک وطن کرتے وہ ساتھ ہی دنیوی تعلقات اور باہمی رشتوں کو زندگی ہی میں ختم کردیتے تھے۔ غرض چند درچند آلام ومصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا یہ مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان پر کھیل کر اس مقدس سرزمین میں پہنچ گیا۔ جسے قدرت کی طرف سے ''من دخلہ کان اٰمنا'' کا شرف عطاء ہوا ہے۔

جائیداد کی ضبطی

ادھر مولانا حجاز روانہ ہوئے اور ادھر آپ پر غائبانہ فوجداری مقدمہ چلا کر حکومت نے آپ کی اور آپ کے خاندان کی ساری جائیداد ضبط کی اور اس کا نیلام کرادیا۔ یہ فیصلہ ڈپٹی کمشنر کرنال کی طرف سے ۳۰رجنوری ۱۸۶۲ء کو کیا گیا۔ سرکاری کاغذات میں اس نیلام کا عنوان اس طرح درج کیا گیا: ''انڈکس مشمولہ مثل فوجداری مقدمہ عرضی کمال الدین ساکن کیرانہ حال پانی پت مولوی رحمت اللہ باغی۔'' (تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند ص۶۷۵)

اس طرح مندرجہ ذیل جائیدادیں نیلام ہوئیں۔

۱...... سرائے کھجور، جس کی قیمت سرکاری طور پر پانچ سوروپے تھی۔
۲...... سرائے چوڑھے، جس کی قیمت سرکاری طور پر پانچ سوروپے تھی۔
۳...... سرائے معروف شیخ فضل الٰہی۔
۴...... سرائے قصاباں۔
۵...... سرائے لوآباد۔
۶...... سرائے مالیان۔

یہ سب سرائیں اور وسیع قطعات زمین اور مکانات ۱۴۲۰روپے میں نیلام ہوئے جن کی اصل قیمت لاکھوں روپے تھی۔ مزروعہ علاقے جو بحق سرکار ضبط ہوئے اس کے علاوہ ہیں۔

بیت اللہ میں

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی مولانا سے پہلے ہی ہجرت فرما کر مکہ معظمہ پہنچ چکے تھے اور باب العمرہ سے متصل رباط داؤدیہ کے ایک حجرے میں مقیم تھے۔ صبح صادق کے قریب حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکہ مکرمہ پہنچے۔ مطاف میں حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ طواف قدوم اور سعی میں حضرت حاجی صاحب ساتھ رہے۔ اس کے بعد دونوں رباط داؤدیہ میں آگئے۔ اس زمانے میں سلطان عبدالعزیز خان خلافت عثمانیہ کے خلیفہ تھے اور عبداللہ بن عون بن محمد شریف مکہ شیخ العلماء حضرت سید احمد دحلان مسجد حرام میں درس دیا کرتے تھے اور شریف مکہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ مولانا رحمت اللہ اکثر شیخ العلماء کے درس میں بیٹھ جاتے۔ شیخ العلماء شافعی المذہب تھے۔ اس لئے ایک روز دوران تقریر کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اپنے مذہب کی ترجیح کے ساتھ حنیفہ کے دلائل کو کمزور قرار دیا۔ درس ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا نے شیخ سید احمد دحلان سے پہلی بار ملاقات کی اور اس مسئلہ کے بارے میں طالب علمانہ انداز سے اپنی تشفی چاہی۔ تھوڑی دیر کے سوال وجواب اور علمی گفتگو سے شیخ العلماء کو اندازہ ہوگیا کہ یہ شخص طالب علم نہیں۔ اس پر انہوں نے مولانا سے حقیقت حال دریافت کی۔ مولانا نے اختصار کے ساتھ کچھ حالات بیان فرمائے۔ دوسرے دن شیخ نے مولانا کو اپنے گھر پر مدعو کیا۔ آپ اپنے رفیق عزیز حضرت حاجی صاحب کے ساتھ شیخ کی دعوت میں شریک ہوئے۔ اسی مجلس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے تمام حالات اور خاص طور سے نصاریٰ کی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کی تردید میں مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابیوں کا ذکر آگیا۔ شیخ نے اس پر

بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت مولانا سے دیر تک بغلگیر ہوئے۔ اسی مجلس میں انہوں نے آپ کو مسجد حرام میں درس کی باقاعدہ اجازت دی اور علمائے مسجد حرام کے دفتر میں آپ کا نام درج کرادیا۔ مولانا شیخ دحلان سے بہت متأثر تھے۔ اظہار الحق کے مقدمہ میں آپ نے ان کا ذکر نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ کیا ہے۔

قسطنطنیہ کا پہلا سفر

۱۸۵۷ء کے بعد پادری فانڈر جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور انگلستان میں رہا۔ اس کے بعد لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے اسے قسطنطنیہ بھیج دیا۔ تاکہ وہاں کام کرے۔ وہاں اس نے سلطان عبدالعزیز خان مرحوم سے بیان کیا کہ ہندوستان میں میرا ایک مسلمان عالم سے مذہبی مناظرہ ہوا تھا جس میں عیسائیت کو فتح اور اسلام کو شکست ہوئی۔ سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کو دینی معاملات سے کافی شغف تھا۔ انہوں نے تحقیق حال کے لئے شریف مکہ عبداللہ پاشا کے نام فرمان جاری کیا کہ: ''حج کے زمانے میں ہندوستان سے جو باخبر حضرات آئیں ان سے پادری فانڈر کے مناظرے اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے خاص حالات معلوم کر کے باب خلافت کو مطلع کیا جائے۔''

شریف مکہ کو اس مناظرے کی پوری کیفیت شیخ العلماء سید احمد دحلان سے معلوم ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً خلیفہ کو جواب میں مناظرے کی مختصر کیفیت کے ساتھ اطلاع دی کہ وہ عالم جن سے ہندوستان میں یہ مناظرہ ہوا تھا مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔ سلطان کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت مولانا کو قسطنطنیہ طلب کر لیا۔ چنانچہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ پہنچے۔

پادری فانڈر کو جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی قسطنطنیہ آرہے ہیں تو وہ قسطنطنیہ چھوڑ کر چلا گیا۔ سلطان نے مولانا کی تشریف آوری پر ایک مجلس علماء منعقد کی جس میں وزرائے سلطنت کے علاوہ اہل علم حضرات کو مدعو کیا گیا اور حضرت مولانا سے ہندوستان میں مذہب عیسوی کی شکست اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے حالات سنے۔ دولت عثمانیہ میں اس فتنہ وفساد کو روکنے کے لئے حکومت نے مشنریوں پر مختلف قسم کی پابندیاں لگائیں اور سخت احکام جاری کئے۔

اکثر نماز عشاء کے بعد سلطان پوری توجہ اور اشتیاق کے ساتھ حضرت مولانا کو بلاتے خیرالدین پاشا تونسی صدر اعظم اور شیخ الاسلام وغیرہ بھی شریک مجلس ہوتے۔ سلطان نے حضرت مولانا کی جلیل القدر دینی خدمات کی قدر افزائی کی اور خلعت فاخرہ کے ساتھ تمغہ مجیدی درجہ دوم عطاء کیا اور مولانا کے لئے گراں قدر ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔

اظہار الحق کی تصنیف

سلطان عبدالعزیز خان اور صدر اعظم خیرالدین پاشا کی خواہش تھی کہ مولانا عربی زبان میں ایک کتاب تصنیف فرمائیں جس میں ان پانچوں مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہو جو اکبرآباد کے مناظرے میں موضوع بحث بنے تھے۔ چنانچہ ماہ رجب ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء میں حضرت مولانا نے اظہار الحق لکھنی شروع کی اور ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں چھ ماہ کے اندر اسے مکمل کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

مولانا نے اظہار الحق کے مقدمہ میں تالیف کا سبب شیخ العلماء سید احمد دحلان کے حکم کو قرار دیا تھا۔ خیرالدین پاشا نے جب یہ دیکھا تو مولانا سے فرمایا کہ آپ نے تو یہ کتاب امیر المؤمنین کی خواہش پر لکھی ہے۔ اس لئے اس میں امیر المؤمنین کا ذکر ہونا چاہئے

تھا۔اس کے بجائے آپ نے مکہ معظّمہ کے شیخ العلماء کا ذکر فرمایا ہے؟ حضرت مولانا نے جواب میں فرمایا: ''اس خالص مذہبی خدمت میں کسی دنیاوی غرض ومقصد کا کوئی شائبہ نہ آنا چاہئے۔اس کے علاوہ مکہ معظّمہ میں خود شیخ العلماء مجھ سے ان حالات کے قلمبند کرنے کی خواہش کر چکے تھے اور ابتدائی مواد کی ترتیب کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصل سبب شیخ العلماء ہیں۔کسی وجہ سے اگر وہ مجھے امیر مکہ تک نہ پہنچاتے تو میری رسائی یہاں تک نہ ہوتی اور اس خدمت کا موقع نہ ملتا۔''

مولانا کی بیان فرمودہ ان وجوہات کو بنظر استحسان دیکھا گیا۔

قسطنطنیہ میں قیام کے دوران مختلف مذاہب وخیال کے اہل علم سے مولانا کی گفتگو رہتی تھی۔مغربی تعلیم کے اثرات یہاں بھی رفتہ رفتہ ذہنوں کو مادیت کی طرف لے جا رہے تھے۔اس لئے مولانا نے یہیں رہتے ہوئے تنبیہات کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کو خالص عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔یہ رسالہ اظہار الحق کے بعض نسخوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔

مدرسہ صولتیہ کا قیام

قسطنطنیہ سے واپس تشریف لانے کے بعد حضرت مولانا نے محسوس فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسے دینی مدرسے کی شدید ضرورت ہے جو دینی معاملات میں ٹھوس علم وبصیرت رکھنے والے علماء پیدا کرے۔اس زمانے میں اگرچہ مسجد حرام میں مختلف علماء کے درس ہوا کرتے تھے۔جن کی سرپرستی خلافت عثمانیہ پوری توجہ کے ساتھ کرتی تھی۔لیکن اوّل تو درس کے یہ حلقے کسی جچے تلے نظام اور ضابطے کے ماتحت نہ تھے۔ یہاں تک کہ کوئی نصاب تعلیم بھی مقرر نہ تھا۔دوسری تدریس کا طریقہ ایسا تھا کہ درس میں شریک ہونے والے ایک وعظ تقریر کی طرح اس سے مستفید ہوتے تھے۔طلباء میں قوت مطالعہ اور ذاتی استعداد پیدا کرنے کے لئے جس طرز تدریس کی ضرورت ہوتی ہے وہ مفقود تھا۔تمام عمر میں طلباء نحو، فقہ، تفسیر اور حدیث پڑھتے تھے اور وہ بھی نامکمل طریقے سے۔اس لئے مولانا نے مکہ معظّمہ کے ہندوستانی مہاجرین اور اہل خیر اصحاب کو اس طرف متوجہ فرمایا اور رمضان ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۴ء میں نواب فیض احمد خاں صاحب مرحوم رئیس ضلع علی گڑھ کے رہائشی مکان کے ایک حصے میں مدرسے کی ابتداء کی پھر ۱۲۹۰ھ کے موسم حج میں کلکتہ کی ایک فیاض خاتون ''صولت النساء صاحبہ'' حج کرنے آئیں تو حضرت مولانا کے مشورے سے انہوں نے محلہ خندریسہ میں ایک جگہ خریدی اور اس پر مدرسے کی تعمیر خود اپنی نگرانی میں کروائی۔انہی نیک دل خاتون کے نام پر مدرسے کا نام مدرسہ صولتیہ رکھا گیا۔

اس مدرسے میں دینی علوم کی تدریس کے علاوہ حضرت مولانا نے ایک صنعتی سکول بھی قائم فرمایا۔جس میں مہاجرین اور اہل عرب کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے انتظام کے ساتھ انہیں صنعت ودستکاری کی تعلیم دی جاتی تھی۔تاکہ اگر اہل حجاز اور مہاجرین کی اولاد کو ضروری ابتدائی تعلیم کے بعد مزید پڑھنے کا موقع نہ ملے تو وہ باعزت معاش حاصل کر سکے۔

یہ مدرسہ آج تک بحمد اللہ مکہ مکرمہ کے ''حارۃ الباب'' میں قائم ہے اور تعلیمی خدمات کے علاوہ تبلیغی جماعتوں اور حجاج وزائرین کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔حضرت مولانا رحمت اللہ کے بعد آپ کے بھتیجے محمد صدیق کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سعید صاحب اس کے مہتمم ہوئے اور پچاس سال کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ ذمہ داری اپنے قابل فخر فرزند حضرت مولانا محمد سلیم مدظلہم کو سونپ دی جو بحمد اللہ آج تک اسے بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔(مولانا محمد سلیم مدظلہم مکہ معظّمہ میں

پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی اور پندرہ بیس سال مدرسہ صولتیہ میں تعلیم دی۔ ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء سے مدرسے کے نائب ناظم اور ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کے بعد سے اس کے ناظم ہیں۔ ہم نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے تذکرے میں زیادہ تر آپ ہی کے لکھے ہوئے مختصر مگر جامع رسالہ ''ایک مجاہد معمار'' سے استفادہ کیا ہے۔ تقی)

(مولانا محمد سعید کے والد محمد صدیق انبالہ میں سررشتہ دار تھے۔ ان کے مکان کے قریب ایک مشن سکول تھا۔ محمد صدیق مرحوم نے اپنے ایک دوست کے مشورے سے اپنے صاحبزادے مولانا محمد سعید کو اس سکول میں داخل کرادیا۔ جب کہ ان کی عمر دس سال تھی۔ اس وقت حضرت مولانا رحمت اللہ مکہ مکرمہ ہجرت فرماچکے تھے۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو بے حد رنجیدہ ہوئے کہ اسلام کے جن دشمنوں سے لڑتے ہوئے میری ساری عمر گزری۔ آج میرے ہی خاندان کا ایک بچہ ان سے تعلق جوڑے ہوئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے خاندان کے ہر بزرگ کو خطوط لکھے اور تاکید کے ساتھ لکھا کہ محمد سعید کو مشن سکول سے نکال کر فوراً میرے پاس بھیجو۔ مولانا محمد سعید کی والدہ بڑی نیک دل اور اولوالعزم خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے لخت جگر کو بارہ سال کی عمر میں مکہ معظّمہ روانہ کردیا۔ حضرت مولانا نے ان کی تعلیم وتربیت خصوصی توجہ کے ساتھ فرمائی۔ اپنی نواسی سے ان کا نکاح کیا۔ نکاح کی مجلس میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی بھی موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''میں نے اس بچے کی اس طرح تربیت کی ہے جس طرح سنار سونے کو بھٹی میں ڈال کر تپاتا ہے۔'' حضرت مولانا سعید نے ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں بمقام کیرانہ وفات پائی اور پچاس سال مدرسہ صولتیہ کے ناظم رہے۔

(ماہنامہ قومی زبان کراچی ۱۹۶۶ء، مضمون مولانا محمد سعید مرحوم از جناب امداد صابری))

قسطنطنیہ کا دوسرا سفر

۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں دولت عثمانیہ نے عثمان نوری پاشا کو حجاز کا گورنر نامزد کیا۔ انہوں نے نہ جانے کس غلط فہمی کی بناء پر مدرسہ صولتیہ کو ایک اجنبی ملک کی تحریک سمجھا اور اس سے بدظن ہوگئے۔ بالآخر معاملہ قسطنطنیہ تک پہنچا۔ اس وقت سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کی خلافت قائم تھی۔ انہوں نے مولانا کو طلب فرمایا۔ چنانچہ مولانا دوسری بار قسطنطنیہ تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا کے بھتیجے مولانا بدرالاسلام بھی ساتھ تھے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اپنے اس سفر کی روئیداد خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

۲۰/ربیع الاوّل ۱۳۰۱ھ/ ۲۰/جنوری ۱۸۸۴ء ہفتہ کے دن مغرب کے وقت مکہ معظّمہ سے جدہ کو روانہ ہوئے۔ آٹھویں کے آگبوٹ میں چلنے کی تجویز موقوف رہی۔ پھر بابور (جہاز) مصری میں ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ روز بدھ کو سوار ہوئے اور اس نے جمعرات کے روز صبح کے وقت لنگر اٹھایا۔ پیر کی رات کو پانچ بجے سویز پہنچے اور صبح کو جو پیر کا دن اور ۲۰/ربیع الثانی کی تھی بابور سے اترے...... وہاں سے منگل کے دن ۲۱/تاریخ اسکندریہ کو ریل پر گئے۔ تین بجے اسکندریہ پہنچے۔ سعداللہ بے کے مکان پر اترے۔ پھر آٹھویں دن...... بابور مصری پر سوار ہوکے...... جمادی الاولیٰ کی پانچویں تاریخ پیر کے دن استنبول میں پہنچے۔ ادھر جہاز نے لنگر ڈالا۔ اسی وقت فی الفور مصطفیٰ وہبی بے یاور (اے۔ڈی۔سی) اور بین باشی حضرت سلطان کے جہاز پر چڑھے اور مل کے کہا کہ حضرت سلطان نے بہت بہت سلام فرمایا ہے اور کشتی خاص اپنی بھیجی ہے۔ چلئے۔ وہاں سے چل کر سرائے (محل) قصر شاہی سلطانی تک جو بنائے سلطان مرحوم عبدالمجید خاں غازی کی ہے۔ آئے۔ وہاں کشتی سے اتر کر دو گھوڑوں کی بگی میں سوار ہوکے محل سرائے سلطانی میں آئے اور محل سرائے

کے ایک کمرے میں اترے۔اس روز ملاقات کو جناب کمال پاشا اور جناب عثمان بے اور جناب علی بے اور جناب نسیم بے تینوں قرناء (مشیر) حضرت سلطان کے ہیں اور جناب سید احمد اسعد مدنی جو مصاحب حضرت سلطان ہیں۔ دن کو اور رات کو نصرت پاشا آئے اور اگلے دن منگل کو جناب عثمان پاشا غازی اور بدھ کو ساتویں تاریخ جناب شیخ حمزہ ظافر اور جناب سید احمد اسعد مدنی اور جناب کمال پاشا آئے اور رات کو جناب علی بے قرنا درجہ دوم نے حضرت سلطان کی طرف سے مزاج پرسی کر کے کلمات عواطف شاہانہ پہنچائے۔آٹھویں تاریخ جمعرات کے روز شیخ محمد ظافر صاحب تشریف لائے اور جمعہ کو جناب حسنی پاشا داماد سلطان عبدالمجید مرحوم اور جناب سفوت پاشا اور جناب اسماعیل حقی اور جناب سید فضل پاشا آئے اور اسی دن مغرب کے وقت خلعت سلطانی میرے اور بدرالاسلام اور مولوی حضرت نور (صدر مدرس مدرسہ صولتیہ) کے لئے آیا۔ ۱۷ر تاریخ ہفتہ کے دن وہبی بے نے حضرت سلطان کی طرف سے حکم پہنچایا کہ مرضی سلطانی یہ ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو بلوالو۔موسم ربیع قریب آپہنچا۔اب عرصہ تک آب وہوا استنبول بہت اچھی رہے گی۔نرمی سے اس میں عذر کیا گیا۔منگل کے دن کیسہ مفتاح کعبہ اور ایک تسبیح عقیق البحر کی اور ایک تسبیح سنگ مقصود کی بھجوائی گئی اور فرمایا کہ اس کے شکریہ میں میں نے تم کو رتبہ پایہ حرمین شریفین کا عطاء کیا۔اس کا لباس بھی پہنچے گا اور چھٹی تاریخ رجب کی جمعرات کے دن کو عصر کے بعد سرائے سلطانی (محل) کو جانا ہوا۔مغرب کے بعد ملاقات ہوئی۔غایت عنایت شاہانہ سے پیش آئے۔مسند سے اٹھ کے ایک دو قدم بڑھا کر ہاتھ میرا قوت سے اپنے ہاتھ میں پکڑ کے فرمایا کہ کثرت شغل کے سبب اب تک میں نے ملاقات نہیں کی تھی اور تاخیر کا سبب اس کے سوا کوئی دوسرا امر نہیں۔میں نے بھی دعا اور کلمات شکریہ مناسبہ کہے۔

اس کے بعد سلطان سے متعدد بار ملاقاتیں رہیں۔مختلف مسائل ومعاملات پر گفتگو ہوتی تھی۔سلطان نے مدرسہ صولتیہ کے لئے معقول ماہانہ امداد مقرر کرنے کے متعلق خیال ظاہر فرمایا جس کے جواب میں شکریہ اور دعا کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا کہ: ’’حرمین شریفین میں امیرالمؤمنین کے بہت سے جاری کردہ امور خیر ہیں اور بہت سے نیک کام تشنہ تکمیل، مدرسہ صولتیہ چونکہ ہندوستان کے دیندار اور نیک خیال مسلمانوں کی امداد سے چل رہا ہے اور قائم ہے۔ان کو اس کار خیر میں شرکت وسرپرستی کی سعادت سے محروم نہ فرمایا جائے۔جو یقیناً امیرالمؤمنین کے الطاف شاہانہ سے بعید نہیں۔‘‘ (ایک مجاہد معمار ص۴۸ تا ۵۲)

اسی دوران سلطان نے حضرت مولانا کے بھتیجے مولانا بدرالاسلام کو اپنے شہرۂ آفاق شاہی کتب خانے ’’حمیدیہ‘‘ کا ناظم بنادیا۔یہ آخر وقت تک سلطان کے معتمد علیہ رہے۔سلطان عبدالحمید کی معزولی کے پرخطر وقت میں صرف تین اشخاص سلطان کی خدمت میں باقی رہے تھے۔ان میں مولانا بدرالاسلام صاحب بھی تھے۔ایک عرصہ نظر بند رہنے کے بعد یہ اپنے وطن کیرانہ واپس آگئے تھے۔(۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں انگریز ان پر بہت شبہ کرتے تھے۔اس لئے یہ لکھنؤ چلے گئے تھے۔جہاں انہیں ندوۃ العلماء میں ادب عربی کا استاذ مقرر کیا گیا۔مولانا حالی مرحوم سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے) (قومی زبان ستمبر ۱۹۶۶ء ص۵۸)

بالآخر سلطان سے الوداعی ملاقات کے بعد دوسرے دن مصطفیٰ وہبی بے یاور اور خیرالدین پاشا وغیرہ تشریف لائے اور سلطان کی طرف سے ذاتی ہدیہ ایک مرصع تلوار حضرت مولانا مرحوم کو دی اور سلطان کے یہ الفاظ نقل کئے کہ: ’’ہتھیار ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی زینت ہے۔‘‘

جب آپ مکہ معظّمہ پہنچے تو استقبال کرنے والوں میں حجاز کے گورنر عثمان نوری پاشا بھی تھے جو سب سے پہلے حضرت مولانا سے بغل گیر ہوئے اور اپنی غلط فہمی کی معافی چاہی۔

تیسرا سفر

دوسرے سفر سے واپس آنے کے بعد بھی سلطان اور مختلف وزراء سے مولانا کی خط و کتابت جاری رہی۔ آخر عمر میں کبرسنی اور کثرت مشاغل سے آپ کو ضعف بصر کی شکایت ہوگئی تھی اور ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں حضرت مولانا موتیا بند کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کے قابل نہ رہے۔ سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً حضرت مولانا کو علاج کے لئے قسطنطنیہ طلب کیا۔ اس سفر میں آپ کے شاگرد اور خادم مولوی عبداللہ ساتھ تھے۔

۲ر رمضان ۱۳۰۴ھ/ ۲۶ر مئی ۱۸۸۷ء کو مولانا پھر استنبول پہنچے۔ اسی دن مرتبہ سلطان سے ملاقات ہوئی۔ افطار بھی سلطان کے ساتھ ہوا اور تراویح بھی وہیں پڑھی۔ اس وقت سلطان نے فرمایا کہ آپ کی آنکھوں کے علاج کے لئے میں کل ڈاکٹروں کو جمع کروں گا۔ چنانچہ اگلے دن پانچ ممتاز ڈاکٹروں نے مولانا کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور کہا کہ ابھی موتیا پوری طرح نہیں اترا۔ اس لئے علاج دو ماہ بعد ہوگا۔ چنانچہ آپ دو تین ماہ قسطنطنیہ میں رہے۔ بالآخر ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا۔ اس زمانے میں آپریشن ایک نہایت ہیبت ناک چیز تھی۔ اس لئے حضرت مولانا اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ سلطان کو آپ کی از حد دلداری مقصود تھی۔ اس لئے آپ کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کیا۔ سلطان کی خواہش تھی کہ آپ قسطنطنیہ میں ان کے پاس رہیں۔ ایک ملاقات میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا مگر مولانا نے فرمایا: ”اعزاء اور اقارب کو چھوڑ کر ترک وطن کر کے خدا کی پناہ میں اس کے دروازے پر آ کر پڑا ہوں۔ وہی لاج رکھنے والا ہے۔ آخری وقت میں امیر المومنین کے دروازے پر مروں تو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا؟“

چنانچہ ذیقعدہ کے مہینے میں مولانا واپس مکہ معظّمہ تشریف لے آئے۔

سماجی خدمات

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے وہاں کی بہت سی سماجی اور معاشرتی اصلاحات میں حصہ لیا۔ جن میں اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... حجاز کی نہر زبیدہ، ہارون رشید کی بیوی زبیدہ کا صدقہ جاریہ ہے۔ لیکن مرور ایام کی بناء پر اس نہر میں بہت زیادہ نقص واقع ہوگئے تھے اور پانی کے حصول کے لئے ساکنان حرم کو کافی زحمت اٹھانی پڑتی تھی۔ عرصے سے اس کی مرمت اور اصلاح کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اسی زمانے میں سیٹھ عبدالواحد صاحب عرف واحد سیٹھ مکہ مکرمہ آئے اور اس سلسلے میں مدرسہ صولتیہ کے اندر ایک مشاورتی اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا نے نہر زبیدہ کی اصلاح و مرمت کا بیڑا اٹھایا۔ حکومت کی اجازت سے اس کام کے لئے ایک مجلس بنائی گئی۔ جس میں مہاجرین کے ہر طبقہ سے ممتاز افراد ارکان منتخب ہوئے۔ اس مجلس کی صدارت کے لئے مولانا کو منتخب کیا گیا۔ مگر آپ نے اپنے شاگرد رشید مولانا شیخ عبدالرحمٰن سراج مرحوم مفتی الاحناف و شیخ العلماء مکہ معظّمہ کو اس کے لئے موزوں سمجھا اور خود

نائب صدر کی حیثیت اختیار کی۔ سیٹھ عبدالواحد صاحب نہر زبیدہ کے خازن اور تحویلدار مقرر ہوئے اور اس طرح نہر زبیدہ کا صدقہ جاریہ ان حضرات کی ہمت سے دوبارہ زندہ ہوا۔ (ایک مجاہد معمار ص ۵۳)

۲...... جس وقت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں ڈاک تقسیم کرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ کوئی ڈاک خانہ تھا۔ اس زمانے میں جو ڈاک آتی تھی حرم شریف کے دروازے کے سامنے رکھ دی جاتی تھی۔ جس کا خط ہوتا وہ تلاش کر کے لے جاتا۔ حضرت مولانا نے ڈاک کے انتظام کے لئے کوشش فرمائی۔ زندگی میں تو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مگر آپ کے بعد مولانا محمد سعید نے اس جدوجہد کو جاری رکھا اور سلطان عبدالحمید کو توجہ دلا کر باب الوداع پر ڈاکخانہ تعمیر کرایا۔

(ماہنامہ قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۶ء، مولانا محمد سعید از جناب امداد صابری ص ۶۲)

۳...... دینی تعلیم کا ایک خاص منہاج اور نظام قائم کیا اور مکہ مکرمہ میں باضابطہ دینی تعلیم کی طرح ڈالی۔

۴...... مکہ مکرمہ میں ایک صنعتی سکول قائم فرمایا۔ جس میں مہاجرین اور مقامی باشندوں کے بچے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد ہنر مند بن کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔

۵...... جب عثمان نوری پاشا نے سلطان عبدالحمید مرحوم کی اجازت سے صحن حرم میں بنے ہوئے شاہی کتب خانے کو حجاج کی سہولت کے لئے منہدم کرایا تو مولانا نے اس کے پتھروں اور سامان تعمیر سے مدرسہ صولتیہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے تینوں گنبد پانی پت ضلع کرنال کے معماروں نے تعمیر کئے۔ اس مسجد کا تاریخی نام خانہ رحمت ہے اور یہ مسجد آج تک وہاں موجود ہے۔

۶...... مسجد صولتیہ اور اس کے طرز پر جو دوسرے مدارس حجاز میں قائم ہوئے۔ ان کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنے خلیفہ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ’’یہ مدرسہ (مولانا قاری احمد مکی کا مدرسہ) جناب مولوی رحمت اللہ کی شاخ ہے۔ جناب مولانا مرحوم کی ہمت اور توجہ سے یہ مدرسہ قائم ہوا اور اس کا اہتمام قاری حافظ احمد مکی موصوف کے ذمہ کیا گیا۔ ماشاء اللہ! ان مدرسوں سے فائدہ عظیم ہوئے ہیں۔‘‘

(مکتوبات امدادیہ مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ص ۶)

وفات

اسلام اور مسلمانوں کی گوناگوں علمی و عملی خدمات کے بعد اس مجاہد فی سبیل اللہ نے پچھتّر سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۲؍رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ کو وفات پائی اور آپ کو حرم محترم کی مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جوار میں صدیقین و شہداء کے قریب آپ کا مزار ہے۔ اس چھوٹے سے احاطے میں پانچ قبریں ہیں جن میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے علاوہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مولانا عبدالحق شیخ الدلائل، مصنف ’’اکلیل شرح مدارک التنزیل‘‘ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اپنے زمانے کے ممتاز علماء اور اولیاء اللہ کی نگاہوں میں کتنا محبوب مقام رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ جس زمانے میں مولانا استنبول گئے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مکہ مکرمہ سے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم کے نام اپنے ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں: ’’مولوی رحمت اللہ ہنوز تشریف باستنبول میدارند، خدائے تعالیٰ مولوی صاحب را جلد آرد۔‘‘

(امداد المشتاق ص ۲۴۱، اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۹۲۹ء)

تصانیف

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی بیشتر تصانیف ردعیسائیت کے موضوع پر ہیں۔ ان تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) ازالۃ الاوہام

یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۵۶۴ صفحات پر ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء میں سید المطابع شاہجہاں آباد میں چھپی۔ یہ فارسی زبان میں ہے اور اس میں نصاریٰ کے اکثر مباحث کا جواب ہے۔ پادری فانڈر نے ’’میزان الحق‘‘ میں جو اعتراضات کئے تھے۔ ان کے دندان شکن جوابات بھی اس میں موجود ہیں۔ مسئلہ تثلیث اور بشارات کی بحث اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ ازالۃ الاوہام کے اس نسخے کے حاشیے پر مولانا آل حسن صاحب کی استفسار بھی چھپی ہوئی ہے۔ احقر (مولانا محمد تقی عثمانی) نے اپنے کام میں اس کتاب سے کافی مدد لی ہے۔

(۲) ازالۃ الشکوک

یہ کتاب اردو زبان میں ہے اور اس میں عیسائیوں کے ۳۹ سوالات کا جواب ہے۔ دونوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۱۱۶ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات اور بائبل کی تحریف اس کتاب کے خاص مباحث ہیں۔ اس کی پہلی جلد مدرسۃ الباقیات الصالحات مدراس کے بانی اور حضرت مولانا کے خاص شاگرد مولانا عبدالوہاب دیلوردی نے مدراس میں چھپوائی تھی۔ پھر دوسری جلد مولانا کے فرزند ضیاء الدین نے اپنی نگرانی میں طبع کرائی ہے۔

(۳) اعجاز عیسوی

یہ کتاب بھی اردو میں ہے۔ اس کا موضوع تحریف بائبل ہے اور اپنے موضوع پر بے نظیر تصنیف ہے۔ متوسط تقطیع کے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار آگرہ کے مطبع رضوی میں چھپی تھی۔ سن طباعت ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء ہے۔ ’’ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشآء‘‘ اس کی تاریخ ہے۔

(۴) احسن الاحادیث

اس کا پورا نام ’’احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث‘‘ ہے۔ یہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں عقیدۂ تثلیث کو عقلی و نقلی دلائل سے باطل کیا گیا ہے۔ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں دہلی میں چھپا تھا۔ اس رسالہ کو عالمی مجلس نے بھی شائع کیا۔

(۵) بروق لامعہ

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کا مدلل اثبات اور عقیدۂ ختم نبوت پر فاضلانہ گفتگو کی گئی ہے۔

(۶) معدل اعوجاج المیزان

یہ کتاب فانڈر کی میزان الحق کا جواب ہے۔ پادری صفدر علی نے رسالہ نور افشاں ج ۱۲ ش ۳۰، مطبوعہ ۲۴ر جولائی ۱۸۸۴ء میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا قلمی نسخہ ان کے پاس ہے۔

(۷) تقلیب المطاعن

یہ کتاب پادری لاسمند کی تحقیق ''دین حق'' کا جواب ہے جو افسوس ہے کہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکا۔

(۸) معیار التحقیق

یہ پادری صفدر علی کی کتاب ''تحقیق الایمان'' کا مدلل اور مفصل جواب ہے۔ (تصانیف کی یہ فہرست فرنگیوں کا جال از جناب امداد صابری ص ۲۳۷، ۲۳۸ اور ایک مجاہد معمار ص ۲۷، ۲۸ سے ماخوذ ہے)

(۹) اظہار الحق

ردعیسائیت پر مولانا کی آخری اور سب سے زیادہ معرکۃ الآراء کتاب اظہار الحق ہے۔ چھ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اختلافی مسائل میں سے ہر ایک پر اس قدر مبسوط، سیر حاصل، مدلل اور فاضلانہ بحثیں کی گئی ہیں کہ شاید کسی بھی زبان میں ردعیسائیت پر اتنا قیمتی مواد یکجا نہ ہو۔ یہ کتاب حضرت مولانا نے قسطنطنیہ میں رہتے ہوئے چھ ماہ کے اندر تصنیف فرمائی۔ اصل کتاب عربی زبان میں تھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں استنبول میں چھپا۔ پھر ایک ترک عالم نے براز الحق کے نام سے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ پھر حکومت عثمانیہ نے یورپ کی متعدد زبانوں فرانسیسی وغیرہ میں اس کے ترجمے شائع کئے۔ پادریوں نے خاص اہتمام سے ان ترجموں کو خرید خرید کر جلایا۔ مصر میں بار بار طبع ہوئی۔ مولانا سلیم اللہ مرحوم نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا تھا۔ مگر چھپ نہ سکا۔ پھر مولانا غلام محمد بھانجا رندیری نے اس کا گجراتی میں ترجمہ کیا اور اس کے بعض مقامات پر مفید حواشی کا اضافہ کیا۔ اسی گجراتی ترجمے سے کسی صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو (The Truth Reveale) کے نام سے چھاپا۔ یہ انگریزی ترجمہ راقم الحروف کے پاس موجود رہا ہے اور احقر (مولانا محمد تقی عثمانی) نے اس سے اپنے کام میں کافی استفادہ کیا ہے۔

مصر اور استنبول میں متعدد مرتبہ شائع ہونے کے باوجود یہ کتاب عربی زبان میں تقریباً نایاب ہوچکی تھی۔ اب حال ہی میں مراکش کی وزارت مذہبی امور نے ۱۳۸۴ھ میں اسے عمدہ طریقے پر شائع کیا ہے۔ ابھی جلد اوّل ہی راقم الحروف کی نگاہ سے گزری ہے۔ جلد ثانی کا انتظار ہے۔ مصر کے ایک استاذ عمر الدسوتی نے اس کی تصحیح وترتیب کی ہے۔

اردو زبان میں یہ کتاب پہلی بار منظر عام پر آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مقبول بنائے۔ آمین!

تبصرے

کوئی شک نہیں اظہار الحق جس زبان میں بھی چھپی، اس نے علمی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا اور ہر طبقے کی طرف سے اسے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ۱۲۸۱ھ کے بعد جو کتاب بھی ردعیسائیت میں لکھی گئی اظہار الحق اس کا ماٴخذ بنی۔ علماء، محققین اور

صحافیوں نے اس کتاب کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ اس سب کو یک جا کر کے پیش کریں۔ تاہم ماضی قریب کی چند اہم علمی شخصیتوں کے تبصرے ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

لندن ٹائمز

’’الفضل ما شهدت به الاعداء‘‘ کے پیش نظر ہم سب سے پہلے ایک غیر مسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جب اظہار الحق کا انگریزی ترجمہ شائع ہو کر لندن پہنچا تو لندن ٹائمز نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: ’’لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔‘‘

نواب حاجی اسماعیل خان صاحب مرحوم رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ نے مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو ٹائمز کا یہ تراشا خاص طور پر دیا تھا۔ (ایک مجاہد معمار ص۲۶)

شیخ باچہ جی زادہ

مصر کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمٰن بک باچہ جی زادہ نے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ’’الفارق بین المخلوق والخالق‘‘ کے نام سے ردعیسائیت پر ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی جو بلاد عربیہ کے علمی حلقوں میں بہت مشہور ہے۔ مگر اظہار الحق اس کتاب کا اہم مأخذ ہے۔ وہ ایک موقع پر لکھتے ہیں: ’’ان الاستاذ الفاضل رحمت الله الهندی قدس الله روحه فی کتابه اظهار الحق فضح کتبهم وبین ما فیها من التحریف والمناقضات والکذب وتجاسرهم علی الله تعالیٰ وانبیائه الطاهرین فان اردت الوقوف علی مساویهم فراجعه فهو یغنیک ویشفیک‘‘ (الفارق بین المخلوق والخالق ص۳۱۶، مطبعۃ التقدم بمصر ۱۳۲۲ھ)

’’بلاشبہ استاذ فاضل رحمت اللہ ہندی قدس اللہ روحہ نے اپنی کتاب اظہار الحق میں عیسائیوں کی کتابوں کو رسوا کر کے چھوڑا ہے اور ان کتابوں میں جو تحریف ہوئی ہے جو اختلافات اور جھوٹی باتیں ان میں پائی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور انبیاء طاہرین کے حق میں جو گستاخیاں ان میں کی گئی ہیں ان سب کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ لہٰذا اگر آپ ان کے نقائص سے واقف ہونا چاہیں تو اس کتاب کی مراجعت کیجئے۔ وہ آپ کو بے نیاز کر دے گی اور تشفی بخشے گی۔‘‘

اور اسی کتاب کے مقدمے میں بشارات کی بحث کے ذیل میں لکھتے ہیں: ’’ومن اراد زیادة التبیان والاطمینان فلیراجع ما کتبه العلامة والحبر الفهامة الشیخ رحمت الله الهندی فی الجزء الثانی من کتابه المسمّٰی اظهار الحق ففیه غنیة المحتاج اذ قد اشبع القول فی ذکر الدلائل العقلیة والبراهین النقلیة من کتب علمائهم ورؤساء دینهم‘‘ (الفارق ص۶)

’’جو صاحب زیادہ وضاحت اور زیادہ اطمینان حاصل کرنا چاہیں تو وہ عالم مفکر علامہ شیخ رحمت اللہ ہندی کی کتاب اظہار الحق

جلد ثانی کی طرف رجوع فرمائیں۔اس میں حاجت مند کو بے نیاز کر دینے والا سامان ہے۔اس لئے کہ انہوں نے عقلی دلائل اور خود عیسائیوں کے علماء اور مذہبی پیشواؤں کی کتابوں کے نقلی دلائل سے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔''

شیخ جزیری

مصر میں سابق ہیئت کبار العلماء کی لجنہ علمیہ کے ایک رکن رکین اور مساجد الاوقاف کے مفتش اوّل شیخ عبدالرحمٰن جزیری نے پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق کا ایک جواب ''ادلّۃ الیقین'' کے نام سے لکھا ہے۔اس کے دیباچہ میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہاں بلاشبہ استاذ جلیل شیخ رحمت اللہ ہندی مرحوم نے اس کتاب (میزان الحق) کے بعض نظریات کی تردید میں سخت محنت اٹھائی ہے اور اپنی کتاب اظہار الحق میں تورات وانجیل کی تحریف پر دلائل قاطعہ قائم کئے ہیں۔'' (ادلّۃ الیقین ص۹، مطبعۃ الارشاد ۱۳۵۳ھ)

رشید رضا مصری

مصر کے مشہور جدت پسند عالم اور مجلۃ المنار کے ایڈیٹر شیخ رشید رضا لکھتے ہیں: ''شیخ ہندی نے اظہار الحق کے چھٹے باب میں آنحضرت ﷺ کی بشارت کو کافی وافی طریقے سے بیان فرمایا ہے اور قاطع دلائل قائم کئے ہیں۔''

عمر الدسوقی

قاہرہ یونیورسٹی کے شعبۂ ادب عربی کے صدر جناب عمر الدسوقی اظہار الحق پر اپنے مقدمے میں اظہار الحق کا مفصل تعارف کرانے اور مدح وستائش کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ''اس کتاب کو پڑھتے وقت ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ شخص اپنے دین پر گہرا ایمان رکھتا ہے۔دوسرے مذاہب سے پوری طرح باخبر ہے۔اپنے موضوع پر اسے پوری گرفت حاصل ہے۔دلائل قائم کرنے اور فن مناظرہ میں اس کو زبردست ملکہ حاصل ہے۔اپنے مخالف کی تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔اس نے عہد نامہ قدیم وجدید کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے اور ان تمام باتوں کا مطالعہ کیا ہے جو بائبل کے بارے میں یہودی اور عیسائی علماء نے لکھی ہیں اور اس کی دلیلوں میں سب سے زیادہ زوردار حصہ وہ ہے۔جہاں وہ خود عیسائی مفسرین اور مؤرخین کے اقوال سے استشہاد پیش کر کے اپنے نظریات کی تائید کرتا ہے۔'' (مقدمہ اظہار الحق ص ک ج اوّل، مکتبۃ الواحدۃ العربیہ الدار البیضاء المغرب)

اس کے علاوہ ہندوستان کے علماء میں سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قصص القرآن میں اس کتاب کا ذکر فرما کر اس کی تعریف وتوصیف کی ہے اور تقریباً تمام مشاہیر علماء اس پر اپنے اعتماد کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔

والحمد للہ اولہ وآخرہ

محمد تقی عثمانی، دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء کے اوائل میں جب مرزا قادیانی کے خلاف سوال فتویٰ مرتب کر کے حجاز مقدس بھیجا تو ذی القعدہ ۱۳۰۴ھ بمطابق جولائی ۱۸۸۷ء میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے اس فتویٰ کا جواب تحریر فرمایا جو رجم الشیاطین براغلوطات البراہین کے ص ۵۵، ۵۶ پر عربی میں اور اس کا اردو ترجمہ ص ۹۶، ۹۷ پر شائع ہوا جو یہ ہے۔

تقریظ حضرت سید العلماء سید الاتقیاء مولانا مولوی محمد رحمت اللہ الھندی المھاجر الذی اعزہ حضرت سلطان الروم بتجویز شیخ الاسلام فی الروم بخطاب پایۂ حرمین شریفین وکتب لہ فی منشورہ بالقاب عالیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد! فانی سمعت ھٰذہ الرسالۃ من اوّلھا الیٰ آخرھا فوجدتھا صحیحۃ العبارۃ والمضمون والنقول التی نقلھا حضرت مؤلف ھٰذہ الرسالۃ جزاہ اللہ خیراً مطابقۃ للاصل وقد سمعت قبل ھٰذا ایضاً من الثقات المعتبرین حال صاحب البراھین الاحمدیۃ فھو عندی خارج من دائرۃ الاسلام لا یجوز لأحد اطاعتہ وجزی اللہ مؤلف ھٰذہ الرسالۃ عسیٰ ان ینجوا بمطالعھا کثیر من الناس من ان یتبعوا صاحب البراھین الاحمدیۃ عصمنا اللہ وجمیع المسلمین من اغواء الشیاطین ومکرھم وخدیعتھم وانا الفقیر الراجی رحمۃ اللہ ابن خلیل الرحمٰن غفر اللہ لھما ولجمیع المسلمین اجمعین

مولانا مولوی محمد رحمت اللہ ہندی مہاجر جن کو حضرت سلطان روم نے بصواب دید شیخ الاسلام روم خطاب پایا حرمین شریفین عطاء کیا اور فرمان شاہی میں ''اقضیٰ قضاۃ المسلمین واولیٰ ولاۃ الموحدین وارث علوم سید المرسلین'' وغیرہا القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اور صلوٰۃ کے بعد بے شک میں نے اس رسالے کو اوّل سے آخر تک سنا۔ اس کی عبارت اور مضمون دونوں صحیح پائے۔ حضرت مؤلف نے اس رسالہ میں ''خدا اس کو اچھا بدلہ دے'' جو نقلیں درج کی ہیں، وہ سب اصل کے مطابق ہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی معتبروں کی زبانی مرزا قادیانی کا حال سنا ہے۔ سو وہ میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی فرمانبرداری کسی کو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے بنانے والوں کو نیک بدلہ دے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعے سے بہت لوگ صاحب براہین احمدیہ کی پیروی سے بچ جائیں گے۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ شیطانوں کے اغوا اور مکر وفریب سے محفوظ رکھے۔ میں فقیر، خدا کی رحمت کا امیدوار، رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مؤمنوں کو بخشے۔ آمین! دستخط ومہر: محمد رحمت اللہ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۵۵،۵۶،۹۶،۹۷)

(۶۴۴) رحمت اللہ مہاجر (بٹالہ)، مولانا

قادیان کے مقامی باشندوں میں سے ایک صاحب رحمت اللہ نامی نہایت جوشیلے کارکن تھے۔ مرزائیت کے خلاف ان کے سینہ میں ایک جلن تھی اور وہ انہیں مرزائیت کے خلاف ہر اقدام پر آمادہ رکھتی تھی۔ ہمارے (مولانا عنایت اللہ) جانے سے پہلے تو مرزائیت کا ''کوس لمن الملک'' بج رہا تھا۔ اس دور میں ایسے جوشیلے انسان کو کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا؟ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ

وہ مرزائیت کے پنجہ استبداد سے کیسے بچ نکلے؟ انہوں نے قادیان کی سکونت ترک کر کے بٹالہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ بٹالہ میں مرزائیوں کی استبدادی دال نہ گلتی تھی۔ اس لئے ہمارے وہ ساتھی وہاں رحمت اللہ مہاجر کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ قادیان میں ہمارے دفتر کھولنے سے انہیں بڑا حوصلہ ہوا۔ اب وہ ہر جمعہ کو بچ بچا کر ہمارے پاس پہنچ جاتے تھے۔ بٹالہ اور کادیان کے درمیان ریل گاڑی چلتی تھی۔ لیکن وہ بٹالہ سے دس میل کا سفر پیدل طے کر کے کادیان آتے تھے۔ حالات کا جائزہ لے کر اور مفید مشورے دے کر صبح سویرے واپس بٹالہ چلے جاتے تھے۔ نہایت مخلص اور جوشیلے نوجوان تھے اور ہمیشہ اپنے پاس تلوار رکھتے تھے۔ ان ایام میں سرکار انگریزی نے تلوار رکھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ کیونکہ مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا تھا کہ ہر سکھ کے پاس کرپان نامی تلوار ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں بھی تلوار رکھنے کی اجازت دی جائے یا سکھوں سے بھی کرپان جو تلوار ہی کا دوسرا نام ہے چھین لینی چاہئے۔ اس لئے سرکار انگریزی نے مسلمانوں کا یہ جائز مطالبہ مان لیا اور ان کو بھی تلوار رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ رحمت اللہ مہاجر سے آج بھی مجھے محبت ہے۔ میرے دل میں ان کا احترام ہے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ مہاجر صاحب آخری وقت میں مجھ سے ناراض ہو گئے اور آخر تک ناراض رہے۔ غلطی میری تھی وہ بٹالہ میں شدید بیمار ہوئے اور باوجودیکہ میں بٹالہ میں عموماً آیا جایا کرتا تھا۔ مگر کثرت اشغال کی وجہ سے مہاجر صاحب کی بیمار پرسی کو نہ جاسکا۔ اس سلسلہ میں مہاجر صاحب کی بے پناہ قربانیاں تھیں۔ ان کے پیش نظر ناراضی ایک فطری عمل ہے۔ جس کا مجھے افسوس ہے اور تادم زیست رہے گا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

مولانا رحمت اللہ مہاجر نے قادیان کے محاذ پر بڑی جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں اور پوری امت کی طرف سے جن حضرات نے فرض کفایہ ادا کیا۔ ان میں آپ شامل تھے۔ تقسیم کے بعد شجاع آباد آ گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر سے ملنے کے لئے جب ملتان آتے، دفتر ختم نبوت ضرور تشریف لاتے تھے۔ بڑے نفیس و نستعلیق قسم کے انسان تھے۔ فقیر مرتب کتاب نے ان کی زیارت کی ہے۔ آپ نے اپالو گیارہ کے چاند پر اترنے کے بعد ایک کتاب لکھی۔ ''خلائی تسخیر اور قرآن کریم'' اس میں اپنی کنیت یا قلمی نام ابومسعود نقشبندی درج کیا۔ شجاع آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔ (مرتب)

(۶۴۵) رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی، جناب

جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی نے ''الدفع التلبیسات الملحدین'' نامی رسالہ ۱۹۳۱ء میں کراچی میں شائع کیا۔ جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں قادیانیوں کے حیات مسیح علیہ السلام پر اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ جو محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شائع ہوئی ہے۔

(۶۴۶) رحمت الٰہی (لاہور)، جناب چوہدری

۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے چناب ایکسپریس پر سوار طلباء کو شدید زدوکوب کیا۔ ان کو اپنی بدترین بربریت کا نشانہ بنایا۔ اس سانحہ کے ردعمل میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ سانحہ ربوہ

(چناب نگر) کی انکوائری کے لئے لاہور ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس صمدانی پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم ہوا۔اس وقت جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب چوہدری رحمت الٰہی مرحوم تھے۔آپ نے جماعت کی طرف سے انکوائری کمیشن میں بیان جمع کرایا۔ بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع بھی کر دیا۔ایک معلوماتی ، تاریخی دستاویز ہے جسے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۹ میں شائع کیا گیا۔اس کتاب کا نام:''واقعہ ربوہ کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے جماعت اسلامی پاکستان کا بیان''

(۶۴۷) رحیم اللہ (مدرس اکبرآباد)،مولوی محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں مولوی محمد رحیم اللہ مدرس اکبرآباد کو بھی انجام آتھم ص ۷۰، نمبر ۳۳ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۶۴۸) رحیم بخش پانی پتی، حضرت مولانا قاری

(پیدائش: رجب ۱۳۴۱ھ/ فروری ۱۹۲۳ء، پانی پت ...... وفات: ۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۲۹، ۳۰/ ستمبر ۱۹۸۲ء)

حضرت مولانا قاری رحیم بخش نے پانی پت میں چوہدری فتح محمد کے ہاں آنکھ کھولی۔ مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی ثم مہاجر مدنی کے پاس حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ فارسی، صرف ونحو کی کتب بھی یہاں پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے پاس شعبان ۱۳۶۲ھ میں کیا۔ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ بمطابق نومبر ۱۹۴۳ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری آپ کو مسجد سراجگان حسین آگاہی ملتان میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے لائے۔اس وقت قاری رحیم بخش سبزہ آغاز تھے اور عمر کوئی اکیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔نوعمری میں دور تدریس کا آغاز، یہ پاکستان بننے سے چار سال قبل کی بات ہے۔بس حضرت جالندھری کے اخلاص ومحبت اور تواضع نے حضرت قاری صاحب کو جمائے رکھا۔

اس زمانہ میں مدرسہ جامعہ محمدیہ، حضرت جالندھری نے حسین آگاہی مسجد سراجاں میں قائم کر رکھا تھا۔قاری صاحب کے پاس پڑھنے والی پہلی کلاس میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت بھی شامل تھے۔قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔قریباً چالیس سال بعد آپ کی زندگی کی جو آخری کلاس تھی اس میں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے صاحبزادے قاری محمد عثمان ایڈووکیٹ حال برطانیہ شامل تھے۔مولانا محمد علی جالندھری کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ سے مولانا محمد علی جالندھری کے پوتا قاری محمد عثمان تک یوں چالیس کی یہ تدریس حضرت جالندھری کے خاندان سے شروع ہوکر اس پر ہی اختتام پذیر ہوئی۔ پاکستان بننے سے قبل پانی پت شادی کے لئے گئے تو راستے مسدود ہونے کے باعث چھ ماہ وہیں پانی پت میں پڑھایا۔ پاکستان تشریف لائے تو پھر وہی مسجد سراجاں۔اب خیرالمدارس جالندھر سے ملتان منتقل ہوا۔ جامعہ محمدیہ مسجد سراجاں کے تمام طلباء استاذ قاری رحیم بخش صاحب سمیت خیرالمدارس آگئے اور یوں خیرالمدارس میں تعلیم کا آغاز کردیا گیا۔ پاکستان میں قاری صاحب کے شاگرد اوران کے شاگردوں کے شاگردوں کا اندازہ کیا جائے تو بلا مبالغہ ہزاروں حفاظ وقراء اس خطہ کو حضرت قاری رحیم بخش صاحب نے دیئے۔آپ اس خطہ کے مجدد القرأت تھے۔آپ کی اس محنت کے اجر میں حضرت جالندھری کا پورا پورا حصہ ہے۔ یہ

حضرت جالندھری کے زندگی کے درخشندہ بیسیوں کارناموں میں سے ایک ہے۔ جس کے فیض کا یہ عالم ہے کہ پوری دنیا اس سے فیضیاب ہورہی ہے۔ الحمدللہ!

تحریک ختم نبوت میں شرکت اور گرفتاری

۱۹۵۱ء میں الیکشن آئے تو مسلمان ووٹرلسٹوں میں قادیانیوں کا اندراج بھی تھا۔ وزیرخارجہ ظفراللہ قادیانی تھا۔ اہل اسلام نے ان دونوں کے خلاف آواز بلند کی اور یوں قادیانیت کے خلاف تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ جس کا پہلا واقعہ اکتوبر ۱۹۵۰ء ملتان میں یوں ہوا کہ گورنر پنجاب لاہور سے ملتان آئے تو مسلمانوں کے وفد نے ملاقات کی۔ لیکن گورنر موصوف نے سنی ان سنی کردی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے ایک گروپ نے ملتان کے علاقہ کپ میں واقع تھانہ کا گھیراؤ کرلیا۔ پولیس نے اندر سے فائرنگ کی جس کی وجہ سے ۱۳ مسلمان نوجوان شہید ہوگئے۔ جن میں سے ۹ جوانوں کی قبریں حضرت مولانا احمد سعید کاظمی صاحب کے مزار عیدگاہ شاہی کے احاطہ میں ہیں۔ یہ تحریک ختم نبوت کا آغاز تھا۔

پھر یہ تحریک ملک بھر میں پھیل گئی۔ ملتان میں اس کا مرکز حسین آگاہی میں واقع مسجد سراجاں تھا۔ ان دنوں حالات اس قدر کشیدہ تھے کہ چار پانچ آدمی ظہر کی نماز مسجد سراجاں میں پڑھتے اور پھر چوک حسین آگاہی میں آکر اپنی گرفتاری پیش کردیتے۔ کچھ دنوں بعد حکومت نے فیصلہ کیا کہ مسجد سراجاں کے مستقل نمازیوں کے علاوہ جو حضرات نماز ظہر میں شامل ہوں۔ انہیں نماز کے فوراً بعد ازخود گرفتار کرلیا جائے۔ دس بارہ دن یہی سلسلہ چلتا رہا۔ گرفتار شدگان میں جامعہ خیرالمدارس کے درجہ کتب کے تلامذہ بھی شامل تھے۔ پھر عام پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو ایک دن حضرت قاری صاحب ختم نبوت کے جلوس کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لائے تو تحریک ختم نبوت میں حضرت قاری صاحب کی گرفتاری عمل میں آئی اور حضرت قاری صاحب کو لاہور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ تحریک ختم نبوت کے لئے گرفتار حضرات کو مختلف جرائم کے تحت مقدمات بنا کر پابند سلاسل کیا گیا۔ حضرت قاری صاحب اور مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری کے ماموں حافظ عطاءالرحمٰن دونوں اکٹھے گرفتار ہوئے اور دونوں کو ریلوے لائن اکھاڑنے کا جرم شو کر کے مجرم قرار دیا گیا۔

سنٹرل جیل لاہور اپنی وسعت کے باوجود تمام بیرکیں پلاٹ وغیرہ مجاہدین ختم نبوت سے بھر گئیں۔ جیل میں موجود حفاظ کرام نے حضرت قاری صاحب کے پاس گردانیں شروع کردیں اور زیر حفظ لوگوں نے تکمیل حفظ شروع کردیا۔ یوں سنٹرل جیل تعلیم القرآن کا بڑا ادارہ بن گیا۔ جیل میں حضرت قاری صاحب کی مصروفیت اور تعلیم قرآن میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد سے لے کر نماز عشاء تک قرآن کریم کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ گرفتار شدگان میں بہت سے علماء ومشائخ بھی شامل تھے۔ بہت سے علماء کو لہجہ اور طرز قرأت سیکھنے کا شوق ہوا۔ جن میں پاکستان کی عظیم علمی روحانی واصلاحی شخصیت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب بھی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین (حضرت ثانی) کے اخص الخاص تھے۔ اپنے تمام فضل وکمال کے باوجود جیل میں حضرت قاری صاحب سے باقاعدہ مشق قرأت کیا کرتے تھے۔ جیل میں جہری نمازوں کی امامت حضرت قاری صاحب خود فرماتے۔ کچھ عرصہ بعد عام قیدیوں کی رہائی کا اعلان ہوگیا۔ جیل میں پڑھنے والے رہا ہوگئے۔ لیکن حضرت قاری صاحب ابھی تک جیل میں رہے۔ حکومت اپنے طریقہ کے مطابق اہم دفعات کے تحت گرفتار شدگان کو رہا کرنے میں تاخیر سے کام لیتی ہے۔ اس لئے چھ ماہ کا عرصہ گزرنے کے

باوجود بھی حضرت قاری صاحب رہا نہ ہوسکے۔

۱۹۵۳ء میں جو گروپ سب سے آخر میں رہا ہوا حضرت قاری صاحب بھی ان میں شامل تھے۔اس طرح مسجد سراجاں میں تعلیم قرآن کے جو انوار و برکات تھے سنٹرل جیل میں ان سے کہیں پر رونق دیکھے گئے۔ یہ سب حضرت قاری صاحب کے عشق قرآن کی برکات تھیں۔ (تذکرۃ الشیخین ص۱۱۳،۱۱۴)

غرض قاری رحیم بخش صاحب ایسے عبقری انسان عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد تھے۔قاری رحیم بخش صاحب کی تدریس کی کل زندگی وہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے درمیان میں گزری اور آج بھی انہیں ہر دو حضرات کے درمیان محو استراحت ہیں اور قیامت کے دن انہیں حضرات کے ساتھ اٹھیں گے۔ان اصحاب ثلاثہ کو دیکھیں تو دل کی کائنات فداء ہونے کو بے قرار ہوجاتی ہے۔زہے مقدر!

(۶۴۹) رحیم بخش (ریٹائرڈ سیشن جج بہاول پور)، جناب الحاج

(وفات:۸/جنوری ۱۹۵۵ء)

۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں ریٹائرڈ سیشن جج الحاج خان بہادر رحیم بخش نے ’’ابن مریم‘‘ نامی کتاب لکھی۔ابتداء قرآن مجید سے آخر تک جہاں کہیں مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ان آیات قرآنیہ کو زیر بحث لاکر قرآن کے اعتبار سے مسیح علیہ السلام کے مقام ومنصب، حیات، رفع، نزول، علامت قیامت غرض ایک ایک مسئلہ کو قرآن کے حوالہ سے خوب مبرہن کیا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے اور احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

جناب مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا رحیم بخش نے ذیل کا فتویٰ دیا۔’’جس شخص کے یہ عقیدے ہیں وہ اسلام کے شارع عام سے دور ہے۔جن لوگوں کا ایسے عقائد کی طرف میلان ہوگیا ہے انہیں چاہئے کہ نجات اخروی کے لئے اپنے شبہات علماء سے حل کریں۔رسالہ فتح الاسلام، توضیح المرام، زالہ اوہام مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی میں، جو یہ اعتقاد و مسائل درج ہیں کہ مسیح موعود میں ہوں۔ملائکہ بذات خود اپنے وجود سے زمین پر نہیں آتے اور انبیاء پر نہیں اترتے۔صرف ان کی تاثیر نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو جسم مبارک کے ساتھ معراج نہیں ہوئی۔عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو باذن اللہ زندہ نہیں کرتے تھے۔موسیٰ علیہ السلام کا عصا حقیقی سانپ نہیں بنا تھا۔ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر چار جانور زندہ نہیں ہوئے۔جن کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے بلکہ یہ مسمریزم کا عمل تھا۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے عقائد قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہیں۔‘‘

(۶۵۰) رحیم بخش شجاع آبادی، جناب حاجی

(وفات: جنوری ۱۹۷۸ء)

کنڈا رحیم بخش نزد شجاع آباد کے رہائشی انتہائی دیندار، احرار رہنماؤں کے خدمت گزار، صوفی منش تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے علمبردار تھے۔

(۶۵۱) رستم علی خان چشتی، مولوی ابوالانوار نواب محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۳۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۶۵۲) رسول خان ہزاروی، مولانا

(ولادت:۱۸۷۱ء وفات:۳/رمضان ۱۳۹۱ھ/ ۱۵/اکتوبر ۱۹۷۱ء)

حضرت مولانا رسول خان بٹگرام ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم گرامی محمود علی بن گل خان تھا۔ ابتدائی تعلیم اوگی اور ہری پور میں حاصل کی۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے ۳ سال پڑھنے کے بعد ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں مولانا محمود حسن دیوبندی سے دورۂ حدیث شریف کی سند فراغت حاصل کی۔ گیارہ سال تک مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں درس وتدریس کے بعد آپ کا تقرر آپ کے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں ہوا۔ آپ کے نامور شاگردوں میں مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے اساطین علم وعمل کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ بعدازاں لاہور اورینٹل کالج میں ۱۷ سال تک لیکچرار رہے۔ مفتی محمد حسن امرتسری کی خواہش پر جامع اشرفیہ میں تدریسی سلسلہ شروع کیا اور تادم آخر اسی ادارہ میں شیخ الحدیث کے منصب سے ''قال رسول اللہ (ﷺ)'' سے تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ اصلاحی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی سے تھا۔ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء کو آپ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

یکم رمضان کو بخار نے اور ۳/رمضان کو موت نے آ گھیرا اور سورۃ یٰسین پڑھ کر ''فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین'' کے ذکر کے ساتھ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دوران تدریس مرزا قادیانی کے متعلق شائع ہونے والا ''فتویٰ تکفیر قادیان'' پر اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں دوران تدریس مرزا ملعون کے خلاف فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۵، ج۳ ص۶۷)

(۶۵۳) رشید احمد (بانی جامعہ فاروقیہ شجاع آباد)، مولانا

(ولادت:۱۹۳۳ء وفات:۱۴/اکتوبر ۱۹۹۹ء)

مولانا رشید احمد شجاع آبادی، شجاع آباد کے رہائشی تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف ۱۹۵۸ء میں شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کے ہاں کراچی میں کیا۔ کئی مقامات پر تدریس کا شغل اختیار کیا۔ مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کے جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد میں بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ جمعرات شام کی ٹرین سے

شجاع آباد جاتے اور ہفتہ کے دن صبح کی ٹرین سے واپس تشریف لاتے۔ اتنے وضع دار تھے کہ آتے یا جاتے مولانا تاج محمود سے ریلوے مسجد میں ضرور ملاقات کرتے۔ فقیر راقم نے پہلی بار یہاں آپ کو دیکھا۔ بہت ہی خوبیوں والے محنتی انسان تھے۔ پھر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کی بنیاد رکھی اور اس کو پروان چڑھانے کے لئے عمر بھر کوشش کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے بنیادی ارکان میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مولانا محمد ادریس انصاری سے بیعت کا تعلق رہا۔ اتنے کامل ہونے کے باوجود عمر بھر خود کو کسی نہ کسی بزرگ سے جوڑے رکھا۔ مولانا رشید احمد بہت ہی متواضع اور زیرک انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں خوبیوں کے حسن سے نوازا تھا۔ اسلامیان شجاع آباد کی جس اخلاص سے آپ نے خدمت کی اس کا صدقہ ہے کہ ان کا قائم کردہ ادارہ کا آج بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ مولانا رشید احمد عمر بھر نظام اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں اکثر تشریف لاتے تھے۔ بہت ہی محبتوں والے انسان تھے۔ آپ نے شیخ بن باز کے فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام کی توثیق کرتے ہوئے لکھا کہ: ''یہی فتویٰ حق ہے اور حق زیادہ لائق ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے۔'' احقر الی اللہ! رشید احمد! (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۰)

(۶۵۴) رشید احمد (تپے دار کنزی)، جناب

(وفات: ۴/اپریل ۱۹۹۷ء)

جالندھر کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے مشورہ سے کنزی آ گئے۔ مستری برکت علی مغل، جناب بشیر احمد قلندر، ڈاکٹر محمد شفیق اور دیگر دوستوں کے ساتھ مل کر عقیدۂ ختم نبوت کا کام مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے شروع کیا۔ بخاری مسجد اور دفتر ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس شروع کی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی صالح دی اور ان کے دو بیٹے میاں محمود اور بھائی محمد اقبال مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہیں۔ (مولانا محمد علی صدیقی)

(۶۵۵) رشید احمد جالندھری، جناب ڈاکٹر

آپ پی۔ایچ۔ڈی ڈاکٹر تھے۔ مختلف حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے متعلق لکھا:

(قادیانی) مسئلہ ادھر ایک صدی سے مسلمانوں کے لئے قلق واضطراب کا باعث بنا ہوا ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں مسلم قوم کے حصہ میں بھی فتح ونصرت کی خوشیاں اور شکست وہزیمت کی تلخیاں آئی ہیں۔ لیکن انیسویں صدی میں مسلم جماعت کو قادیانیت کی شکل میں جس نئے مسئلہ سے واسطہ پڑا ہے وہ اپنی نوعیت میں منفرد ہے۔ قادیانیت نے ختم نبوت سے متعلق مسلمانوں کے بنیادی عقیدے پر سوال اٹھائے اور اس بنیادی مسئلے پر قرآن مجید کے واضح اور غیر مبہم بیان کہ رسول اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ (سورۂ احزاب آیت نمبر ۴۰) کو پہلی بار عجمی زبان نے اپنی وضع کردہ اصطلاحوں کی روشنی میں دیکھا اور ختم نبوت کے مفہوم میں نبوت کے ایک نئے تصور ''ظل نبوت'' کو داخل کیا۔ یہ تصور قرآن مجید اور عرب روایات کے لئے یک قلم اجنبی ہے۔ ان نئی تاویلات نے نہ صرف مسلمانوں کے شعور واحساس کو مجروح کیا بلکہ ان کی فکری اور عملی توانائیوں کے رخ کو بھی بدلنے کی کوشش کی...... علامہ اقبال نے ختم نبوت کی فلسفیانہ

تشریح کرتے ہوئے کہا: ’’رسول اکرم ﷺ کے بعد نبوت کے دروازے کو بند کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اپنے مکمل شعور کے لئے اپنے ہی وسائل پر اعتماد کر سکے۔ اسلام میں مذہبی پیشوائیت اور موروثی بادشاہت کا خاتمہ، قرآن مجید میں عقل وتجربہ پر مسلسل زور اور یہ امر کہ فطرت اور تاریخ بھی انسانی علم کے ماخذ ہیں۔ غرضیکہ یہ سب امور نظریہ ختم نبوت کے مختلف مظاہر ہیں۔‘‘

غرضیکہ سیاسی اور اقتصادی طور پر ایک شکست خوردہ جماعت کے عام مذہبی تصورات اور علمائے وقت کے سقیم اور لاطائل مجادلات نے مرزاغلام احمد اور ان کے ساتھی حکیم نورالدین صاحب کے فکری اور نفسیاتی سانچے کو تیار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مرزاقادیانی اپنی خاندانی وجاہت کے زوال پر بھی افسردہ دل تھے۔ جس کا ذکر انہوں نے برطانوی ملکۂ معظمہ کے نام اپنی دو تحریروں ’’تحفہ قیصریہ‘‘ اور ’’ستارہ قیصریہ‘‘ میں کیا ہے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ ملکہ معظّمہ کے شاہی خط سے نوازے جائیں۔ وہ ایسے خط کو اپنے کھوئے ہوئے خاندانی اعزاز کی بحالی کے لئے ضروری خیال کرتے تھے۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ یہی تمنا ان کے صاحبزادے مرزابشیرالدین کے دل میں بھی مچلتی رہی۔ انہوں نے دوسری جنگ میں وائسرائے کو قادیان آنے کی دعوت دی۔ لیکن مسلمانوں اور قادیانیوں کے باہمی کشیدہ تعلقات کی وجہ سے گورنر پنجاب نے وائسرائے کو قادیان نہ آنے کا مشورہ دیا اور یوں ایک بار پھر یہ ’’دنیاوی اعزاز‘‘ ہاتھ سے نکل گیا۔ یاس وناامیدی کی اس فضا میں حکیم نورالدین صاحب نے جو بہ وجوہ اپنی مہدویت کا دعویٰ کرنے سے قاصر تھے، اپنے ساتھی مرزاقادیانی کو اس منصب کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ جواں ہمت مرزاقادیانی نے اپنی قسمت آزمائی کے لئے مذہبی میدان کا انتخاب کیا۔ مرزاقادیانی نے اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ۱۸۸۰ء میں غیرمسلم جماعتوں کو دعوت مبارزت دی اور ’’براہین احمدیہ‘‘ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھنے کا اعلان کیا، جس میں آپ نے اسلام کی حقانیت پر لکھتے ہوئے جارحانہ انداز بیان اختیار کیا جو شکست خوردہ قوموں کو بہت پسند آتا ہے۔ چنانچہ مرزاقادیانی عام مسلمانوں اور بعض علمائے ظاہر کے حلقوں میں بہت مقبول ہوئے۔ لیکن اہل نظر نے اسی کتاب سے مرزاقادیانی کی سوچ اور اس کی نئی سمت کا سراغ لگا لیا تھا۔ مرزاقادیانی نے اس کتاب میں جہاں اس بات کا اعلان کیا کہ قرآن کے پیغام اور تعلیمات میں کسی قسم کی تحریف یا ترمیم کا خطرہ نہیں ہے، اس لئے کسی نئی شریعت یا نئے الہام کا نزول ممکن نہیں اور آنحضرت ﷺ ’’حقیقت میں خاتم رسل ہیں‘‘ وہاں انہوں نے اپنے دعاوی اور الہامات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کا مثیل بھی قرار دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم نورالدین مرزاقادیانی سے ان کے نئے منصب کے بارے میں بات چیت کرتے رہتے تھے۔ ہر چند ابتداء میں مرزاقادیانی نے ازراہ عجز وانکساری اپنے آپ کو نئے منصب کا اہل نہیں سمجھا۔ لیکن حکیم صاحب کی سعی وکاوش رائیگاں نہیں گئی۔ مسیح موعود کا تخیل جو حکیم صاحب نے مرزاقادیانی کو دیا تھا مرزاقادیانی کے لاشعور میں پڑا رہا اور آہستہ آہستہ لاشعور سے شعور کی طرف سفر کرتا رہا۔ حتیٰ کہ مرزاقادیانی نے ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ایک وقت تھا کہ انہوں نے حکیم صاحب کے مشوروں کے جواب میں لکھا تھا: ’’درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج دوم ص۹۸،۹۹)

لیکن مرزاقادیانی نے اسی خط میں حکیم صاحب کے مشورہ کو پوری طرح مسترد بھی نہیں کیا۔ چنانچہ اسی مکتوب میں لکھتے ہیں: ’’لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء ہی کو رکھا ہے۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج دوم ص۹۸،۹۹)

لیکن بہت جلد وہ وقت آ گیا کہ مرزا قادیانی نے رمز و کنایہ کی زبان سے ہاتھ اٹھالیا اور اپنی کتاب فتح اسلام میں کھل کر یہ کہا: ''سو اس عاجز کو...... حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا...... میں آسمان سے اترا ہوں، ان پاک فرشتوں جو میرے دائیں بائیں تھے۔'' (فتح اسلام ص۱۷، ۱۸، خزائن ج۳ ص۱۱ حاشیہ)

مرزا قادیانی نے نئے ''منصب'' پر فائز ہونے کے بعد بڑے بڑے دعوے کئے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱...... وہ (مرزا قادیانی) مسیح موعود ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ نزول مسیح علیہ السلام دمشق میں ہوگا۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس ''مشکل'' کو حل کرتے ہوئے کہا: ''دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔'' کیونکہ دمشق اور قادیان میں ''یزیدی الطبع'' اور شیطان صفت لوگ بستے ہیں۔ وقت کی یہ ستم ظریفی بھی دیدنی ہے کہ ازالہ اوہام میں تو مرزا قادیانی نے دمشق اور قادیان میں خبث وشیطنت کو وجۂ مماثلت قرار دیا۔ لیکن جب انہوں نے ۱۸۹۹ء میں ملکہ معظّمہ کی خدمت میں ''ستارہ قیصریہ'' کے نام سے درخواست پیش کی تو انہوں نے ہندوستان میں برطانوی حکومت کے استحکام کے لئے اپنی خاندانی خدمات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا کہ وہ ملکہ کے عہد عدل پرور میں مسیح بن کر آئے ہیں اور ان کا گاؤں ''قادیان'' حضرت مسیح علیہ السلام کی جائے پیدائش ''ناصرہ'' سے مماثل ہے اور دونوں میں وجۂ مماثلت ''روحانیت'' ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ''سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا، تیرے ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے...... غرض ناصرہ اور اسلام پور قاضی (بقول مرزا قادیان کا اصل نام) الفاظ ایک بڑے پرمعنی نام ہیں، جو ایک ان میں سے روحانی سرسبزی پر دلالت رکھتا ہے۔ دوسرا روحانی فیصلہ پر، جو مسیح موعود کا کام ہے۔'' (ستارہ قیصریہ ص۶، ۷، خزائن ج۱۵ ص۱۱۸، ۱۱۹)

۲...... مرزا قادیانی کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی وفات سے اڑھائی ہزار برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے گئے۔ نیز یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کمالات ظلی طور پر ہم کو (مرزا قادیانی) عطاء کئے گئے ہیں۔ (تریاق القلوب ص۱۵۵، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷ حاشیہ)

۳...... جو لوگ آپ کو نبی نہیں مانتے وہ ''شقی ازلی ہیں، جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۳، خزائن ج۲۱ ص۱۰۹)

واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی مرزا قادیانی کے دعاوی، الہامات، مناظرانہ طرز فکر اور مجادلہ اسلوب بیان کو دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر مرزا قادیانی کی اس دراز نفسی کا مقصد کیا ہے؟ جہاں تک ان کے دعویٰ نبوت کا تعلق ہے تو اس کے بے بنیاد ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ قرآن مجید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی نبوت کا دروازہ یک قلم بند کر دیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید آج اپنی اصلی شکل میں انسان کے ہاتھ میں موجود ہے اور اس نے زندگی کے بنیادی اور مابعد الطبیعاتی مسائل کا جواب بھی دے دیا ہے۔ اب نئی نبوت یا مہدویت زندگی کے کس معمہ کو حل کرے گی؟ خود مرزا قادیانی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ ان کے دعوے مسیحیت نے مسلمانوں اور ان کے ماننے والوں کے درمیان نفرت وکدورت اور بغض وعناد کی دیواریں کھڑی کرنے کے سواء اور کوئی کام نہیں کیا۔ اگر ان کے ماننے والے مرزا قادیانی کے دعاوی کو شطحیات پر محمول کرتے اور مسلمانوں کا سماجی مقاطعہ کرتے

ہوئے انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہ کرتے تو شاید غریب مسلمانوں کے دل اس قدر زخمی نہ ہوتے۔ بہرنوع رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی نئی نبوت کا اعلان خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو، مسلم معاشرے کو ایک نئی گروہ بندی سے روشناس کرانا ہے اور گروہ بندی خواہ وہ کسی نام سے ہو خوفناک نتائج پر منتج ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی منزل (اپنی کھوئی ہوئی خاندانی وجاہت کو حاصل کرنا) تک پہنچنے کے لئے مذہب کی راہ اختیار کی۔ چنانچہ ان کا دعویٰ مسیحیت اسی ''راہ سلوک'' کا ایک ''مقام'' ہے، جس کا مقصد حکمران طاقت کا قرب حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ اس قرب کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے برطانوی ملکہ معظمہ کو اس امر کی اطلاع دی کہ وہ دو چیزوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

۱...... مسلمان بقول مرزا قادیانی ''دین کے لئے تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا ایک رکن سمجھتے ہیں اور اس جنوں سے ایک بے گناہ کو قتل کر کے ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے ایک بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔'' چنانچہ مسلمانوں کو اس عیب سے پاک کرنا۔

۲...... دوسرا عیب مسلمانوں میں بقول مرزا قادیانی یہ ہے کہ: ''وہ ایک ایسے خونی مسیح اور خونی مہدی کے منتظر ہیں جو ان کے زعم میں دنیا کو خون سے بھر دے گا۔''

مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی ان ''دونوں غلطیوں'' کا ذکر کرنے کے بعد اپنی ''اپنی آمد'' کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے کہا: ''مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان غلطیوں (دین کے لئے تلوار سے جہاد کرنا اور خونی مسیح کا انتظار) کو دور کروں اور قاضی یا حکم کا لفظ جو مجھے عطاء کیا گیا ہے، وہ اس فیصلہ کے لئے ہے۔'' (ستارہ قیصریہ ص۹، خزائن ج۱۵ ص۱۲۱)

ہمیں علم نہیں کہ مسلمانوں کی کون سی جماعت اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے تلوار پر اعتماد کرتی ہے یا وہ انسانی بستیوں کو ویران کرنے کے لئے کس خونی مہدی کی منتظر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی برطانوی حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کو یا غیر ملکی حکومت کے خلاف قومی وملی جذبات وعواطف کو برطانوی حکومت کے استحکام کے لئے خطرناک تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کو ان کے اس مؤقف سے ہٹانے کے لئے ''دعویٰ مسیحیت'' کا سہارا لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ کام ''مسیحیت'' کا اعلان کئے بغیر بھی کر سکتے تھے۔ جیسا کہ ان کے معاصر مرحوم سر سید احمد خان نے کیا۔ مرحوم سرسید نے حالات کی سنگینی کے پیش نظر مسلمانوں کو برطانوی حکومت کی وفاداری کا درس دیا۔ لیکن یہ درس انہوں نے کسی مذہبی فتنہ کو کھڑا کئے بغیر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی خدمت کے لئے علی گڑھ میں علمی ادارہ بھی قائم کیا جس نے آگے چل کر برصغیر کی مسلم سیاست میں ایک کردار ادا کیا۔ افسوس! مرزا قادیانی اپنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مسلمانوں کو علی گڑھ یونیورسٹی یا دارالعلوم کا سا کوئی تحفہ نہ دے سکے۔ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو اس ''جرم'' کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا کہ وہ مرزا قادیانی کے دعاوی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مرزا قادیانی کے یہ دعاوی نہ صرف مسلمانوں کے لئے شدید قلق واضطراب کا موجب بنے، بلکہ غیر مسلم بھی ان دعوؤں کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ فارقوہر (FARQUHAR) کو مرزا قادیانی کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد کہنا پڑا: ''وہ اپنے دعویٰ مسیحیت میں شعوری طور پر دخیل (IMPOSTOR) ہونے کے بجائے خود فریبی کا شکار تھے۔ البتہ ایک آدمی مشکل ہی سے اس بات کا یقین کرے گا کہ مرزا قادیانی اپنے سارے دعوؤں اور بیانات میں مخلص ہیں۔''

مرزا قادیانی اپنی ظلی نبوت کے بارے میں شعوری یا لاشعوری طور پر خود فریبی کا شکار ہوئے ہوں یا انہوں نے حکومت وقت سے کسی دنیاوی اعزاز حاصل کرنے کے لئے شعوری طور پر مسلمانوں کی مذہبی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا ہو (ملاحظہ ہو ستارہ قیصریہ) جو بھی صورت ہو ان کی تحریک آگے چل کر بدقسمتی سے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک متوازی تحریک کی شکل اختیار کرگئی اور ''مذہبی اصلاح'' کا نام لینے والی جماعت شعوری یا لاشعوری طور پر مذہبی فتنہ وفساد کا موجب بن گئی۔ یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس سے شاید ہی کوئی منصف مزاج آدمی انکار کر سکے۔ (دارالعلوم دیوبند ص ۱۷۷ تا ۱۸۴ تلخیص)

(۶۵۶) رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۸۲۹ء ...... وفات: ۱۱/اگست ۱۹۰۵ء)

اپنے ننہال کے ہاں گنگوہ میں سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کے ننہیال کا گھر شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مزار اقدس سے تیس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب دادی کی جانب سے گیارھویں پشت پر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے ملتا ہے۔ آپ کے وصال کے تین سو سال بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے آگے چل کر حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی کی خانقاہ شریف کے در و دیوار کو رونق بخشی اور ایک بار پھر گنگوہ کی عظمت رفتہ کا چاردانگ عالم میں چرچا کر دیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے والد گرامی کا نام مولانا ہدایت احمد گنگوہی تھا۔ مولانا ہدایت احمد نے دینی تعلیم حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان سے حاصل کی اور آپ کی روحانی تربیت شیخ غلام علی دہلوی کی مرہون منت ہے۔ بتیس سال کی عمر میں ان کا وصال ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں ہوا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اس وقت سات سال کے ہوں گے۔ پہلے آپ کے دادا قاضی پیر بخش پھر ماموں مولانا محمد نقی صاحب نے آپ کی کفالت کی۔ بچپن میں ہی بچوں کے کھیل کود سے دلچسپی نہ تھی۔ والدہ ماجدہ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ میاں جی قطب بخش سے آپ نے فارسی کی کتب پڑھیں۔ اسی طرح مولانا محمد نقی، مولانا محمد غوث سے بھی فارسی کی کچھ کتب پڑھیں۔ ابتدائی صرف ونحو مولانا محمد بخش رامپوری سے پڑھیں۔ حزب البحر اور دلائل الخیرات کی اجازت بھی مولانا محمد بخش رامپوری سے آپ کو حاصل ہوئی۔ انہیں کے مشورہ پر آپ عربی کی مزید تعلیم کے لئے دہلی گئے۔

مولانا مملوک علی نانوتوی جو مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے والد گرامی تھے۔ وہ اس وقت دہلی میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت دہلی میں شاہ عبدالغنی مجددی اور شاہ احمد سعید دہلوی اور مولانا مملوک علی نانوتوی کی درس گاہوں کا خوب عروج تھا۔ مولانا مملوک علی، مولانا رشید الدین خان کے شاگرد تھے اور وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا مملوک علی اپنے قصبہ نانوتہ گئے تو مولانا محمد قاسم نانوتوی کو تعلیم کے لئے اپنے ہمراہ لائے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رامپور سے دہلی آئے تو مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی کے ہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ گویا شمس وقمر دونوں کا اکٹھ ہوگیا۔ ذہین شاگرد کو لائق استاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک فاضل استاذ بھی ذہین شاگرد کو پا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اب مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی نے مولانا مملوک علی صاحب سے تعلیم کیا حاصل کی کہ ان کے فیض سے پورا ہندوستان نہیں، پورا عالم جگمگا اٹھا۔ (یاد رہے سرسید احمد خاں علی گڑھی بھی مولانا مملوک علی نانوتوی کے شاگرد تھے)

علماء جانتے ہیں کہ میر زاہد، قاضی، صدرا، شمس بازغہ کتنی مشکل کتابیں ہیں۔ لیکن مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی ان کتابوں کو ایسے پڑھتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے۔ فرفر پڑھتے تھے۔ کہیں ترجمہ کی ضرورت ہوتی تو استاذ بتادیتے۔ باقی طلباء نے کہا کہ یہ بے سمجھے پڑھتے ہیں۔ مولانا مملوک علی نے فرمایا میرے سامنے کوئی طالب علم بے سمجھے نہیں چل سکتا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے مولانا مملوک علی نانوتوی کے علاوہ مولانا مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی سے بھی اکتساب کیا۔ مفتی صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، شاہ عبدالقادر دہلوی اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی کے شاگرد تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے حدیث مولانا شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھی۔ حضرت نانوتوی بھی آپ کے ہم سبق تھے اور یہ جوڑی اپنی ذہانت اور تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے ہر استاذ کی آنکھوں کا تارابنی رہی۔ شاہ عبدالغنی مجددی، حضرت مجددالف ثانی کے طریقہ نقشبندیہ کے متمسک تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شاہ ابوسعید تھا۔ شاہ عبدالغنی مجددی کا سلسلہ نسب وسلسلہ سلوک آٹھویں پشت پر حضرت مجددالف ثانی سے جا کر ملتا ہے۔ گویا حضرت مجدد صاحب آپ کے بزرگوار تھے۔

حضرت گنگوہی نے معقولات کی اکثر کتب، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، معانی وغیرہ حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی سے پڑھیں۔ صحاح ستہ مکمل حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھیں۔ شرف تلمذ مفتی صدرالدین، مولانا شاہ احمد سعید، مولانا قاضی احمد دین پنجابی سے بھی رہا۔ آپ کی ذہانت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ کی مدت تعلیم دہلی میں چار سال بنتی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں اتنی زیادہ تعلیم کا حاصل کرنا آپ کی کمال ذہانت کی دلیل ہے۔ تعلیم ومطالعہ کے لئے سولہ گھنٹے مقرر کر رکھے تھے۔ آرام، کھانے، پینے اور نمازوں کے لئے آٹھ گھنٹے تھے۔ اب جو شخص چوبیس گھنٹوں میں سے سولہ گھنٹے مطالعہ کتب کے لئے وقف رکھے گا اس کے انہاک مطالعہ کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے ماموں تین روپے ماہوار آپ کو بھیجتے تھے۔ پورے مہینہ کا تمام خرچہ بمع کھانا آپ اسی سے پورا کرتے تھے۔ آپ کے استغناء کا یہ عالم تھا ایک شخص نے کیمیا بنا کر دکھلا دیا اور نسخہ بھی دے دیا۔ نسخہ آپ نے کتاب میں رکھ چھوڑا۔ تعلیم مکمل ہونے کے سالہا سال بعد کسی نے پوچھا تو کتاب سے نکال کر دے دیا۔ اس نے نقل کر کے بنایا تو کیمیا بن گیا۔ آپ نے وہ نسخہ پھاڑ دیا۔ فرمایا کہ مجھے اس سے کیا سروکار ہے۔ میرے یہ کس کام کا ہے؟

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی زمانہ طالب علمی میں چھوٹے درجہ کے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے۔ اس پہلی کلاس میں پڑھنے والے ایک طالب علم کا نام ملا محمود تھا۔ جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے استاذ تھے۔ جن سے حضرت شیخ الہند نے انار کے درخت کے نیچے پڑھنا شروع کیا تھا۔ دیوبند کے پہلے استاذ محمود اور پہلے شاگرد بھی محمود تھے اور مجھے (راقم مؤلف) بھی مولانا مفتی محمود کے صاجزادہ اور جانشین نے دیوبند لے جا کر ان کے قدموں میں پہنچایا۔ ملا محمود دارالعلوم دیوبند کے پہلے استاذ مولانا گنگوہی کے پہلے شاگرد تھے۔ حضرت گنگوہی نے انچاس سال پڑھایا۔ آپ کے شاگردوں کی آخری جماعت میں آپ کے آخری شاگرد مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی بھی تھے۔ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کے والد گرامی تھے۔ حضرت گنگوہی کے پہلے شاگرد ملا محمود سے آخری شاگرد مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی تک آپ کے علم کی بہاروں کو جمع کیا جائے تو علم کی دنیا میں ایک ابدی موسم بہار آ جائے۔ مولانا محمد نقی آپ کے ماموں تھے اور والد گرامی و دادا مرحوم کے بعد آپ کے کفیل بھی تھے۔ حضرت گنگوہی کی عمر جب اکیس سال کو پہنچی تو ماموں نے اپنی صاحبزادی کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اس عمر میں تحصیل علم کے بعد قرآن مجید گھر پر خود یاد کیا۔

آپ کے ساتھی مولانا محمد قاسم نانوتوی کا خیال مبارک تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت ہونا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی کا خیال مبارک تھا کہ شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت ہونا ہے۔ حضرت گنگوہی ایک بار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے ملنے کے لئے گنگوہ سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو بیعت ہوگئے۔ مختصر مدت کے لئے آئے تھے۔ ہمراہ کپڑے بھی نہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہاں قیام کرو، تو رک گئے۔ جب زیب تن کپڑے میلے ہوجاتے، دھوکر وہی پہن لیتے۔ چالیس دن قیام کیا۔ بیعت کے وقت حضرت حاجی صاحب سے عرض کردیا تھا کہ تصوف کے ذکر واذکار، معمولات ومجاہدہ میرے بس میں نہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ''اچھا کیا مضائقہ ہے۔'' لیکن بیعت کے بعد پہلی رات حاجی صاحب صبح تہجد کے لئے اٹھے تو حضرت گنگوہی بھی ساتھ اٹھ گئے۔ نوافل کے بعد ایک کونہ میں حضرت حاجی صاحب نے ذکر شروع کیا تو دوسرے کونے میں حضرت گنگوہی ذکر کے لئے بیٹھ گئے۔ آپ کو خوب حسن الصوت کی سعادت سے حق تعالیٰ نے نوازا تھا۔ ذکر کیا تو درودیوار بھی نام الٰہی سے گونج اٹھے۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا امشاق کرنے والا ہو۔ حضرت حاجی صاحب کی بیعت کے بعد اثرات بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ: ''پھر تو مرمٹا'' مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ: ''مقام فنا سے بھی فنا عن الفناء کی طرف چلے۔ گویا اپنی فنائیت سے بے خبر اور محض فانی بن گئے۔'' ایک خط میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو اپنی حالت کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ مدح وذم میرے لئے برابر ہوگئے ہیں۔ یعنی کوئی تعریف کرے تو اس سے طبیعت میں فرحت نہیں ہوتی۔ کوئی برائی کرے تو طبیعت میں تکدّر نہیں ہوتا۔ یہ مقام فنائیت کی انتہاء ہے۔

کاش! میرے ایسے کاٹھ کے گھوڑے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے۔ آج کل تمام فساد ہی انا پرستی نے برپا کر رکھا ہے۔ ہم، تم، کی گھما گھی نے نئی نقالوں کی دنیا آباد کر رکھی ہے۔ اللہ رب العزت رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے چالیس روز خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قیام کیا۔ جس دن گنگوہ کے لئے واپسی تھی۔ اسی روز ہی خلافت سے سرفراز کردیئے گئے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے بعد کثرت سے علماء کرام نے حضرت حاجی امداد اللہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے کیا تعبیر کی کہ: ''حضرت گنگوہی نے جس مرحلہ پر بیعت کی، بیعت کے بعد اس مرحلہ میں صاحب نسبت ہوگئے اور چلتے چلتے یہاں پہنچے کہ جو سفر بیعت تھا وہی سفر حصول خلافت ہوگیا۔ یہی قلیل زمانہ سعی تھا اور یہی چند یوم ظفر وکامیابی کے ایّام ثابت ہوئے۔'' گنگوہ واپس ہوئے تو حالت بدل چکی تھی۔ نہ کھانے کا ہوش، نہ پینے وپہننے کا۔ ہر وقت استغراق اور محویت میں ہوتے۔ تمام شب گریہ وزاری کی نذر ہوجاتی۔ اس جذب وکیفیت سے ذکر جہر کرتے۔ معلوم ہوتا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے۔ خود پر جو کیفیت گزرتی ہوگی وہ اور کوئی کیا جانے؟ گنگوہ واپسی کے بعد حضرت حاجی صاحب بھی گنگوہ تشریف لائے اور آپ کے مہمان رہے۔ حضرت گنگوہی نے ایک جگہ چھ ماہ تدریس بھی کی۔ پھر چھوڑ دی۔ اب آپ نے فیصلہ کرلیا کہ مجھے گنگوہ میں ہی رہنا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا خلوت خانہ عرصہ تین سو سال گزرنے کے بعد جوں کا توں تھا۔ آپ نے اس کی صفائی ومرمت کا اپنے ہاتھوں اہتمام کیا اور اس میں فروکش ہوگئے۔ گویا حق تعالیٰ نے صدیوں بعد اس خانقاہ شریف کو آباد کرنے کا پردہ غیب سے اہتمام کردیا۔ اس خانقاہ شریف کی رونقیں لوٹ آئیں۔ اب پڑھنے کے لئے طلباء آنے لگے۔ آپ کے درس کو وہ قبولیت ملی کہ ''العظمۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین''

مولانا گنگوہی کا سلسلہ نسب دادی کی جانب سے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے جا کر ملتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب سے بیعت کے بعد سلسلہ روحانی بھی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے جا کر مل گیا ''قدوسی حجرہ خلوت'' مسجد کی پشت کی جانب تھا۔ جہاں قطب عالم شیخ عبدالقدوس سالہا سال ریاضت مجاہدہ کرتے رہے۔ نہ جانے تین سو سال کے عرصہ میں کتنے لوگ خانقاہ میں آئے۔ لیکن وہ اس حجرہ کے اہل نہ تھے۔ اب جو اہل آیا تو یہ امانت اس کے سپرد ہوگئی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی عرصہ تک خلوت نشینی کی طرف مائل رہے۔ خلوت کی ریاضت نے پگھلا کر جب خالص سونا بنا دیا تو اب طبیعت لوگوں سے ملنے میں انسیّت محسوس کرنے لگی۔ اب آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے۔ اتباع شریعت اور سنت کی تابعداری آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ خلاف شریعت وسنت کام پر خاموش رہنا یا مصلحت کا شکار ہونا آپ کی عزیمت کے خلاف تھا۔ اس لئے آپ سے جو تعلق جوڑتا، شریعت کی تابعداری اس کی گھٹی میں پڑ جاتی۔ اس دوران میں آپ نے طب بھی شروع کر دی۔ اس سے بھی خلق خدا کی خدمت کی۔ غرض روحانی وجسمانی طور پر لوگ آپ کی ذات گرامی سے نفع حاصل کرنے لگے۔

حضرت گنگوہی کے بعد آپ کی سفارش پر حضرت نانوتوی کو حضرت حاجی صاحب نے اپنی بیعت میں قبول فرمالیا۔ وہ بھی خانقاہ امدادیہ سے وابستہ ہوئے۔ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تحریک آزادی میں ''اکابر ثلاثہ'' (حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، حضرت حاجی امداداللہ صاحب) نے تحریک آزادی میں مثالی کردار ادا کیا۔ تینوں حضرات کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے تھانہ بھون سے سفر کیا اور پنجلاسہ، پاکپتن، تلمبہ کے راستہ کراچی سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ جب حاجی صاحب ''پنجلاسہ'' میں تھے تو حضرت گنگوہی آپ سے ملے۔ حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کے لئے دل بے قرار تھا۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ جانے سے پہلے آپ کو ملوں گا۔ مخبر کی اطلاع پر پولیس نے چھاپا مارا۔ حاجی صاحب نے تھوڑی دیر پہلے میزبان سے فرمادیا کہ چارہ کاٹنے والی مشین کے کمرہ میں مصلیٰ بچھا اور پانی رکھ دیا جائے۔ آپ نے وضو کیا مصلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ مالک مکان نواب حاجی محمد عبداللہ صاحب سے فرمایا کہ باہر سے کمرہ کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دیں۔ کنڈی لگا کر فارغ نہ ہوئے ہوں گے کہ پولیس نے محاصرہ کر لیا۔ تمام کمروں کی تلاشی کرتے کرتے اس کمرہ میں آئے۔ دروازہ کھولا تو مصلیٰ موجود، آدمی کوئی نہیں۔ نواب صاحب سے پولیس آفیسر نے پوچھا کہ مصلیٰ کیوں رکھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نوافل یہاں ادا کرتا ہوں۔ اس لئے مصلیٰ بچھایا تھا۔ پولیس مطمئن ہو کر خالی لوٹ گئی۔ پولیس کو گاؤں سے نکال کر حاجی عبداللہ پھر کمرہ میں آئے تو حاجی صاحب التحیات کی حالت میں بیٹھے تھے۔ نواب عبداللہ کے آنے پر سلام پھیرا۔ نواب صاحب نے عرض کیا حضرت پولیس آئی تھی؟ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا ہاں آئی تھی۔ نواب صاحب نے عرض کیا حضرت آپ کہاں تھے؟ فرمایا یہیں تھا۔ عرض کیا: حضرت آپ نظر نہیں آئے۔ فرمایا کہ وہ (انگریز) اندھے ہو جائیں تو اس میں امداداللہ کا کیا قصور ہے؟

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تین دن روپوش رہے۔ پھر باہر آگئے۔ رہائش بدلتے رہے۔ لیکن گرفتار نہ ہوئے۔ حضرت گنگوہی گرفتار ہوئے۔ کیس چلا، لیکن بری ہوگئے۔ بایں ہمہ زندگی کے آخری سانس تک انگریز گورنمنٹ آپ کی نگرانی کرتی رہی۔ مخبر بھی آتے جاتے رہتے۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ ایک دفعہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ مولانا رشید احمد گنگوہی کو پھانسی کی سزا کا حکم

ہو گیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب، حکیم ولایت حسین، مولانا مظفر حسین کاندھلوی تھانہ بھون سے باہر جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اچانک حضرت حاجی صاحب نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ رشید احمد کو کوئی پھانسی نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت سا کام لینا ہے۔ چنانچہ گرفتاری، کیس، پھر برأت سے وہی ظہور میں آیا جو عرصہ پہلے حاجی صاحب نے فرما دیا تھا۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ جانے سے پہلے آپ کو ملوں گا۔ مولانا گنگوہی گرفتار ہو گئے اور آپ کی رہائی سے قبل حضرت حاجی صاحب حجاز روانہ ہو گئے۔ ایک خادم نے حضرت گنگوہی سے سوال کیا کہ وہ وعدہ ملاقات کا کیا ہوا؟ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ حاجی صاحب وعدہ خلاف نہ تھے۔ چنانچہ دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا کہ جانے سے قبل سنگین پہرہ میں آپ رات کو آئے۔ علیحدگی میں گھنٹوں ملاقات ہوئی اور پھر چلے گئے۔ حضرت گنگوہی کی گرفتاری رام پور سے ہوئی تھی۔ غلام علی نامی ایک شخص جو علی پور ضلع سہارنپور کا رہنے والا تھا۔ اس نے مخبری کی تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی کو رام پور سے سہارن پور جیل لایا گیا۔ پندرہ دن جیل میں رہے۔ پھر عدالت کے حکم پر گنگوہ کے باشندہ ہونے کے ناتے اپنے ضلع مظفرنگر بھیج دیا گیا۔ سنگینوں کے پہرہ میں دیوبند کے راستہ مظفرنگر کو چلے۔ دیوبند کے راستہ پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی آ کھڑے ہوئے۔ دور سے سلام وزیارت اور مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ اس کیس سے براءت اور جیل سے رہائی کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے مسند تلقین وارشاد کے ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ ایک سال میں صحاح ستہ کو ختم کرانے کا آپ نے اہتمام کیا۔ ۱۲۶۵ھ سے ۱۳۱۴ھ تک انچاس سال یہ سلسلہ چلتا رہا۔ تین سو سے زائد حضرات نے آپ سے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اخیر عمر میں آپ نے پڑھانے کا سلسلہ اس لئے ترک کر دیا کہ آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا اور بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ نے ہند، برما، افغانستان تک کے طلباء کو حدیث شریف کی تعلیم دی۔ آپ کی فیضان صحبت کا اثر تھا کہ آپ کے شاگردوں میں سے کوئی شخص بے وضو شریک درس نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ فرماتے تھے: ''مجھے حنفی مسلک سے خاص محبت ہے اور اس کی حقانیت پر کلی اطمینان ہے۔'' لیکن کیا مجال ہے کہ کسی فقیہ یا امام کی تنقیص کا کوئی پہلو گفتگو سے مترشح ہو۔ آپ کی کسرنفسی کا یہ عالم تھا کہ سبق کے دوران ایک دفعہ اچانک بارش شروع ہو گئی۔ طلباء کرام نے اپنی کتابیں اور تپائیاں اٹھائیں اور مسجد میں جا بیٹھے۔ آپ نے اپنے کندھے کی چادر کو نیچے بچھایا اور طلباء کرام کی جوتیاں اس میں باندھ کر گٹھ سر پر رکھ لیا اور انہیں بارش سے بچا لیا۔ طلباء کرام کو پتہ چلا تو وہ نادم ہوئے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس میں پریشانی کا کون سا موقع ہے۔ تم تو مہمانان رسول ﷺ ہو۔ حدیث پڑھنے آئے۔ تمہاری خدمت ومدارات تو میرے لئے سعادت کی بات ہے۔

طالب علموں سے کوئی خفت کا معاملہ کرتا تو اسے آپ ایسی سنجیدگی سے لیتے کہ ایسا معاملہ کرنے والے کی اصلاح ہو جاتی۔ مدرسہ مصباح العلوم کے ایک مدرس نے آپ سے ہدایہ جلد ثانی پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ چودھویں دفعہ پڑھا رہا ہوں۔ آپ نے تین حج کئے تھے۔ ایک حج میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رفیع الدین مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ الہند، حکیم ضیاء الدین، مولانا محمد مظہر نانوتوی ایسے جلیل القدر حضرات ایک ساتھ تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے آپ عمر بھر سرپرست رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے چھ ماہ بعد مظاہر العلوم کی بنیاد رجب ۱۲۸۳ھ/ نومبر ۱۸۶۶ء میں رکھی گئی۔ مولانا سعادت علی اور مولانا مظہر نانوتوی اس کے بانی تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اس کے سرپرست تھے۔ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا وصال ہوا۔ اس سال کو مدارس ہند کا ''عام الحزن'' قرار دیا گیا۔

۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں دارالعلوم دیوبند کا چوتھا سالانہ دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت گنگوہی نے شرکت فرمائی۔ اس میں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، مولانا اشرف علی تھانوی ایسے فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ مولانا رفیع الدین مہتمم، مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس نے حضرت گنگوہی سے درخواست کی کہ آپ کا وعظ سننے کو دل کرتا ہے۔ مولانا رفیع الدین جو تکلف وتصنع سے بے نیاز، سادگی وخلوص کے پیکر اور شاہ عبدالغنی مجددی کے جانشین تھے۔ آپ نے مدرسہ کی سالانہ روداد میں حضرت گنگوہی کے وعظ کا یوں ذکر کیا ہے: ’’وعظ کیا۔ گویا سامعین کو مئے محبت الٰہی کے خم کے خم پلا دیئے۔ درودیوار تک مست تھے اور عجیب کیفیت ظاہر تھی کہ کہیں دیکھی، نہ سنی۔ اللہ، اللہ! اس کے خاص بندوں کے سیدھے سیدھے الفاظ اور سادہ بیان اور ڈھیلی ڈھیلی زبان میں کیا کیا تاثیرات ہیں۔ بشر کیا، شجر وحجر بھی مان جاتے ہیں۔ مولانا نے تو دقیق مضامین علمیہ بیان نہیں فرمائے۔ یہی وضو اور نماز کے مسائل بیان کئے اور اخلاص کے بیان میں کسی تقریب سے ایک دفعہ باآواز بلند ’’اللہ‘‘ کہا۔ معلوم نہیں کس دل اور کیسے سوز وگداز سے اللہ کا نام لیا کہ تمام مجلس وعظ لوٹ گئی اور آہ وزاری کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا تھا۔ اس وقت بعض اشخاص نے مولوی صاحب کو دیکھا کہ کمال وقار سے ممبر پر خاموش بیٹھے ہیں اور اہل مجلس کی طرف متوجہ ہیں۔ یقین ہوتا ہے کہ اگر مولوی صاحب ایسے متوجہ نہ ہوتے تو اہل جلسہ کو دیر تک افاقہ نہ ہوتا۔ مگر اللہ رے حوصلہ کہ خود ویسے ہی مشتغل رہے۔‘‘

سینہ میں قلزم کو لے، قطرہ کا قطرہ ہی رہا

(تذکرۃ الرشید ص۲۵۱،۲۵۲)

مولانا علی رضا، حضرت گنگوہی کے شاگرد تھے۔ فرماتے تھے میں برسوں حضرت کی خدمت میں رہا۔ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت نہیں پایا۔ حتیٰ کہ مستحبات اور جانب اولیٰ کو بھی ترک نہ فرماتے۔ لیکن مباح سے آگے نہ بڑھتے۔ مگر مباح سے آپ کو خوشی نہ ہوتی۔ البتہ سنن ومستحبات واجبات وفرائض پر عمل کر کے آپ کو ایسی خوشی ہوتی اور مزاج میں ایسا انشراح اور لطافت وبشاشت پیدا ہو جاتی تھی کہ ہر دیکھنے والا محسوس کر سکتا تھا۔ بدعات کو دیکھ کر آپ آنسو بھر لاتے۔

حضرت گنگوہی کا عشق رسالت مآب ﷺ

مدینہ طیبہ کی کھجور کے استعمال کے بعد گٹھلیاں ضائع نہ فرماتے۔ ان کو پسوا کر سفوف بنا لیتے اور اس کو کبھی کبھی پھانک لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا: ’’لوگ زمزم کے ٹین اور مدنی کھجور کی گٹھلیاں پھینک دیتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔‘‘ مولانا عاشق الٰہی کو ایک بار مدینہ طیبہ کی مٹی مبارک عطاء کی اور فرمایا اس کو کھا لو۔ مولانا عاشق الٰہی نے عرض کیا کہ مٹی کھانا تو حرام ہے۔ فرمایا: ’’میاں! وہ اور مٹی ہوگی۔‘‘ حضرت گنگوہی کا جی چاہتا تھا کہ ہر شخص حرمین شریفین سے اسی طرح محبت وپیار رکھے۔ جس طرح خود ان کو تھا۔ ایک مرتبہ غلاف کعبہ کا ایک تار مولانا محمد اسماعیل کو دیا اور فرمایا: ’’اس کو کھا لو۔‘‘ حضرت گنگوہی بہت خوش الحان تھے۔ جب ذکر بالجہر کرتے تھے تو لوگ وجد میں آجاتے تھے۔ اتباع شریعت پر ایسے کاربند تھے کہ خیر القرون کے حضرات کی یاد تازہ کر دی۔ حضرت گنگوہی کے خلفاء کی فہرست پر ایک بار نظر ڈالیں، چند نام پیش خدمت ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا سید حسین

احمد مدنی، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی ان ناموں پر غور کریں اور پھر سوچیں اگر یہ خلفاء تھے تو شیخ کتنا بڑا کامل ہوگا؟ حضرت گنگوہی کے پاس تبرکات میں سے مقام ابراہیم کا ایک ٹکڑا بھی تھا۔ کبھی اسے صندوقچی سے نکالتے، پانی میں رکھتے اور وہ پانی خدام کو پلا دیتے تھے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کا ایک ٹکڑا بھی آپ نے سنبھال رکھا تھا۔

استغناء کا یہ عالم تھا کہ امیر حبیب اللہ والئی افغانستان نے پانچ ہزار روپے ہدیہ ارسال کیا۔ آپ نے واپس کر دیا۔ جو آفیسر ہدیہ لائے ان کے اصرار پر ساتھ یہ رقعہ تحریر فرمایا۔ ''بحیثیت مسلمان مجھے آپ سے تعلق ہے اور میرا دل آپ کو ہمیشہ دعا دیتا ہے۔ خصوصاً موجودہ حالت محبت اسلام اور قدر و منزلت کی خبریں سن کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ حق تعالیٰ برکت عطاء فرماوے گا۔ آپ کی نذر پہنچی۔ مگر چونکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ جمع کر کے کیا کروں گا۔ اس لئے واپس کرتا ہوں۔ کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے اور مجھے بہر حال دعا گو سمجھئے۔'' ۱۱/اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن ساڑھے بارہ بجے وصال فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

مرزا قادیانی کے خلاف قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ کفر

فتنہ قادیانیت کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ مرزا قادیانی نے یک دم نہ تو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، نہ مہدویت کا، نہ مسیحیت کا اور نہ نبوت کا۔ بلکہ سب سے پہلے اس نے خود کو لوگوں میں ایک مناظر اور عیسائیت اور آریت کا رڈ کرنے والے اسلام کا درد دل رکھنے والے شخص کی صورت میں متعارف کرایا اور اس سلسلے میں ''براہین احمدیہ'' لکھنے کا اعلان کیا۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کی اوّلین تصنیف ہے۔ اس کتاب میں نہ تو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے اور نہ نبوت۔ بلکہ شدومد کے ساتھ حیات مسیح کا اثبات کیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں اپنے الہامات کا تذکرہ بھی ہے۔ علماء لدھیانہ نے کتاب ''براہین احمدیہ'' کو تنقیدی نظر سے گزارا تو انہوں نے اس میں کلمات کفریہ کی بڑی کثرت و فراوانی پائی۔ انہوں نے فتویٰ جاری کر دیا کہ یہ شخص زندیق اور خارج از اسلام ہے اور فتویٰ چھپوا کر گرد و نواح کے شہروں میں روانہ کر دیئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے چونکہ اس وقت ''براہین احمدیہ'' کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا تھا اور نہ مرزے کے دعاوی سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لئے آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر سے انکار کیا۔

علماء لدھیانہ مسئلہ کے تصفیہ کے لئے خود دارالعلوم دیوبند پہنچے اور ایک مجلس مذاکرہ تشکیل پائی۔ جس میں حضرت مولانا یعقوب نانوتوی نے علماء لدھیانہ کو کہا: ''آپ قریب الوطن ہونے کی وجہ سے اس (مرزا قادیانی) کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اس شخص کی کتاب (براہین احمدیہ) بھی پڑھ رکھی ہے۔ میں اور مولوی رشید احمد تکفیر سے منع نہیں کرتے۔ لیکن ہماری تحقیق نہیں ہے۔'' (رئیس قادیان ص ۳۸۰)

درج بالا حالات کے تناظر میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مولانا گنگوہی کا تکفیر سے انکار کسی غرض کی بناء پر نہیں تھا، بلکہ مرزا کے عقائد پوری طرح ان کے سامنے نہیں آئے تھے۔ اس موقع پر علماء محتاطین کا جو رویّہ ہونا چاہئے حضرت گنگوہی نے وہی اختیار کیا۔

ایک مخصوص مکتب فکر کے کچھ لوگ حضرت گنگوہی کی اس عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ اسے مرد صالح قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔ حضرت

گنگوہی کو جب تک قادیانی کے کفریات کی اطلاع نہ تھی تو تکفیر کے معاملے میں احتیاط کی روش اختیار فرماتے تھے۔ لیکن جب قادیانی کے کفریات تأویل کے متحمل نہ رہے تو آپ نے اس کی تکفیر فرمائی۔ چونکہ آپ کا آخری قول یہی ہے اور قاعدہ ہے کہ قول آخر کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت گنگوہی کی پہلی رائے کالعدم (مرجوع عنہ) تصور ہوگی۔ حضرت قدس سرہ کے اس رجوع کی چند شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ کچھ حضرت کی اپنی تحریریں اور ایک دو مرزاقادیانی کی عبارتیں، جن میں ہے کہ حضرت گنگوہی نے مرزاقادیانی کو باقاعدہ کافر، دجال اور مفتری کہا ہے۔

حضرت گنگوہی کے مکاتیب کا ایک مجموعہ ''مفاوضات رشیدیہ'' کے نام سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ وہ خطوط ہیں جو آپ نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی سلطان پوری کے نام تحریر فرمائے تھے۔ اس مجموعہ میں متعدد خطوط میں آپ نے قادیانی کے بارے اظہار رائے فرمایا ہے۔ ۲۷/ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ بمطابق ۵/جولائی ۱۸۹۱ء کے خط میں لکھتے ہیں: ''مرزاقادیانی، حسب وعدہ فخر عالم علیہ السلام دجال وکذاب پیدا ہوا ہے۔ مثل مختار ثقفی کے اوّل دعویٰ تائید دین کیا۔ اب مدعی نبوت درپردہ ہوکر مضل خلق ٹھہرا اور بڑا چالاک ہے کہ اشتہار مناظرہ دیتا ہے۔ جب کوئی مقابل ہو بلطائف الحیل ٹال دیتا ہے۔ موت وحیات عیسیٰ میں مناظرہ کرتا ہے۔ اپنے دعویٰ کے باب میں بالکل مناظرہ نہیں کرتا۔ بندہ نے اس کے خلاف فتویٰ لکھا ہے۔ آپ لوگوں کو اس سے ملنے سے منع کرلیں۔ اس کے ناحق اور باطل ہونے میں بالکل تردد نہ کریں۔'' (خط نمبر ۲۶ ص ۴۱)

حضرت کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ حضرت کے نزدیک مرزاقادیانی دجال، کذاب، مدعی نبوت اور مثیل مختار ثقفی تھا اور حضرت نے اشتہار کی شکل میں اس کی تکفیر کا صراحتاً فتویٰ بھی جاری فرمایا تھا۔ آپ کے اس فتویٰ کا ذکر مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے عقائد کی مستند کتاب ''المہند علی المفند'' میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت ومسیحیت مرزاقادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید اور دیگر مذاہب کو بہ دلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے۔ ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کرکے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔ اس کے بعد جب اس نے نبوت ومسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہوکر شائع بھی ہوچکا ہے۔'' (المہند علی المفند ص ۸۶، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

''باقیات فتاویٰ رشیدیہ'' کے نام سے مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہ نے حضرت گنگوہی کے فتاویٰ جات جمع فرمائے ہیں۔ ان میں قادیانی کے متعلق بھی چند فتاویٰ ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے: ''مرزاغلام احمد قادیانی بوجہ ان تاویلات فاسدہ اور ہفوات باطلہ کے، من جملہ دجالوں، کذابوں کے، خارج از طریقہ اہل سنت وداخل زمرہ اہل اہوأ ہے...... قطعاً ضال ومضل اور داخل فرقہائے مبتدعہ اہل ہوا ہے۔ اس سے اور اس کے پیروان سے ملنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ جو لوگ اس کی تکفیر کرتے ہیں وہ بھی حق پر ہیں۔'' (باقیات فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۷، ۳۸، کتاب الایمان والعقائد، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی انڈیا)

مرزاقادیانی اور اس کے اتباع بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ حضرت گنگوہی نے ہمیں کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ چنانچہ مرزاغلام احمد قادیانی نے آپ کے فتویٰ کے بعد اپنی بدزبانی، گالم گلوچ اور طعن وتشنیع کی توپوں کا رخ آپ کی طرف پھیر دیا۔

۲۶؍شوال ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۴؍مئی ۱۸۹۳ء کو مرزا نے ایک اشتہار ''مباہلہ'' کے لئے شائع کیا جس میں ان لوگوں کو مباہلے کی دعوت دی جو قادیانی کو کافر کہتے تھے۔ ان علماء میں مولانا گنگوہی کا نام بھی لکھا گیا۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۴۲۰)

اس طرح مرزا قادیانی نے ایک اشتہار خاص حضرت گنگوہی کو مخاطب کر کے شائع کیا۔ جس میں لکھا تھا: ''میاں رشید احمد گنگوہی نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا کہ یہ شخص کافر، دجال اور شیطان ہے اور اس پر لعنت اور سب وشتم کرتے رہنا کارثواب ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۱۷)

انجام آتھم میں مرزا نے اپنے مکفرین کی فہرست میں حضرت گنگوہی کا نام بھی لکھا ہے۔ عبارت یوں ہے: ''آخر هم الشیطان الاعمی والغول الاغویٰ یقال له رشید احمد جنجوهی هو شقی کالامروهی من الملعونین''

(مکفّرین میں) آخری شخص وہ اندھا شیطان اور گمراہ دیو ہے جس کو رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں اور وہ (مولانا احمد حسن امروہی کی طرح شقی اور ملعونوں میں سے ہے۔ (انجام آتھم ص۲۵۲، خزائن ج ص۱۱)

غرض ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ حضرت گنگوہی جب تک مرزا قادیانی کے عقائد پر مطلع نہ تھے۔ انہوں نے تکفیر سے احتیاط کیا۔ مگر جب مرزا قادیانی کے عقائد کھل کران کے سامنے آئے تو انہوں نے زوروشور سے نہ صرف مرزا کی تکفیر کی بلکہ فتوے کو بصورت اشتہار بھی شائع کروایا اور یہ مرزا قادیانی کی تحریر سے واضح ہے۔ کسی کے عقائد پر پوری طرح مطلع نہ ہو کر اس کی تکفیر سے انکار کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے ذیل کا فتویٰ دیا: ''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ اور ہفوات باطلہ کی وجہ سے دجال کذاب اور طریقہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ اس کے پیرو بھی اسی کی مانند ہیں۔''

(۶۵۷) رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی

(ولادت: ۲۶؍ستمبر ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۱۹؍فروری ۲۰۰۲ء)

عالم اسلام کی ممتاز علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی ہندوستان کے قصبہ سلیم پور کے معروف علمی گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ ان کا خاندان خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا عقیدت مند تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے اسلامی علوم کی تعلیم سے فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ علم حدیث کی تکمیل شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے کی۔ آپ ان کے فاضل ترین شاگردوں میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اوّلاً خیر پور میرس سندھ میں سکونت اختیار کی اور پھر دارالعلوم کراچی میں تعلیمی وتدریسی خدمات سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ دارالعلوم میں صدر المدرسین، صدر شعبہ دارالافتاء اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر آپ نے گرانقدر دینی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے کراچی میں ادارہ دارالافتاء والارشاد قائم کیا۔ جس میں آپ فضلاء کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں فقہی مسائل میں خصوصی تربیت دیا کرتے تھے۔ آپ کی زیرنگرانی الرشید ٹرسٹ قائم ہوا۔ جس نے تعلیمی اور فلاحی میدان میں

نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی معاشرتی، اصلاحی اور فلاحی ضروریات کو پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو اور ان کے زیر سرپرستی قائم اداروں کو قائم ودائم رکھیں اور ان کے رفقاء کو ان جیسی خوبیوں سے نوازیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائیں اور ان کے حسنات کو قبول فرمائیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کبھی پیچھے نہیں رہے۔ ''بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا، یعنی دیندار انجمن'' حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔ ''دیندار انجمن'' کے بانی صدیق حیدر آباد دکن کا ایک قادیانی تھا۔ بعد میں خود بھی مدعی نبوت ووحی ہو کر پتہ نہیں کیا کچھ دعوے کئے۔ یہ انجمن دراصل قادیانی جماعت ہی کی ایک شاخ ہے۔ کراچی میں اس انجمن کے کچھ مبلغین نے اس کو زندہ کرنا چاہا۔ ان کی یہ یورش دیکھ کر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی نے یہ کتاب مرتب فرمائی جو سب سے پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام حضرت مفتی صاحب نے شائع کرائی۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد سینتیس (۳۷) میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مفتی صاحب سے فقیر کی یہ نسبت آخرت میں ذریعہ نجات کا وسیلہ بن جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۶۵۸) رشید احمد لدھیانوی (رحیم یار خان)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۳ء ...... وصال: ۱۷ فروری ۲۰۱۸ء)

مولانا رشید احمد لدھیانوی علم وفضل کے حامل آرائیں خاندان لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ تحریک آزادی ہند کے صف اول کے رہنماء رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے رشتہ میں آپ حقیقی بھتیجے تھے۔ تقسیم کے بعد مولانا رشید احمد کا خاندان رحیم یار خان میں منتقل ہوا۔

مولانا رشید احمد لدھیانوی نے دینی علوم کی تکمیل ملک کے نامور دینی جامعہ خیر المدارس ملتان سے کی۔ آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد شریف کشمیری ایسے محدث علماء کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد آپ نے ریلوے اسٹیشن رحیم یار خان کی مسجد ریلوے کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور زندگی کے آخری سانس تک اس کی مرکزیت کو قائم رکھا۔ آپ جامعہ اسلامیہ ختم نبوت رحیم یار خان، مدرسہ عباسیہ اور مسجد ختم نبوت رحیم یار خان کے بانی، مہتمم ومتولی تھے۔

مولانا رشید احمد لدھیانوی کا خاندان تحریک آزادی میں پیش پیش رہا۔ آپ کے اجداد نے مرزا قادیانی کو ابتدا میں لدھیانہ میں زچ کیا تھا۔ اس کے خلاف فتویٰ تکفیر جاری کیا تھا۔ آپ نے سیاست میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر وہ خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء۔ ایم آر ڈی کی تحریک، تحریک تحفظ ناموس رسالت میں اپنے بزرگوں کے زیر سایہ بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔

مولانا رشید احمد لدھیانوی اپنے مخدوم حضرت مولانا غلام ربانی، اپنے ساتھی قاری حماد اللہ شفیق، احرار رہنما حافظ محمد اکبر کے ہمراہ رحیم یار خان میں دینی اقدار کی پاسبانی کے لئے ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔ مولانا مرحوم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی ایسے اکابر کے نہ صرف شانہ بشانہ رہے۔ بلکہ اپنے خاندانی پس منظر کے حوالہ سے ان اکابر کے منظور نظر رہے۔ ان کی توقعات پر پورا اترے۔ آپ اپنی قربانیوں کے تسلسل کے باعث چار بار جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے

ناظم اعلیٰ رہے۔ تب جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ بھکر والے اور قاضی حمید اللہ خان تھے۔ ایک بار جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر بھی رہے۔ مرکزی مجلس شوریٰ کے عرصہ سے رکن چلے آرہے تھے۔

تحریک ختم نبوت کے ہر مرحلے پر پیش پیش رہے۔ قید و بند کے مراحل کو بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ سر کیا۔ ختم نبوت کے سلسلے میں ایک بار ملتان، ڈیرہ غازی خان ڈویژن کی مشترکہ کانفرنس تحفظ ناموس رسالت قلعہ کہنہ قاسم باغ میں رکھی۔ کانفرنس کے تین اجلاس تھے رات کو کانفرنس، اگلے دن قبل از جمعہ قلعہ پر اجلاس اور بعد از جمعہ کا جلوس قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اس جلوس کی قیادت فرمائی۔ اس تمام پروگرام کا اہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کیا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام نے معاونت و سرپرستی سے نوازا۔ تب ان اضلاع کے تبلیغی دورے میں مولانا رشید احمد لدھیانوی مرحوم ہمراہ تھے۔ ایک دن میں علماء کنونشن، میٹنگ، ملاقاتیں، رات کو اجلاس عام ہوتے۔ یوں یومیہ کئی شہروں کے تحصیل یا ضلع کے پروگرام ہوتے۔ موصوف چاک و چوبند دستہ کے جرنیل کی طرح شب و روز مصروف رہے۔ تب آپ کی بے پناہ ہمت اور صلاحیت کار کا اندازہ ہوا کہ وہ کتنے متحرک انسان تھے۔

اس طرح غالباً دسمبر ۲۰۱۰ء کو تحفظ ناموس رسالت کانفرنس اسلام آباد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کی صدارت میں رکھی گئی۔ اس کے لئے تمام مسالک کے قائدین اور دینی و سیاسی جماعتوں کی قیادت کو دعوت دینے کے لئے ایک طوفانی سفر طے کرنا ہوا۔ حضرت مولانا مرحوم جس مستعدی کے ساتھ رواں دواں رہے۔ اس پر آپ کو خراج تحسین پیش نہ کرنا تاریخ کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ اس سلسلہ کا آخری جلسہ لاہور میں ہوا مولانا مرحوم اس کے استقبالیہ کے ذمہ دار حضرات میں سے تھے۔

مولانا مرحوم ایک زیرک، بیدار مغز عالم دین، مستعد قومی رہنما، معاملہ فہم اور نظریاتی سیاسی شخصیت تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے لئے جس بے جگری کے ساتھ شب و روز ایک کئے۔ وہ آپ کا قابل ستائش کارنامہ ہے۔ آپ کی ان خدمات نے جماعتی رفقاء میں آپ کو ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ مولانا ایک عالم دین، اچھے خطیب اور شاعر بھی تھے۔ لکھنے کی نسبت پڑھنے کے خوگر زیادہ تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شمسی اعتبار سے ۷۵ برس اور قمری اعتبار سے ۷۷ برس تھی۔ تقریباً پندرہ برس قبل اہلیہ کا وصال ہوا، تو عقد ثانی میں دیر نہیں لگائی۔ اللہ رب العزت نے دوسرے گھر سے بھی ایک بیٹی عنایت فرمائی۔ صحت اچھی تھی۔ معمولات بھی جاری رہے۔ وفات سے قبل بخار ہوا۔ ہسپتال لے جائے گئے۔ وقت موعود آن پہنچا تو سب کو چھوڑ کر موت کو گلے لگا لیا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ بہت ہی قابل قدر انسان تھے اور خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ وہ کیا گئے کہ تاریخ کا ایک باب مکمل ہوا۔ حق مغفرت کرے عجیب مرد آزاد تھا۔

(۶۵۹) رشید احمد نمبردار، جناب

(وفات: ۱۷ر مارچ ۲۰۱۶ء)

رشید احمد نمبردار بشیر احمد قلندر کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت ہی سادہ مزاج درویش منش آدمی تھے۔ ان کا گھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے احباب کا میزبان گھرانہ تھا۔ اصلاحی تعلق حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب سے تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کا قیام بھی موصوف کے گھر میں رہتا۔ شوگر کے مریض تھے۔ لیکن پرہیز کبھی کبھی چھوڑ دیتے تھے۔ انتقال سے دو دن قبل گھر والوں نے پھیکی چائے دی تو کہنے لگے کہ میں چند دن کا مہمان ہوں۔ مجھے پھیکی چائے نہ دیا کریں۔ دو دن بعد انتقال ہوگیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ محمد علی

صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے جنازہ میں شرکت کی۔ (مولانا محمد علی صدیقی)

(۶۶۰) رشید احمد نور پوری، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۸/مئی ۲۰۲۱ء)

نور پور نورنگہ ضلع بہاول پور میں جی.ٹی روڈ پر واقع ہے۔ یہاں کی جامع مسجد کے مہتمم ومتولی خواجہ برادری کا ایک دینی وعلمی گھرانہ ہے۔ ان کی کئی نسلوں میں اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے تسلسل کے ساتھ دینی تعلیم کا رجحان ہے۔ تین بھائی تھے۔ مولانا اللہ بخش، مولانا رحمت اللہ، مولانا مفتی عبدالعزیز۔ یہ تینوں عالم تھے، مولانا اللہ بخش اور مولانا رحمت اللہ دونوں بھائی جامعہ امینیہ دہلی کے فاضل تھے۔ مولانا اللہ بخش کے بیٹے مولانا عطاء اللہ اپنے والد کی مسجد کے مہتمم ومتولی امام وخطیب مقرر ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد اب ان کے صاحبزادے مولانا قاضی ضیاء اللہ ان خدمات کو سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا رحمت اللہ کا جامع مسجد الصادق بہاول پور کے سامنے ''رحمت بک کمپنی'' کے نام پر مکتبہ تھا اور کسی زمانہ میں اس کا ایک بڑا نام تھا۔ مولانا رحمت اللہ لاولد تھے۔ تیسرے بھائی حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد تھے۔ جناب مفتی صاحب کے ایک صاحبزادے مولانا رشید احمد نور پوری تھے۔ جامعہ عباسیہ بہاول پور سے تحصیل علم کیا۔ بہت ہی درویش صفت، منکسر المزاج، سادہ طبیعت، عاجزی ومسکنت کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ گورنمنٹ ہائی سکول میں تدریس کے ساتھ ساتھ مسجد کی آبادی اور اس کے ساتھ مکتبہ رشیدیہ قائم کر رکھا تھا۔ خوب لکھنے پڑھنے کے عادی تھے۔

بہاول پور، رحیم یار خان، بہاول نگر کے تین اضلاع پر مشتمل آج جو ڈویژن ہے۔ کسی زمانہ میں یہ تینوں اضلاع مل کر ریاست بہاول پور کہلاتے تھے۔ ریاست بہاول پور کے علماء، مشائخ کے حالات پر مشتمل مولانا رشید احمد نے تین رجسٹر بنا رکھے تھے۔ قدیم وجدید علماء، مشائخ کے جہاں جہاں سے جو حالات ملتے ان میں جمع کرتے رہتے تھے۔ جو تعزیتی مضمون یا خبر ہوتی نقل کر لیتے یا فوٹو کرا کر چسپاں کر لیتے۔ کسی عالم دین، شیخ طریقت یا نامور پر مضمون نہ ملتا تو خود حالات جمع کر لیتے۔ بلا مبالغہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل ان کے پاس اس خطہ کی تاریخ محفوظ تھی۔ خود وضع دار آدمی تھے کسی کو کہہ کر شائع نہ کر پائے اور خود شائع کرنے کی مقدرت نہ رکھتے تھے۔ آخری عمر تک ان رجسٹروں کو سینہ سے لگائے رکھا۔ کاش یہ چھپ جائیں تو اس خطہ کی اس رخ سے تاریخ کا بہت بڑا سرمایہ محفوظ ہو جائے گا۔ فقیر راقم کے دل میں بار بار خیال آیا کہ جامعہ دارالعلوم مدنیہ کے مولانا عطاء الرحمٰن، جامعہ صدیقیہ کے مولانا قاری غلام یاسین اور جامعہ اسعد بن زرارہ کے سید مظہر شاہ اسعدی، مولانا فضل الرحمٰن درخواستی، مولانا حبیب الرحمٰن درخواستی اسی طرح بہاول نگر کے مولانا جلیل احمد اخوند، مفتی خلیق احمد، فقیر والی کے مولانا محمد قاسم قاسمی منچن آباد کے مولانا معین الدین ایسے حضرات پر مشتمل علماء کرام کا ایک اجلاس بلایا جائے۔ ان میں سے ایک کمیٹی بن کر یہ کام اپنے ذمہ کر لے تو بہاول پور ڈویژن کے علماء ومشائخ اور ناموران کی تاریخ شائع ہو سکتی ہے۔ لیکن فقیر کمر شکستہ اور چراغ سحری ہے۔ ان حضرات کی ترجیحات کا معلوم نہیں۔ اس سرمایہ کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔

مولانا رشید احمد عرصہ تک سید حافظ عطاء المنعم شاہ بخاری کے ہاں ملتان میں زیر تربیت رہے۔ ایک بار انہیں ترجمان اسلام کے

لئے لاہور لے جانے کی حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے بھی خواہش کا اظہار کیا۔ مولانا سید منظور احمد شاہ حجازی مرحوم انہیں ’’تحفت روزہ لولاک فیصل آباد‘‘ کے لئے مولانا تاج محمود کے پاس بھی لے جانا چاہتے تھے لیکن مولانا رشید احمد نور پوری ایسے فاقہ مست درویش تھے کہ کہیں کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ عاش سعیداً وّمات سعیداً! کا مصداق تھے۔ اب وہ گئے اور یادیں رہ گئیں۔

(۶۶۱) رشید الحسن ندوی، سید مولانا

(وفات:۲۸؍جنوری ۲۰۰۱ء)

آپ دارالعلوم ندوہ کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا سید ابوالحسن ندوی کے خاص شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ محدث، امام اور خطیب تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریکوں اور تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ آپ جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی کے خطیب وامام رہے۔ شمالی کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

(۶۶۲) رشید رضا مصری، جناب علامہ

مصر کے جید اور نامور محقق وادیب جو المنار قاہرہ کے ایڈیٹر بھی رہے، انہیں مرزا قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز المسیح تبصرہ کے لئے بھیجی۔ آپ نے دیکھ کر لکھا کہ: ’’یہ صرفی ونحوی غلطیوں اور سہو وخطا سے مملو ہے۔ اس کو مسجع بنانے کے لئے تصنع وبناوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ کلام کثیف ہے۔ عرب کے محاورات کے خلاف ہے۔‘‘ مرزا قادیانی نے اس کتاب کا ستر دن میں جواب کے لئے لکھا۔ علامہ رشید رضا نے فرمایا کہ: ’’اس کا ستر دن نہیں سات دن میں جواب ہوسکتا ہے، مگر اس احمق قادیان کو منہ کیوں لگایا جائے۔ یہ اس قابل ہی نہیں۔‘‘ موقعہ تمام ہوا۔ مرزا قادیانی نے خزائن ج۱۸ کے ص۲۵۲ سے ۲۵۷ تک جس طرح سیاپا اور ماتم کیا ہے اس سے لگتا ہے کہ علامہ رشید رضا کا تیر ٹھکانے پر لگا اور مرزا قادیانی ہاتھ لگا کر دیکھنے اور دیکھتے ہی رونے نہیں چلاّنے لگا۔

(۶۶۳) رفاقت حسین بریلوی کان پوری، جناب مفتی

کان پور کے مفتی اعظم علامہ مفتی رفاقت حسین بریلوی نے ایک کتاب تحریر فرمائی۔ ’’قادیانی کذاب‘‘ نام تجویز کیا۔ نام سے سن تصنیف نکلتا ہے۔ کیا خوب قادیانی کو سمجھا ہے اور اچھے انداز میں سمجھانے کی سعی مشکور کی ہے۔ احتساب قادیانی جلد۴۹ میں شامل ہے۔

(۶۶۴) رفع الالتباس، بحث اوّل متعلق بمسئلہ ملائکہ

مرزا قادیانی کبھی ملائکہ کو کواکب کا اثر قرار دیتے ہیں، کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ مرزا قادیانی کے اس عقیدہ باطلہ کے رد میں یہ رسالہ تحریر کیا گیا۔ مصنف کا نام اور تاریخ اشاعت نہ مل سکی۔ البتہ اتنا بوسیدہ کاغذ ہے کہ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم ایک صدی قبل کا یہ رسالہ ہے۔ مصنف مرحوم خوب فاضل شخصیت ہیں کہ ملائکہ کے وجود پر قرآن وسنت کے دلائل بکثرت جمع کر دیئے ہیں۔ اخلاص کا یہ عالم ہے کہ اپنا نام تک نہیں لکھا۔ اس رسالہ کے احتساب قادیانیت جلد۵۳ میں اشاعت پر بہت ہی خوشی محسوس کرتا ہوں۔

(۶۶۵) رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ، جناب

(پیدائش: ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۱۳؍ جون ۲۰۰۴ء)

آپ نامور ایڈووکیٹ تھے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل تھے۔ پاکستان قومی اتحاد کے بھی جنرل سیکرٹری تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء کے شباب میں جناب بھٹو صاحب سے ایک خفیہ ملاقات کے باعث آپ کو مولانا شاہ احمد نورانی نے اس منصب سے ہٹادیا۔ شہرت کے عرش سے گمنامی کے فرش پر ایسے آرہے کہ بعد میں لایموت فیھا ولا یحییٰ کا مصداق ہوگئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں صمدانی کمیشن کے سامنے آپ نے بھرپور جولانیوں سے مظاہرہ کیا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین!

(۶۶۶) رفیق احمد سپیکر صوبائی اسمبلی، جناب شیخ

(پیدائش: ۱۹۲۳ء)

آپ پنجاب اسمبلی کے سپیکر رہے۔ تنظیم اہل سنت کا مرزا غلام احمد قادیانی نمبر شائع ہوا۔ اس زمانہ میں انہوں نے ملعون قادیانی کے خلاف بھرپور بیان دیا۔ ۱۹۷۴ء میں ان کا ایک بیان ملاحظہ ہو: ''میرا اور تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی مدعی نبوت ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۲۸؍ جون ۱۹۷۴ء)

(۶۶۷) رمضان (پنڈ دادن خاں)، جناب محمد

(وفات: مارچ ۱۹۷۵ء)

پنڈ دادن خاں کے مشہور احراری رہنما اور ختم نبوت کے شیدائی و علمبردار جناب محمد رمضان تقسیم ہند سے قبل آگرہ میں کاروبار کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد پنڈ دادن خاں منتقل ہوئے۔ آپ حضرت امیر شریعت اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ناموس ختم نبوت کے وہ پاسبان شمار ہوتے تھے۔ کیا ہی بڑے لوگ تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۶۶۸) رمضان لدھیانوی، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۵ء ...... وفات: جون ۱۹۶۱ء)

حضرت مولانا رمضان لدھیانوی لدھیانہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد مولانا شاہ محمد لدھیانوی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے۔ ابتدائی تعلیم شاہی مسجد لدھیانہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے حدیث شریف پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ تحریک ریشمی رومال میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ رہے۔ لدھیانہ میں آپ نے وکالت بھی کی۔ مقدمات کی پیروی میں بڑے بڑے بیرسٹروں کو شکست دی۔ تقسیم پاکستان کے بعد آپ نے ملتان میں قیام فرمایا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف فتویٰ دیا کہ قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۷)

(٦٦٩) ریاست حسین، مولانا

(وفات: جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ/جنوری ۱۹۵۸ء)

مولانا ریاست علی، جناب خورشید علی کے فرزندارجمند تھے۔ رائے بریلوی سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ نے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں مولانا عبدالکافی سے درسی کتب پڑھیں۔ شہر رائے بریلی میں مدرسہ رحمانیہ کی بنیاد رکھی۔ وعظ ونصیحت کرنا اور فتویٰ دینا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جب آپ مدرسہ رحمانیہ الٰہ آباد کے مہتمم تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ جاری کیا کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین سب کے سب بے ایمان اور بددین ہیں۔ کیونکہ اس کے اقوال مستلزم کفر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۶)

(٦٧٠) ریاست علی شاہ جہان پوری، مولانا

حضرت مولانا ریاست علی ہندوستان کے مشہور، تاریخی اور مردم خیز خطے میں ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک کی تعلیم اور ابتدائی درسی کتب اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھیں۔ ابتداء ہی سے اللہ پاک نے ذہانت وخطابت کا ملکہ عطاء کیا ہوا تھا۔ طبعاً نیک اور صالح تھے۔ مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے شیخ ارشاد حسین کے پاس رام پور چلے گئے۔ ان سے فقہ، اصول کلام، منطق اور حکمت پڑھی۔ علم طریقت میں بھی رسوخ حاصل کیا۔ فقہ وافتاء میں آپ کو رسوخ حاصل تھا۔ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں: ''بلاشبہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے عقائد، اہل سنت والجماعت کے عقائد سے خارج ہیں اور شعر بکفر اور ان کے ساتھ خلط ملط بلاضرورت شرعیہ نہ چاہئے اور نہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۱)

(٦٧١) ریاض احمد درّانی (لاہور)، مولانا

(وفات: ۱۵/اپریل ۲۰۲۱ء)

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے ممتاز رہنما مولانا ریاض احمد درّانی حضرو کے علاقہ بہبودی کے رہنے والے تھے۔ آپ پختون قوم کی معروف برادری درّانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا مہابت خان دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ عرصہ تک مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ فیصل آباد میں پڑھاتے رہے۔ پھر وحدت روڈ لاہور کے پائلٹ سکول کی مسجد میں خطابت فرماتے رہے۔ مولانا مہابت خان شیخ الاسلام حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز مولانا سید پیر خورشید احمد گیلانی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا ریاض درّانی اپنے والد گرامی کی زیرنگرانی پہلے فیصل آباد پھر لاہور میں پڑھتے رہے۔ والد گرامی کے وصال کے بعد پائلٹ سکول کی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔

آپ جمعیت علماء اسلام کے بنیادی اور پختہ نظریاتی ساتھی تھے۔ آپ متعدد بار جمعیت علماء پنجاب کے عہدے دار رہے۔ بارہا جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات بھی رہے۔ آپ نے جمعیت پبلی کیشنز کے نام پر اشاعت کتب کا ادارہ اردو بازار لاہور میں قائم کیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کے فتاویٰ محمودیہ اور تفسیر محمود کو کئی جلدوں میں عظیم الشان طریقہ پر شائع کیا۔ جمعیت علماء

اسلام کے تاریخی وقومی ورثہ اور لٹریچر کو آپ نے زندہ جاوید رکھا۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر اہم موڑ پر پیش پیش ہوتے۔آخر وقت تک بڑی جرأت اور ثابت قدمی کے ساتھ متحرک رہے۔لاہور میں آپ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے دست و باز و شمار ہوتے تھے۔

(۶۷۲) ریاض الدین احمد، جناب ڈاکٹر

(وفات:۳۰رستمبر۱۹۹۳ء)

۱۹۳۴ء میں اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ سے میٹرک پاس کیا۔اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے بی.ایس.سی کی ڈگری حاصل کی اور ایم.بی.ایس کر کے ٹی.بی انسٹیٹیوٹ سید مٹھا بازار لاہور کے چیف میڈیکل آفیسر مقرر ہوگئے۔ایک عرصہ تک پرائیویٹ پریکٹس بھی کرتے رہے۔ان کی ملی،قومی اور سیاسی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرحوم نے قیام پاکستان سے قبل ۵ میکلوڈ روڈ پر جو ادارہ قائم کیا تھا اس کا نام پاکستان کالج رکھا تھا۔ڈاکٹر ریاض الدین احمد جس نے اپنے ایمان ویقین کی خاطر سرکاری ملازمت کو بھی داؤ پر لگا دیا اور ریاستی جور و جبر کی پرواہ کئے بغیر شمع رسالت کے پروانوں کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔نسبت روڈ لاہور کے ڈاکٹر ریاض الدین احمد مرحوم ایک معالج کی حیثیت سے عدالت عالیہ میں مولانا عبدالستار نیازی کی بے گناہی کی شہادت نہ دیتے تو تحریک تحفظ ختم نبوت کا یہ سرخیل تختہ دار پر چڑھا دیا جاتا۔پنجاب بالخصوص لاہور میں تحریک تحفظ ختم نبوت اپنے پورے عروج پر تھی۔اسلامیان لاہور کے جوش وجذبہ کا یہ عالم تھا کہ پورا شہر تکبیر ورسالت کے نعروں سے گونج رہا تھا۔مولانا عبدالستار خان نیازی کی شعلہ بیانی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔مسجد وزیر خان کے منبر سے جونہی عشق وجنوں میں ڈوبی ہوئی ان کی آواز بلند ہوئی ہجوم میں اضطراب پیدا ہوگیا اور خاتم النّبیین ﷺ کے امتی سروں پر کفن باندھ کر مسجد کے صحن سے باہر نکل آئے۔پولیس نے انہیں روکنا چاہا اور اس کوشش میں ڈی.ایس.پی فردوس خاں تصادم کے دوران مارا گیا اور اس کے قتل کا مقدمہ مولانا عبدالستار نیازی مرحوم پر قائم کر دیا گیا۔یہ کہانی ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کی ہے جو صوبائی دارالحکومت لاہور تک محدود تھا۔مولانا عبدالستار نیازی کی گرفتاری کی خبر ڈاکٹر ریاض الدین احمد مرحوم تک پہنچی تو وہ پریشان ہوگئے۔اس لئے نہیں کہ مولانا اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں ان کے ہم جماعت رہ چکے تھے بلکہ اس لئے کہ ان کے دیرینہ دوست نے جابر سلطان کے سامنے سچائی بیان کر کے اپنے امتی ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔

ڈاکٹر ریاض الدین احمد مرحوم کے دوستوں،عزیز واقارب نے بہت سمجھایا کہ حالات نازک ہیں۔سول قوانین معطل ہو چکے ہیں۔مارشل لاء کے تحت مقدمات قائم کئے جارہے ہیں۔آپ خطرہ مول نہ لیں۔مولانا کے وکیل چوہدری نذیر احمد نے جو بعد میں مرکزی وزیر قانون بنے،انہوں نے بھی ڈرایا۔مگر یہ مرد مؤمن تو ہر طاقت سے ٹکرانے کا تہیہ کر چکے تھے۔چنانچہ بے دھڑک ہو کر عدالت میں گواہی دینے کے لئے پہنچ گئے اور ان کی ٹھوس شہادت پر عدالت نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو بری کر دیا۔

(۶۷۳) ریاض فتیانہ، جناب

صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن،سابق مشیر اعلیٰ پنجاب ان کا قادیانی گروہ سے متعلق ذیل کا بیان ملاحظہ ہو:’’قادیانی مرزائی خواہ وہ لاہوری،ربوہ یا کسی اور جگہ سے ہوں،کو میں بالکل مسلمان نہیں مانتا اور انہیں کافر سمجھتا ہوں اور یہ مرتد ہیں۔‘‘

(ہفت روزہ ختم نبوت انٹرنیشنل کراچی ش۲۳ مؤرخہ ۹ تا ۱۵رنومبر ۱۹۹۰ء)

(۶۷۴) ریحان احمد شاہ عباسی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا سید

(وصال:۱۷/اگست ۲۰۱۸ء)

مرحوم ایک عرصہ تک عالمی مجلس کے معاون محبّ رہے۔ نیک سیرت، ملنسار، مہمان نواز، بہترین عالم، خطیب اور عامل تھے۔ تقریباً نصف صدی مرکزی جامع مسجد کی خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ (محمد خبیب ٹوبہ)

(۶۷۵) ریحانہ فردوس، محترمہ

کراچی کی ایک عالمہ فاضلہ محترمہ ریحانہ فردوس نے ’’مسئلہ ختم نبوت کا ایک تقابلی مطالعہ‘‘ کے نام سے کتاب تحریر کی جو دوسو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے حوالہ سے ختم نبوت کے مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔اس کے چار ابواب ہیں:

۱...... نبوت کی تعریف اور مقاصد۔ ۲...... ختم نبوت کا عقیدہ۔

۳...... نبوت ورسالت کا فرق۔ ۴...... علماء اسلام کے نظریات۔

یہ کتاب ستمبر ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔

(ز)

(۶۷۶) زاہد اسلم (رحیم یار خان)، جناب چوہدری

(وفات:۹/جون ۲۰۲۰ء)

چوہدری زاہد اسلم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا مفتی محمد راشد مدنی زید مجدہ کے بڑے بھائی تھے۔ختم نبوت کے مجاہد اور مناد تھے۔موصوف خود صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود رمضان المبارک میں مجلس کے لئے فنڈ کی فراہمی میں عجز ونیاز مندی کے ساتھ کوشاں رہتے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۶۷۷) زاہد اقبال (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا قاری

(وصال:۱۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء)

مولانا قاری محمد زاہد اقبال کا چیچہ وطنی میں انتقال ہوگیا۔مولانا قاری محمد زاہد اقبال ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے پر آپ کا خاندان جالندھر سے چیچہ وطنی آکر آباد ہوا۔آپ کے والد گرامی دینی مزاج رکھنے والے بزرگ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بڑے صاحبزادہ مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ اور اپنے چھوٹے صاحبزادے قاری مولانا محمد زاہد اقبال دونوں کو دینی تعلیم پر لگادیا۔ ہردوحضرات کو ابتداء ہی سے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کی صحبت میسر آگئی۔ پہلے جامعہ دارالعلوم کبیر والا میں پڑھتے رہے۔ پھر جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں دورۂ حدیث تک تعلیم مکمل کی۔فراغت پر تین ماہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر

ملتان میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے عنوان پر کورس بھی کیا۔ تین سال باب العلوم میں پڑھاتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ لاہور قاری عبدالرحمٰن ڈیروی صاحب سے قرأت کا کورس مکمل کیا۔ پھر والد گرامی مرحوم کے ساتھ چیچہ وطنی میں اپنی آڑھت کی دکان پر غلہ منڈی میں کاروبار بھی کیا۔ لیکن اس کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا عمل بھی جاری رکھا۔ جن دنوں غلہ منڈی میں کام کرتے تھے تو اپنی دکان کے بالاخانہ پر ختم نبوت کا دفتر بھی قائم کیا اور ہمیشہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد فرماتے تھے۔ غلہ منڈی آڑھتیان کے الیکشن میں حصہ لیا اور غلہ منڈی کے صدر بھی رہے۔ آپ نے بلاک نمبر۱ میں جامعہ سیدہ حفصہؓ للبنات کے نام بنات کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا۔ اللہ رب العزت نے اسے ایسے شرف قبولیت سے نوازا کہ اس میں عرصہ سے اب دورۂ حدیث کی تعلیم ہورہی ہے۔ اپنے ضلع کے معروف وکامیاب مدارس میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے دو صاحبزادوں کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ تیسرا حافظ قرآن ہے۔ پورے خاندان کی طرح آپ کا بھی بیعت کا تعلق خانقاہ سراجیہ سے تھا۔ آپ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے دل وجان سے محبّ ومخلص تھے۔

قاری صاحب نے چیچہ وطنی شہر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کی آبیاری میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ غرض تاجر برادری، شہری حلقہ، تعلیمی میدان اور دینی حوالہ سے جو قوم وملت کی خدمت کر سکتے تھے کی اور ایسے کی کہ مثال ہی قائم کر گئے۔ آپ انتہائی مرنجاں مرنج اور ہنس مکھ انسان تھے۔ معاملات کے انتہائی صاف ستھرے تھے۔ قول کے پکے اور فعل کے سچے تھے۔ حق تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ محنت کے خوگر تھے۔ جس کام کے لئے آگے بڑھتے منزل پر پہنچ کر دم لیتے تھے۔ آپ نے اپنے برادر کبیر مولانا محمد ظفر اقبال صاحب کی کمال تابعداری کی۔

دونوں بھائیوں کا زندگی کا اکثر حصہ ایک ساتھ گزرا۔ دونوں کا برادرانہ تعلق دوستانہ تعلق کا درجہ حاصل کر گیا۔ مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب جب باب العلوم کہروڑپکا سے چیچہ وطنی تشریف لائے اور نئے سرے سے اپنی دنیا بسانے کے لئے ساعی ہوئے تو انہیں سب سے زیادہ سپورٹ قاری زاہد اقبال نے کیا۔ مولانا قاری محمد زاہد اقبال نے حج بھی کیا۔ کئی عمرے بھی کئے۔ آپ کو عرصہ سے شوگر نے گھیر رکھا تھا۔ علاج بھی چلتا رہا۔ زندگی بھی گزرتی رہی۔ اپنی تمام تر طبعی علالت کے باوجود ہمیشہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر اور سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کے اختتام پر تشریف لانا آپ نے اپنے اوپر فرض کر رکھا تھا۔ جسے قرض کی ادائیگی کی طرح نبھایا۔ حق تعالیٰ نے دینی، دنیوی وجاہتوں سے بھرپور وافر حصہ نصیب فرمایا۔ موافق ومخالف آپ کی شرافت کے جھنڈے اٹھائے پھرتے تھے۔

چیچہ وطنی بلاک نمبر۱۲ کی جامع مسجد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری مدظلہ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جامع مسجد کی وسیع دومنزلہ عمارت، صحن، گردونواح کا تمام علاقہ شرکاء سے اٹا ہوا تھا۔ بڑے قبرستان کے جدید حصہ میں محواستراحت ہوئے۔

(۶۷۸) زاہد الحسینی (اٹک)، حضرت مولانا قاضی

(ولادت: یکم رفروری ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۳رمئی ۱۹۹۷ء)

بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی حضرت سید انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے مجاز تھے۔ زندگی بھر تبلیغ وترویج اسلام اور تردید فرق باطلہ میں مصروف عمل رہے۔ قرآن مجید کی

تفسیر لکھی۔تصوف پر کئی مفید کتابچے تحریر فرمائے۔رحمت کائنات ﷺ نامی کتاب سیرت النبی ﷺ پر تحریر فرمائی۔حضرت مدنی کے سوانح پر ’’چراغ محمدؐ‘‘ نامی کتاب لکھی۔قرآن مجید کے ماہنامہ اور ہفتہ واری درس کے کئی حلقے قائم کئے۔عرصہ تک الارشاد ماہنامہ اٹک سے شائع کرتے رہے۔ردقادیانیت پر کئی مفید کتابچے آپ کے قلم حقیقت رقم سے منصۂ شہود پر آئے۔

محافل ذکروفکر کی رونقوں کو دوبالا کیا۔بلاشبہ ہزاروں خلق خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔اپنے وقت میں کرہ ارض پر اللہ رب العزت کے مقبول بندوں میں سے ایک تھے۔عمر بھر مسلک حق، مسلک اعتدال پر قائم رہے۔افراط وتفریط سے مبّرا تھے۔ان کو دیکھ کر دل یادالٰہی سے معمور ہوجاتا تھا۔عمر بھر جمعیۃ علمائے اسلام سے وابستہ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی نہ صرف تحسین فرماتے تھے۔ بلکہ دعاؤں اور سرپرستی سے نوازتے تھے۔کئی بار چنیوٹ و چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرمائی۔ان کا وجود اس دھرتی پر رحمت حق کو متوجہ کرنے کا ذریعہ تھا۔ عاش سعید أ ومات سعید اً! کے مصداق تھے۔جامعہ مدنیہ اٹک اور نیک اولاد، ہزاروں مرید، بیسیوں تصانیف ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔

احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں حضرت مولانا قاضی زاہدالحسینی اٹک کے پانچ رسائل شامل اشاعت ہیں:

۱...... ’’مسلمان، قادیانی کو کیوں کافر سمجھتے ہیں۔‘‘

۲...... ’’اہل وطن کے لئے دعوت غوروفکر‘‘ آزاد کشمیر اسمبلی نے ۱۹۷۳ء میں قادیانی کفر پر قرارداد پاس کی تو قادیانیت پنجے جھاڑ کر میدان میں مصروف پروپیگنڈا ہوگئی۔تب حضرت قاضی زاہدالحسینی مرحوم نے قادیانیت کو لگام دینے اور کھونٹا پر باندھنے کے لئے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ ۳۰؍جون ۱۹۷۳ء کو شائع ہوا۔

۳...... ’’مرزاغلام احمد قادیانی کا قرآن عزیز میں ردوبدل کا نمونہ‘‘ آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانی کفر پر قرارداد پاس کی۔تو مولانا محمد شفیع جوش ممبر آزاد کشمیر کا ایک مضمون نوائے وقت ۲؍دسمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔حضرت قاضی صاحب نے اپنے مختصر مقدمہ کے ساتھ اسے شائع کردیا۔

۴...... ’’برأۃ امام ازافترائے پیغام‘‘ مرزا قادیانی ملعون کی قبر کی سکھوں نے خوب تذلیل کی۔اس کی خبر شائع ہوئی تو لاہوری پٹھے یا...... کے پٹھے لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح نے جواب میں اپنی خفت مٹانے کے لئے کہا کہ حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر کی بھی توہین ہوئی۔ لاہوری ...... کے پٹھوں کے جواب میں حضرت قاضی نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔اس کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ ’’درّہ زاہدیہ‘‘ بھی ردقادیانیت پر ہے۔اسے ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل نہیں کیا۔اس لئے کہ وہ فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۴۲۱ سے ۴۳۲ پر شائع ہوچکا ہے۔ الحمد للہ!

۵...... ’’ایک خطرناک انقلاب‘‘ یہ رسالہ قیام پاکستان سے ایک سال قبل یعنی اگست ۱۹۴۶ء میں تحریر فرمایا تھا۔آپ کے صاحبزادہ حاجی محمد ابراہیم صاحب (حال امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک) نے اس کا فوٹو ارسال کیا۔وہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل ہے۔

(۶۷۹) زاہدالکوثری، جناب علامہ

(وفات:۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء)

جامعہ ازہر مصر کے فضیلۃ الشیخ علامہ زاہدالکوثری نے ''نظر عابرہ فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل الاخرۃ'' نامی عربی زبان میں کتاب لکھی جو۱۸۶ بڑے سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۴۳ء کو پہلا ایڈیشن اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۷ء کو شائع ہوا۔

مصر کے ایک شخص شلتوت نے افتراء کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ مصنف نے عربی کی یہ گرانقدر تصنیف اس کے رد میں تحریر کی۔ مصر سے شائع ہوئی۔ اے کاش! اس کا اردو ترجمہ ہوجائے تو اس کے مضامین جو کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ہیں ان سے اردو دان طبقہ بھی فائدہ حاصل کر سکے۔

(۶۸۰) زاہدسرفراز، جناب میاں

ارائیں فیملی سے تعلق تھا۔ اوّل آخر لیگی تھے۔ خوب قد و قامت کے انسان تھے۔ دبنگ بلکہ منہ زور تھے۔ بھٹو صاحب کی ضرب اختلاف میں رہے۔ قومی اتحاد میں صف اوّل میں رہے۔ خوب مقرر آدمی تھے۔ وفاقی وزیر داخلہ بھی رہے۔ فیصل آباد گرونانک پورہ میں رہائش تھی۔

''تمام پاکستانی قوم قابل مبارک باد ہے کہ انہوں نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر دین کے اندر اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا جو تقریباً پون صدی سے نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کو بلکہ دنیائے اسلام کو دیمک کی طرح چاٹ رہا تھا۔ قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلہ کے نتیجہ میں اس فرقہ کے لوگوں نے جو ابہام پیدا کیا تھا اور دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کے نام پر اپنی ریشہ دوانیوں کو شروع کر رکھا تھا، اس کا مکمل خاتمہ ہوگیا ہے۔ آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ترمیم کے بعد یہ امر ضروری ہے کہ فی الفور ایسے قوانین نافذ کئے جائیں جس کے ذریعہ سے اس فرقہ کی مسلمانوں سے علیحدگی نظر آئے۔'' (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۱/ستمبر ۱۹۷۴ء)

(۶۸۱) زاہدملک، جناب

(پیدائش: ۵/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

ہفت روزہ ''حرمت'' روزنامہ ''پاکستان آبزور'' اسلام آباد کے چیف ایڈیٹر، مذہبی امور کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے متعلق ایک بیان میں فرمایا: ''پہلی صدی سے لے کر ہر زمانے اور پوری اسلامی امہ کے علماء کرام اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا اور یہ بھی کہ جو آپ ﷺ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے یا اس کو مانے، وہ کافر ہے اور خارج از ملت اسلام ہے اور ویسے بھی جب میں عقلی لحاظ سے دیکھتا ہوں تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اب کسی نئے نبی کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ لہٰذا پاکستان میں اور اسی طرح دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ہر اس شخص کو کافر قرار دینا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو بھی

نبی مانتا ہے، بالکل جائز ہے اور سرکاری سطح پر ایسی جماعت کو کافر قرار دیا جانا ضروری تھا۔ پاکستان میں یہ فتنہ اس لئے بھی ختم ہو گیا کہ الحمدللہ! عوام نے نہ صرف سرکاری فیصلے کو قبول کیا، بلکہ خود بھی اپنے طور پر، یعنی ذہنی طور پر ایسے تمام لوگوں کو اپنے دائرے سے خارج کر دیا ہے۔‘‘ (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۲؍مارچ ۱۹۸۶ء)

(۶۸۲) زبیر احمد (ٹنڈو غلام علی سندھ)، جناب حافظ

(وفات: ۹؍دسمبر ۲۰۲۰ء)

حافظ زبیر احمد ٹنڈو غلام علی سندھ کے معروف عالم دین اور مدرس تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ٹنڈو غلام علی کے مدرسہ دارالعلوم تعلیم الاسلام اور حیدرآباد کے مدرسہ مفتاح العلوم اور اندرون سندھ کے دوسرے کئی ایک مدارس سے حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔ آپ کے نامور اساتذہ کرام میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری، مفتی اعظم مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، مولانا محمد ادریس میرٹھی سرفہرست ہیں۔ آپ نے فراغت کے بعد ٹنڈو غلام علی کے مدرسہ دارالعلوم تعلیم الاسلام کا انتظام سنبھالا اور اسے بام عروج تک پہنچایا۔ جس میں سینکڑوں طالبانِ علم زیرِ تعلیم ہیں۔ آپ سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ آپ جمعیت کی مرکزی مجلس عمومی اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ محبت فرماتے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے جب عسکری تنظیموں کا زور تھا۔ ان دنوں جمعیت علماء اسلام کی مرکزی عمومی کے اجلاس میں ایک تجویز یہ آئی کہ جمعیت علماء اسلام کا ممبر کسی اور جماعت کا ممبر نہیں بن سکتا تو حافظ محمد زبیر احمد فرماتے تھے: میں کھڑا ہوا اور کہا کہ ہم تو پہلے ختم نبوت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) کے ممبر ہیں، بعد میں جمعیت علماء اسلام کے تو قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس سے مستثنیٰ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چھوٹے بڑے مبلغین کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے، ان کا مدرسہ گویا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر تھا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۶۸۳) زبیر احمد دین پوری، مولانا میاں

(پیدائش: محرم ۱۳۷۹ھ/ اگست ۱۹۵۹ء ...... وصال: ۲۷؍ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ/ ۲۰؍اگست ۲۰۱۷ء)

سراج السالکین حضرت قبلہ میاں سراج احمد دین پوری کے مایۂ ناز پوتے اور حضرت اقدس مولانا میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا میاں زبیر احمد دین پوری شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان میں بقضاء الٰہی انتقال فرما گئے۔

حضرت میاں زبیر احمد دین پوری بستی دین پور شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت میاں مسعود احمد مدظلہ کی زیرنگرانی اور اپنے دادا حضرت میاں سراج احمد اور پردادا حضرت میاں عبدالہادی کی زیرسرپرستی اپنی خانقاہ کے زیراہتمام ادارہ مدرسہ عربیہ صدیقیہ راشدیہ دین پور شریف میں مولانا عبیداللہ درخواستی، مولانا نصراللہ مدظلہ، مولانا عبدالحکیم مدظلہ سے حاصل کی۔ مزید فارسی اور صرف ونحو کی تعلیم حضرت مولانا منظور احمد نعمانی دامت برکاتہم (مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر) اور ارشاد الصرف کی تعلیم مولانا محمد اشرف مانکوٹ والوں سے حاصل کی اور دیگر اسباق درجہ مشکوٰۃ شریف تک حضرت مولانا منظور احمد نعمانی

(فاضل دارالعلوم دیوبند) کے ادارہ طاہروالی میں پڑھے۔ جب کہ دورۂ حدیث شریف کے لئے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دارالعلوم کبیروالا ضلع خانیوال میں تشریف لے گئے۔ وہاں بخاری شریف مکمل مولانا مفتی علی محمد (فاضل دارالعلوم دیوبند) سے، اور ترمذی شریف مکمل مع شمائل ترمذی مولانا ظہور الحق (فاضل دارالعلوم دیوبند) سے، اور مسلم شریف مکمل مولانا منظور الحق (فاضل دارالعلوم دیوبند) سے، اور ابوداؤد شریف مکمل مفتی عبدالقادر سے، اور طحاوی شریف مکمل مولانا غلام یاسین تونسوی سے پڑھی۔ جب کہ مؤطین (مؤطا امام مالک ومؤطا امام محمد) کے ابتدائی اسباق مولانا ظفر احمد قاسم سے اور بقایا اسباق مکمل مفتی علی محمد (فاضل دارالعلوم دیوبند) سے پڑھے اور ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد اپنی خانقاہ کے قائم کردہ ادارہ دین پور شریف میں اپنے بزرگوں کے حکم سے تدریس شروع کردی۔ ابتداء میں وظیفہ لیتے رہے مگر بعد میں پھر ہمیشہ فی سبیل اللہ تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انتہائی ذی استعداد اور ذہین مدرس تھے۔ جب تک تدریس کی، کمال درجے کی تدریس کی۔ صبح نماز فجر کے بعد سے عصر تک بالاستیعاب سبق پڑھاتے تھے۔ ان کے پڑھے ہوئے شاگرد آج مختلف مدارس میں مختلف شعبوں میں تدریس کر رہے ہیں اور حضرت میاں زبیر احمد ان کی خود ہی سرپرستی اور نگرانی فرماتے رہے۔ اپنے بزرگوں کے حکم کی تعمیل میں بیک وقت تین مدرسوں کا نظم سنبھالا ہوا تھا۔ (۱) مدرسہ خانقاہ دین پور شریف۔ (۲) مسجد ومدرسہ رحیم یارخان۔ (۳) مسجد ومدرسہ فتح پور کمال۔ ہفتے کے دنوں کو تقسیم کر رکھا تھا۔ کچھ دن خانقاہ شریف کے مدرسہ میں، تین دن رحیم یارخان کے مدرسہ کے لئے اور ایک دن فتح پور کے مدرسہ کے لئے اور اس نظام الاوقات کی تقسیم میں تادم واپسی کبھی بھی تخلف نہیں فرمایا۔

رحیم یارخان کی جامع مسجد جب سے بنی تب سے وہاں نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ کی ذمہ داری اپنے دادا اور والد کے حکم سے نبھاتے رہے۔ سفر بھی جاری رہتے مگر جمعۃ المبارک کے دن رحیم یارخان ہوتے۔ دین پور شریف کے حلقہ اور جماعت کے ہاں آنا جانا بھی خوب رکھا۔ ہر بڑے چھوٹے عالم وغیر عالم، دیندار ودنیادار ہر کسی کی دعوت پر بلاامتیاز تشریف لے جاتے۔ ہر دلعزیز تھے۔ عقابی نظر رکھتے تھے۔ ہر آنے والے سے اس کے مرتبے کے مطابق برتاؤ کرتے۔ اپنے بڑوں کی طرح فیاضی وسخاوت طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بے باک اور حق گو تھے۔ مزاج شاہانہ، اچھا کھانا، عمدہ پہننا وغیرہ خوبیوں کے مالک تھے۔ باوقار شخصیت، وجیہہ چہرہ، حسن وجمال کے پیکر اور مجسمۂ اخلاق تھے۔ کام اور نظام الاوقات کے اتنے پکے تھے کہ بیماری کے دنوں میں بھی آرام کو پاس سے گزر نہیں ہوتا تھا۔ خدمت خلق برابر جاری رہتی۔ بیماری کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ شوگر کا عارضہ کافی دنوں سے تھا۔ لیکن بظاہر محسوس نہیں ہوتی تھی۔

صوم صلوٰۃ کی پابندی، معمولات یومیہ یعنی قرآن پاک کی تلاوت، الحزب الاعظم، تسبیحات میں جبل استقامت تھے۔ اتوار کی شب دل کی تکلیف ہوئی تو رات بھر بیٹھے بیٹھے ذکر اللہ میں گزاری۔ صبح نماز فجر پڑھتے ہی گھر سے مدرسہ چل کر آئے۔ گاڑی نکلوائی اور رحیم یارخان تشریف لے گئے۔ راستے میں ہر تعلق والے کو سلام اور مسکراہٹ سے نوازتے گئے۔ اتوار کو ڈاکٹر حضرات گھر ہوتے ہیں سرکاری چھٹی کی وجہ سے۔ چنانچہ ڈاکٹر قاضی عبدالصمد (ماہر امراض قلب) جو اباً عن جدٍ خانقاہ شریف سے تعلق رکھتے ہیں، کو گھر سے لیا اور ہسپتال لے گئے۔ یہی ڈاکٹر صاحب حضرت میاں سراج احمد کے بھی اخیر وقت تک معالج رہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے طبیعت کا چیک اپ کیا تو پتہ چلا کہ گردے کام نہیں کر رہے۔ پیٹ اور پھیپھڑوں میں پانی جمع ہوگیا ہے۔ گزشتہ رات اٹیک بھی ہوگیا۔ اب دوسرا

جھٹکا بھی لگ گیا۔طبیعت بجائے سنبھلنے کے بگڑتی جارہی ہے۔لیکن حضرت میاں اپنے خدام کو تسلی دے رہے ہیں کہ بس ابھی گھر واپس چلتے ہیں۔سواب چلتے ہیں۔بڑے دونوں بیٹے بھی سارا دن ساتھ رہے۔انہیں فرمایا تم واپس چلو۔مدرسہ اور خانقاہ کا خیال رکھو۔بس میں بھی آرہا ہوں۔ایک بیٹا تو اسی وقت واپس آ گیا۔دوسرا ساتھ رہا۔عشاء کی نماز کے بعد خانقاہ شریف سے حضرت میاں مسعود احمد دامت برکاتہم خیریت دریافت کرنے کے لئے چلنے لگے تو ڈاکٹر صاحب کا میسج آ گیا کہ روح مبارک قفص عنصری سے پرواز کرگئی ہے۔

حضرت میاں زبیر احمد نے وفات سے کچھ لمحات قبل انجکشن لگانے سے منع کردیا تھا کہ مزید علاج ومعالجہ کی ضرورت نہیں اور خدام کو ادھر ادھر جانے سے روک دیا۔تقریباً پندرہ منٹ تک کلمۂ طیبہ اور شہادتین بلند آواز سے پڑھتے رہے اور ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ اسی وقت حضرت کو خانقاہ شریف لایا گیا۔اگلے دن بروز پیر دس بجے سٹی پارک خانپور میں جنازہ کی نماز ادا ہونی طے پائی۔ چنانچہ نماز جنازہ کی امامت حضرت میاں زبیر احمد کے چھوٹے بھائی میاں محمود احمد مدظلہ نے فرمائی اور ہزاروں کے مجمع نے آہوں اور سسکیوں سے جنازہ پڑھا۔عقیدہ ختم نبوت کے خدام کی سرپرستی زندگی بھر کا شعار رہا۔

بعدازاں دین پور شریف کے ’’مقبرۃ الاولیاء‘‘ میں حضرت میاں سراج احمد کے پہلو میں مشرق کی جانب تدفین ہوئی اور تاقیام قیامت محو استراحت ہوگئے۔ (مولانا غلام رسول دین پوری)

(۶۸۴) زرولی خان (کراچی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی

(ولادت:۱۹۵۳ء ...... وفات:۷/دسمبر۲۰۲۰ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زرولی خان صوابی کے علاقہ جہانگیرہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کاکاخیل مولانا عبدالحنان فاضل دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔میٹرک کی تعلیم بھی اسی علاقہ میں حاصل کی۔حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سے پڑھتے رہے۔آپ ۱۹۷۳ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تشریف لائے۔۱۹۷۸ء میں یہاں سے دورہ حدیث کیا۔آپ انتہائی ذہین اور بہادر عالم ربانی تھے۔حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا سید محمد یوسف بنوری سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی۔آپ نے کراچی میں جامعہ احسن العلوم کی بنیاد رکھی۔عظیم الشان مسجد وجامعہ کا شمار ملک کے اہم اداروں میں ہوتا ہے۔

کتب جمع کرنے میں آپ کو قدرت نے خاص ذوق عنایت فرمایا تھا۔مطالعہ، حافظہ، ذخیرہ کتب نے آپ کو بام عروج پر پہنچادیا تھا۔کئی نایاب کتابوں کو شائع بھی کیا۔آپ نے سالانہ مدارس کی چھٹیوں میں دورہ تفسیر القرآن کا اہتمام کیا۔والہانہ طور پر طلباء ملک بھر سے اس کلاس میں شریک ہوتے۔آپ کے جمعہ کے بیان کو بھی خاصی شہرت حاصل تھی۔آپ تمام دینی تحریکوں میں حصہ لیتے تھے۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی غیرمعمولی طور پر آپ حصہ ڈالتے۔فقیر راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے دورہ تفسیر کے طلباء کو ردّ قادیانیت پر تیاری کے لئے ان کے ہاں حاضری کی سعادت حاصل کی۔آپ نے بڑی بے باک طبیعت پائی تھی۔نقد قائم کرنے میں شدت بھی در کر آتی تھی۔لیکن دل کے صاف تھے۔دوسرے کا مؤقف صحیح سمجھ آجاتا تو رائے بدلنے میں دیر نہ کرتے تھے۔ ان کی محبت وبغض محض حق تعالیٰ کے لئے تھی۔قدرت نے آپ کو خوب عزت ووقار سے سرفراز فرمایا تھا۔سفید اجلا لباس ان کی پہچان تھی اور لباس سے کہیں زیادہ اجلی سیرت کے حامل تھے۔عاش سعیداً ومات سعیداً!

(۶۸۵) زرین احمد (راولپنڈی)، حضرت مولانا قاری

(وصال: ۴/جنوری ۲۰۱۸ء)

آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے فضلاء میں سے تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری اور جامعہ کے دیگر اوّلین مشائخ کے شاگرد رشید ہونے کے اعزاز سے معزز تھے۔ ہمارے بزرگ اور یادگار اسلاف حضرت مولانا عبدالحکیم بانی جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے آپ داماد تھے۔ انہوں نے ہی آپ کو کراچی بھجوایا تھا۔ چنانچہ آپ فراغت کے بعد ہی جامعہ فرقانیہ کے ناظم بنا دیئے گئے۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف تک کی کتابیں بار بار پڑھائیں۔ بہت ہی پختہ کار، لائق وفائق قاری تھے۔ شعبہ قرأت ہمہ جہت آپ کی ذمہ داری کا رہین منت تھا۔ حضرت مولانا عبدالحکیم بنیادی طور پر خانقاہ سراجیہ سے وابستہ سلوک وطریقت تھے۔ مولانا قاری زرین احمد بھی حضرت خواجہ خان محمد سے بیعت ہوئے اور ایک عاشق صادق اور مرید اطاعت شعار کی مثال بنے رہے۔

بہت کم دوستوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا عبدالحکیم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے قیام کے بعد مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا محمد علی جالندھری کی باہمی مشاورت سے جن حضرات کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام سے جمعیۃ علماء اسلام کے لئے فارغ کیا گیا مثلاً حضرت مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال)، مولانا محمد رمضان (میانوالی)، مولانا محمد عبداللہ (بھکر) ان میں حضرت مولانا عبدالحکیم بھی شامل تھے۔

خانقاہ سراجیہ، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی ہمیشہ سے سرپرست رہی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحکیم کی طرح مولانا قاری زرین احمد بھی جمعیۃ اور ختم نبوت دونوں اداروں کے نظریات کے مناد اور ان کی ترویج واشاعت کے داعی رہے۔ راولپنڈی، اسلام آباد، چنیوٹ، چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت اپنے لئے لازم کر رکھی تھی۔ چناب نگر کئی بار فجر کی نماز کی امامت بھی آپ نے کرائی۔ جب کبھی وفاق المدارس کے اجلاس میں یا کسی اور داعیہ سے ملتان کا سفر ہوتا تو آپ کا قیام ختم نبوت کے دفتر میں ہوتا۔ جو آپ کی وضع داری کی دلیل تھا۔ وہ تعلقات بنانے اور نبھانے کے فن سے آشنا تھے۔ آپ انتہائی ہنس مکھ انسان تھے۔ اپنے اخلاص ومحبت، صداقت وشرافت اور ظاہر وباطن یکساں رکھنے کے باعث ہر ملنے والے کے دل میں یادوں کے گہرے نقوش اور دیرپا اثرات قائم کر دیتے تھے۔ ۲۹/مئی ۱۹۷۴ء چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے مسلمان طلباء پر اوباشانہ حملہ کیا۔ تب حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری بٹ گرام وغیرہ کے سفر پر تھے۔ اس زمانہ میں فون کی سہولت حاصل نہ تھی تو حضرت مولانا قاری زرین احمد نے راولپنڈی سے سفر کیا اور اپنے استاذ حضرت بنوری کو جا کر نہ صرف واقعہ کی اطلاع کی بلکہ واپسی پر ایک ساتھ سفر کر کے اسلام آباد تشریف لائے، جہاں مفکر اسلام مفتی محمود کے ہاں میٹنگ میں آپ نے شرکت فرمائی۔

حضرت قاری زرین احمد انتہائی دیانت دار، جفاکش اور وفاکیش انسان تھے۔ پوری زندگی جامعہ فرقانیہ کی آبیاری میں گزار دی۔ حتیٰ کہ جنازہ بھی یہاں سے اٹھا۔ اللہ رے مستقل مزاجی! استقلال وپامردی ہو تو ایسی ہو۔

(۶۸۶) زمان خان اچکزئی، جناب

(پیدائش: ۱۹۲۵ء ...... وفات: ۲۷/جون ۲۰۰۷ء)

تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ مسلم لیگ میں شامل رہے۔ قومی اتحاد نے جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں شرکت کی تو جمعیۃ علماء اسلام کے کوٹہ سے آپ وفاقی وزیر بلدیات مقرر ہوئے۔ چناب نگر سرکاری دورہ پر تشریف لائے۔ بلدیہ کے گراؤنڈ میں کھلی کچہری بھی لگائی۔ مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن پر خطاب بھی کیا لیکن سرکاری پروٹوکول کے تحت ریزرو ریزرو رہے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور شرکت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کا تعلق تھا۔ کوئٹہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شرکت کرتے۔ جمعیۃ علماء اسلام میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب آپ پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ بھلا انسان تھا۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں۔ آمین!

(۶۸۷) زین العابدین احراری، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ...... وفات: ستمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا زین العابدین احراری سکنہ رستم پلوڈھیری مردان کے رہنے والے مولانا غلام غوث ہزاروی کے رفیق خاص تھے اور غلام غوث ہزاروی کی نظر کرم کی وجہ سے عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ محبت تھی اور مجاہدین ختم نبوت پر جان نثار کرنے والے مجاہد ختم نبوت تھے۔

مولانا زین العابدین کو ہزاروی صاحب جلیل کہہ کر پکارتے تھے۔ جب کبھی قادیانیوں کا جلسہ ہوتا تھا تو ہزاروی صاحب مولانا صاحب سے کہتے تھے کہ جلیل جاؤ اپنے ساتھ تیس چالیس بندے لے جا کر جلسے کو ناکام بناؤ۔ مولانا صاحب اپنے ساتھیوں کی مدد سے مختلف ذرائع استعمال کر کے جلسے کو اس طرح ناکام بنا دیتے تھے کہ جلسے میں بھگدڑ مچ جاتی اور جلسہ ناکام ہو جاتا تھا۔ کئی دفعہ قادیانی مولانا کو مختلف قسم کی دھمکیاں دیتے رہے۔ مگر جب مولانا صاحب اپنے کئے پر قائم رہے اور ہٹنے والے نہیں تھے تو کئی جگہ ناکام جلسوں کے بعد قادیانیوں نے مولانا صاحب کو ایک فرانسیسی لڑکی اور ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی۔ مگر اس وقت اس پیشکش کو بھی ٹھکرا کر مولانا صاحب اپنے مقام اور کام پر ڈٹے رہے۔

مولانا زین العابدین کی ربوہ (چناب نگر) کے مقام پر اپنی ذاتی کرش کی سات مشینیں تھیں۔ جن میں تقریباً ۱۵۰۰ مزدور کام کرتے تھے۔ جس کے قریب ہی قادیانیوں کا بہشتی مقبرہ بھی ہے۔ اس مقبرہ کے ساتھ ایک مسجد ہے جو کہ ایک ہی رات میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں مولانا زین العابدین اور ان کے ساتھیوں کا بہت زیادہ کردار تھا۔ اس مسجد میں اسی رات فجر کی اذان بھی دی گئی۔ وہی مسجد آج بھی اسی جگہ قائم ہے۔ مولانا زین العابدین تنظیم ختم نبوت کے انتہائی اہم رکن رہے اور تحریک ۱۹۵۳ء میں ۴ ماہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔ آپ کا مزار اپنے آبائی گاؤں جلیل کے مقبرے میں ہے۔

(۶۸۸) زین العابدین (پشاور)، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۲۰ر رمضان ۱۳۸۸ھ/ ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۸ء)

حضرت مولانا زین العابدین علاقہ چغرزئی ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا عبدالحکیم تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر حاصل کی۔ سوات میں شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ کی تکمیل کی۔ دورۂ حدیث ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے کیا اور شرف تلمذ حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے کیا۔ بعد فراغت سول کوارٹرز پشاور کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ پشاور میں ۱۲ سال تک شیخ الحدیث کے منصب پر تدریسی فرائض انجام دیئے۔ آپ کی اہلیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی بھتیجی تھیں۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر مہر ثبت کرنے کے لئے ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' پر یہ جملہ لکھ کر دستخط کئے۔ ''یہ فتویٰ اسی طرح ہی ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۵)

(۶۸۹) زین العابدین شاہ گیلانی، مخدوم سید

(ولادت: ۱۸۸۵ء ...... وفات: ۸ر اکتوبر ۱۹۶۰ء)

آپ ملتان کے گیلانی مخدوم فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۳۲ء تک مجلس احرار سے وابستہ رہے۔ پھر اتحاد ملت انڈیا کے نائب صدر بھی رہے۔ تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ قادیانیوں کے متعلق دل و دماغ میں کوئی نرم گوشہ نہ رکھتے تھے۔ قادیانیوں کو وہ پیغمبر اسلام کا باغی و دشمن سمجھتے تھے۔

(۶۹۰) زین العابدین (فیصل آباد)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۵ر مئی ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا مفتی زین العابدین میانوالی کے ایک غریب گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ قدرت حق نے کرم کیا۔ آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے کیا۔ جہاں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، محدث کبیر حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی ایسے اکابر اساتذہ کی صحبتوں نے آپ کو موتی بنا دیا۔ میانوالی ضلع میں خانقاہ سراجیہ کو جو مرکزیت حاصل ہے وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ تب آپ نے وہاں ڈیرے لگائے۔ ان دنوں خانقاہ سراجیہ کے شیخ ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی نے خانقاہ کے در و دیوار کو معرفت الٰہی کے خزانوں کا دفینہ بنایا ہوا تھا۔ حضرت ثانی کے ایک مخلص مرید صوفی مستری محمد عبداللہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین کا عقد ہوا۔

۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین فیصل آباد تشریف لائے۔ ان دنوں فیصل آباد کے دینی ماحول کے درخشندہ ستارہ حضرت مولانا مفتی محمد یونس تھے۔ جو حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد یونس جامع مسجد کچہری بازار کے خطیب اور عبداللہ پور میں میاں فیملی کے قائم کردہ مدرسہ کے منتظم اور صدر مدرس تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین

العابدین نے وہاں پڑھانا شروع کیا۔ ڈابھیل کا جامعہ بھی حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کا فیض تھا اور عبداللہ پور فیصل آباد کا مدرسہ بھی حضرت مولانا مفتی محمد یونس کی وجہ سے ان کا علمی چشمہ فیض تھا۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدین کی شخصیت نے ان دونوں چشموں سے کسب فیض کیا۔ ان کی شخصیت ایسی نکھری کہ حضرت مولانا مفتی محمد یونس کے وصال کے بعد جامع مسجد کچہری بازار کے آپ خطیب مقرر ہوگئے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں دلآویز شخصیت اور ذاتی کردار کے باعث فیصل آباد کے دینی حلقہ کے آپ میر کارواں ہوگئے۔

فیصل آباد میں دیوبندی مکتب فکر کے رہنما اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا مفتی زین العابدین، حضرت مولانا حکیم عبدالمجید نابینا بی۔اے۔ اہل حدیث مکتب فکر کے حضرت مولانا محمد صدیق، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، حضرت مولانا محمد اسحٰق چیمہ، بریلوی مکتب فکر کے حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن، حضرت مولانا صاحبزادہ فضل رسول، حضرت مولانا مفتی محمد امین، شیعہ حضرات کے رہنما مولانا محمد اسماعیل تھے۔ اس زمانہ میں ان حضرات کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل جامعہ اشاعت العلوم کے صدر مدرس تھے۔ (ان دنوں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا زمانہ طالب علمی تھا) تمام متذکرہ شخصیات اپنے اپنے مکاتب فکر کی نمائندہ تھیں۔ تب مجلس احرار اسلام کے روح رواں فیصل آباد میں حضرت مولانا عبیداللہ احرار تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا حکیم عبدالمجید نابینا ختم نبوت کے محاذ پر نیرّ تاباں تھے۔ کیا وہ سنہری دور تھا کہ ہر طرف ہر مکتبہ فکر کی علمی شخصیات کا باہمی ارتباط قابل رشک تھا۔ تمام دینی وقومی تحریکوں میں ان حضرات کا وجود مینارہ نور کی حیثیت رکھتا تھا۔

فیصل آباد قیام کے زمانہ میں تدریس کے علاوہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین کی تحریکی زندگی کا آغاز مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے ہوا۔ حضرت مولانا عبیداللہ احرار، حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا عبدالمجید نابینا، شیخ خیر محمد، میاں محمد عالم بٹالوی اور دیگر بہت سارے حضرات سب ایک ہی سٹیج اور پلیٹ فارم سے حفاظت دین وصیانت اسلام کے لئے کوشاں تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ کے لائل پور کو تو راقم نے نہیں دیکھا۔ البتہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے زمانہ میں راقم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لائل پور (فیصل آباد) کا مبلغ تھا۔ اس تحریک کا آغاز فیصل آباد سے ہوا اور مجلس تحفظ ختم نبوت ہی اس تحریک میں داعی اور میزبان تھی۔ اس نسبت سے اس دور میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین سے قربت کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ اس زمانہ میں تبلیغی جماعت کے مرکزی قائدین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ رائے ونڈ سے ڈھاکہ، پاکستان سے افریقہ تک حضرت مولانا مفتی زین العابدین کے تبلیغی بیانات کا جادو بول رہا تھا۔ آپ ایسے قادر الکلام تبلیغی رہنما تھے کہ ایک سادہ گفتگو سے اپنی بات کا آغاز کرتے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا اجتماع ان کی مٹھی میں ہوتا تھا۔ مفتی صاحب کو سیاست سے دلچسپی نہ تھی۔ ان کی گفتگو بھی تبلیغ اسلام کی گفتگو ہوتی تھی۔ البتہ حالات وواقعات کے تحت گفتگو میں جب کسی واقعہ پر سیاسی تجزیہ کرتے تو گویا انگوٹھی میں تابدار نگینہ جڑ دیتے تھے۔ ان کے خطاب کی اٹھان اور اختتام میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔ ہلکے معمولی بادل کی طرح خطاب کو اٹھاتے، گھنے بادل کی طرح چھاتے، چھاجوں مینہ برساتے اور سمندر کی مدوجزر میں سامعین کو خطابت کی موجوں میں بہالے جاتے۔ بیس پچیس سال راقم کو حضرت مولانا مفتی زین العابدین کے بیسوں بیانات سننے کا موقع ملا۔ آپ کا کوئی بیان ناکام نہیں کہا جاسکتا۔ تبلیغی جماعت میں آپ کا مقام قابل رشک تھا۔ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں قائم کیا تو تعمیر وتعلیم تدریس وطلباء کے اعتبار سے اسے علاقہ بھر کا مثالی ادارہ بنادیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ مرکزی مجلس عمل کے رکن رکین تھے۔ ۲؍جون ۱۹۷۴ء کو فیصل آباد سے مجلس عمل کے اجلاس راولپنڈی میں جاتے ہوئے ڈنگہ اسٹیشن سے حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف، حضرت مولانا محمد اسحٰق چیمہ کے ساتھ آپ گرفتار ہوئے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ ڈالا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے آپ کا برابر رابطہ رہا۔ ان دنوں جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف بہت قریب تھے۔ انہوں نے جنرل محمد ضیاء الحق کو تحریک کے مطالبہ کو ماننے کے لئے آمادہ کرنے میں خدمات سرانجام دیں۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین کے دم قدم سے فیصل آباد کو یہ شرف نصیب ہوا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے ایک رمضان المبارک کا اعتکاف آپ کے دارالعلوم میں گزارا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری پر آپ دل وجان سے فدا تھے۔ اپنے مدرسہ کے ختم بخاری پر ان کو دعوت دیتے۔ اسٹیشن سے خود لینے جاتے۔ فیصل آباد میں حضرت بنوری کی میزبانی کا ہمیشہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین کو شرف نصیب ہوتا۔

ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔ ایک موقع پر سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر تشریف لائے۔ سامعین میں بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا تاج محمود کی آپ پر نظر پڑی۔ سٹیج پر لائے تو رات کے اجلاس کا آخری بیان ودعا کرائی۔ آپ کا وجود اس دور میں بہت غنیمت تھا۔ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

(۶۹۱) زیڈ اے سلہری، جناب

(پیدائش: جون ۱۹۱۳ء، سیالکوٹ ...... وفات: ۲۱؍اپریل ۱۹۹۹ء)

آپ نامور ادیب، مصنف، محقق اور صحافی تھے۔ قادیانی فتنہ کے بارہ میں آپ کے دو رشحات قلم ملاحظہ ہوں: ’’مسلمانوں نے نہ صرف انگریزوں کا غیض وغضب برداشت کیا، بلکہ انہوں نے اپنے طور پر مغربی تہذیب کو ناقابل قبول گردانا اور انگریزی تعلیم کا بائیکاٹ کیا۔ مستزاد یہ کہ مسلمانوں نے برصغیر کو ’’دارالحرب‘‘ قرار دیا جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے انگریز کی حکومت تسلیم نہ کی اور باغیوں کا کردار اپنایا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمانوں کے اسی کردار کا نتیجہ تھی، جس کی پاداش میں وہ ایسے عذاب سے گزرے، جس کا بہت کم قوتوں کو سامنا ہوا ہے۔ کوئی مسلمان قابل اعتبار نہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ انگریز کہتے تھے: ’’اس کی سرشت میں بغاوت ہے۔‘‘ سخت سے سخت سزاؤں کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کی کوشش تھی کہ وہ مسلمانوں کو یہ باور کرا سکیں کہ وہ ایک غیر مسلم حکومت کے تحت بھی بطور مسلمان زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ گویا انگریزوں کے تلے بھی برصغیر ’’دارالسلام‘‘ ہے۔ چنانچہ اس نکتے کو مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں اتارنے کے لئے بڑے بڑے دینی بزرگوں کے فتوے شائع کئے گئے۔ لیکن مسلمان جمہوراً اپنی بات پر اڑا رہا کہ مسلمانوں کی حکومت کے اختتام کے بعد برصغیر ’’دارالحرب‘‘ بن گیا ہے۔ اسی نکتے کو منوانے کے لئے بالآخر انگریزوں کو نعوذ باللہ ایک ’’نبی‘‘ کو ’’نازل‘‘ کرنا پڑا۔ انہیں سوجھا کہ جو بات مفتیوں اور مولاناؤں کی سطح پر قابل قبول نہ ہوئی شاید وہ ’’نبوت‘‘ کی سطح پر قابل تسلیم ہو جائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنے اس ’’الہام‘‘ کا انکشاف کیا کہ جہاد ’’حرام‘‘ ہو چکا ہے اور اس نے کہا۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال   دین کے لئے حرام ہے جنگ اور قتال

اور یہی انگریزوں کا مقصد تھا کہ مسلمان جہاد کے جذبے سے عاری ہوکر امن پسندانہ طور پر انگریزوں کے تابع ہو جائیں۔ قادیانیت کا بیج بوکر انگریزوں کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ برصغیر میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی جو ''اولوالامر'' کے اتباع کے بارے میں قرآنی نص کو ''حاکم وقت'' انگریزوں پر اطلاق کرتی اور انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتی تھی۔ انگریزوں کے زمانے میں قادیانیوں کے لئے یہ امر ہمیشہ باعث افتخار رہا کہ حکومت ان پر اعتماد اور انحصار کرتی ہے۔ وائسرائے نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو بتیس سال کی عمر میں پنجاب ہائی کورٹ میں صرف آٹھ سال کی پریکٹس کے بعد مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے اپنی کونسل کا ممبر مقرر کر دیا۔ ظفر اللہ خاں نابغہ روزگار نہ تھے کہ یہ ترقی ان کی غیر معمولی لیاقت کا تقاضا تھا۔ اس تقرری کا محض یہ مطلب تھا کہ اس طرح مسلمانوں کی نمائندگی کا مسئلہ بھی طے ہوگیا اور انگریزوں کو اپنی پسند کا آدمی بھی مل گیا۔ اسی ناانصافی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے، علامہ اقبال نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم فرقہ قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

قادیانیت کی افزائش کا مقصد وحید، حاکم وقت یعنی انگریزوں کی حکومت کو نعوذ باللہ ''جانب من اللہ'' ثابت کرنا تھا۔ قادیانی، مسلمان جمہور سے گھبراتے تھے اور اسی لئے وہ برصغیر کی تقسیم کے حق میں نہ تھے کہ اس طرح انہیں پاکستان میں اپنے اردگرد مسلمان ہی مسلمان نظر آتے۔ مسلمانوں سے قلبی و ذہنی بعد ہی انہیں اپنا ہیڈ کوارٹر ربوہ سے لندن منتقل کرانے کا موجب بنا۔ قادیانیت ایسا مذہب ہے جو اپنے پیروؤں کو غیر مسلموں کی غلامی پر مائل کرنے کے لئے آلہ کار کا کام دیتا ہے اور وہ یہی کام ہندوستان میں کر رہا ہے اور ہندوؤں کے نزدیک بہت مقبول و معزز ہے۔ روسیوں کو قادیانیوں کی ''خوبیوں'' کا ادراک ہو تو وہ ضرور انہیں وسط ایشیاء کی مسلمان مملکتوں میں درآمد کریں۔ تاکہ وہاں مسلم باشندوں کے دلوں میں ماسکو کی غلامی کی خو کو راسخ کر سکیں۔'' (ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان جولائی ۱۹۸۹ء)

''میری شعوری زندگی اسی تمنا میں گزری کہ قادیانی مسئلے کے بارے میں مسلمان اپنی سنگین ذمہ داری سے عہدہ برا ہوں۔ دراصل قادیانی ازم انگریزوں کی سنگینوں کی حفاظت میں پروان چڑھا۔ کسی آزاد مسلم معاشرے میں اس کا پنپنا ناممکن تھا۔ اس کا مقصد اسلام کی تعلیم کو مسخ کرنا تھا اور مغرب میں اس مذموم مقصد کے حصول کا ایک ہی ذریعہ قرار دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات والاصفات کو گھٹایا جائے۔ چنانچہ وہاں صدیوں، جتنا پراپیگنڈا اسلام کے خلاف ہوا ہے اس میں اسلامی عقائد کو اس قدر ہدف تنقید نہیں بنایا گیا۔ جتنا نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو۔ مغربیوں نے اس بات کا صحیح اندازہ کر لیا کہ امت مسلمہ کا محور، رسالت ﷺ ہے۔ اگر مسلمانوں میں نعوذ باللہ اس کا مرتبہ گرا دیا جائے یا یورپینوں کی نظروں میں اسے بڑھنے نہ دیا جائے تو اسلام سے نمٹا جا سکتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کا فوری مقصد تو ہندوستان میں وفادار مسلمان کا ایک ٹولہ پیدا کرنا تھا، لیکن اس کا اصل مقصد ایسے اسلام کو ترویج دینا تھا جس کا دارومدار رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر نہ رہے اور جس میں حسب منشاء ہر قسم کا عقیدہ شامل کیا جا سکے۔ چنانچہ قادیانی ازم نہ صرف ہر غیر مسلم بلکہ ہر اسلام دشمن حکومت کو بھی قابل قبول ہوگا۔ جب تک انگریزوں کا راج رہا قادیانی مسئلے کا مؤثر حل مسلمانوں کی دسترس سے باہر تھا۔ انگریزوں نے سکھوں کو تو بغیر مطالبے کے ہندوؤں سے الگ اقلیت قرار دے دیا۔ لیکن قادیانیوں کے بارے میں علامہ اقبال کے مطالبے کو درخور اعتناء سمجھا۔ بہرحال آزادی اور تخلیق پاکستان کے بعد اس صورت حال کا کوئی جواز نہ رہا تھا کہ قادیانی بدستور مسلمانوں کے ایک ایک جزو لاینفک کے درجے پر متمکن رہیں، خدا کا شکر ہے کہ۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اب زندگی میں ایک پاکیزگی محسوس ہوتی ہے اور درود پڑھنے سے طمانیت قلب حاصل ہوتا ہے۔‘‘

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نومبر۱۹۷۴ء)

(س)

(۶۹۲) سبط نور (رکن حقیقت پسند پارٹی)، جناب

مرزا قادیانی کا ولی عہد مرزا محمود، عیار بن عیار، مکار بن مکار تھا۔ لوگوں کو ٹھگنا اسے مرزا قادیانی سے وراثت میں ملا تھا۔ وہ پرلے درجے کا بدکار و بددیانت تھا۔ اس کی بددیانتی پر دشمن تو دشمن خود قادیانی افراد بھی چلا اٹھے۔ ایک قادیانی کا اپنے خلیفہ کی مالی بددیانتیوں کی داستان الم، جسے صنم نے بھی سنا تو بت خانے میں پکار اٹھا: ہری، ہری۔ اس کی تفصیلات کا نام ’’خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیاں‘‘ ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

مرزا محمود کی بدکرداری کے عریاں ہونے پر قادیانی گروہ دو حصوں میں حصے بخرے ہوا۔ آگے چل کر پھر قادیانی گروہ کی کوکھ سے حقیقت پسند پارٹی نے جنم لیا۔ اس حقیقت پسند پارٹی کے ایک لکھاری نے قادیان کی عیاری وعریانی پر یہ رسالہ لکھا، جو دسمبر۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا لکھاری ’’سبط نور‘‘ تھا جو قادیانی تھا۔ اس نے مرزا محمود کی بدکاری کو پمفلٹ ’’چند قابل غور حقائق‘‘ میں جگہ جگہ طشت از بام کیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل ہے۔

(۶۹۳) سبطین لکھنوی (تھرپارکر)، جناب ڈاکٹر

جناب موصوف خوب محنتی اور بھرپور معلوماتی شخص تھے۔ تقسیم کے بعد سندھ میں آکر آباد ہوئے۔ اہل حدیث سے تعلق تھا۔ لکھے پڑھے آدمی تھے۔ کچھ نہ کچھ قادیانیوں کے خلاف لکھتے رہتے تھے۔ آپ نے کچھ وقت فیصل آباد ہفت روزہ ’’المنبر‘‘ میں بھی ہمارے حضرت حکیم عبدالرحیم اشرف کے ساتھ کام کیا۔ نبی سررو ڈتھرپارکر میں ادارہ اشاعۃ السنۃ بھی قائم کیا۔ ’’قادیانیت ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء‘‘ کے نام سے ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔ جو محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں بھی ہم نے شائع کیا۔

(۶۹۴) سجاد حسین قریشی، جناب مخدوم

(ولادت: ۲۴؍ستمبر ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۲۳؍جنوری ۱۹۹۸ء، ملتان)

ملتان کی معروف خانقاہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے چشم و چراغ، تحریک پاکستان کے کارکن، بھٹو صاحب کے زمانہ میں پنجاب کے گورنر رہے۔ پھر ضیاء الحق صاحب کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ سینٹ کے ڈپٹی چیئرمین بھی رہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا ایک بیان ملاحظہ ہو: ’’قادیانیوں کی سازشوں پر کڑی نظر رکھی جائے گی اور قادیانیوں سے متعلق آرڈیننس پر سختی سے عمل کروایا جائے گا۔ کیونکہ بحیثیت مسلمان یہ میری ذاتی ذمہ داری ہے۔‘‘ (روزنامہ جنگ مؤرخہ ۸؍فروری ۱۹۸۶ء)

(۶۹۵) سخی محمد (ساہیوال)، مولانا قاری

(وفات: ۲۴؍جون ۲۰۲۰ء)

جامع مسجد بلال فرید ٹاؤن ساہیوال کے امام مولانا قاری سخی محمد صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین اور کارکنوں سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ کم وبیش تیس سال تک اسی مسجد میں امامت کے منصب پر فائز رہے۔

(۶۹۶) سراج احمد دین پوری، مولانا میاں

(پیدائش: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۲۶؍نومبر ۲۰۱۴ء)

سندھ ضلع گھوٹکی کی معروف خانقاہ ''بھر چونڈی شریف'' کے بانی حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق تھے۔ ان کا سلسلہ قادریہ بائیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے اور سلسلہ نقشبندیہ نو واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی سے جا ملتا ہے۔ حضرت حافظ محمد صدیق کے دیگر خلفاء کے علاوہ دو خلیفہ تھے۔ حضرت سید تاج محمود امروٹی اور حضرت خلیفہ میاں غلام محمد دین پوری، مولانا سید تاج محمود نے امروٹ شریف میں خانقاہ قائم کی جو ''خانقاہ امروٹ شریف'' کے نام سے مرجع عالم ہے۔ جب کہ میاں خلیفہ غلام محمد نے ''درگاہ عالیہ'' دین پور شریف میں قائم کی۔ حضرت امروٹی سے مولانا عبدالعزیز تھریچانی شریف، مولانا صالح محمد بانجی شریف اور حضرت مولانا حماداللہ ہالیجی شریف نے خلافت حاصل کی۔ جس سے یہ تین خانقاہیں بانجی شریف، ہالیجی شریف اور تھریچانی شریف وجود میں آئیں۔

حضرت مولانا میاں خلیفہ غلام محمد دین پوری کے یوں تو اور بھی خلفاء ہوں گے۔ البتہ دو خلفاء ایسے ہیں جو آسمان تصوف کے آفتاب ومہتاب تھے۔ ایک حضرت مولانا سائیں میاں عبدالہادی دین پوری اور دوسرے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری (یاد رہے کہ حضرت لاہوری بیک وقت میاں خلیفہ غلام محمد دین پوری اور سائیں سید تاج محمود امروٹی کے خلیفہ مجاز تھے) حضرت لاہوری نے شیرانوالہ باغ لاہور میں خانقاہ قائم کی۔ جب کہ حضرت مولانا میاں عبدالہادی اپنے مرشد اور والد گرامی حضرت میاں خلیفہ غلام محمد کے جانشین اور خانقاہ دین پور کے سجادہ نشین قرار پائے۔

حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوری کے ہاں ایک صاحبزدہ پیدا ہوا۔ جن کا خود حضرت دادا ابو خلیفہ میاں غلام محمد نے ''سراج احمد'' نام تجویز فرمایا جو بعد میں سراج السالکین حضرت میاں سراج احمد دین پوری کے نام سے افق تصوف کے نیّر تاباں ثابت ہوئے۔

حضرت مولانا میاں سراج احمد دین پوری نے ابتدائی دینی تعلیم خانقاہ دین پور شریف میں حاصل کی۔ پھر موضع مسن ودرخواست میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے اولین شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ پھر والد گرامی حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوری کے حکم پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے آپ نے دورہ تفسیر کیا اور ستائیس سال حضرت لاہوری کی خدمت میں رہ کر شریعت وطریقت کے علوم پر دسترس حاصل کی اور درجہ کمال پر فائز ہوئے۔ حضرت میاں سراج احمد دین پوری نے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی مراجعت وطن کے بعد شاگردی اختیار کی اور فلسفہ شاہ ولی اللہ ان سے

پڑھا اوران کی تحریک پر انگریزی تعلیم میں بھی دسترس حاصل کی۔ غرض حضرت لاہوری، حضرت میاں عبدالہادی، حضرت سندھی، حضرت درخواستی ایسے ''مشائخ اربعہ'' کی صحبتوں نے آپ کو دینی ودنیوی اور شریعت وطریقت کے علوم کا شناور بنادیا۔

حضرت میاں سراج احمد دین پوری کو بیک وقت اپنے والد حضرت مولانا میاں عبدالہادی اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے خلافت حاصل تھی۔ یہاں پر ایک اضافی بات قارئین کی نظر نواز کرنا ضروری ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور بھی بیک وقت اپنے والد مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت میاں عبدالہادی دین پوری کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرت میاں مسعود احمد دین پوری کو بھی بیک وقت اپنے دادا حضرت میاں عبدالہادی، والد گرامی حضرت میاں سراج احمد دین پوری اور مولانا عبیداللہ انور سے خلافت حاصل ہوئی اور حضرت مولانا محمد اجمل قادری بھی اپنے والد مولانا عبیداللہ انور اور حضرت میاں مسعود احمد دین پوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔ شیخ التفسیر حضرت لاہوری نے دین پور سے، حضرت میاں سراج احمد نے شیرانوالہ سے، مولانا عبیداللہ انور نے دین پور سے، میاں مسعود احمد نے شیرانوالہ سے اور پھر مولانا محمد اجمل قادری نے دین پور سے فیض حاصل کیا۔ خدا کرے کہ دین پور اور شیرانوالہ کی خانقاہوں کا یہ احترام وربط اور تعلق خاطر کرنے والی نسلوں کو بھی منتقل ہو۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

حضرت میاں سراج احمد نے ۱۹۴۰ء میں جمعیۃ الانصار اور حزب اللہ کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ قیام پاکستان کے بعد سے جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ ایک وقت میں جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مرکزیہ بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد پلیٹ فارم سے نیشنل اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا۔ ضیاء الحق کے زمانہ میں ایم آر ڈی تحریک کی قیادت بھی فرمائی اور یوں پھر حضرت شیخ الہند وحضرت سندھی کی نسبتوں کو بام عروج تک پہنچادیا۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں صرف دعا گو ہی نہیں بلکہ پوری خانقاہ کے متوسلین کو ان تحریکوں کا ہراوّل دستہ بنادیا۔

آپ نے پاکستان پیپلز پارٹی میں بھی شمولیت اختیار کی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو والد کی طرح نہ صرف آپ کا احترام کرتی تھیں بلکہ آپ کو ''باباسائیں'' کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ بے نظیر بھٹو کے پہلے عہد اقتدار میں آپ وزیراعظم کے مشیر بنے اور وفاقی وزیر کے برابر آپ کو عہدہ دیا گیا۔ وزارت مذہبی امور آپ کے سپرد ہوا۔ اسی طرح رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ غرض دینی وسیاسی اعتبار سے آپ نے قومی سطح پر ملک وقوم کی خدمات سرانجام دیں۔ فقیر نے یہ روایت خود خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے سنی کہ آپ کو حضرت میاں سراج احمد دین پوری نے فرمایا کہ حضرت! میں نے پیپلز پارٹی سے کیا لینا تھا؟ محض اس لئے قریب ہوا کہ پیپلز پارٹی میں آزاد خیال لوگوں کے تسلط کے سامنے پل باندھا جاسکے اور ظاہر ہے کہ تکوینی طور پر واقعی ایسے ہی ہوا کہ جب تک آپ رہے تو آپ ہی آپ تھے۔ حضرت میاں سراج احمد کو اپنے والد حضرت میاں عبدالہادی کی طرح جمعیۃ علماء اسلام وعالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے اعلیٰ پیار کا ایک مقام حاصل تھا۔

آپ بہت ہی متواضع شخصیت کے حامل تھے۔ اتنے منکسر المزاج کہ اس وقت ڈھونڈنے سے بھی مثال پیش کرنا ممکن نہ ہو۔ اتنے بڑے عابد اور زاہد انسان تھے کہ دیگر معمولات کے علاوہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک آپ کا یومیہ کئی پارے قرآن مجید پڑھنا معمول رہا۔ رحیم یار خان میں جب بھی ختم نبوت کانفرنس ہوتی صدارت فرماتے اور پورا وقت سٹیج کو رونق بخشتے۔ ہائے اب کہاں وہ باتیں، صرف یادیں ہی رہ گئیں۔

ایک بار فقیر راقم رحیم یار خان کے مبلغ مولانا راشد مدنی کے ہمراہ کچھ اور ساتھیوں سمیت حاضر ہوا۔ گھر پر تھے۔ اطلاع ملنے پر پردہ کرایا۔ گھر بلایا۔ پلنگ پر بیٹھے تلاوت فرمارہے تھے۔ قرآن مجید بند کر کے ایک ہاتھ بطور نشانی کے قرآن مجید کے اندر رکھے رکھا۔ دوسرے ہاتھ سے مصافحہ فرمایا۔ فقیر نے دعا کے لئے عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعاؤں کے لئے محتاج اور قلاش ہوں۔ تو فرمایا کہ آپ کے لئے تو میں اللہ تعالیٰ سے جھولی پھیلا کر بھیک مانگتا رہتا ہوں۔ یہ الفاظ سرائیکی میں کچھ اس انداز سے فرمائے کہ بس فقیر کو تو اپنی نجات کی کرن نظر آنے لگی۔

(۶۹۷) سراج الدین ڈیروی ثم بھیروی، مولانا

۱۹۴۷ء میں مولوی باز وگل کے ہاں بہلول خیل تحصیل کلاچی ضلع اسماعیل خان میں مولانا سراج الدین پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری اور موقوف علیہ تک کی کتب کلاچی میں مولانا قاضی عبدالکریم اور قاضی عبداللطیف سے پڑھیں۔ دارالعلوم حقانیہ مولانا عبدالحق صاحب سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ وفاق کے امتحان میں پورے ملک میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ حضرت مولانا لال حسین اختر سے ردقادیانیت پر مناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۲ء سے زندگی کے آخری سانس تک محلّہ خواجگان بھیرہ میں مدرسہ تعلیم الدین کے بانی اور مہتمم کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں پورے ضلع سرگودھا میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تھا۔ آپ نظریاتی عالم دین تھے۔ زندگی بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ ’’شان ختم نبوت‘‘ نامی ایک رسالہ بھی آپ نے تحریر فرمایا۔

(۶۹۸) سراج الدین (کلورکوٹ)، مولانا حافظ

(وفات: ۵/دسمبر ۱۹۸۱ء)

مولانا حافظ سراج الدین نے کلورکوٹ ضلع میانوالی میں آکر دینی مدرسہ قائم کیا۔ قرآن مجید پڑھانے میں اس علاقہ میں آپ استاذ الکل شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فام سے حصہ لیا اور دوسری پوزیشن حاصل کی۔ مولانا حافظ سراج الدین مرحوم کو شیخ الاسلام حضرت مدنی، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد سے دلی تعلق وارادت عشق کی حدوں کو بھی پھلانگتا نظر آتا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو غضب کا حافظہ دیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تقاریر آپ کو ایسے ازبر تھیں۔ سناتے تو ماحول پر جذب کی کیفیت طاری کر دیتے تھے۔ سننے والوں کی طرح سنانے والے کی آنکھوں سے بھی آنسوں کے موتی تیرنے لگ جاتے تھے۔ آپ ایک نظریاتی رہنما تھے۔ ہائے میرے اللہ! جتنے بڑے آدمی تھے اتنے ہی سادہ طبیعت کے حامل اور تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ اپنے دور میں اکابر اسلاف کی تصویر تھے۔ چلتے پھرتے سنہری تاریخ کا ایک درخشندہ باب تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو سراپا خیر بنایا تھا۔ اپنے معمولات کے اس شدت کے ساتھ پابند تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ اپنے دور میں عقیدۂ ختم نبوت کی ہر جدوجہد میں پیش پیش ہوتے تھے۔

(۶۹۹) سراج الدین منیر، غازی

(وفات: جون ۱۹۸۴ء)

ایک عظیم سکالر، وجیہہ وخوبصورت شخصیت دہلی ولکھنو کی روایات کے علمبردار، دل نشین اور مدلل ومربوط گفتگو کے بادشاہ تھے۔سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ اسلام کے لئے آپ کے لیکچرز بڑی اہمیت سے سنے جاتے تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دیوانہ وار حصہ لیا۔مہینوں قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں مقدور بھر ہمت مردانہ سے کام لیا۔فیصل آباد میں قیام تھا۔

(۷۰۰) سردار احمد فیصل آبادی، مولانا ابوالفضل

(پیدائش: ۱۹۰۵ء ...... وفات: ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء)

آپ میراں بخش کے ہاں دیال گڑھ گورداسپور میں پیدا ہوئے۔آپ جٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔بٹالہ میں میٹرک پاس کیا۔مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا حامد رضا خان بریلی مدرسہ معینیہ اجمیر میں مولانا امجد علی کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کیا۔جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں مدرس بھی رہے۔ترقی کرتے کرتے یہاں کے شیخ الحدیث بھی مقرر ہوئے۔قیام پاکستان کے بعد پہلے ساروکی ضلع گجرات اور پھر فیصل آباد آ گئے۔جھنگ بازار میں جامعہ رضویہ قائم کیا۔ان کے ردقادیانیت پر ایک رسالہ مرزا (غلام احمد قادیانی) مرد ہے یا عورت کا تذکرہ اختر راہی نے تذکرہ علماء پنجاب کی جلد اوّل ص ۲۰۶ پر کیا ہے۔

(۷۰۱) سرسید احمد خان (علی گڑھ)، جناب

(ولادت: ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء ...... وفات: ۲۷/مارچ ۱۸۹۸ء)

علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی، تعلیمی میدان میں مسلمانان ہند کے محسن جناب سرسید احمد خان کے خطوط ان کے پوتے سید راس مسعود نے ’’خطوط سرسید‘‘ کے نام سے شائع کئے۔ایک خط مولانا سید میر حسن سیالکوٹی کے نام ہے جو یہ ہے:

مخدومی مکرمی

آپ کے نوازش نامہ کا نہایت شکر ہے۔پانچ روپیہ چندہ بھی پہنچے اس کا بھی شکر ہے۔مجھے نہایت افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں حرج پڑ جاتا ہے۔مگر جو موقع ملتا ہے لکھتا ہوں۔تفسیر سورۃ یوسف بھی تمام ہوگئی اور چھپ رہی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے، بہتر، ہمیں اس سے کیا فائدہ؟ نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے۔ان کا الہام ان کو مبارک رہے۔اگر نہیں ہوتا اور صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے۔وہ جو ہوں سو ہوں اپنے لئے ہیں۔میں سنتا ہوں کہ آدمی نیک بخت اور نمازی پرہیز گار ہیں۔یہی امر ان کی فروگزاشت کو کافی ہے۔جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے۔ان کی تصانیف میں نے دیکھیں وہ اسی قسم کی ہیں جیسا ان کا الہام یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔

حکیم نورالدین کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کرلیا جائے کسی کا کام نہیں۔

تقدیر، علم الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ ماکان اور مایکون علم الٰہی میں موجود ہیں۔ پس کسی الہام سے علم الٰہی میں یا یوں کہو تقدیر میں کچھ تغیر وتبدل نہیں ہوسکتے۔ پس دنیا میں جو بھی ہونے والا ہے یعنی جو تقدیر میں ہے یعنی جو علم الٰہی میں ہے وہ ہوگا۔ پس کسی کے الہام سے کسی کو دنیا میں کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔

پس ایسی بے سود کہ بالفرض اگر سچ بھی ہو تو بھی کچھ فائدے کی نہیں اور اگر جھوٹ بھی ہو تو بھی ہمارے نقصان کی نہیں۔ اس پر متوجہ ہونا اور اوقات ضائع کرنا ایک لغو کام ہے۔ والسلام!

خاکسار: سید احمد، علی گڑھ، ۹؍دسمبر ۱۸۹۱ء

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے سیالکوٹ میں جب پہلے پہل الہام کا کاروبار شروع کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی۔ مولانا میر حسن نے سرسید سے رائے پوچھی کہ ایک شخص یوں دعوے کرتا ہے۔ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ سرسید نے جو جواب عنایت فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے۔ بار بار اسے پڑھ کر دیکھئے، حسب ذیل نتائج سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان باتوں کی تو خط میں تصریح موجود ہے۔ گویا سرسید علیہ الرحمۃ کے نزدیک:

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی میں سچے ہوں یا جھوٹے دونوں صورتوں میں قابل اعتناء نہیں۔

۲...... مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات ان کے اپنے دعوے کے مطابق اگر سچے بھی ہوں تو بھی نہ دین کے کام کے ہیں نہ دنیا کے کام کے۔

۳...... ہوسکتا ہے کہ ان کے الہام توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہوں۔

۴...... مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف بیکار ہیں۔ نہ دین کے کام آسکتی ہیں نہ دنیا کے۔

۵...... دین کے بارہ میں کسی کا الہام قابل قبول نہیں جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کیا جائے اور اگر کسی کو شارع (صاحب شریعت نبی) نہ مانا جائے تو اس کا الہام کسی کام نہیں۔ پس اگر مرزا قادیانی کو صاحب شریعت نبی مانا جائے تو اسلام سے تعلق قطع کرنا ہوگا اور اگر صاحب شریعت نہ مانا جائے تو ان کے الہامات کا سارا دھندہ بے فائدہ ہے۔

۶...... دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اب کسی الہام سے اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مرزائی پیش گوئیوں کے طومار اور الہاموں کے انبار سب بے فائدہ ہیں۔

۷...... مرزائیت (سچی ہو یا جھوٹی) کی طرف توجہ کرنا ایک لغو کام ہے اور اس کی باتوں پر غور کرنا اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔

اس خط کے علاوہ مولوی سراج الدین احمد ایڈیٹر سرمور گزٹ ناہن کے نام بھی سرسید کا ایک خط موجود ہے جس میں مرزائیت کے متعلق کچھ روشنی پڑتی ہے۔ وہ خط مولوی سراج الدین کو کن حالات میں لکھا گیا اس کے متعلق جناب مرتب سید رئیس مسعود نے لکھا ہے: ''سرمور گزٹ میں کسی صاحب نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقد تھے ایک مضمون لکھا تھا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی موصوف کے ساتھ مشابہتیں ثابت کی تھیں۔ وہ مشابہتیں زیادہ تر خیالی تھیں اور مضمون کا انداز بیان اس قسم کا

تھا جس سے ہر دو انبیاء علیہم السلام کی اہانت ہوتی تھی۔ اس مضمون کو دیکھ کر سر سید مرحوم نے یہ خط تحریر کیا۔"

اس سے پہلے کہ آپ وہ خط ملاحظہ فرمائیں، امت مرزائیہ کی اس عادت کو بھی جان لیں کہ وہ صرف مرزا غلام احمد کو ہی نبی نہیں کہتے بلکہ اس کے ساتھ ساری اسلامی اصطلاحات کو بلا دریغ استعمال کرتے ہیں۔ مرزا کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھتے ہیں اس کے ساتھیوں کو "صحابہ" کہتے ہیں اور ان کے ناموں کے ساتھ "رضی اللہ عنہم" وغیرہ کے الفاظ لکھتے ہیں۔ حکیم نور الدین کو خلیفہ اوّل اور مرزا بشیر الدین محمود کو خلیفہ ثانی کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی گھر والی کو "ام المؤمنین" کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو نہ صرف دوسرے انبیاء علیہم السلام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ بلکہ ان سے افضل مانتے ہیں اور اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ حضور ختمی مرتبت ﷺ سے اس کی مشابہتیں ثابت کرتے ہیں۔ ان گستاخیوں سے بھی جب جی نہیں بھرتا تو پھر یہاں تک بھی بک جاتے ہیں ؎

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں وہ پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

(قاضی اکمل)

اب سنئے ایسے لوگوں کے متعلق سر سید مرحوم کیا فرماتے ہیں:

مخدومی مکرمی منشی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر سرمور گزٹ ناہن

آپ کا اخبار مؤرخہ ۲۱/مارچ ۱۸۹۲ء کے دیکھنے سے جس میں "نیرنگی زمانہ کے تماشائی" کی تحریر چھپی ہے نہایت رنج ہوا ہے۔ کیا اخباروں کی اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ ہم عصر انسانوں کے تمسخر کرتے کرتے انبیاء علیہم السلام کا تمسخر اختیار کریں۔ کیا آپ کے نزدیک وہ تحریر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک گستاخی اور ٹھٹھہ کی نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ کے اخبار میں ایسے مضمون چھاپے ہوئے جو متانت اور انبیائے علیہم السلام کے ادب کے بالکل خلاف یا نامناسب ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایسا مضمون لکھنے کی ضرورت آئندہ بتائی جائے گی۔ کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ایسے مضمون کے لکھنے کی جس کے طرز تحریر پر ایک مسلمان افسوس کرے گا۔ کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو اخبار میں چھاپ دیں گے۔ وانا بری مما تقولون!

والسلام! خاکسار: سید احمد

علی گڑھ ۲۴/مارچ ۱۸۹۲ء

خطوط سر سید ص ۱۵۶

سر سید مرحوم کی یہ رائے تو ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے مرزا قادیانی کی حضرت یحییٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام سے تشبیہ ثابت کی تھی۔ اب ان بدبختوں کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے جو مرزا قادیانی جیسے حواس باختہ انسان کو حضور خواجہ دوسرا ﷺ سے صرف مشابہ ہی نہیں مانتے بلکہ مرزا کے ذہنی ارتقاء کو حضور کے ذہنی ارتقاء سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات)

(۷۰۲) سعادت علی قادری، مولانا

بریلوی مکتب فکر کے جید عالم دین تھے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے متعلق فرمایا: "مرزا قادیانی اور اس کا گروہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر خیال کرتا ہے۔ اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے دنیا میں آنے کی وجہ سے اسلام پر ایک عظیم مصیبت یہ بھی آئی کہ

اسلام دنیا کا ایک عظیم مذہب اور عالمگیر دین، قادیان کی چہار دیواری میں آ کر مقید ہو گیا اور پھر وہاں سے منتقل ہوکر ربوہ کی چہار دیواری میں پہنچ گیا۔ گویا مرزا قادیانی کی وجہ سے ساری دنیا پر کفر وضلالت کی تاریکی چھا گئی تو خدا کی لعنت ہو ایسے شخص پر جس نے اسلام کی شمع روشن کرنے کی بجائے کفر وضلالت کا اندھیرا پھیلایا۔ مذہب کے ان ڈاکوؤں سے بالکل دور رہیں۔ مرزائی بدترین ظالم قوم ہے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق پیدا کرنے کی کوشش بھی حرام ہے۔ جب بیٹھنے تک کی ممانعت کر دی تو ایسی قوم سے کوئی مذہبی تعلق، جماعتی تعلق یا رشتہ داری کس طرح جائز ہوسکتی ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے: ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔'' (نجم الہدیٰ ص۱۰)

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی سمجھ دار انسان ایسے گروہ سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔ مرزا قادیانی کا نام مٹ رہا ہے اور بالکل مٹ جائے گا۔ مرزائی قزاقوں اور ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ ہیں جن کی کوشش ناموس رسالت کو لوٹنے کی ہے۔ لیکن نبی آخرالزمان علیہ السلام کی عزت وناموس کے محافظ علماء اور عوام اہل سنت ہیں جن کا خدا حامی وناصر ہے۔'' (ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی فروری ۱۹۷۳ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص۸۳)

(۷۰۳) سعدالدین (صوابی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۷ء ...... وفات: ۱۲/اگست ۱۹۹۲ء)

مولانا سعدالدین ڈاگئی ضلع صوابی میں مولانا محمود کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولانا سعدالدین جامعہ امینہ دہلی کے فاضل اور مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلامیہ ڈاگئی کے بانی، جمعیۃ اتحاد العلماء صوابی کے صدر اور جماعت اسلامی کے سرگرم رکن تھے۔ ممتاز عالم دین اپنے بڑے بھائی مولانا مصلح الدین کے ہمراہ تحاریک ہائے ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔

(۷۰۴) سعدالدین غورغشتی، مولانا

مولانا سعدالدین بن محمد موسیٰ کاکڑ قبیلہ کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ برصغیر میں وارد ہوئے۔ آپ کا خاندان ظاہری وباطنی اور علمی وعملی لحاظ سے ممتاز رہے۔ آپ نے اپنے ورثاء میں مولانا بہاء الدین کو چھوڑا جو کہ آپ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ جانشین ہوئے اور یہ مولانا بہاؤالدین، مولانا نصیرالدین غورغشتی کے والد ماجد ہیں۔ مولانا سعدالدین نے مرزا قادیانی کی تکفیر میں ایک فتویٰ ''درۂ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' پر اپنی تائید پیش کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۸۷)

(۷۰۵) سعداللہ المکی، مولانا ابوالسعود محمد

جامع مسجد زکریا بمبئی اور مسجد حمید بمبئی میں خدمات سرانجام دینے والے مولانا ابوالسعود محمد سعداللہ نے ''اظہار حقانیت وابطال قادیانیت'' پر فتویٰ تحریر کیا، جو فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں بھی شامل ہے۔

(۷۰۶) سعداللہ خان خاکوانی (ملتان)، حضرت حافظ

آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اپنے وقت کے عالم ربانی تھے۔ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان سے بیعت تھے اور حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری سے مجاز بیعت تھے۔ عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کی دربانی کے لئے پیش پیش رہے۔

(۷۰۷) سعد اللہ لدھیانوی، جناب

حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانوی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عہد حیات میں مرزا کادیانی ملعون کو تگنی کا ناچ نچایا۔ آپ نے مرزا کادیانی کے خلاف نظم ونثر میں لکھا اور خوب لکھا۔ مرزا کادیانی ملعون آپ کے نام ''سعد'' کو جل بھن کر ''نحس'' لکھتا تھا۔ نتیجہ میں مولانا سعد اللہ بھی جواب آں غزل میں مرزا کادیانی کو وہ سناتے کہ ''تتے توّے'' پر رقص کرنے لگ جاتا۔ مؤرخہ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۳ر فروری ۱۸۹۷ء کو آپ نے سولہ صفحاتی ایک رسالہ لکھا۔

۱...... ''قادیانی دجال کا استیصال'' علیحدہ علیحدہ چار مضامین تھے۔ ایک ہی صفحہ پر علیحدہ علیحدہ کالم بنا کر کچھ حاشیہ پر لکھ کر سمندر کو کوزہ میں بند کیا۔

الف...... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نثر)

ب...... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نظم) (اس میں پانچ نظمیں ہیں)

ج...... قادیانی دجال کی تازہ بے حیائی پر تبصرہ (اس رسالہ میں دو باتوں پر تبصرہ کیا ہے)

(الف) قادیانی کی تازہ بے حیائی کہتا ہے کہ میں نے عبدالحق غزنوی کے حق میں بددعا نہیں کی۔ (صرف مباہلہ کیا تھا) اس لئے وہ سلامت رہا۔

(ب) قادیانی کی ایک اور بے حیائی کہتا ہے کہ مرزا سلطان بیگ مرزا قادیانی کی تکذیب نہیں کرتا۔ (اگر اس کی الہامی زوجہ پر قابض ہے) اب اس سے کوئی تکذیب کرا کر دکھلائے۔ ان دو امور کو اس مضمون میں زیر بحث لائے۔ اس کتابچہ کے آخر پر نظم میں ایک لطیفہ تھا وہ کاٹ دیا۔ اس لئے کہ وہ دوسرے رسالہ میں آگے آرہا ہے۔

د...... حاشیہ پر ''قادیانی اور ایک نصرانی کی گفتگو میں ایک مسلمان کی ثالثی'' کا عنوان دے کر چند سطور تحریر کیں۔ ہم نے ان چاروں رسائل کو علیحدہ علیحدہ عنوان سے احتساب قادیانیت جلد ۴۲ میں شامل کیا ہے۔ ایک سو چودہ سال پہلے کی امانت آج کی نسل کے سامنے لانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

۲...... ''دوسہ حرفیاں (چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح)'' پمفلٹ کا نام تو دوسہ حرفیاں ہے۔ لیکن اس میں (تین) سہ حرفیاں ہیں۔ (۱،۲) چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح، (۳) سہ حرفی ارڑ پوپو۔ اس کے علاوہ اس میں (۴) اہل سنت والجماعت دے عقائد دا بیان، وصیت دے طور اوتے۔ (۵) مرزا قادیانی کے قرآن پر ایمان کی حقیقت سوال وجواب کے پیرایہ میں۔ پہلے چار نمبرات پنجابی میں ہیں۔ پانچواں نمبر اردو میں مکالمہ ہے۔ (۶) اس رسالہ کے آخر میں ''سارے جہان کے مسیحیوں کی تردید کا بے مثال نغمہ'' بہت ہی برجستہ اردو مزاحیہ کلام پر مشتمل ہے۔ یہ تمام مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی مدرس گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ کے رشحات قلم ہیں۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۴۲ میں شامل شائع کئے گئے ہیں۔

۳...... ''نظم حقانی مسمّٰی بہ سرائر قادیانی'' یہ بڑے سائز کے آٹھ صفحات کا رسالہ تھا جو مولانا محمد سعد اللہ صاحب نے ۲۳ر شعبان ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۰ر فروری ۱۸۹۶ء کو تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ مصنف مرحوم کی منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ البتہ قادیانی کی درخواست بحضور

گورنمنٹ پر مختصر ایک صفحاتی ریمارکس نثر پر مشتمل تھا۔ یہ بھی آپ نے تحریر فرمایا جو احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۴...... ''حملہ آسمانی دربارہ شکست قادیانی'' امرتسر میں مرزا قادیانی اور عبداللہ آتھم پادری کا ۲۳؍مئی ۱۸۹۳ء سے پندرہ دن تحریری مناظرہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے اس میں لازوال ذلت کا مال خریدا تو پیش گوئی جڑ دی کہ ۱۵؍دن سے مراد پندرہ ماہ، یعنی ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء تک عبداللہ آتھم ہاویہ میں گرے گا۔ یعنی مرجائے گا۔ نتیجہ میں مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی بھی اس کی دیگر پیش گوئی کی طرح دھوکہ کی ٹٹی ثابت ہوئی۔ مرزا قادیانی نے تقریب فتح اسلام کے نام پر ایک اشتہار شائع کیا جو مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۳ تا ۳۸ پر ہے۔ یہی اشتہار انوارالاسلام ص۱ تا ۱۲، خزائن ج۹ ص۱ تا ۱۳ پر بھی شائع شدہ ہے۔ اس اشتہار کا مولانا محمود گنجوی وارد مالیرکوٹلہ نے ''حملہ آسمانی دربارہ شکست قادیانی'' کے نام سے جوابی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی رسالہ کے اختتام پر مولانا سعداللہ صاحب کی پانچ نظمیں بھی ساتھ ہی شائع کی گئیں۔ یہ رسالہ آٹھ صفحات بڑے سائز پر مشتمل تھا۔ ۱۰؍اکتوبر ۱۸۹۴ء اشاعت کی تاریخ لکھی گئی تھی۔ احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۵...... ''حقوحق'' یہ مولانا محمد سعداللہ صاحب کا پنجابی زبان میں بڑے سائز کے ۱۶ صفحات کا رسالہ ہے۔ جو تمام نظم پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں شائع کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مولانا سعداللہ صاحب کے مزید رسائل، انہزام قادیانی، گیدڑ نامہ وغیرہ ہیں جو میسر نہ آئے۔ لیکن اب الحمدللہ! اس کتاب کی ترتیب کے وقت یہ دونوں رسائل میسر آچکے ہیں۔ اب ان کو محاسبہ قادیانیت میں شامل کرنے کا ارادہ ہے۔

(۷۰۸) سعید احمد اکبرآبادی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۸ء، آگرہ ...... وفات: ۲۴؍مئی ۱۹۸۵ء، کراچی)

آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت انورشاہ کشمیری کے خصوصی شاگرد تھے۔ آپ کلکتہ علی گڑھ میں پروفیسر رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔ ''برہان دہلی'' ایسے ماہنامہ کے ایڈیٹر رہے۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سراپا خدمت گزار ہونے کا درس اپنے استاذ محدث کشمیری سے ورثہ میں لیا تھا۔ آپ دارالعلوم کورنگی کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

(۷۰۹) سعید احمد بہاولنگری، مولانا

(وفات: ۳؍دسمبر ۲۰۱۴ء)

ہردلعزیز شخصیت، مشفق، مہربان، اخلاق حمیدہ، اوصاف جمیلہ، علم وحلم کے پیکر، حضرت مولانا سعید احمد جنرل سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر ۱۹۶۴ء میں بہاولنگر محلہ نظام پورہ میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ عصری تعلیم میٹرک تک بہاولنگر میں حاصل کی۔ دینی تعلیم کے لئے ملک عزیز کی عظیم دینی یونیورسٹی جامعہ خیرالمدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ ابتداء سے دورہ حدیث تک تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۸۵ء میں فراغت کے بعد بہاولنگر میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مجلس تحفظ ختم

نبوت کے پلیٹ فارم پر کام شروع کیا اور رات دن ایک کر دیا۔ ۱۹۸۷ء میں آپ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا جنرل سیکرٹری متعین کیا گیا۔ جماعتی کام کو کاروبار پر ترجیح دیتے تھے۔ حاصل پور کی ایک قریشی فیملی میں شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے حافظ محمد خبیب سعید، حافظ محمد اسامہ سعید اور دو بیٹیاں دیں۔ مولانا سعید احمد خوبصورت اور نیک سیرت انسان تھے۔ ختم نبوت جماعت اور جماعت کے اکابرین سے والہانہ محبت تھی۔ اکابرین ختم نبوت بھی آپ کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو فوت ہونے سے تین سال پہلے رحمت عالم ﷺ کا دیدار ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ علماء کا قافلہ ہے۔ آقا ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ مولانا فرماتے تھے کہ کتنے خوش نصیب ہیں وہ علماء جو آقائے دو جہاں ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنے بیٹوں کو ہمیشہ یہی وصیت کرتے تھے کہ بیٹا ختم نبوت جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا۔ دفتر ختم نبوت کے ساتھ رابطہ رکھنا۔ اکابرین ختم نبوت سے دعائیں لینا۔ راقم الحروف (مولانا محمد قاسم) ۱۹۹۹ء میں بہاول نگر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب دامت برکاتہم کا خط مولانا سعید احمد کو دیا۔ خط پڑھ کر فرمانے لگے اکابرین کا حکم ہے۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صرف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نجات اور شفاعت کا ذریعہ بنائے گا۔ کچھ عرصہ بعد راقم کو کہنے لگے جب تک میں ہوں آپ میرے ساتھ رہیں گے۔ میری منشاء کے مطابق کام ہو رہا ہے۔ اکثر دفتر تشریف لے آتے۔ کارکردگی سنتے خوش ہوتے۔ جماعت کا ذاتی دفتر نہیں تھا۔ راقم نے کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اکابرین ختم نبوت کی دعاؤں کے صدقے جماعت کو ذاتی دفتر دیا۔ اگست ۲۰۱۴ء میں دفتر خریدا گیا۔ مولانا کی خوشی کی انتہاء نہیں تھی۔ بیماری کے باوجود بیٹے کے ساتھ تشریف لائے۔ ہر کام اپنی نگرانی میں کرایا۔ خود بیماری کے باوجود بھی جماعتی کام کرتے تھے۔ انتھک انسان تھے۔ کارکنوں کے ساتھ اتنی محبت تھی جتنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرماتے تھے یہ بہت خوش نصیب انسان ہیں، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرتے ہیں۔ ان کی شبانہ روز محنتوں کا صلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری پچیس سالہ آرزو پوری کی۔ ہمیں دفتر مل گیا۔ آپ کو کئی ایک عوارض لاحق ہو گئے۔ لاہور اور پھر نشتر میں علاج ہوتا رہا۔

فوت ہونے سے پہلے بڑے بھائی حاجی محمد احمد صاحب کو بلایا اور تین مرتبہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگے۔ میرے کلمہ کے گواہ رہنا۔ مجھے گھر لے چلو۔ میرے پاس شام آٹھ بجے تک وقت ہے۔ مجھے اشارہ مل گیا ہے۔ جو لینے آئے تھے انہوں نے شام آٹھ بجے کا وقت دیا ہے۔ گھر روانہ ہوئے۔ گاڑی میں جتنے احباب تھے سب کو سورۃ یٰسین شریف پڑھنے کو کہا۔ ٹھیک آٹھ بجے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ صبح دس بجے جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر میں جنازہ ہوا۔ (محمد قاسم رحمانی)

(۱۰۷) سعید احمد پالن پوری، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۲ء ...... وفات: ۱۹؍مئی ۲۰۲۰ء)

مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری پر ڈاکٹر سعید احمد صدیقی کے مضمون کا اقتباس ملاحظہ ہو: ’’قحط الرجال کے اس دور اور موجودہ حالات میں ایک عظیم علمی و دینی نقصان دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین، کئی نسلوں کے معلم ومربی، استاذ الاساتذہ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری سے متعلق وہ خبر ہے جس میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ بلاشبہ وہ اس وقت اہل علم اور دینی طبقے کا عظیم سرمایہ اور گراں بہاء اثاثہ تھے۔ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری اسلاف کی یادگار تھے۔

ان کی وفات کی خبر سن کر دل مغموم ہوا، آنکھیں نم ہوئیں، ذہن پر رنج وغم کے بادل منڈلا رہے ہیں۔

ولادت وتعلیم: شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کی ولادت شمالی گجرات کے علاقے پالن پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن گجرات میں حاصل کی۔ پھر دارالعلوم چھاپی اور مولانا نذیر احمد پالن پوری کے مدرسے میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ جہاں نحو، منطق اور فلسفہ کی بیشتر کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حدیث، تفسیر اور فقہ کے علاوہ دیگر فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۶۲ء میں دورہ حدیث کی تکمیل امتیازی حیثیت میں کی۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند ہی میں شعبہ افتاء میں داخلہ لیا اور فتاویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔

درس وتدریس: ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم اشرفیہ راندھیر سورت میں درجہ عالیہ کے مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دس سال اپنے مخصوص دل موہ لینے والے انداز میں تدریسی فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔ ۱۹۷۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں مسند درس وتدریس کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور تادم آخر تقریباً نصف صدی پر محیط تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ سنن ترمذی، صحیح بخاری کی تدریس بڑے دل نشین انداز میں فرماتے۔ آپ کے درس کے وقت کمرۂ جماعت میں طلباء کی بڑی تعداد شریک ہوتی۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی استفادہ کی غرض سے جوق درجوق حاضر ہوتے۔ جب حدیث پڑھی جاتی اور شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کی تقریر شروع ہوتی تو ایک عجیب سماں بندھ جاتا۔ طلباء پر ایک سحر کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی تقریر دلکش، سحرانگیز اور اتنی دل نشین ہوتی کہ ہر طالب علم سراپا سماعت بن جاتا اور مکمل ذہنی وفکری حاضری کے ساتھ درسگاہ میں موجود ہوتا۔ آپ کے اسلوب کلام اور انداز بیان میں ایک مقناطیسیت تھی جو طلباء کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی۔ حضرت کے درس کی خوبی یہ تھی کہ آپ اپنا ارتکاز موضوع پر رکھتے اور اس کی تفہیم میں تمام متعلقہ دلائل وبراہین کو اس خوبصورتی اور منطقی ترتیب سے بیان فرماتے کہ سننے والا عش عش کر اٹھتا۔ کم وبیش ۳۵ سال آپ نے سنن ترمذی شریف اور ۲۰۰۹ء سے تاحیات صحیح بخاری شریف کا درس دیا۔ شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ پڑھاتے نہیں تھے بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دل نشین انداز میں تربیت کرتے تھے۔ طلباء اور سامعین کے حواس پر چھا جاتے۔ ایسا لگتا کہ منہ سے موتی جھڑ رہے ہوں۔ ان کی نگاہ دل نواز اور اداء دلفریب تھی۔

مولانا سعید احمد پالن پوری کی شخصیت میں بھی مخصوص نوع کی وجاہت تھی جو ایک محدث کے شایان شان ہوتی ہے۔ اگرچہ سادگی کے پیکر تھے، مگر ان میں کشش ایسی تھی کہ دل ونگاہ کو اپنا اسیر بنا لیتے۔ قدرت نے آپ کو انتہائی ذہانت سے نوازا تھا۔ آپ کا دماغ گویا ایک وسیع وعریض کتب خانہ تھا۔ جس میں مختلف علوم وفنون پر ہزاروں کتابیں ہروقت موجود اور مستحضر رہتیں۔

تصانیف: اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کو تصنیف وتالیف کا خصوصی ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ اسی لئے آپ کی کتابوں اور شروحات نے برصغیر پاک وہند میں یکساں اور خوب خوب مقبولیت حاصل کی۔ آپ نے آٹھ جلدوں میں ''ہدایت القرآن'' کے نام سے قرآن کریم کی جامع وعام فہم تفسیر لکھی۔ جب کہ ''تحفۃ القاری'' کے نام سے بخاری شریف کی شرح بارہ جلدوں میں تحریر فرمائی۔ ''تحفۃ الالمعی'' کے نام سے آٹھ جلدوں میں سنن ترمذی کی مشہور عالم شرح لکھی۔ امام الہند شاہ ولی اللہ کی مشہور زمانہ تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کی شرح پانچ جلدوں میں ''رحمۃ اللہ الواسعۃ'' کے نام سے لکھی اور امت پر احسان عظیم فرمایا۔ آپ نے

’’فیض المنعم‘‘ کے نام سے مسلم شریف کے مقدمے کی شرح بھی تحریر فرمائی۔اس کے علاوہ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کی متعدد کتابوں کی تسہیل فرمائی اور نئی نسل کے لئے عام فہم بنایا۔درس نظامی کی متعدد کتابوں کی اردو زبان میں شروح تحریر فرمائیں اور لطف یہ کہ شیخ الحدیث پالن پوری کے ساری کتابیں انتہائی جامع، پرمغز، عام فہم ہیں۔

مولانا سعید احمد پالن پوری اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور فی زمانہ ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔وہ سچائی کے علمبرداروں کے لئے مینارۂ نور تھے اور علوم نبوت کے امین و پاسبان تھے جو کہ مرجع خلائق کے ساتھ ساتھ تشنگان علوم نبوت کے لئے وہ آب رواں تھے۔ جن کا فیض کبھی ختم نہیں ہوتا اور اپنے پیچھے علوم نبوت سے بہرہ مند ایک ایسی جماعت کو چھوڑ جاتے ہیں جو ان کے فیوض و برکات کو جاری وساری رکھے اور ہمیشہ ان کے اصولوں اور طریقوں پر گامزن رہے۔

یہ بلند پایہ محدث جن کو اللہ کے نور نے ہمیشہ متحرک رکھا، آج کے دور میں ان کی قیادت وسیادت کی اشد ضرورت تھی۔ان کے پیروکاروں کے لئے ان کی سیرت، ان کا اخلاق، ان کی نشست و برخاست اور طرز زندگی ایک روشن نمونہ ہے۔آپ کے اندر دینی حمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ کے قول وفعل میں کوئی تضاد ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔آپ دنیا کے لئے ایک کھلی ہوئی کتاب اور اپنے اسلاف کی زندگی کا عملی نمونہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس عظیم محدث کو اپنی خلق میں بے پناہ مقبولیت سے نوازا کہ ہر چھوٹا بڑا ان سے تعلق پر فخر کرتا اور ہر ایک ان سے تعلق قائم رکھنے کی دلی خواہش رکھتا تھا۔آپ ساری زندگی ریاکاری، دکھاوے، شہرت سے دور اور خالص اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف عمل رہے۔آپ کے قلب وروح میں اسلام کی محبت رچی بسی تھی۔آپ اخلاص وتقویٰ، تواضع وانکساری کے پیکر اور اعلیٰ اسلامی اقدار کے امین تھے۔دنیا کی ہر نعمت وآسائش میسر ہونے کے باوجود دنیا سے منہ موڑا اور اپنے اکابرین کے زہد وتقویٰ کو اپنائے رکھا۔‘‘

تکملہ: قادیانی فتنہ کے خلاف ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند کے زیراہتمام کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی مساعی سے قائم کی گئی تو اس کے پہلے ناظم اعلیٰ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری قرار پائے۔آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لائے۔لاہور دفتر دہلی دروازہ میں قیام رہا۔ملتان اور کراچی کا بھی دورہ کیا اور یہ تمام سفر مجلس کے زیراہتمام تھا۔آپ برطانیہ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں بھی شریک ہوتے رہے۔فقیر راقم کے کئی اسفار ان کی قیادت میں ہوئے۔آپ بہت بڑے عالم ربانی تھے۔آپ کی قیادت وسیادت میں ہندوستان میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو کام ہوا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔اس شجر ثمر بار سے آج بھی وہ خطہ ختم نبوت کے فیض سے سدا بہار ہے۔

(۱۱۷) سعید احمد عثمانی (تلہ گنگ)، مولانا قاری

(وفات: جون ۱۹۹۲ء)

جامع مسجد عیدگاہ کے خطیب، جامعہ عثمانیہ تلہ گنگ کے بانی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن حضرت مولانا فضل محمد صاحب کے جانشین حضرت قاری سعید احمد عثمانی تھے جو عالم، حافظ، قاری، خطیب وامام تھے۔والد گرامی کے جانشین تھے۔سیرت وصورت کے لحاظ سے مثالی انسان تھے۔اپنے والد کے صحیح معنوں میں جانشین تھے۔اپنے دور میں تلہ گنگ کی پہچان تھے۔

(۷۱۲) سعید احمد فاروقی، مولانا

(وفات:۲۴رنومبر۲۰۲۰ء)

جامع مسجد طوطلاں ملتان کے خطیب، تمام دینی تحریکوں میں برابر کے حصہ دار، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پیش پیش رہے۔

(۷۱۳) سعید احمد قریشی (کراچی)، جناب

جناب سعید قریشی صاحب کراچی کے باسی تھے۔ احرار سٹوڈینٹس یونین آپ نے قائم کی اور اس کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ آپ نے ''مسلمانوں کی تکفیر'' کے نام پر رسالہ شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۷۱۴) سعید احمد مجددی، مولانا ابوالبیان

(وفات:۱۰راگست۲۰۰۲ء)

ممتاز عالم دین، شیخ طریقت، مکتوبات امام ربانی کے شارح، ادارہ منہاج القرآن سے بھی وابستہ رہے۔ حضرت صاحبزادہ فیض الحسن آلومہار شریف والوں کے دست راست تھے۔ تحریک ختم نبوت میں فعّال کردار ادا کیا۔ گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائد رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی خطاب کے لئے تشریف آوری ہوتی۔ گوجرانوالہ میں محو استراحت ہیں۔

(۷۱۵) سعید اختر ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب شیخ

(وفات:۲۳رفروری۱۹۷۵ء)

آپ نامور قانون دان تھے۔ ایوب خان مرحوم کے زمانہ اقتدار میں جب مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری کو پہلے ڈیرہ اسماعیل خان پھر کراچی میں نظر بند کیا گیا تو آپ کے مقدمہ کی پیروی جناب سعید اختر ایڈووکیٹ نے کی۔ اس دوران میں قادیانی فتنہ پر بھی قانونی بحث ہوئی۔ آپ نے جس بے جگری سے مفت یہ کیس لڑا اور کامیابی حاصل کی وہ آپ کا حصہ ہے۔ قلب وجگر کی گہرائیوں سے اسلام اور ختم نبوت پر فدا تھے۔ بیالیس سال کی عمر میں وصال فرمایا تھا۔ لاہور میں مدفون ہیں۔

(۷۱۶) سعید اقبال (لاہور)، جناب میاں

(وفات:اپریل۱۹۸۳ء)

لاہور کے حضرت مولانا عبدالعزیز کے فرزند جناب سعید اقبال تھے۔ جنہوں نے عزیز الاسلام ہائی سکول قائم کیا اور اس کے ہیڈ ماسٹر بنے۔ جناب سعید اقبال تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تین ماہ قید رہے۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ ریلوے روڈ عزیز الاسلام ہائی سکول کا گراؤنڈ تمام تحریکوں کے جلسہ جات کا پنڈال ہوتا تھا۔ میاں سعید اقبال، حضرت لاہوری، حضرت امیر شریعت، حضرت مولانا داؤد غزنوی، مولانا ابوالحسنات قادری کے معتمد علیہ تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ کیا لوگ

تھے۔زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے؟

(۱۷۷) سعیدالدین شیرکوٹی، مولانا

(ولادت: ۱۰/جون ۱۹۳۱ء ...... وفات: جولائی ۲۰۱۲ء)

آپ کے والد حضرت مولانا محمد عمادالدین انصاری شیرکوٹی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بارہ سال تدریس کی۔مطبع قاسمی قائم کرکے کئی اہم تاریخی اور نادرونایاب کتابیں شائع کیں۔ان کے صاحبزادے، نورنظر اور لخت جگر تھے مولانا سعیدالدین شیرکوٹی۔۱۹۳۸ء کے سفر جالندھر کے موقع پر حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے آپ کو ''پندنامہ عطار'' اور ''میزان منشعب'' کی بسم اللہ کرائی تھی۔ابتدائی تعلیم اور ''کافیہ'' تک کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔اس کے بعد مدرسہ عربیہ خیرالمدارس جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے زیرسایہ مفتی فقیراللہ قدس سرہ اور حضرت علامہ محمد شریف کشمیری سے استفادہ کیا۔۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔

۱۹۴۶ء آپ کا دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا سال ہے۔ایک سال خیرالمدارس جالندھر میں بھی رہ کر حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے دورۂ حدیث شریف کا سماع کیا۔اس موقع پر حضرت جالندھری نے اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی سند بھی عطاء فرمائی۔جس پر شعبان ۱۳۶۶ھ بمطابق جولائی ۱۹۴۷ء لکھا ہوا ہے۔جالندھر اور دیوبند کے زمانہ میں ہی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے قریبی تعلق اور عقیدت رہی۔ آپ مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوگئے۔ہندوستان کے کئی شہروں میں ردقادیانیت پر تقریریں کیں اور قادیانیت کے دجل کو عوام الناس پر آشکارا کیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد طاہر قاسمی کی خصوصی شفقتیں آپ کو حاصل رہیں۔قیام پاکستان کے بعد اپنے والد صاحب کے ہمراہ پشاور منتقل ہوگئے۔ماضی میں مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام سے وابستگی رہی۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام سے لے کر ۱۹۷۴ء تک پشاور کے امیر رہے۔۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی مقدس تحریکہائے ختم نبوت میں مثالی جرأت مندانہ کردار ادا کیا۔ایک ایک دن میں پانچ پانچ جلسوں سے خطاب کرتے۔یوں اپنا خون جگر دے کر انہوں نے تحریک کے الاؤ کو روشن رکھا۔حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی، حضرت مولانا سید محمد زکریا باچا اور حضرت مولانا بادشاہ گل کی خصوصی شفقتیں آپ کو حاصل رہیں۔حضرت مولانا نورالحق نور آپ کے خاص تحریکی رفقاء میں سے تھے۔تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے حوالہ سے آپ کی گرانقدر سنہری خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔آپ ضیاء الحق مرحوم کے دور اقتدار میں صوبائی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہے۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کے موقع پر بھی آپ نے خدام ختم نبوت کو اپنی دعاؤں اور مفید مشوروں سے نوازا۔بیماریوں اور کمزوری کے باعث آپ نے اپنی سرگرمیوں کو محدود کرلیا تھا۔اس کے باوجود بھی مدینہ مسجد گلبہار نمبر۲ پشاور میں آپ درس دیتے رہے۔گلبہار نمبر۲، بی بلاک کے قبرستان میں اپنے والد صاحب کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ (محمد اورنگزیب اعوان)

(۷۱۸) سعید الدین رامپوری (کان پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا سعید الدین رامپوری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۳۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۷۱۹) سعید الرحمٰن انوری (فیصل آباد)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۸ء ...... وفات: ۱۷/مئی ۲۰۰۲ء)

حضرت مولانا سعید الرحمٰن انوری، شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد انوری کے صاحبزادہ حضرت مولانا سعید الرحمٰن انوری جامع مسجد انوری سنت پورہ فیصل آباد کے خطیب تھے۔ بہت ہی مرنجاں مرنج طبیعت پائی تھی۔ آپ نے مختلف عنوانات پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شریک اشاعت ہے۔ اس کا نام ہے: ’’انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ‘‘غالباً یہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے موقعہ پر آپ نے شائع کر کے عام تقسیم کیا تھا۔

(۷۲۰) سعید الرحمٰن تنویر (آزاد کشمیر)، جناب قاری

(وفات: مئی ۲۰۲۰ء)

آپ منگ آزاد کشمیر کے دینی ادارہ کے بانی اور مہتمم، بہت ہی مقبول خطیب اور رہنما تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام آزاد کشمیر کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

(۷۲۱) سعید الرحمٰن علوی (بھیرہ)، مولانا

(ولادت: ۴/اپریل ۱۹۴۸ء ...... وفات: ۲۰/اکتوبر ۱۹۹۴ء)

مولانا سعید الرحمٰن علوی ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد رمضان علوی محلہ گلاب شاہ بھیرہ کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی نے دورہ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا۔ حضرو ضلع اٹک میں خطیب رہے۔ فیصل آباد جمعیۃ علماء اسلام کے مبلغ وآفس سیکرٹری بھی رہے۔ ہفت روزہ ترجمان اسلام میں لکھتے رہے۔ ہفت روزہ ’’خدام الدین‘‘ لاہور کے عرصہ تک ایڈیٹر رہے۔ اسی دوران لاہور جامع مسجد الشفاء شاہ جمال کالونی میں خطیب بھی رہے۔ متعدد کتابوں کے عربی سے اردو میں تراجم بھی کئے۔ بہت ہی متحرک اور ذہین آدمی تھے۔ لکھنے کے اتنے مشاق تھے کہ دوستوں کی مجلس میں گپ شپ کے دوران بھی لکھتے رہتے تھے اور انہیں کوئی پریشانی نہ ہوتی تھی۔ اتنے قادر علی التحریر تھے کہ انہیں لکھنے کے لئے خلوت وجلوت یکساں تھی۔ آپ کے رد قادیانیت پر بھی دو رسالے ملے۔

’’امت مرزائی کی غلط بیانیوں کا جواب‘‘ ۱۹۷۳ء میں جناب میجر محمد ایوب ممبر آزاد کشمیر اسمبلی نے آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی جو بالاتفاق منظور کر لی گئی۔ اس سے قادیانی ایسے حواس باختہ ہوئے کہ الامان۔ قرارداد کیا منظور ہوئی گویا قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے آگ جلادی گئی۔ اس زمانہ میں اس قرارداد کے خلاف قادیانی جماعت کشمیر کے امیر منظور احمد ایڈووکیٹ قادیانی نے پمفلٹ لکھا جس کے جواب میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم جوان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کے امیر تھے اور حضرو میں خطیب تھے۔ آپ نے قلم اٹھایا اور یہ پمفلٹ تحریر کر دیا۔ اس رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں محفوظ کرنے پر اللہ رب العزت کا شکرادا کرتا ہوں۔

(اس قرارداد کے خلاف مرزا ناصر نے ربوہ (چناب نگر) میں خطبہ دیا جسے بعد میں قادیانی جماعت نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ جس کا حضرت مولانا تاج محمود نے جوب تحریر فرمایا تھا۔ جسے ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۱۶ میں شائع کر چکے ہیں)

’’مرزائیوں کا سیاسی کردار‘‘ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے ۱۶؍مئی ۱۹۷۰ء کمپنی باغ سرگودھا میں خطاب فرمایا اوراسی روز ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ اسی طرح مکی مسجد گوجرانوالہ شہر میں ۲۱؍اکتوبر ۱۹۶۶ء کو حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری کا خطاب ہوا۔ پریس کانفرنس سرگودھا، خطاب سرگودھا، خطاب گوجرانوالہ تینوں حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم نے مرتب کئے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن خورشید ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے مبلغ تھے۔ آپ نے ان کو ’’مرزائیوں کا سیاسی کردار‘‘ کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں اسے بھی قریباً نصف صدی کے بعد شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں۔

(۷۲۲) سعید الرشید عباسی، جناب

بہاول پور ریاست کے والیان کی اولاد میں سے ایک جناب سعید الرشید عباسی تھے جو احمد پور شرقیہ وغیرہ حلقہ سے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں قادیانی فتنہ پر آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

جناب شہزادہ سعید الرشید عباسی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

شہزادہ سعید الرشید عباسی: جناب والا! میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ جسے پاکستان بننے سے پہلے اور ون یونٹ کے وقت ’’ریاست بہاول پور‘‘ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ریاست بہاول پور پنجاب کی سب سے بڑی اسلامی ریاست تھی۔ یہاں اسلام کا بول بالا تھا اور اسلامی قانون نافذ تھے۔ چنانچہ اس سرزمین پر نواب الحاج صادق محمد خان عباسی کے دور میں ایک بڑا اہم واقعہ پیش آیا۔ یہ ایک مقدمہ تھا۔ جو ۱۹۲۶ء میں دائر ہوا اور جو بعد میں ’’فیصلہ بہاول پور‘‘ کے نام سے مشہور ہوا۔ مفتی محمود صاحب نے اس فیصلے کا ایک کتابچہ سب ممبر صاحبان کو دیا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ سب صاحبان نے اس کو دیکھ لیا ہوگا۔ جناب والا! فیصلہ بڑا اہم تھا اور یہ فیصلہ اس وقت ہوا جب ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی۔ بلکہ انگریزوں کی حکومت تھی اور اس وقت یہ فیصلہ ایک مسلمان ریاست میں ہوا اور یہ مقدمہ کافی عرصہ تک چلتا رہا۔ آخر سات فروری ۱۹۳۵ء کو منشی اکبر خان نے جو اس وقت ڈسٹرکٹ جج تھے، اس کا فیصلہ سنایا۔ فیصلہ

کیونکہ بڑا طویل ہے میں اس میں جانا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ ون یونٹ بننے کے بعد ریاست بہاول پور ختم ہوگئی اور ہمارے ساتھ ناانصافی محض اس لئے ہوئی کیونکہ ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ بہاول پور کے عوام نے یہ فیصلہ کیا تھا اور اس دن سے ہمارے ساتھ ناانصافی ہورہی ہے۔ وہاں ترقی بند ہوگئی۔ ہم پر ظلم ڈھائے گئے۔ جن صاحبان نے یہ سب کچھ کیا میں ان کے نام یہاں لینا مناسب نہیں سمجھتا۔ بہرحال بہاول پور کے عوام بخوبی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔ جب یحییٰ خان کی حکومت تھی تو یہ افسران جو اس وقت یہاں موجود تھے انہوں نے فرید گیٹ کے پرامن جلوس کے اوپر گولی چلائی۔ وہ صاحبان بخوبی جانتے ہیں کہ ان کا مقصد کیا تھا؟ یہ فیصلہ بہاول پور کے مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف کیا اور اس کی سزا آج تک ہمیں مل رہی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ حکومت اس بات کو مدنظر رکھے گی۔ ہمارے ساتھ جو کچھ زیادتیاں ہوئیں اور اس فیصلے کے بعد جو سلوک ہوا اور ہمیں جو سزا ملی اور اب میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے ساتھ بہتر سلوک ہوگا۔ ہماری سزا ختم ہوگی۔ پاکستان بننے کے ۲۷ سال بعد آج اس ہاؤس میں یہ فیصلہ ہورہا ہے اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے اور جہاں تک بہاول پور کے عوام کا تعلق ہے۔ ہمارے لئے یہ فیصلہ آج سے ۴۰ سال پہلے ہوچکا ہے اور میرا ایمان ہے کہ جو فیصلہ ہوا ہے وہ صحیح ہوا ہے اور میں آج بھی اس پر قائم ہوں اور میں اس کی پوری حمایت کرتا ہوں۔ اس کی پوری تائید کرتا ہوں اور حضور ﷺ کا ایک ادنیٰ خادم ہوتے ہوئے آج تک اس پر قائم ہوں اور تادم مرگ قائم رہوں گا۔

جناب چیئرمین: عباسی صاحب! ایک گزارش کردوں، اس دن بھی عرض کیا تھا کہ ہم ***lose door*** (بند کمرے میں) سیشن کررہے ہیں اس میں ایک چیز لازمی ہے کہ ہر چیز کا ***Solution*** (حل) بتائیے کہ اقلیت قرار دینے سے کیا فائدہ ہوگا، کیا نقصان ہوگا۔ اگر نہ دیں تو کیا نقصان ہوگا، کیا فائدہ ہوگا، کیونکہ ہم یہاں ***With realistic approach*** (حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر) سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ نے دونوں سائیڈ پر کہ کون سا ریزولیوشن ***Adopt*** (اختیار) کریں جو کہ کافی ہو، ملک جعفر کا کریں یا کوئی اور یا کوئی نئی ***Proposal*** (تجویز) دیں۔

Now the discussion should be in the form of some proposals, suggestions and solutions---- We have heard much about everything---- in order to lessen the burden on the Steering Committee, which will meet on 4th or 5th to finalise the recommendations in the light of the debate that has taken place. So, I will request the honourable members to come forward with concrete proposals, and they must look towards all the aspects that in case they are declared as a minority, what would be the consequences, and in case they are not declared as a minority, what would be the result and consequences. This should be kept in view.

اب ہماری اس بحث کو تجاویز مشوروں اور حل کی شکل اختیار کرنی چاہئے۔ ہم نے ہر چیز کے متعلق تفصیل سے سنا ہے۔ لہٰذا سٹیرنگ کمیٹی کے ۴ یا ۵ رستمبر کو ہونے والے اجلاس کے دوران اس کے اوپر بوجھ کم کرنے کی غرض سے یہاں ہونے والی بحث کی روشنی

میں، میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ ذرا آگے کی طرف قدم بڑھائیں اور انہیں (احمدیوں) کو اقلیت قرار دینے سے متعلق تمام پہلوؤں پر نظر رکھیں کہ اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے اور انہیں اقلیت قرار نہ دینے کی صورت میں کیا نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ اب اس معاملے پر نظر رکھنی چاہئے۔ (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص۲۴۳۹ تا ۲۴۴۱)

(۷۲۳) سعید الزمان صدیقی، مسٹر جسٹس

جنرل ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی تھی جسے ۳؍جولائی ۱۹۹۳ء کو مسٹر جسٹس شفیع الرحمٰن، مسٹر جسٹس عبدالقدیر، مسٹر جسٹس افضل لون، مسٹر جسٹس ولی محمد نے مسترد کردیا تھا۔ سپریم کورٹ کے چار رکنی بنچ کے فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں نظرثانی کی اپیل دائر کی جسے ۸؍نومبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جس کے رکن جناب مسٹر جسٹس سعید الزمان صدیقی، چیف جسٹس کی سربراہی میں عدم پیروی کی بناء پر قادیانی اپیل کو مسترد کردیا۔

(۷۲۴) سعید بن محمد بابصیل (مفتی اعظم شافعیہ، مکہ مکرمہ)، مفتی محمد

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں جب حرمین کے علماء کرام ومفتیان عظام سے ملعون قادیان کے متعلق فتویٰ طلب کیا تو اس وقت کے علماء شافعیہ کے مفتی اعظم مکہ مکرمہ جناب مفتی محمد سعید صاحب بن بابصیل نے یہ فتویٰ عنایت فرمایا۔

الحمدلله الذی یسر بهٰذا الدین من یقوم بحقه من خفض کل زندیق ضال مضل وردعه وقمعه ونصر کل عالم هاد مهد واعانته ورفعه وبعد!

فقد نظرت فیما نسب لغلام احمد القادیانی الفنجابی فان صح مانسب الیه عند کان من الضالین المضلین ومن الزنادقة للملحدین ومثله فیما ذکر محمد حسین المؤید له برسالة المسماة باشاعة السنة فکل منهما یجب علیٰ ولی الأمر وفقه الله لما یحبه ویرضاه ان یعزرهما التعزیر البلیغ الذی یحصل به ردعهما وردع امثالهما واما ما الفه الامام الفاضل والهمام الکامل الشیخ محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر الهاشمی الحنفی القصوری فی بیان ضلال المذکورین وابطال اقوالهما وسماه "برجم الشیاطین برد اغلوطات البراهین" فتالیفه المذکور هو الحق الذی لا شک فیه فجزاه الله عن الاسلام والمسلمین الجزاء الجمیل واحله فی القلوب المحل الجلیل، والله سبحانه وتعالیٰ اعلم قاله بفمه ورقمه بقلمه المرتجی من ربه کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیة بمکة المحترمة غفر الله له ولوالدیه ولجمیع المسلمین

سب تعریفیں اس خدا کو ہیں جس نے اس دین اسلام کے خلل وزلل بدمذہبوں، گمراہوں کے دور کرنے کے لئے کچھ پیدا کئے

ہیں۔ جو بدمذہبوں گمراہ کنندوں کی سرکوبی کرتے رہے ہیں اور جس نے ہر عالم راہنما سیدھی راہ کے چلنے والے کی مدد کی ہے۔ بعد اس کے بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں۔ پس اگر اس نے یہ کی ہیں تو وہ گمراہوں، گمراہ کنندوں وسخت بدمذہبوں سے ہے اور ایسا ہی محمد حسین ہے۔ جس نے رسالہ اشاعۃ السنہ میں اس کی تائید کی ہے۔ پس حاکم اسلام پر...... اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے۔ واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دی جائے جس سے یہ اور ان کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آویں اور جو رسالہ امام فاضل، بزرگ کامل، شیخ محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کے رد میں لکھا اور اس کا نام ''رجم الشیاطین براغلوطات براہین'' رکھا ہے۔ وہ ایسا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے ان کو نیک بدلہ دے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اعتبار بڑھائے اور خدا بہت دانا ہے۔ یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور اپنے قلم سے لکھی۔ اللہ تعالیٰ سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن بابصیل نے جو مکہ معظّمہ میں شافعیوں کا مفتی ہے۔ خدا اس کو اور اس کے والدین وجمیع مؤمنین کو بخشے۔ دستخط محمد سعید بابصیل

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۵۷،۹۷،۹۸)

(۷۲۵) سکندر حیات خان ٹوانہ، سر

(پیدائش: ۵؍جون ۱۸۹۲ء ...... وفات: ۲۶؍دسمبر ۱۹۴۲ء)

آپ سردار محمد حیات خان ٹوانہ کے صاحبزادے اور خضر حیات خان ٹوانہ کے والد تھے۔ سر سکندر حیات خان ٹوانہ ریاست بہاولپور کے وزیراعظم بھی رہے۔ یونیسٹ پارٹی کے سر فضل حسین کے بعد صدر بھی رہے۔ متحدہ پنجاب کے وزیراعلیٰ بھی رہے۔ دوبارہ پنجاب کے عارضی گورنر بھی رہے۔ جب قادیانیوں سے متعلق کیس بہاولپور کی عدالت میں زیر بحث تھا تو لندن کی ایک میٹنگ میں نواب آف بہاولپور نے آپ سے مشورہ طلب کیا کہ برطانوی حکومت پر اس کیس کے متعلق دباؤ ہے کہ قادیانی ہماری لابی ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے تو سکندر حیات خان نے کہا کہ نواب صاحب: برطانیہ حکومت نے اقتدار، فوج، پیشہ سب کچھ ہم سے ہتھیا لیا ہے۔ ایک پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس ہمارا سہارا رہ گیا ہے۔ وہ بھی ہم سے چھیننا چاہتے ہیں۔ آپ ان پر واضح کر دیں کہ عدالت آزاد ہے جو فیصلہ کرے گی میں مداخلت نہیں کرتا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد فرماتے تھے کہ مولانا محمد علی جالندھری نے یہ مجھ سے خود واقعہ بیان کیا اور پھر رو پڑے اور فرمایا کہ نواب بہاولپور وسر سکندر حیات کی بخشش وشفاعت کے لئے یہی واقعہ کافی ہے۔ فقیر راقم (اللہ وسایا) عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا خواجہ خان محمد بھی آخر پر رو پڑے۔

(۷۲۶) سکندر خان بٹالوی، جناب

یوں تو بٹالہ کے تمام مسلمان تحریک ختم نبوت سے ہمدردی رکھتے تھے اور مرزائیت کے شدید مخالف تھے۔ مگر ایک خاندان ہماری بڑی تندہی سے پشت پناہی کرتا تھا اور ہمارے دکھ و درد کا ملجاؤ ماویٰ تھا۔ وہ تھا الحاج سکندر خان کا گھرانہ۔ حاجی صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے دو ہونہار صاحبزادگان ہماری پشت پناہی پر ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ ان کی والدہ (اللہ انہیں جنت الفردوس میں

جگہ دے) بڑی نیک اور پاکیزہ خاتون تھیں۔ ہم لوگ بٹالہ میں ان کے ہاں سکونت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو بخشے۔ ہم لوگ وقت بے وقت جتنی تعداد میں آجاتے ان کے ماتھے پر کبھی بل نہ آتا تھا اور وہ فوراً ہمارے کھانے پینے کا بہ طیب خاطر اہتمام کرتیں۔ کھانا مکلّف ہوتا اور ہم جس قدر چاہتے مہیا ہوتا۔ تحریک زوروں پر تھی۔ اس لئے ہمیں بٹالہ آنا پڑتا تھا۔ کوئی فرق نہ پڑتا کہ ہم دس افراد ہیں یا بیس۔ یا کم وبیش۔ کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔ کچھ دیر نہ لگتی اور ہر چیز مہیا ہو جاتی۔ ان دو بھائیوں میں سے ایک کا نام حاجی عبدالرحمٰن تھا اور دوسرے کا نام حاجی عبدالغنی تھا۔ حاجی عبدالرحمٰن بڑے منچلے تھے۔ ہر جمعہ کو بٹالہ کی شیر شاہی مسجد میں جاتے اور ہماری تائید اور مرزائیت کی مخالفت میں تقریر کرتے۔ علاوہ ازیں ہر مہم میں شریک ہوتے۔ بٹالہ میں احرار لیڈروں کو بلا کر اجتماعات منعقد کراتے۔ قید وبند سے بھی دریغ نہ تھا۔ اب دونوں حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ حاجی عبدالرحمٰن کا صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام اختر تھا۔ ان دنوں اس نے میڈیکل میں داخل لیا تھا اور آج وہ پاکستان میں ڈاکٹری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے اور شنید ہے کہ وہ بڑا کامیاب ڈاکٹر ہے۔ حاجی عبدالغنی کے تین لڑکے تھے۔ امجد حسین، ارشد حسین۔ تیسرے کا نام یاد نہیں۔ امجد حسین وکیل ہیں اور لاہور ہائیکورٹ میں پریکٹس کرتے ہیں۔ بڑی وسیع معلومات کے حامل ہیں۔ ان کے سیاسی مضامین عموماً اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ایک دو دفعہ میری ان سے ملاقات بھی ہوئی۔ بڑے ملنسار اور قومی وملی جذبہ رکھتے ہیں۔

سکندر خان مرحوم بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ امرتسر میں سکندر خان کی تعمیر کردہ مسجد موجود تھی جو ہال بازار امرتسر میں واقع تھی اور اس کے ساتھ قیمتی دکانیں تھیں جو سکندر خان کی ملکیت تھیں اور بعد میں حاجی عبدالرحمٰن وحاجی عبدالغنی کے لئے بڑا مالی سہارا تھیں۔ احرار کو اگر بٹالہ کی امداد نہ ہوتی تو اس کے لئے قادیان میں کام کرنا ممکن نہ ہوتا۔ ہم لوگوں کو قادیان میں کسی بھی مشکل کا سامنا ہوتا تو ہم بٹالہ پہنچ جاتے۔ حاجی عبدالرحمٰن اور حاجی عبدالغنی کے گھر کا دروازہ ہر وقت ہمارے لئے کھلا رہتا۔ دن ہو یا رات؟ چارپائی، کھانا، بستر بلا تکلف مہیا ہوتا۔

حاجی صاحب کی زبان مثل سیف وسنان ہماری مشکل کو حل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوتی۔ اگر مطالبات عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہوتی تو فوراً اعلان ہوتا اور ایک وسیع میدان میں جو منڈی کے نام سے مشہور تھا اور حاجی صاحبان کی ملکیت تھا وہاں جلسہ ہو جاتا اور ہمارے مطالبات حکام بالا تک پہنچ جاتے۔ یہ منڈی احرار لیڈروں کے جلسوں کے لئے ہمیشہ آماجگاہ رہی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے بارہا اس منڈی میں تقاریر کیں۔ آغا شورش کاشمیری جب احرار میں شامل ہوئے تو انہیں بٹالہ آنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے ہاتھ میں کلہاڑی لے کر اس منڈی میں مرزائیوں کے خلاف اس زناٹے سے تقریر کی کہ قادیان میں بیٹھے مرزائی تھرّا اٹھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۲۷) سلام الدین شاہ، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۸۴۹ء ...... وفات: ۱۹۰۶ء)

حکیم مولوی امام الدین روہتکی کے ایک بیٹے مولانا حافظ الدین کا ذکر گزر چکا۔ دوسرے بیٹے مولوی شاہ سلام الدین ہیں۔ مولوی شاہ سلام الدین مہی اور طوطی دکن مولانا نظام الدین جھجری ثم حیدرآبادی (۱۸۵۷ء-۱۹۲۶ء) کو بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے

دعوت مباہلہ دی تھی۔ یہ دونوں حضرات بھی مباہلہ کے لئے لاہور میں مقررہ مقام پر پہنچے۔ مگر مدمقابل وہاں نہ پہنچا۔ حضرت شاہ سلام الدین اور حضرت طوطی دکن رشد وہدایت کا سرچشمہ تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انہیں اپنا مدمقابل سمجھتے ہوئے چیلنج کیا ہوگا۔ ان کے ساتھ جن دیگر مشائخ کو دعوت مباہلہ دی ان میں حضرت اللہ بخش تونسوی، میاں غلام فرید چاچڑاں علاقہ بہاول پور، سائیں توکل شاہ انبالوی، پیرمہرعلی شاہ گولڑوی جیسے کاملین تھے۔ (ہادی ہریانہ ص۱۶۳)

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا سلام الدین شاہ مہم روہتک کو بھی انجام آتھم ص۷۲، نمبر۹۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۷۲۸) سلامت اللہ ارائیں، جناب حاجی

(وفات:۲۰۱۳ء)

حضرت حاجی سلامت اللہ صاحب تبلیغی جماعت کے رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت مولانا مفتی عبدالجلیل مہتمم مظاہر العلوم کوٹ اڈو کے ساتھ گرفتار بھی رہے۔ عالمی مجلس کوٹ ادو کے امیر جناب صوفی عبدالرزاق صاحب کے والد گرامی تھے۔ تبلیغ اسلام کے لئے افریقہ تک کے آپ نے سفر کئے۔

(۷۲۹) سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا

(وفات:۱۵/جون۱۹۰۴ء)

مولانا سلامت اللہ، جیراجپور میں رجب علی کے گھر پیدا ہوئے۔ جیراجپور اعظم گڑھ کا علاقہ ہے۔ مولانا سلامت اللہ نے ابتدائی کتب جیراجپور میں ہی مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالغنی بن شاہ میر فرخ آبادی سے پڑھیں۔ پھر جونپور میں مفتی یوسف بن اصغر انصاری لکھنوی سے کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد سہارنپور کا سفر کیا اور شیخ احمد علی بن لطف اللہ حنفی سہارنپوری سے علم حدیث کی تکمیل کی اور مولانا نذیر حسین دہلوی سے سند حاصل کی۔ بعد ازاں ریاست بھوپال میں سکونت اختیار کی اور وہیں دفن ہوئے۔ ''فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان'' میں مرزا قادیانی کی تکفیر پر صورت مسئلہ کے جواب میں مولانا بشیر احمد شہسوانی نے عبارت لکھی۔ جس کی تائید میں مولانا سلامت اللہ نے لکھا کہ: ''مجھ کو مولوی محمد بشیر صاحب کی تحریر سے اتفاق ہے۔ بے شک یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسا مولوی صاحب موصوف نے تحریر فرمایا: واللہ اعلم!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۱)

(۷۳۰) سلطان احمد (جڑانوالہ)، جناب بابا

(وفات:۱۹۷۷ء)

جڑانوالہ کے قریبی دیہات میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے مرید باصفا جناب بابا سلطان احمد ہوتے تھے۔ جو سراپا اخلاص

تھے۔کیا خوب لمبا چکلا چوڑا قد وکاٹھ خوب وجیہہ اور بھرپور دلاویز شخصیت کے مالک تھے۔اپنے قد کے مطابق لمبا ڈنڈا خوب موٹا ہاتھ میں رکھتے تھے۔لباس ڈھیلا ڈھالا دیہاتی ہوتا تھا۔جھومتے جھامتے اس شان سے چلتے تھے کہ سماں پیدا کر دیتے تھے۔۱۹۷۰ء کے دور میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع لائل پور کے سالار اعلیٰ تھے۔گاؤں گاؤں تبلیغ ختم نبوت اور تنظیم جمعیۃ کا کام کرتے تھے۔حق مغفرت کرے خوب مرد آزاد تھے۔

(۷۳۱) سلطان احمد خان (کوٹ دیوا سنگھ)، جناب

جناب سلطان احمد خان ساکن کوٹ دیوا سنگھ نے قادیانیوں کے رد میں ایک رسالہ تحریر کیا:

’’مرزائیوں کے دجالی استدلال کی حقیقت‘‘ قادیانی جماعت کے دوسرے لاٹ پادری مرزا بشیر الدین محمود کا ایک مضمون جو قادیانی جماعت کے روزنامہ الفضل مؤرخہ ۹؍اگست ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔پھر اسے قادیانی جماعت نے ’’احمدی دوسروں کی اقتداء میں نماز کیوں نہیں پڑھتے‘‘ نامی رسالہ کی شکل میں شائع کیا۔جناب سلطان احمد خان نے اس کا جواب تحریر کیا۔ساٹھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۲ میں شائع ہونے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔

(۷۳۲) سلطان احمد فاروقی سیالوی، مولانا

آپ جامع مسجد میاں جان صدر چھاونی لاہور میں خطیب تھے۔’’قصر مرزائیت پر ایک بم‘‘ کے نام سے ۸؍صفحات کا رسالہ لکھا۔محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں بھی شائع ہوا۔

(۷۳۳) سلطان احمد گورداسپوری، جناب

موصوف دھرم کوٹ رندھاوا گورداسپور کے رہائشی تھے۔ککے زئی برادری سے تعلق رکھتے۔میرے استاذ گرامی قدر سلطان المناظرین مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے سلطان احمد صاحب چچا لگتے تھے۔ان کا پہلا ’’رسالہ مشک وعنبر‘‘ پہلی بار جنوری ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا۔اب دوسری بار اسے مجلس شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔جناب شیخ سلطان احمد صاحب گورداسپوری کے رد قادیانیت پر دو رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱...... ’’قادیانی پیمبر اور مشک وعنبر‘‘ ۲...... ’’الکتاب والحکمۃ (حیات حضرت مسیح پر ایک زبردست دلیل)‘‘

(۷۳۴) سلطان پال پادری، جناب

معروف پادری ’’سلطان پال‘‘ نے کتاب ’’معذرت نامہ مرزا‘‘ ۱۹۳۰ء میں شائع کی۔موصوف ایف.سی کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے اور مسیحی رسالہ ’’نور افشاں‘‘ کے ایڈیٹر بھی رہے۔آج اس کتاب کے پروف پڑھتے وقت سخت دل گرفتہ ہوں۔موصوف نے اس کتاب میں دس باب قائم کئے ہیں کہ مرزا قادیانی پر یہ اعتراض ہوا۔جس کا مرزا قادیانی نے اور مرزا قادیانی کے مریدوں نے یہ جواب دیا۔اس کا نام رکھا: ’’معذرت نامہ مرزا‘‘

قارئین! آپ اس کتاب کو پڑھیں۔مسیحی مصنف کو مرزا قادیانی پر اعتراضات کے جو جوابات مرزائیوں نے دیئے ہیں مصنف نے ان کو جمع کر دیا ہے۔آپ قادیانیوں کے ان جوابات کو پڑھیں اور پھر غور کریں کہ بڑے سے بڑا کافر بھی معاذ اللہ! پیغمبر

اسلام، اسلام، قرآن مجید، احادیث نبویہ کے خلاف اتنی دروغ گوئی، بدزبانی وبدکلامی اور بداطواری نہ کرسکتا تھا جو قادیانیوں نے کر دی ہے۔ کیا کیا جائے اس کمینے پن کا کہ مثلاً کیا مرزا گالیاں دیتا ہے؟ تو ان کی طرف سے جواب یہ ملا کہ گالیاں تو قرآن مجید میں بھی ہیں، یا یہ کہ مرزا نے کذب بیانی کی؟ جواب ملا کہ باقی انبیاء نے بھی کی۔ یا یہ مرزا کے کلام میں تضاد ہے؟ تو قادیانیوں نے جواب دیا کہ تضاد تو قرآن مجید وحدیث شریف میں بھی ہے۔ ایسی دل خراش باتیں اس کتاب میں جمع ہیں۔

جو کام مسیحوں سے متوقع تھا وہ قادیانیوں نے کر دیا۔ غرض یہ مرزا قادیانی کی وہ خدمت ہے جس سے کہ مسیحی قوم کو کہنا چاہتا ہے کہ میں کسر صلیب کے لئے آیا ہوں۔ کسر صلیب کے لئے مرزا آیا تھا یا کسر اسلام کے لئے؟ یہ کتاب پڑھیں اور سوچیں کہ قادیانیت کس غلاظت کا نام ہے۔

(۷۳۵) سلطان لاہوری، جناب علامہ

مجلس احرار اسلام لاہور کے جناب سلطان صاحب خوب ذہین اور مستعد ورکر تھے۔ ان کے نام سے ’’قادیانیوں کی عریاں تصویریں‘‘ نامی کتاب شائع ہوئی جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

(۷۳۶) سلطان محمد بیگ (شوہر محمدی بیگم)، جناب مرزا

(وفات: ۱۰؍جنوری ۱۹۴۹ء)

ملعون قادیان مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم کا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے۔ مرزا قادیانی کی یہ آسمانی منکوحہ جو قادیانیوں کی ماں ہوئی ایک دن بھی مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ آئی۔ بلکہ اسے مرزا سلطان محمد بیگ پٹی ضلع لاہور بیاہ لایا۔ عمر بھر وہ مرزا قادیانی کے سینہ پر مونگ دلتا رہا۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ مرزا سلطان محمد بیگ میری زندگی میں مرے گا اور محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی۔ لیکن قدرت حق نے مرزا قادیانی کے کذب پر ایسی زبردست دلیل قائم فرمائی کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرزا سلطان محمد کی موجودگی میں مرکر اپنے کذب پر مہر لگا گیا اور مرزا قادیانی کے آنجہانی ہونے کے بعد بھی مرزا سلطان محمد بیگ چالیس سال تک زندہ رہے۔ مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو چت گرا کر اس کی پشت پر سوار مرد میدان کو مرزا سلطان محمد بیگ کہتے ہیں جو آج بھی میانی لاہور کے قبرستان میں محو خواب ہیں۔ جو احاطہ مرزا عبدالغفار شاہ کے جنوب مغرب کوشہ کے باہر پٹی کے مغلوں کی قبروں میں محمدی بیگم کی قبر سے دو میٹر فاصلے مرزا سلطان بیگ کی قبر ہے۔

(۷۳۷) سلطان محمود (اعوان شریف گجرات)، جناب قاضی

(پیدائش: ۱۸۴۰ء ...... وفات: ۲؍مئی ۱۹۱۹ء)

قاضی سلطان محمود بن غلام غوث بن غلام مصطفیٰ بن غلام محمد اعوان شریف ضلع گجرات کے ایک علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے حاجی والا (ضلع گجرات) ملکہ (تحصیل کھاریاں) چنن گڑھ (ضلع گجرات) کدتھی، تھوا محرم خان۔ چکی۔ غور غشتی اور پشاور میں بھی پڑھتے رہے۔ پچیس سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل سے فارغ ہوگئے۔

فراغت کے بعد درس وتدریس اور اصلاح وارشاد میں مصروف رہے۔ حضرت اخوند عبدالغفور سوات (م:۱۸۷۷ء) سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ نے کئی درسی کتابوں پر محققانہ حواشی وتعلیقات تحریر فرمائیں۔ کتابوں سے عاشقانہ تھا۔ بڑے کتب خانہ کے مالک تھے۔ قریباً اسّی سال عمر پائی۔ مزار اعوان شریف میں ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف آپ نے فتویٰ دیا اور اس کی رد میں ساعی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملعون قادیان نے اپنے رسالہ دعوت قوم میں جن مخالف علماء اور مشائخ کو دعوت مباہلہ دی ہے ان میں ۷۱ نمبر پر مولانا قاضی سلطان محمود اعوان والا پنجاب کے عنوان سے آپ کا نام لکھا ہے۔

(انجام آتھم ص ۷۱، خزائن ج ۱۱ ص ۷۱)

جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جن علماء مشائخ نے اپنے دور میں ملعون قادیان کو تگنی کا ناچ نچایا ہے ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(۷۳۸) سلطان محمود جعفر (تونسہ شریف)، جناب پروفیسر

(پیدائش: ۵/ جنوری ۱۹۵۷ء ...... وفات: ۵/ جولائی ۲۰۰۰ء)

پیران خواجگان تونسہ شریف جعفر پٹھان برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ تونسہ شریف میں حکیم جعفر برادری ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ ان میں سے حکیم احمد خان (مرحوم) کا پشت در پشت روحانی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں سے چلا آرہا ہے۔ ان میں سے پروفیسر سلطان محمود جعفر حکیم احمد خان (مرحوم) کے ہاں تونسہ شریف میں پیدا ہوئے۔ پروفیسر صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ سیاسی، سماجی اور تحریکی آدمی تھے۔ ۱۹۸۶ء جب ایک قادیانی سردار کو مسجد میں دفن کر دیا تھا اس کو نکلوانے کے لئے تحریک شیر گڑھ میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت خواجہ خان محمد کے مرید باصفا تھے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بڑے اعزاز دیئے جارہے تھے ملک بھر میں بے چینی تھی۔ ایک دفعہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں اس کو اعزاز دیا جانا تھا۔ پروفیسر سلطان محمود جعفر نے قومی اسمبلی کے ممبران یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور طلباء کو اس ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے عقائد اور نظریات بتائے تو اس کے خلاف یونیورسٹی کے اندر نفرت پھیل گئی۔ ڈاکٹر قادیانی کے آنے سے پہلے ہی ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ اس کا پروگرام نہ صرف ناکام ہوا بلکہ وہ شرمسار ہوکر واپس چلا گیا۔

(۷۳۹) سلطان محمود (سیالکوٹ)، مولانا

(وفات: فروری ۱۹۸۸ء)

جمعیۃ علماء اسلام سیالکوٹ کے امیر، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد و مرید، تحریک ختم نبوت سمیت تمام دینی تحریکوں میں صف اوّل کے حاضر باش رہنما تھے۔ مولانا محمد علی کاندھلوی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۷۴۰) سلطان محمود (کٹھالہ شیخاں ضلع گجرات)، مولانا

(وفات: ۱۸/ اپریل ۱۹۶۵ء)

آپ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ومولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد، مولانا شاہ اشرف علی تھانوی کے مرید اور سینکڑوں علماء

کے استاذ تھے۔ مدرس ومصنف تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو بھرپور اپنی شرکت سے نیا ولولہ بخشا۔ آپ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس وشیخ الحدیث رہے۔ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں دہلی سے وطن مالوف آ گئے اور کٹھالہ شیخاں میں مدرسہ ''خادم علوم نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ تادم آخر تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ آپ نے مسئلہ نبوت ورسالت پر ''ضرورت رسالت'' کے دو حصص تالیف کئے جو بہت پہلے کے شائع شدہ ہیں۔ اس کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر یہ تعارف شائع کیا گیا تھا۔ اس رسالہ میں مسئلہ نبوت ورسالت کے تمام پہلو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے واضح کئے گئے ہیں اور اس رسالہ کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں۔ حصہ اوّل میں مطلق نبوت ورسالت کی تشریح کی گئی ہے جو مشترک ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام میں اور حصہ دوم میں خاص جناب رسول اللہ ﷺ کے افضل الرسل وخاتم الانبیاء ہونے کی تشریح ہے اور ان دونوں حصوں میں اصل مسئلہ کی تشریح کے علاوہ مخالفین اسلام کی تردید بھی نہایت مدلل طریقہ سے کی گئی ہے۔ خصوصاً مرزائیوں اور عیسائیوں کی'' اور یہ دونوں حصے احتساب قادیانیت جلد۱۵ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۷۴۱) سلمان (لاجپور گجرات)، مولانا صوفی شاہ

(وفات: ۱۹۸۰ء)

لاجپور گجرات، ہندوستان کے معروف صوفی مولانا شاہ صوفی سلیمان لاجپور سورت گجرات نے ایک مرتبہ مرزا قادیانی سے ملاقات کی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ: ''جب میں قادیان گیا تو بارش کا زمانہ تھا اور مرزا قادیانی مکان کی تیسری منزل پر رہا کرتے تھے اور لوگ نماز کے لئے اوپر جایا کرتے تھے۔ وہاں ان کے حواری حکیم نورالدین بھی موجود تھے۔ ان کا دستور تھا کہ نماز کے بعد اپنے الہامات بیان کرتے تھے۔ حکیم نورالدین نے مرزا سے میری نسبت کہا کہ: ''یہ ایک نقشبندی درویش ہیں۔'' چونکہ میرے پاس صرف ایک کملی تھی اور ظاہری شان وشوکت کچھ نہیں تھی۔ اس لئے اوّلاً تو میری طرف مرزا متوجہ نہ ہوا اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ: ''انبالہ والے میری نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟'' تو سب نے دست بستہ کہا کہ: ''حضور! آپ کو برحق سمجھتے ہیں۔'' میں نے دل میں کہا کہ بھاری کام ہے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ: ''حضور! میں نے آپ کی اور سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کی نسبت استخارہ کیا۔ دیکھا تو آپ کو مقبول پایا اور ان کو مردود۔'' بس یہ سننے سے میرے بدن میں آگ لگ گئی۔ اس لئے کہ توکل شاہ صاحب پنجاب میں ایک نہایت قابل قدر بزرگ ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور وہ مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

پس فوراً میں نے کہا کہ: تم نے کس طرح استخارہ کیا؟ اس نے کہا کہ: ''ایک کتاب کو کھول کر دیکھا۔'' میں نے کہا: کیا اسے استخارہ کہتے ہیں؟ تو مرزا صاحب فرمانے لگے کہ: ''سائیں! یہ جاہل لوگ ہیں، فال کو استخارہ کہتے ہیں۔'' اسی وقت ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ: ''مجلس برخاست!'' سب اٹھ کر نیچے چلے گئے۔

میں نے حکیم نورالدین سے کہا کہ: مجھ کو مرزا صاحب سے تنہائی میں ملنا ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ: ''آپ تنہائی میں کسی سے نہیں مل سکتے!'' خیر دوسرے وقت بعد نماز کے کہنے لگے کہ: ''بخاری لاؤ، معالم التنزیل لاؤ! لوگوں نے خدائے تعالیٰ کو بخیل بنا ڈالا۔ خدائے تعالیٰ سخی ہے، جوّاد ہے، انسانی استعداد میں کوئی رتبہ ایسا نہیں جو انسان پیدا نہیں کرسکتا۔'' میرے دل میں آیا کہ یہ شاید ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔

میں نے کہا کہ: اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ انہوں (مرزا) نے کہا: ’’کہو!‘‘ میں نے کہا کہ: آپ جانتے ہیں کہ زمانے کے فقیر جاہل ہوتے ہیں۔ میں بھی نہ عالم ہوں اور نہ مباحث، صرف اپنی تسلی وتشفی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ مراتب انسانی میں پہلا رتبہ مثلاً: مؤمن ہے، پھر ذاکر ہے، پھر عابد، پھر زاہد، پھر ابدال، پھر اقطاب، پھر غوث، پھر فرد الافراد، پھر نبی، پھر رسول، پھر اولوالعزم، تو کیا انسان اپنی استعداد وکوشش سے نبوت بھی حاصل کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے سر بہ زانو ہوکر بہت دیر تک مراقبہ کیا۔ پھر سر اٹھا کر کہنے لگے کہ: ’’میرا کلام ولایت کے مقام میں ہے، نبوت تو ختم ہو چکی ہے۔‘‘ میں نے کہا: الحمدللہ! میرا سوءظن جاتا رہا اور معلوم ہوگیا کہ آپ، رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں۔ بس ایک شخص نے کہا کہ: ’’مجلس برخاست!‘‘ وہ اٹھ کر اندر حجرے میں چلے گئے اور سب لوگ نیچے اتر آئے۔ پھر دوسرے وقت بھی اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ: ’’مجلس برخاست کہ حضور کی طبیعت مکدّر رہوتی ہے۔‘‘ سب اٹھ کر چلتے ہوئے، مگر میں بیٹھا رہا۔ مجھ کو لوگوں نے کہا کہ ’’اٹھو!‘‘ میں نے کہا کہ: نہیں اٹھتا! تب انہوں نے یعنی مرزا صاحب نے کہا کہ: ’’بیٹھنے دو!‘‘ تھوڑی دیر کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہوئے، تب میں نے کہا:

سوال...... میں لوگوں کو آپ کی کیا خبر دوں؟

جواب...... کہ عیسیٰ بیٹے مریم کے مرگئے۔

سوال...... تو کیا آپ ان کے اوتار ہیں؟ کیا تناسخ باطل نہیں ہے؟

جواب...... یہ مطلب نہیں، بلکہ خدائے تعالیٰ ان کا کام میرے ہاتھ سے لے گا۔

سوال...... وہ دجال کو قتل کریں گے، آپ نے کون سے دجال کو مارا؟

جواب...... یہ نصاریٰ جن کی ایک آنکھ حق کی پھوٹی ہوئی ہے، یہ گویا دجال ہیں، ان کا رد کرنا گویا قتل کرنا ہے۔

سوال...... آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات فرماگئے؟

جواب...... قرآن مجید میں ہے: ’’فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘

سوال...... پھر ’’وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ‘‘ کے کیا معنی ہوں گے؟

بس ساکت ہوکر بہت دیر تک سر بجیب مراقبہ کر کے فرمایا:

جواب...... یا أحمد انی مبشرّک!

سوال...... وحی اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب...... کچھ فرق نہیں۔

سوال...... میں نے سنا ہے کہ وحی میں فرشتہ روبرو ہوتا ہے اور الہام میں صرف پس پردہ ایک آواز ہوتی ہے۔ اس لئے وحی میں خطا نہیں ہوتی اور الہام میں خطا ممکن ہے۔

جواب...... سنی ہوئی بات کا اعتبار کیا ہے؟

سوال...... کیا الہام رحمانی اور شیطانی بھی ہوتا ہے؟

جواب...... ہاں ہوتا ہے!

سوال...... پھر تو الہام میں غلطی ہو سکتی ہے؟

جواب...... مگر اہل اللہ کے پاس ایک مقیاس ہوتا ہے، جس سے وہ خطا اور صواب پہچان لیتے ہیں۔

سوال...... مقیاس کے کیا معنی؟

جواب...... ترازو اور کانٹا!

سوال...... ترازو اور کانٹا خراب ہو گیا ہو تو پھر خطا اور صواب کو کیسے تمیز کریں گے؟

بس ساکت ہو کر سر بجیب مراقب ہو گئے، پھر سر اٹھا کر کہا:

جواب...... اہل اللہ اسے پہچان لیتے ہیں۔

سوال...... شیخ محی الدین ابن عربی کا کشف کیسا ہے؟

جواب...... صحیح ہے۔

سوال...... وہ اپنے الہام میں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔

پھر بجیب مراقب ہو کر بہت دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا:

جواب...... قرآن کے سامنے سب کا الہام باطل ہے۔ ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي''

سوال...... اس کے معنی موت کے کیسے ثابت ہوئے جب کہ معارض آیت میں موجود ہے۔

جواب...... بخاری نے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر کرتے ہیں کہ ''ای ممیتنی''

سوال...... بخاری نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے شام میں نزول ہونے کا ایک باب باندھا ہے۔ وہاں پر آپ کے قادیان کا تو ذکر نہیں ہے۔

بس ساکت ہو گئے اور غصّے سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ نہایت غصّے سے کہنے لگے کہ: ''عیسیٰ بیٹے مریم کے مر چکے۔''

پس مجھ کو بھی جوش آ گیا اور میں نے کہا:

اچھا! اس پر فیصلہ ہے کہ تم اور ہم دونوں یہاں بیٹھ جائیں اور یا تو تم ہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس لے چلو یا میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کر لیں کہ آپ حیات ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟

بس وہ ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر میں نے کہا کہ: آپ کو خاتمے کا ڈر ہے یا نہیں؟

انہوں نے کہا کہ: ''خاتمے کا تو سب کو ڈر ہے۔''

میں نے کہا کہ: ''بس دعا کیجئے کہ خدائے تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر کرے۔ آمین ثم آمین!''

الغرض! پھر بعد اس مباحثہ کے ایک رقعہ نیچے لکھا کہ ان کو فلاں فلاں کتاب دینا۔ پھر مجھ سے کہا کہ میری کتاب دیکھو۔ میں نے کہا کہ بس میں آپ سے مل چکا اب کتاب دیکھنے سے کیا حاصل؟ میں کتاب کو کہاں اٹھاتا پھروں گا۔ جب میں نیچے آیا تو یہاں کھلبلی مچی ہوئی تھی کہ خدا جانے اوپر کیا کیا باتیں ہوئی ہوں گی۔ پھر میں نے حکیم نورالدین سے کہا کہ تم نے مرزا قادیانی کو کہاں جا کر بٹھادیا۔ کوئی غوث قطب بنا دیتے تو کوئی بات بھی مانتے۔ لیکن تم نے تو نبی ہی بنا ڈالا۔ تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ آپ ان کی کتابیں دیکھیں۔ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب آپ کی تصنیف کردہ ہیں۔ آپ (صوفی شاہ سلمان) فرماتے تھے کہ وہاں غیر مقلد بہت تھے اور یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ جس نے تقلید چھوڑ دی وہ یا تو مرزائی ہوجائے گا یا نیچری بن جائے گا، یا عیسائی ہوجاوے گا۔ نعوذ باللہ منہا!

آپ (صوفی صاحب) کی توجہ کا یہ اثر تھا کہ ایک مرتبہ جوڑیا بندر کا ایک شخص مرزائی بن گیا تھا اور قادیانی مشن کی طرف سے اس کی تنخواہ ملتی تھی اور وہ لیکچر دیا کرتا تھا۔ چونکہ اس کی ضعیفہ والدہ کو آپ سے عقیدت تھی اس لئے وہ بیچاری بہت پریشان تھی۔ جب آپ نے سنا کہ وہ بمبئی میں لیکچر دے رہا ہے تو آپ نے اس کو بلوایا اور سامنے بٹھا کر کچھ ایسی توجہ ڈالی کہ فوراً بخار ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو لٹادو کچھ دیر کے بعد جب اٹھا تو اس نے توبہ کی اور آپ کا بہت معتقد ہوگیا۔ (باغ عارف ص۳۰ تا ۳۳)

(۷۴۲) سلیم اختر، جناب جسٹس

قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ سپریم کورٹ کے پانچ جج صاحبان نے اس کی متفقہ سماعت کی اور اسے ۳ر جولائی ۱۹۹۳ء کو مسترد کر دیا۔ قادیانیت سپریم کورٹ میں شکست کھا گئی۔ اسلام جیت گیا۔ سپریم کورٹ کے اس بنچ میں جناب عزت مآب جسٹس سلیم اختر بھی تھے۔ (ایس.سی.ایم.آر ۱۸/۱۷۱۸، ۱۹۹۳ء)

(۷۴۳) سلیم اللہ خان، جناب انجینئر

(وفات: ۲۴ر فروری ۲۰۱۲ء)

اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنما، جمعیۃ علماء پاکستان نفاذ شریعت گروپ کے صدر، مولانا عبدالستار خان نیازی کی روایت پگڑی وطرّہ کے علمبردار، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحریک ہائے ختم نبوت میں جانثاری سے حصہ لینے والے کلمہ حق کہنے کے رسیا، حق کے ساتھی، بھرپور مجاہد و متحرک رہنما، خوبیوں کا مرقع تھے۔

(۷۴۴) سلیم اللہ خان (کراچی)، رئیس المحدثین، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۵ر فروری ۲۰۱۷ء)

مولانا سلیم اللہ خان پاکستان کے دیوبندی مکتب فکر کے بہت بڑے محدث، استاذ العلماء، قابل احترام، لائق تکریم مذہبی شخصیت تھے۔ آپ جامعہ فاروقیہ کراچی کے بانی، مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔ وفاق المدارس العربیۃ پاکستان کے صدر، تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کے رئیس تھے۔ آپ کو پورے ملک کے دینی حلقہ میں بڑا وقیع مرتبہ حاصل تھا۔ اپنے مکتب فکر کی تمام دینی جماعتوں کے سربراہان آپ کو اپنی اپنی جماعتوں کا سرپرست تسلیم کرتے تھے۔

آپ انڈیا ضلع مظفر نگر کے قصبہ حسن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی سکول کی تعلیم یہاں سے حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے لئے جلال آباد مدرسہ مفتاح العلوم میں داخل ہوئے۔ آخری تین سال دارالعلوم دیوبند میں رہ کر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ آپ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے نامور شاگردوں میں شامل تھے۔ زہے نصیب! کہ فراغت کے بعد اپنی پہلی مادر علمی جلال آباد میں پڑھانا شروع کیا۔ اس وقت مدرسہ مفتاح العلوم کی حالت قابل ترس تھی۔ آپ نے دن رات محنت کر کے اسے صدا بہار بنا دیا۔ چہار جانب سے طلباء آنے لگے۔ دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہونے لگی۔ چند سالوں میں آپ کی تدریس کی شہرت نے ملک گیر حیثیت حاصل کر لی۔ مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کے صاحبزادے آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آنے لگے۔ یہ محض قدرت کا کرم، اساتذہ کے اعتماد کی برکات تھیں۔ حق تعالیٰ نے اس مدرسہ کو ایک بار پھر اصلها ثابت و فرعها فی السماء کا مصداق بنادیا۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان ۱۹۵۴ء میں پاکستان آئے تو دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار خان میں پڑھانا شروع کیا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب یہاں بڑے بڑے نابغہ روزگار حضرات تدریس کے مناصب پر براجمان تھے۔ ان حضرات کے ہوتے ہوئے آپ نے اپنی تدریس میں مقام رفیع حاصل کیا۔ تین سال یہاں پڑھانے کے بعد آپ پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی کی دعوت پر دارالعلوم کراچی آ گئے۔ دس سال یہاں پر منتہی کتب کے فاضل اجل استاذ اور ماہر مدرس کے طور پر اپنا لوہا منوایا۔ ذالک فضل اللہ عظیما!

۱۹۶۷ء میں جامعہ فاروقیہ کی بنیاد رکھی۔ آج یہ ملک عزیز کے صف اوّل کے مدارس میں اپنا نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کی کوہ قامت عمارتیں مولانا سلیم اللہ خان کے بلند حوصلہ پر دلالت کرتی ہیں۔ عرصہ ہوا کہ جامعہ فاروقیہ کی تمام تر عمارتیں اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت کرنے لگیں تو آپ نے حب سائیڈ پر وسیع رقبہ حاصل کر کے تعمیرات کا آغاز کیا۔ جو آج حقیقت ثابتہ کا مظہر ہیں۔ وفاق المدارس کی سربراہی دینی حلقہ میں ایک وقیع ورفیع منصب ہے۔ حضرت علامہ شمس الحق افغانی، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا ولی حسن ایسے حضرات اپنے اپنے عہد میں اس کی قیادت کرتے رہے۔ قریباً چالیس سال سے مولانا سلیم اللہ خان وفاق المدارس کے رئیس چلے آ رہے تھے۔ اس عرصہ میں وفاق المدارس نے جو ترقی کے منازل طے کئے جس سرعت کے ساتھ یہ کامیابیوں اور کامرانیوں کا چمکتا دمکتا نشان بنا، وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

پرویز دور حکومت میں دینی حلقہ بالخصوص مدارس عربیہ پر جو سخت کڑا اور مشکل وقت آیا۔ یہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی قیادت باسعادت اور جرأت وہمت کا صدقہ ہے کہ نہ صرف وفاق المدارس بلکہ ملک کے تمام مکاتب فکر کے جملہ مدارس اور تنظیمات مدارس دینیہ کو دباؤ کے ماحول سے نکال کر امن وسلامتی اور خودمختاری کی کشتی کو ساحل مراد پر لا کھڑا کیا۔ بلاشبہ آج بھی گھٹن کا ماحول یا آزمائش کی بھٹی کی تلخی موجود ہے۔ لیکن سابقہ دور کے مقابل میں کچھ بھی نہیں۔ تمام تر حکومتی کوششوں کے باوجود وہی نصاب، وہی تعلیمی ماحول، وہی مدارس کی آزادی کا ماحول، تمام دینی قیادت کی بلندفکری اور بیدار مغزی کی دلیل بیّن ہے۔ جس کی زمام قیادت مولانا سلیم اللہ خان کے دست مبارک میں تھی۔ تمام تر آزمائشی دور میں آپ جس ثبات قدمی کے ساتھ میدان عمل میں ڈٹے رہے۔ آپ کی زندگی کا سنہری باب ہے۔

اس سے ہٹ کر صرف ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے آپ کی خدمات جلیلہ کا جائزہ لیں تو وفاق المدارس کے درجہ سابعہ میں ’’آئینہ قادیانیت‘‘ کو داخل نصاب کیا۔ حضرت مولانا کی ذات گرامی کی کمال ذمہ داری کو ملاحظہ کریں کہ اس کتاب کے لئے پہلے سوالات مرتب کرنے کا حکم دیا۔ ان کو پڑھا پھر جوابات کے لئے کتاب کی تیاری کا ارشاد فرمایا۔ جب کتاب چھپ کر تیار ہوگئی تو کتاب

کی ایک ایک سطر کو پڑھ کر اس میں نہ صرف ترامیم کیں بلکہ اس کی پروف ریڈنگ بھی کی۔ اس سے اندازہ فرمائیں کہ وہ کس قدر احساس ذمہ داری سے سرشار تھے کہ اس کی ایک ایک سطر کو بغیر نظر ثانی کے نہیں جانے دیا۔ ان مراحل کے بعد پھر نصاب کمیٹی میں اس کو منظور کرایا۔ پھر عاملہ میں لاکر حتمی منظوری سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی صرف ایک یہ وہ نیکی ہے جو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ذمہ داری کو نبھا رہی ہے۔ نہیں یاد کہ کسی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی ہو اور آپ نے عذر فرمایا ہو۔ صحت کے زمانہ میں ہر حال میں شرکت فرماتے۔ بارہا چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں پر تشریف آوری سے سرفراز فرمایا۔ لاہور بادشاہی مسجد، اسلام آباد آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس، ختم نبوت کانفرنس ایبٹ آباد، اندرون سندھ سنجر چانگ، قدوم میمنٹ لزوم سے زیر احسان فرمایا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے آخری عہد میں کئی روز تک خانقاہ شریف قیام فرمایا۔ کہاں کراچی؟ کہاں خانقاہ سراجیہ؟ لیکن آپ کی نسبت نوازیوں کو دیکھئے اور سر دھنئے، حضرت خواجہ خان محمد کے جنازہ پر تشریف لائے۔ رش کی وجہ سے کئی میل وہیل چیئر پر سفر کیا۔ لیکن جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے جنازہ پر تشریف لائے۔ جنازہ پڑھایا۔ تعزیتی مضمون لکھا اور بھرپور شفقتوں سے نوازا۔

فقیر راقم قارئین سے درخواست گزار ہے کہ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ میں واقع ہے۔ ضلعی مسئول کے لئے، سنٹر بنانے کے لئے، حفظ کے مسئول کے لئے جو جائز درخواست کی وہ آپ نے پورا کرنے میں تاخیر نہ فرمائی۔ آپ نے ہمیشہ سچ کو اپنایا۔ خود حق و سچ پر چلے، اوروں کو چلنے کا پابند بنایا۔ یہی وہ آپ کی خوبیاں ہیں جو مدتوں آپ کی یاد دلاتی رہیں گی۔ وفاق المدارس کے سلسلہ میں آپ احساس ذمہ داری کا اتنا اونچا معیار مقرر کر کے گئے ہیں کہ اسے اب نظر انداز کرنا ناممکن نہیں، تو مشکل ضرور ہوگا۔

حق تعالیٰ ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی روایات کو زندہ رکھنے کی توفیق سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۷۴۵) سلیم (راولپنڈی)، جناب کے. ایم

جناب کے. ایم سلیم صاحب راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ حضرت تھانوی کے حلقہ سے تعلق تھا۔ خاندانی نواب تھے۔ تصوف کی لائن اختیار کی تو نوابی کو بھی مشرف بہ سنت نبوی ﷺ کر دیا۔ زہے نصیب! خوب پڑھے لکھے آدمی تھے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے محبت بھرا تعلق تھا۔ چنانچہ آپ نے ختم نبوت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت لدھیانوی کی ردقادیانیت پر تصانیف کے انگلش میں تراجم کئے۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کی جو کاپی افریقی سفر سے ملی۔ اس کی تمام فائلوں پر انگریزی کو اردو کے سانچہ میں آپ نے ڈھالا تھا۔ قادیانی گروہ کے چیف گرو مرزا طاہر نے مباہلہ کا چیلنج دیا تو جناب کے ایم سلیم صاحب نے ''بوم نامہ'' کے نام پر مباہلہ کا جواب تحریر فرمایا۔ مکمل نام ہے: مرزا طاہر قادیانی کی تحریر مباہلہ کے جواب میں ''بوم نامہ'' مرزا طاہر (پوتا) اور مرزا غلام احمد (دادا) کے ارشادات میں ''دلچسپ تقابل'' اور ٹائٹل پر فارسی میں یہ تعارف تحریر فرمایا۔

''مقام حیرت است کہ بوم بزرگ چہ آواز کردہ بود او اکنوں چغ بچہ اش چہ مے سرائید بنابریں مناسبت ایں کتابچہ موسوم بہ ''بوم نامہ'' کہ فرمودات ہر دو مہتر و کہتر احاط می کند دال است بر ضلالت خوانوادہ گم گشتہ ایشاں۔ واللہ الموفق'' یہ پمفلٹ محاسبہ قادیانیت کی جلد چہارم میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۴۶) سلیمان احمد (علاؤل پور ضلع جالندھر)، جناب سید

(وفات: دسمبر ۱۹۷۴ء)

سید محمد سلیمان احمد علاؤلپوری، علاول پور ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد سید پیر برکت علی شاہ رشد وہدایت کے رہنما اور پیر طریقت تھے۔ سید سلیمان صاحب کا عنفوان شباب میں قافلہ احرار سے ربط قائم ہوا۔ صاجزادگی کی آرام دہ زندگی کی بجائے ان بزرگوں کی معیت میں آزادی ملک کے لئے قید وبند کی زندگی کو لبیک کہا۔ دوسری جنگ عظیم کے وقت جب مجلس احرار نے فوجی بھرتی کے خلاف تحریک چلائی تو آپ آل انڈیا احرار اسلام کے تیسرے ڈکٹیٹر تھے۔ فوجی بھرتی کے خلاف کل ہندوستان کا طوفانی دورہ کیا۔ اسی دورہ میں سوبھاش چندر بوس کے ساتھ مل کر آزادی ملک کے لئے خوب خوب کام کیا اور گرفتار ہوئے۔ اسی طرح مجلس احرار کی ملکی وملی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تقسیم کے بعد بھلیر سا نگلہ ہل میں قیام کیا اور تردید مرزائیت کے کام میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا۔ خدا مغفرت کرے۔ عجیب آزاد مرد تھے۔ مولانا آزاد، حضرت مدنی، حضرت رائے پوری، مفتی کفایت اللہ، حضرت امیر شریعت، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد علی جالندھری ایسے اکابر سے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔

(۷۴۷) سلیمان طارق، مولانا

(وفات: جولائی ۱۹۹۲ء)

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے فارغ التحصیل، صاحب طرز خطیب، مقرر بے بدل، مجاہد و بہادر، ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے رشتہ میں کزن تھے۔ عرصہ تک جہانیاں، اوکاڑہ، گوجرہ میں اوقاف کے خطیب رہے۔ پھر ڈسٹرکٹ خطیب بنے۔ اپنے دور کے نامور خطباء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ رد بدعت واحیائے سنت کے داعی رہے۔ ہردلعزیز عوامی رسیلے خطیب تھے۔ خوب وجیہہ تھے۔ آواز گرجدار اور جہیر الصوت تھے۔ وجد میں آتے تو سماں بندھ جاتا۔ ختم نبوت کے عقیدہ کے بیان کے لئے ہمہ جہت صف اوّل میں زندگی بھر نمایاں رہے۔

(۷۴۸) سلیمان ندوی، مولانا سید

(پیدائش: ۲۲/نومبر ۱۸۸۴ء، بہار ...... وفات: ۲۲/نومبر ۱۹۵۳ء، کراچی)

مولانا سید سلیمان ندوی نامور عالم دین، معروف مؤرخ اور عظیم سیرت نگار تھے۔ تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا۔ بھوپال میں چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) اور بھوپال جامعہ کے صدر نشین رہے۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ کے مہتمم اور ماہنامہ معارف کے بانی مدیر تھے۔ متعدد گرانقدر کتب کے مصنف تھے۔ آپ کی وفات پر آپ کے جاری کردہ رسالہ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۵۳ء میں ذیل کا تعزیتی مضمون شائع ہوا۔

”رفتی و از رفتن تو عالمے تاریک شد تو مگر شمعی چو رفتی بزم برہم ساختی

آہ! گزشتہ مہینہ ۲۲/نومبر کی رات کو کراچی ریڈیو اسٹیشن سے یہ جانکاہ خبر بجلی بن کر گری کہ حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان

ندوی نے ۲۲ اور ۲۳ کی درمیانی شب کو ساڑھے سات بجے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ یہ خبر وابستگان دامن سلیمانی کیلئے ایسی ناگہانی اور ہوش ربا تھی کہ کچھ دیر تک سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا ہوگیا۔ مگر مشیت الٰہی پوری ہو کر رہی اور بالآخر یقین کرنا پڑا کہ اس مسیحا نفس نے بھی جان جان آفرین کے سپرد کر دی جو عمر بھر اپنی زبان وقلم سے مردہ دلوں میں روح حیات پھونکتا رہا اور امراض ملت کا وہ ماہر طبیب اٹھ گیا۔ جس نے اس کے ناتواں جسم میں نئی طاقت وتوانائی پیدا کی۔ وہ چشمۂ فیض خشک ہوگیا جس کی آبیاری سے دین وملت کا چمن سیراب تھا۔ وہ شیخ کامل اٹھ گیا۔ جس نے دلوں کی دنیا منور کی۔ وہ شمع خاموش ہوگئی جو نصف صدی تک علم وفن کی ہر مجلس میں ضیا بار رہی۔ وہ تاجدار رخصت ہوگیا۔ جس کا سکہ علم وفن کی پوری اقلیم میں رواں تھا۔ اسلامی علوم کا وہ امام ومجدد اٹھ گیا۔ جس نے ان کو نئی زندگی بخشی۔ مذہب اسلام کا وہ متکلم اور اسلامی تاریخ وتمدن کا وہ محقق اٹھ گیا جس نے ان کو ان کی اصل شکل اور نئے لباس میں جلوہ گر کیا۔ پیغام محمدی کا وہ شارح وترجمان خاموش ہوگیا۔ جس نے اپنی بصیرت سے اس کے اسرار وحکم بے نقاب کئے اور اس کی ذات جامع الصفات پر علوم کی جامعیت کا خاتمہ ہوگیا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

وہ مذہب وسیاست، علم وفن، تالیف وتصنیف، تعلیم وتدریس، تقریر وتحریر، انشاء وخطابت، وعظ وپند، ارشاد وہدایت ہر مجلس کا صدرنشیں اور اپنے علمی کمالات میں ائمہ سلف کی یادگار تھا۔ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، مغازی وسیرت، طبقات وتراجم، تاریخ وجغرافیہ، شعر وادب جملہ فنون پر اس کی نظر مجتہدانہ اور اس کے زبان وقلم کی روانی وحکمرانی یکساں تھی اور ان میں وسعت ودقت نظر فہم وبصیرت تلاش وتحقیق اور مہارت فن کی ایسی یادگاریں چھوڑیں جو مدتوں علمی دنیا کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ اس کے علمی کمالات کا لوہا دنیائے اسلام کے نامور علماء اور یورپ کے مستشرقین تک مانتے تھے۔

وہ جدت وقدامت کا سنگم، اسلامی علوم کے ساتھ جدید افکار وتصورات نئے رجحانات اور عہد حاضر کی تحریکات سے پوری طرح واقف اور تلاش وتحقیق اور نقد ونظر کے جدید طریقوں کا بھی ماہر تھا۔ اس دور کا وہ پہلا متکلم ہے جس نے اسلامی علوم اور مذہبی عقائد وخیالات پر فکر وتدبر اور ان کی تعبیر وترجمانی کا ایسا حکیمانہ طریقہ اختیار کیا کہ دین ومذہب، نقل وروایت اور سلفیت وقدامت کی روح کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوئے ان سے عقل ودرایت اور جدت وروشن خیالی کی نقیض مٹادی۔ ان کو ان کا معاون ومددگار بنادیا اور مذہب اسلام، اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب وثقافت کے معترضین اور نکتہ چینوں کی جہالت کا پردہ چاک کر کے ان کو ایسے حکیمانہ اور دلنشین انداز میں پیش کیا کہ مخالفین ومنکرین بھی ان کی عظمت ماننے پر مجبور ہوگئے اور علمائے امت نے بھی اس کو تحسین کی نظر سے دیکھا اور اس طرز فکر اور طریقہ تعبیر کی ایسی شاہراہ قائم کر دی کہ آج اس راہ کے سارے راہ رو اسی راستہ پر گامزن ہیں۔

اس کی ذات میں روشن ضمیری وروشن دماغی ذوق کے تنوع علوم کی جامعیت عقائد میں رسوخ وپختگی، اعمال میں استقامت، ثقاہت ومتانت، قلب ونظر کی وسعت، مسلک میں اعتدال وتوازن، لوچ اور نرمی، احسن مذاق اور لطافت مزاج کا ایسا عجیب وغریب واجتماع تھا کہ طبقہ، علماء میں اس کی نظیر مشکل سے ملے گی اور اس مسلک اعتدال کا وہ مبلغ بھی تھا۔ اس لئے مختلف مشرب ومسلک کے مسلمانوں میں وہ مقبول رہا۔

اس کا مزاج و مذاق ابتداء سے دینی تھا۔ کسی دور میں بھی اس کا قدم جادہ مستقیم سے نہ ہٹا اور عمر کے ساتھ ساتھ یہ رنگ برابر گہرا ہوتا گیا اور آخر میں تو سیرۃ النبی کی برکت اور سلوک وتصوف کے فیض سے ہو بہو سلف صالحین کی تصویر اور سراپا کیف واثر بن گیا تھا۔ اس کی صحبت میں بیٹھ کر اس کی باتیں سن کر اس کی صورت دیکھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی تھی۔ اس کے اعمال واخلاق خلق عظیم کی عملی تفسیر تھے۔ وہ فطرۃً پاک دل، پاک طینت، سراپا شرافت وانسانیت، سراپا خلق ومروت، سراپا مہر ومحبت اور سراپا جمال تھا۔ عزیزوں کا معان ومددگار دوستوں کا ہمدرد وغمگسار اور غریبوں اور بے کسوں کا ہمدم وغمخوار تھا۔ ضبط وتحمل کا پہاڑ، ایثار وقربانی کا پیکر اور عفو ودرگزر کی تصویر تھا۔ اس کو خدا نے حقیقی بڑائی بخشی تھی۔ اس لئے مصنوعی اور خودساختہ بڑائی کے پیچھے کبھی نہیں پڑا اور دنیاوی جاہ واقتدار کی ہوس سے ہمیشہ دور اور کبر ونخوت سے نفور رہا۔

اس کی پوری زندگی ایثار وقربانی اور حلم وعفو کا نمونہ تھی اور یہ وصف حد اعتدال سے بڑھ گیا تھا۔ اس کا سینہ بے کینہ اور اس کا دل ایسا شفاف ومجلی آئینہ تھا، جس میں دشمن کے لئے بھی گرد کدورت کی گنجائش نہ تھا۔ اس نے قدرت واختیار کے باوجود کبھی دشمنوں سے بھی انتقام نہیں لیا اور بداندیشوں کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کی اور اس کے لئے ہر نقصان گوارا کیا اور بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ اس لئے وہ محبوب القلوب تھا اور اس کی عزت ومحبت دلوں میں جاگزیں تھی، جو عند اللہ اس کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی سند ہے۔ قلم اس کے کمال وجمال کی مصوری سے عاجز ودرماندہ ہے۔ اس کی جو تصویر کھینچی جائے گی وہ ناقص ونا تمام ہی ہوگی۔

ہر چند مدحت می کنم لیکن ازاں بالاتری

ملک وقوم دین وملت اور علم وفن کا کوئی رخ اور کوئی پہلو بھی اس کے خدمات سے خالی نہیں ہے۔ اس راہ میں اس کے کارنامے بڑے عظیم الشان اور گوناگوں ہیں۔ اس لئے اس کی موت درحقیقت ایک حادثہ نہیں مجموعہ حوادث ہے اور اس کا ماتم ایک شخص ایک صوفی ایک کمال ایک قوم اور ایک ملک کا ماتم نہیں بلکہ دین ومذہب کا ماتم ہے۔ ملک وملت کا ماتم ہے۔ فضل وکمال کا ماتم ہے۔ علم وفن کا ماتم ہے۔ خلق وشرافت کا ماتم ہے اور پوری ملت اسلامیہ اس کے غم میں سوگوار ہے کہ آج غزالی ورازی ابن تیمیہ وابن قیم رومی وسنائی شاہ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی یادگار دنیا سے اٹھ گئی اور شبلی کی مسند ویران ہوگئی۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

سرور رفتہ باز آید کہ ناید — نیمے از حجاز آید کہ ناید
برفت از بزم عرفان آن حکیمے — دگر دانائے راز آید کہ ناید“

”یاد رہے کہ سید سلیمان ندوی مرحوم پاکستان بننے کے بعد کراچی سے جامعہ خیر المدارس ملتان کے دورہ پر تشریف لائے۔ حضرت سید صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع کراچوی، حضرت مولانا شبیر علی تھانوی تینوں حضرات حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی دعوت پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ ملتان تشریف لائے اور اس موقعہ پر تینوں حضرات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکنیت فارم بھی پر کیا۔“ (مقدمہ روئیداد مجلس تحفظ ختم نبوت ۱۳۷۳ھ)

(۷۴۹) سمیع الحق (اکوڑہ خٹک)، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(شہادت: ۲ر نومبر ۲۰۱۸ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (بانی: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق

راولپنڈی میں دن دیہاڑے اپنے گھر پر شہید کر دیئے گئے۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے تعلیم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے حاصل کی۔ آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے بھی تفسیر میں شاگرد رشید تھے۔ مولانا سمیع الحق بیک وقت دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سربراہ، دفاع کونسل پاکستان کے صدر، ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر، سابق ممبر مجلس شوریٰ، سابق سینیٹر، نامور مدرس، ناصح وشفیق مصلح اور ملک کے نامور سیاستدان تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ وہ پاکستان کے ان گنے چنے حضرات میں سے تھے جنہیں وفاق کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ عمر بھر امریکی پالیسیوں کے نقاد رہے۔ آپ اسلام دشمن قوتوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح چبھتے تھے۔ مولانا سمیع الحق نے ہمیشہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ اپنی ملتان آمد پر اکثر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ تشریف آوری سے ممنون احسان فرماتے تھے۔ آپ نے چنیوٹ وچناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں بھی بارہا شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے جب اور جس مرحلہ پر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پکارا آپ نے ہمیشہ لبیک کہی اور آپ کے شانہ بشانہ رہے۔ متعدد مراحل ایسے ہیں جو صرف آپ ہی کے دم قدم سے حل ہوئے۔ آپ نے سیاست کی طرح پڑھنے پڑھانے اور دیگر قومی وملی مصروفیات کے باوجود قلم وقرطاس سے تعلق کبھی کمزور نہیں ہونے دیا۔ آپ عمل پیہم اور سعی مسلسل پر برابر عمر بھر آگے بڑھتے رہے۔ مولانا مرحوم کی زندگی ایک بھرپور جفاکش عالم دین کی زندگی تھی۔ آپ پاکستان جمہوری اتحاد میں رہے۔ آپ متحدہ مجلس عمل میں رہے۔ جہاں رہے ممتاز رہے۔ ہر کڑے وقت میں دینی وملکی ضرورت کے تحت پورے ملک کی مذہبی وسیاسی قیادت کو آل پارٹیز کے نام پر بلاتے اور پورے ملک کی ایک متفقہ اور واضح پیغام سے قومی رہنمائی فرماتے۔ جمعیۃ علماء اسلام (ایم.آر.ڈی) کے مسئلہ پر دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو آپ حضرت درخواستی کے ساتھ تھے۔ جب یہ قضیہ ختم ہوا اور جمعیۃ علماء اسلام حضرت درخواستی کے حکم پر متفق ہوئی تو آپ نے سمیع الحق گروپ کے نام پر ایک دھڑا کھڑا کیا۔ اب حضرت درخواستی متحدہ جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ تھے۔ جس کے ناظم عمومی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب تھے اور حضرت مولانا سمیع الحق ان ہر دو حضرات کے مقابل ایک اور دھڑے کی سربراہی فرما رہے تھے۔ کاش ایسے نہ ہوتا۔ لیکن بایں ہمہ مولانا مرحوم کو کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ مشترکہ مقاصد کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ کھڑے ہوتے اور بڑی محبت سے ان امور کو سلجھا دیتے تھے۔

(۷۵۰) سوہانرا (ڈیرہ غازی خان)، جناب میاں

ڈیرہ غازی خان کے جماعتی اور نظریاتی کارکن تھے۔

(۷۵۱) سیاح الدین کاکاخیل، مولانا مفتی سید

(ولادت: ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۲۳/اپریل ۱۹۸۷ء)

زیارت کاکاخیل نوشہرہ کے حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل نامور عالم دین اور ماہر مدرس تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ ادیب وخطیب اور شاعر تھے۔ عرصہ تک مدرسہ اشاعت العلوم کچہری بازار فیصل آباد میں تدریس کی صدارت اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ضیاء الحق کے زمانہ اقتدار میں نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔ اتحاد العلماء کی سربراہی بھی

حصہ میں آئی۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں فیصل آباد میں رہ کر بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ بہت ہی مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے۔۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔مقابلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم تھے۔ایم.این.اے کا الیکشن تھا۔جناب مختار رانا سیٹ نکال کر لے گئے۔وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر تھے۔

مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر شیخ بن باز کے ایک فتویٰ پر تائید وتوثیق کے الفاظ یوں تحریر کئے:''جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس مسئلہ کے بارے میں جو مفصل فتویٰ دیا میں اس کی تائید وتصدیق کرتا ہوں۔'' احقر: سید سیاح الدین کاکاخیل
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۵)

(۷۵۲) سید رسول چشتی (ایبٹ آباد)، مولانا

(ولادت:۱۸۸۹ء وفات:۲۵رجولائی ۱۹۵۹ء)

مولانا سید رسول چشتی پھل کوٹ ضلع ایبٹ آباد میں ملا میر جو کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ہم سبق تھے کے ہاں پیدا ہوئے۔ بریلوی مسلک کے معروف عالم دین تھے۔ بیعت کا تعلق پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے تھا۔تحریک آزادی پاکستان اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اہم کردار ادا کیا۔

(۷۵۳) سید میر (گجرات)، جناب

سید میر ساکن ملک پور چاہڑہ ضلع گجرات کے تھے۔قادیانیوں کے خلاف رسالہ لکھا۔''مرزائی امت کی عقلمندی ودانائی'' مئی ۱۹۷۱ء میں طبع ہوا۔اس میں پنجابی میں نظمیں ہیں۔

(۷۵۴) سیف الاسلام دہلوی، جناب

آنجناب نے ردقادیانیت پر کتاب لکھی جس کا نام''خاتم الانبیاء'' ہے۔اس کے ۲۶۴صفحات ہیں۔شیش محل روڈ، پیرمکی بازار لاہور سے شائع کی۔قرآن مجید اور عقلی دلائل سے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت پر استدلال کیا ہے۔

(۷۵۵) سیف الدین سیف (لاہور)، مولانا

(ولادت:۱۹۴۱ء وفات:۱۲رفروری ۲۰۲۱ء)

مولانا سیف الدین سیف، میاں قیام الدین سکنہ عباس پور آزاد کشمیر کے صاحبزادہ تھے۔ابتدائی تعلیم مولانا عبدالکریم سے حاصل کی۔ پرائمری تعلیم قلندر آباد ضلع مانسہرہ میں حاصل کی۔ دینی تعلیم الیاسی مسجد ایبٹ آباد کے مولانا محمد نواز۔حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی کے جامعہ حنفیہ اور گوجرانوالہ جامعہ عربیہ حضرت مولانا محمد چراغ ان حضرات سے حاصل کی۔ گوجرانوالہ تعلیم کے دوران کامونکی میں امامت وخطابت بھی کرتے رہے۔۱۹۵۸ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۶۷ء میں دورہ حدیث شریف کیا۔غالب مارکیٹ گلبرگ میں جامع مسجد رضوان کی تعمیر وترقی، درس وتدریس، خطبہ جمعہ شروع

کیا اور پھر یہاں سے ہی جنازہ اٹھا۔ آپ جمیعت علماء اسلام کے بنیادی رفقاء میں سے تھے۔ تمام تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعۂ نور بنائیں۔

(۷۵۶) سیف الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا

(وصال: ۸/نومبر ۲۰۱۹ء، راجن پور)

مولانا سیف الرحمٰن درخواستی کی وصال کے وقت عمر بیاسی سال تھی۔ آپ حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے نواسے تھے۔ جامعہ مخزن العلوم والفیوض خان پور سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم محمدیہ کے نام پر روجھان ضلع راجن پور میں ادارہ قائم کیا۔ ۲۰۰۰ء میں ''جامعہ شیخ درخواستی'' کے نام پر راجن پور میں ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت ہی اچھے رسیلے خطیب تھے۔ اصلاحی تربیتی بیانات کرنے میں نمایاں مقام کے حامل تھے۔ اپنے بھائی مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی کے بعد اپنے نانا حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کے حلقہ کو خوب سنبھالا۔ جہاں تشریف لے جاتے اچھی روایات قائم کر کے آتے۔ آپ نے راجن پور اور گردونواح کے علاقوں میں بہت سارے قرآنی مکاتب قائم کئے۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا حافظ ذوالفقار نقشبندی سے تھا۔ ان سے مجاز بھی تھے۔ جمیعت علماء اسلام (س) میں بھی سرگرم عمل رہے۔ بہت ملنسار طبیعت پائی تھی۔ جس سے ملاقات ہوتی اس کے دل میں اتر جاتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں میں شریک ہوتے۔ جہاں ملتے بہت ہی محبت واپنائیت کا مظاہرہ کرتے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ وقت موعود آن پہنچا اور رب کریم کے حضور چل دیئے۔ راجن پور کے کرکٹ گراؤنڈ میں راجن پور کی تاریخ کا بہت بڑا جنازہ ہوا۔

(۷۵۷) سیف الرحمٰن (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، جناب حاجی

(وصال: ۱۳/جولائی ۲۰۱۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وتبلیغی جماعت سمندری گوجرہ روڈ چک ۴۵ گ ب اڈہ کے امیر حاجی سیف الرحمٰن انتہائی مشفق مہربان تھے۔ عالمی مجلس کے مخلص ذمہ دار ہونے کے باوجود کارکن بن کر کام کرتے۔ ختم نبوت کی تمام کانفرنسوں میں شرکت کرتے۔ اپنے اور قرب وجوار کے تمام چکوک میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے۔ اپنے بیٹوں کو بھی ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ دنیا دار ہونے کے باوجود دین والوں سے عقیدت واحترام کا رشتہ تھا۔ مسجد سے گہرا تعلق، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اولاد میں حافظ اور علماء چھوڑ کر ذخیرہ آخرت بنا گئے۔ (مولانا محمد خبیب)

(۷۵۸) سیف الرحمٰن ٹونکی، مولانا

(وفات: جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ/نومبر ۱۹۵۹ء)

مولانا سیف الرحمٰن ٹونکی افغانستان میں پیدا ہوئے۔ عربی، اصول، فقہ کی تعلیم اپنے مقامی علماء کرام سے حاصل کی۔ پھر حصول

علم کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے فن حدیث اور صحاح ستہ پڑھی۔ کچھ عرصہ ٹونک مدرسہ ناصریہ میں پڑھانے کے بعد دہلی شہر فتح پوری مدرسہ میں معلم مقرر ہوئے۔ اپنے شیخ حضرت گنگوہی کے حکم پر انگریزوں کے خلاف معرکوں میں شریک رہے۔ تقسیم ہندوستان کے بعد اپنے وطن پشاور، دیہات متھرا نولوٹ آئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔ جب آپ مدرسہ فتح پوری، دہلی میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''مرزا قادیانی کے تمام اقوال حد کفر تک پہنچتے ہیں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۲)

(۷۵۹) سیف الرحمٰن خان نذیر (سمندری)، جناب

جناب سیف الرحمٰن خان نذیر جامع اہل حدیث چک ۲۲۷ گ.ب تحصیل سمندری کے تھے۔ انہوں نے فروری ۱۹۵۵ء میں قادیانیوں کے رد میں رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام ''مرزا قادیانی کی عملی زندگی'' رکھا جو کہ محاسبہ قادیانیت کی جلد۴ میں شامل ہے۔

(۷۶۰) سیف الرحمٰن مجذوب حصاروی، جناب شاہ

میر احمد شاہ سیکرٹری میونسپل کمیٹی لدھیانہ کا ایک بیان رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں شائع ہوا تھا۔ اس کو ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ: مجھے جون ۱۸۹۱ء میں حصار جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک دوست سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی باخدا بزرگ بھی ہیں؟ اس نے کہا: ''ہاں! شاہ سیف الرحمٰن نامی ایک مجذوب رہتے ہیں، جو جذب کی حالت میں بہت سی باتیں کہا کرتے ہیں۔ ان کے سامنے اظہار مدعا کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ جو بات دریافت کرنی ہو اس کا تصور کر لینا چاہئے۔ وہ خود بخود اپنی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی ہے۔ اس کا جواب دے جاتے ہیں اور صرف سائل ہی اس امر کو سمجھ سکتا ہے۔'' میں اور وہ دونوں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے بیٹھتے ہی اپنے دل میں خیال کیا کہ قادیان کے مرزا قادیانی کے متعلق ملک میں ہنگامہ بپا ہے۔ بعض لوگ ان کو مہدی اور مسیح سمجھتے ہیں اور اکثر کو ان کے دعاوی کی صحت وصداقت سے انکار ہے۔ کیا وہ حق پر ہیں یا باطل پر؟ اس وقت شاہ صاحب کچھ اور باتیں کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں فرمانے لگے کہ: ''ایک تو انگریزوں کا عیسیٰ بن گیا اور دوسرا بھنگیوں کا پیر بن گیا۔'' اس کے بعد بہت سخت کلامی کی اور حالت غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک حجرے کی طرف چل دیئے۔ اور آیت: ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار'' بار بار پڑھ کر سخت کلامی کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دوست کے ساتھ واپس آیا۔ راستے میں اس نے پوچھا: تم نے کس بات کا تصور کیا تھا کہ شاہ صاحب اتنے غضب ناک ہوگئے؟ میں نے اسے بتایا کہ مرزا قادیانی کی نسبت خیال کیا تھا۔ کہنے لگے: ہاں! شاہ صاحب نے مرزا سے ان الفاظ میں اظہار نفرت کیا ہے۔ میں نے حصار والوں سے اس قسم کے بے شمار واقعات سنے ہیں۔ اگر کسی شخص کو میرے بیان میں شک ہو تو وہ خود حصار جا کر مشرف بزیارت ہوں اور شاہ صاحب کا تجربہ کر لیں۔'' (اشاعۃ السنۃ ج۱۸ ص۲۱۱، ۲۱۲، رئیس قادیان ج۲ ص۱۳۶، ۱۳۷)

(۷۶۱) سیف اللہ احرار (فیصل آباد)، جناب صاحبزادہ

(وفات: ۱۰؍جولائی ۱۹۹۳ء)

مجلس احرار اسلام کل ہند کے ممتاز رہنما، مجلس احرار الاسلام پاکستان کے سربراہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے بانی رکن مولانا

عبیداللہ احرار کے صاحبزادہ جناب سیف اللہ احرار زرگر، قومی رہنما تھے۔ ختم نبوت کے فدائی وشیدائی اور نظریاتی کارکن، مرنجاں مرنج درویش، طبیعت دل موہنی، مزاج سادہ، ہردلعزیز، باغ وبہار انسان کے روپ میں فرشتہ تھے۔

(۷۶۲) سیف اللہ خالد (لاہور)، مولانا پیر

(وصال: ۱۴؍جون ۲۰۱۷ء)

موصوف جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور صدر کے مہتمم، کئی ایک دینی جماعتوں اور اداروں کے سرپرست تھے۔ متحرک زندگی گزاری۔ ملک کے نامور پیر طریقت مولانا پیر غلام حبیب چکوال کے خلیفہ مجاز تھے۔ ہزاروں علماء کرام، مشائخ عظام، حفاظ وقراء اور مسلمانوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ مرحوم کے فرزند ارجمند اور جانشین مولانا اسداللہ فاروق نے پڑھائی اور انہیں جامعہ کے ایک کونے میں سپرد خاک کیا گیا۔

(۷۶۳) سیکرٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس

۱...... ’’حقیقت مرزائیت (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۲)‘‘ انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا دوسرا پمفلٹ ہے۔ جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔

۲...... ’’نزول مسیح اور مسئلہ ختم نبوت پر دلکش بحث (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۳)‘‘ انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا تیسرا پمفلٹ ہے۔ جو ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ اکیاسی سال بعد دوبارہ اس کی احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں اشاعت، محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

۳...... ’’انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۴‘‘ جس میں اشتہار مرزا ’’مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ‘‘ پر ایک قطعی وفیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور اس کے متعلق تمام قدیم وجدید قادیانی ولاہوری تحریروں کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔

۴...... ’’انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۵ (مولوی غلام احمد مرزائی کے بعض جوابات پر نظر)‘‘ مولانا محمد ابراہیم خطیب مسجد شاہ بنارس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق قادیانیوں سے کچھ سوالات کئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک قادیانی مرید جس کا نام بھی مرزا قادیانی کے نام پر تھا۔ یعنی یہ مرید مرزا کا ہم عقیدہ اور ہم نام تھا۔ مولوی غلام احمد قادیانی، ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی غلام احمد قادیانی میں امتیاز کے لئے مولوی غلام احمد کو مرزائی لکھا ہے۔ (کہیں قادیانی بھی رہ گیا ہوگا) اس مولوی غلام احمد مرزائی نے مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب شاہی مسجد کے سوالات کے اپنے طور پر جوابات دیئے۔ جس پر انجمن اشاعت الاسلام بنارس نے یہ پمفلٹ لکھ کر مولوی غلام احمد مرزائی کے جواب کا جواب الجواب لکھا ہے۔ یہ اکتوبر ۱۹۳۳ء کا شائع شدہ رسالہ ہے۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شائع ہوا۔ الحمد للہ!

۵...... ’’جواب دعوت (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۶)‘‘ بنارس کے ایک قادیانی نے ’’دعوت الی الحق‘‘ کے نام سے پمفلٹ لکھ کر مسلمانوں کو قادیانی بننے کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں اکتوبر ۱۹۳۳ء میں یہ رسالہ لکھا گیا۔

۶...... ’’معیار نبوت (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۷)‘‘اس میں آنحضرت ﷺ کی دس پیش گوئیوں کا تذکرہ کر کے مرزا قادیانی کی دس پیش گوئیوں کو پرکھ کر غلط ثابت کیا ہے۔۱۹۳۳ء کا شائع کردہ رسالہ ہے۔

۷...... ’’نوراسلام (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۸،۹،۱۰،۱۱)‘‘ بنارس میں مولوی غلام احمد مرزائی رہتا تھا۔اس نے اپنے نام کے ساتھ مجاہد کا لاحقہ لگا رکھا تھا۔اس نے ظہور امام ۲،۳،۴،۵ رسائل لکھے۔ان تمام رسائل کا جواب یہ رسالہ ہے۔مارچ ۱۹۳۴ء میں پہلی بار اشاعت پذیر ہوا۔

۸...... ’’دفع اوہام از ظہور امام (انجمن اشاعت الاسلام بنارس کا ٹریکٹ نمبر۱۲)‘‘ حق تعالیٰ کے فضل سے انجمن اشاعت الاسلام بنارس کے ٹریکٹ ہائے نمبر۲ سے ۱۲ تک مکمل یہاں جمع ہوگئے۔افسوس کہ ٹریکٹ نمبر ا نہ ملا۔اس رسالہ’’دفع اوہام‘‘ میں قادیانی مولوی غلام احمد مجاہد کے رسالہ ظہور امام نمبرا کا جواب دیا گیا ہے۔نمبر۷ میں ظہور امام ۲ تا ۵ تک کا جواب تھا۔اس میں ایک کا جواب ہے۔گویا قادیانی مولوی مجاہد کے رسائل ظہور امام کے پانچوں رسائل کا انجمن اشاعت الاسلام بنارس نے جواب دے کر ان کو ٹھنڈا کر دیا۔حق تعالیٰ ان رسائل کے فاضل مؤلف کی تربت پر کروڑوں رحمتیں فرمائیں کہ ان کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ ۱۲ رسائل میں کہیں اپنے نام کی ہوا نہیں لگنے دی۔’’نیکی کر دریا میں ڈال‘‘ کا یہ لوگ مصداق تھے۔ان کی محنتوں سے آج قادیانیت سرنگوں ہی نہیں بلکہ زیر قدوم ہے اور یہ آٹھ ٹریکٹ احتساب قادیانیت جلد۴۷ میں شامل اشاعت ہیں۔ الحمد للہ!

(ش)

(۷۶۴) شائق احمد عثمانی، مولانا

(ولادت: ۲۵/ربیع الاوّل ۱۳۱۱ھ/ ۷/اکتوبر ۱۸۹۳ء)

آپ کا وطن بہار میں پورینی ضلع بھاگلپور تھا۔آپ نے پورینی اور مونگیر سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔چار سال مدرسہ نعمانیہ میں مولانا اعزاز علی امروہی کے پاس پڑھا۔۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر امتیازی نمبروں سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔فراغت کے بعد ایک سال تک دارالعلوم دیوبند میں مدرس رہے۔جب مولانا عبیداللہ سندھی نے دہلی مجلس نظارت المعارف قائم کی تو آپ دہلی مولانا سندھی کے ہاں تشریف لائے۔اوّلاً حضرت شیخ الہند سے بیعت ہوئے۔پھر کچھ مدت خانقاہ مونگیر سے بھی وابستہ رہے۔مولانا محمد علی مونگیری نے رد قادیانیت پر خود بھی کتب لکھیں اور دوسروں سے بھی لکھوائیں۔اسی غرض سے خانقاہ رحمانی ایک پریس بھی لگایا اور ایک ماہنامہ کا اجراء عمل میں آیا۔اس ماہنامہ کی ادارت مولانا شائق احمد عثمانی کے سپرد ہوئی۔تحریک خلافت کے زمانہ میں آپ کلکتہ چلے گئے۔وہاں بنگال خلافت کمیٹی کے شعبہ نشرواشاعت کے انچارج بھی رہے۔۱۹۴۱ء کے اواخر میں کلکتہ سے ایک روزنامہ’’عصر جدید‘‘ اخبار نکالا۔تقسیم پاکستان کے بعد فروری ۱۹۴۸ء میں کراچی آکر اسی اخبار کا اجراء کیا۔مگر تین سال جاری رہ کر بند ہوگیا۔

آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر مولانا سہول خان کے فتویٰ’’القول الصحیح فی مکائد المسیح‘‘میں درج ذیل عبارت تحریر فرمائی:’’المجیب مصیب، مرزا قبحہ اللہ‘‘ کی تکفیر میں جہاں تک سختی کی جائے کم ہے۔

اس نے شریعت غرّاء کے قطعی الثبوت عقائد کو بدل ڈالا اور انبیاء وصحابہ کی توہین وتحقیر کی۔ وکفٰی بذالک کفراً وارتداداً!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۰)

(۷۶۵) شاہ احمد نورانی (کراچی)، مولانا

(ولادت:۳۱/مارچ۱۹۲۶ء، میرٹھ ...... وفات:۱۱/دسمبر۲۰۰۳ء، اسلام آباد)

اس افتراق وتشتت کی مسموم فضا میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ وہ اس دھرتی پر اتحاد بین المسلمین کا نشان تھے۔ ان کی ذات گرامی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ تمام مکاتب فکر کے لئے ان کی ذات گرامی قابل احترام تھی۔ انہوں نے اس مشکل وقت میں تمام مسالک ومکاتب فکر کو ایک سٹیج پر جمع کر کے قابل رشک کارنامہ سرانجام دیا۔ ان کی گوناگوں شخصیت کا ہر پہلو آبدار موتی کی طرح تابندہ ودرخشندہ ہے۔ ان کی شخصیت عشق رسالت ﷺ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے وصف خاص اور امتیازی نشان عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں، جس پر وہ پوری امت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق تھے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کا ظاہر وباطن ایک تھا۔ وہ جس کام کو کرتے دل وجان سے اسے دین سمجھ کر کرتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو وہ اپنا مقدس مشن سمجھتے تھے۔ ان کو یہ مشن اپنے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی سے ورثے میں ملا تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے ردقادیانیت پر دو گرانقدر رسالے تحریر کئے۔ ضلع گورداسپور مرزا غلام احمد قادیانی کی جنم بھومی میں ان کے کئی تبلیغی دورے ہوئے۔ ان اسفار میں مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ساتھ تھے۔

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کی نیو اٹھانے والوں میں نہ صرف صف اوّل میں شریک تھے، بلکہ اس کے بنیادی رکن رکین تھے۔ اس زمانہ کے حالات سناتے ہوئے حضرت مولانا لال حسین اختر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی بڑے قدرشناس اور اپنے بزرگوں کے رفقاء کے بہترین قدردان ہیں۔ حضرت مولانا لال حسین اختر نے جب ان سے ذکر کیا کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے ساتھ میرے فلاں فلاں سفر ہوئے تو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ہمیشہ حضرت مولانا لال حسین اختر کو چچا جان یا چچا حضور کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری نے ملک بھر میں ختم نبوت کے جھنڈا کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دیگر اکابر کے ساتھ بلند کیا۔ اور آخری سانس تک ختم نبوت کے پرچم کو لہراتے رہے۔ لیکن اس تحریک میں کراچی کی سطح تک حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مجاہد اسلام حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور ان کے گرامی قدر تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کی دینی مثبت سوچ اور بلند کرداری نے پوری تحریک کو

ملک بھر میں فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے شعلہ جوالا بنادیا۔ اس تحریک میں جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا اس وقت قائد حزب اختلاف حضرت مولانا مفتی محمود تھے۔ حزب اختلاف کی طرف سے قرارداد پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کو بخشی۔ قومی اسمبلی میں قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر کے محضر نامہ کے جواب میں ''ملت اسلامیہ کا موقف'' پڑھنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کو عنایت فرمائی۔ جناب پروفیسر غفور احمد، جناب چوہدری ظہور الٰہی یہ پوری ٹیم یک جان و یک زبان تھی۔ باہمی تقسیم کار کے تحت ایک دوسرے کے لئے دل و جان ایک کردیئے گئے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے اس تحریک کے بعد اندرون و بیرون ملک جو دورے کئے۔ ان کا نکتہ آغاز و نکتہ اختتام فتنہ قادیانیت کا محاسبہ ہوتا تھا۔ ان گنت قادیانیوں نے ان کے ہاتھ پر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کے بعد حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے ختم نبوت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور اقتدار میں قادیانیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کئے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری کے ہمراہ کراچی میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کی۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی نیابت کے لئے حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمی کو اس کام کے لئے وقف کردیا۔ چنانچہ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کی کامیابی میں تمام مکاتب فکر کے اکابر کی طرح ان حضرات کی سنہری خدمات سے کون انکار کرسکتا ہے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجراء کے بعد حضرت نورانی میاں قادیانی فتنہ کے احتساب کے لئے پہلے سے زیادہ چوکنے ہوگئے۔ حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمی کی وفات کے بعد اپنی جماعت جمعیۃ علمائے پاکستان پنجاب کے رہنما سردار محمد خان لغاری کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں اپنی جماعت کی طرف سے نمائندگی کے لئے متعین فرمایا۔

اپریل ۲۰۰۰ء میں سردار محمد خان لغاری کراچی سے ملتان تشریف لائے اور حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کا پیغام دیا کہ قادیانی فتنہ کی ارتدادی سرگرمیوں پر غور و فکر کے لئے تمام دینی و سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی مشاورت ضروری ہے۔ آل پارٹیز قومی ختم نبوت کنونشن لاہور میں منعقد کرنے کی اہمیت پر مولانا نورانی میاں نے نہ صرف زور دیا بلکہ تاریخ بھی مقرر کردی اور قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات اور ان سے وعدہ کے لئے راقم الحروف کی ڈیوٹی لگی۔ راقم نے خانقاہ سراجیہ حاضر ہوکر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے صورتحال عرض کی۔ آپ نے اس تجویز کو سراہا اور اپنے صاحبزادگان کے ہمراہ مجھے ڈیرہ اسماعیل خان قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے جاکر رپورٹ عرض کی۔ حضرت مولانا نے نہ صرف اتفاق فرمایا بلکہ شرکت کا وعدہ کیا۔ اب مشکل یہ تھی کہ جو تاریخ حضرت نورانی میاں نے بتائی تھی اس تاریخ کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن فارغ نہ تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے ذمہ لیا کہ حضرت نورانی میاں سے فون پر بات کرکے تاریخ کا تعین کریں گے۔ ہم لوگ خانقاہ سراجیہ حاضر ہوئے۔ ہماری حاضری سے پہلے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا فون آچکا تھا کہ ۸؍مئی ۲۰۰۰ء کو لاہور میں آل

پارٹیز قومی کنونشن ہوگا اور حضرت نورانی میاں اس کے میزبان ہوں گے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ۶؍مئی کو ملتان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لائے۔ اگلے دن حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے ہمراہ لاہور کا سفر کیا۔ لاہور میں ۸؍مئی کو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی زیر صدارت قومی ختم نبوت کانفرنس ایمبیسیڈر ہوٹل میں ہوئی۔ جس سے پورے ملک میں ختم نبوت کے کاز کو اجاگر کرنے کا لائحہ عمل طے ہوا۔

چنانچہ اس کے بعد حضرت نورانی میاں، حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا معین الدین لکھوی، جناب علی غضنفر کراروی نے دیگر رہنماؤں کے ساتھ ختم نبوت کانفرنس سکھر میں شرکت کی۔ اس کی میزبانی کا اعزاز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو بخشا گیا۔ کراچی میں ختم نبوت کانفرنس میں بیرون ملک سفر پر ہونے کے باعث تشریف نہ لاسکے۔ لیکن اپنی نمائندگی کے لئے جناب پروفیسر شاہ فرید الحق کو بھیجا۔ چنانچہ جناب شاہ فرید الحق، جناب پروفیسر غفور احمد، حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر رہنماؤں کی شرکت نے کانفرنس کو مثالی طور پر کامیاب کیا۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے علی پور کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کر کے جنوبی پنجاب کے مسلمانوں کی پیاس کو بجھایا۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں آپ نے شرکت فرمائی۔ محترم جناب قاضی حسین احمد، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری، حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کے ایک اجلاس میں بیان ہوئے۔ اگلے دن اختتامی بیان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا ہوا۔

جنرل پرویز مشرف کے دور اقتدار میں ووٹر فارم کی فہرستوں میں مسلم وغیر مسلم کی علیحدہ علیحدہ فہرستوں کی بجائے ایک کر دیا گیا اور ووٹر فارموں سے ختم نبوت کا حلف نامہ حذف کر دیا گیا۔ اس کے لئے حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کے ہمراہ یکم؍مئی ۲۰۰۲ء کو راقم الحروف نے ڈیرہ اسماعیل خان جاکر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے صورتحال عرض کی۔ اگلے دن ۲؍مئی کو ملتان مدرسہ ہدایت القرآن میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی سے صورتحال بیان کی تو مولانا نورانی میاں یہ سن کر تڑپ گئے۔ فرمایا کہ آپ لوگ ہمت کریں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ہمارے ہوتے ہوئے ختم نبوت پر آنچ آئے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ایسی ایمان پرور گفتگو سے ڈھارس بندھائی اور کامیابی نچھاور ہوتی نظر آئی۔ ہم نے رخصت چاہی تو سرو قد کھڑے ہوگئے، گلے لگایا۔ ان کی دلاویز مسکراہٹوں سے ان کے دل کی وسعتوں کا دریا رواں ہوتا نظر آیا۔ پورے ملک میں اس پر محنت ہوئی۔ ۲۸؍مئی کو قومی ختم نبوت کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کنونشن کی میزبانی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور جمعیۃ علمائے اسلام نے کی۔

چنانچہ اگلے روز ۲۹؍مئی ۲۰۰۲ء کو حکومت نے اپنے اقدام کو واپس لے لیا۔ ووٹر فارموں کی علیحدہ علیحدہ تیاری اور ختم نبوت کے حلف نامہ کی بحالی کا اعلان ہوگیا۔ اس پوری جدوجہد میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی قدم بقدم نہ صرف باخبر رہے، بلکہ آپ نے اپنی خداداد قائدانہ صلاحیتوں سے ختم نبوت کے پرچم کو بلند سے بلند تر رکھا۔

۴؍اپریل ۲۰۰۳ء کو بعد از عشاء ختم نبوت کانفرنس قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں دیگر رہنماؤں کے ساتھ آپ نے بھی خطاب فرمایا۔ ۵؍اپریل کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے آپ کے اور دیگر رہنماؤں کے اعزاز میں دفتر مرکزیہ میں صبحانہ کا اہتمام کیا۔ صبحانہ کی تقریب سے فارغ ہو کر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے ساتھی جناب قاری زوار بہادر کو قصیدہ بردہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے خوش الحانی سے اسے پڑھا تو روحانی مجلس نے عشق رسالت مآب ﷺ کا جو رنگ اختیار کر لیا۔

وہ منظر کبھی نہیں بھولے گا کہ حضرت خواجہ خان محمد نے دعا کے لئے حضرت نورانی میاں کو فرمایا۔لیکن انہوں نے کمال محبت سے حضرت خواجہ کے ہاتھ پکڑ کر دعا کرانے کے لئے بلند کر دیئے۔اس سے باہمی احترام کا جو تاثر قائم ہوا وہ حاصل مجلس قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس موقع پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ذکر فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی یادگار لائبریری ہے۔اسی لائبریری سے قومی اسمبلی میں آپ نے اور میرے والد گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نے کیس لڑا تھا۔یہ سنتے ہی لائبریری کے معائنہ کے لئے دیوانہ وار کھڑے ہوگئے۔حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے لائبریری کا معائنہ کرایا۔پون گھنٹہ تک لائبریری کے مختلف شعبہ جات کو گہری نظر سے دیکھتے رہے۔اس دن انکشاف ہوا کہ ایک عالم دین اور قومی رہنما ہونے کے ناطے ہزاروں مصروفیات کے باوجود آپ کو کتابوں سے کتنا عشق ہے۔حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے باتوں باتوں میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی ذاتی لائبریری کی وسعتوں کا ذکر کیا تو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کا کتب سے عشق واشگاف ہوگیا۔آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ مولانا کتابیں ہی تو اصل میرا سرمایہ ہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مطبوعات کا سیٹ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے پیش کیا تو کتابوں کے بھاری بھرکم بنڈلوں کو ہاتھوں سے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے اٹھایا۔سینہ سے لگایا۔چوما۔سرآنکھوں پر ان اداؤں سے رکھا کہ تمام حاضرین دل گرفتہ وآبدیدہ ہوگئے کہ ایک عالم دین کو یوں کتابوں سے محبت ہونی چاہئے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کا کاندھا شفقتوں ومحبتوں سے تھپکا کر فرمایا کہ مولانا اتحاد امت سے ہی ختم نبوت کے محاذ کو مضبوط کرنا اصل دین کی اور امت محمدیہ ﷺ کی خدمت ہے۔گزشتہ الیکشن مہم میں خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے۔حضرت امیر مرکزیہ نے آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔لائبریری دیکھی۔ذخیرہ کتب کو دیکھ کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

زندگی بھر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی جس کام کی سرپرستی کرتے رہے آج ان کی وفات نے وہ سہارا امت سے چھین لیا۔حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعہ نور بنائے کہ وہ ختم نبوت کے مجاہد اور قائد تھے۔عاش سعیداً وما ت سعیداً کے وہ مصداق تھے۔ان کے جنازہ پر امت کے تمام طبقات نے شریک ہوکر ان کو جو خراج تحسین پیش کیا۔اس سے کہیں زیادہ وہ اس کے مستحق تھے۔آخرت کے راہی نے رحمت اللعالمین، خاتم النّبیین ﷺ کے حضور پہنچ کر سکون پالیا۔ہم مرثیہ خوانی کے لئے رہ گئے۔

اے حضرت نورانی کی روح پر فتوح ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا مظہر علی اظہر، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا ابوالحسنات، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے مشن مقدس تحریک ختم نبوت کے علم کو زندگی کے آخری سانس تک بلکہ دنیا کے آخری سانس تک نہ صرف ہم بلکہ پوری امت بلند۔بلکہ بلند سے بلندتر رکھے گی۔اپنی جانوں کو کھپادے گی اور حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے رب تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوگی۔

اے پروردگار تو امت مسلمہ کو ایسا کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرما۔آمین بحرمۃ النبی الکریم!

مولانا نے نیروبی، دارالسلام، ماریشس، لاطینی امریکا میں سرینام، برٹش، گیانا اور دیگر ممالک میں قادیانیوں کا کامیاب

تعاقب کیا۔آپ کے والدگرامی حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی کی قادیانیت کے خلاف گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک واقعہ بیان کیا کہ: جب ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرزا ناصر مرزائی، جماعت مرزائی کی طرف سے محضر نامہ پڑھنے کے لئے قومی اسمبلی میں آیا تو خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز دیکھنے میں آیا کہ جس وقت مرزا ناصر نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا۔اسمبلی کے اس بند ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا، سیدھا اس محضر نامے پر آکر گرا۔جس سے وہ ایک دم چونکا اور گھبرا کر کہا: ''آئی ایم ڈسٹربڈ'' (**I am Disturbed!**) مرزا ناصر کی گھبراہٹ اور ذلت آمیز پریشانی اور اس عجیب وغریب واقعے پر اراکین اسمبلی ششدر رہ گئے۔کیونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر چھت سے اس طریقے سے گری ہو۔مسلسل گیارہ روز تک اس پر جرح ہوتی رہی۔مرزا ناصر جرح سے تنگ آکر کہہ دیتا کہ: ''میں تھک گیا ہوں۔'' وہ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے روزانہ پی جاتا تھا۔تدفین سید عبداللہ شاہ غازی کے احاطہ مزار میں ہے۔ (ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء)

(۷۶۶) شاہ زمان شہید (ٹوپی ضلع صوابی)، جناب

(شہادت: ۱۹۷۴ء)

موضع اسماعیلیہ تحصیل ٹوپی ضلع صوابی کے رہائشی شاہ زمان ختم نبوت کے مجاہد تھے جو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران شہید کر دیئے گئے تھے۔اس وقت ان کے بیٹے کی عمر چھ ماہ تھی۔ان کے اس بیٹے کا نام الطاف ہے۔جو اپنے والد گرامی کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔

(۷۶۷) شاہ فہد (سعودی عرب) کا مرزائیوں کو جواب

(وفات: ۲۰۰۵ء)

''بون، ۲۸/اگست (نمائندہ خصوصی) سوئٹزرلینڈ کی قادیانی ایسوسی ایشن نے سعودی عرب کے شاہ فہد سے تحریری طور پر یہ مضحکہ خیز درخواست کی کہ وہ ان کے مذہب کے سربراہ کو حج کے لئے سعودی عرب آنے کی دعوت دیں۔ایک خط میں، جو شاہ فہد سمیت سعودی عرب کے چند اعلیٰ حکام کو بھیجا گیا ہے۔سوئٹزرلینڈ میں قائم قادیانیوں کی تحریک نے درخواست کی ہے کہ ان کے مذہب کے راہ نما کو، جو اس وقت ربوہ میں رہتے ہیں، سعودی فرمانروا کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے دعوت دی جائے۔سوئٹزرلینڈ کے مسلم سفارت کاروں نے اس کے متن پر غصّے وناراضگی کا اظہار کیا ہے۔'' (روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۹/اگست ۱۹۸۲ء)

جب یہ درخواست شاہ فہد کے پاس گئی تو آپ نے جواب دیا کہ: ''مرزا قادیانی ملعون کا طوق غلامی اتار کر مسلمان بن کر آئیں تو دل وجان سے مہمان داری کریں گے۔اگر مرزا قادیانی کا طوق غلامی پہن کر آنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ سرزمین حجاز ہے، جو کچھ ہمارے پیش رو حضرت صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کا حشر کیا تھا، وہی حشر ہم تمہارا کریں گے۔'' اس جواب پر مرزائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

(۷۶۸) شاہ محمد آغا (کوئٹہ)، مولانا

(وفات: ۱۴/مارچ ۲۰۰۸ء)

انتقال کے وقت حاجی سید شاہ محمد آغا کی عمر پچاسی سال کے لگ بھگ تھی۔ ان کی وفات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے ایک بڑے بزرگ رہنماء سے محروم ہوگئی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی بہت گرانقدر خدمات تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ نہایت ہی ملنسار شخص تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام بزرگوں کا نہایت ہی احترام کرتے تھے۔ ختم نبوت کے کاز سے والہانہ لگاؤ تھا۔ وفات سے کچھ دن پہلے اچانک بیمار ہوئے۔ سلیم کمپلیکس میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ صحت سنبھل گئی۔ ہسپتال سے چھٹی لی اور گھر آ گئے۔ کچھ دن گھر میں رہنے کے بعد پھر طبیعت خراب ہوگئی۔ واپس سلیم کمپلیکس میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ اس کے بعد طبیعت نہ سنبھل سکی اور جمعہ کے روز ہسپتال ہی میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کی وفات نے کوئٹہ کی دینی مجلسوں کی رونقوں و بہاروں کو مرجھا دیا۔ حق تعالیٰ شانہ کروٹ کروٹ مغفرت فرمائیں اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔

ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں کلی سیداں شیخ ماندہ کوئٹہ میں بعد نماز جمعہ تین بجے ادا کی گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ بلوچستان کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد نے حاجی شاہ محمد آغا کی فاتحہ خوانی کے موقع پر کہا کہ میں تمام سید برادری سے کہتا ہوں کہ آپ حاجی سید شاہ محمد آغا کے مشن تحفظ ختم نبوت کو آگے بڑھائیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

(۷۶۹) شاہ محمد (لاہور)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۳۰ء، دھولر ...... وفات: ۳۰/مئی ۲۰۲۱ء، لاہور)

مولانا شاہ محمد کے والد گرامی اعوان برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور نام گل نصیب تھا۔ مولانا شاہ محمد دھولر ضلع تلہ گنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید اور سکول کی اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر اس علاقہ کے گاؤں لیٹری میں پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ (حضرت مولانا بدیع الزمان استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری بھی اسی گاؤں کے باسی تھے) انہی ضلع گجرات، قلعہ دیدارسنگھ، فیصل آباد میں بھی آپ پڑھتے رہے۔ قریباً ۱۹۶۰ء میں دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔

حضرت مولانا رسول خان، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ایسے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد رحمان پورہ لاہور تشریف لائے۔ مسجد و مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لئے ساعی ہوئے۔ جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ کے بانی و مہتمم آپ تھے۔ نصف صدی سے زائد اس ادارہ میں آپ نے قرآن و سنت کے دیپ جلائے رکھے۔ بلا مبالغہ سینکڑوں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ ابتداء تمام درجات کو اکیلے سبق پڑھاتے تھے اور یومیہ اسباق کی تعداد پندرہ سولہ سے کم نہ تھی۔ آج اللہ رب العزت کا فضل ہے موقوف علیہ تک تعلیم ہوتی ہے اور بھرپور کامیاب تدریس کے لئے یہ ادارہ ایک شہرت رکھتا ہے۔ آپ ابتداء میں جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ حضرت درخواستی، حضرت مفتی صاحب، حضرت ہزاروی ایسے اکابر سے آپ کا تعلق تھا۔ ایک بار اس حلقہ سے الیکشن بھی لڑا۔

آپ کا بیعت کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین سے تھا۔ قاضی صاحب نے جب خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی تو مولانا شاہ محمد کی تمام خدمات بھی اس کے لئے وقف ہوکر رہ گئیں۔ آپ نے اس تعلق کو نبھایا اور خوب نبھایا بلکہ حق ادا کر دیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد جملہ اکابرین کی طرح عقیدہ ختم نبوت کے لئے دل حساس رکھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی اور معاونت کو اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور ۱۹۸۲ء کے بعد چناب نگر کی کانفرنسوں میں پوری جماعت اور طلباء کرام سمیت بھرپور وفد کے ساتھ شرکت فرماتے تھے۔ لاہور مجلس کے مرکز مسلم ٹاؤن کی سرپرستی اپنے اوپر لازم کر رکھی تھی۔ تمام خدام ختم نبوت کے لئے غائبانہ دعاگو تھے۔ صحت کے آخری زمانہ تک لاہور کا کوئی ایسا پروگرام نہیں جو آپ کی سرپرستی یا صدارت کے بغیر ہوا ہو۔ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم کے لئے لاہور میں آپ کا وجود منزل مقصود تھا۔ اس عنوان پر جب گفتگو کرتے تو ایسے لگتا تھا کہ قلب وجگر کی اتھاہ گہرائیوں سے حق وصداقت کی صدائے قلندری عرش الٰہی کی بلندی کی طرف محو پرواز ہے۔ بات دل سے کہتے تھے اور سننے والوں کے دلوں پر براہ راست اثر پذیر ہوتی تھی۔ وہ قال کے نہیں بلکہ حال کے عالم ربانی تھے۔ ان کا وجود کفر وضلال کے لئے درّہ عمر رضی اللہ عنہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ دینی اقدار کے تحفظ وبقاء کے لئے کسی مصلحت کوشیٔ کے روادار نہ تھے۔ اس دھرتی پر اعلائے کلمۃ الحق کا نشان منزل تھے۔ ان کی للکار حق بڑے بڑے سورماؤں کے جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آپ ایسا عبادت گزار وشب بیدار، عالم ربانی، عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شاید مدتوں اہل علاقہ کو نہ مل سکے۔ وہ اس دھرتی پر انعام الٰہی تھے۔ وہ کیا گئے کہ تاریخ کا ایک درخشندہ باب بند ہو گیا۔

(۷۷۰) شاہ نواز اعوان الحسینی (راولپنڈی)، جناب

پنڈی گھیپ ضلع راولپنڈی کے جناب شاہ نواز اعوان نے قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر مشتمل پمفلٹ ’’بنا سپتی نبی؟‘‘ کے نام سے شائع کیا تھا۔

(۷۷۱) شبیر احمد احرار (گوجرانوالہ)، جناب

(وفات: ۱۹؍نومبر ۱۹۹۰ء)

گوجرانوالہ کے معروف احرار ورکر جناب شبیر احمد صاحب بہت ہی متحرک اور مستعد ساتھی تھے۔ ہر دینی کام بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد میں صف اوّل میں ہمیشہ رہے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

(۷۷۲) شبیر احمد شاہ، (لاہور)، جناب سید

لاہور مغل پورہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر سید شبیر احمد صاحب بہت ہی بھلے اور مرنجاں مرنج انسان تھے۔ مجلس کے کام سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ بہت ہی رحمتوں کا معاملہ فرمائیں۔

(۷۷۳) شبیر احمد عثمانی، شیخ الاسلام علامہ

(ولادت: ستمبر ۱۸۸۷ء ...... وفات: ۱۳/دسمبر ۱۹۴۹ء)

حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد گرامی مولانا فضل الرحمٰن عثمانی تھے جو دیوبند کے رہائشی تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا تھا۔ آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت حاجی عابد حسین کے دست راست تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب محکمہ تعلیم میں انسپکٹر مدارس تھے۔ جید عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ نے تین نکاح کئے۔ پہلی اہلیہ سے اولاد نہ ہوئی۔ دوسری سے مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور دیگر اولاد ہوئی۔ تیسری اہلیہ سے مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اولاد ہوئی۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی اپنی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں بجنور میں قیام پذیر تھے۔ تب ۱۰/محرم الحرام ۱۳۰۵ھ، مطابق ستمبر ۱۸۸۷ء کو صاحبزادہ پیدا ہوئے۔ مقدمہ فتح الملہم میں حضرت علامہ عثمانی نے خود اپنا نام ''فضل اللہ'' لکھا ہے۔ والدین نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا۔ چونکہ پیدائش ۱۰/محرم کو ہوئی۔ اس لئے شبیر احمد کے نام سے پکارے جانے لگے اور پھر اسی نام سے ایسے متعارف ہوئے کہ اصل نام کاغذات میں بھی دھندلا گیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے دیوبند میں حافظ محمد عظیم اور حافظ نامدار خان سے قرآن مجید اور منشی منظور احمد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ الہند، مولانا غلام رسول سرحدی، مولانا حکیم محمد حسن، مولانا محمد یٰسین (شیرکوٹ)، مولانا محمد سہول بھاگل پوری (بہار)، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری اور اپنے برادر اکبر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی سے آپ نے ابتدائی کتب سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ ۱۹۰۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی سال ہی آپ کے والد گرامی کا وصال ہوا۔ علامہ عثمانی دیوبند سے فارغ ہوتے ہی دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ چند سال یہاں خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۱۰ء میں حضرت شیخ الہند کی حیات میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور اپنے استاذ کی رفاقت میں مسلم شریف جیسی کتاب پڑھانے کو ملی۔ آپ ۱۹۲۸ء تک دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ آپ نے ڈابھیل جامعہ اسلامیہ کے لئے رخت سفر باندھا تو آپ کے ساتھ علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا بدر عالم میرٹھی اور دیگر حضرات بھی ساتھ تھے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کے وصال کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں مولانا اشرف علی تھانوی کی تحریک پر آپ دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ آپ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۴ء تک آپ دارالعلوم دیوبند اور ڈابھیل دونوں اداروں کی نگرانی و سرپرستی فرماتے رہے۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ایسے نابغہ روزگار حضرات آپ کے شاگردان رشید تھے۔

(۱) علم الکلام۔ (۲) العقل و النقل۔ (۳) اعجاز القرآن۔ (۴) حجاب شرعی۔ (۵) الشهاب الثاقب۔ (۶) حواشی بر ترجمہ قرآن حضرت شیخ الہند المعروف تفسیر عثمانی۔ (۷) فتح الملهم شرح صحیح مسلم

(عربی)۔(۸)فضل الباری شرح بخاری (اردو)۔ایسی وقیع کتب آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے جمعیۃ الانصار میں نمایاں اور قائدانہ خدمات سرانجام دیں۔ جمعیۃ علماء ہند میں برابر کے شریک کار رہے۔شاہ عبدالعزیز کی جانب سے ۱۹۲۶ء میں موتمر عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں آپ جمعیۃ علماء ہند کے پانچ رکنی وفد میں شریک تھے۔ جس کے سربراہ حضرت مفتی کفایت اللہ تھے۔مولانا علامہ عثمانی نے اس موتمر میں ایسی پراثر تقاریر کیں کہ شاہ عبدالعزیز سمیت پورے عرب کے نمائندگان بھی عجم کے علماء کے تبحر علمی کے سامنے سرنگوں ہوگئے۔مولانا عثمانی سالہا سال تک جمعیۃ علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔جمعیۃ علماء ہند متحدہ قومیت کی حامی تھی۔جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانی دوقومی نظریہ کے علمبردار تھے۔اکتوبر ۱۹۴۵ء کلکتہ کے اجلاس میں ''جمعیۃ علماء اسلام'' قائم ہوئی۔علامہ عثمانی امیر اور مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔آپ ہی کی قائم کردہ جمعیۃ علماء اسلام نے قیام پاکستان کے لئے قائداعظم اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔چنانچہ پاکستان بننے کے بعد آپ نے کراچی میں ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو جناب بانی پاکستان قائداعظم کی موجودگی میں ان کی خواہش پر مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔آپ پاکستان دستور ساز کے رکن منتخب ہوئے اور قرارداد مقاصد منظور کرائی جو آج آئین کا حصہ ہے۔

۱۳ردسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاول پور میں وصال فرمایا۔جسد خاکی کو کراچی لے جایا گیا۔مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔محمد علی روڈ پر مولانا شبیر احمد عثمانی اسلامیہ کالج کے جوار میں مسجد کے قرب میں ابدی استراحت فرما ہیں۔ بعد میں سید سلیمان ندوی کا بھی آپ کے ساتھ مزار بنا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اور فتنہ قادیانیت

مرزا قادیانی ملعون کے پانچ مریدوں (مرتدوں) کو افغانستان میں مختلف اوقات میں بجرم ارتداد سنگسار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کو دیکھو اس وقت بھی افغانستان کی انہی روایات کے باعث افغانستان میں طالبان کی نا صرف خالصۃً اسلامی حکومت قائم ہوئی بلکہ ارتداد کی شرعی سزا بھی نافذ ہوئی۔ جہاں تک قادیانیوں کو سنگسار کرنے کا تعلق ہے''سب سے پہلے عبدالرحمٰن قادیانی کو ۱۹۰۱ء میں والئی افغانستان جناب امیر عبدالرحمٰن نے سنگسار کرایا۔اس کے بعد عبداللطیف قادیانی کو ۱۴رجولائی ۱۹۰۳ء میں والئی افغانستان جناب امیر حبیب اللہ کے زمانہ میں بجرم ارتداد سنگسار کیا گیا۔'' (تاریخ احمدیت ج۳ص ۵۲۸)

اس زمانہ میں مرزا قادیانی زندہ تھا۔افغانستان کے امیر خان عبدالرحمٰن اور امیر حبیب اللہ کے خلاف اس نے بدزبانی کی اور ''تذکرہ الشہادتین'' نامی کتاب تحریر کی۔ اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھو کہ مرزا قادیانی کی تحریری بکواسات کا اسلامی مملکت افغانستان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ خان امان اللہ خان والئی افغانستان کے زمانہ میں قادیانیوں نے پھر وہاں ارتدادی مہم چلانے کی کوشش کی ''تو ۳۱راگست ۱۹۲۴ء کو نعمت اللہ قادیانی اور ۱۲رفروری ۱۹۲۵ء کو عبدالحلیم اور قاری نور علی قادیانی کو بجرم ارتداد قتل کیا گیا۔''

(تذکرہ ص ۵۸۹، طبع سوم)

نعمت اللہ قادیانی کی سنگساری پر لاہوری گروپ کے چیف گرو، لاٹ پادری محمد علی نے پیغام صلح کے ایک مضمون میں ارتداد کی سزا قتل کے خلاف سخن سازی کی۔اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی پر آپ نے ''الشہاب

لرجم الخاطف المرتاب ‘‘ نامی رسالہ تحریر فرما کر قادیانیوں ولاہوریوں کی سخن سازی پر علم کے قفل چھڑا دیئے۔ ڈیڑھ دو ماہ بعد لاہوری گروپ کے محمد علی کی باسی کڑی میں ابال آیا تو اس نے پھر ایک مضمون لکھا۔ آپ نے ’’ تذنیب یعنی ضمیمہ الشہاب‘‘ تحریر کر دیا۔ قادیانی کیا خاموش ہوئے گویا ان کو سانپ سونگھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کے صدقہ میں اس رسالہ کو بمع ضمیمہ کے احتساب قادیانیت جلد۴ میں شائع کیا گیا۔

اسلامیان پاکستان نوٹ کریں کہ پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام حضرت عثمانی کی یہ تحریر ہے۔ پاکستان کی نظریاتی کونسل نے ارتداد کی سزا قتل کی سفارش کر دی ہے۔ حکومت کب اسے قانون کا درجہ دیتی ہے؟ لیکن ...... کہ جب بھی پاکستان میں سرکاری سطح پر ارتداد کی سزا نافذ ہوئی وہ دن قادیانیت کے خاتمہ کا دن ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز!

الشہاب کا تعارف

۱۸؍صفر ۱۳۴۴ھ، مطابق ۱۹۲۴ء کو اس مقالہ میں اصول اربعہ فقہ، یعنی قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے قتل مرتد کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ۳۱؍اگست ۱۹۲۴ء کو بعد نماز ظہر اتوار کے دن شیر پور (چھاؤنی کابل) میں شاہ امان اللہ خان نے نعمت اللہ خان قادیانی اور اس کے جاسوس رفیق عبداللطیف کو مرتد قرار دے کر ہزاروں کے مجمع میں سنگسار کرا دیا تھا جس پر لاہوری اور قادیانی مرزائی چلّا اٹھے اور انہوں نے اس سزا کو خلاف شریعت ثابت کرتے ہوئے سخت احتجاج کیا۔ اخباروں اور رسالوں میں بحثیں رہیں۔ مولانا عثمانی نے یہ مقالہ اسی سلسلہ میں تحریر فرمایا تھا اس تصنیف کا حوالہ مولانا عثمانی نے اپنی تفسیر حاشیہ قرآن مجید مطبوعہ مدینہ پریس میں ص ۲۲۹ فوائد صفحہ نمبر ۲۲۸ میں اس طرح دیا ہے، اور احقر نے کچھ خلاصہ رسالہ ’’الشہاب‘‘ میں درج کیا ہے۔‘‘ اس کتاب کے آخر میں شبیر احمد عثمانی دیوبند ۱۸؍صفر ۱۳۴۴ھ درج ہے۔

اس طرح علامہ شبیر احمد عثمانی نے حضرت شیخ الہند کے ترجمہ پر اپنی تفسیری حواشی میں جگہ جگہ قادیانی نظریات کا رد کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود نے کہا کہ قرآنی آیت ’’مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ کا مصداق قادیانی ہے تو علامہ عثمانی نے اس نظریہ پر نقد کرتے فرمایا۔

بشارت احمد ﷺ

’’یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سناتے آئے ہیں۔ لیکن جس صراحت سے وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی۔ وہ کسی اور سے منقول نہیں شاید قرب عہد کی بناء پر خصوصیت ان کے حصہ میں آئی ہوگی۔ کیونکہ ان کے بعد نبی آخر الزمان کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ یہود ونصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور متعصّبانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل تورات وانجیل کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیائے سابقین خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام نے خاتم الانبیاء ﷺ کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی اور اسی لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے صاف اور صریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے جھٹلانے لگے۔ تاہم یہ بھی خاتم الانبیاء ﷺ کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اس قدر قدرت نہیں دی کہ وہ اس کے

آخری پیغمبر ﷺ کے متعلق تمام پیشین گوئیوں کو بالکلیہ محو کر دیں کہ ان کا کچھ نشان باقی نہ رہے۔موجودہ بائبل میں بھی بیسیوں مواضع میں جہاں آنحضرت ﷺ کا ذکر قریب تصریح کے موجود ہے اور عقل وانصاف والوں کے لئے اس میں تاویل وانکار کی گنجائش قطعاً نہیں اور انجیل یوحنا میں تو فارقلیط یا پیرکلوطوس والی بشارت اتنی صاف ہے کہ اس کا بے تکلف مطلب بجز احمد (بمعنی محمود وستودہ) کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بعض علمائے اہل کتاب کو بھی ناگزیر اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس پیشین گوئی کا انطباق پوری طرح روح القدس پر اور نہ بجز سرور عالم ﷺ کسی اور پر ہو سکتا ہے۔'' (تفسیر عثمانی پارہ نمبر۲۸،سورۂ صف رکوع نمبر۹)

مذکورہ تفسیر اور تحقیق کی روشنی میں علامہ ایسے مفسر نے جس انداز سے بحث کی ہے وہ نہ صرف انجیل کی پیشین گوئی پر سیر حاصل تبصرہ ہے بلکہ قادیانیوں کی غیر فطری جرأت اور احمقانہ بیوقوفی سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مذکورہ آیت میں احمد سے مراد سرور عالم ﷺ کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام اہل سنت والجماعت کی روشنی میں

علامہ ایسے مفسر کے اہم اور مایہ ناز تفسیری مقامات وحصص میں سورۂ آل عمران کی تفسیر ان کی تحقیق وتدقیق کا جوہر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر مع جسم جانے کے سلسلہ میں مولانا اہل سنت والجماعت کی منقولہ تفسیر کی پوری شدومد سے تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ورنہ مولانا اپنے بعض معاصرین کی طرح خود بھی مختلف منطقیانہ خیالات میں پھنس کر مختلف قسم کے دلائل پیش کر سکتے تھے۔لیکن چونکہ ان کے سامنے اجماع علماء، روایات متواترہ اور عقیدۂ متفقہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کا پیش نظر ہے۔اس لئے منقولات کے سامنے انہوں نے معقولات کے ہتھیاروں کو ڈال دیا ہے۔حسب ذیل آیت کی تفسیر جو حضرت مفسر نے کی ہے۔پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے:

''اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون (آل عمران:۵۵)'' ﴿جب کہ اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور کافروں سے تجھے پاک کردوں گا اور جو تیرے تابع ہیں ان کو کافروں سے قیامت تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو میری طرف پھر آنا ہے پھر میں تمہارا اس بات میں جس میں جھگڑتے تھے فیصلہ کروں گا۔﴾

(تفسیر) امت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کر لیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دنیا کفر وضلالت اور دجل وشیطنت سے بھر جائے گی تو خدا تعالیٰ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل (حضرت مسیح علیہ السلام) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک نہایت وفادار جنرل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دے گا کہ انبیاء سابقین کو بارگاہ خاتم النّبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔صلیب کو توڑیں گے۔نصاریٰ کے باطل عقائد وخیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو ایمان کے راستہ پر ڈال دیں گے۔اس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلافات مٹ مٹا کر ایک خدا کا سچا دین رہ جائے گا۔اسی وقت کی نسبت فرمایا:''وان من اھل الکتاب الّالیؤمننّ بہ قبل موتہ (نساء:۱۵۹)''

بہرحال میرے نزدیک ’’ثم الیّ مرجعکم ‘‘صرف آخرت سے متعلق نہیں بلکہ دنیا وآخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر’’فی الدنیا والآخرہ ‘‘ کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے اور یہ اس کا قرینہ ہے کہ ’’الیٰ یوم القیامۃ ‘‘کے معنی قرب قیامت کے ہیں۔ چنانچہ احادیث صریحہ میں مصرح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک وقت ضرور آنے والا ہے جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہ جائے گا۔

چند امور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں۔ لفظ توفی کے متعلق کلیات ابوالبقا میں ہے۔’’التوفی الاماتۃ وقبض الروح وعلیہ استعمال العامۃ والاستیفاء واخذ الحق وعلیہ استعمال البلغاء‘‘ (توفی کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بلغأ کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا) گویا ان کے نزدیک موت پر بھی’’توفی ‘‘ کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خداتعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لے لی تو اسے بطریق اولیٰ ’’توفی ‘‘ کہا جائے گا۔ جن اہل لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو توفی نہیں کہتے۔ نہ کوئی ایسا ضابطہ بتلایا ہے کہ جب توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو بجز موت کے اور کوئی معنی نہ ہوسکیں۔

ہاں! چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع، بدن سے جدا کر کے ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت وعادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اس کے ساتھ لکھ دیتے ہیں۔ ورنہ لفظ کا لغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے۔ دیکھئے:’’اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (زمر:۴۲)‘‘میں’’توفی نفس ‘‘(قبض روح) کی دو صورتیں بتلائیں۔ موت اور نیند اس تقسیم سے نیز’’توفی ‘‘کو’’انفس ‘‘پروارد کر کے اور’’حین موتھا ‘‘ کی قید لگا کر بتلا دیا کہ توفی اور موت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قبض روح کے مختلف مدارج ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔ دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔ قرآن کریم نے بتا دیا کہ وہ دونوں پر توفی کا لفظ اطلاق کرتا ہے، کچھ موت کی تخصیص نہیں۔’’یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار (انعام:۶۰)‘‘اب جس طرح اس نے دو آیتوں میں نوم پر توفی کا اطلاق جائز رکھا۔ حالانکہ نوم میں قبض روح بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر آل عمران اور مائدہ کی دو آیتوں میں توفی کا لفظ قبض روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کون سا استحالہ لازم آتا ہے۔ بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ توفی کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت یا نوم میں خداتعالیٰ آدمی سے کوئی چیز وصول کر لیتا ہے۔ اس لئے لفظ توفی کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اوّل اس لفظ کا استعمال شروع کیا تو اسی کو حق ہے کہ موت ونوم کی طرح اخذ روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کرے۔

بہرحال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک’’توفی ‘‘سے موت مراد نہیں اور ابن عباسؓ سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کما فی روح المعانی وغیرہ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں۔ بلکہ تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا

ہے اور اکمال اکمال العلم میں امام مالک سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھلائے ان میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کی رفع السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب مٹی کا ایک پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرند بن کر اوپر اڑ چلا جاتا ہے۔ کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور روح القدس کے نفخہ سے پیدا ہوا۔ یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔ جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔ جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جائیں۔ اگر وہ اس موطن کون وفساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر زندہ اور تندرست رہے تو کیا استبعاد ہے۔''قال قتادہ فطار مع الملائکۃ فھو معھم حول العرش وصار انسیا ملکیا سماویا ارضیا (بغوی)'' (قرآن کریم بتفسیر عثمانی ص۷۳،۷۴)

فاضل محقق مفسر کی مذکورہ تفسیر کو تنقیدی حیثیت سے مطالعہ کیا جائے اور مبصرانہ نظر سے تفسیری قدروں پر غور کیا جائے تو حسب ذیل خصوصیات کا پتہ چلتا ہے۔

تفسیر، متقدمین اہل سنت والجماعت کے مسلک پر ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ اور احادیث متواترہ کے پیش نظر منطق اور فلسفہ مادی نظریات کے اشکالات مولانا کے خیالات کو مغلوب نہیں کر سکے۔ مولانا منقولات صحیحہ کے مقابلہ میں معقولات ناقصہ کو مغلوب سمجھتے ہیں اور منقولات کے لئے مدلل تائیدات کے ہتھیار لے کر قوت علمیہ کی روشنی میں فلسفہ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ باوجود بہترین منطقی اور فلسفی ہونے کے منقولات شرعی پر معقولات کا ہاتھ اونچا نہیں رکھتے۔ لیکن معقولات ہی کی روشنی میں منقولات کو ثابت کرتے ہیں۔ جابجا سلف کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ احادیث صحیحہ کو ہر حال میں اپنی تفسیر کا سہارا بناتے ہیں۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی میں سلف صالحین یعنی حافظ ابن حجر، ابن کثیر، قتادہ اور اجماع کو نقل کر کے مسئلہ رفع کا یقینی پہلو متعین کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور واپس آنے پر احادیث صحیحہ اور آیت قرآنی سے تفسیر کی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اور ''لیؤمنن بہ قبل موتہ'' سے پیش کی ہے۔''ثم الیّ مرجعکم''میں دین مصطفوی کا تمام لوگوں کو اختیار کرنے کی طرف صراحت اور''فی الدنیا والآخرہ''کا قرینہ کہ دنیا میں بھی دین محمدی ﷺ کی طرف لوٹ کر آنا گویا اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ یہ تفسیری موشگافیاں مولانا عثمانی کی پختگی درایت پر دال ہیں اور ان کے تفسیری کمال پر روشن اور واضح نشانات ہیں۔

لفظ توفی پر ابو البقا کا قول نقل کر کے اور قرآنی روشنی اور آیات سے تائید مزید پیش کر کے نہایت محققانہ لغوی بحث کی ہے۔ یہ لغوی بحث جو نہایت منصفانہ انداز میں کی گئی ہے۔ دل کو اپیل کرتی ہے اور مستقیم طبیعت اس کو قبول کرتی ہے۔ توفی کی بحث کے ماتحت جب کہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو موت ہی مراد لینے کی نفی کر کے علم نحو کے ایک نکتہ کو حل کیا ہے۔ نیز بلغاً کے نزدیک توفی کے معنی پر روشنی ڈال کر بلاغت معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور سب سے بہترین چیز جو تفسیر میں ہے وہ مولانا عثمانی کا طرز استدلال، ترتیب مضمون، عبارت کا ادبی شکوہ اور شوکت ہے جس سے ان کے دماغ کی صفائی اور جودت کا پتہ چلتا ہے۔ گویا صرف اسی ایک تفسیری ٹکڑے میں کتنے ایک نمونے موجود ہیں جو مولانا کی تفسیری اہلیت کا پتہ دیتے ہیں اور جس سے مولانا کا علم حدیث، علم اصول

فقہ، علم عقائد، علم نحو، علم معانی، علم ادب، علم لغت، علم مناظرہ پر عبور کا پتہ چلتا ہے۔ یہی مطلب ہے مولانا عبدالماجد دریابادی کا کہ مولانا نے اپنی تفسیر کا مدار اہل سنت والجماعت کے مسلک پر رکھا ہے۔ صرف اسی ایک آیت رفع عیسیٰ علیہ السلام کی تفسیر میں مولانا کو کتنی محنت اٹھانا پڑی اور کتنی کتابیں دیکھنی پڑی ہیں۔ ان کے حوالے خود آپ کے سامنے ہیں۔ مثلاً کلیات ابوالبقاء، روح المعانی، تلخیص الحبیر حافظ ابن حجر، اکمال اکمال العلم، ابن کثیر، قتادہ کا قول بواسطہ بغوی۔

حوالہ ہائے کتب واقوال

علامہ مفسر نے اپنی تمام تفسیر میں جتنی کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور حوالہ دیا ہے۔ ان میں تمام کا تو نہیں البتہ سرسری طور پر جتنی کتابوں کے حوالے میں نے پڑھے ہیں وہ حسب ذیل پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ کو ان کے تفسیری مطالعہ کا اندازہ ہو سکے گا۔

بخاری، مسلم، ترمذی، طحاوی، خفاجی، تورات، انجیل، دائرۃ المعارف فرید وجدی، معجم البلدان، علامہ یاقوت، تفسیر عزیزی، احکام المرجان فی احکام الجان، جلالین، تلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر، اکمال اکمال العلم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر امام رازی، روح المعانی، فتح القدیر، شامی، الجواب الصحیح ابن تیمیہ، الفارق بین المخلوق والخالق، سیرت محمد ابن اسحاق، تاریخ فرشتہ، بیان القرآن مولانا تھانوی، موضح القرآن شاہ عبدالقادر، قبلہ نما مولانا محمد قاسم، احکام القرآن ابوبکر رازی حنفی، اسفار اربعہ صدر شیرازی، البحر ابوحیان، تفسیر حقانی مولانا عبدالحق، عقیدہ الاسلام شاہ انور شاہ، ارض القرآن سلیمان ندوی، طبرانی، درمنثور، حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ارض النجوم، آب حیات مولانا محمد قاسم، ابلدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع، مزار، فتوحات شیخ اکبر، مدارک، کتاب الفصل ابن حزم، تلخیص ذہبی، زیلعی کی تخریج ہدایہ، مسند احمد، طبرانی، کلیات ابوالبقاء، عقیدۃ الاسلام، الیواقیت والجواہر عبدالوہاب شعرانی، بدائع الفوائد ابن قیم، مستدرک از حاکم، روح البیان۔

یہ تو تھیں کتابیں لیکن ان کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اقوال جنید بغدادی، وصیت بعض حکماء اعمش سیبویہ نحوی، ابن جریج، امیر عبدالرحمٰن خان، بنت قیس کے حوالے دیتے ہیں۔

اور ''انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد (مومن:۵۱)'' ﴿اور ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن کہ گواہ کھڑے ہوں گے مدد کرتے ہیں۔﴾

اور ''وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم (نور)'' ﴿اور اللہ نے تم ایمان والوں اور عمل صالح والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ البتہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا ان سے پہلے لوگوں کو اور البتہ ان کے لئے ان کے دین کو مضبوط کرے گا جس کو ان کے لئے پسند کیا۔﴾

یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی۔ ''لوح محفوظ'' اور ''ام الکتاب'' میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اعلان فرمایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب ''زبور'' ۳۷۔۲۹ میں ہے کہ ''صادق، زمین کے

وارث رہے۔ شرق وغرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی۔ عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ دین حق کا ڈنکا چاردانگ عالم میں بجادیا اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔ ''ان اللہ تعالیٰ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها وان امتی سیبلغ ملکها مازوی لی منها'' اور اسی قسم کی پیشین گوئی امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔''

فرقہ قادیانیت اور ختم نبوت

گزشتہ صفحات میں ''یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک'' میں عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے پر لفظ توفی اور رفع جسمانی پر نہایت فاضلانہ معنوی اور لفظی بحث کی ہے۔ اس بحث سے فرقہ مرزائیہ قادیانیہ کا صاف ابطال ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔ مگر مولانا نے مرزائیوں کا نام تک نہیں لیا یا مثلاً ''ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه'' کے ماتحت لکھتے ہیں: ''یعنی جب خدا کا دین اسلام اپنی مکمل صورت میں آ پہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جاسکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس، بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔ اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت وہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہئے کہ یہ ہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔''

یا مثلاً: ''وجعلنا ابن مریم وامه ایة واوینهما الیٰ ربوة ذات قرار ومعین'' (اور ہم نے ابن مریم اوران کی ماں کو آیت بنایا اوران دونوں کوایک ٹیلے پر جہاں ٹھہرنے کا موقع اور صاف پانی تھا ٹھکانا دیا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''شاید یہ وہی ٹیلا یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں۔ وہ جگہ بلند تھی نیچے چشمہ یا نہر جاری تھی اور کھجور کا درخت نزدیک تھا۔ ابن کثیر۔

لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک ظالم بادشاہ ہیردیس نامی نجومیوں سے سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سرداری ملے گی۔ لڑکپن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم الہام ربانی سے ان کو مصر لے کر چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ انجیل متی میں بھی یہ واقعہ موجود ہے اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار رود نیل کے ہے۔ ورنہ غرق ہو جاتا اور معاء معین رود نیل ہے۔ بعض نے ''ربوہ'' اونچی جگہ سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ مریم ٹیلے پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ بہرحال اہل اسلام میں سے کسی نے ربوہ سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہمارے زمانے کے بعض زائغین نے ''ربوہ'' سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے جس کا کوئی ثبوت تاریخی نہیں۔ محلہ خان یار شہر سری نگر میں جو قبر یوزاسف کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت تاریخ اعظمیٰ کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا تھا۔ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا پرلے درجہ کی سفاہت اور بے حیائی ہے۔''

ان تمام عبارتوں میں مفسر موصوف نے قادیانیوں کی پوری تردید کی ہے۔مگر قادیانیوں یا مرزاغلام احمد کا نام تک نہیں لیا۔

نزول عیسیٰ بن مریم کے اسرار وحکم

محدث پاکباز علوم حدیثیہ میں حسب اقتضائے مقام اسرار اور حکمتوں کے دریا بہاتے وقت حقیقت کی روح اور معرفت کے گہرہائے آبدار پیش کرنے میں جو کمال رکھتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔وہ جابجا حضرت محی الدین ابن عربی جو شیخ اکبر کے نام سے معروف ومشہور ہیں کے بیان کردہ اسرار وحکم اور اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مولانا محمد قاسم کے اسرار بیان فرماتے ہیں اور حق یہ ہے کہ وہ خود بھی اسرار وحکم کے دریا ہیں۔اب ایک اور حدیث کے ضمن میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق ہے محدث پاک باز نے جو حکمتیں اور اسرار پیش کئے ہیں قابل غور ہیں۔حدیث حسب ذیل ہے:

”قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد “ ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے۔ایک منصف حکم بن کر پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ہٹادیں گے اور مال بہت ہو جائے گا۔تاآنکہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔﴾

حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو لوگوں میں انصاف سے فیصلے دیں گے اور نصرانیت کو توڑ دیں گے کہ عیسائی بھی اسلام یعنی دین محمدی قبول کریں گے اور خنزیر کے کھانے کو حرام قرار دیں گے۔جیسا کہ دین محمدی میں ہے اور تمام بنی نوع انسان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کسی کو جزیہ ادا کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی یا یہ کہ کثرت مال کے باعث کوئی جزیہ قبول نہ کرے گا اور جزیہ دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی اور یہ بھی بعض نے مطلب بیان کیا ہے کہ کافروں پر بے محابہ جزیہ قائم کردیں گے۔جو بھی ایمان نہ لائے ہوں گے یعنی ابتدائی نزول کے وقت۔

اس مطلب حدیث کے بعد محدث پاکباز نے نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی جو حکمت تحریر فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے:”عبد ضعیف (محدث عثمانی) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی صفت انعام اور انتقام کو ظاہر کرے تو اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اسی مخلوق کی مختلف قسمیں بنائیں۔پس اس نے ایمان اور ہدایت کے چشمے انسان کی جنس سے علاوہ پیدا کئے اور وہ فرشتے ہیں اور نوع انسانی میں انبیاء اور رسل علیہم السلام ہیں اور اس نے کفر اور گمراہی کی کانیں اگائیں جو غیر نوع انسانی میں سے ہیں اور وہ شیاطین ہیں اور نوع انسانی میں سے وہ دجال کذاب ہیں کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔پس پہلے (فرشتے اور انبیاء) وہ نیک بختوں کے سردار ہیں جو اللہ کی عنایت اور فضل کے گھر میں اترتے ہیں اور اس خدائے پاک اور بلند کی رضا اور رحمت کے ظاہر ہونے کی جگہ میں اور دوسرے (یعنی شیطان اور کذاب دجال) وہ بدبختوں کے سردار ہیں جو خداوند تعالیٰ کے غضب اور سزا کی جگہ میں گرتے ہیں اور اس کے غصہ اور عذاب کے ظاہر ہونے کی جگہ ہیں۔اسی طرح دونوں فریقوں میں جنگ قائم ہے اور دونوں جانب میں اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی صفات کے

واقع ہونے والے نظام تجاذب کے تقاضے کے مطابق مخالفت واقع ہے۔ چنانچہ اللہ کے فرشتے ایک طرف اور شیاطین دوسری طرف اور خدا کے دوست ایک جانب ہیں اور یہ دونوں فریق ہمیشہ برسرپیکار وقتل ہر زمانہ میں رہتے ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے کے مخالف رہیں گے تا آنکہ اللہ کا حکم آ جائے اور اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے ہر ایک کو پہنچائے جاتا ہے ان کو اور ان کو ہمارے رب کی بخشش میں سے اور ہمارے رب کی بخشش روکی نہیں گئی۔

دیکھو کس طرح اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور البتہ آخرت فضیلت اور درجات کے اختیار سے زیادہ بڑی ہے اور یہ بات معلوم اور یقینی ہے کہ جب کبھی اس امت میں کوئی دجال کذاب ظاہر ہوا تو سید الانبیاء ﷺ کے ورثہ میں سے کوئی شخص یا قوم دجال کے مکر اور حیلوں کی کاٹ کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس کے ہتھکنڈے دھرے رہ گئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچے کی مدد کی ہے اور جھوٹے کو ذلیل کیا ہے اور یہ کشمکش رحمان اور شیطان کے دوستوں میں جاری رہے گی۔ تا آنکہ مشرق سے کفر کا سردار اللہ کا سب سے بڑا دشمن دجال اعظم خروج کرے گا جس سے ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے اور اس پر جا کر دجل اور کذب کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس پر کفر اور نوع انسانی کی گمراہی کے مراتب انتہاء کو پہنچ جائیں گے۔ حتیٰ کہ اس کا کفر اس کی روح سے اس کے جسم کی طرف تجاوز کرے گا اور اس کے دل سے کفر چہرہ پر نمودار ہو گا۔ چنانچہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ک ف ر) لکھا ہوا ہو گا اور وہ خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ وہ ملعون کانا ہو گا اور اپنے ساتھ وہ جنت اور دوزخ جیسی جنت اور دوزخ رکھتا ہو گا اور اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو چادریں اوڑھے ہوں گے۔ اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے جو تمام شہروں کو سوائے مکہ اور مدینہ کے روند ڈالیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ برسنے لگے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگنے لگے گی اور ویرانوں کو حکم دے گا اور کہے گا کہ تم اپنے خزانے اگل دو تو وہ خزانے اس کے پیچھے پیچھے شہد کی بادشاہ مکھی کی طرح ہولیں گے اور ایک شخص کو حکم دے گا تا آنکہ سر سے لے کر دونوں پاؤں کے درمیان تک...... سے چیر دے گا اور اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان وہ چلے گا پھر اس کو کہے گا کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو جائے گا اور اس فتنے سے بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہوسکتا۔ اس وقت مسلمان مبتلا کئے جائیں گے اور سخت زلزلہ میں آئیں گے تو ظاہر یہ ہے کہ ان دجالوں اور جھوٹوں کے منڈ کے مقابلہ میں خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ جن کے متعلق اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں مقابلہ پر آئیں جن کے جھنڈے کے نیچے قیامت کے دن آدم وغیرہ ہوں گے جن کے لئے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے دعا کی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی آمد کی بشارت دی اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے اگر وہ زندہ ہوتے تو آپ کے اتباع کے بغیر چارا نہ تھا۔ تا آنکہ آپ پر نبوت اور رسالت کے مراتب کی انتہاء ہو گئی اور ختم نبوت کے آثار جو کہ روح کی صفت میں آنحضور ﷺ کے جسم میں سرایت کر گئے یہی وجہ ہے کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر تھی جو آپ کی صداقت کی نشانی تھی اور آنحضور ﷺ اللہ کے کامل بندے تھے جن کو خدا نے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ لہٰذا روئے زمین پر وہی کامل بندے تھے جن کو خدا نے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ لہٰذا روئے زمین پر کوئی گھر کسی قسم کا ایسا نہ رہے گا کہ اللہ اپنے سچے دین کو اس میں داخل نہ کرے گا۔ پس ایسی صورت میں زیادہ مناسب جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ نبی ﷺ بذات خود دشمن خدا کے مقابلہ میں اپنی امت کے دفاع میں آئیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو بلند بنایا ہے اور دجال جیسے ذلیل کے مقابلہ میں آپ کا آنا آپ کی شان سے گری ہوئی بات ہے۔ اس لئے البتہ امت مرحومہ کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام

(خاتم انبیائے بنی اسرائیل کو آسمان پر) زندہ باقی رکھا ہوا ہے اور جو روح اللہ کے لقب سے ملقب ہیں اور آثار حیات کے غلبہ کے باعث زندہ قائم صحیح اور اب تک بلند محفوظ جگہ میں اور اس جگہ میں جہاں مرنے جینے کا مقام ہی نہیں تازہ رو موجود ہیں۔ اس لئے آپ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور شریعت انجیل سے فیصلہ نہیں بلکہ خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے اور آنحضور ﷺ کے قائم مقام ہو کر آپ کے دشمن کو ہلاک کرنے اور دین محمدی کو تمام دینوں پر غالب کرنے یہودیوں کا دجال کی پیروی کا تاروپود بکھیرنے اور نصرانیت کے نشانات کو مٹانے اور جو کچھ نصرانیوں نے دیانت صادقہ کو مٹادیا ہے اس کی اصلاح کرنے کا کام کریں گے اور یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بڑی اور خاص صفت معبود مطلق کا عبد مطلق ہونا ہے۔ چنانچہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے قول ”وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدًا“ میں عبداللہ رکھا گیا ہے اور یہ خاص لقب قرآن کریم میں انبیاء میں سے کسی نبی پر بھی تو اصلی طور پر نبی اکرم ﷺ کے سوائے نہیں بولا گیا۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ”انی عبد الله“ (میں اللہ کا بندہ ہوں) میں قول خداوندی سے حکایت کے طور پر ہے۔ پس یہ ایک لطیف اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عیسیٰ علیہ السلام کو محمد ﷺ کے ساتھ خالص عبدیت اور خاص خاص صفات واوصاف میں خاص مناسبت ہے۔ لہٰذا گہوارہ میں ”انی عبد الله“ کہنے والا شخص تمام انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت اس امر کا زیادہ اہل ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کا والی اور نائب بنا کر بھیجا جائے تاکہ وہ ان کی امت کی مدد کرے اور ان کے دشمن کو ہلاک کرے جو کہ بندہ ہونے سے منہ چڑھاتا ہے اور معاذ اللہ اپنی ذات کے لئے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس تقابل کی عمدگی اور بھی زیادہ عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے لئے خالص بندہ ہونے کے دعوے کی صورت میں ہو جاتی ہے۔ جب کہ ایک بڑی امت نے ان کو معبود بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان اقوال سے جو ظالم مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت کے بندے کہتے ہیں بلند و برتر ہے۔ پھر وہ خلاف عادت امور جو مردود دجال سے استدراج کے طور پر مردوں وغیرہ کو زندہ کرنے کے بعینہ اسی طرح کے ہیں جس طرح وہ خوارق عادات جو معجزہ کے طور پر عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظہور میں آئے ہیں اور عظیم برکتیں جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظہور میں آئیں گی تو عیسیٰ علیہ السلام دجال ملعون کے ہلاک کرنے کے اس حیثیت سے بھی زیادہ حقدار ہیں۔“

مذکورہ بالا اسرار و حکمت کا مطالعہ کیجئے کہ محدث پاکباز نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور آسمان پر زندہ جانے کے متعلق کیا کیا موتی پروئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ کفر کا بھی ایک انتہائی مقام ہے اور ایمان وہدایت کا بھی۔ کافر اعلیٰ کے لئے خدا کا سب سے اعلیٰ بندہ ہی مقابلہ کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ اسی تقابل اور تضاد سے کائنات بھری پڑی ہے۔ بقول ذوق۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو زیب اختلاف ہے

غرضیکہ آخری زمانہ کے دجال کذاب کے لئے جو کفر کا اعلیٰ فرد ہوگا اعلیٰ واکمل ہستی کی ضرورت ہے اور وہ رسول مقبول ﷺ ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آپ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ آپ اس کے مقابلہ کے لئے تشریف لائیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو کئی وجوہ سے نبی اکرم ﷺ سے مناسبت ہے اور جو آسمان پر اٹھائے گئے ہیں دجال کو قتل فرمائیں گے۔ غرض علامہ محدث، حدیث کے اسرار و حکمت پر اپنے اور دیگر اہل اسرار کے خیالات پیش کر کے علم حدیث کا حق ادا کرتے ہیں۔

ختم نبوت مولانا عثمانی کی نظر میں

مولانا شبیر احمد عثمانی کے کلامی مسائل کا کچھ حصہ جن میں چند مسائل پر مختلف الخیال جماعتوں کے غلط عقائد پر نقد ونظر ہے اور اسلامی صحیح نظریات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ بطور نمونہ ہم نے پیش کیا ہے جو ان کے علم کلام اور ان کی مجتہدانہ قوتوں کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ آخر میں چل کر میں ان کی بعض ایسی کلامی تحقیقات اور خیالات کو پیش کر کے اپنے اس مقالہ کو ختم کرنا بہترین تفاول اور برکت یقین کرتا ہوں جن میں علامہ عثمانی نے محمد عربی ﷺ کو آخری نبی ثابت فرمایا ہے اور یہ کہ نبوت ختم ہو چکی اور آپ ﷺ کے بعد اب اور کسی قسم کا کوئی نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ عثمانی ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰)'' ﴿نہیں ہے محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں پر مہر ہیں۔﴾ کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لئے آپ کی نبوت کا دور سب نبیوں کے بعد رکھا گیا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی آخر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے۔ خود ان کی نبوت اور رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا جیسے آج تمام انبیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔ مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری وساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زمین پر زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں۔ حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام مراتب وکمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النّبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ﷺ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔ ختم نبوت کے متعلق قرآن وحدیث اور اجماع وغیرہ سے سینکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مطالعہ کے بعد ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔'' (قرآن مجید مطبوعہ بجنور بتفسیر عثمانی احزاب)

عقیدۂ ختم نبوت کو عثمانی نے عقلی دلیل سے بھی خوب ثابت فرما دیا ہے۔ یعنی جس طرح آفتاب کی روشنی تمام روشنیوں کا مرکز اور خاتمہ ہے اور رات کو ستارے اور چاند اگرچہ سورج غائب ہوتا ہے اسی کے نور سے روشن رہتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ بھی آفتاب نبوت ہیں اور تمام انبیاء چاند اور ستاروں کی مانند ہیں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر شریعت محمدیہ کو ترجیح دیں گے۔

حضرت علامہ عثمانی مسلم کی شرح فتح الملہم میں امام مسلم کے خطبہ کتاب کے لفظ خاتم النّبیین کی شرح میں حسب ذیل تحقیقات ختم نبوت کے بارے میں پیش فرماتے ہیں جو اپنی جگہ ٹھوس اور آخری ہیں۔ لکھتے ہیں:

خاتم النّبیین ''ت'' کے زبر اور زیر کے ساتھ یعنی آنحضرت ﷺ انبیاء میں آخری نبی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور (امام مسلم نے) خاتم المرسلین نہیں کہا بلکہ خاتم النّبیین کہا ہے۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ رسولوں کے بھی خاتم ہیں تو یہ اس لئے کہ نبوت رسالت سے باعتبار بشر عام ہے اور عام کی نفی سے خاص کی نفی لازمی طور پر ہو جاتی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین

ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین بھی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں۔ اس کے برعکس خاتم الرسول کی نفی سے خاتم النّبیین کی نفی نہیں ہوتی۔ البتہ خاتم النّبیین کے ساتھ خاتم المرسلین کہنا فضول ہے۔

حضرت مولانا انورشاہ کشمیری نے اکفار الملحدین میں لکھا ہے کہ یہ (یعنی خاتم الانبیاء پر نبوت کا خاتمہ اور انقطاع) ایسے امور سے ہے کہ جس کی ہماری نبی ﷺ نے خود شہادت دی ہے اور مردوں میں سے زید بن حارثہ نے بھی موت کے بعد کلام کر کے گواہی دی اور کہا کہ محمد اللہ کے رسول نبی امی خاتم النّبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور یہ عقیدہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ پھر انہوں نے کہا ''صدق صدق'' اسی لفظ کے ساتھ مواہب وغیرہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

اور میں نے مقدمہ فتح الملہم میں ذکر کیا ہے جو کہ ختم نبوت کی حدیثوں کو بعض ہمارے فضلائے زمانہ نے جمع کیا ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ کو پہنچتی ہیں۔ ان میں سے تقریباً تیس حدیثیں صحاح ستہ کی ہیں اور امت مرحومہ نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے اور جس نے ختم نبوت کا انکار کیا اسے کافر کہا ہے اور صاحب فتوحات نے تو ختم نبوت کی تصریح کر دی ہے جس سے بعض جھوٹوں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کو باقی اور جاری رکھنے کی دلیل پکڑی ہے اور ان (صاحب فتوحات) کا یہ فیصلہ ہے۔ جس طرح وہ شخص کہ اس کو مبشرات دی جائیں جو کہ اجزائے نبوت کا ایک جز ہے۔ اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہ ہو پس اللہ کی عام رحمت کے ذریعہ سمجھو کہ نبوت کا بولا جانا اسی شخص کے لئے ہوتا ہے جو تمام شرائط نبوت سے متصف ہو۔ پس اسی کو نبی کہا جائے گا اور اس قسم کی نبوت جو تمام شرائط کے ساتھ ہو ہم پر بند کر دی گئی ہے اور ختم کر دی گئی ہے۔ کیونکہ نبوت کی شرطوں میں سے ہے کہ شریعت کے متعلق فرشتہ کا وحی لانا ہے جو صرف نبی کے لئے ہے۔ (فتوحات ج۳ص۵۶۸)

اور ایک اور جگہ پر صاحب فتوحات نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جز ہے۔ صرف نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز لوگوں کے لئے رہ گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نبوت اور نبی کا لفظ سوائے صاحب شریعت اور کسی پر نہیں بولا جاسکتا۔ یہ نبوت کا نام (کسی کے لئے) بوجہ نبوت میں مقررہ وصف کے بند کر دیا گیا۔ (فتوحات ج۲ص۴۹۵)

علامہ شہیر نے طبقات میں لکھا ہے: ''کمالات نبوت کے پائے جانے کے باوجود نبوت کا (اس شخص میں) پایا جانا ضروری نہیں اور فتوحات کی اور ایک جگہ میں ہے کہ اب نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء کے لئے تعریفات کے سوائے کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر خداوندی اور نواہی کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ پس جس نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے ایسی شریعت کا دعویٰ کیا جو اس کی طرف وحی کی گئی خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔'' (فتوحات ج۳ص۵۱)

اور فتوحات کے اکیسویں باب میں ہے: جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ (ہرگز) صحیح نہیں ہے۔ یہ دھوکا ہے۔ کیونکہ حکم کلام کی قسم میں سے ہے اور کلام کی صفت ہے اور یہ اور تمام لوگوں پر دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (الیواقیت ج۲ص۳۴)

یہ ہیں وہ تحقیقات جن میں مسئلہ ختم نبوت کا مختتم فیصلہ علامہ عثمانی نے ائمہ وعلمائے امت کے فیصلوں کے مطابق پیش کیا ہے جن کی روشنی میں ان باطل فرقوں کا دجل وفریب بے نقاب ہو کر رہ جاتا ہے جو کسی قسم کے نبی کو آنحضور ﷺ کے بعد آنا جائز سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا جو محمد عربی ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا سمجھتے ہیں۔ صاحب فتوحات کے اقوال بھی علامہ عثمانی نے پیش کئے ہیں جن میں ختم نبوت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے جن کے قول سے بعض مدعی نبوت استدلال پیش کرتے ہیں۔ اسی ختم

نبوت پر میں قاسم ثانی علامہ عثمانی کے کلامی حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

تردید قادیانیت اور علامہ عثمانی

جناب مفتی محمد شفیع صاحب حیات انور کے اپنے مقالہ میں مولانا عثمانی کے متعلق فیروز پور کی ایک تقریر کا اثر جو قادیانیت کی تردید میں آپ نے فرمائی تھی تحریر فرماتے ہیں: ''اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوگیا۔ ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ عین مجلس مناظرہ میں نظر پڑی کہ حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مع چند دیگر علماء کے تشریف لا رہے ہیں۔ مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں ایک یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دجل کے شکار ہو چکے تھے (قادیانی ہو چکے تھے) اس مناظرہ اور تقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔'' (حیات انور ص۲۶۰)

جناب مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریر سے واضح ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی تقریروں نے مرتد لوگوں کو کس طرح اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور توفیق سے پھر اسلام کے دائرے میں لا کھڑا کیا۔ کسی مرتد کو اسلام کے دائرہ میں واپس لانا جتنا مشکل ہے اس کا اندازہ لگانا سخت دشوار ہے۔

پانی میں ہے آگ کا لگانا دشوار — بہتے دریا کو پھیر لانا دشوار
دشوار سہی مگر نہ اتنا، جتنا — بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار

علامہ شبیر احمد عثمانی پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام کی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ردقادیانیت کے سلسلہ میں یہ یاداشتیں پروفیسر انوارالحسن کی کتاب تجلیات عثمانی سے لی گئیں ہیں۔ کراچی اسلامیہ کالج کے ساتھ مولانا سید سلیمان ندوی کے ہمراہ محو خواب ہیں۔ (فقیر مرتب)

(۷۷۴) شبیر احمد ہاشمی (پتوکی)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۹ء)

مولانا شبیر احمد ہاشمی ساہیوال جامعہ فریدیہ، بصیر پور جامعہ حنفیہ فریدیہ میں پڑھتے رہے۔ مولانا مفتی نوراللہ نعیمی کے شاگرد رشید تھے۔ بورے والا میں خطیب رہے۔ اس دوران میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ آپ نے اپنے ضلع میں صف اوّل میں رہ کر کردار ادا کیا۔ پتوکی میں خطیب مقرر ہوئے۔ جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے کلیدی عہدوں پر فائز رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت میں خوب سرگرم عمل رہے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف کسی بھی قسم کے ریلیف دینے کے خلاف رہے۔

(۷۷۵) شبیر محمد (سکھر)، مولانا

(وفات: ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۷ء)

سندھ کے جید عالم دین، مدرسہ انوارالعلوم، مسجد وعیدگاہ کے بانی، سکھر میں جمعیۃ علماء اسلام کے بانی مبانی، حضرت ہالیجوی کے مرید خاص، اپنے دور میں عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ و مناد تھے۔

(۷۷۶) شجاعت علی قادری (کراچی)، مفتی

(پیدائش: ۱۰؍جنوری ۱۹۴۱ء، بدایون ...... وفات: ۲۸؍جنوری ۱۹۹۳ء)

موصوف مولانا شاہ احمد نورانی کے دست راست تھے۔ کراچی سے ماہنامہ ''ترجمان اہل سنت'' کے ایڈیٹر تھے۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں آپ نے اپنے رسالہ کا ختم نبوت نمبر شائع کیا جس کے ایک سوبیس صفحات تھے۔ مولانا بہت بڑے عالم دین اور جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث تھے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ حق تعالیٰ نے بڑی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

(۷۷۷) شریف احمد شرافت نوشاہی، جناب سید

(ولادت: ۲۸؍ستمبر ۱۹۰۷ء ...... وفات: ۴؍جولائی ۱۹۸۳ء)

آپ ساہنپال ضلع منڈی بہاؤالدین کی خانقاہ نوشہ گنج بخش کے سجادہ نشین تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ عالم، مصنف، روحانی وعلمی شخصیت، مؤرخ، شاعر، محقق، تذکرہ نویس اور سفرنامہ نگار تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عمر بھر مساعی رہے۔

(۷۷۸) شریف الحسن جالندھری، مولانا سید محمد

(وفات: ۱۷؍فروری ۱۹۷۴ء)

مولانا سید محمد شریف الحسن کا تعلق ضلع جالندھر کے مشہور دینی خاندان سے تھا۔ آپ کے اجداد تقسیم سے بہت عرصہ قبل ملتان میں جالندھر سے آ کر آباد ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حکیم سید فضل جالندھری تھا جو جالندھر ڈویژن میں عاشق رسول ﷺ مشہور تھے۔ مولانا محمد شریف الحسن نے ابتدائی دینی تعلیم کے بعد مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کے لئے تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند کے محصل مقرر ہوئے۔ کئی برس تک تبلیغی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران ملک میں برپا ہونے والی تحریکات، ترک موالات، تحریک خلافت وغیرہ میں اپنے اکابرین کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایسے بزرگوں کے دوش بدوش ہر ممکن قربانیاں پیش کرتے ہوئے قریباً پانچ برس تک قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت کا تعلق جوڑ کر تاحیات استفادہ کیا۔

(۷۷۹) شریف الدین کرنالوی (سلانوالی)، مولانا حکیم

(وفات: ۱۶؍مئی ۱۹۸۰ء، سلانوالی)

کرنال کے عالم دین، صوفی اور مجاہد رہنما، مولانا حکیم شریف الدین جامعہ حسینیہ سلانوالی کے بانی تھے۔ آپ نے اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے لئے وہ گرانقدر خدمات دیں جو ایک یادگار کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۷۸۰) شفاعت خان چوہان، جناب چوہدری

۱۹۷۰ء کے الیکشن ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۶؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اپنے ریمارکس دیئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

چوہدری شفاعت خان چوہان کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

چوہدری شفاعت خان چوہان: جناب چیئرمین! یہ مرزائیت کا مسئلہ ایک صدی پرانا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کو آج پتہ چلا ہے کہ ایک صدی پرانا مسئلہ ہے۔

چوہدری شفاعت خان چوہان: نہیں، مجھے بھی تقریباً پچاس سال سے اس کا پتہ ہے۔

پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر واقع ہوا تھا، عمل میں آیا تھا۔ مسلمانان ہند نے ووٹ دیئے تو پاکستان قائم ہوا، حالانکہ مسلم لیگی حکومت جس نے پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا تھا، وہ بھی اس مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر رہی تھی۔ اس کے بعد مختلف جماعتیں اس ملک پر حکمرانی کرتی رہیں۔ ۱۹۵۸ء تک، لیکن وہ بھی اس مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر رہی ہیں، حالانکہ تمام کے تمام ایسے ہی مسلمان تھے جیسے اب پاکستان میں بستے ہیں۔ اس کے بعد جس وقت آمریت کا دور آیا تو ان کے پاس زیادہ اختیارات بھی تھے۔ باوجود اس کے مارشل لاء دور میں بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۱ء میں جس وقت قائد عوام کی قیادت میں پیپلز پارٹی کی حکومت اس ملک میں آئی تو بہت سے مسائل سامنے آئے جو ورثے میں ملے تھے۔ ان میں سے جو سب سے پہلا کام قائد عوام نے اپنی اکثریتی پارٹی کے تعاون اور باقی ملک کے تعاون کے ساتھ کیا وہ یہ تھا کہ مسلمانان عالم کے کھوئے ہوئے اس وقار کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اسلامی ممالک میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے *Summit* بلائی جو ایک بہت بڑا کارنامہ اسلامی اتحاد کے سلسلہ میں ہے۔ اس کے بعد یہ ایک صدی پرانا مسئلہ بھی قائد عوام، اس کی اکثریتی پارٹی، دوسری معاون پارٹیوں اور اس کے بعد عوام کے تعاون کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی آج حل کیا جارہا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے عوام کی خواہشات اور مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق حل ہوگا۔

(۷۸۱) شفیع الرحمٰن، جناب جسٹس

وفاقی شرعی عدالت کے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ کو قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت کے سپریم کورٹ اپیل بنچ میں چیلنج کیا۔ جس میں پانچ سپریم کورٹ کے جج صاحبان تھے۔ ان میں ایک جسٹس جناب شفیع الرحمٰن بھی تھے جنہوں نے ۱۱؍جنوری ۱۹۸۸ء کو قادیانی اپیل کو مسترد کردیا۔ (پی۔ایل۔ڈی ۱۹۸۸ء، ایس۔سی ۱۶۷)

اسی طرح سپریم کورٹ میں قادیانیوں نے ایک رٹ دائر کی۔ آپ کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے پانچ جسٹس صاحبان نے اس کی سماعت کی اور ۳؍جولائی ۱۹۹۳ء کو اسے مسترد کردیا۔ (ایس۔سی۔ایم۔آر ۱۹۹۳ء، ۱۷۱۸)

(۷۸۲) شفیع امرتسری، مولانا منشی

’’اسلامیہ تبلیغی انسائیکلوپیڈیا یعنی تحقیق المذاہب‘‘ مولانا منشی محمد شفیع امرتسری نے یہ اسلامیہ تبلیغی انسائیکلوپیڈیا مرتب فرمائی۔

اس میں عیسائیت، یہودیت، ہندومت، سکھ مت، آریہ دھرم، پارسی مذہب، کیمونزم اور قادیانیت کے رد میں ابواب وار خامہ فرسائی کی۔ باب نہم ص ۱۱۱ سے ۲۰۸ تک قادیانیت کی تردید پر مشتمل ہے۔ ردقادیانیت کی بحث احتساب قادیانیت میں شامل کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس کا تیسرا ایڈیشن لاہور سے اگست ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ اب اسے ۲۰۰۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع کیا ہے۔

(۷۸۳) شفیق الرحمٰن (ایبٹ آباد)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۳۳ء ...... وصال: ۱۰ر جنوری ۲۰۱۸ء)

صحیح طور پر تو یاد نہیں، غالباً یہ کہ فقیر کی آنجناب حضرت مرحوم سے پہلی ملاقات ۱۹۷۷ء کے دوران میں ہوئی۔ اس حساب سے چالیس سالہ نیازمندی کا گزرا ہوا دور بادسر سر کی طرح زاویہ خیال کے ایک ایک پتہ کو ہلاتے ہوئے گزر گیا اور مبالغہ سے مبرّا بات یہ ہے کہ ان کی وفات کی خبر سے اندازہ ہوا کہ ان سے فقیر کی محبت کس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ صدمہ ہوا اور بہت ہوا۔ لیکن یہ ناگہانی نہ تھا۔ اس سے پندرہ روز قبل ان کی عیادت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ تب بھی ان کی ناسازئ طبع ''چل چلاؤ'' کی غمّازی کر رہی تھی۔

مولانا شفیق الرحمٰن ۱۹۳۳ء میں قاضی فیض عالم کے ہاں ایبٹ آباد گلی بیرن میں پیدا ہوئے۔ سربنہ مولانا سید رسول، سکندرپور، ہری پور اور نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت صوفی عبدالحمید اور دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھا۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مشائخ کبار سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور ۱۹۵۴ء میں امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے دورۂ تفسیر القران پڑھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق بھی امام لاہوری سے تھا۔ تعلیم القرآن راجہ بازار، امدادالعلوم ملک پورہ میں پڑھاتے رہے۔ کیہال کالونی مسجد رحمانیہ میں خطابت بھی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے دور امارت میں قادیانیوں نے کیہال ایبٹ آباد میں اپنا مرکز قائم کرنا چاہا۔ تب مولانا شفیق الرحمٰن اور دیگر علماء کرام نے مولانا لال حسین اختر کو ایبٹ آباد بلایا۔ پورے شہر کا اجتماعی جمعہ ہوا اور قادیانی سازشی مرکز صفحہ ہستی سے ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ تب مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صوبہ خیبر پختونخواہ کے وزیراعلیٰ تھے۔ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن جمعیۃ علماء اسلام میں سرگرم رہے۔ آپ جمعیۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے امیر بھی رہے۔ مرکزی جامع مسجد کی خطابت بھی سنبھالی اور ڈسٹرکٹ خطیب کے منصب کو بھی عزت بخشی۔ آپ کا عہد شباب شعلہ نوا خطیب حق گو عالم دین اور بے باک مجاہد اور نڈر قائد کا دور تھا۔ آپ کو خطیب ہزارہ، خطیب شہر کا اعزاز بھی پبلک نے دیا۔

مکی مسجد اور مدرسہ انوارالعلوم کے ادارے آپ نے قائم کئے جو اس وقت شہر کے مقتدر اداروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں قومی اتحاد نے الیکشن میں دھاندلی کے خلاف تحریک چلائی۔ جسے تحریک نظام مصطفیٰ کا نام دیا گیا۔ بھٹو صاحب کے خلاف جب قومی اتحاد کی تشکیل کا مرحلہ درپیش تھا تو قومی اتحاد کی صدارت کے لئے جناب اصغر خان کا نام آیا۔ تب ایجنسیوں نے شوشہ چھوڑا اور اصغر خان پر قادیانی ہونے کا الزام دھرا۔ اس زمانہ میں جناب سردار میر عالم خان لغاری کا پورا خاندان پاکستان پیپلز پارٹی میں نمایاں تھا۔ آپ کو یہ خبر ملی تو تشویش ہوئی۔ اسلام آباد مجلس کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی اور

فقیر راقم کی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ڈیوٹی لگی۔ ہم دونوں ایبٹ آباد آئے۔ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن سے ملاقات کر کے مدعا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ قطعاً قادیانی نہیں۔ قریب یا دور کے کچھ رشتے ہوں تو کہا نہیں جا سکتا۔ لیکن سنی سنائی باتوں کی بجائے آپ سیدھے جناب اصغر خان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے نام خط لائے۔ جس میں جناب اصغر خان نے قادیانیوں کے کفر کا اعلان کرتے ہوئے ایجنسیوں کے پروپیگنڈہ کو کذب و زور کا شاہکار قرار دیا۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ قومی اتحاد کی سربراہی کا سہرا بھی حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے لئے مقدر ہوا۔ یہ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب سے فقیر کی غالباً پہلی ملاقات تھی۔ تب سے وفات تک آپ سے نیازمندی کا تعلق قائم رہا۔ ہر ملاقات آپ کی محبتوں کی برسات ثابت ہوئی۔ چھوٹوں کو بڑا بنانے میں آپ کی ذات گرامی کو قدرت نے اعزاز بخشا تھا۔ آپ عمر کے آخری حصہ تک برابر ختم نبوت کا ایبٹ آباد میں کام کرنے والے تمام رفقاء کے سرپرست و مربی رہے۔ دوستوں نے تمام کام آپ کے سایہ عاطفت میں کیا۔ جماعتی ساتھیوں کے آپ نے اتنے حوصلے بلند کئے اور اس طرح محبتوں سے نوازا کہ رفقاء تحریکی کام کے لئے جو قدم اٹھاتے اس کی ذمہ داری آپ اپنے سر لیتے۔ حق تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔

(۷۸۴) شفیق مرزا (لاہور)، جناب

بہت ہی عالم فاضل، بہت ہی اچھے اور نامور قلمکار، جناب ''شفیق مرزا'' نوجوانی میں چناب نگر تعلیم کے لئے گئے۔ چناب نگر میں کمینگی، فحاشی و عریانی، بے حیائی، بدکاری و بدکرداری کو دیکھا تو اپنی سلیم الفطرتی کے باعث قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرہ اسلام میں واپس آ گئے اور بجائے چناب نگر کے لاہور رہائش رکھ لی۔ تجربہ ہے کہ قادیانیت ترک کرنے والے بہت سارے تو قادیانیت سے نکل آتے ہیں۔ لیکن قادیانیت ان سے نکلتے نکلتی ہے۔ اپنے استاذ محترم مولانا لال حسین اختر اور برادر شفیق مرزا کے متعلق علی وجہ البصیرت کہا جا سکتا تھا کہ انہوں نے ایسے قادیانیت کو چھوڑا کہ پھر زندگی بھر قادیانیت ان کے نام سے لرزاں و ترساں رہی۔ جناب شفیق مرزا نے شہرۂ آفاق کتاب: ''شہر سدوم'' لکھی جو دیکھا تھا وہ لکھ کر پوری قوم کو قادیانیت کی اندرونی کیفیت دکھا دی۔

''کھلا خط:'' جناب شفیق مرزا نے اسلامیان وطن کے نام کھلا خط لکھا جس میں قادیانی عقائد و عزائم کو آسان فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے اسے دو ورقی پمفلٹ کے طور پر شائع کیا تھا۔ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل اشاعت کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں۔

(۷۸۵) شمس الحق افغانی (ترنگ زئی)، علامہ

(ولادت: ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۱۶/ اگست ۱۹۸۳ء)

عالم ربانی حضرت الشیخ العلامہ مولانا سید شمس الحق افغانی مرحوم، امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید اور اس آخری دور میں سلطان العلماء تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں علم و فضل، حلم و وقار، شرافت و متانت، حسن و جمال اور جاہ و جلال سے وافر حصہ عطاء فرمایا تھا۔ ساری عمر گلشن علم کی آبیاری میں گزری۔ دارالعلوم دیوبند، ڈابھیل اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور ایسے وقیع اداروں

میں شیخ التفسیر، شیخ الحدیث اور شیخ الجامعہ کی مسند پر رونق افروز اور وفاق المدارس العربیہ کے صدر نشین رہے۔ تقسیم سے پہلے ریاست قلات میں وزیر معارف رہے اور اسلام کا نظام عدل صرف کاغذوں میں نہیں بلکہ خدا کی زمین پر نافذ کر کے دکھایا۔

علوم عقلیہ ونقلیہ میں یکساں مہارت اور فلسفۂ قدیم وجدید کی جو جامعیت حضرت مرحوم میں پائی جاتی تھی اس کی مثالیں اس زمانے میں بہت کمیاب ہیں۔ وفور علم اور کمال تقویٰ کے ساتھ قدرت نے بے نظیر حافظہ، نگہ بلند، فطرت ارجمند، قلب سلیم اور شاہانہ دماغ عطاء فرمایا تھا۔ جدید مغربیت کے پرستاروں اور اشتراکیت کے مارگزیدوں پر جب تنقید کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ یہ دنیا ان کے شیخ امام العصر مولانا محمد انورشاہ کشمیری کے بقول واقعی ''بیت الحمیر'' ہے۔ مرحوم کی تقریر میں علوم ومعارف کا دبستان کھل جاتا تھا۔ عقلیات اور معلومات جدیدہ کی روشنی میں اسلامی اصول ونظریات کی بالاتری وبالادستی کی ایسی وضاحت فرماتے تھے کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ عربی، اردو، پشتو اور فارسی مادری زبان کی طرح لکھتے اور بولتے تھے۔ متعدد علمی کتابیں بھی حضرت مرحوم کے قلم سے نکلیں، جن میں علوم قرآن، معین القضاۃ والمفتیین اور اسلام اور اشتراکیت زیادہ معروف ہیں۔

تبلیغ ومناظرہ

ابھی آپ نے طب کا امتحان نہیں دیا تھا اور باقی کتابوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ یعنی طالب علمی کا زمانہ تھا مگر آپ کو خداداد علمی قابلیت کی وجہ سے شیخ العصر حضرت علامہ سید انورشاہ کشمیری نے شدھی تحریک کے جواب کے لئے ۵۰ جید علماء کرام کا امیر وفد بنا کر راجپوتانہ روانہ کیا۔ جس سے آپ کامیاب اور سرخرو ہو کر لوٹے۔ مناظرہ کا مرکز محلّہ ڈھولی کھاد میں قائم کیا گیا۔ آپ کا مزاج اور طرز بیان مناظرانہ تھا تو آپ نے وعظ وتقریر اور مناظروں کے ذریعہ ہر باطل طاغوتی تحریک کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچلا۔ آپ کے ہندوؤں اور عیسائی پادریوں سے کافی مناظرے ہوئے ہیں جن میں بحمداللہ دشمنان اسلام نے بری طرح شکست کھائی۔ خصوصاً شردھانند کی تحریک میں تو بڑے بڑے سرکردہ پنڈتوں کو بری طرح شکست دی جس کی وجہ سے ہندوؤں کی بڑی تعداد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ اس تحریک میں کچھ پنڈت بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت افغانی دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد وہاں استاذ مقرر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں بڑے اساتذہ کرام میں شمار ہونے لگے۔ ایک دن آپ نے واقعہ سنایا کہ جس دن میرے استاد شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی تحریک قیام پاکستان میں عملاً شریک ہوئے تو میرے کمرے میں تشریف لائے۔ مجھے میرے کندھے سے پکڑ کر اپنے کمرہ میں لائے اور اپنی مسند پر بٹھا کر فرمایا: ''افغانی تم میرے اسباق پڑھاؤ۔ میں ایک کام کو جا رہا ہوں۔''

حضرت افغانی نے تعلیم وتدریس کا سلسلہ ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک باقاعدہ مختلف درسگاہوں میں سرانجام دیا۔ درمیان میں (کل دس سال سات ماہ) ریاست قلات کے وزیر معارف الشرعیہ رہے۔ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی، مدرسہ ارشاد العلوم ضلع لاڑکانہ سندھ، مدرسہ قاسم العلوم لاہور، مدرسہ دارالرشاد جھنڈا ضلع نواب شاہ، مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ ان مذکورہ مدارس میں بحیثیت صدر المدرسین کام کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت شیخ التفسیر علم کی خدمت کی اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی

خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی خانقاہ دین پور شریف کے بانی قدوۃ الصالحین حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری اور حضرت مولانا مفتی حسن امرتسری کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کی معروف زمانہ کتاب ’’علوم القرآن‘‘ سے آپ کے دو مقالے:

۱...... ’’مسئلہ ختم نبوت‘‘ ۲...... ’’مسئلہ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام‘‘

احتساب قادیانیت جلد۱۳ میں شامل اشاعت ہیں۔ آپ بہاول پور کے قیام کے دوران سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں شرکت فرماتے تھے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے غائبانہ دعا گو تھے۔ حق تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے مزید درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۷۸۶) شمس الحق عظیم آبادی، مولانا

(ولادت: ۲۷؍ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ/ ۱۶؍جولائی ۱۹۵۷ء ...... وفات: ۱۹؍ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ/ ۲۱؍مارچ ۱۹۱۱ء)

مولانا شمس الحق عالم کبیر تھے۔ آپ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے علاقہ میں پھر لکھنؤ میں پڑھتے رہے۔ منتہی کتب کے لئے دہلی کا سفر کیا۔ مولانا نذیر حسین دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ فراغت کے بعد اپنے شہر لوٹ آئے۔ کئی نایاب کتب پر اپنا مال کثیر خرچ کیا۔ لکھنے، پڑھنے اور وعظ ونصیحت میں اپنا وقت گزارا۔ عربی اور فارسی میں متعدد کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ردقادیانیت پر ’’فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان‘‘ میں درج ذیل عبارت تحریر کی۔

’’الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی وبعد! یقول العبد الفقیر ابوالطیب محمد المدعو بشمس الحق العظیم آبادی عفا اللّٰہ عنہ سیئاتہ وتجاوز عنہ، انی تشرفت بمطالعۃ ھٰذہ الرسالۃ التی حررھا شیخ الاسلام والمسلمین المحدث المفسر الفقیہ مسند الوقت شیخنا العلامۃ السید محمد نذیر حسین الدھلوی ادام اللّٰہ تعالٰی برکاتہ علینا وجعلہ اللّٰہ ممن یؤتی اجرہ مرتین، فی رد ھفوات الکادیانی الکاذب المفتری الضال المضل فوجدتھا مطابقۃ للحق، وماذا بعد الحق الا الضلال! ولا ریب ان الکادیانی سلک مسلک الالحاد وحرف الکلم والنصوص الظاھرۃ عن مواضعھا وتفوہ بما تقشعر منہ الجلود، وبما لم یجترء بہ الا غیر اھل الاسلام اعاذنا اللّٰہ تعالٰی والمسلمین من شرورہ ونفثہ ونفخہ، ورضی اللّٰہ تعالٰی عن شیخنا العلامۃ حیث ذب عن الاسلام وانتصر لہ ثم جزی اللّٰہ الفاضلین الاکملین مولانا اباسعید محمد حسین اللاھوری، ومولانا محمد بشیر السھوانی کیف قابلا للمناظرۃ بذالک المفتری الکذاب واظھر الحق واسکتا الکادیانی الغبی والغوی فلا یستطع ان یقوم لرد

الجواب بل فرمثل فرار حمر الواحش فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم، واللہ اعلم!‘‘ العبدابوطیب محمد شمس الحق

بعد حمد وصلوٰۃ! ابوطیب شمس الحق کہتا ہے کہ مجھے اس رسالے (فتویٰ) کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کو ہمارے شیخ وشیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید نذیر حسین صاحب دام فیوضہ نے تحریر کیا ہے۔ اس کو میں نے حق کے مطابق پایا۔ پھر حق کے سوا بجز گمراہی کیا متصور ہے؟ اس میں شک نہیں کہ قادیانی نے مذہب الحاد اختیار کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کو اپنی جگہ سے پھیرا ہے اور وہ باتیں بولا ہے جس پر کوئی مسلمان بجز اقوام غیر جرأت نہیں کرسکتا۔ خدا اس کے شراور وساوس اور جادو سے مسلمانوں کو بچائے اور خداوند تعالیٰ ہمارے شیخ سے راضی ہو۔ جنہوں نے اسلام سے جملہ مخالفین کی مدافعت کی اور اس کی مدد کی۔ پھر خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید اور مولوی محمد بشیر سہوانی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس مفتری کذاب سے مقابلہ کیا اور حق کو ظاہر اور اس کو لاجواب کردیا۔ اس کو جواب کی طاقت نہیں ہوئی تو ان کے مقابلے سے جنگلی گدھوں کی طرح بھاگ ہی گیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۱۰،۲۱۱)

(۷۸۷) شمس الحق مشتاق (برطانیہ)، مولانا

(وفات: ۱۳؍مارچ ۲۰۱۰ء)

مولانا شمس الحق مشتاق اچھڑیاں ضلع مانسہرہ کے باسی تھے۔ شیفیلڈ، بریڈفورڈ، برمنگھم برطانیہ میں خطیب رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام برطانیہ کے مرکزی امیر بھی رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام برطانیہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں سرپرستی فرماتے۔ علاج کی غرض سے پاکستان آئے تو اسلام آباد میں جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ اپنے آبائی علاقہ اچھڑیاں میں مدفون ہیں۔

(۷۸۸) شمس الدین انصاری (بہاول پور)، حضرت مولانا

(وفات: ۲۰؍جون ۲۰۲۰ء)

مولانا شمس الدین انصاری نے اپنے علاقہ ضلع بہاول پور سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ مخزن العلوم خانپور بھی پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا۔ آپ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب کے منظور نظر شاگرد تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے سٹیج سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ نے بڑی بھرپور متحرک زندگی گزاری۔ بہاول پور کی معروف سیاسی شخصیت جناب نظام الدین حیدر صاحب نے بہاول پور اڈہ کے قریب مسجد ومدرسہ کے لئے ان کو زمین وقف کی۔ قریب میں رہائش کے لئے بھی قطعہ اراضی مل گیا۔ ابتداً جناب نظام الدین صاحب نے مالی مدد کی۔ اس کے بعد مولانا شمس الدین نے دن رات کی صبرآزما محنت کے ساتھ اس کو آگے وسعت دی۔ قدرت نے توفیق بخشی۔ عظیم الشان مدرسہ وجود میں آگیا۔ دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہونے لگی۔ عمر بھر جس سے تعلق ہوا، اسے آخر تک نبھایا۔ بہاول پور میں حضرت مولانا سمیع الحق مرحوم کی جمعیۃ کے پہلے مولانا غلام مصطفیٰ اور پھر مولانا شمس الدین انصاری ذمہ دار تھے۔ شیخ الاسلام حضرت درخواستی کے مشن، ان کے جامعہ، ان کے خاندان اور اولاد کے دلی خیرخواہ تھے۔ تعمیر وترقی کی بات سنتے مسکرا اٹھتے۔ کوئی ناگوار بات پہنچتی تو دل گرفتہ ہوجاتے۔ آپ خوب محنتی منکسر المزاج شخص تھے۔

عمر بھر اپنے کام سے کام رکھا۔ ہر ایک کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے۔ کسی کو نقصان دینے کا تصور بھی نہ رکھتے تھے۔ بہاول پور کی سطح تک ہر دینی مشاورت میں پیش پیش ہوتے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں کسی سے کم نہ تھے۔ آپ کا مدرسہ بہاول پور کے کامیاب مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ وقت موعود آیا اور چل دیئے۔ ان کے عزیزوں نے بتایا کہ قرآن مجید کی اتنی کثرت سے تلاوت کا معمول تھا کہ دیکھ کر رشک آتا تھا۔ اپنے معمولات پر بہت پابندی سے عمل کرتے تھے۔ ان کا وجود بہت ہی خوبیوں کا مرقع تھا۔ ’’عاش غریباً ومات سعیداً‘‘ کا مصداق تھے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعہ انوار فرمادیں۔ آمین!

(۷۸۹) شمس الدین حیدرآبادی، مفتی

(ولادت:۱۹۲۱ء ...... وفات:۲۳رفروری۲۰۱۱ء)

حضرت مولانا مفتی شمس الدین بستی انورہ ضلع ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام رحمت اللہ اور دادا کا نام ہدایت اللہ تھا۔ تین برس کی عمر میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پرائمری تک تعلیم مقامی علاقہ میں حاصل کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے تفسیر و درس نظامی کے علوم حاصل کئے اور دورۂ حدیث شریف ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ جہاں آپ نے مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی دیوبندی، قاری محمد طیب قاسمی، مولانا عبدالحق جیسے اکابرین سے شرف تلمذ کی سعادت حاصل کی۔ شیخ الحدیث صدر وفاق المدارس مولانا سلیم اللہ خان، مفتی ولی حسن ٹونکی اور مولانا علی محمد حقانی والد علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو شہید آپ کے ہم درس اور رفقاء میں سے تھے۔ بعد فراغت تدریسی زندگی کا آغاز بھیرہ ضلع سرگودھا سے کیا۔ آپ نے مولانا محمد عبداللہ بہلوی کے ادارہ اشرف العلوم شجاع آباد اور جامعہ مخزن العلوم خانپور میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے آپ کی تشکیل جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد میں کی۔ جہاں آپ نے نصف صدی سے زائد دینی خدمات اور ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں مولانا منظور احمد نعمانی ظاہر پیر، مولانا میاں مسعود احمد دین پوری، مولانا عبدالشکور دین پوری، ڈپٹی چیئرمین سینٹ مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور جیسے اکابرین شامل ہیں۔ تحریکہائے ختم نبوت میں بھی آپ شامل رہے۔ حیدرآباد میں ختم نبوت، ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ رہے اور مفتاح العلوم کے ہزاروں فضلاء اندرون و بیرون ممالک آپ کے فیض کو عام کررہے ہیں۔

(۷۹۰) شمس الدین شہید (ژوب)، مولانا سید

(پیدائش:۱۹۴۲ء ...... شہادت:۱۷رمارچ۱۹۷۴ء)

فورٹ سنڈیمین کے حضرت حاجی محمد زاہد کے صاحبزادہ مولانا سید شمس الدین گورے چٹے توانا جوان سال تھے۔ فقیر راقم ان کے ساتھ جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور میں حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی کے ہاں پڑھتا رہا ہے۔ آپ نے فراغت کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے عملی کام کا آغاز کیا اور ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں بلوچستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ پھر بلوچستان

اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے۔ بہت ہی بہادر انسان تھے۔ جناب بھٹو صاحب نے ان کو اپنے ساتھ ملانے کی سعی کی، لیکن ناکام رہے۔
مولانا شمس الدین شہید فورٹ سنڈیمین کے باسی تھے۔ وہاں پر قادیانیوں نے قرآن مجید جس کے ترجمہ میں تحریف کی گئی تھی تقسیم کیا۔ مولانا نے احتجاج کیا۔ تحریک چلی۔ جس کی آپ نے قیادت فرمائی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

مرزائیوں نے فورٹ سنڈیمن میں محرف قرآن مجید تقسیم کیا، جس کے خلاف احتجاجی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شمس الدین نے فرمایا: ''آج آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے قرآن کے ساتھ کھیل کھیلا جارہا ہے اور ختم نبوت کو پارہ پارہ کر چکے ہیں اور اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو میرے ساتھیو! اگر ہمارا یہی حشر رہا تو لامحالہ ہم یہی کہیں گے کہ اگر ہم قیامت کے روز محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے تو لامحالہ وہ یہی کہیں گے کہ: ''میری ناموس لٹ رہی تھی اور قرآن پر ظلم ہورہا تھا، ذرا یہ تو بتاؤ آپ حضرات کہاں تھے؟ بہرحال حضرات! میں نے تو یہ مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے اور میری رگوں میں ایک بھی خون کا قطرہ ہے اور جب کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اور بیوقوفی کر کے اپنے نام کے ساتھ سید لکھا ہوا ہے تو میں اپنے نانا (ﷺ) کی ناموس پر اس بھٹو حکومت میں ایسا مرمٹوں گا کہ وہ بھی حیران ہوگا اور ان کے کان میں یہ آواز پہنچنی چاہئے کہ بھٹو صاحب! یہاں مرزائیت کا راج نہیں چل سکتا اور یہ میں پھر واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہاں بلوچستان میں ہم نے ختم نبوت کی جو تحریک چلائی تھی اور ہم نے محمد ﷺ کے ناموس کی حفاظت کی جو تحریک چلائی، آج میں پھر حکومت سے کہتا ہوں کہ اس ماہ کی ۲۵؍تاریخ کو میں نے پھر ایکشن کمیٹی کی میٹنگ بلائی ہے اور آج پھر جب میں یہاں سے جاؤں گا تو وہ تحریک اسی طرح چلے گی جس طرح ہم نے چلائی تھی اور جب تک بلوچستان میں مرزائیت کا نام ونشان ہم نہیں مٹائیں گے تو وہاں ہمارا آرام سے بیٹھنا حرام ہے۔''

مولانا سیّد شمس الدین کے عم زاد بھائی مولانا سیّد احمد شاہ خطیب ملٹری مسجد فورٹ سنڈیمن فرماتے ہیں: ''۲۷؍اپریل ۱۹۷۴ء کو دوپہر ایک بجے خواب میں مجھے مولانا سیّد شمس الدین شہید کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ: آپ کی شہادت کے بعد لوگوں نے بہت اشعار آپ کی یاد میں کہے ہیں۔ مولانا شہید نے کہا: ''میں نے بھی اشعار کہے ہیں'' میں نے عرض کیا کہ: مجھے سنا دیں تاکہ میں لکھ لوں۔ مولانا شہید نے اپنا قلم مجھے دیا اور اشعار سنانے شروع کئے اور ابھی تین شعر پڑھے تھے کہ میں رونے لگا اور میری آنکھ کھل گئی۔

ان اشعار کا اردو میں مفہوم یہ ہے کہ: ''دنیا میں، میں نے ایمان کو تبدیل نہیں کیا، اور ارمانوں کے ساتھ چل بسا، میرے والدین اور اعزہ واقرباء افسوس نہ کریں، میں ختم نبوت پر قربان ہوا ہوں اور حضرت درخواستی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور دیگر قائدین جمعیۃ افسوس نہ کریں کیونکہ ظالم، مجھے جمعیۃ علمائے اسلام کے منشور سے ہٹا نہیں سکا۔''

بھٹو حکومت نے مولانا کو گرفتار کیا، رہائی کے بعد مولانا شمس الدین نے اپنی گرفتاری کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی: ''وہ مجھے ۴۵ میل دور افغانستان کی سرحد کی طرف والے روڈ میں لے گئے۔ کیونکہ باقی تمام راستے ہمارے جوانوں نے بند رکھے تھے۔ وہاں ایک فوجی کیمپ میں مجھے ان کے حوالے کیا اور وہاں سے وہ لوگ آگے ۲۵ میل لے کر پہنچے۔ اس سڑک پر ہمارے جوان نہیں تھے۔ کیونکہ یہ راستہ افغانستان کو جاتا ہے۔ لیکن ۲۵ میل دور ایک گاؤں میں پہنچے اور لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے گھیرا ڈال لیا۔ ان کے دو نمائندے آئے اور کہا کہ: ''تم مولوی شمس الدین کو یہاں سے نہیں لے جاسکتے۔ اس لئے کہ اگر تم یہاں سے لے گئے تو یہ ہماری بے

غیرتی ہوگی یا تو تم مولوی صاحب کو واپس لے جاؤ یا پھر ہم مریں گے یا تم مرو گے۔''

بہرحال مجھے وہاں سے پھر فوجی چوکی میں واپس لائے اور وہاں سے مجھے بذریعہ ہیلی کاپٹر میوند لے جایا گیا۔ میوند میں ایک فوجی کیمپ تھا وہاں مجھے ان سے دور ایک خیمہ لگا کر رکھا گیا اور چھ سے دس تک فوجی مجھ پر پہرہ دار مقرر کئے گئے۔ میوند ایک پہاڑی اور خراب علاقہ ہے اور ایسا پانی ہے جس کے پیتے ہی پیچش شروع ہوجاتے ہیں۔ بہرحال مجھے یہ کہا جاتا رہا کہ تمہیں اس وقت تک رہا نہیں کیا جائے گا جب تک تم حکومت وقت کی امداد نہ کرو اور اتنے روپے مجھے دینے پر تیار ہوئے کہ میرے پورے قبیلے کی زندگی کے لئے کافی تھے اور مجھے گورنر نے فوجیوں کے ذریعے یہاں تک کہا کہ: ''آپ کو ہم وزارت اعلیٰ دینے کے لئے تیار ہیں۔'' میں نے کہا: میں پاکستان کی تاریخ میں اس داغ کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا کہ ایک مجرم کو رہا کر کے وزیر اعلیٰ بنا دیا جائے۔ پھر ہائی کورٹ کے نوٹس کی بنا پر مجھے ۱۸؍اگست کو رہا کر کے کوئٹہ لا کر چھوڑ دیا۔'' (بحوالہ ''ترجمان اسلام'' ۳۱؍اگست ۱۹۷۳ء)

مولانا سیّد شمس الدین کی گرفتاری کے دوران گورنر بگٹی نے اپنے ایلچی مولوی صالح محمد کے ذریعے مولانا شہید کے والد محترم مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہٗ کو پیغام بھیجا کہ: ''آپ مجھے کوئٹہ آ کر ملیں تا کہ آپ کے بیٹے کی رہائی کے بارے میں کچھ شرائط طے کی جاسکیں۔'' مگر مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہٗ نے جواب دیا کہ: ''میں کسی قیمت پر گورنر سے ملاقات نہیں کروں گا۔''

دراصل گورنر بگٹی کی خواہش یہ تھی کہ مولانا شمس الدین کو اس بات کا پابند کر دیا جائے کہ وہ رہائی کے بعد تحریک ختم نبوت کی قیادت نہ کریں۔ لیکن مولانا محمد زاہد مدظلہٗ نے اس دام میں آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ''یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اور ایسے دس شمس الدین عقیدۂ ختم نبوت پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔''

آپ کو ایک سازش سے شہید کیا گیا۔ مولانا سیّد امام شاہ اور خان محمد زمان خان نے بتایا کہ مولانا شہید کے خون مقدس سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ اس جیسی خوشبو کسی چیز میں نہیں دیکھی کہ بعض افراد نے جن کے ہاتھوں کو خون لگ گیا تھا۔ سارا دن خون نہیں دھویا۔ یہ خوشبو لوگوں نے عام طور پر محسوس کی۔

متعدد حضرات نے راقم الحروف کو بتایا کہ جب قائدین جمعیۃ مولانا شہید کی قبر پر دعا میں مصروف تھے۔ اس وقت جلوس پر اوپر سے سفید رنگ کے پھول برس رہے تھے جو کئی لوگوں نے اٹھائے۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید ہوا کے ساتھ قریبی باغ سے بادام کے درختوں کے پھول اڑ کر آ رہے ہیں۔ لیکن جب ان پھولوں سے موازنہ کیا تو یہ پھول باداموں کے پھولوں سے قطعی مختلف تھے، لوگوں نے بجا طور پر اسے شہید کی کرامت سمجھا۔ قبر پر دعا سے فارغ ہو کر قائدین جمعیۃ فورٹ سنڈیمن سے کوئٹہ واپس آ گئے۔

(۷۹۱) شمس الدین (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی

(وفات: ۳۱؍مئی ۱۹۸۵ء)

ممتاز عالم دین، بزرگ رہنما، حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والوں سے گہری عقیدت کے حامل حضرت مولانا قاضی شمس الدین اکابر کی نشانی تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں آپ کے تشجیعی کارنامے لائق صد تبریک ہیں۔

(۷۹۲) شمس الدین مجددی (ہری پور)، مولانا قاضی محمد

(وفات:۳؍جون ۱۹۹۱ء)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین درویش ہری پور ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے فیض یافتہ اور حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے خصوصی رفقاء کرام میں سے تھے۔ جرأت و بہادری اور حق گوئی و بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور ردقادیانیت کے حوالہ سے آپ کی گرانقدر سنہری خدمات ہیں۔ ہری پور ہزارہ میں ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کی سرپرستی فرمائی۔ مفید مشوروں سے نوازتے، ختم نبوت کانفرنسوں کی صدارت فرماتے۔ ہراجلاس میں سب سے پہلے تشریف لاتے۔ ایبٹ آباد، مانسہرہ، حسن ابدال، ٹیکسلا تک کے جماعتی پروگراموں میں شرکت فرماتے اور کارکنان ختم نبوت کو اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ مولانا اللہ وسایا آپ کے متعلق لکھتے ہیں: ’’فقیر راقم الحروف کے ساتھ بھی آپ کا خصوصی شفقت کا معاملہ تھا۔ جب بھی ہری پور حاضری ہوتی تو قبلہ قاضی صاحب عنایات کی انتہاء فرمادیتے۔ فقیر جب ’’قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت‘‘ مرتب کررہا تھا تو آپ کے کتب خانہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ نے اس موقع پر کئی نادرونایاب کتب دفتر مرکزیہ ملتان کے کتب خانہ کے لئے عنایت فرمائیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی ایک کتاب ہے ’’انجام آتھم‘‘ اس کا جواب محترم قاضی فضل احمد گورداسپوری نے ’’کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی‘‘ کے نام سے لکھا تھا۔ یہ کتاب ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ امتداد زمانہ کے باعث نایاب ہوگئی اور اس کے علوم ومعارف سے فائدہ اٹھانا ایک مشکل مسئلہ ہوگیا۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نے روزنامہ جنگ کراچی/ لاہور اور ہفت روزہ ختم نبوت کراچی میں اشتہار شائع کرا کے کتاب کے حصول کی اپیل کی۔ جس پر حضرت مولانا قاضی شمس الدین کے کتب خانہ سے مکمل کتاب دستیاب ہوگئی اور یوں پہلی اشاعت کے چھیانوے (۹۶) برس بعد ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشرواشاعت نے اس تاریخی وتحقیقی کتاب کو دوبارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

فقیر کے ذاتی محسن اور مربی حضرت مولانا تاج محمود کے ساتھ بھی آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت کے موقع پر آپ نے ہزارہ ڈویژن کی قیادت فرمائی۔ راولپنڈی، اسلام آباد تک کی کانفرنسوں کو رونق بخشی۔ ۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی میں بحث ہورہی تھی تو مرزاغلام احمد قادیانی ملعون کی اصل کتابیں لے کر اسلام آباد تشریف لائے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے مرزاناصراحمد کے خلاف جو کچھ بھی لکھا اس میں تمام حوالہ جات آپ ہی کی لائی ہوئی کتابوں سے دیئے گئے۔ گویا قادیانیت کے خلاف جو فیصلہ کن مرحلہ آیا اس کی کامیابی میں بھی آپ برابر کے شریک رہے اور آپ نے اپنے خون جگر سے اس تحریک کی آبیاری کی۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے ہزارہ ڈویژن کے جماعتی وخانقاہی سفر میں آپ ہمیشہ ہمراہ ہوتے اور ہرطرح آپ کی راحت اور آرام کا خیال رکھتے۔‘‘ (محمد اورنگزیب اعوان)

(۷۹۳) شمس الدین ہزاروی، مولانا قاضی محمد

(ولادت:۱۹۱۶ء ...... وفات:۳؍جون ۱۹۹۱ء)

مولانا قاضی محمد شمس الدین ہزاروی کوٹ نجیب اللہ ضلع ہری پور میں مولانا قاضی فیروزالدین کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ جمعیۃ علمائے اسلام اور مجلس احرار اسلام کے بانی راہنماؤں میں تھے۔آپ مولانا محمد عبداللہ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے خلیفہ مجاز تھے۔آپ نے بہت ساری کتب تصنیف کیں۔آپ تحریکات ختم نبوت کے سرگرم رکن رہے۔آپ کی تدفین موضع درویش ضلع ہری پور میں ہوئی۔

(۷۹۴) شمشیر علی خان (ہڈرسفیلڈ)، جناب راؤ

جناب راؤ شمشیر علی خان قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے متوسلین میں سے تھے۔آپ نے تقسیم ہند کے بعد برطانیہ میں رہائش اختیار کی۔ برطانیہ کے شہر ہڈرسفیلڈ میں انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا۔جس کا نام ’’انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن‘‘ رکھا۔ان کی دعوت پر ہمارے استاذ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر نے انگلستان کا دوسالہ تبلیغی دورہ بھی کیا۔جناب راؤ صاحب ایک مشنری آدمی تھے۔مختلف رسائل شائع کئے۔دینی تعلیم تو شاید واجبی سی تھی۔البتہ اپنے وقت کے مقتدر مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتوں نے ان کو دینی تبلیغ کا دلدادہ بنادیا تھا۔قادیانیت کے خلاف انہوں نے رسالہ لکھا جس کا نام ’’برطانوی مچھر‘‘ تجویز کیا اور برطانیہ سے اسے شائع کیا جو کہ اب محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۹۵) شورش کاشمیری (لاہور)، جناب آغا عبدالکریم

(پیدائش:۱۴؍اگست ۱۹۱۷ء ...... وفات:۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۵ء)

آغا شورش کاشمیری برصغیر میں تحفظ ختم نبوت کے بہت بڑے رہنماء تھے۔مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر، مولانا ظفر علی خان کی شاعری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کے گلدستہ کو آغا شورش کاشمیری کہا جاتا ہے۔آغا صاحب نے مختلف تحریکات میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔انگریز اور انگریز کے لے پالکوں نے ان کو قیدوبند میں سالہا سال تک بند رکھا۔لیکن وہ جری انسان تھے۔متذکرہ دونوں طبقوں کے خلاف عمر بھر نبردآزما رہے۔تحریر وتقریر کے اپنے دور کے بے تاج بادشاہ تھے۔خوب طبیعت کے انسان تھے۔دوستی اور دشمنی میں ان کی طبیعت بہت فیاض واقع ہوئی تھی۔جس سے دوستی ہوگئی اسے سر پر بٹھانے میں خوشی محسوس کرتے اور اگر پھر اسی سے کسی بات پر اختلاف ہوا تو پاؤں تلے روندنے میں بھی دیر نہ لگاتے تھے۔

البتہ سو فیصد یقین کے ساتھ گواہی دی جاسکتی ہے کہ عمر بھر وہ عقیدہ ختم نبوت کے علمبردار اور قادیان کی جھوٹی نبوت کے لئے تیغ برآں رہے اور یہ سب کچھ ان کو عشق رسالت مآب ﷺ کے طفیل حاصل ہوا تھا۔احتساب قادیانیت جلد۲۷ کے لئے ان کے یہ کتب ورسائل ردقادیانیت پر ہماری دسترس میں آئے۔

۱...... تحریک ختم نبوت۔ ۲...... مرزائیل۔

۳...... اسلام کے غدار۔ ۴...... عجمی اسرائیل۔
۵...... قادیانیت (قادیانی اسلام کے غدار ہیں) (فیضان اقبال سے اقتباس)

اوّل الذکر کتاب تحریک ختم نبوت عام طور پر آج بھی بازار سے مل جاتی ہے۔ اس لئے اس جلد میں شامل نہ کیا۔ باقی چار رسائل کو شریک اشاعت کیا ہے۔

۱...... ''مرزائیل'' ہمارے ممدوح جناب آغا شورش کاشمیری نے ۳۰؍اپریل ۱۹۶۷ء کو مجلس طلبائے اسلام چنیوٹ کی دعوت پر ایک تقریر کی۔ مدیر معاون ہفت روزہ چٹان لاہور جناب صادق کشمیری نے وہ تقریر چٹان میں ۸؍مئی ۱۹۶۷ء کو شائع کی۔ تقریر کیا تھی۔ اس سے قادیانی ایوانوں میں کہرام برپا ہوگیا۔ اس پر قادیانی پریس پنجے جھاڑ کر آغا شورش مرحوم کے خلاف مرزا قادیانی کی طرح بازاری دشنام بازی پر اتر آیا۔

آغا شورش کاشمیری کے قلم نے بھی کروٹ لی اور قادیانیوں کو نتھ ڈالنے کا فریضہ انجام دینے لگا۔ اس زمانہ (۱۹۶۷ء) میں شورش کاشمیری کے قلم سے ہفت روزہ چٹان میں جو شائع ہوا وہ جمع کر کے تقریر سمیت ''مرزائیل'' نامی کتاب میں جناب مختار احمد پرویز شیخ نے شائع کر دیا۔ جناب مختار احمد پرویز شیخ اس زمانہ میں زیر تعلیم تھے۔ بلاء کے ذہین اور زرخیز دماغ کے انسان ہیں۔ انہوں نے مجلس طلبائے اسلام چنیوٹ قائم کی تھی اور انہوں نے ہی آغا شورش مرحوم کو چنیوٹ میں بلوا کر تقریر کرائی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ اسلامیہ کالج چنیوٹ کے ابتداء میں پروفیسر اور پھر پرنسپل لگ گئے۔ آغا شورش کاشمیری اور مولانا تاج محمود کے مخلص فدائی ہیں۔ آج سے چند سال قبل تک وہ پرنسپل تھے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے وصال پر ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ پھر ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ معلوم وہ ڈیوٹی پر ہیں یا ریٹائرڈ ہوگئے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کو ہر حال میں خوش رکھے۔ انہوں نے یہ کتاب ''مرزائیل'' مرتب کی تھی۔ اس کا دیباچہ جناب صادق کاشمیری نے اور ''سرآغاز'' آغا شورش کاشمیری مرحوم نے تحریر کیا۔ اس کتاب میں آغا مرحوم کی تقریر سمیت چٹان کے اداریے، مضامین اور شذرے جو جمع کئے۔ ان کی تعداد چوبیس (۲۴) ہے۔ جن کی فہرست یہ ہے۔

۱...... مرزائیت کی تاریخ سیاسی دینیات کی تاریخ ہے۔ ۲...... قادیانی ایک سیاسی امت ہیں۔
۳...... انگریز کی شخصی یادگار۔ ۴...... اقبال سے بغض کی بناء پر نہرو کا استقبال۔
۵...... عجمی اسرائیل۔ ۶...... مسیلمہ کے جانشین۔
۷...... الفضل کا لاہوری متنبّی۔ ۸...... انگریزوں کے خاندانی ایجنٹ۔
۹...... مرزائی، ہمارا اعتراض ان کے پاکستان میں رہنے پر نہیں مسلمانوں میں رہنے پر ہے۔
۱۰...... سلطان القلم کے جانشین۔ ۱۱...... کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں۔
۱۲...... قادیانیوں کا تعاقب اشد ضروری۔ ۱۳...... اسرائیل میں مرزائی مشن۔
۱۴...... کبابیر میں جشن مسرت۔ ۱۵...... انگلستان میں مرزائی مشن۔
۱۶...... خلیفہ ثالث کا عزم یورپ۔ ۱۷...... یہ راگنی بند کرو۔

۱۸...... مرزائی اور چٹان۔ ۱۹...... قادیانی ڈھولک۔
۲۰...... اقبال کے بگلہ بھگت۔ ۲۱...... نقل کفر کفر نہ باشد۔
۲۲...... چکنی داڑھی کے منفی چہرے۔ ۲۳...... سکاٹ لینڈ یارڈ کے گماشتے۔
۲۴...... عجمی اسرائیل (نظم)

راقم نے متذکرہ بالا مضامین کی تخریج کے لئے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی فائل کی ورق گردانی کی، تو سرسری نظر سے ۱۹۶۷ء کی جلد سے چند اور مضامین بھی مل گئے۔ وہ بھی شامل کر دیئے جن کی فہرست یہ ہے۔

۲۵...... ظفر علی خان اکیڈمی کا قیام۔ ۲۶...... سات نکات۔
۲۷...... ۳۱۳ قادیانی۔ ۲۸...... غلط آدمی کی یادگار کا خاتمہ۔
۲۹...... وحی کا نزول۔ ۳۰...... ربوہ والوں کا خفیہ نظام۔
۳۱...... قادیانی امت اور فاطمہ جناح۔ ۳۲...... عجمی اسرائیل اور پاکستان کی اقتصادیات۔
۳۳...... قادیانیت (ہندوستان کی پاکستانی سرحد پر کسی مسلمان کو بھارتی شہری بن کر رہنے کی اجازت ہے؟)
۳۴...... قادیانی اور اسرائیل۔ ۳۵...... ظفر اللہ خان کو منہ نہ لگایا جائے۔
۳۶...... مرزائیوں کی تاریخ نگاری۔ ۳۷...... قادیانی تعاقب جاری رہے۔
۳۸...... مرزائیوں سے قطع تعلق ہے میرا دیں۔ ۳۹...... علامہ اقبال کے ملفوظات۔

جماعتی مصروفیات اور ذاتی عوارض کے باعث فقیر کے لئے ممکن نہیں۔ ورنہ لازم وضروری ہے کہ چٹان کی تمام فائلوں سے آغا شورش کاشمیری کے رد قادیانیت پر رشحات قلم کو جمع کر کے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔

۲...... ''اسلام کے غدار'' اس کا مکمل نام ''مرزا غلام احمد قادیانی سے مرزا ناصر احمد تک قادیانی امت کے استعماری خدوخال، اسلام کے غدار'' یہ بتیس صفحات پر مشتمل رسالہ تھا۔ ۱۹۷۳ء میں اولاً شائع ہوا۔ تقریباً چھتیس سال بعد اسے شائع کرنے پر اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق پر بارگاہ الٰہی میں شکر بجالاتے ہیں۔

۳...... ''عجمی اسرائیل'' یہ چالیس صفحات کا رسالہ تھا۔ یہ بھی ۱۹۷۳ء کے آخر میں شائع ہوا۔ مکمل نام جو ٹائٹل پر درج تھا وہ ہے۔ ''قادیانی پاکستان میں استعماری گماشتے ہیں۔ عجمی اسرائیل، ایک انڈر گراؤنڈ خطرے کا تجزیہ'' اور یہی اس کا مکمل تعارف ہے۔ آغا صاحب کا قلم اس کتابچہ میں جولانی پر ہے اور ان کا دماغ صفحات پر معلومات منتقل کرنے میں موجزن دریا کی طرح رواں ہے۔

۴...... ''قادیانیت'' قادیانی اسلام کے غدار ہیں۔ جناب آغا شورش کاشمیری نے فیضان اقبال کی سرخی قائم کر کے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیت کی اسلام دشمنی سے متعلق علامہ اقبال کے تمام ارشادات، مقالات، ملفوظات، خطوط کا باحوالہ انتخاب کیا جو اس فیضان اقبال کے ص ۴۱۹ سے ص ۴۵۲ تک کے صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں اس کو بھی ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

آغا شورش کاشمیری ...... متفرقات

خود فرمایا: ''میں نے ایوب خان کی حکومت کی ہٹ دھرمی سے تنگ آ کر کراچی کے ایام نظر بندی میں ۴۵ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ ایجا رسید کہ صبح وشام کا معاملہ ہوگیا۔ کسی وقت بھی سناونی آ جانے کا احتمال تھا۔ ایوب خان اور موسیٰ خان، راقم کو موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویش ناک ہوگئی۔ مولانا تاج محمود مدیر ''لولاک'' نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول وعرض سے راقم کے نام تاروں کا تانتا بندھ گیا: ''بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔'' اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیز الرحمٰن (کراچی) تشریف لائے اور فرمایا کہ: انہیں لاہور سے مختلف راہنماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا میاں عبدالہادی نے تار دیا ہے۔ ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی کا ہے کہ: ''بھوک ہڑتال چھوڑ دو، تمہاری زندگی ضروری ہے۔'' راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے۔ راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک روش پر، سیّدنا مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز، علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کھڑے ہیں۔ راقم کے شانے کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا: ''شورش! گھبرانا نہیں، آخری فتح تمہاری ہے۔''

جب دن چڑھے راقم کو جگایا گیا تو پائینتی کی طرف پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، کمشنر کراچی اور سپرنٹنڈنٹ جیل کھڑے تھے۔ تینوں آپس میں کانا پھوسی کر کے چلے گئے۔ راقم ایک جاں بلب مریض کی طرح تھا۔ یکا یکی دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، گورنر موسیٰ سے مل کر لوٹے، جھنجھوڑ کے جگایا، کہنے لگے: ''مبارک ہو! آپ کو حکومت نے رہا کر دیا۔ پولیس چلی گئی۔ اب آپ آزاد ہیں۔''
(تحریک ختم نبوت ص۵۹،۶۰)

آغا شورش کاشمیری کو اللہ کریم نے بے پناہ جرأت اور قوت گویائی عنایت فرمائی تھی۔ جس سے قادیانیوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے گئے۔ ''چٹان'' کی فائل آج بھی کھول کر دیکھ لیں تو آغا شورش کے خدشات درست نظر آئیں گے۔ قادیانی نبوت اور اس کے گماشتوں کی آغا صاحب سے کئی دفعہ ٹھنی۔ انہیں اپنی طاقت پر ناز تھا اور آغا صاحب کو اپنی تربیت اور جرأت پر، انہیں ظفر اللہ خان نظر آتا تھا، تو آغا صاحب، ظفر علی خان کا قہر بن جاتے۔ انہیں امریکا کی پشت پناہی تھی، تو آغا صاحب اپنی جان پر کھیلنے کا تہیہ کر لیتے۔ ان کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ان کے اکتساب فیض نے ان میں ختم نبوت کا کتنا احترام پیدا کر دیا تھا اور قادیانیوں سے کس قدر نفرت تھی۔ قادیانیت کو وہ ایک مذہبی تحریک نہیں بلکہ سیاسی گماشتہ سمجھتے تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتاب ''عجمی اسرائیل'' میں اسے سامراجی مہرہ ثابت کیا اور ان کے عزائم سے قوم اور حکمرانوں کو خبردار کیا تھا۔ ان کی خطابت اتنی پرکشش ہوتی تھی کہ یقین مانئے جس شہر میں ان کی تقریر ہوتی۔ اس رات نوجوان سینماؤں میں فلم چھوڑ کر پنڈال میں ہوتے۔ حضور سرور کائنات ﷺ سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ حضور ﷺ سے عشق اس قدر تھا کہ وہ اپنی تقریر میں اس قدر جذباتی ہو جاتے کہ مجمع کربناک ہو جاتا۔ ایک دفعہ ''چٹان'' پریس کی ضبطی پر موچی دروازے میں آغا صاحب نے ایوب خان سے کہا کہ: ''محمد عربی ﷺ کے نام پر ایک پریس تم نے ضبط کیا ہے۔ جاؤ دوسرا پریس بھی ضبط کرو۔ تم نے کمینگی کا مظاہرہ کیا ہے، میں تو اپنی جان کی بازی لگانے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں۔''

جناب زیڈ.اے سلہری بیان کرتے ہیں کہ بیماری کے دنوں ہم آغا صاحب سے ہسپتال ملنے گئے۔ کافی دیر ہوگئی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا: آپ اٹھ جائیں۔ لیکن آغا صاحب کو ہماری موجودگی میں اتنا انہاک تھا کہ اجازت لینے کی جسارت نہ تھی۔ پھر ڈاکٹر افتخار نے ہمیں مخاطب کرکے کہا کہ وہ آغا صاحب کو انجکشن دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ سو کر کچھ آرام کرلیں۔ اس پر ہم فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں ابھی سلام کرکے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ آغا صاحب نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا کہ میں اپنے ہاتھ کو ان کے سر پر رکھ دوں۔ جب میں نے ان کے حکم کی تعمیل میں اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ دیا تو انہوں نے انتہائی رقت بھری آواز میں کہا: ”سلہری صاحب! آپ گواہی دینا کہ میں مسلمان ہوں۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور میں رسول اللہ ﷺ کا عاشق ہوں۔“

یہ سن کر میں کانپ گیا۔ گو میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ: آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ ابھی تو آپ نے علامہ اقبال کے متعلق عشق رسول پر کتاب لکھنی ہے (اقبال کی صدسالہ سالگرہ کی جشن کمیٹی نے آغا صاحب کو اس کام پر مامور کیا تھا) لیکن مجھے یکلخت محسوس ہوا کہ آغا صاحب کی آنکھیں آئندہ کا وہ نقشہ دیکھ رہی ہیں جو ہماری نظروں سے ماوراء ہے۔ میرا دل بھاری ہوگیا۔ میں گھر چلا آیا۔ نماز پڑھی اور آغا صاحب کی صحت کے لئے دعا کی۔ مجھ گنہگار کی دعا کیا لیکن ایک دوست کی تعمیل فرمائش ضروری تھی اور پھر میں قریب ساری رات ان کے خیال میں مستغرق رہا اور زیرلب ان کی صحت یابی کے لئے دعا کرتا رہا، لیکن سخت متفکر رہا۔ صبح پانچ بجے ایک دوست کا ٹیلی فون آیا کہ آغا صاحب اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ ہم انہیں سوا سات بجے چھوڑ کر آئے تھے اور وہ سوا گیارہ بجے فوت ہوگئے۔

آغا شورش کاشمیری تحریر فرماتے ہیں: اتفاق سے پاکستان کی سیاسی زندگی میں بیوروکریسی کا اقتدار قائم ہوچکا تھا اور بعض نمایاں عہدوں پر اس قماش کے اشخاص فائز تھے جن کا ضمیر برطانوی استعمار کی مٹی میں گندھا ہوا تھا۔ مثلاً: ملک کے ڈیفنس سیکریٹری میجر جنرل سکندر مرزا بنگال کے روایتی غدار میر جعفر کی اولاد تھے۔ جب تک انگریز رہے ان کی سیاسی خدمات بجالانے میں اپنا جوڑ نہیں رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب کے زمانۂ وزارت تک مرکزی افسروں میں تھے۔ لیکن ملک کے عوام بالکل نہ جانتے تھے کہ حکومت کے دوائر میں کوئی سیاسی طاقت رکھتے ہیں۔ ملک غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کی وزارت کو برخاست کیا تو اس کے ساتھ ہی اسکندر مرزا مطلع سیاست پر نمودار ہوگئے۔ انہیں پہلے مشرقی پاکستان میں گورنر بنایا گیا۔ پھر مرکزی حکومت میں وزیر داخلہ ہوگئے۔ اس کے بعد ملک غلام محمد کی مجنونانہ علالت سے فائدہ اٹھا کر گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا۔ جب چوہدری محمد علی نے پاکستان کا آئین تیار کیا تو ملک کے صدر بن گئے۔ پھر کئی ایک وزارتوں سے کھیلتے رہے۔ آخر مارشل لا نافذ کیا۔ لیکن اسی کے ہاتھوں مارے گئے اور ملک سے جلاوطن ہوکر انگلستان چلے گئے۔ وہاں لندن کے ایک ہوٹل میں کچھ عرصہ ملازمت کی۔ آخر کار موت کا بلاوا آگیا اور مر کے ایران میں دفن ہوئے۔ اسکندر مرزا مسلمہ طور پر لادین تھے۔ انہیں علمائے دین سے سخت نفرت تھی اور ایسے ادارے کو فنا کردینے کے حق میں تھے جس کی اساس یا مزاج میں مذہب ہو۔ انہیں اس امر کا سخت افسوس تھا کہ تحریک ختم نبوت میں مارشل لا کو وسیع نہیں کیا گیا اور نہ ملاؤں کو تختۂ دار پر کھینچا گیا۔ یہ بات راقم نے ان کے ہونٹوں سے خود سنی۔ وہ میاں مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ کے بنگلے پر تشریف لائے۔ تعارف ہوا تو جہاں انہوں نے کئی اور غلیظ باتیں کیں۔ وہاں یہ گلہ بھی کیا کہ وزارت نے ان کی بات نہیں مانی۔ اگر پاکستان کے ملّاؤں کو اس تحریک کی فضا میں پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تو ملک ہمیشہ کے لئے ان سے پاک ہوجاتا۔ اسکندر مرزا کے علاوہ ملک غلام محمد بھی علماء سے معاندت میں پیش پیش

تھے۔ کچھ اور چہرے بھی تھے، جن کا معاملہ اب اللہ کے سپرد ہے۔ ان تمام چہروں کا ذکر کرتے ہوئے سردار عبدالربّ نشتر نے راقم سے کہا تھا کہ:''جن لوگوں نے تحریک ختم نبوت میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور ختم نبوت کے مسئلے کو اپنے اقتدار کی مسند پر قربان کیا۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے شب و روز کی ویرانی کا حال کیا ہے؟ اور ان کے دماغ و دل پر کیا بیت رہی ہے؟ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔'' (تحریک ختم نبوت ص۱۴۷)

میاں مشتاق احمد گورمانی وزیر داخلہ تھے۔ مولانا ظفر علی خان کی شدید علالت کے پیش نظر راقم انہیں مولانا اختر علی خان کی رہائی پر آمادہ کر رہا تھا کہ ان کے دولت کدے پر اسکندر مرزا آگئے۔ مرزا ان دنوں ڈیفنس سیکریٹری تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ مولانا اختر علی خان کی رہائی کا مسئلہ ہے تو بھڑک اٹھے۔ فرمایا کہ:''وہ رہا نہیں ہوسکتے۔'' راقم نے عرض کیا کہ:''ان کے والد بیمار ہیں۔'' کہنے لگے کہ:''وہ خود تو بیمار نہیں؟'' راقم نے کہا:''ان کے والد کی عظیم خدمات ہیں۔ اسی کے پیش نظر اختر علی خان کو رہا کر دیا جائے۔'' اسکندر مرزا نے باپ اور بیٹے دونوں کو گالی لڑھکا دی اور کہا:''دونوں کو مرنے دو۔'' راقم نے مرزا صاحب کو ٹوکا کہ:''ہفتہ پہلے آپ کا بیٹا ہوائی حادثے میں موت کی نذر ہو گیا ہے۔ اس قسم کے الفاظ آپ کو نہ بولنا چاہئیں۔'' گورمانی صاحب نے راقم کے تیور دیکھ کر صحبت ختم کر دی۔ لیکن مرزا صاحب نے فرمایا کہ:''یہ کابینہ کی غلطی ہے کہ اس نے ان ملاؤں کو پھانسی نہیں دی۔ ہمارے مشورے کے مطابق پندرہ بیس علماء کو دار پر کھنچوا دیا جاتا یا گولی سے اڑا دیا جاتا تو اس قسم کے جھمیلوں سے ہمیشہ کے لئے نجات ہو جاتی۔'' جس صبح دولتانہ وزارت برخاست کی گئی اس رات گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں اسکندر مرزا کا ایک ہی بول تھا:''مجھے یہ نہ بتاؤ کہ فلاں جگہ ہنگامہ فرو ہو گیا یا فلاں جگہ مظاہرہ ختم کر دیا گیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ وہاں کتنی لاشیں بچھائی ہیں؟ کوئی گولی بے کار تو نہیں گئی؟'' عبدالربّ نشتر، راقم کے بہترین دوست تھے۔ ان سے اس مسئلے پر گفتگو ہوئی تو فرمایا:''جن لوگوں نے شیدائیان ختم نبوت کو شہید کیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ میں اندرخانہ کے رازدار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ ان پر کیا بیت رہی ہے؟ اور وہ کن حادثات و سانحات کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کر لیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے۔'' (تحریک ختم نبوت ص۱۴۲)

(۷۹۶) شوکت اللہ میرٹھی، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۲۲ء)

مولانا شوکت اللہ میرٹھی (اصل نام مولانا محمد احسن تھا) اردو، فارسی پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے ان دونوں زبانوں کی خدمت گزاری کا بھی حق ادا کر دیا تھا۔ خود کو ''مجدد السنۃ شرقیہ'' کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ انہوں نے خاقانی، عرفی اور غالب کے دیوانوں کی عجیب و غریب شرحیں لکھیں۔ وہ اپنے ذوق کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتے اور لکھتے رہتے تھے۔

۱۹۰۱ء مرزا قادیانی کے کفر یدّاح کے عروج کا دور ہے۔ اسی سال کذاب قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کذاب قادیان کے دعویٰ نبوت کے دور میں جن لوگوں نے مرزا قادیانی کی تردید کا بیڑا اٹھایا تھا وہ امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہیں خوش نصیب حضرات میں سے ایک مولانا شوکت اللہ میرٹھی تھے۔ موصوف میرٹھ سے ہفتہ وار ''شحنۂ ہند'' شائع کیا کرتے تھے۔ آپ نے چار

سال ابتدائے ۱۹۰۱ء سے دسمبر ۱۹۰۴ء تک ہفتہ وار شحنۂ ہند کا ہفتہ وار ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا جو عموماً آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ مسلسل شائع ہوا اور چار سال قادیانی رسائل کے جواب میں اپنی مثال آپ تھا۔

۱...... ہمیں اس کے سال اوّل یعنی ۱۹۰۱ء کا صرف ایک شمارہ مل سکا جو ۸ر جون ۱۹۰۱ء کا پرچہ ہے اور شمارہ نمبر اس کا بائیس ۲۲ ہے۔ یہ شمارہ ای میل کے ذریعہ مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے دارالعلوم دیوبند سے ارسال فرمایا۔

۲...... ۱۹۰۲ء کے شمارہ جات کے ایڈیٹر صاحب صفحات کے نمبر مسلسل استعمال کرتے ہیں۔ ہم انہیں مسلسل نمبرات کو سامنے رکھیں تو ۱۹۰۲ء کی فائل کا ص ۱ سے ص ۵۶ موجود نہیں۔ گویا (شمارہ نمبر ۱، ۲، ۳ شارٹ ہیں) اسی طرح ص ۷۷ سے ص ۱۰۰ تک کے صفحات موجود ہیں۔ ان پر تاریخ ایک ہے۔ گویا شمارہ نمبر ۷، ۸ اور ۹، ایک ساتھ شائع ہوئے۔ شمارہ نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲ ص ۱۰۱ تا ۱۲۴ تک شائع ہوئے۔ البتہ ص ۱۲۵ سے ۱۲۸ صفحات موجود نہیں۔ لیکن یہ سہو ہے۔ ورنہ شمارہ نمبر ۱۳ ص ۱۲۹ پر موجود ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کوئی شمارہ شارٹ نہیں۔ البتہ صفحات پر سہو ہوا۔ شمارہ نمبر ۱۳ ص ۱۲۹ سے شروع ہو کر ص ۱۴۰ چلا گیا ہے۔ پھر ص ۱۴۱ پر شمارہ نمبر ۱۲ درج ہے۔ گویا کوئی صفحہ شارٹ نہیں۔ البتہ شمارہ نمبر ۱۳، ۱۴، ۱۵ ایک ساتھ ص ۱۲۹ سے ص ۱۴۰ پر مشتمل ہیں۔ پھر ص ۱۴۱ سے ص ۳۰۸ تک شمارہ نمبر ۱۶ سے ۳۷ تمام شمارہ جات اس جلد میں موجود ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سن ۱۹۰۲ء کے شمارہ نمبر ۱، ۲، ۳ ص ۱، سے ص ۵۶ تک شارٹ ہیں اور پھر ص ۳۰۹ سے آخر تک۔ گویا شمارہ نمبر ۳۸ سے آخر جلد تک موجود نہیں۔ یعنی ہمیں دستیاب نہ ہوئے۔ جس بندہ خدا کو ۱۹۰۲ء کے شمارہ نمبر ۱، ۲، ۳، پھر شمارہ ۳۸ سے آخر تک مل جائیں تو وہ اس فائل کو مکمل کر سکتا ہے۔

۳...... الحمدللہ! ضمیمہ شحنۂ ہند ۱۹۰۳ء کی مکمل فائل یہاں پر موجود ہے۔ کہیں سے ایک آدھ صفحہ شارٹ ہے۔ تو وہیں نوٹ دے دیا، ورنہ مکمل ہے۔

۴...... اسی طرح ہفتہ وار ضمیمہ شحنۂ ہند کی سن ۱۹۰۴ء کی بھی مکمل فائل احتساب قادیانیت کی جلد ۵۸ پر شائع ہوگئی۔

گویا احتساب کی ان دونوں جلدوں ۵۷، ۵۸ ضمیمہ شحنہ ہند کے چار سالوں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۴ء کے جو شمارہ میسر آئے۔ یعنی ۱۹۰۱ء کا صرف ایک شمارہ اور ۱۹۰۲ء نامکمل اور ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کے مکمل فائل ان جلدوں میں آگئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ الحمدللہ!

مولانا شوکت اللہ نے جس طرح مرزا قادیانی کی مٹی پلید کی ہے جس طرح آڑے ہاتھوں لیا ہے یہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

(۷۹۷) شوکت حسین گیلانی، مخدوم سید

(پیدائش: ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۲۴ر جولائی ۱۹۸۲ء)

شیخ طریقت مخدوم سید شوکت حسین الحسنی گیلانی سجادہ نشین پیر پیراں موسیٰ پاک ملتان نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مطالبات پر توثیقی دستخط کئے اور عملی طور پر بھی اس تحریک کا حصہ بنے۔

(۷۹۸) شوکت حیات خان، جناب سردار

(ولادت: ۹؍جون ۱۹۱۳ء، امرتسر ...... وصال: ۲۴؍ستمبر ۱۹۹۸ء)

آپ واہ راولپنڈی اٹک کے رہنے والے تھے۔ قائداعظم کے ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ایک بار مسلم لیگ کے سربراہ بھی منتخب ہوئے۔ نواب امیر محمد خان کالا باغ کے زمانہ میں پنجاب کے وزیر مالیات بنے۔ آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی میں محرکین قرارداد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں آپ بھی شامل تھے۔

(۷۹۹) شوکت علی دلدار، ڈاکٹر خواجہ محمد

(ولادت: ۱۵؍اپریل ۱۹۵۰ء ...... وفات: ۱۴؍جون ۲۰۰۷ء)

خواجہ ڈاکٹر محمد شوکت علی تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک اپنے علاقہ میں تعلیم حاصل کی۔ بی.اے کی ڈگری گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے جب کہ ہومیوپیتھی میں ڈپلومہ اور ایم.اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ جامعہ رضویہ مظہرالاسلام سے دینی تعلیم کی تکمیل کر کے جامعہ رحیمیہ رضویہ غوث العلوم لاہور سے تنظیم المدارس کے تحت عالمیہ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۷ء میں چلنے والی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ نے فیصل آباد میں جھنگ روڈ پرز مین خرید کر ختم نبوت مسجد اور فری میڈیکل سنٹر قائم کیا اور ختم نبوت مسجد میں خطیب رہ کر خطبات جمعہ میں قادیانیت کا پردہ چاک کرتے رہے۔ آپ نے ردقادیانیت پر متعدد کتب بھی تحریر کیں۔ جن میں: (۱) ایک حقیقت کا اظہار جس سے انحراف ناممکن ہے۔ (۲) آستین کے سانپ۔ (۳) حیات المسیح علیہ السلام۔ (۴) شاتم رسول اور اس کا ہولناک انجام۔ (۵) حیاۃ النساء فیضان رسول اور مقام نبوت قابل ذکر ہیں۔ ۱۴؍جون کو ہارٹ اٹیک سے وفات ہوئی۔ آپ کو کمال آباد قبرستان فیصل آباد میں سپرد خاک کیا گیا۔

(۸۰۰) شہاب الدین امرتسری، جناب حکیم

کسی زمانہ میں امرتسر سے ماہنامہ ''البلاغ'' شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر حکیم شہاب الدین امرتسری بھی رہے۔ انہوں نے فروری ۱۹۲۶ء میں ساٹھ صفحات پر مشتمل ختم نبوت نمبر شائع کیا تھا۔

(۸۰۱) شہاب الدین (لاہور)، مولانا

(وفات: ۲۲؍نومبر ۱۹۷۰ء)

مولانا شہاب الدین لاہور جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز میں خطیب رہے۔ آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کے شاگرد اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ دیوبند کے فاضل تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام: ''رفع الحجاب عن وجه الكذاب'' ہے۔ آپ نے یہ کتاب ستمبر ۱۹۵۲ء میں تحریر فرمائی۔ جب لاہور میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حالات پیدا ہو رہے تھے اس زمانہ کی یہ مرتب کردہ کتاب ہے۔ جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹

میں ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰ اما بعد!

ناظرین پر واضح ہو کہ اس رسالہ میں اکاذیب مرزا کا اظہار مشتے از خروارے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کے جھوٹ اللہ کی قسم ہے۔ اگر جمع کئے جائیں تو کئی سوصفحوں کی کتاب تیار ہوسکتی ہے اور اپنے مخالفین کو سوقیانہ مغلظات سنا کر اپنے دل کا بخار نکالنا اکاذیب سے کئی حصے زیادہ ہے۔ تکبر، تفاخر، تعلّی، انا خیر کی بدبو ہر ہر سطر سے آتی ہے۔ جب دلائل قاطعہ سے عاجز اور مضطر ہو جاتا ہے تو اپنی وحی کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر کہتا ہے کہ مجھے اپنی وحی پر اسی طرح ایمان اور یقین ہے۔ جس طرح قرآن پر ہے۔ میں اپنی وحی سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔ سبحان اللہ!

زشت باشد روئے نازیبا وناز عیب باشد چشم نابینا وباز

میں حکم ہوں اگر احادیث کو اور تفاسیر کو مان لوں۔ تو میری وحی کدھر جائے۔ جس اعتراض کا جواب نہ وارد ہو یہ کہہ کر جان چھوڑانے کے واسطے نہایت بے حیائی اور پوری ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ اس میں تمام انبیاء میرے شریک ہیں۔ اسی طرح اس کی امت خواہ لاہوری ہو یا قادیانی ہو۔ عوام کو دھوکہ اور فریب دینے کے واسطے اپنی اور اپنے پیغمبر کی روسیاہی پر پردہ ڈالنے کے واسطے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارے رد میں ہمارے مخالف ہماری کتابوں کی عبارات کو کٹ کٹا، توڑ پھوڑ کر اور سیاق وسباق کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے جس سے غلط مطلب برآمد ہو، پیش کرتے ہیں۔ سو میں ہر دو طائفہ مرزائیہ کو اعلان کرتا ہوں کہ میری اسی تحریر میں میرے روبرو ہو کر اگر ایسا دکھلا دو تو منہ مانگا انعام یا تاوان دوں گا۔

رسالہ ہذا میں میرا مقصد اور غرض فقط یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ انگریز خدا کی رحمتوں سے ایک بڑی بھاری رحمت ہے۔ برطانیہ خدا کے انعاموں سے ایک عظیم الشان انعام ہے۔ انگریز ایک اس قسم کے انڈے ہیں کہ عنقریب ان سے اسلام کے چوزے نکلنے والے ہیں۔ برطانیہ اسلام کا خیر خواہ ہے۔ برطانیہ مسلمانوں کے لئے خدا کا سایہ ہے۔ برطانیہ انصاف اور عدل کا مجسمہ ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ برطانیہ کا شاہی خاندان اسلام کی آغوش میں آیا کہ آیا، انگریز کی ناشکری خدا کی ناشکری ہے۔ انگریز کا مخالف خدا کا دشمن ہے۔ اسلام اور مسلمانوں پر انگریز کے احسانات کی بارش رات دن برس رہی ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بقول مرزا قادیانی کے میرے والد کی ساری عمر انگریز کی خوشنودی کے حصول میں عموماً بسر ہوئی اور خصوصاً ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر معہ پچاس سواروں کے بے گناہ مسلمان مرد اور عورتوں کو تہ تیغ کرنا ان اوراق میں مفصل دکھلایا ہے اور بیرون ہند ممالک اسلامیہ میں مرزا قادیانی کی کفر پرستی اور امداد کفار کیا کیا رنگ لائی اور لا رہی ہے۔ اس کے متعلق معلومات صحیحہ کا ایک معتدبہ ذخیرہ بھی ناظرین کو ملے گا۔ ناظرین کو یہ بات ضروری یاد رکھنی چاہئے کہ عالم کون وفساد میں شیاطین استراق السمع کے طور پر امور تکونیہ اپنے چیلوں کو القا کر دیا کرتے ہیں۔ (جیسا کہ قرآن اور حدیث میں ہے) پھر وہ شیاطین کے چیلے اس القائے شیطانی کو اپنی وحی اور علم سکوتی قرار دے کر عوام جہلاء میں ان کی اشاعت کرتے ہیں اور وہ القاء شیطانی، صدق وکذب دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس شیطان کے چیلے کی کئی باتیں صحیح اور سچی ثابت ہوتی ہیں اور کئی غلط اور جھوٹی نکلتی ہیں۔ عوام معتقدین جھوٹ سے اغماض اور چشم پوشی کرتے ہیں اور سچی پر نظر رکھتے ہیں۔

ناظرین! اب مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیاں اور اس کے معجزات کو غور سے دیکھیں تو اس سے ایک انچ بھر کا تفاوت نہ ہوگا۔ بالفرض برطانیہ کا شاہی خاندان (بقول مرزا قادیانی) اگر اسلام کو قبول کرلے تو مرزا قادیانی کو سچا مان لیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ (نزول المسیح ص ۲۸، خزائن ج ۱۸ ص ۴۰۶) پر جہاں یہ جھوٹی گپ ہانکی ہے کہ مکے اور مدینہ کے درمیان جو ریل گاڑی جاری ہو رہی ہے۔ یہ میری نبوت اور مسیحیت کی دلیل ہے۔ پھر اس میں یہ لکھا ہے کہ پیش گوئی کی میعاد یہ نہیں کہ پچاس سال تک ہونی چاہئے۔ اکثر واقعات روزمرہ معمولی اور ادنیٰ ادنیٰ امور عادیہ پا افتادہ حقیر اشیاء کو معجزہ کہتا ہے۔ شہاب الدین، مؤرخہ ۸ر ستمبر ۱۹۵۲ء

آپ کی وفات ۲۲ر نومبر ۱۹۷۰ء میں لاہور ہوئی۔ وہاں پر مدفون ہوئے۔

(۸۰۲) شہید احمد (کرک)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۷ر مارچ ۲۰۰۳ء)

مولانا شہید احمد ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، ادیب اور ماہر اقبالیات تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام (سمیع الحق گروپ) کے پلیٹ فارم سے انتخابات میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۳ء میں رکن قومی اسمبلی بھی منتخب ہوئے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے اپنی خدمات سرانجام دیئے۔

(۸۰۳) شیر باز مزاری، جناب سردار

(پیدائش: ۶ر اکتوبر ۱۹۳۰ء، روجھان ...... وفات: ۵ر دسمبر ۲۰۲۰ء، کراچی)

آپ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ ملک کے نامور سیاستدان میں شامل تھے۔ خاندانی، صاحب وجاہت شخصیت تھے۔ ملک بھر میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ نے حزب اختلاف کی قرارداد جسے مولانا شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں پیش کیا تھا، اس پر جناب شیر باز مزاری نے بھی دستخط کر کے ہمیں ممنون احسان کیا اور خود رحمت عالم ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے فرض غلامی ادا کیا۔

(۸۰۴) شیر علی شاہ، مولانا ڈاکٹر سید

(وفات: ۳۰ر اکتوبر ۲۰۱۵ء)

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث تھے۔ مولانا شیر علی شاہ دارالعلوم حقانیہ، جامعہ اشرفیہ لاہور ایسے مدرسوں میں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف حقانیہ سے کیا۔ بعد میں تکمیل جامعہ اشرفیہ میں کی۔ مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا غلام اللہ خان کے ہاں دورۂ تفسیر بھی کیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر سے اس دوران ردقادیانیت پر تربیت بھی حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پی.ایچ.ڈی کیا۔ آپ دارالعلوم کراچی، احسن العلوم کراچی اور منبع العلوم میران شاہ میں پڑھاتے بھی رہے۔ اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں تشریف لائے اور پھر یہیں سے جنازہ اٹھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے دو ماہ قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

(۸۰۵) شیر محمد (خیر المدارس ملتان)، حضرت مولانا

(وفات: ۱۴ر ستمبر ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا شیر محمد پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے مسترشدین میں سے تھے۔ حضرت مدنی کو خط لکھا کہ اپنے بیٹے شیر محمد کو دینی تعلیم دلوانا چاہتا ہوں راہنمائی فرمائیں کہ انہیں کس مدرسہ میں داخل کراؤں۔ حضرت مدنی نے جواب میں فرمایا کہ انہیں مولانا خیر محمد کے مدرسہ خیر المدارس ملتان میں داخل کرادیں۔ مولانا شیر محمد ابھی گیارہ سال کے تھے کہ جامعہ خیر المدارس میں داخل کرادیئے گئے۔ آپ نے خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی ثم ملتانی، مولانا غلام مصطفیٰ ملتانی، مولانا عتیق الرحمٰن سمیت اساتذہ خیر المدارس سے کریما سے بخاری تک تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ رحیمیہ قصبہ مڑل ملتان، فیصل آباد کے ایک مدرسہ میں معلّمی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۱ء میں خیر المدارس استاذ کی حیثیت سے تشریف لائے اور تاحیات خیر المدارس میں استاذ رہے۔ حضرت مولانا کی تعلیمی زندگی کا آغاز واختتام خیر المدارس سے ہوا۔ ہزاروں طلباء نے ان سے قرآن وسنت کے علوم حاصل کئے اور اپنے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کیا۔ جب بھی ملاقات ہوتی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کارگزاری سنتے۔ کام سے متعلق سوالات کا جواب سن کر اظہار مسرت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ آپ کی پہلی نماز جنازہ جامعہ خیر المدارس میں ادا کی گئی، دوسری نماز جنازہ پنیالہ میں ہوئی اور انہیں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے ساتھ آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۸۰۶) شیر محمد شرق پوری، حضرت میاں

(پیدائش: ۱۸۶۵ء ...... وفات: ۲۰ر اگست ۱۹۲۸ء)

پیر کرم شاہ سکنہ بھوپن کلاں نزد حافظ آباد، اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرق پوری کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ: ”ایک زمیندار مردان علی نامی صاحب ثروت تھا، مگر تھا بڑا آزاد خیال۔ نیچری قسم کے اعتقادات رکھتا تھا۔ مرزائیت کی طرف مائل تھا اور وقتاً فوقتاً قادیان بھی جایا کرتا تھا۔ ایک بار کسی شخص کے ساتھ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔ اس کی نیت یہ تھی کہ اگر اعلیٰ حضرت شرق پوری سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو قادیان جاکر مرزا غلام احمد کی بیعت کرلوں گا۔ پیر کرم شاہ کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحب کی صرف ایک ہی نگاہ سے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور اپنی زبان سے کہنے لگا: ”مرزا جھوٹا! مرزا جھوٹا! مرزا جھوٹا!“ اس اقرار کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو فوراً اپنے خیالات فاسدہ سے تائب ہوا۔ اللہ اکبر!“ (خزینہ کرم ص۵۲۱، تالیف نور احمد مقبول بی اے)

حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب شرق پوری نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باؤلے کتے کی ہے اور باؤلے پن کا اس پر دورہ پڑا ہوا ہے۔ اس کا منہ دم کی طرف ہے۔ بھونک رہا ہے اور گول چکر کاٹ رہا ہے۔ منہ سے پانی نکل رہا

ہے اور بار بار اپنی دم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔ اس کشف کا فقیر راقم نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے سامنے ذکر کیا۔ فوراً تڑپ اٹھے۔ فرمایا: ’’خدا گواہ ہے واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واقعتاً مرزا کی حقیقت ایسی ہی ہونی چاہئے۔‘‘

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، حضرت میاں صاحب سے ملنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت میاں شیر محمد شرق پوری نے بہت اکرام فرمایا اور فرمایا آپ ایسے ختم نبوت کے مجاہد کی زیارت کے بعد نجات کی توقع ہوگئی ہے۔ شاہ صاحب جب واپس جانے لگے تو حضرت میاں صاحب سڑک تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے۔ علماء حق اور فتنۂ قادیانیت ص۱۵۲ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ۱۱/اکتوبر ۱۹۹۱ء کے جمعہ میگزین میں یادگار چہرے کے عنوان پر ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں ایک اخبار ’’لاہور پنچ‘‘ کا ذکر ہے۔ ۱۸۹۸ء کے اسی اخبار کی خبریں بطور نمونہ کے پیش کی ہیں۔ اس میں ایک خبر یہ بھی ہے۔ ’’میاں شیر محمد شرق پوری گزشتہ سات روز سے بادشاہی مسجد لاہور میں قیام پذیر تھے۔ لیکن مرزا قادیانی مناظرہ کے لئے نہیں آیا۔ لہٰذا آپ کل واپس شرق پور تشریف لے جارہے ہیں۔‘‘ (جمعہ میگزین ۱۱/اکتوبر ۱۹۹۱ء، بحوالہ علماء حق اور فتنہ قادیانیت ص۱۵۳)

اس خبر سے واضح ہورہا ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مگر اسے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

(۸۰۷) شیر محمد قریشی (احمد پور شرقیہ)، جناب

(وصال: ۲۵/جون ۲۰۱۹ء)

جناب شیر محمد صاحب قریشی احمد پور شرقیہ محلّہ عباسیاں کی قریشی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ غلہ منڈی میں اجناس کی آڑھت کا کاروبار کرتے تھے۔ ڈویژن بھر میں آپ کی تجارتی سرگرمیوں کا حلقہ اثر تھا۔ آپ اپنی دین داری میں بہت مشہور تھے۔ احمد پور شرقیہ کے حضرت مولانا غلام احمد خطیب جامع مسجد محلّہ عباسیاں کے تربیت یافتہ اور ان کے شاگرد تھے۔ مولانا مرحوم کے وصال کے بعد آپ نے مسجد کمیٹی میں شمولیت کے ذریعہ مسجد کی آبادی، مسجد میں قائم مدرسہ کی ترقی و تنظیم، اسی جامع مسجد میں عرصہ بعید سے ۹،۱۰/محرم الحرام کو سالانہ سیرت اہل بیت کانفرنس کے انعقاد کے تسلسل کو برقرار رکھا، ان امور میں ایسے حصہ لیا کہ ایک مثال قائم کردی۔ اپنی نیک شہرت اور دیانتداری کے باعث اپنے محلّہ پھر اپنے شہر کے عوام کے مسائل سرکاری سطح پر حل کرانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ کے استاذ مولانا غلام احمد صاحب کا مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ وہ احمد پور شرقیہ میں مجلس کے صدر اور پھر مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ جناب شیر محمد قریشی نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام میں بھی اپنی ذات کو کھپایا۔ اس وقت وہ احمد پور شرقیہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی شناخت و پہچان کا درجہ حاصل کرچکے تھے۔ ملتان دفتر مرکزیہ کے اجلاسوں، چناب نگر کی کانفرنسوں میں شرکت اور نظم کا حصہ بنتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام میں بھی سرگرم عمل رہے۔ دونوں جماعتوں کی قیادت سے ان کے محبانہ ومخلصانہ مراسم تھے۔ آپ کا گھرانہ علماء کرام کا میزبان گھرانہ شمار ہوتا تھا۔ علماء سے اس تعلق کے صدقہ میں آپ کے ایک چھوٹے بھائی نے خان پور جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم مکمل کی۔

آپ کے تمام صاحبزادگان اپنے اپنے طور پر تعلیم یافتہ ہیں اور کاروبار کررہے ہیں۔ اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔ سب شادی شدہ ہیں۔ یوں جناب شیر محمد صاحب قریشی کو اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی شہرت وعزت فارغ البالی ووسعت نصیب فرمائی۔ جس

کام کا آغاز کیا قدرت نے اس میں برکت ڈال دی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے شوگر نے گھیرا ہوا تھا۔ علاج بھی مسلسل جاری رہا لیکن اس جن کو بوتل میں بند نہ کیا جاسکتا تھا، نہ کر پائے۔ شوگر نے جہاں دیگر عوارضات کو ترقی دی وہاں جسم کے ساتھ دل بھی کمزور رہوا۔ بلڈ پریشر بھی زیروبم اختیار کرتا رہا۔ تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا۔ ۲۵؍جون کو رات گئے دل کا اٹیک ہوا۔ دنیا سے منہ موڑا۔ جنت کی راہ لی۔ سب عزیزواقارب کے دیکھتے دیکھتے بڑی سرعت کے ساتھ ایک جہان سے دوسرے جہان کو کوچ کر گئے۔ اگلے دن محمود پارک احمد پور شرقیہ کی جنازہ گاہ میں جنازہ ہوا۔ منڈی، محلّہ، شہر، ضلع بھر سے عزیزواقارب، دینی قیادت، دینی مدارس، علماء، طلباء، ہمسایہ گان وشہریان نے بھرپور شرکت کی۔ حضرت قاری سید پیر عبدالحلیم شاہ نے امامت کی اور مرحوم کو یوں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔

(۸۰۸) شیرنواب خان حنفی نقشبندی قصوری، جناب

''نیام ذوالفقار علی ؒ (۱۳۲۹ھ) برگردن خاطی مرزائی فرزند علی ؒ (۱۳۲۹ھ)'' یہ کتاب مولانا شیرنواب خان حنفی نقشبندی مجددی قصوری کی مرتب کردہ ہے۔ اس کے نام کے دونوں حصوں میں اس کتاب کا سن اشاعت نکلتا ہے۔ اس طرح اس کا ایک تاریخی نام ''حقیقت حیات المسیح ابن مریم'' ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں لکھی گئی۔ اس میں حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر زیادہ زور دیا ہے۔ فرزند علی قادیانی کے قادیانی رسالہ کا یہ کتاب جواب ہے۔ خوب علمی خزانہ ہے۔ ایک سوایک سال بعد اس کی طباعت ثانی کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۰۹) شیر محمد زرگر (میانوالی)، جناب صوفی

(وفات: ۲۵؍فروری ۱۹۸۳ء)

میانوالی آپ کی جنم بھومی تھی۔ طویل قد، جسم ضعیف ونزار، مگر ہمتوں کے پہاڑ تھے۔ زرگری آبائی پیشہ تھا۔ آپ کا شمار مولانا گل شیر شہید کے اوّلین دور کے ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ مولانا گل شیر کی معیت میں تمام دینی اور قومی تحریکات کے دوران صف اوّل میں موجود رہ کر اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ نے مصائب اور تشدد کے برطانوی دور میں مجلس احرار کا ساتھ دیا اور آزادیٔ وطن کے لئے دارورسن کو قبول کیا۔ میانوالی شہر میں احرار کا دم خم آپ ہی کے دم قدم سے تھا۔

ساری زندگی وضع داری اور دریادلی کی پاسداری میں گزری۔ برعظیم کے جتنے قومی رہنما میانوالی تشریف لائے، ان کے قیام وطعام کا انتظام آپ ہی کے گھر پر ہوتا۔ جن میں مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خان عبدالغفار خان، مولانا لال حسین اختر، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد گل شیر خان شہید، مولانا محمد علی جالندھری کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ صوفی شیر محمد کا سلسلۂ ارادت خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف (ضلع میانوالی) سے استوار تھا۔

متانت، شرافت، تقویٰ، نیکی، اخلاق، اخلاص، مہمان نوازی، ملنساری، بہادری اور حمیت صوفی شیر محمد کی حیات مستعار کے اعلیٰ خواص تھے۔ جب تک زندہ رہے، دینی اور سماجی کاموں میں سرگرم رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خود اور ان کی اولاد کی مثالی خدمات ہیں۔

(ص)

(۸۱۰) صابر شاہ پشاوری، جناب سید

(شہادت: ۲۸ ستمبر ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یوسی کانیزہ پی. کے سیون ٹاؤن ٹو پشاور کے ذمہ دار ساتھی سید صابر شاہ بن نور بادشاہ کو نامعلوم افراد نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ شہید کا جنازہ بروز جمعۃ المبارک پانچ بجے عصر گاؤں کانیزہ کے مرکزی جنازہ گاہ میں ادا کیا گیا۔ جنازہ میں شہر کے مذہبی وسیاسی جماعتیں علماء وطلباء کثیر عوام الناس اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شرکت کر کے لواحقین سے تعزیت واظہار ہمدردی کی اور لواحقین کو صبر جمیل کی تلقین فرمائی۔ دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

(۸۱۱) صابر علی رامپوری، جناب حافظ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حافظ صابر علی کو بھی انجام آتھم ص۷۲، نمبر۸۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۸۱۲) صابر ملتانی، جناب ڈاکٹر

(وفات: مئی ۱۹۷۲ء)

آپ نیک سرشت انسان تھے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر سرگرم عمل رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ احرار اسلام کے ترجمان روزنامہ آزاد کی مجلس ادارت کے رکن بھی رہے۔ طب میں بہت ساری چیزوں کے آپ کے موجد تھے۔ جدید تحقیقات وتجربات سے ایسے ایسے زود اثر علاج تجویز کئے جو ایک اعلیٰ درجہ کی قبولیت رکھتے ہیں۔ اگر آپ کسی یورپی ملک میں ہوتے تو آپ کے تجربات پر آپ کو مسیحا قوم تسلیم کیا جاتا۔ مرحوم کے اخلاص کا صدقہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں بھی بہت سارے حکماء آپ کے طریقہ علاج جو زیادہ تر علاج بالغذاء پر مشتمل ہے، کو اپنائے ہوئے ہیں جو مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

(۸۱۳) صاحبداد خان جمالی، مولانا مفتی محمد

(ولادت: ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۲۹ اگست ۱۹۶۵ء)

مفتی محمد صاحبداد خان جمال گوٹھ لونی ضلع سبی میں خمیسو خان کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن پاک اور ابتدائی عربی وفارسی کی کتب پڑھنے کے بعد تحصیل بھاگ ریاست قلات میں زیر تعلیم رہے۔ پھر سندھ کے کئی مدارس سے درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ بعدازاں مدرسہ ہاشمیہ قاسمیہ گڑھی یاسین ضلع شکارپور سے فارغ التحصیل ہوکر دستار فضیلت حاصل کی۔ جولائی ۱۹۳۴ء میں خان آف قلات میر احمد

یارخان کے استاذ اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ پیر سید محمد شاہ کاظمی موازوالاشریف (میانوالی) کے دست پر بیعت ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ اور قلات میں شدید زلزلہ کے بعد سندھ میں سکونت اختیار کی۔ پھر تادم زیست سفر حضر میں جمعیۃ علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے وابستہ رہے۔ ردقادیانیت پر آپ نے ایک کتاب ’’الصارم الربانی علٰی کرشن قادیانی ‘‘تحریر فرمائی جس کا ذکر مولانا سعید احمد نے ’’قادیانی فتنہ اور علمائے حق‘‘ میں اور سید محمد زین شاہ نے ’’انوار علمائے اہل سنت سندھ‘‘ میں کیا۔

(۸۱۴) صادق حسین شاہ شہید، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ...... شہادت: ۷؍ستمبر ۱۹۹۱ء)

مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب تھوہا محرم خان تلہ گنگ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ قرآن مجید اپنے والد گرامی سید حافظ شاہ زمان سے حفظ کیا۔ دینی تعلیم مدرسہ اشرف المدارس فیصل آباد میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید اور انہی کے رنگ میں رنگین تھے۔ فراغت تعلیم کے بعد پہلے فیصل آباد پھر غلہ منڈی جھنگ صدر میں خطیب مقرر ہوئے۔ اسی مسجد کے قریب اسی روڈ پر مدرسہ علوم شرعیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کا وجود فرق باطلہ کے لئے للکار سیدنا فاروق اعظمؓ کی سی جلالی کیفیت رکھتا تھا۔ آپ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ فقیر راقم (اللہ وسایا) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک بار عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتاری کے دوران جھنگ جیل میں آپ کے ساتھ رفاقت حاصل رہی۔ مولانا سید صادق حسین شاہ کا وجود اس دھرتی پر بلاشبہ اکابر اولیاء اللہ کی یاد دلاتا تھا۔ وہ حضرت افغانی، حضرت درخواستی، حضرت ہزاروی، حضرت مفتی محمود ایسے حضرات کے ساتھ رہے اور پھر ان کی روایات کے امین ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ ان سے سادات عظام کی شان جھلکتی تھی۔ مولانا رشید احمد مدنی، جناب حاجی عزیز الرحمٰن، قاری محمد حذیفہ اور جناب عبدالرحمٰن کے ساتھ ایک تبلیغی سفر کے دوران شہید کر دیئے گئے۔ پانچ شہداء کی جماعت یقیناً قابل رشک سفر پر بڑی آب وتاب سے رخصت ہوئی۔ مولانا لال حسین اختر کو جھنگ بلوا کر قادیانیوں سے آپ نے مناظرہ کرایا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے آپ عاشق زار تھے۔ آپ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے امیر بھی رہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

(۸۱۵) صادق علی شاہ (گدی نشین رتر چھتر)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت صادق علی شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم ص۷۱، نمبر ۶۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۸۱۶) صالح خان، جناب

آپ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ حزب اختلاف کی طرف مولانا شاہ احمد نورانی نے ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اس پر آپ نے دستخط فرمائے تھے۔

(۸۱۷) صالح محمد چوہان (رحیم یار خان)، مولانا

(وفات: ۷رمئی ۱۹۷۸ء)

مولانا صالح محمد بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان کے رہائشی تھے۔ مجلس احرار کے پرانے کارکن اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے دیرینہ رفیق تھے۔ خوب دلچسپ اور ملنسار انسان تھے۔ جب بھی احرار قائدین بستی مولویاں میں تشریف لاتے تو آپ بیماری کے باوجود اٹھ کر باہر آتے اور جماعت کے حالات پوچھتے اور پھر پرانے واقعات سناتے۔ وفات کے دن مدرسہ کے طلباء سے قرآن پاک کا ختم پڑھوا کر لنگر تقسیم کیا اور دار فانی سے کوچ کر گئے۔ مرحوم کی آخری وصیت تھی کہ نماز جنازہ قائد احرار مولانا ابوذر بخاری پڑھائیں یا پھر چونڈی شریف کے صاحبزادہ میاں عبدالحمید۔ مگر تقدیر کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ کا جنازہ مولانا محمد موسیٰ نے پڑھایا اور سرخ احراری پرچم کے سائے میں آپ کو قبرستان لے جا کر دفنایا گیا۔

(۸۱۸) صالح محمد (سرگودھا)، مولانا حافظ

(وفات: ۱۲راپریل ۱۹۸۵ء)

ٹانک کے خانوادہ، خواجہ برادری کے فرد فرید مولانا صالح محمد، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے شاگرد رشید اور مرید خاص وخلیفہ مجاز تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں عمر بھر تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مردانہ وار حصہ لیا اور چھ ماہ سنت یوسفی کو زندہ کیا۔ اس دھرتی پر علم وفضل، تقویٰ وطہارت بزرگ واخلاص کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

(۸۱۹) صالح نور (سابق قادیانی)، جناب محمد

مرزا محمود کے زمانہ میں اس کے گھناؤنے اور کمینے کردار کے باعث کچھ لوگ مرزا محمود سے متنفر ہوگئے۔ انہوں نے ایک جماعت بھی ’’احمدیہ حقیقت پسند پارٹی‘‘ کے نام سے بنائی۔ یہ قادیانی تھے۔ لیکن قادیانی خلیفہ کے مخالف تھے۔ اسی پارٹی کے ایڈیشنل سیکرٹری محمد صالح نور تھے جنہوں نے یہ رسالہ ’’خلیفہ ربوہ کے دو مذہب، عدالت سے باہر اور عدالت کے اندر‘‘ لکھا اس میں مرزا محمود کے اختلافات قلمبند کئے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۲۰) صدرالدین گجراتی (قادیانی)، مولوی

صدرالدین گجراتی، چک سکندر ضلع گجرات کا پیدائشی قادیانی تھا۔ سب کچھ بیچ کر قادیان جا کر رہائش رکھ لی۔ پاکستان بننے کے بعد سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ حاصل ہوئی تو مرزا محمود موسیو کے حکم پر چناب نگر قادیانی جماعت کی ملازمت کرلی۔ قادیانی بیت المال میں اس زمانہ میں تین لاکھ کا غبن اس نے پکڑا تو پوری قادیانی قیادت، ملعون خلیفہ قادیانی تک سب ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ضلع جھنگ کے ایس۔ پی کو درخواست دی۔ مقدمہ درج ہوا۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ پمفلٹ ’’خلیفہ ربوہ کے مظالم

کی فہرست میں میری داستان مظلومیت کا اضافہ‘‘ ہے۔ لکھنے والا قادیانی ہے اور قادیانی قیادت کے خلاف لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیں کہ خنزیر قادیان کے بچونگڑے چناب نگر میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں اور کس طرح حکومت ’’زمین جنبد نہ جنبد گل محمد‘‘ بنی ہوئی ہے۔

’’چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں (قادیانی) کے نام بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ اتمام حجت کے طور پر کھلی چٹھی‘‘ صدرالدین گجراتی قادیانی نے چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو قادیانی مظالم، قادیانی بددیانتی اور قادیانی بدکرداری پر کھلی چٹھی ارسال کی۔ ان دونوں رسائل کو احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں شائع کیا ہے۔

(۸۲۱) صدرالدین (ہری پور ہزارہ)، مولانا قاضی محمد

(ولادت: نومبر۱۹۰۲ء ...... وفات: ۲۸/مارچ ۱۹۷۸ء)

آپ کی ولادت جناب قاضی فیروزالدین کے گھر ہوئی۔ آپ نے مولانا سکندر علی، مولانا قطب الدین غورغشتی اور مولانا فضل حق رام پوری جیسے مشاہیر علم سے استفادہ کیا۔ علم حدیث شریف کی تکمیل دارالعلوم سلیمانیہ بھوپال سے کی۔ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں بطور مدرس بھی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا اصلاحی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان سے تھا۔ بیعت کے صرف ایک سال اور سات ماہ بعد حضرت نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

علاقہ بھر میں آپ کی علمیت اور حق گوئی وبے باکی کا شہرہ تھا۔ ایک دفعہ آپ ایک جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپ کے گاؤں ’’درویش‘‘ کے جو رئیس اعظم تھے ان کے جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ گاؤں بھر میں کسی کو ان کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جنازہ کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں آپ کو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے خان صاحب بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے ساتھ ایک قادیانی دوست شیخ عبداللہ کو بھی لائے ہیں۔ آپ کب گوارہ کر سکتے تھے کہ ایک مؤمن میت کی نماز جنازہ میں قادیانی مرتد شریک ہو۔ اس لئے جب صفیں درست ہوگئیں اور آپ نماز پڑھانے کے لئے جائے نماز پر کھڑے ہوگئے تو آپ نے گرجدار آواز میں اعلان فرمایا: ’’سنا ہے جنازہ میں شیخ عبداللہ بھی شریک ہے۔ شیخ عبداللہ قادیانی ہے اور قادیانی قطعی طور پر کافر ومرتد ہیں۔ اس لئے پہلے اس کو صفوں سے باہر نکالا جائے۔ تب نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔‘‘

شیخ عبداللہ وکیل تھا اور باحیثیت آدمی تھا۔ پھر وہ خان صاحب کا دوست بھی تھا۔ خان صاحب سے اپنے دوست کی یوں سرعام تذلیل ورسوائی برداشت نہ ہوسکی۔ اس لئے انہیں غصہ آگیا۔ قاضی صاحب! آپ ہٹ جایئے۔ کوئی دوسرا مولوی جنازہ پڑھا دے گا۔ انہوں نے کہا: ’’ٹھیک ہے میں جائے نماز سے ہٹ جاتا ہوں۔ مگر میں یہیں موجود رہوں گا۔ اگر کسی کو جرأت ہو تو آکر پڑھائے۔‘‘ آپ جائے نماز سے اترتے ہوئے نہایت جلال سے بولے۔ مگر کس کو جرأت ہوتی کہ وہ آپ کی موجودگی میں ایک ایسی نماز جنازہ کی امامت کرے جس میں ایک قادیانی بھی شامل ہو؟

اسی طرح کافی دیر گزر گئی۔ شام قریب ہوگئی۔ آخر لوگوں نے خان صاحب سے کہا: موجودہ صورتحال میں کوئی شخص بھی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ قاضی صاحب کی بات مان لی جائے اور شیخ عبداللہ قادیانی کو صفوں سے نکال دیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی حل نہ تھا۔ مجبوراً خان صاحب خاموش ہوگئے اور لوگوں نے اس قادیانی کو پکڑ کر نکال باہر کیا۔ تب

آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ تھے حضرت مولانا قاضی محمد صدر الدین۔ آپ نے ہمیشہ خدام ختم نبوت کو اپنی سرپرستی اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کا ذکر خیر ''تحفہ سعدیہ'' میں بھی موجود ہے۔ آپ کی مفصل سوانح اور دینی واصلاحی خدمات کی تفصیل آپ کے گرامی قدر فرزند و جانشین حضرت علامہ قاضی عبدالدائم صاحب مدظلہ العالی نے ''حیات صدریہ'' میں دی ہے۔ حیات صدریہ میں انہوں نے آپ کے روحانی تصرف کا ایک ایمان پرور اور قادیانیت شکن واقعہ لکھا ہے۔ اسے ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

''حضرت معظم کے ایک قدیمی ارادت مند حاجی عبدالرحمٰن (ایبٹ آباد) کا بھائی ڈاکٹر عبدالحمید قادیانی ہوگیا۔ حاجی صاحب نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ آخر حاجی صاحب اسے لے کر حضرت معظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال عرض کی۔ آپ نے بھی اسے دلائل کے ساتھ سمجھایا کہ ہر قسم کی نبوت، دوجہان کے سردار ﷺ کے بعد ختم ہوچکی ہے۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ کہنے لگا میں نے حق اور ہدایت کو تواب پایا ہے اور مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے اپنی سابقہ زندگی باطل اور گمراہی میں گزاردی ہے۔

مگر تمہیں آخر یہ کس طرح یقین ہوگیا ہے کہ اس سے پہلے تم غلط راہ پر تھے اور اب تمہیں صحیح راستہ مل گیا ہے؟ حضرت معظم نے پوچھا۔ دراصل پہلے تو میرے ایک احمدی دوست نے مجھے کچھ کتابیں پڑھنے کے لئے دیں۔ انہیں پڑھ چکا تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا اور دلکش باغ ہے۔ حد نگاہ تک سبزہ زار پھیلا ہوا ہے۔ جگہ جگہ خوشنما پھول کھلے ہیں اور ہر طرف خوشبوئیں مہک رہی ہیں۔ اس باغ میں ایک نہایت ہی عمدہ اور خوبصورت مسہری پڑی ہے اور اس پر مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی چادر اوڑھے آرام فرما ہیں۔ میں نے اگرچہ ان کا روئے انور تو نہیں دیکھا۔ مگر میرے دل نے گواہی دی کہ یہ وہی ہیں۔ ان کا یہ بلند مقام دیکھ کر مجھے قدرتی طور پر ان سے عقیدت ہوگئی اور اس کے بعد مجھے ہر عبادت میں خشوع وخضوع اور حضور وسرور کی لذت ملنے لگی۔ جب کہ اس سے پہلے میری تمام عبادات بے کیف بے مزہ تھیں۔ اس نے پوری تفصیل بیان کی۔

حضرت معظم سمجھ گئے کہ معاملہ دلائل سے آگے نکل چکا ہے۔ اس لئے اس کے بھائی حاجی صاحب کو اپنی جگہ لے جاکر فرمایا۔ آپ کا بھائی ایک غلط مشاہدہ کی وجہ سے گمراہ ہوگیا ہے۔ اس لئے جب تک اسے صحیح مشاہدہ نہ کرایا جائے اس کے لئے تمام دلائل اور ہر طرح کا وعظ ونصیحت بے کار ہے۔ آپ اس وقت اسے واپس لے جائیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ یہ دوبارہ صراط مستقیم پر آجائے۔

حاجی صاحب اسے لے کر چلے گئے۔ مگر دو ہی دن بعد پھر اسے ساتھ لے آئے اور انتہائی مسرت سے عرض کی کہ آپ کی توجہ سے میرے بھائی پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمادیا ہے اور یہ توبہ کر کے پھر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا ہے۔ حضرت معظم نے وجہ پوچھی تو حاجی صاحب کے بھائی نے بتایا کہ میں نے خواب میں پھر وہی منظر دیکھا۔ وہی باغ، اسی طرح کی مسہری اور اس پر چادر اوڑھے ہوئے مرزا قادیانی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں چپکے سے چادر ہٹا کر آپ کا دیدار کرلوں۔ میں بصد اشتیاق مسہری کے پاس گیا۔ انتہائی احتیاط سے چہرے سے چادر سرکائی اور یہ دیکھ کر میری چیخ نکل گئی کہ مسہری پر مرزا قادیانی کی بجائے مرا ہوا خنزیر پڑا ہے۔ ڈر سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اسی وقت توبہ کی اور پھر سے راہ حق پر آگیا۔

یہ واقعہ پڑھ کر ایک الجھن پیدا ہوتی ہے کہ عبدالحمید نے حضرت معظم سے کہا تھا کہ قادیانی ہونے کے بعد مجھے ہر عبادت میں خشوع وخضوع کی لذت ملنے لگی جب کہ اس سے پہلے میری عبادات بے کیف تھیں۔

سوال یہ ہے کہ قادیانی اگر باطل پر ہیں (اور یقیناً باطل پر ہیں) تو قادیانی ہونے کے ساتھ عبادات میں خشوع وخضوع کس طرح پیدا ہوسکتا ہے؟

یہی سوال جب میں نے حضرت معظم سے کیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا: ’’جھلّیا! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا؟ عبادات میں خشوع وخضوع اس لئے حاصل نہیں ہوتا کہ شیطان وساوس ڈال کر انسان کے دل ودماغ کو پراگندہ کرتا رہتا ہے۔ تاکہ انسان بے کیفی اور بے مزگی سے تنگ آکر عبادت کرنا چھوڑ دے...... لیکن اگر کوئی شخص قادیانی ہوکر دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جائے تو پھر شیطان کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کے دل ودماغ کو پراگندہ کرنے کے لئے محنت کرتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ کفر کی حالت میں خواہ کتنے ہی خشوع وخضوع سے عبادت کی جائے ناقابل قبول ہے۔‘‘ (حیات صدریہ ص ۳۳۷ تا ۳۴۰)

(۸۲۲) صدرالشہید، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۱۷؍مئی ۱۹۹۰ء)

ستمبر ۱۹۷۴ء قومی اسمبلی کے اجلاس ختم ہونے کے بعد بنوں کی عظیم وقدیم تاریخی مسجد جعفر خان میں جمعۃ المبارک کی نماز جمعہ سے پہلے مولانا صدرالشہید نے تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ زندگی بھر الحمدللہ! مجھ پر کسی بھی چیز یا شخصیت سے رعب یا خوف نہیں آیا۔ صرف دومرتبہ میں رعب سے دوچار ہوگیا ہوں۔ ایک بار بیت اللہ شریف پر جب نظر پڑی۔ (حج بیت اللہ کے موقع پر) اور دوسری مرتبہ جب قومی اسمبلی میں تحریک ختم نبوت کے دوران دستخط کی تقریب کے دوران۔ جب دستخط کے دوران پورے ایوان میں حضور اکرم ﷺ کا نور داخل ہوا۔ ایوان میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ ہر طرف نور ہی نور تھا، تو میں بھی نور کے رعب سے مرعوب ہوا۔

یہ عظیم شخصیت شیخ الحدیث بھی تھی اور شیخ التفسیر بھی، مقرر بھی تھے اور پرمغز خطیب بھی۔ سورانی تحصیل وضلع بنوں میں مولانا عبدالرحیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے ہندوستان چلے گئے۔ مرادآباد کے مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد، رام پور وغیرہ میں مولانا عجب نور مرحوم وغیرہ علماء کرام سے پڑھتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں مولانا فخرالدین احمد، مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی وغیرہ جلیل القدر علماء کرام سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۹۴۳ء میں اپنے وطن بنوں میں تشریف لائے اور مدرسہ الغرباء القاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ درس وتدریس میں افغانستان، بلوچستان اور وزیرستان سے طلباء کرام کا تانتا بندھ گیا۔ چنانچہ معاون مدرسین کی خدمات حاصل کرنا پڑیں۔

۱۹۵۲ء میں شہر بنوں منتقل ہوئے اور یہاں چند مدارس کو ملا کر مدرسہ معراج العلوم کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا مفتی محمود، مولانا خیر محمد جالندھری وغیرہ کے ساتھ وفاق المدارس العربیہ کی بنیاد رکھی۔ رؤیت ہلال کمیٹی کے پہلے اجلاس بمقام ملتان اپنے استاذ مولانا محمد عجب نور صاحب مرادآبادی کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۵۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۶۸ء میں قاضی عبدالکریم کلاچی اور مولانا سید گل بادشاہ (طورومردان) کی تحریک پر جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہوگئے۔

۱۹۷۰ء میں پاکستان بھر میں شیخ مجیب الرحمٰن، ذوالفقار علی بھٹو کے بعد سب سے زیادہ ووٹوں کی اکثریت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں عوامی تحریک چلائی اور قادیانی، لاہوری گروپوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر دوبارہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ قبر مشہور ومعروف موضع میر عالم سورانی میں عوام وخواص کا مرجع ہے۔

آپ نے قومی اسمبلی میں ۶ رستمبر ۱۹۷۴ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

جناب مولانا صدرالشہید کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا صدرالشہید: جناب چیئرمین! یہ مسئلہ جو کہ ایوان کے سامنے ہے اس کے اوپر تقریباً ڈیڑھ مہینہ گزر چکا ہے اور یہ مسئلہ ہر پہلو سے، سیاسی پہلو سے بھی اور مذہبی لحاظ سے بھی، بالکل واضح اور صاف ہوگیا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ کچھ ایسے واقعات ایوان کے سامنے آپ کی وساطت سے پیش کرسکوں کہ وہ میرے خیال میں غالباً نئے ہوں گے اور رب العالمین ایوان کو بھی یہ توفیق دے کہ وہ ذرا غور سے سن لے۔ میں کوشش کروں گا کہ مختصر وقت میں بہت سی معلومات لے آؤں۔

اتحاد امت......شان محمد ﷺ کا ظہور

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ مسئلہ ہر پہلو سے، سیاسی لحاظ سے بھی اور مذہبی لحاظ سے بھی صاف اور واضح ہوگیا ہے، اور کیونکر نہ ہو، جس مسئلے کے اوپر ڈیڑھ مہینے سے ہم نے یہاں بیانات اور جرح اور ہر قسم کے دلائل قائم کرنے اور سننے کی کوشش کی ہے۔ میں ایک چیز سے متحیّر ہوں اور اس تحیّر کو آپ کے سامنے ظاہر کر رہا ہوں اور اس تحیّر کا جو کچھ جواب میں نے اپنے ذہن سے تجویز کیا ہے وہ بھی پیش کر رہا ہوں۔ تحیّر مجھے یہ ہو رہا ہے کہ ہم یہاں پر ایوان میں ڈیڑھ سال سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس ایوان میں مذہبی مسائل بھی آئے۔ سیاسی مسائل بھی، ملکی مسائل بھی، قوم کے اتحاد کے مسائل بھی اور ملک کی ترقی کے مسائل بھی آئے۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، کسی مسئلے پر ایوان کے تمام ممبران کا، دونوں اطراف کے، دائیں اور بائیں کا اتفاق نہیں ہے، سوائے اس ایک مسئلے کے جو کہ اب حاضر ہے۔ اس اتفاق نے مجھے حیرت میں ڈالا ہے کہ اس طریقے سے اس مسئلے پر اس ایوان میں کیوں اتفاق ہوا؟ کسی نے بھی اس مسئلے کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ یہ عوام کا مسئلہ ہے اور عوامی خواہشات کے خلاف کسی نے یہاں پر آواز اٹھائی ہو، یہ کسی نے نہیں کیا۔ یہ چیز میرے لئے تحیّر کا باعث بن گئی ہے اور اس نے مجھے تحیّر میں ڈالا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس کا جواب بھی سمجھ چکا ہوں کہ یہ کیا وجہ ہے کہ کسی مسئلے کے اوپر ہم متفق نہیں ہوئے اور اس مسئلے کے اوپر تمام متفق ہیں۔ میں اس اتفاق کو صرف یہی سمجھتا ہوں کہ یہ شان محمد ﷺ ہے اور دین اسلام کا ایک معجزہ ہے جو تمام علوم میں وہ چکر لگا رہا ہے۔ حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا (عربی)۔ تمام بندوں کے قلوب، دل اللہ رب العالمین ورحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں۔ وہ لوٹاتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ اللہ رب العالمین کا فضل وکرم ہے۔ ہم بہت گنہگار ہیں۔ یہاں پر جو بیٹھے ہوئے ہیں، بہت بدکار، سیاہ کار ہیں، سب گنہگار ہیں۔ ہم مانتے ہیں، اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اللہ رب العالمین نے صرف ایک کلمے کی برکت سے جو ہم پڑھتے ہیں اور مانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! باوجودیکہ ہم کتنے گنہگار یہاں پر بیٹھے ہوئے

ہیں۔لیکن اللہ رب العالمین نے صرف ایک کلمے کی برکت سے جو ہم کبھی کبھی پڑھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! اور اس کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے اور ایمان ہے، اللہ رب العالمین کے فضل وکرم نے جوش میں آ کر ہم میں اس ایک کلمے کی برکت شان محمد ﷺ کے متعلق، ناموس محمد ﷺ کے متعلق، ہم تمام کو ایک جگہ کے اور ایک پلیٹ فارم کے اوپر جمع کر دیا ہے۔ میں جہاں تک سمجھا ہوں اس اتفاق کی وجہ یہی ہے اور میں اس ایوان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ لوگوں میں، میرا جہاں تک علم ہے، آپ لوگوں میں ایمان ہے۔ باوجود یہ کہ ہم گنہگار، سیاہ کار ہیں۔ لیکن انشاء اللہ! ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ رب العالمین ہمیں اس مسئلے کے اتحاد کی وجہ سے، میں یہ سمجھ چکا ہوں کہ ہم میں کچھ ایمان باقی ہے، ہم بے ایمان نہیں ہیں۔ الحمد للہ! اللہ اس ایمان کو محفوظ رکھے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں تمام ایوان سے آپ کے توسط سے التجاء کرتا ہوں اور التماس کرتا ہوں کہ خدا کے لئے یہ اتفاق اپنے لئے اور بھی مسائل کے لئے کوئی ایک نظیر بنا لیجئے۔ اس طرف سے بھی اپیل کرتا ہوں اور اس طرح سے بھی کہ قومی مسائل، ملک کے اتحاد، سالمیت اور ملک کی ترقی اور ملکی مسائل میں کم سے کم ہم کو اتفاق کے اسی طریقے سے مظاہرہ کرنا چاہئے جیسے ہم نے اس مسئلے میں کیا ہے۔

ایک مسئلے میں کچھ ایک شبہے کا میں جواب دینا چاہتا ہوں۔ ہم تمام ممبران کی خدمت میں میرے خیال میں کچھ رسائل آئے ہوئے ہیں، کچھ کتابچے پہلے آئے ہوئے ہیں۔ ایک کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے ایک فتویٰ لگایا ہے اور وہ فتویٰ یہ لگایا ہے امام ابوحنیفہ نے کہ کسی آدمی نے اگر جناب محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تو اگر کوئی دوسرا آدمی اس سے معجزہ طلب کرلے، دلائل طلب کرلے کہ اپنی نبوت کے بارے میں مجھے کوئی معجزہ دکھاؤ، تو یہ طالب جو ہے، طلب کرنے والا، یہ بھی گنہگار یا کافر بنتا ہے۔ خیر! یہ ایک مثال ہے، بالکل صحیح ہے۔ کتابوں میں یہاں پر آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا۔ یہاں پر بھی بعض حضرات نے، بعض صاحبان نے اس سے کچھ تاثر لے کر، جیسا کہ میں نے سنا ہے، اس طرف سے بھی اور اس طرف سے بھی یہ مسئلہ یہاں پر آیا ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہئے تھا کہ ہم اس کو حاضر کرتے اور اس سے سوال پوچھتے، اس کا بیان لیتے، اس کے اوپر جرح کرتے، یہاں ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ میں اپنے خیال سے اور اپنے علم کے مطابق جواب دے رہا ہوں کہ ہم نے ان سے دلائل نہیں پوچھے کہ آپ کی نبوت کے کیا دلائل ہیں۔ ہمارے سامنے تو نبی نہیں بیٹھا تھا۔ یہاں پر تو کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ہم تو اس مرے ہوئے جو خدا جانے بیت الخلاء میں سنا گیا ہے مرا ہے، اس کے متعلق ہم نے ان کے عقائد معلوم کرنے تھے کہ آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ اس کے بارے میں ان کا دعویٰ کیا ہے اور ان کا عقیدہ کیا ہے۔ ہم نے ان کے دعوے اور عقیدے کے سچ ہونے کے لئے دلائل اور معجزات طلب نہیں کئے یہاں پر۔ لہٰذا ہم اس مسئلے میں نہیں آتے۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے۔ ہم نے ان سے یہ پوچھا تھا کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ اس وقت انہوں نے تسلیم کیا کہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ پوچھا ان لوگوں سے کہ آپ کا ان کے متعلق عقیدہ ہے۔ بعض نے یہ کہا صاف الفاظ میں کہ ہم اس کو نبی مانتے ہیں، امتی ہو یا بروزی ہو یا ظلی ہو۔ یہ تو تاویلات ہیں۔ ہر آدمی جب مجبور ہو جاتا ہے کسی حالت میں تو وہ تاویلات کرتا ہے۔ لیکن تمام ایوان ان سے یہ اثر لے چکا ہے۔ میرے خیال میں کہ یہ غلط بول رہا ہے، وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

اس کے بعد جب یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے خود تسلیم کیا، دونوں نے قریب قریب تسلیم کیا کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے، اور یہ ان لوگوں کے اپنے عقیدے کا اظہار ہو چکا ہے۔ یہاں پر ایوان میں کہ ان کے متعلق یعنی نبوت کا دعویٰ ہے، نبوت کا عقیدہ ہے، بروزی ہو یا لغوی ہو یا مجازی ہو یا امتی ہو، بہرحال عقیدہ نبوت کا ہے ان کے متعلق۔ تو ایوان کے سامنے یہ مسئلہ بالکل صاف ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے

نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ ان کو نبی مانتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تو صاف ظاہر ہے تو دنیا کو ہم اس کے بعد کوئی دلیل پیش نہیں کرتے کہ اس کو دلیل کرلیں کہ وہ کافر ہیں یا نہیں اور وہ تو مسئلہ بالکل صاف ہے۔ ہم تو ان کے عقیدے کے متعلق ان سے پوچھنا چاہتے تھے۔

دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر یہ بھی بعض حضرات سے سنا گیا کہ علماء نے بہت سستی کی ہے، کچھ کام نہیں کیا ہے۔

جناب چیئرمین: یہ چھوڑیں۔

مولانا صدرالشہید: نہیں، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے......

جناب چیئرمین: بالکل سستی نہیں ہوئی ہے۔

مولانا صدرالشہید: سستی تو ہوتی ہے۔ بہرحال، لیکن میں تو یہ دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ یہ علماء کی برکت ہے، یہ علماء کی برکت ہے، ان کی مساعی اور ان کی کوشش ہے کہ بغیر کسی پیسے کے، بغیر حکومت کے تعاون کے......

جناب چیئرمین: ورنہ ان میں رتی بھر ایمان نہیں ہے! (قہقہے)

مولانا صدرالشہید: نہیں، میں تو برادری کے ساتھ جواب دے رہا ہوں، یہ نہیں کہ کسی کو طعنہ دے رہا ہوں۔ انہوں نے محنت کی ہے اور محنت کا یہ نتیجہ انشاءاللہ! نکلا ہے اور نکلے گا۔

اب اس کے بعد آخر میں...... آپ کا وقت میں نے کچھ میرے خیال میں کافی لیا ہے...... آخر میں میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر اس مسئلے کو ہم اب بھی گول مول کر کے فیصلہ کرلیں تو میرے خیال میں یہ مسئلہ ہمارے لئے بھی اور اسلام کے لئے بھی اور ہماری نسل کے لئے بھی خطرناک ثابت ہوگا۔ اب مسئلہ جب ایوان میں، آپ کے بڑے ایوان میں اس عدالت میں پیش ہوا ہے، اب بھی اگر یہ مسئلہ بالکل صاف اور واضح نہ ہوا......

جناب چیئرمین: ان شاء اللہ! فیصلہ ہوگا۔

مولانا صدرالشہید: ......تو یہ ہمارے ملک کے لئے بھی اور اسلام کے لئے بھی خطرناک ہوگا۔

اب میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میری یہ تجویز ہے اور میں ایوان سے پوچھ رہا ہوں کہ آئین میں ۱۰۶ جو دفعہ ہے، اس میں یہ ذکر ہے شق نمبر(۳) میں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے لئے صوبائی اسمبلیوں کے لئے جو نشستیں دی گئی ہیں، ایک صوبہ سرحد کے لئے، ایک بلوچستان کے لئے، تین پنجاب کے لئے، دو سندھ کے لئے، اس میں وہاں اقلیتوں کا ذکر ہے۔ ہندو ہے، سکھ ہے، پارسی ہے، بدھ ہے، فلاں فلاں! تو میری یہ تجویز ہے کہ اس اقلیت میں اس کا نام رکھا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا لاہوری پارٹی والے جو ہیں، یہ میں آپ کی وساطت سے تمام ایوان سے اس تجویز کے متعلق یہ ایک مسئلہ صاف ہو جائے گا، ان کی فہرست میں یہ بھی آجائیں گے تو میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور ہاؤس سے منظوری لینا چاہتا ہوں کہ آپ کو میرے ساتھ اس میں اتفاق ہے یا نہیں ہے؟

آوازیں: ہاں!

مولانا صدرالشہید: اتفاق ہے، منظور ہے آپ کو؟

آوازیں: ہاں!

مولانا صدر الشہید: جزاک اللہ، جزاک اللہ!

(۸۲۳) صدیق احمد انبیٹھوی، مولانا

(وفات: ۲۸؍صفر الخیر ۱۳۴۴ھ/ ۱۸؍ستمبر ۱۹۲۵ء)

مولانا صدیق احمد، مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے چچازاد بھائی تھے۔ مولانا خلیل احمد کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں معین المدرسین رہے۔ پھر مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی اور مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ آخر میں مالیرکوٹلہ چلے گئے اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت گنگوہی سے سلوک کے منازل طے کرکے اجازت حاصل کی۔ موت تک مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کے ممتحن رہے۔ آپ کی وفات مالیرکوٹلہ میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر ایک فتویٰ پر تائیدی دستخط کرکے مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۸)

''حضرت مولانا صدیق انبیٹھوی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے شروع میں مجددیت کا دعویٰ کیا تھا۔ میں اس وقت مالیرکوٹلہ تھا اور بھائی مشتاق احمد صاحب کے پاس جو لدھیانہ میں پڑھاتے تھے، آتا جاتا تھا۔ مرزا بھی اکثر لدھیانہ میں آتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ بھائی مشتاق احمد کی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ مولوی صاحب! ذرا معلوم تو کریں آیا واقعی وہ مجدد ہے؟ میں نے کہا: جب ایسا اتفاق ہو کہ وہ آیا ہوا ہو اور میں بھی یہاں موجود ہوں تو اس وقت جائیں گے۔ اتفاق سے ایسا موقعہ پیش آ گیا اور ایک مجلس میں میرا اور مرزا کا اجتماع ہو گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مرزا صاحب! کیا واقعی آپ مجدد ہیں؟ کہا: ہاں! میں نے کہا: تو مقامات سلوک آپ کو ضرور طے کرائے ہوں گے؟ بولے: جی ہاں! میں نے کہا: سیر اجمالی ہوئی یا تفصیلی؟ کہا: اجمالی ہوئی ہے۔ میں نے کہا: اجمالی والا مجدد نہیں ہوتا۔ اس پر مرزا صاحب نے کہا: مجھے اجمالی اور تفصیلی دونوں ہوئی ہیں۔ میں نے کہا: تفصیلی بیان فرمایئے۔ بولے: ایسی تفصیلی تھی جیسے ریل گاڑی تیز چل رہی ہو۔ بظاہر تفصیلی ہوتی ہے مگر معلوم کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے کہا: ایسی تفصیلی میں اسٹیشن تو تمام ہی پڑے ہوں گے۔ انہی کے نام شمار کرا دیجئے، تو کچھ جواب نہ بن پڑا۔'' (تذکرہ مشائخ دیوبند ص۲۲۳)

(۸۲۴) صدیق پراچہ (خانیوال)، جناب

(وفات: ۲۲؍فروری ۲۰۲۰ء)

خانیوال کے معروف سینئر صحافی اور تحریک ختم نبوت کے سرکردہ رہنما تھے۔

(۸۲۵) صغیر احمد (پھالیہ)، جناب حاجی

(وفات: ۲۲؍مئی ۲۰۲۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پھالیہ کے بہی خواہ، علماء کرام کے میزبان، خیر کے جملہ کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔

(۸۲۶) صغیر احمد (لاہور)، حضرت مولانا حافظ

(ولادت: یکم/اپریل ۱۹۳۶ء ...... وفات: ۸/جون ۲۰۲۰ء)

مولانا صغیر احمد کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تقسیم کے بعد لاہور قیام پذیر ہوئے۔ سکول کی دس جماعتیں، ادیب عالم، پنجابی میں فاضل کا امتحان دیا۔ پھر مدینہ سٹیشنری انارکلی لاہور میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ ۱۹۶۷ء میں حج پر تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حجاز مقدس، سہارنپور اور حضرت شیخ الحدیث کی پاکستان آمد پر جہاں موقعہ ملتا، حاضر باش رہتے۔ اس دوران میں حضرت شیخ الحدیث نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

چوبرجی میں آپ نے خانقاہ قائم کی۔ وہاں پر مسجد الاحسان اور مدرسہ قائم کیا۔ حق تعالیٰ نے فرمانبردار اولاد عطا فرمائی جو سب حافظ، عالم اور دین سے جڑے ہوئے ہیں۔ اب آپ کی تیسری نسل چل رہی ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو قبولیت عامہ سے نوازا تھا۔ آپ کے قائم کردہ ادارہ کو آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد انیس جنہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی ہے، چلا رہے ہیں۔ موقوف علیہ تک معیاری تعلیم ہو رہی ہے۔ خانقاہی معمولات عمر بھر جاری رکھے۔ جمعہ کی حاضری، درود شریف کی مجلس غرض ہر طرف رونق ہی رونق ہے۔ حضرت صغیر احمد صاحب حضرت شیخ الحدیث کی نسبت عشق رسول کے انتقال کے صدقہ میں، عقیدہ ختم نبوت کے داعی و مبلغ تھے۔ اپنی خانقاہ، مدرسہ و جامع مسجد میں کئی کئی روز ختم نبوت پر بیانات کراتے۔ لاہور میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت سے سرفراز فرماتے۔ ابھی ۲۰۱۹ء میں جو کانفرنس وحدت روڈ پر منعقد ہوئی۔ علالت و شدید کمزوری کے باوجود ویل چیئر پر تشریف لائے۔ رات گئے تک سٹیج پر رہ کر سرپرستی فرمائی۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر خود یا اپنے بڑے صاحبزادہ کو ضرور بھیجتے۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے تشریف لانے میں آپ کی مساعی کا بھی دخل تھا۔

حضرت شیخ الحدیث کے ناتے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی سے بھی تعلق خاطر تھا، بلکہ جملہ متعلقین حضرت شیخ الحدیث کے لاہور میں میزبان آپ تھے۔ حضرت مکی صاحب نے انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کی ذمہ داری بھی آپ کے ذمہ لگائی۔ آپ ایک سمندر تھے مختلف سمتوں سے دریا آ کر آپ میں گرتے تھے۔ آپ ان سب کو اپنے اندر سمو لیتے تھے۔ آپ کا وجود مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے سایہ شفقت سے کم نہ تھا۔

ذاتی طور پر فقیر راقم کے تو وہ غائبانہ دعاگو و مربی تھے۔ ملاقات میں دیر ہو جاتی تو خود فون کر کے حاضری کا حکم دیتے۔ ان کے ابر کرم کی سخاوت کی یاد آتی ہے تو ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ وہ کیا گئے کہ جیسے سائبان شفقت لپیٹ دیا گیا ہو۔ آپ نے ملعون قادیان کی تردید میں ایک رسالہ تصنیف کیا: ''مرزا قادیانی کی کہانی اس کی اپنی زبانی، مرزا کے عقائد و کردار'' اسے بار ہا وافر تعداد میں شائع کر کے اندرون و بیرون ملک تقسیم کرایا۔ حق تعالیٰ کا کرم تھا کہ ختم نبوت کے محاذ کو حضرت رائے پوری کی سرپرستی کا شرف تکوینی طور پر حاصل تھا۔ حضرت حافظ صاحب کی سرپرستی بھی اس تسلسل کا حصہ تھی۔

(۸۲۷) صفدر حسین مشہدی مرزا، مولانا

(ولادت:۱۹۰۱ء، بمبئی ...... وفات:۵/مارچ ۱۹۸۰ء، پشاور)

آپ شیعہ مکتب فکر کے ممتاز مذہبی رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں نمایاں حصہ لیا اور قادیانیت کے خلاف تیغ برّاں تھے۔

(۸۲۸) صفوۃ الرحمٰن صابر (حیدر آباد دکن)، جناب

جناب صفوۃ الرحمٰن صابر حیدر آباد انڈیا آندھرا پردیش کے تھے۔ آپ نے ''فتنہ قادیانیت'' کے نام سے رسالہ ترتیب دیا۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں پیش خدمت ہے۔

(۸۲۹) صفی الرحمٰن اعظمی، مولانا

آپ نے ردقادیانیت پر کتاب لکھی جس کا نام ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' ہے۔ اس کے دوسوساٹھ صفحات ہیں۔ مارچ ۱۹۷۶ء میں بنارس سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

(۸۳۰) صفی اللہ، جناب صاحبزادہ

صاحبزادہ صفی اللہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی پاکستان کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی خصوصی کمیٹی میں شامل تھے۔ آپ نے ۶/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

جناب صاحبزادہ صفی اللہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

صاحبزادہ صفی اللہ: جناب والا! جو قراردادیں اس وقت اسپیشل کمیٹی کے سامنے ہیں ان کے حق میں ہماری طرف سے ایک مفصل بیان ''ملت اسلامیہ'' کے نام سے آچکا ہے۔ جس کو مولانا مفتی محمود صاحب نے ہم سب کی طرف سے پڑھا ہے اور اس کے بعد اور بھی معزز اراکین نے اپنے زریں خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس میں اب کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا جو تشنۂ گفتگو ہو۔ جناب والا! ہم نے مرزا ناصر احمد کو اور لاہوری جماعت کے سربراہ کو یہ موقع دیا تھا کہ وہ اسپیشل کمیٹی کے سامنے اپنے مؤقف کو پیش کریں۔ اس میں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ ہم اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے یا یہ کوئی متنازعہ فیہ مسئلہ تھا۔ جس کا تصفیہ نہیں ہوا تھا اور ہم اب تصفیہ کرنے بیٹھے تھے۔ اس کا فیصلہ چودہ سوسال پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے علاوہ قرآن کریم کی بے شمار آیات اس سلسلہ میں وارد ہیں اور ان میں سے ایک جو اس بارے میں اجماع امت ہے اس پر کہ وہ ختم نبوت کے بارے میں قطعی ہے وہ سورۃ احزاب کے پانچویں رکوع کی آیت ہے اور اس کو میں پڑھتا ہوں: ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین ۰ وکان اللہ بکل شئ علیما''

یعنی اے لوگو! محمد ﷺ آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم ہے کہ اس کے بعد کسی نبی کو نہیں بھیجنا ہے اور یہ آخری نبی ہیں اور اس پر امت کا فیصلہ ہے، امت کا اجماع ہے کہ یہ اس بارے میں قطعی ہے۔ یعنی ہم یہاں اس لئے نہیں بیٹھتے تھے کہ ہم یہ فیصلہ کریں یا اس کے لئے کوئی اور دلیل طلب کریں۔ اپنے اطمینان کے لئے، بلکہ انہوں نے درخواست کی تھی کہ ہم اپنا مؤقف پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے ان کو موقع دیا۔

قادیانی اور اشتعال انگیزی

جناب والا! آپ کی ہدایت تھی کہ ہم بڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کریں اور ہم نے جس صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا ہے، یہ تو اللہ شاہد ہے کہ ان کی ان دل آزار باتوں سے اور ان کی کفریات سے ہم کو کتنا صدمہ پہنچا تھا۔ لیکن ہم نے باوجود اس کے نظم وضبط کو بحال رکھا اور ان سب باتوں کو سنا اور اس جرح کے دوران میں اٹارنی جنرل صاحب نے ان خفیہ باتوں کو ان کے دلوں سے نکلوایا جو کہ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کے بیانات سے یہ بات روز روشن کی طرح اب عیاں ہے اور ہاؤس کا ہر ایک معزز رکن اپنے اطمینان کے ساتھ اب انشاء اللہ فیصلہ دے گا اور ان سب پر عیاں ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد نے کتنی ڈھٹائی کے ساتھ اپنی جعلی نبوت کا کیس دنیا کے سامنے پیش کیا۔

جناب والا! یہ بات بھی سامنے آ گئی ہے کہ انگریزوں نے اپنے اس خود کاشتہ پودے کو کس طرح پھلنے پھولنے کا موقع دیا اور تنا آور کیا۔ لیکن ہمیں انگریزوں سے شکایت نہیں ہے، وہ تو ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہمیشہ یہی حربے استعمال کرتے رہتے تھے۔ ہمیں جو شکایت ہے تو اپنے حکمرانوں سے ہے۔ جناب والا! پاکستان بن جانے کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ ان کو بلاتے، سمجھاتے کہ بھائی! اب یہ جعلی نبوت نہیں چلے گی، اب اس قصے کو چھوڑ دو، اور اگر نہیں چھوڑتے ہو تو پاکستان کی سرزمین میں ایک غیرمسلم اقلیت بن کر رہو۔ لیکن ہوا کیا کہ انگریزوں سے زیادہ ہمارے حکمرانوں نے ان کو موقع دیا اور مسلمانوں کے سروں پر سوار کیا اور اب پاکستان میں زندگی کے کسی شعبے میں اگر آپ تلاش کریں تو وہاں ایک قادیانی آفیسر بن کر بیٹھا ہوگا اور پاکستانی حکومت کا کوئی راز ان سے اب چھپا ہوا نہیں ہے۔

قادیانی کرتوت

جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ بات اب عیاں ہے کہ ان لوگوں کی وجہ سے سارے عالم اسلام کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب ہو گئے ہیں، سارے برادر ملکوں سے ہمارے تعلقات خراب ہو گئے ہیں۔ افغانستان سے تعلقات خراب کرنے میں ان ہی لوگوں کا ہاتھ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۵۶ء میں عرب اسرائیل جنگ کے دوران ہماری حکومت کے ایک قادیانی آفیسر نے ایک بیان دیا عربوں کے خلاف، اور اس کا ردعمل یہ ہوا کہ سارا عالم عرب ابھی تک پاکستان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتا ہے اور جس وقت کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش ہوا تو بہت سے عرب ممالک نے صرف اس ایک بیان کی وجہ سے ہمارے حق میں رائے نہیں دی۔ بلکہ ہندوستان کے مؤقف کی حمایت کی۔ یہ ان لوگوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔

قادیانی قیادت کی ستم رانیاں

جناب والا! اس قصے کو اب میں مختصر کرتا ہوں اور کیونکہ جو وقت مجھے دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے۔ ایک بات کی طرف میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے معزز اراکین کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ بڑی حیران کن بات ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان کے اندر جتنی بھی ریاستیں تھیں ان کو حکومت پاکستان نے ختم کر دیا۔ مثلاً ریاست بہاول پور جو ایک علم دوست ریاست تھی اور سب سے پہلے وہاں سے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تھا۔ لیکن بہاول پور کو ختم کیا جاتا ہے۔ دیر، سوات اور چترال کو ختم کیا جاتا ہے، اور ربوہ جو ریاست کے اندر ایک ریاست ہے اور جس کا ہیڈ مرزا ناصر ہے وہ ابھی تک قائم ہے اور اب ہمیں معلوم ہوا ہے اور ہمارے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ مرزا ناصر جو خود ساختہ خلیفہ ہے، اس کے خاندان کے لوگوں سے قادیانیوں کی خواتین کی عصمتیں محفوظ نہیں ہیں اور ان کی فریاد کی شنوائی نہیں ہوتی ہے اور وہ بے چارے مجبور ہیں۔ وہ جو وہاں کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں میں عرض کروں گا کہ ربوہ کو بالکل ختم کرنا چاہئے، اس کی ریاست اندر ریاست کی حیثیت کو ختم کرنا چاہئے اور اس کو ایک کھلا شہر قرار دینا چاہئے اور وہاں سرکاری عمارات کی تعمیر ہونی چاہئے۔ مثلاً تحصیل، تھانہ وغیرہ۔

دوسری بات جناب! یہ ہے کہ دستور کی دفعہ ۲۵۶ کے تحت ان کی جو فوجی تنظیمیں ہیں ان کو ختم کرنا چاہئے اور ان پر پابندی لگانی چاہئے، ورنہ یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے رہے گا اور پاکستان کی سلامتی اور بقاء کی کوئی مؤثر ضمانت بغیر ان کو ختم کئے نہیں ہوگی۔

جناب والا! یہ بات بہت عجیب ہے کہ اس ملک کے اندر ایک آدمی پولیس کی وردی کا استعمال نہیں کر سکتا، ڈی۔ایس۔پی کی وردی کا استعمال نہیں کر سکتا۔ اس ملک میں ایک آدمی کے متعلق اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کرنسی نوٹ چھاپتا ہے اور اس کا کاروبار کرتا ہے تو اس کو حکومت پکڑتی ہے اور سزا دیتی ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس ملک کے اندر ۲۷ سال سے اب تک جعلی نبوت کا کاروبار ہوتا آ رہا ہے اور ان کو کھلی چھٹی ہے کہ جس طرح چاہیں وہ کریں اور اس پر ان کو کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ بڑی حیران کن بات ہے اور یہ اسلامیان پاکستان کی غیرت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے اور اگر اس موقع کو بھی ضائع کیا گیا تو پھر مسلمانان پاکستان کو اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

جناب والا! آپ مجھے بار بار دیکھتے ہیں۔ میں نے تو ابھی پانچ منٹ لئے ہیں۔

جناب چیئرمین: دس منٹ ہوگئے ہیں۔

صاحبزادہ صفی اللہ: میں تو صرف پوائنٹس تک اپنی تقریر محدود رکھنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: پانچ منٹ اور لے لیں۔ آپ نے 11:20 پر تقریر شروع کی ہے۔

صاحبزادہ صفی اللہ: دو، چار منٹ اور۔

جناب چیئرمین: یہ سارا ہاؤس گواہ ہے میں نے اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

صاحبزادہ صفی اللہ: دو، چار منٹ اور۔

جناب چیئرمین: آپ پانچ منٹ لے لیں۔

صاحبزادہ صفی اللہ: اچھا جی، جناب والا!

جناب چیئرمین: ریکارڈ کے مطابق 11:17 ہے، میرے خیال کے مطابق 11:20 ہے۔ باقی رہ جائیں گے بیچارے۔

صاحبزادہ صفی اللہ: میں عرض کر رہا تھا کہ اس ملک میں جب جعلی نبوت کا کاروبار ہوتا ہے تو ہم کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں اور ہمیں آزادی ملی ہے اور ہم اس آزادی پر کس طرح فخر کر سکتے ہیں۔ جب ہم اپنے رسول اللہ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کرنے میں اب تک ناکام رہے ہیں تو ہم کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں اور ہمیں ایک آزاد ملک ملا ہے۔

مرزا کا ناپسندیدہ نام

جناب والا! میں نے بہت سے پوائنٹ چھوڑ دیئے ہیں۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس وقت ملک کی جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ عوام کی نگاہیں اس کمیٹی پر مرکوز ہیں۔ ڈھائی مہینہ ہم نے مسلسل کام کیا ہے اور اب لوگ دیکھتے ہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن ہماری ساری تگ ودو اور جدوجہد کا ثمرہ ہمیں اس وقت مل سکتا ہے جب کہ ہم دستور میں ایسی ترامیم لانے میں کامیاب ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ اور امت مسلمہ کے لئے قابل قبول ہوں۔ ہم ڈرتے کیوں ہیں، یعنی ہم کیوں اس طرح احساس کمتری کا شکار ہیں۔ میں نے بہت سے دانشور صاحبان سے سنا ہے کہ یہ مرزا غلام احمد کا ناپسندیدہ نام ہمارے دستور میں نہ آئے۔ جناب والا! ٹھیک ہے، لیکن میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دستور سے جو مقدس کتاب ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، لیکن ضرورت کے مطابق جہاں یہ باتیں ناگزیر تھیں تو اس میں بھی ہامان اور قارون اور ابی لہب کے نام لئے گئے ہیں اور ابلیس کا نام لیا گیا ہے۔ تو اگر ہمارے دستور میں مرزا غلام احمد کا نام آیا تو اس میں کیا قباحت ہے؟ یعنی ہم جب اپنے مسائل کو دوسروں کے زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس پر پرکھتے ہیں اور اس سے اندازہ لگاتے ہیں تو یہ اچھی بات نہیں۔ یہ تو ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ کیا کریں، ہم اس سے دوچار ہیں، ہم اس میں پھنس گئے ہیں۔ اب اگر دستور میں اس کا یعنی مرزا غلام احمد کا نام، ناپاک نام نہ لیں تو ہم مجبور ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، ہم نہیں پھنسے۔ ہم انشاءاللہ! نکلیں گے اس سے۔

صاحبزادہ صفی اللہ: جناب والا! میں نے بہت سی باتیں چھوڑ دی ہیں۔ میری عرض یہ ہے کہ ہمارے دستور میں جو کچھ......

جناب چیئرمین: آپ فرمائیں، میں ''میں مودودی شاہ پارے'' تلاش کر رہا ہوں۔

صاحبزادہ صفی اللہ: انہوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کلام سے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مقدسہ کے ساتھ اور اس کے بعد ابن عربی اور امام غزالی اور حضرت عبدالقادر جیلانی اور سب کے کلام کے ساتھ جو کچھ کیا ہے تو اگر مولانا مودودی کے کلام کے ساتھ کریں تو پھر کیا حیرانی ہے۔ خدا تعالیٰ جل شانہ کے کلام کے ساتھ انہوں نے کیا ہے۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر دستور......

جناب چیئرمین: ''چڑیا گھر، جو موجودہ مسلمانوں کی نام نہاد سوسائٹی جس میں چیل، گدھ، بٹیر، تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں۔'' سیاسی کشمکش، حصہ سوم۔

صاحبزادہ صفی اللہ: میں نے تو پہلے عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کلام کے ساتھ انہوں نے کیا ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اگر دستور کی دفعہ ۱۰۶ جہاں وہ دوسری اقلیتیں ہیں، ان میں مرزا غلام احمد اور اس کے متبعین اور پیروکار جو ہیں ان کا نام ہم شامل کریں اور ان کو ایک غیر مسلم اقلیت شمار کریں تو اس میں کیا قباحت ہے؟ اور اس کے بعد جو قانون سازی ہوگی تو اور بھی اس پر علماء کرام کے مشوروں سے اضافہ ہو جائے گا۔

دوسری بات جو ہے وہ کلیدی اسامیوں کی بات ہے۔ میں اس میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہمیں علم ہے یہ تو اس وقت کی بات ہوگی، یہ قانونی بات ہوگی کہ اسلام دارالسلطنت میں غیر مسلم اقلیتیں جو ہیں، ذمی وغیرہ، وہ کن کن عہدوں پر فائز رہ سکتے ہیں اور کن پر نہیں رہ سکتے۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اسلامی قانون کی رو سے یہ دفاع کا محکمہ جو ہے فوجوں وغیرہ کا، تو غیر مسلموں کو فوجی خدمات سے اسلام نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ یعنی وہ کسی ایسے عہدے پر نہیں رہ سکتے جس سے ملکی دفاع مقصود ہو اور یہ ٹھیک بھی ہے۔ جناب والا! کہ ایک اصولی ریاست ہے۔ جس اصول پر وہ ریاست قائم ہے تو اس ریاست کی حفاظت، اس ملک کی حفاظت اور اسے دشمنوں سے بچانے کے طریقے اور اس کے لئے لڑنا اور مرنا ان لوگوں کے ذمہ ہے جو اس اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن وہ افراد کس طرح لڑیں گے جن کے دماغ پر ہمیشہ اپنے نبی کی وحی سوار ہو کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر ہے نبی کا جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۷)

تو وہ ملک کی حفاظت کس طرح کر سکیں گے؟ اور ہم نے دیکھ نہیں لیا کہ ۱۹۷۱ء میں کیا ہوا ہمارے ساتھ۔

جناب چیئرمین: چھوڑیں جی!

صاحبزادہ صفی اللہ: جناب والا! آخر میں معزز ممبران کی خدمت میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر ایک بہت بڑی آزمائش ہے اور ہم اس وقت صرف اپنے حلقۂ انتخاب کی نمائندگی نہیں کرتے ہیں، نہ پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں، بلکہ اس وقت ہم پورے عالم اسلام اور امت مسلمہ کی نمائندگی کرنے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں جو بھی ہم سے کوتاہی ہوئی اس سے عالم اسلام اور امت مسلمہ کو نقصان پہنچائیں گے اور اگر ہم نے صحیح فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے لئے قابل قبول ہوا تو ہم سرخرو ہو کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور بھی اپنے گناہوں کی معافی چاہیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی اپنی شفاعت کی امید رکھ سکیں گے۔ شکریہ!

(۸۳۱) صلاح الدین (ٹیکسلا)، جناب

ٹیکسلا ضلع راولپنڈی جناب صلاح الدین بی.اے نے ردقادیانیت پر کئی رسائل لکھے۔ ''اسلام اور مرزائیت'' ۸؍صفحات کا رسالہ ستمبر ۱۹۷۳ء میں قادیانی عقائد بیان کر کے ثابت کیا گیا کہ ان کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ موصوف حضرت لاہوری کے حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بعدہ مولانا قاضی زاہد الحسینی سے بیعت ہوئے۔ خوب ہمہ جہت دین کی خدمت کرنے والے پڑھے لکھے شخص تھے۔

(۸۳۲) صلاح الدین، جناب محمد

(ولادت: ۵؍جنوری ۱۹۳۵ء ...... وفات: ۴؍دسمبر ۱۹۹۴ء، کراچی)

آپ نامور صحافی اور دانشور تھے۔ ایک نظریاتی انسان ہونے کے ناطے آپ نے ملک وملت کے لئے گرانقدر خدمات

دیں۔معروف زمانہ جریدہ ’’تکبیر‘‘ کے آپ بانی، ایڈیٹر تھے۔آپ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ’’میں مولوی ہوں نہ مولانا، مفتی نہ کوئی عالم دین، لیکن بحمد للہ خدا کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے ایک ادنیٰ امتی کی حیثیت سے جھوٹی نبوت کے کسی بھی فرد کے تار پود بکھیرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہوں۔ مجھے قادیانی مذہب کے جھوٹے ہونے پر مباہلہ یا مناظرہ کا چیلنج قبول ہے۔علمی چیلنج دینے والے کی حیثیت داعی کی اور جسے چیلنج دیا جائے اس کی حیثیت مدعو کی ہوتی ہے۔آپ (مرزا طاہر احمد) میدان مباہلہ یا مقام مناظرہ کا تعیّن فرما لیں۔تاریخ اور وقت مقرر کر دیں۔ میرے اخرجات آمد و رفت کا بندوبست فرمادیں۔ یہ بندوبست نہ ہو سکے تو مجھے مطلع کر دیں۔ میرے دینی بھائی اس کا بندوبست کر دیں گے۔ میں حاضر ہو کر ان شاء اللہ آپ پر آپ کی اصل حقیقت واضح کر دوں گا اور سچی اور آخری نبوت پر توفیق الٰہی سے ایسی گواہی دوں گا کہ آپ کی جعلی، ظلی یا بروزی نبوت، منطق واستدلال کی عدالت میں اپنا مقدمہ چند منٹ بھی قائم و برقرار نہ رکھ سکے گی۔پھر جو بھی نزول عذاب کا مستحق ہوگا، خدا کی پکڑ سے بچ کر نہ جاسکے گا۔کیونکہ ’’ان بطش ربک لشدید‘‘ (بے شک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے)‘‘ (ہفت روزہ تکبیر مؤرخہ ۲۳ فروری ۱۹۸۹ء)

(۸۳۳) صہیب حسن (لندن)، جناب

جمعیۃ اہل حدیث لندن کے جناب مولانا صہیب حسن صاحب بہت فاضل شخص، متحرک اور بھر پور محنتی انسان۔انہوں نے ایک رسالہ ’’مرزا غلام احمد کے بارہ میں خدائی فیصلہ‘‘ اردو، انگلش میں اعلیٰ کاغذ و طباعت سے پیش کیا۔

(ض)

(۸۳۴) ضیاء البخاری مجددی پشاوری، مولانا

قادیانیوں نے ایک رسالہ ’’آیت خاتم النّبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک بزرگان دین کی نظر میں‘‘ لکھا۔اس کا جواب مولانا ضیاء البخاری مجددی پشاوری نے ’’اتمام الحجۃ عن عقیدہ ختم نبوت‘‘ کے نام سے بہتّر (۷۲) صفحاتی رسالہ میں دیا۔اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزاء دیں۔

(۸۳۵) ضیاء الحسن شاہ (لاہور)، مولانا سید

(وفات: ۱۶/ مارچ ۲۰۲۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے نائب امیر جامع مسجد الکوثر لنڈا بازار لاہور کے خطیب خیبر پختونخواہ کے اصلاً رہائشی، اعلیٰ درجہ کے خوش آواز قاری تھے۔تلاوت ان کی کانوں میں رس گھولتی اور دلوں کو مسحور کرتی تھی۔ بہت ہی پختہ جماعتی اور نظریاتی رہنما تھے۔ عالمی مجلس کی لاہور میں شناخت تھے۔ چناب نگر کانفرنس میں شرکت کے پکے خوگر تھے۔ان کی اولاد بھی ساری دینی علوم کی حامل ہے۔ کچھ عرصہ سے بیماری نے ایسے گھیرا کہ چارپائی سے لگا دیا۔آپ کے صاحبزادہ مولانا سید محمد عبداللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میانی کے قبرستان میں محو خواب ہوئے۔

(۸۳۶) ضیاء الحق دیوبندی (مدرس مدرسہ امینیہ دہلی)، مولانا

(ولادت: ۱۸۷۱ء ...... وفات: ۱۹۵۴ء)

آپ جناب معراج الحق کے ہاں محلّہ ابوالمعالیٰ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے مولانا کفایت اللہ دہلوی کے ہمراہ حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد جب مولانا محمد امین الدین دہلوی نے مدرسہ امینیہ دہلی قائم کیا تو آپ کو مدرس دوم کی حیثیت سے دیوبند سے بلوالیا۔ چنانچہ آپ مولانا کفایت اللہ دہلوی سے بھی پہلے یہاں مدرس مقرر ہوئے اور مسلسل اٹھاون برس کا عرصہ انتہائی سادگی اور شوکت سے صرف کیا۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر مولانا سہول خان والے فتویٰ پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۲)

(۸۳۷) ضیاء الحق (فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: اگست ۱۹۴۹ء ...... وفات: ۱۳رنومبر ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے فرزند نسبتی حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد کے خطیب اور امام تھے۔ خوب جی دار انسان تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ مؤخرالذکر میں گرفتار زندان بھی رہے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں سے نوازا تھا۔ فیصل آباد کچہری بازار کے موجودہ خطیب وامام مولانا ضیاء مدنی مرحوم کے لخت جگر ہیں۔

(۸۳۸) ضیاء الحق (نورپور اٹک)، مولانا

(وفات: ۷رمئی ۱۹۸۷ء)

ہمارے مخدوم حضرت مولانا ضیاء الحق اٹک کے قصبہ نورپور کے رہائشی تھے۔ ممتاز عالم دین، اور شیخ الحدیث دارالعلوم عثمانیہ رسول پارک لاہور آپ کی خدمات کا مظہر اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست اور ہمارے مخدوم حضرت مولانا محبّ النبی، حضرت مولانا ضیاء الحق کے صاحبزادہ ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الحق خیبر پختونخواہ اور پنجاب کے بڑے مدارس میں پڑھاتے رہے۔ جہاں رہے عقیدۂ ختم نبوت کی دل وجان سے پاسبانی اپنے اوپر فرض کئے رکھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں ہوں۔ آپ کئی کتب کے مصنف تھے۔ نورپور ضلع اٹک اپنے گاؤں میں مدفون ہوئے۔

(۸۳۹) ضیاء الحق، جناب صدر جنرل محمد

پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۶ راپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے اسے پاکستان کے قوانین کا حصہ بنادیا۔ جناب بھٹو صاحب نے آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ کیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے ان کے متعلق اس آرڈیننس کے ذریعہ قانون سازی کا مرحلہ طے کرا کر قادیانیوں کو بوجہ ان کے کفر کے اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روک

دیا۔ ایک سول کا نمائندہ (جناب ذوالفقار علی بھٹو) ایک فوج کا (جنرل محمد ضیاء الحق) دونوں نے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آئینی وقانونی کردار ادا کر کے تاریخ میں اپنا نام سنہری حرفوں سے لکھوالیا۔ زہے نصیب!

(۸۴۰) ضیاء الدین اصلاحی، جناب

آپ شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ انڈیا میں قائم دارالمصنّفین کے سربراہ تھے۔ قادیانیوں کے خلاف مقدمہ بہاول پور پاکستان سے ان کی لائبریری میں بھیجا گیا جس کے لئے انہوں نے شکریہ کا یہ خط تحریر کیا:

روداد مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کی تین جلدیں دارالمصنّفین کے کتاب خانہ میں موصول ہوئیں۔ ان کے ساتھ ہی آئینہ حقیقت کی پانچ کاپیاں، چند اشتہارات اور آنجناب کا والا نامہ بھی موصول ہوا۔ ہم اس کے لئے آپ کے بے حد شکرگزار ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ بھی آپ کی توجہ دارالمصنّفین کو حاصل رہے گی۔ آپ کے اس مخلصانہ تعلق کا گہرا نقش دارالمصنّفین کے لوگوں کے ذہنوں پر مرتسم ہوگیا ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کا پھر صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (روئیداد مقدمہ بہاول پور جلد اوّل)

(۸۴۱) ضیاء الدین (اوکاڑہ)، مولانا

(وفات: ۱۲/اپریل ۱۹۶۹ء)

جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ کے خطیب، اکابر علماء کی یادگار، نامور خطیب، حق گو بہادر، عالم دین، ہزاروں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن دین اسلام کے بے لوث سپاہی، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے علمبردار تھے۔

(۸۴۲) ضیاء الدین (بھوئی گاڑ، اٹک)، مولانا قاضی

(پیدائش: ۱۹۲۷ء ...... وفات: یکم/جون ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا قاضی ضیاء الدین بھوئی گاڑ ضلع اٹک میں مولانا غلام ربانی کے گھر پیدا ہوئے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی جب مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ کے لئے بادشاہی مسجد لاہور تشریف لے گئے تو مقامی جو علماء کرام آپ کے ساتھ تھے ان میں حضرت مولانا غلام ربانی بھی شامل تھے۔ مہر منیر میں آپ کا اسم گرامی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ مولانا مفتی عبدالحئی، مولانا قاضی ضیاء الدین اور مولانا قاضی شمس الدین۔

قاضی ضیاء الدین نے ۱۹۴۶ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد حضرت مولانا سلطان محمود سے جامعہ خادم علوم نبوت کٹھیالہ شیخاں ضلع گجرات میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ، ٹیکسلا میں آٹھ سال خطیب رہے۔

۱۹۵۹ء میں ٹی اینڈ ٹی کالونی ہری پور میں بحیثیت خطیب تشریف لائے اور تادم آخر یہیں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ نے مدرسہ تجوید القرآن سراجیہ کی بنیاد رکھی۔ اصلاحی تعلق پہلے خانقاہ سراجیہ کے حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری سے قائم کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تجدید بیعت کی۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد مسلسل ۴۰ سال تک

مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں تشریف لاتے رہے۔ قاضی ضیاء الدین کی وجہ شہرت ان کی تبلیغی جماعت سے وابستگی تھی۔ کئی مراکز اور اجتماعات میں ان کے بیانات ہوتے تھے۔ تقریباً ۱۷ ممالک میں تبلیغی جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ کئی غیر مسلموں نے آپ کے دست مبارک پہ اسلام قبول کیا۔ آپ کی مسجد اور مدرسہ دونوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف تھے۔ مدرسہ کے تمام اساتذہ کرام اور طلباء عزیز جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ تھے۔ وہیں ان کی ہمدردیاں اور تعاون عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بھی تھا۔

ٹی اینڈ ٹی کالونی میں تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے تمام رفقاء کرام آپ ہی کے شاگرد، متعلقین، منتسبین اور مقتدی ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا تاج محمود، مخدوم زادہ طارق محمود اور مولانا اللہ وسایا کے کئی بیانات مختلف مواقع پر ان کی مسجد میں ہوئے۔ حضرت قاضی صاحب کو سب لوگ خطیب صاحب کہتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ خدام کی سرپرستی فرمائی۔ فقیر کے ساتھ ان کا خصوصی محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ جب بھی وہاں بیان کے لئے حاضر ہوا انہوں نے دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ مقامی جماعت کی کئی ماہانہ تربیتی نشستیں ان کے مدرسہ میں منعقد ہوتی تھیں۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب جب بھی وہاں تشریف لاتے آپ ان کے آرام اور راحت کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ ایسے مواقع پر ان کا نظم و ضبط بہت مثالی ہوتا تھا۔ (اورنگزیب اعوان)

(۸۴۳) ضیاء الدین سیالوی، مولانا خواجہ

(پیدائش: ۱۸۸۶ء ...... وفات: ۲۲ رجون ۱۹۲۹ء، سیال شریف)

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی نے ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں ''سردار خان بلوچ'' قادیانی کے رسالہ کے رد میں رسالہ ''معیار المسیح'' تحریر فرمایا۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی اپنے دور کے نامور ولی اللہ تھے۔ ان کا قلم ملعون قادیان، مرزا قادیانی کی تردید میں ہمارے ایسے تہیدستان کے لئے مشعل راہ ہے۔ بہت ہی خوشی کا موجب ہے کہ ایک سو چار سال پہلے کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں شامل اشاعت ہوا ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین نامور عالم دین تھے۔ اپنے عہد میں تحریک خلافت اور تحریک موالات میں قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ دن کو گھوڑے کی پشت پر رات کو مصلے پر، کے مصداق تھے۔ ہمارے مخدوم حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے والد گرامی تھے۔ سیال شریف کے مدرسہ اور لائبریری کی توسیع میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ ہائے! ان اتحاد امت کے علمبرداروں جیسا اب کہاں؟

(۸۴۴) ضیاء الرحمٰن فاروقی (سمندری)، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۹۷ء)

''عقیدۂ ختم نبوت اور اسلام'' مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی سمندری فیصل آباد کے رہائشی تھے۔ دار العلوم کبیر والا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال، خیر المدارس ملتان میں پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث شریف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتویں امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے پاس جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں سے کیا۔ فراغت کے بعد دار العلوم فاروقیہ کراچی سے رابطہ جوڑا۔ پھر حق تعالیٰ نے تبلیغ اسلام کے محاذ پر لگا دیا۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر کیں۔ تحریر کی طرح تقریر کے بھی صاحب طرز اور ماہر

تھے۔(جنوری ۱۹۹۷ء) میں لاہور ایک بم دھما کہ میں شہید ہوئے۔حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آپ نے ’’عقیدہ ختم نبوت اور اسلام‘‘ کے نام سے قادیانیوں کے خلاف کتاب تحریر کی۔’’قادیانی غیر مسلم کیوں؟‘‘ یہ بھی مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کئے۔

(۸۴۵) ضیاء القاسمی (فیصل آباد)، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۳۷ء، جالندھر ...... وفات: ۲۹/دسمبر ۲۰۰۰ء، فیصل آباد)

مولانا ضیاء القاسمی جامعہ قاسم العلوم ملتان کے فارغ التحصیل تھے۔مولانا عبدالخالق المعروف صدر صاحب بانی دارالعلوم کبیروالا اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے شاگرد رشید تھے۔شعلہ بیان خطیب، عالمی مبلغ اسلام تھے۔آپ متعدد مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔جامعہ قاسمیہ فیصل آباد کے بانی اور جامع مسجد گول بازار غلام محمد آباد کے خطیب تھے۔تنظیم اہل سنت، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی وصوبائی عہدوں پر فائز رہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں پیپلز پارٹی کے مولانا کوثر نیازی کے ہمراہ تھے۔اس لئے نمایاں کردار نہ ادا کر سکے۔البتہ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں نہ صرف تلافی مافات کی، بلکہ تحریک کو شباب تک پہنچانے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔۱۹۸۵ء میں ختم نبوت کانفرنس لندن کے روح رواح تھے۔انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ میں رہے۔آخر میں کالعدم سپاہ صحابہ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئر مین رہے۔

(۸۴۶) ضیاء اللہ قادری نقشبندی، مولانا

(پیدائش: ۱۵/نومبر ۱۹۴۶ء، کوٹلی لوہاراں ...... وفات: ۱۱/جون ۲۰۰۲ء، سیالکوٹ)

آپ بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین تھے۔سیالکوٹ میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے مسجد خطیب تھے۔آپ نے فتویٰ دیا:

’’مرزائی کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔جو شخص مرزائیوں کے کفر میں شک کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(قادیانیت ہماری نظر میں ص ۸۷)

(ط)

(۸۴۷) طارق محمود (مانسہرہ)، جناب حاجی

(ولادت: ۱۸/اپریل ۱۹۵۲ء ...... وفات: ۱۲/اپریل ۲۰۲۰ء)

حاجی طارق محمود حاجی محمد مسکین کے گھر گنڈہ مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔عصری تعلیم میٹرک تک گورنمنٹ ہائی اسکول چٹی ڈیری میں حاصل کی، گھریلو ماحول تبلیغی جماعت سے منسلک تھا، آپ بھی ۱۹ سال کی عمر سے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے۔دعوت وتبلیغ کے کام کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا۔حاجی عبدالوہاب، مولانا ظاہر شاہ سے عقیدت کا تعلق تھا۔چار مرتبہ حاجی عبدالوہاب کے ساتھ حج

کیا۔ دومرتبہ انڈیا، البانیہ، چائنا، بنگلہ دیش، ملائشیا، اٹلی، اردن، برازیل، ساؤتھ افریقہ، شارجہ، صومالیہ، سوڈان، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، فلپائن میں تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگایا۔ آپ مانسہرہ تبلیغی مرکز کے امیر تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کا تعلق تھا۔ متعدد بار حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ سفر اور میزبانی کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت خواجہ صاحب سے تعلق کی برکت تھی کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل و جان سے فدا تھے۔ مانسہرہ کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت اور سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ علماء کرام کی بہت تعظیم وتکریم کرتے۔ اپنی اولاد اور متعلقین کو علماء کے احترام کا درس دیتے تھے۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ چلّہ لگارہے تھے، طبیعت خراب ہوئی گھر لایا گیا۔ ہسپتال داخل ہونے سے قبل عزیز واقارب سے معافی تلافی کی۔ ایوب میڈیکل ایبٹ آباد داخل ہوئے۔ آخری دن تمام ڈاکٹروں کو جمع کر کے دین کی دعوت دی۔ موت سے قبل کلمہ کا ورد شروع کیا۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر جمع ہوگئے۔ جس زبان سے خالق سے سب کچھ ہونے کے یقین کو پوری زندگی، پوری دنیا میں بیان کرتے رہے آج اسی خالق حقیقی سے جاملے۔ الحمدللہ! ۲ بیٹے حافظ قرآن جن میں ایک عالم جب کہ ۵ بیٹیاں عالمات ہیں۔ ہر ایک مدرسہ البنات کا نظم چلارہی ہیں۔ یقیناً یہ اولاد اور مدارس آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان کی موت کو زبردستی کرونا کی موت قرار دینے کی کوشش کی گئی جس کی وجہ سے کافی تگ ودو اور مولانا مفتی کفایت اللہ کی جدوجہد سے ڈیتھ باڈی سات گھنٹے بعد رات گیارہ بجے دی گئی۔ رات کی تاریکی میں کرفیو کی وجہ سے تبلیغی مرکز میں تین بار جنازہ ادا کیا گیا۔ پہلی بار مرحوم کے فرزند مولانا محمد عمیر، دوسری بار مرکز کے عالم دین اور تیسری بار مولانا مفتی کفایت اللہ مرکزی راہنما جمعیت علماء اسلام نے جنازہ پڑھایا۔ تبلیغی مرکز کے ملکیتی قبرستان کے احاطہ میں تدفین کی گئی۔

(۸۴۸) طالب المولیٰ (درگاہ شریف)، جناب مخدوم

(پیدائش: ۱۶ ؍ستمبر ۱۹۱۹ء ...... وصال: ۱۱ ؍جنوری ۱۹۹۳ء)

آپ مخدوم میاں غلام محمد صاحب کے صاحبزادہ تھے۔ سندھ کی روحانی، ادبی، سیاسی اور سماجی شخصیت تھے۔ آپ پاکستان پیپلز پارٹی کے اوّلین سینئر نائب صدر تھے۔ سندھی ادبی بورڈ کے چیئرمین رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۷ء تک قومی اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی میں اپوزیشن نے قرارداد پیش کی تو آپ نے بھی اس پر دستخط کئے۔ آپ کا مزار مخدوم نوح سرور ہالا نو ضلع حیدرآباد میں ہے۔

(۸۴۹) طاہر (پنج پیر)، شیخ التفسیر مولانا

(وفات: ۲۹ ؍مارچ ۱۹۸۷ء)

آپ نامور عالم دین حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کے شاگرد رشید اور مرید خاص تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی سے بھی پڑھا۔ اپنے علاقہ میں قرآن مجید کی تفسیر پڑھانے میں شہرت کے عروج پر تھے۔ اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی رہنماء تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے دور میں تاریخ ساز شخصیت تھے۔

(۸۵۰) طاہر رفیق اختر، جناب

راسپوٹین نامی روس میں ایک عیاش تھا جو دنیا بھر میں عیاشی کی ضرب المثل بن گیا۔ اس عیاش کو چیلا، اور مرزا محمود کو عیاشی کا گرو قرار دے کر راسپوٹین کو مرزا محمود کے قدموں میں بٹھا دیا ہے۔ یہ ٹائٹل سٹوری ہے۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل یہ کتاب ''ربوہ کا راسپوٹین (مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی) دور حاضر کا دجال'' ہے جو قادیانی رہنما جناب محمد رفیق اختر نے مرتب کی ہے۔ اس کو بھی احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شائع کیا گیا۔

(۸۵۱) طفیل احمد شاہ گیلانی، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۲۰/نومبر ۲۰۰۱ء)

تقسیم کے بعد گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ آ کر آباد ہوئے۔ آپ جامع مسجد تھانے والی گوجرہ کے خطیب تھے۔ آپ انتہائی شعلہ نوا خطیب، نظریاتی عالم دین، مستعد قومی رہنما تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ مولانا سید فضل الرحمٰن احرار کے بھائی اور سید نیاز احمد گیلانی کے قریبی عزیز تھے۔ عظمتوں کا بہاؤ اور اعلیٰ اقدار کے حامل عالم دین تھے۔

(۸۵۲) طفیل رشیدی (لاہور)، جناب

آپ غالباً جامعہ رشیدیہ کے فارغ تھے۔ آپ نے منیر انکوائری رپورٹ کا خلاصہ شائع کیا۔ پھر ''پاکستان میں قادیانیت ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۳ء'' کے نام سے کتاب بھی شائع کی۔

(۸۵۳) طفیل محمد، جناب میاں

(پیدائش: اپریل ۱۹۱۴ء، کپورتھلہ ...... وفات: ۲۵/جون ۲۰۰۹ء، لاہور)

آپ جماعت اسلامی کے معروف رہنما تھے۔ جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بعد جماعت کے امیر بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مودودی صاحب، مولانا امین احسن اصلاحی کے ساتھ ملتان، لاہور، راولپنڈی کی جیلوں میں قید بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں جماعت اسلامی کی نمائندگی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت آل پارٹیز میں آپ کرتے تھے۔ اقبال ٹاؤن کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

(۸۵۴) طنطاوی جوہری (مصر)، علامہ مفتی

(ولادت: ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۱۰/مارچ ۲۰۱۰ء)

مرزا قادیانی اور اس ذریت کے عقائد و نظریات پر جن حضرات نے کفر کے فتویٰ لگائے ان میں ایک شخصیت مصر کے نامور مفتی علامہ طنطاوی جوہری ہیں۔ ان کی طرف سے بھیجے گئے فتویٰ کو ''محمد نجیب مفتی اعظم مصر، الشیخ'' کے عنوان کے ذیل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(ظ)

(۸۵۵) ظفر احمد انصاری، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۸ء، منڈاوہ ضلع الہ آباد ...... وفات: ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۱ء، اسلام آباد)

مولانا ظفر احمد انصاری نامور قومی رہنما تھے۔ ممتاز عالم دین، ماہر قانون دان، دانشور اور سیاستدان تھے۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے ۱۹۴۲ء میں جوائنٹ سیکرٹری بھی رہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔ قرارداد مقاصد کے متن تیار کرنے میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے شانہ بشانہ رہے۔ ۱۹۸۳ء میں دستوری کمیشن کے سربراہ بھی رہے۔ اسلامک سنٹر جنیوا کے بھی صدر رہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کے متعلق قومی اسمبلی کی رہبر کمیٹی کے رکن رکین رہے۔ ۳ر ستمبر اور ۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ نے قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں جو خطاب کیا۔ ۳ر ستمبر کی تقریر کے اختتام پر ۶ر ستمبر کی تقریر ملاحظہ فرمائیں۔ ۳ر ستمبر کی تقریر یہ ہے:

جناب مولانا ظفر احمد انصاری کا قومی اسمبلی میں ۳ر ستمبر کو قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ میرے بہت سے کاغذات کسی اور صاحب کے پاس رہ گئے اور میں جس طرح اس کو پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس میں تھوڑی دشواری ہوگی۔ تاہم چونکہ سابقہ بیانات اور تقریروں میں بہت سی باتیں کافی حد تک واضح ہوگئی ہیں۔ خصوصاً جو مشترکہ بیان ہے۔ بہت سے آدمیوں کے دستخط سے، اس میں دینی پہلو اس مسئلے کا میرے نزدیک پوری طرح واضح ہوگیا ہے۔ اگرچہ مجھے مصروفیت اور طبیعت کی خرابی کے باعث ایک ایک لفظ پڑھنے کا موقع یا اس کے حوالہ جات کو چیک کرنے کا موقع نہیں ملا تاہم یہ دینی حصہ میں نے دیکھا ہے، میرے خیال میں یہ کافی ہے۔ اب میں اس مسئلے کی نوعیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

مرزا قادیانی کو اختیار ہے، مگر قومی اسمبلی کو نہیں؟

محضرنامے میں دونوں طرف سے اس طرح کے سوال کئے گئے ہیں کہ کیا پاکستان کی نیشنل اسمبلی کو یہ اختیار ہے یا نہیں ہے۔ یہ نہایت اہانت آمیز اور اشتعال انگیز سوال ہے، خصوصاً ایسے لوگوں کی طرف سے کہ جن کے نزدیک ...... میں یہ الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا...... لیکن انگریزوں کا ایک خودکاشتہ پودا جو خود اقبالی طور پر انگریزوں کی مخبری کرتا رہا۔ ایک کچہری کا اہلمد، اس کو تو یہ اختیار رہے کہ وہ ۷۵ کروڑ آدمیوں کو کافر قرار دے دے، اس کے بیٹے کو یہ اختیار رہے کہ وہ دنیا کے ۷۵ کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دے دے، اور یہ چھ کروڑ مسلمانان پاکستان کی نمائندہ اسمبلی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے رائے دہندگان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے قانونی شکل دے دے۔ میرے پاس، شاید اور ممبران کے پاس بھی بہت سے خطوط ایسے آئے ہوں گے۔ جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ آپ اسمبلی کو دینی معاملات میں فیصلہ کرنے کا حق دیتے ہیں کہ کون مسلمان ہے، کون مسلمان نہیں ہے؟ کل وہ کہیں

گے سود جائز ہے، نہیں ہے جائز۔ حالانکہ میرے نزدیک مسئلے کی نوعیت یہ نہیں ہے۔ میں بھی اسمبلی کو دارالافتاء کی حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں اور نہ یہ اسمبلی ایسے ارکان پر مشتمل ہے کہ جنہیں فتویٰ دینے کا مجاز ٹھہرایا جائے۔ لیکن یہاں فتویٰ دینے کی بات نہیں ہے۔ ہمارے فتویٰ دینے نہ دینے سے اس مسئلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آج ہم کہہ دیں ہم آج کہہ رہے ہیں کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج تک وہ غیر مسلم نہیں تھے، مسلمان تھے۔ پاکستان کے سارے مسلمان انہیں غیر مسلم سمجھتے رہے۔ وہ ہم کو غیر مسلم سمجھتے رہے اور عالم اسلام جیسے جیسے باخبر ہوتا جارہا ہے وہ ان کو غیر مسلم سمجھ رہا ہے، اور یہ تو پہلے ہی دن سے سب کو غیر مسلم سمجھ رہے تھے۔ بات صرف اتنی ہے کہ عوام جس چیز کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔ حالات نے اس کو اتنی اہمیت دے دی کہ وہ اپنے نمائندوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو دستوری اور قانونی شکل دے دی جائے۔ صرف اتنی بات ہے۔ اپنے دستور میں، قرارداد مقاصد میں ہم نے یہ کہا کہ دنیا کی حاکمیت صرف اللہ وحدہ، کے لئے ہے تو ایسا نہیں ہے کہ ہم نے وہ حاکمیت دی ہے۔ نعوذ باللہ! وہ تو تھی ہی، لیکن ہم نے ایک نظریاتی مملکت کی حیثیت سے اسے مناسب سمجھا، ضروری سمجھا کہ ہم اس کو اپنے دستور میں بہت ہی نمایاں طور پر جگہ دیں۔ تو ہم یہاں کوئی فتویٰ دے رہے ہیں۔ بلکہ ایک مسلمہ اور ثابت شدہ حیثیت جو مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم کے نزدیک بالکل معین ہے۔ قطعی ہے اور اس کا اس لئے قانونی اور دستوری طور پر اعتراف کرنا ہے اور وہ حالات نے اس لئے ناگزیر کردیا ہے کہ رفتہ رفتہ پیچیدگیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ حالات اس قدر خراب ہوچکے ہیں کہ خود ملک کی سالمیت کو اور اس کے مفادات کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔

اس مسئلے کا جو حل عام طور پر اس ہاؤس میں تمام لوگوں نے اور اس ریزولیشن میں جس میں میرے بھی دستخط ہیں۔ ہم نے تجویز کیا ہے وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے...... جیسے یہ مسئلہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخ میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں اس طرح کا مسئلہ اس ماحول میں کبھی عالم اسلام میں پیش نہیں آیا۔ یہ نہیں ہے کہ کذاب نہیں اٹھے۔ وہ تو شروع ہی سے آتے رہے ہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ جیسے ہی اس طرح کا کوئی فتنہ نمودار ہوا اسے پنپنے نہیں دیا گیا۔ یہاں یہ صورت ہوئی کہ مسلمانوں کی عین بیچارگی اور محکومی کے زمانے میں انگریزوں نے یہ خود کاشتہ پودا لگایا۔ مسلمان اس پر قادر نہیں تھے کہ اس فتنے کو اسی وقت ختم کرسکتے۔ وہ اس کی آبیاری کرتے رہے اور یہ پودا بڑھتا رہا۔ پھلتا رہا، پھولتا رہا۔ پاکستان بننے کے بعد اس کی مسلسل کوشش رہیں، لیکن چونکہ انگریزوں کے زمانے میں وہ اس حد تک قابو یافتہ ہوچکے تھے اور پاکستان بننے کے بعد اس مملکت کو شاید ایک دن بھی چین سے رہنا نصیب نہیں ہوا۔ مسائل پہ مسائل آتے رہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے متعدد بار اس کی کوشش کی۔ اب یہ فتنہ اس طرح نمایاں ہوکر ابھرا ہے کہ بہرحال حل کرنا ہے۔ اس کا منفرد ہونا اس اعتبار سے کہ ویسے تو مسیلمہ کذاب کے وقت سے لے کر اور بڑے بڑے کذابین جو تھے ان میں پچھلے دور میں بھی پچھلی صدی میں انہی کے تقریباً ہم عصروں میں علی محمد باب اور بہاء اللہ بھی ابھرے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے اتنی دیانتداری کا ثبوت دیا کہ وہ اپنے سارے خدائی کے، پیغمبری کے، سارے دعوے کرنے کے بعد انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ان سے ایک طرح کا جھگڑا ختم ہوگیا۔ ہمارے یہاں یہ مصیبت ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے قلعے میں نقب زنی کی کوشش کی جارہی ہے اور وہ مسلسل ہوتی جارہی ہے۔

تو اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہے اور اس مسئلہ کا حل بھی جو ہم نے تجویز کیا ہے اور ہاؤس کا سنس

(Sense) بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے اندر ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو وہ فیاضی کی جانب غلطی ہے، رواداری کی جانب غلطی ہو سکتی ہے۔ کوئی ملت، کوئی قوم، کوئی امت اس کو برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے نبی کا، اس کے پیشوا کا اس طرح استخفاف کیا جائے اور اس طرح کی تذلیل کی جائے، نعوذ باللہ! توہین کی جائے اور ایک ایسی مملکت جو کروڑوں انسانوں کی قربانی کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اس میں وہ سرنگ لگاتے رہے، اس کو نیست و نابود کرنے کی فکر کرتے رہے اور ہم صرف یہ تجویز کریں کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ جس کا مطالبہ یہ خود کرتے رہے اور اپنے طرز عمل سے، جیسے ابھی میرے پہلے فاضل مقرر نے فرمایا ہے۔ وہ خود اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرتے رہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ لیکن پھر کیوں یہ سیاسی حیثیت سے ایک یونٹ ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اس کی ایک توضیح علامہ اقبال نے اپنے معرکتہ الاراء مضمون میں یہ کی تھی کہ ابھی ان کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ یہ اپنے عزائم کو پورا کر سکیں۔ یہ ۱۹۳۴ء کی بات ہے۔ ابھی ان کی اتنی تعداد نہیں کہ یہ اسمبلی میں ایک سیٹ حاصل کر سکیں۔ اس لئے یہ اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اس دوران میں رفتہ رفتہ...... انگریز کا مفاد تو تھا ہی کہ عالم اسلام کو پارہ پارہ کیا جائے۔ جیسے جیسے ہندوستان کی آزادی کی تحریک آگے بڑھتی گئی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی آویزش سامنے آتی گئی، ہندوؤں کا مفاد بھی اسی سے وابستہ ہو گیا کہ مسلمانوں کا ذہن اس مرکزیت کی طرف سے ہٹا دیا جائے اور یہاں جو ایک نیا کعبہ بن رہا ہے۔ نیا مکہ مدینہ بن رہا ہے۔ اس پر مرکوز کر دی جائے مسلمانوں کی نظر، تاکہ عرب سے، عالم اسلام سے، مکہ مدینہ سے، پوری برادری سے ان کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ چنانچہ جیسا کہ اس متفقہ جواب میں ڈاکٹر شنکر داس کا مضمون شائع ہوا ہے اور اس کو میں دھرانا نہیں چاہتا۔ لیکن اس کا ماحصل یہ ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے دور میں وہ لکھا گیا تھا کہ یہاں مسلمانوں کو ٹھیک کرنے کی ایک ہی شکل ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرزائیت کو فروغ دیا جائے۔ جیسے جیسے اسے فروغ حاصل ہو گا۔ مسلمانوں کے اندر وہ بین الاسلامی اور بین الملّی ذہنیت ختم ہوتی جائے گی اور وہ یہ تصور کرنے لگیں گے کہ ہمارا مکہ مدینہ، ہمارا کعبہ سب کچھ یہیں ہے، اور اسی رخ پر کام ہوتا رہا۔

اب صورت حال یہ ہے اور اس کا انہوں نے خود اعتراف کیا ہے، مرزا غلام احمد صاحب نے، اور یہ اقتباسات چونکہ آ گئے ہیں اس لئے میں ان کو دھرانا نہیں چاہتا کہ: ''ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان'' اور غیر احمدیوں سے مراد غیر مسلم ہوتے ہیں ان کے ہاں، کوئی فروعی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا خدا، ہمارا رسول، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا حج، ہر چیز جدا ہے۔ شادی، غمی، کسی چیز میں ہمیں شرکت نہیں کرنی ہے۔ یہ اقتباسات چونکہ بہت سے دوستوں کی تقریروں اور بیانات میں بھی آ گئے ہیں اور سوال و جواب کے دوران میں بھی آ گئے ہیں۔ اس لئے میں ان اقتباسات کو نہیں پڑھتا۔ تو یہ صورت چل رہی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کے بارے میں اللہ کا تصور تو بہر حال ہمارے ہاں جو ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں عین خدا ہو گیا اور میں نے قضا و قدر کے احکام پر دستخط کر دیئے۔ یا یہ کہ خدا مجھ سے ہے۔ میں خدا سے ہوں، میں خدا کا بیٹا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ! بہت سی چیزیں ہیں۔ رسول کا جہاں تک تعلق ہے یہ اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہوا۔ وحی منقطع ہو گئی۔ جبرائیل کا آنا ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ لیکن ان کے نزدیک جو رسول کا تصور ہے وہ ان تمام سوال و جواب کے دوران آ چکا ہے اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسلمانوں کے تصور نبی اور تصور رسول سے۔ جہاں تک خدا کا تصور ہے سارے مذاہب اس میں مشترک ہیں۔ لیکن امت کی تشکیل ہوتی ہے نبی کے گرد۔ جتنے نبی ہیں اتنی امتیں ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی الگ امت ہے۔ مرزا غلام احمد کی ایک الگ امت ہے اور ایک عرصہ تک وہ

اسے چھپاتے رہے۔لیکن پھرانہوں نے اس کا اپنی تحریروں میں اظہار بھی شروع کر دیا کہ جو شخص اپنی امت کو کچھ قوانین دے، اوامر ونواہی دے، تو کئی اقتباسات ایسے ہیں جو اس میں شامل ہو چکے ہیں۔جس میں انہوں نے اپنے آپ کو ایک الگ امت قرار دیا۔

اس طرح مسلک اور مکتب فکر کا اختلاف تو مسلمان امت میں ہے۔لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے دین سب کے نزدیک ایک ہے اور وہ اسلام ہے اور قرآن کریم کی آیت کی رو سے ''ان الدین عند اللہ الاسلام '' اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین جو ہے وہ اسلام ہے۔لیکن مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو وہ دین لے کر آئے ہیں۔''دین'' کا لفظ استعمال کیا...... جو دین وہ لے کر آئے ہیں، اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو فروغ دے گا۔اس طرح قرآن کریم کے متعلق، دین کے متعلق، ان کا اقتباس یہ ہے کہ:''اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے ویرانے میں نمودار کیا اور حضرت مسیح موعود (قادیانی) کو جو فارسی النسل ہیں اس اہم کام کے لئے منتخب فرمایا۔میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔زور آور حملہ اوروں سے تیری تائید کراؤں گا اور جو دین تو لے کر آیا ہے اسے تمام دیگر ادیان پر بذریعہ دلائل غالب کروں گا اور اس کا غلبہ دنیا کے آخر تک قائم رکھوں گا۔'' یہ تو دین ہے۔، پھر آگے فرماتے ہیں:''پہلا مسیح صرف مسیح تھا۔اس لئے اس کی امت گمراہ ہوگئی اور موسوی سلسلے کا خاتمہ ہوا۔اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔لیکن میں مہدی اور محمد ﷺ کا بروز بھی ہوں۔اس لئے میری امت کے دو حصے ہوں گے۔ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے وہ تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے وہ جو مہدوی رنگ اختیار کریں گے۔'' تو گویا اس طرح کئی جگہ اپنے آپ کو ایک الگ امت قرار دیا ہے۔ایک الگ دین، ایک الگ امت، خدا کا الگ تصور، رسول کا الگ تصور۔قرآن کے بارے میں ان کے صاحبزادے جانشین میاں بشیر محمود صاحب فرماتے ہیں کہ:''نبی شرعی ہو یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں۔اگر کسی کو غیر شرعی کہتے ہیں تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں لایا۔ورنہ کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا جو شریعت نہ لائے۔ہاں بعض نئی شریعت لاتے ہیں اور بعض پہلی شریعت کو ہی دوبارہ لاتے ہیں اور شرعی نبی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے کلام لائے اور رسول اللہ ﷺ تشریعی نبی ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ قرآن پہلے لائے اور حضرت مسیح موعود غیر تشریعی نبی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے...... اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ پہلے قرآن نہیں لائے۔ورنہ قرآن تو آپ بھی لائے۔اگر نہ لائے تھے تو خدا تعالیٰ نے کیوں کہا کہ اسے قرآن دے کر کھڑا کیا۔''

اس کے بعد ان پر جو وحی آتی تھی اسے ان کے پیروؤں نے ''کتاب المبین'' کے نام سے مدون کیا۔جیسے کہ قرآنی آیات جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتی تھی اس کے مجموعے کا نام قرآن ہوا، اسی طرح سے جو آیات مرزا غلام احمد صاحب کے اوپر نازل ہوتی تھی ان کے مجموعے کا نام کتاب المبین ہوا۔(قادیانیوں نے اپنے خانہ زاد نبی مرزا قادیانی کی وحی کے مجموعہ کو ''تذکرہ'' کے نام سے شائع کیا اور اب بھی اسی نام سے متواتر شائع کر رہے ہیں) اب قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔حدیث کا درجہ ہمارے تمام مسلمانوں کے نزدیک یہ ہے۔اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔سب سے زیادہ قوی حجت، سب سے زیادہ معتبر چیز حدیث ہے۔مرزا غلام احمد کے نزدیک حدیث کا تصور یہ ہے۔''جو حدیث ان کی وحی سے نہ ٹکراتی ہو اس کو چاہیں تو وہ لے لیں اور اس کو صحیح قرار دے دیں اور جو ان کو نہ پسند ہو تو اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔'' یہ ان کے الفاظ ہیں۔یہ اقتباس میرے خیال میں آچکا ہے۔اس لئے میں اسے طوالت نہیں دینا چاہتا۔وحی کے متعلق یہ صورت ہے دونوں جماعتیں قادیانیوں کی برابر مرزا صاحب پر جو کچھ بھی نازل ہوتا رہا اسے وحی کہتی رہیں۔حالانکہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ وحی رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی ہے۔وحی ایک اصطلاحی لفظ ہے۔جس

کے انگریزی ڈکشنریوں میں بھی معنی مل جاتے ہیں، عربی میں بھی مل جاتے ہیں اور وہ یہی ہے کہ اللہ کا وہ کلام جو وہ اپنے نبیوں پر نازل کرتا ہے تو وحی کا تصور بھی ہمارا اور ان کا مختلف ہے۔ صحابہؓ کی تعریف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگوں نے حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے مرزاغلام احمد کو دیکھا۔ ہم ام المؤمنین صرف آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو کہتے ہیں۔ وہ مرزاغلام احمد کی بیویوں کو بھی ام المؤمنین کہتے ہیں۔ جو ایک دل آزار قسم کی اہانت ہے مسلمانوں کے لئے جس کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس کے بعد ہمارے عام مسلمانوں میں مسیح کا تصور اور ہے، مہدی کا تصور اور ہے۔ یہ دونوں الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت مسیح کے نزول کے وقت امام مہدی جو امت محمدی میں سے ہوں گے وہ پہلے نماز کی امامت کریں گے۔ لیکن یہاں انہوں نے دونوں حیثیتوں کو یکجا کرلیا ہے اور یہ ان کے ڈانڈے بابیوں سے مل جاتے ہیں۔ علی محمد باب نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھ سے پہلے آنحضرت ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الگ شخصیتیں تھیں۔ میں ان دونوں کا جامع ہوں، تو اسی طرح سے یہ ہے۔ خیر، یہ تو سارے پیغمبروں کی حیثیات کا جامع ہیں اور رفتہ رفتہ پھر خود رسول اللہ ﷺ کے بروز بن کر کے اٹھے اس طرح اصحاب صفہ ہمارے ہاں مستقل اصطلاح ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وہ جان نثار ساتھی جو شب وروز دین کی تبلیغ کے لئے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اور بھوکے پیاسے رہ کر دین کی خدمت کے لئے آپ کے پاس حاضر رہتے تھے۔ ان کے ہاں اصحاب صفہ وہ ہیں جو اس وقت قادیان میں مقیم ہیں۔ حج کے متعلق کافی کچھ آچکا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ وہاں ظلی حج ہوتا رہے گا۔ درود کے متعلق سوال جواب کے دوران میں نے رسالے کی فوٹوسٹیٹ کاپی شامل کی۔ اس پر انہوں نے انکار کیا۔ بہرحال یہ وہی درود نہیں ہے۔ بلکہ ابھی مرزاغلام احمد کی ''البشریٰ'' کے نام سے جو شائع ہوئی ہے اس میں بھی اور دوسرے بیانوں میں بھی وہ درود اس طرح ہے: ''اللھم صلّ محمد و احمد ......'' بہرحال یہ انکار درود ہے۔

قادیانیت ایک متوازی کیمپ

پنجتن کے متعلق جو مسلمانوں کا تصور ہے وہ اس روز آچکا ہے۔ یہ بھی نہایت دل آزار اور اہانت آمیز تصور ہے جو انہوں نے تصور قائم کیا ہے۔ پنجتن کا تصور جو مسلمانوں میں ہے وہ حضور اکرم ﷺ اور ان کے اہل بیت پر مشتمل ہیں۔ انہوں نے یہاں مرزاغلام احمد اور ان کے خاندان والوں کو مشتمل کیا ہے۔ اس طرح ایک ایک چیز میں اپنے آپ کو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی...... ہمارے نزدیک مسجد اقصیٰ وہ ہے جو دمشق میں ہے۔ ان کے نزدیک مسجد اقصیٰ یہاں آگئی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ مقام کہ جہاں آدمی داخل ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کا وعدہ ہے وہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ ان کے نزدیک وہ چوبارہ ہے جہاں مرزاغلام احمد بیٹھ کر کے فکر کیا کرتے تھے اور تحریر کیا کرتے تھے۔ یعنی کہیں ان کے اور ہمارے ڈانڈے کسی تصور میں نہیں ملتے، نہ معاشرت میں، نہ معیشت میں، نہ عقائد میں، نہ دین کے تصور میں۔ یہ سب انہیں کی طرف سے ہوتا رہا۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں نبوت کا ایک متوازی کیمپ قائم کیا ہے۔ کیمپ کی حفاظت اور اس کے فروغ کی ذمہ داری انگریزوں نے لی اور وہ اس طرح کرتے رہے۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کے اندر بغیر مسئلے کو سوچے ہوئے، اس کا مطالعہ کئے بغیر، بغیر متعلقہ مواد کے پڑھے ہوئے ایک تصور ذہن پر یہ غالب رہا کہ یہ فرقہ وارانہ بات ہے۔ یہ بات فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ یہ دو الگ الگ مذہب، دو الگ الگ دین، دو الگ الگ امتیں، دو الگ الگ تمدنوں کی جن میں کہیں کوئی مماثلت سوائے اس کے نہیں پائی جاتی کہ اسلام کا لبادہ انہوں نے اوڑھ لیا ہے۔ اگر یہ نہ اوڑھتے تو لوگوں کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے۔

گلابی وعنابی

اس ضمن میں یہ عرض بھی کردوں کہ وہ دوسری شاخ جوان کی پھوٹی، وہ ظاہر ہے کہ گدی نشینی کے جھگڑے پر پھوٹی۔ جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ خواہ مصلحتاً یا جس بناء پر کیا ہو، انہوں نے ذرا اس کا رنگ ہلکا کر دیا اور گہرا عنابی کی بجائے ذرا گلابی رنگ کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں آسانی ہو۔ ایک شخص کو مسلمانوں ایک شخص کے نام، اس کے کارنامے کو کسی نہ کسی درجے میں مقبول کرایا جائے۔ اس کے بعد پھر فضا تیار ہوتی رہی۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں میں مرزاغلام احمد کی ساری تحریریں، حکیم نورالدین کی ساری تحریریں اس بات کے لئے ایک کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ یعنی دنیا میں کوئی فاتر العقل ہوگا جو اس سے انکار کرے گا کہ مرزاغلام احمد نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ مگر اتنی تحریریں ہیں کہ کسی تاویل اور کسی تشویش سے بھی اس سے مفر نہیں ہے۔ بعض وقت مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے انہوں نے یہ لکھا...... شاید یہ چیز Quote بھی کی ہے۔ محضرنامہ میں بھی اور اپنے جواب میں بھی...... مرزا صاحب نے یہ لکھ کر دیا تھا۔ اگر لوگوں کو نبی کے لفظ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جہاں جہاں میں نے نبی لکھا ہے اس کو کاٹ کر محدث بنا دیا جائے۔ یہ تحریر ہے ان کی۔ اسی کے تھوڑے دن کے بعد ایک اور تحریر ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت کفار مکہ نے کہا کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کو رسول نہیں مانتے۔ حضور ﷺ کے یہ جو نام کے ساتھ رسول اللہ ہے یہ کاٹ دیا جائے۔ خیر! اس پر صحابہ ؓ کو غصہ آیا۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ تو یہاں سے مثال یہ لی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے اگر اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ کی رسالت ختم ہوگی۔ وہ حقیقت اپنی جگہ ہے۔ یعنی اگر کوئی محدث ہو اور نبی کا لفظ کاٹ دے، ان کے کہنے کے مطابق، تو بھی ان کی نبوت باقی رہے گی۔

تبدیلی مذہب کا سوال نہیں

تو یہ دجل وفریب کا ایک ایسا جال ہے کہ جس سے ایک ایسا غیر طبعی مادہ ملت کے جسم کے اندر اسّی (۸۰)، نوّے (۹۰) سال سے پرورش پا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اس ملت کو چین نصیب نہیں ہوا اور اب اس کے پنجے باہر بھی بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ کسی حکومت کو، کسی اسمبلی کو، یہ حق نہیں ہے کہ وہ زبردستی کسی کا مذہب تبدیل کرائے۔ یہ باہر کے لئے پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے نہایت مکروہ اور گھناؤنا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ یعنی کہیں یہ بات نہیں آئی کہ جبراً ان کا مذہب بدل دیا جائے۔ ان کے عقائد بدل دیئے جائیں۔ اس سے زیادہ فیاضی اور رواداری نہ بات کیا ہوسکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمہارے جو معتقدات ہیں تم ان کی رو سے مسلمان نہیں ہو۔ اگر تم مسلمان ہو تو ہم مسلمان نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو دستور میں یہ لکھ دیں کہ ہم سب کافر ہیں یا پھر ان کے لئے لکھنا ہوگا۔ اس میں تبدیلی مذہب کا سوال ہی نہیں ہے۔ بلکہ دو الگ الگ امتیں ہیں، ان کا تعین کرنا ہے۔ یہ صرف پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے دنیا میں پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ قرآن کی آیت پیش کی جاتی ہے۔ ''لا اکراہ فی الدین'' کون جبر کر رہا ہے؟ اس سے زیادہ فضول قسم کا عقیدہ بھی کوئی رکھتا ہے؟

باقی مملکت پاکستان کا معاملہ ہے۔ ہر مملکت کو اپنی جغرافیائی حدود کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ ہماری مملکت ایک نظریاتی مملکت ہے۔ ہمارا یہ حق ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتا ہے کہ اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کریں۔ اگر اس فرض میں کوئی کوتاہی

کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملک کے ساتھ غداری کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اس کا نہ صرف اختیار ہے بلکہ یہ بنیادی فرائض میں ہے۔ اگر کوتاہی کرے تو وہ اپنے فرائض سے غداری برت رہا ہے۔

قادیانیوں کی اجتماعی مسائل میں زیادتی

اب ان کا کہنا یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے سلسلے میں مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کی انہوں نے بڑی لمبی چوڑی فہرست دی۔ میں نے نوٹ کی تھی۔ ۱۸۹۳ء سے لے کر قیام پاکستان تک اور اس کے بعد تک مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے لئے نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ شریک رہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کو اس پر ابھارتے رہے۔ یہ بنیادی طور پر بڑی غلط بیانی ہے۔ شاید اسی طرح کی غلط بیانی انہوں نے اپنی آبادی کے متعلق کی ہے، جو سوال وجواب میں پوری طرح واضح ہوچکی ہے۔

ان کا دور، ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۰ء کی پیدائش ہے۔ غدر کے زمانے میں یہ تقریباً جوان ہوں گے یا جنگ آزادی کے ہنگاموں کے زمانوں میں جوان ہوں گے۔ اس کے بعد کے جو کارنامے ہیں وہ خود ان کی کتابوں سے روشن ہیں۔ اس کے بعد جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو کچہری میں ملازمت کر لی۔ پھر کوئی اعلیٰ خدمت سپرد ہوئی۔ وہاں سے استعفیٰ دے کر آ گئے اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے خلاف مناظرے شروع ہوگئے۔ یہ انہوں نے کیوں کیا؟ اس سلسلے میں ان کی کتابوں سے اقتباس سوال وجواب میں آچکے اور وہ میں نہیں دھراؤں گا۔ چونکہ جہاد کو حرام کرنا ہے۔ اس لئے ایسی کتابیں لکھی جائیں کہ مسلمانوں کا اشتعال ختم ہو اور ان کا بہی خواہ بن کر اپنے مقاصد حاصل کئے جائیں اور ان کے دل سے جہاد کا مسئلہ نکالا جائے۔

مسئلہ جہاد پر قادیانی غلط بیانی

پھر انہوں نے اس جسارت سے کام لیا کہ سوال وجواب کے دوران انہوں نے کہا کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ مسلمان علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا، نہ کسی مسلمان عالم نے جہاد کیا۔ یہ ایک ایسی غلط بیانی ہے جس پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک فتوے کا تعلق ہے، انگریزوں کے تسلط کے بعد سے اسی طرح کے فتوے بار بار علماء کی طرف سے آتے رہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ مسائل بعض بعض دفعہ نزاعی رہے ہیں کہ اب حالات وشرائط جہاد ہیں یا نہیں ہیں۔ اس میں رائیوں کا اختلاف ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نہیں شرائط پوری نہیں ہوئیں۔ بعض نے کہا کہ لڑائی کا وقت ہے۔ بعض نے کہا کہ وقت لڑائی کا نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم تھی۔ ان (مرزا) کی پیدائش کے زمانے میں جوانی کے زمانے میں بھی، ان کی وفات تک مسلسل جہاد ہوتا رہا۔ ان کی وفات کے بعد بھی جہاد جاری رہا۔ ان علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے جہاد کیا اور جن کو کالا پانی بھیج دیا گیا۔ میں آپ کی اجازت سے چند نام پیش کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: Short break for ten minutes: we will meet at 12:15 pm.

(جناب چیئرمین: ۱۰ منٹ کے لئے مختصر وقفہ۔ ہم بارہ بج کر پندرہ منٹ پر دوبارہ ملیں گے)

[The Special Committee adjourned for ten minutes to re-assemble at 12:15 pm.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس ۱۰ منٹ کے لئے ملتوی کر دیا گیا تا کہ دوپہر بارہ بج کر پندرہ منٹ پر دوبارہ شروع کیا جاسکے)

[The Special Committee re-assembled after short break Mr. Speaker (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(مختصر وقفے کے بعد خصوصی کمیٹی کا اجلاس دوبارہ شروع ہوا۔ جناب اسپیکر (صاحبزادہ فاروق علی صاحب) نے کرسی صدارت سنبھالی)

جناب چیئرمین: مولانا محمد ظفر احمد انصاری!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! قبل اس کے کہ میں اپنی گزارشات شروع کروں، آپ سے ایک درخواست یہ ہے کہ مجھے یہ ڈر معلوم ہو رہا ہے کہ میری بات بالکل ہی نامکمل رہے گی۔ میں بہت مختصر کر رہا ہوں کہ آپ گھنٹی بجادیں گے اور قصہ ختم ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: میں نے ابھی تک گھنٹی تو نہیں بجائی۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اگر آپ کوئی ایسی صورت کر سکیں کہ مجھے جس دن اٹارنی جنرل صاحب تقریر کریں گے اس روز کوئی آدھ گھنٹہ آپ دے دیں۔ ورنہ بات بالکل نامکمل رہ جائے گی۔ اس وقت بھی زیادہ ربط تو نہیں ہوسکتا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اٹارنی جنرل صاحب نے پرسوں اپنے ***Arguments Sum up*** (دلائل مکمل) کرنے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں کہ کوئی چیز رہ گئی ہے تو ***It is open for the members, they can again speak*** (اراکین اگر چاہیں تو دوبارہ بات کر سکتے ہیں) تو ٹھیک ہے، اٹارنی جنرل صاحب کے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ان سے گفتگو کرلیں۔ اگر وہ تھوڑا سا وقت پہلے دے دیں تو ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آج اٹارنی جنرل صاحب آجائیں گے۔ آپ ان سے کل ***Consult*** کرلیں تو پانچ تاریخ کو سہی۔

مولانا محمد ظفر انصاری: میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کتنا غلط دعویٰ کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ آج اندازاً کتنی دیر لیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ایک گھنٹہ تو دے دیجئے۔

جناب چیئرمین: ایک گھنٹہ۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: مطلب یہ ہے کہ یا تو پھر یہ اجازت ہو کہ میں تحریری طور پر اسے......

جناب چیئرمین: تحریری طور پر بھی آپ دے دیں۔ وہ اگر آپ کل دے دیں گے تو وہ ہم سائیکلوسٹائل کرا کے ممبروں میں سرکولیٹ کرادیں گے۔

جناب محمد حنیف خان: اگر یہ تحریری طور پر دے دیں تو ان کی وہ تحریر ایک تو علم پر مبنی ہوگی۔ دوسرے ہم بھی جن کا علم کوتاہ ہے۔ کم ہے، دو، چار جملے کہنے کے قابل ہو جائیں گے۔

Mr. Chairman: ***He was almost neck deep in it; he knows this subject much more than any body else.***

(وہ پوری گہرائی کے ساتھ اس مسئلے میں تھے۔ وہ اس موضوع کو کسی اور کی نسبت بہت زیادہ جانتے ہیں)

جناب محمد حنیف خان: میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جس طرح آپ نے اتفاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر آپ تحریری طور پر دے دیں تو وہ لوگ جن کا علم اس مسئلے میں کم ہے۔ وہ بھی وہ پڑھ کر اپنے کچھ *Views* اس کی تائید میں کہہ دیں گے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو اس میں تو کچھ وقت لگے گا۔

جناب چیئرمین: پانچ تاریخ تک دے دیں۔ اگر آپ ہمیں کل دے دیں تو ہم پرسوں سائیکلوسٹائل کرا کے ممبروں میں چھ کی صبح کو تقسیم کرا دیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جتنا میں کہہ سکوں گا کہہ دوں گا اور اس کے بعد جو رہ جائے گا وہ تحریری طور پر دے دوں گا۔

Mr. Chairman: ***Prince (Mian Gul Aurangzeb), I would like to have your views also after Maulana has finished.***

(جناب چیئرمین: پرنس (میاں گل اورنگزیب) میں چاہوں گا کہ مولانا کی بات ختم ہونے پر آپ بھی اپنے خیالات پیش کریں)

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو اس کی معذرت کرتے ہوئے کہ شاید اب میری تقریر میں بہت ربط نہیں رہے گا۔ کوشش کروں گا کہ جو زیادہ اہم چیزیں ہیں وہ آ جائیں۔

مسئلہ جہاد اور مرزا صاحب

تو علماء کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ یہ وہ دور تھا کہ علماء نہ جہاد کا فتویٰ دیتے تھے اور نہ علماء جہاد کرتے تھے اور یہی روش انہوں نے اختیار کی۔ میں اس میں صرف چند مثالیں دوں گا آپ کو۔ ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں پر جو افتاد پڑی اور جس طرح مسلمانوں کی سیاسی قوت پارہ پارہ ہوئی اور اس کے جو یاس اور محرومی کی کیفیت پیدا ہوئی، اس کے باوجود ایسے جاندار لوگ موجود تھے جنہوں نے جہاد کا سلسلہ مسلسل جاری رکھا، فتوے دیتے رہے اور بنگال سے لے کر آسام سے لے کر صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں کی آخری حدوں تک کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں یہ کام نہ ہو رہا ہو، اور انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کام کو کیا۔ اس زمانے میں انگریزوں نے نیل کے کارخانے قائم کئے تھے۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ جہاد کا قصہ ہی ختم ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں مسلمانوں نے نہایت ہوشیاری سے انگریزوں کو یہ یقین دلایا کہ جہاد جو ہے وہ اسی طرح ہمارا ایک فریضہ ہے جس طرح روزہ، نماز، جمعہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا جہاد کے لئے ہمیں سرکاری طور پر چھٹی دی جایا کرے۔ تو نیل کے کارخانوں سے انہیں چھٹی ملتی تھی اور وہ اس وقت سکھوں سے جہاد کر رہے تھے۔ پیش نظر یہ تھا کہ ایک علاقہ قبضے میں آ جائے اور اب تمام تحریریں شائع ہو گئی ہیں۔ وہ خطوط اس زمانے کے شائع ہو گئے ہیں۔ جس سے پوری طرح یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید احمد شہید، اور دوسرے علماء، ان کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے اس علاقے کو جو مسلم اکثریت کا علاقہ تھا۔ اس میں مسلم حکومت قائم کر لیں۔ تو پھر انگریزوں سے نمٹیں گے۔ تو انگریز انہیں نیل کے کارخانوں سے چھٹی دیا کرتے تھے۔

گویا جہاد کے قصے کو عوام تک پہنچا دیا تھا نہ کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اس زمانے میں جہاد کا نام نہیں لیا جا رہا تھا۔ اس میں ہر مکتب خیال کے علماء تھے۔ جس زمانے میں مرزا غلام احمد، بقول اپنے مخبری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ وہ زمانہ تھا کہ حضرت سید احمد صاحب شہید کے ماننے والے پیروکار منتشر ہوگئے تھے۔ انہوں نے پٹنہ میں پھر اپنا مرکز بنایا تھا۔ مسلسل مقدمات چلتے رہے۔ ایذائیں دی جاتی رہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں صادق پور کا پورے کا پورا محلّہ جو کہ ان کی حویلی میں تھا۔ اسے گروا کر وہاں ہل چلوائے گئے۔ تا کہ بہت سے زمانوں تک یہاں کسی بستی کا نام ونشان نہ رہے۔ جو لوگ تھے ان کو یا تو پھانسیاں دی گئیں یا کالے پانی بھیج دیا گیا۔ ان کے خاندان اور افراد کے نام برٹش گورنمنٹ کے ریکارڈ میں قیام پاکستان تک لکھے جاتے تھے۔ ان کی اولاد در اولاد کے نام۔ اس طرح وہی زمانہ تھا جب مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب، مفتی صدرالدین صاحب، مولانا عنایت احمد صاحب رام پوری، ان تمام کے فتاویٰ شائع شدہ موجود ہیں۔ سرحد میں مولانا عبدالغفور اخوند، انہوں نے جہاد کا اعلان کیا۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ ان کی جگہ آئے۔ ان کا ۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا۔ پھر مولانا عبدالکریم ۱۹۱۵ء تک وہاں رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالرحیم، استحانہ اور چمرکند وغیرہ میں ان کے مراکز قائم ہیں اور بار بار انگریزوں سے نبرد آزما ہوتے رہے۔ بنگالی حاجی شریعت اللہ تیتو میر، یہ نام اب تک وہاں کے بچوں کی زبان پر جاری ہیں۔ ریشمی رومال کا قصہ، ترکوں سے مل کر ہندوستان کو انگریزوں کی لعنت سے پاک کرنے کا قصہ، وہ مولانا عبیداللہ سندھی صاحب، شیخ الہند محمود الحسن صاحب، سب لوگ اس فہرست میں آتے ہیں۔ یعنی پورا دور ایسا ہے کہ کسی میں جہاد نہ کرنے کی کمی نہیں ہے اور مرزا قادیانی یہ کہتے تھے۔ انہوں نے مخبری میں ایک پہچان بنالی تھی کہ جو لوگ یہاں دارالحرب یعنی انگریزوں کے خلاف لڑائی کرنا چاہتے ہیں جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ جمعہ اور عیدین کی نماز کو جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن پتہ لگاتے تھے کہ کون کون سے علماء ہیں، کون کون سے لوگ ہیں جو جمعہ کو حرب ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھتے۔ اس طرح وہ ان کی مخبری کا کام کرتے تھے۔ چونکہ وہاں پر پہلے نہیں آیا، میں اس کا اقتباس پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ یعنی کسی معاشرے میں یہ تصور نہیں کیا جاتا کہ اس معاشرے میں کوئی شریعت انسان اس حالت میں جب کہ قوم غیروں کے پنجہ استعمار میں گرفتار ہو تو کوئی شخص مخبری کرے اور قوم میں اس کا کوئی وقار ہو۔ نہ کہ مجدد، مصلح، پیغمبر، خدا جانے کیا کیا کہا گیا۔

مرزا قادیانی انگریزوں کا بڑا جاسوس

اب یہ (تبلیغ رسالت ج۵ ص۱۱، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۲۷) سے ایک اقتباس سناتا ہوں۔ یہ مرزا غلام احمد کا بیان ہے: ''چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریز کی خیرخواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں...... لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا۔ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں۔ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے...... مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لئے ہم نے محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں۔ (یعنی ان کے نام ریکارڈ کئے جائیں) جو اپنے عقائد سے مفسدانہ حالتوں کو ثابت کرتے ہیں...... لیکن ہم گورنمنٹ کو باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک

ہمارے پاس محفوظ رہیں گے۔ جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرلے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ، حکیم مزاج کی طرح ان نقشوں کو ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔‘‘

گویا چیف انفارمر کے فرائض جو صاحب دے رہے تھے یہ انکا کارنامہ تھا اور یہ اس وقت جب مسلمانوں کی بڑی تعداد کالے پانی جارہی تھی یا پھانسیوں کے تختوں پر ڈال رہے تھے۔

انہوں نے یہ بھی لمبی فہرست دی ہے کہ ۱۸۹۳ء سے لے کر قیام پاکستان تک وہ مسلمانوں کے ہر درد و دکھ میں نہ صرف شریک رہے بلکہ پیش پیش رہے۔ ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کی عمر کافی ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے متعلق جو کچھ کام رہا وہاں اس میں ان کی شرکت کی بات یہ ہے کہ جو مصیبتیں اس ملک میں مسلمانوں پر آئیں، یعنی جہاد کے سلسلے میں وہ اپنی جگہ ہیں یہ خود سوال ہی نہیں تھا۔ تاہم ان کا اس میں کام صرف مخبری کرنا تھا۔ یا انگریزوں کو سپاہی مہیا کرنا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ جو تعمیری کام ہوا، مثلاً علی گڑھ قائم ہوا۔ دوسرے مدارس قائم ہوئے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور قائم ہوئی۔ اس کے متعلق مجھے مجبوراً اقتباس سے گریز کرنا پڑے گا۔ اس میں انہوں نے کہا کہ سرسید نے بڑی جان توڑ کوشش کی اور کہا کہ ایک روپیہ دے دو چندہ۔ انہوں نے کہا کہ نہ، یہ نہیں ہوسکتا۔ مرزا بشیرالدین نے لکھا ہے کہ آپ کیوں ...... یعنی اس میں انہوں نے لکھا، اپنی جماعت کے لوگوں کو کہا کہ آپ دوسروں میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا ہمیشہ یہی معمول رہا ہے کہ وہ لوگ کسی نام سے آئیں، نہ کسی دوسری انجمن کے ممبر بنیں۔

مرزا قادیانی کو صاحب نہ کہیں

خواجہ جمال محمد کوریجہ: جناب چیئرمین! انصاری صاحب بار بار مرزا کو مرزا صاحب کے نام سے پکار رہے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے، ان کو مرزا صاحب کے نام سے نہ پکارا جائے۔

جناب چیئرمین: جب آپ کی باری آئے تو آپ جیسے چاہیں پکاریں۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: جناب! اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ وہ ولدالحرام ہے اس کو اس نام سے پکارا جائے۔

جناب چیئرمین: کسی کی تقریر میں آپ کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ لیس، انصاری صاحب!

قادیانیوں کی دروغ گوئی

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: چنانچہ انہوں نے کسی انجمن میں جو تعمیری کام کر رہی تھی یا انگریزوں کے خلاف لڑنے، یا جہاد، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے متعلقہ ہیں، انہوں نے اس میں دلچسپی نہ لی۔

جس زمانے میں مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں ان میں نمایاں مصیبتیں بیسویں صدی کے شروع میں آئی تھیں۔ جنگ طرابلس شروع ہوئی۔ جنگ بلغان شروع ہوئی۔ اس کے بعد ترکوں کے خلاف انگریزوں نے جنگ شروع کی۔ اس عرصے میں مقامی مسجد کان پور میں ایک واقعہ ہوا جس سے پورے ہندوستان میں اشتعال پیدا ہوا اور بہت سے مسلمان اس میں شہید ہوئے۔ پھر خلافت کی جنگ شروع ہوئی۔ پھر جلیانوالہ باغ کا قصہ شروع ہوا۔ جس میں مسلمان اور ہندو سبھی شریک تھے۔ ترکوں کی سلطنت کو ختم کیا گیا۔ اس پر قادیان میں چراغاں ہوا اور یہ انتہائی جسارت کے ساتھ غلط بیانی کی گئی کہ سارے مسلمان چراغاں کر رہے تھے۔ ہم نے بھی چند دیئے

روشن کر دیئے۔ یہ ایک ایسی دروغ بیانی ہے میں اسے کیا کہوں۔ میں اس زمانے میں طالبعلم تھا۔ مگر یہ منظر پوری طرح یاد ہے۔ میں سکول میں پڑھتا تھا۔ یہ میں جانتا ہوں کہ پوری ہڑتال ہوئی۔ جگہ جگہ اتنی گرفتاریاں ہوئیں اس روز، صرف اس بات پر کہ چراغاں کرو، شیرینی تقسیم کرو۔ بہرحال شہر میں ایسے لوگ تھے جو خوشامدی تھے اور ان کی اغراض وابستہ تھیں۔ جگہ جگہ ایسا ہوا بھی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس روز ہڑتال ہی کی اور اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔

پھر ۱۹۲۲ء میں ترکوں کو، یونانیوں کے مقابلے میں سمرنہ میں فتح ہوئی تو مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے انہی کے مریدوں نے کہا کہ ہم بھی چراغاں کریں۔ تو انہوں نے کہا کہ اس موقعہ پر چراغاں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد دو چیزیں ایسی ہیں جن میں انہوں نے شرکت کی۔ ایک شدھی اور سنگھٹن تحریک جو کہ اس شخص نے شروع کی تھی جس نے آزادی کی جنگ میں بڑا نمایاں مقام حاصل کیا ہے اور مسلمان اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بعد میں وہ جیل میں گیا اور جیل میں جانے کے بعد حکومت نے اس سے کچھ معاملہ طے کیا اور جیل سے نکلنے کے بعد اس نے شدھی کی تحریک (دیا ئند) شروع کی۔ اس میں یہ ضرور گئے۔ لیکن وہاں کیا تھا؟ وہ ایک بڑی اچھی شکارگاہ تھی جہاں پر یہ اپنی جماعت کے لئے آدمی لے سکتے تھے۔ اس میں یہ بے شک گئے۔

دوسرا بڑا کارنامہ جو وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے کشمیر کمیٹی میں شرکت کی اور کشمیر کمیٹی میں ان کی شرکت کا جو حال ہے وہ یہ ہے۔ اس میں علامہ اقبال بھی شامل تھے اور بھی بہت سے اکابرین تھے۔ اس کے بارے میں ''مسئلہ کشمیر'' مصنفہ ممتاز احمد کا ایک اقتباس آپ کی اجازت سے پیش کرتا ہوں۔

''۱۹۳۱ء میں جب ریاست میں تحریک حریت کا آغاز ہوا اور ریاستی مسلمانوں نے سیاسی آزادی کے حصول کے لئے جب باقاعدہ طور پر جدوجہد کا آغاز کیا تھا...... یہ الفضل کا *Quotation* (اقتباس) ہے تو حضرت امام جماعت احمدیہ (عربی) جو پہلے ہی مناسب موقعہ کی انتظار میں تھے، یکا یک میدان عمل میں آ گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ ۲۵ رجولائی کو شملہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ علامہ اقبال بھی اس میں شامل تھے۔ لیکن صدارت مرزابشیرالدین محمود کے سپرد کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کشمیر کمیٹی کا منصوبہ بنانے والے بھی دراصل مرزابشیر محمود صاحب ہی تھے اور جو افراد شملہ میں جمع ہوئے تھے ان میں اکثریت احمدیوں ہی کی تھی۔ کمیٹی کے پیش نظر جسے ابتداء میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ریاستی مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلانا اور قید وبند کی صعوبتیں جھیلنے والے مسلمانوں کو قانونی امداد مہیا کرنا تھا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے تمام کشمیری لیڈروں سے براہ راست روابط قائم کئے گئے۔ قادیانی زعماء کو بڑی تعداد میں ریاست میں بھیجا گیا۔ جہاں انہوں نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور مسلمانوں کی مالی امداد کر کے اپنا ممنون احسان بنانے کی کوشش کی گئی اور اس دوران سینکڑوں کی تعداد میں مبلغین بھی بھیجے گئے جو ریاست کے چپے چپے کا دورہ کر کے قادیانی عقائد کی تبلیغ کرنے لگے۔ اس ریاست میں تحریک آزادی کے مظلومین کی امداد کے لئے اکثر رقوم شیخ محمد عبداللہ کی معرفت دی گئیں۔ چوہدری عباس کے مقابلے میں قادیانیوں کی تمام ہمدردیاں شیخ عبداللہ کے ساتھ تھیں اور شیخ صاحب کے جماعت سے تعلقات انتہائی قریب ہو رہے تھے اور لاہور میں اس افسوسناک افواہ نے کافی تقویت پکڑ لی کہ شیر کشمیر شیخ عبداللہ مرزائی ہیں۔ پھر شیخ صاحب نے خود لاہور آ کر ایک جلسہ میں اس کی تردید کی، کشمیر کمیٹی اسی طرح کام کرتی رہی۔ لیکن ابھی اس کا دستور نہیں بنا تھا اور اس کے سیاسی مقاصد لوگوں کے سامنے واضح ہونے لگے تو انہوں نے یہ کوشش کی کہ اس کا دستور بن جائے۔ لیکن یہ بات مرزابشیرالدین کو ناگوار تھی۔ کیونکہ وہ اس

میں ڈکٹیٹر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور جب دستور بنانے کے لئے اصرار کیا گیا تو مرزا بشیرالدین محمود نے بطور احتجاج کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور پھر علامہ اقبال کمیٹی کے نئے صدر منتخب ہوگئے۔ لیکن ان کا (مرزا بشیرالدین) کا استعفیٰ دینا تھا کہ تمام قادیانی حضرات نے کمیٹی کے کاموں میں دلچسپی لینا بند کردی اور عملاً کمیٹی کا بائیکاٹ کر دیا۔ حتیٰ کہ قادیانی وکلاء جو ریاست میں مسلمانوں کے مقدمات لڑ رہے تھے وہ مقدمات ادھورے چھوڑ کر واپس آ گئے اور جب کمیٹی کے کاموں میں تعطل پیدا ہوا تو علامہ اقبال بھی قادیانیوں کے رویہ سے بددل ہوکر صدارت سے مستعفی ہوگئے اور خود اس پر علامہ اقبال کے جو ریمارکس ہیں وہ چند جملے بیان کر دیتا ہوں:

"Unfortunately there are members in the Committee who recognise no loyalty except to the head of their particular religious sect. This was made clear by a public statement recently made by one of the Ahmadi pleaders who had beeen conducting the Mirpur cases. He plainly admitted that he recognises on Kashmir Committee, and admits that whatever he and his colleagues did was done in obedience to the commands of their religious leader. I confess that I interpreted this statement as a general indication of the Ahmadi's attitude of mind of felt doubts about the Kashmir Committee. I do not mean to stigmatise anybody. A man is free to develop any attitude intellectually and spiritually to suit his mind best. Indeed I have every sympathy for a man who needs a spiritual probe and finds one in the shrine of by- gone saint or any living priest. As far as I am aware, there are no differences of opinion among members of the Kashmir Committee regarding the General Committee's policy to the formation of a party on the ground of differneces in policy. Nobody can object, but according to my view of the situation the differences in the Kashmir Committee are based on considerations which I believe are utterly irrelevant. I do not believe that a smooth working is possible and feel that in the best interests of all concerned the present Kashmir Committee should cease to exist."

(بدقسمتی سے اس کمیٹی میں ایسے ارکان بھی ہیں جو اپنے مخصوص مذہبی فرقے کے قائد سے وفاداری کے سوا کسی اور وفاداری کو نہیں جانتے۔ اس بات کا واضح اعلان ان احمدی وکلاء میں سے ایک وکیل نے حال ہی میں کیا ہے جو میرپور مقدمات کی پیروی کر رہے تھے۔ اس نے صاف صاف اعتراض کیا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں جانتا اور اس نے اور اس کے رفقاء نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے مذہبی امام کے احکامات کی اطاعت میں کیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے اس بیان سے احمدیوں کے کشمیر کمیٹی سے متعلق شکوک وشبہات اور ان کے ذہنی رویے کے ایک عمومی مفہوم کو اخذ کیا ہے۔ میں کسی شخص کو بدنام نہیں کرنا چاہتا۔ ہر شخص آزاد ہے کہ اپنی طبع کے مطابق کوئی

بھی ذہنی اور روحانی رویہ اپنائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے ایسے شخص سے بھرپور ہمدردی ہے جسے روحانی علاج کی ضرورت ہے اور وہ اسے کسی گذشتہ بزرگ کے مزار یا کسی زندہ مذہبی پیشوا سے حاصل کر لیتا ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں کشمیر کمیٹی کے ارکان میں پالیسی میں اختلافات کی بنیاد پر ایک پارٹی کی تشکیل میں عمومی کمیٹی کی پالیسی کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کوئی شخص اختلاف نہیں کر سکتا۔ لیکن موجودہ صورتحال سے متعلق میرا تجزیہ ہے کہ کشمیر کمیٹی میں اختلافات کا تعلق ایسے عوامل سے ہے جو میرے خیال میں بالکل غیر متعلق ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہموار طریقے سے کام کرنا ممکن ہے اور تمام متعلقہ لوگوں کے بہترین مفادات میں محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ کشمیر کمیٹی کو کالعدم ہو جانا چاہئے)

بہرحال انہوں نے یہ حالت پیدا کر دی کہ اگر کشمیر کمیٹی کو قادیانیت کی تبلیغ کے لئے استعمال نہیں کرنے دیا جاتا تو پھر اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ یہ کشمیر کمیٹی کا حال تھا۔ قیام پاکستان کے سلسلے میں انہوں نے جس احسان کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں یہ صورت ہے کہ علامہ اقبال کے اس مضمون کے بعد جب ان کا بھید لوگوں پر کھلنے لگا اور پنجاب میں کیونکہ یہ زیادہ تھے اس لئے پنجاب مسلم لیگ نے یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ کوئی قادیانی مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہو سکتا اور یہ ریزولیوشن ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار پیش ہوا۔ میں ان کی اس وقت کی ذہنیت کے سلسلے میں چند جملے آپ کو سناتا ہوں۔ یہ ۱۹۱۶ء کا اخبار ''الفضل'' ہے: ''ہمیں یاد رہے کہ مسلمانوں کے مصلح دنیا کے ہادی، حضرت مسیح موعود، مہدی آخرالزمان علیہ السلام (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کے حضور جب مسلم لیگ کا ذکر آیا تو حضور مرزا نے اس کے متعلق ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تھی۔ تو کیا ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ مامور ناپسند فرمائے وہ مسلمانوں کے حق میں سازگار یا بابرکت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ لوگوں کو روکتے رہیں کہ سیاست میں کسی طرح شریک نہ ہوں اور جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے۔''

یہ پیغام صلح ۱۹۸۰ء کا *Quotation* (اقتباس) ہے: ''اب تو مسلم لیگ نے بھی جس کے ممبر آزاد خیال اور روادار سمجھے جاتے ہیں اور ہندوستان کی ذہنی روح تصور کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک حلف نامہ تیار کیا ہے کہ ان کی طرف سے اسمبلی کے لئے جو امیدوار کھڑا ہوگا وہ یہ حلف اٹھائے گا کہ اسمبلی میں جا کر احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت منظور کرانے کی کوشش کرے گا۔''

یہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۳۶ء کا الفضل ہے۔ اب یہ ۱۹۳۷ء کا ہے: ''اس کے بعد حضور میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ملکی سیاست کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اس سوال پر روشنی ڈالی ہے کہ جماعت احمدیہ کو کانگریس میں شرکت کرنی چاہئے یا مسلم لیگ میں۔''

یہ ۱۹۳۷ء کی بات ہے: ''حضور نے فرمایا کہ ابھی تک اس بارے میں ہم نے کوئی رائے قائم نہیں کی اور نہ ابھی کوئی دوست رائے قائم کرے۔ بلکہ کانگریس جب علی الاعلان بغیر کسی پیچ کے اور بغیر کسی شک وشبہ کے یہ اعلان نہیں کرتی کہ تبلیغ مذہب اور تبدیلی مذہب پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہوگی۔ اس وقت تک ہم کانگریس میں نہیں مل سکتے اور اس طرح مسلم لیگ یہ کہہ چکی ہے کہ کوئی احمدی اس کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ پھر کون بے غیرت احمدی ہے جو اس میں شامل ہو، جب تک کہ لیگ صاف طور پر یہ اعلان نہ کر دے کہ احمدی مسلم لیگ کے ممبر ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے حلقوں سے امیدوار کھڑے کر سکتے ہیں۔''

اسی طرح بہت سی *Quotations* ہیں۔ لیکن میں اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ اس روز انہوں نے ایک فوٹوسٹیٹ کاپی ۱۹۴۴ء کے ریزولیوشن کی پیش کی ہے۔ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحامد بدیوانی مرحوم مغفور نے ایک قرارداد پیش کی تھی کہ احمدیوں کو، مرزائیوں کو، جنہیں تمام امت نے متفقہ طور پر کافر قرار دیا ہے۔ ان کو مسلم لیگ کا ممبر نہیں بننا چاہئے اور انہیں مسلم

لیگ میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور قائداعظم نے ان سے کہہ کر واپس کروادی۔ یہ کونسل کا وہ اجلاس ہے جس میں شریک ہونے والے بہت سے لوگ ابھی ہوں گے اور میں اس وقت اس کا اسٹیٹ سیکرٹری تھا۔ محمد علی برکت علی ہال میں جو جلسہ ہوا تھا وہ ریزولیوشن مولانا صاحب میرے پاس لائے تھے اور مجھ سے مشورہ کیا۔ میں نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ریزولیوشن ایجنڈا میں شامل ہوا۔ جب اس کا وقت آیا تو قائداعظم نے یہ کہا کہ کون احمدی ہے۔ پنجاب میں کچھ لوگ ہوں گے وہ تو پہلے ہی پاس کر چکے ہیں تو غیر متعلق مسئلہ آپ کیوں لاتے ہیں۔ صرف اتنی بات تھی اور یہ ان کا مزاج تھا کہ وہ جدوجہد کے دوران چاہتے تھے کہ کوئی *Irrelevant* (غیر متعلق) چیز سامنے نہ آئے۔ صرف اتنی بات انہوں نے کہی اور مولانا نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ یہ فیصلہ تو پہلے ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ میں بھی یہ فیصلہ موجود ہے اور کون احمدی ہے جو آتا ہے۔ لہٰذا وہ ریزولیوشن اس طرح ڈراپ ہوا ہے جس کو کہا جاتا ہے کہ قائداعظم نے ریزولیوشن کو مسترد کر دیا۔ یہ گویا دروغ گوئی کی انتہاء ہے۔ مسلم لیگ نے اور پوری ملت اسلامیہ نے اسے جسم ملت کے لئے ایک ناسور سمجھا۔ ایک بدگوش سمجھا، سیاسی اور شرعی دونوں حیثیتوں سے، مسلمان ان لوگوں میں سکون محسوس نہیں کرتے تھے۔ البتہ ۱۹۳۶ء میں یہ ہوا کہ جواہر لال نہرو لاہور تشریف لائے۔ ۲۹؍مئی کو تو جیسے ظلی حج ہوتا ہے، ظلی نبی ہوتا ہے اور ظلی قرآن ہے، تو وہاں ایک جیسے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تو وہاں ایک انڈین نیشنل لیگ بنائی گئی قادیان میں، اور جب جواہر لال نہرو تشریف لائے تو قادیان میں ۵۰۰ والنٹیئر آئے اور ان کے بڑے مانے ہوئے وکیل چوہدری نصراللہ صاحب کو قائداعظم کا خطاب دیا گیا تو ایک ظلی قائداعظم بھی بن گیا اور انہوں نے سلامی لی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے بڑے بڑے بینرز لگے۔ پلے کارڈز لگے۔ اس کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا وہ جواب پھر میں وقت کی تنگی کی وجہ سے اس اقتباس کو چھوڑتا ہوں۔ مرزا بشیر محمود کا بیان ہے کہ لوگوں کو کیوں اعتراض ہے۔ جواہر لال نہرو نے علامہ اقبال کی مخالفت میں میری حمایت کی تھی۔ جو علامہ اقبال کی قرارداد تھی کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دو تو انہوں نے ہماری حمایت کی وہ آئے ہیں تو ایک سیاسی انجمن کی طرف سے ان کا استقبال کیا گیا۔ ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ ان کو سپاسنامہ پیش کیا گیا تو اس میں حمایت کی کیا بات ہے۔ اب وہاں سیاسی انجمن بھی بنائی گئی۔ وہ تو یہ مختصراً مسلمانوں کے کاموں میں شرکت کا حال ہے اور ۵؍اپریل کو یعنی جب پاکستان بننے کا زمانہ قریب آنے لگا، ان کے تعلقات دونوں طرف تھے۔ یہ کوشش کر رہے تھے کہ ۱۹۴۶ء میں انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو نے چوہدری ظفراللہ صاحب کا نام *Recommend* (تجویز) کیا جو ان کی کتاب تحدیث نعمت میں موجود ہے اور یہ ۱۹۴۶ء کا وہ زمانہ تھا جب کانگریس اور مسلم لیگ یا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان *Feelings* بہت شدت پر تھیں۔ اس وقت ان کے یہ تعلقات تھے کہ پورے ہندوستان میں جتنے بڑے وکیل تھے وہاں سے جواہر لال نہرو نے ان کے نام *Recommend* (تجویز) کئے۔ اس وقت یہ کامیاب نہ ہوئے۔

وہاں الیکشن میں یہ الگ بات ہے کہ ۱۵؍اپریل ۱۹۴۷ء کو انہوں نے بیان دیا جو یہاں فائل بھی ہو چکا ہے کہ ہم بہرحال اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہیں اور ہماری کوششوں اور خواہشوں کے علی الرغم اگر پاکستان بن گیا تو پھر ہماری کوشش یہ جاری رہے گی کہ کسی نہ کسی طرح اکھنڈ بھارت بن جائے۔ یہ بہت مشہور ان کا وہ ہے اور اس کا وہ اقتباس بلکہ فوٹوسٹیٹ یہاں داخل کیا جا چکا ہے۔ ۵؍اپریل کو یہ بات انہوں نے کہی اور ۱۲؍اپریل کو ایک سوال کے جواب میں یہ فرمایا۔ سوال کسی نامہ نگار کا تھا کہ کیا پاکستان عملاً ممکن ہے؟ یہ سوال جواب (ریویو آف ریلیجنز ج ۱۸ نمبر ۲) میں شائع ہوا۔

سوال تھا کہ کیا پاکستان عملاً ممکن ہے؟

جواب: سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکستان ممکن ہے۔ لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ملک کے حصے بخرے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج دنیا کی کامیابی کا راز اتحاد میں مضمر ہے۔ دوسرے ذرائع مواصلات بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمیں ضرورتاً ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہونا چاہئے اور اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس موقع پر ہندوستان دو علیحدہ علیحدہ حصوں میں بٹ جائے اور ہندوستان کی بڑی قومیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ یہ ۱۲/اپریل کا تھا۔ پھر اسی طرح ۱۳/جون کا اسی مضمون کا ایک بیان ہے۔ پھر ۱۷/جون کا ہے۔ اس کے بعد ۱۸/اگست ۱۹۴۷ء کا ایک بیان ہے۔ یعنی پاکستان بننے کے بعد اور ایک ۲۸/دسمبر کا ہے تو تقسیم کے موقع پر امام جماعت احمدیہ کو یہ الہام ہوا کہ (عربی)......

''یعنی تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں ایک جگہ اکٹھا کر دے گا۔ اس الہام میں تبشیر کا پہلو بھی ہے اور انداز کا بھی توقع تو پہلے ایک رنگ میں ہو چکی ہے۔ یعنی ہماری کچھ جماعتیں پاکستان کی طرف چلی گئی ہیں اور کچھ ہندوستان کی طرف۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرنے کی کوئی صورت پیدا کر دے۔'' یہ اکٹھا ہونا دونوں کا، یہ بہرحال مسلسل چل رہا ہے۔ ۱۳/دسمبر کے'' حالات کی وجہ سے لوگ گھبرا کر قادیان کی خرید کردہ زمینوں کو ضائع شدہ خیال کرنے لگے ہیں اور اپنی ادا کردہ قیمت کو امانت قرار دے کر اس کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے نوٹس میں بتایا تھا کہ ایسا مطالبہ نہ صرف کاروباری اصول کے مطابق غلط اور ناجائز ہے۔ بلکہ دینی لحاظ سے بھی ایمانی کمزوری کی علامت ہے۔ کیونکہ دراصل اس مطالبے میں یہ شبہ مخفی ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک قادیان کی (واپسی) مشکوک ہے۔ حالانکہ یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہمیں قادیان انشاء اللہ! ضرور واپس ملے گا وغیرہ، وغیرہ۔'' اب یہ کیسے ملے گا؟ اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہم قادیان فتح کر لیں یا خدانخواستہ وہ اکھنڈ بھارت کا ان کا جو منصوبہ ہے وہ مکمل ہو جائے۔ تو قادیان کو فتح کرنے کا جہاں تک سوال ہے پاکستان کی حکومت نے ہی اس کا فیصلہ کرنا ہے اور آج ۲۷ سال میں پاکستان حکومت کی طرف سے ہمیشہ یہ اعلان ہوتا رہا ہے کہ ہمیں کسی دوسرے ملک کی سرحدات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم کسی کے خلاف جارحیت نہیں کریں گے۔ یہ کس نسخے سے اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا چکر دے کر کہ پاکستان اور ہندوستان کی لڑائی کرا کر اس کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں یا بہرحال کیا ہے، میں نہیں جانتا۔

اب اس کے بعد ۲۸/دسمبر کی بات ہے۔ ''مومن وہ ہے جو محض سن کر خدا پر ایمان نہیں لاتا۔ بلکہ جس کا ایمان پورے یقین اور وثوق پر مبنی ہے وہ جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ یہ تقسیم ایک عارضی تقسیم ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ قادیان ہماری چیز ہے۔ وہ ہمارا ہی ہے کیونکہ خدا نے وہ مجھے دی ہے۔ گو آج ہم قادیان نہیں جا سکتے۔ مگر آج ہم محروم کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیان ہمارا ہے۔ وہ احمدیت کا مرکز ہے۔ ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا۔ وہ ان شاء اللہ! حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموعہ بھی ہمیں مستقل طور پر قادیان سے محروم نہیں کر سکتی۔ اگر یہ زمین ہمیں قادیان لے کر نہیں دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اتریں گے اور ہمیں قادیان لے کر دیں گے۔ اس راہ میں جو بھی طاقت حائل ہو گی وہ پارہ پارہ کر دی جائے گی۔ وہ نیست و نابود کر دی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔'' یہ گویا ان کے عزائم ہیں۔

اس کے ساتھ ان کے ہاں جانبازوں کا نظام ہے جن سے یہ عہد نامہ لیا جاتا ہے کہ ''ہم خداتعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز فرمایا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور اپنے نفس کو، اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیّت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول پر ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لئے تیار رہے۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطاء فرما۔''

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیان کا قصہ جو کچھ ہوگا تو جیسا پہلے میں نے عرض کیا اس کا فیصلہ قادیان ہو یا اور ہو، بہرحال ہمارے بس میں ہو تو ہم چاہیں گے کہ سارا پاکستان ہی بن جائے۔ لیکن یہ کہ یہ فیصلہ مرزائیوں کو کرنا ہے یا پاکستان گورنمنٹ کو کرنا ہے۔ پاکستان کی گورنمنٹ کو کرنا ہے۔ اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ ہمیں کسی کے علاقے میں جارحیت نہیں کرنی ہے۔ اب پاکستان بن جانے کے بعد ان کے جو عزائم ہیں وہ بار بار ان تحریروں میں آئے ہیں کہ ہمیں اسے اکھنڈ بھارت بنانا ہے، اکٹھا کرنا ہے۔

اس کے بعد ایک دیرینہ ان کی حسرت یہ رہی کہ افسوس ہمارے پاس کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں سوائے احمدیوں کے کوئی نہ ہو۔ اب اس کی کوئی ضرورت تھی کہ وہاں احمدی کے علاوہ کوئی نہیں رہے۔ بہرحال وہ حسرت انہوں نے یہاں پوری کر لی۔ پہلے قادیان کو تقریباً ایسے ہی بنایا تھا۔ وہاں تو جو مسلمان رہتے تھے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی انہوں نے، یہاں تک کہ ان دکانداروں سے ایک طرح کا ٹیکس لیا جاتا تھا۔ جیسے یہ جماعتوں میں غیرمسلموں سے جزیہ کے عنوان سے کہتے تھے۔ ان غریب دکانداروں سے ٹیکس لیا جاتا تھا اور ان سے معاہدہ ہوتا تھا کہ جو ہمارے مخالف ہیں ان سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھیں گے اور کسی کو پایا گیا تو اسے ایسی سزا دی جاتی کہ پھر وہ ربوہ نہیں جاسکتا تھا۔ قتل وغارت بھی ہوتی تھی، مکانات بھی جلائے جاتے تھے۔ سبھی کچھ ہوتا تھا۔

اب اس کے بعد یہ منصوبہ بنا کہ پہلے بلوچستان پر قبضہ ہونا چاہئے اور وہ اقتباس، چونکہ میرے خیال میں پہلے موجود ہے، دس لاکھ، بارہ لاکھ کی آبادی ہے۔ اگر ہم پوری کوشش کریں، پورا پاکستان نہ سہی ایک صوبہ تو ہمارا اپنا ہوسکتا ہے۔ وہ آرزو پوری نہیں ہوتی اور مرزا قادیانی کے آخری الہاموں میں ایک الہام یہ بھی تھا۔ ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' پوری نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ پاکستان میں حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے ان کا وہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ ہمارے ملک میں پہلی بار فوجی انقلاب کے ذریعے حکومت کو بدلنے کی کوشش ہوئی۔ اس میں جو لوگ شامل تھے وہ نام کوئی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اس کے بعد سے مسلسل یہ کوشش ہوتی رہی، یہاں تک کہ ایک آخری دور میں...... یہ بیچ کی چیزیں میں نظرانداز کرتے ہوئے آتا ہوں۔ مشرقی پاکستان کا حصہ گیا۔ حالات اتنے خراب ہوگئے کہ تمام سیاسی جماعتیں اس کی کوشش کرنے لگیں۔ کسی نے کہا کہ مجیب الرحمٰن سے کوئی سیاسی مفاہمت ہو جائے تاکہ پاکستان دو ٹکڑوں میں نہ بٹے۔ یہ حالات جب بہت بگڑ گئے پھر بھی یہ کوشش ہوتی رہی۔ یہاں سے مختلف پارٹیوں کے لوگ وہاں گئے، مذاکرات کئے، ظفراللہ خان قادیانی کا خط عین اس زمانے میں سر ظفراللہ نے آٹھ مارچ کو اسلام آباد میں اپنے کسی دوست (ایم. ایم احمد) کو خط لکھا۔ اس دوست کا نام ظاہر نہیں کیا۔ لیکن یہ کہا کہ وہ ایسے دوست ہیں کہ وہ مغربی پاکستان کے سیاسی لیڈروں سے بہت قریب ہیں اور گویا بہت بااثر ہیں۔ یہ خط انہوں نے اردو میں بھیجا۔ **By Process of elimination** آدمی اندازہ کرسکتا ہے کہ جو لوگ اس وقت **Count** کرتے تھے۔ ان میں یہ خط کس کے نام ہوگا۔ زبان بھی اس کی بڑی مذہبی ہے جو ایک خاص طبقے کے اندر زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں، میں وہ خط سنا

دیتا ہوں۔ ماحصل اس کا یہ ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ ’’مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے ایک رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ بات دل سے بھلادو۔ اب یہ ہے کہ فوج کشی نہ کرو اور صلح صفائی کے ساتھ الگ کردو۔‘‘

یہ گویا لوگوں کے ذہن پر اپنے سارے عمر بھر کے بین الاقوامی تجربے اور اس کا زور ڈال کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کسی بہت بااثر دوست کو لکھا ہے اور لوگ اپنی جگہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس زمانے میں یحییٰ صاحب کے قریب ان کے بااثر دوستوں میں کون ہوگا۔ خط یہ ہے کہ: ’’ان آثار و قرائن کی بناء پر جن کا ذکر جرائد میں آتا ہے۔’’واللہ اعلم بالصواب‘‘ خاکسار کے ذہن میں جو افکار چکر لگاتے ہیں وہ گزارش خدمت ہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کو باہم جکڑنے والی زنجیر ’’مخلصین لہ الدین‘‘ ہی ہوسکتی تھی۔ ورنہ آب و ہوا، زبان، خوراک، رنگ روپ، خدوخال، لباس، حتیٰ کہ عبادت کو چھوڑ کر معاشرے کا خاکہ اور ذہنی افکار سب مختلف ہیں۔ اب اعتماد مفقود اور دین کی نسبت جذبات پر قومیت کا غلبہ ہے۔ ادھر سارے عالم میں حق خودارادیت کی پرستش۔ مشرق و مغرب میں آبادی کی نسبت سات اور چھ اور رقبے کی نسبت نو اور اکیاون ہے۔ مشرق عملاً علیحدگی پر مصر ہے۔ مغرب کے پاس کوئی قاطع برہان اس کے خلاف نہیں۔ ہو بھی تو مشرق سننے اور غور کرنے پر آمادہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جبر نہ ہی حرف لاحاصل ہے۔ بلکہ خودکشی کے مترادف ہے۔ اگر خون کی خلیج خدانخواستہ حائل ہوگئی تو پاٹی نہ جاسکے گی اور نقصان مایہ کی تلافی کی صورت ہوسکتی ہے۔ نقصان جان تلافی نہیں ہوسکتی اور شماتت ہمسایہ کی تلخی تو بہر صورت لازم ہے۔ پھر جبر سے اگر کچھ دن برا بھلا گزارہ ہو بھی تو باہمی ربط بڑھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لئے خواستہ یا نخواستہ صراحاً جمیلہ ہی کا طریقہ کام آسکتا ہے۔ اس کے رستے میں بہت سی مشکلات ہیں۔ آج تو شاید باہمی مفاہمت سے نپٹ سکیں۔ چند دن بعد شاید یہ امکان بھی جاتا رہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ صورت میں امساک بالمعروف ممکن نہیں اور تصریح بالاحسان کا ہی رستہ کھلا ہے۔ (یہ گویا میاں بیوی میں اگر کوئی نزاع ہو جائے تو قرآن کریم کی رو سے دو راستے ہیں یا تو خوش دلی سے اس نزاع کو ختم کر کے اچھے طریقے پر رہو۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر خوش دلی کے ساتھ اچھے انداز میں قطع تعلق کرلو۔ تو یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ قطع تعلق کرو) دونوں کو مشکلات کا سامنا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو ’’یغنی هما بفضله‘‘ پر قادر ہے۔ اگر اس وقت کدورت نہ بڑھائی جائے تو شاید کل کو اپنے اپنے گھر کا جائزہ لینے کے بعد کوئی طریق سے دوستانہ تعاون برادرانہ امداد پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ صورت بہت سے خطرات کا موجب ہے اور جگ ہنسائی اور شماتت کا سامنا ہے۔‘‘

یہ ہے خط جس میں اپنے بااثر دوست کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ احسان بالمعروف یعنی دونوں بازوؤں کا ایک جگہ ایک ملک کی صورت میں رہنا یہ ناممکن ہے اور اس کے لئے کوئی کوشش اب نہیں کرنی چاہئے۔ ایک راستہ گویا علیحدگی کا صراحاً جمیلہ کا دیکھنا چاہئے۔ یہ ہے پاکستان کی وحدت و سالمیت کے تحفظ کے سلسلے میں اس جماعت کا *Contribution* (کردار) اب اس کے علاوہ جو آگے عزائم اور تیاریاں ہیں میں ان کی بعض ہلکی سی جھلک اقتباسات کے ذریعے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں تو آج جس کام کے لئے مصروف ہیں اس کے متعلق کشمیر کمیٹی کا ایک فیصلہ پچھلے سال ہوا تھا۔ اس پر تبصرہ ہوا، وہ بہت معنی خیز ہے۔ ایک جملہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ’’ہاں! اس سے پہلے ۲۶ تا ۲۸ کے سالانہ جلسہ ۱۹۴۷ء کا اس خطبہ جمعہ میں مرزا بشیرالدین کے اعلان یہ ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اصل جلسہ تو وہی سمجھا جائے گا جو قادیان میں مقیم احمدی وہاں منعقد کرتے ہیں۔ لاہور کا جلسہ اس کا ظل ہے۔

یعنی یہ ظلی جلسہ ہے اور اس کی تائید میں سمجھا جائے گا اور اس امر کے خلاف بطور احتجاج منعقد کیا جائے گا کہ اس جماعت کو اس کے مقدس مذہبی مرکز سے محروم کر دیا گیا جو ہمیشہ حکومت وقت کی وفادار اور پر امن رہی ہے۔'' پہلے کشمیر میں اس طرح کا ریزولیوشن پاس ہوا تھا۔ اس پر ان کے موجودہ خلیفہ کا تبصرہ ہوا ہے: ''پس نو یا بارہ آدمیوں نے اس قسم کی قرارداد پاس کر دی تو خدا کی قائم کردہ جماعت پر اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جو خرابیاں پیدا ہوسکتیں ہیں وہ یہ نہیں کہ جماعت احمدیہ غیر مسلم بن جائے گی۔ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ مسلمان کہے اس کو کوئی ناسمجھ انسان غیر مسلم قرار دے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی فکر نہیں۔ ہمیں فکر ہے تو اس بات کی کہ اگر یہ خرابی خدانخواستہ انتہاء تک پہنچ گی تو اس قسم کے فتنہ فساد کے نتیجہ میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔'' گویا یہ وارننگ ہے جو انہوں نے اس وقت دی تھی۔ پاکستان قائم نہ رہنے کے لئے کیا انتظامات ہیں وہ تو زیادہ تفصیل سے میں اس وقت نہیں بتا سکتا۔

''لیکن یہ خدام الاحمدیہ بڑی ذمہ داریوں کا حامل ہے۔ ہماری ایک مجلس ہے، ہماری نوجوان نسل جس نے اس رنگ میں تربیت حاصل کر لی ہے جو بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں اور بڑھتے ہوئے بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ انسانی جسم پر بنیادی طور پر دوقسم کے بوجھ پڑتے ہیں۔ ایک وہ بوجھ جو براہ راست اس کے جسمانی اور ذہنی قواء پر پڑتا ہے۔ ایک وہ بوجھ ہے جو بالواسطہ اس کے جسمانی اور ذہنی قواء پر پڑتا ہے۔ اس کے لئے جو تربیت یہ جماعت اپنے پیارے بچوں کو دینا چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی جسمانی قوتوں کو نشوونما اس رنگ میں پہنچائیں کہ دوہری ذمہ داریاں نبھانے کے بوجھ کو برداشت کرسکیں۔ ان میں سے ایک طریق جو ماضی قریب میں جاری کیا گیا وہ سائیکل کا استعمال ہے۔ جب اخبار میں یہ تحریک کی تو مختصراً اشارہ کیا تھا کہ اپنی صحتوں کو برقرار رکھنے کے لئے سائیکل کی طرف متوجہ ہوں۔ اس وقت جو تعداد میرے علم میں آئی ہے وہ ۶۶۲ ہے۔ لیکن اس میں جنہوں نے نام ابھی تک رجسٹر نہیں کرائے توقع ہے کہ کچھ آج پہنچ جائیں گے۔ ان میں سے وہ ہیں جو کراچی سے سائیکل پر تقریباً نوے اور سو میل روزانہ طے کر کے تھرپارکر سندھ وغیرہ سے آسکتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا ہے۔ میں نے بتایا تھا آج دہراتا ہوں۔ مجھے بڑی جلدی ایک لاکھ احمدی سائیکل چاہیں، احمدی سائیکل وہ ہیں جو احمدی چلاتے ہیں اور ایک لاکھ ایسے احمدی چاہتے ہیں جنہیں روزانہ سو میل چلنے کی عادت ہو۔ سو میل روزانہ چلنے ایک دن میں ہمارا احمدی ایک کروڑ میل کا سفر کر رہا ہوگا۔ یہ بڑی حرکت ہے اور حرکت میں برکت ہے۔ ہم نے تجربہ کیا تو ہر شخص نے الا ماشاء اللہ اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ ایک لاکھ سائیکل سوار چاہیں کیوں۔ میں آپ لوگوں کے سامنے ایک بڑا منصوبہ پیش کرنے والا ہوں۔ اس کے لئے بھی تیاری کر رہا ہوں۔ آپ کے ذہنوں کو بھی اس کے لئے تیار کر رہا ہوں۔ پس یہ جسمانی قوت کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پروگرام ہے۔ ہلاکوخان، چنگیز خان جو دنیا فتح کرنے کے لئے اپنے ملک سے نکلے تھے اور دنیا کو فتح کیا تھا ان کے پاس ایسے گھوڑے تھے جن کو سات آٹھ سو میل تک گھوڑے سے اترنے کی اجازت نہیں تھی۔'' ہلاکوخان، چنگیز خان موٹی سرخیوں سے لکھا ہوا ہے۔ ذہن ادھر مائل کیا جارہا ہے۔ اب وہ اس کے ساتھ دس ہزار گھوڑوں کی فرمائش کہ دس ہزار گھوڑے تیار ہوں اور وہ دس ہزار گھوڑے احمدیوں کے ہوں اور ان سواروں کو نیزہ بازی کی تعلیم دی جارہی ہے۔ اب میں اقتباس پڑھ رہا ہوں۔ ''اس کے ساتھ خدام الاحمدیہ کسے کہا گیا ہے۔ خادم کی علامت کے طور پر ایک رومال تجویز کیا گیا ہے۔ کیونکہ وقت کم تھا یہ صرف پانچ سو کے قریب تیار ہوسکے۔ کچھ نے خرید بھی لئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں خادم اسلام کے پاس یہ رومال ہونا چاہئے۔ اس رومال میں ایک چھلہ پڑتا ہے...... یہودی بڑی ہوشیار قوم ہے۔ وہ دنیا میں ہر محاذ پر اپنی بڑائی پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ مجھے اس رومال اور چھلے کا خیال

آیا تو میں نے سوچا کہ ہمیں اپنے لئے رنگ (Ring) خود تجویز کرنے چاہیں الحمرا کی دیواروں پر مجھے چار فقرے نظر آئے:

۱...... لا غالب الا اللہ۔ ۲...... القدرت للہ۔

۳...... الحکم للہ۔ ۴...... العزت للہ۔

ان سے فائدہ اٹھا کر یہ تجویز کی ہے۔ عام اطفال اور خدام یعنی ہر رکن کے لئے القدرت للہ کا چھلہ اور جو عہدیدار ہیں ان کے لئے العزت للہ کا یہی لجنہ اماء اللہ کا نشان ہے۔ البتہ ان کے رومال کا رنگ مختلف ہے۔ ویسے جھنڈوں کے لئے عام طور پر سبز رنگ ہوتا ہے۔ صرف جھنڈے کا ذکر ہے۔ اب اس کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اگر رومال ایک گز سے چھوٹا رہ جائے تو اس کے ذریعے جو دوسرے فوائد ہمارے مدنظر ہیں۔''

وہ رومال کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بہرحال سکاؤٹس میں بھی چھلہ اور رومال ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی بہت بڑے کام کے لئے ہے اور اس کو پڑھنے کے بعد مجھے ڈلہوزی کے زمانے کا چھلہ اور رومال جو ٹھگ استعمال کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس رومال ہوتا تھا اور ایک چھلہ ہوتا تھا اور اس کے ذریعے وہ آدمیوں کی گردن پھنسا کر فوری طور پر ختم کر دیتے تھے۔ اب یہ ایک لاکھ سائیکل سوار، دس ہزار گھوڑے اور نیزہ باز، یہ سب کس کی تیاری ہے؟ کیا قادیان واپس لینے کی تیاری ہے یا یہ جس طرح بہت دفعہ انہوں نے کہا، ہمیں اپنی حکومت قائم کرنی ہے۔ اس کی تیاری کرنی ہے۔ بہرحال یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے۔ یہ وقت آ گیا ہے کہ ہمیں پوری تیاری سے اس مسئلہ کو نمٹانا چاہئے۔ ایک چیز اور عرض کروں گا جس وقت یہ باؤنڈری کمیشن کا واقعہ آیا ہے اور آپ نے دیکھا ۵/اپریل سے اگست ۱۹۴۷ء بلکہ دسمبر ۱۹۴۷ء کے اقتباسات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جس میں ہر جگہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان کے قیام سے یہ اپنا ذہن ہم آہنگ نہیں کر سکے۔ لیکن جب باؤنڈری کمیشن کا وقت آیا ہے تو خود چوہدری ظفر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بہت دلچسپ اقتباس ہے۔ اس لئے کہ کہیں تو مرزا بشیر محمود صاحب ایک طرف یہ لکھ رہے ہیں کہ ہمیں اکھنڈ بھارت بنانا ہے اور ہمیں کوشش جاری رکھنی ہے۔ لیکن باؤنڈری کمیشن کا تقرر ہوتے ہی ان کو مسلم لیگ کے کیس سے اتنی دلچسپی ہوئی کہ اتنی مسلم لیگ کے لیڈروں کو بھی نہ تھی۔ مجھے وہ انگریزی کی مثل یاد آتی ہے:

"A woman that loves a child more than its mother does, must be a witch."

(ایسی عورت جو کسی بچے کو اس کی ماں سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ یقیناً ڈائن ہے)

تو یہ مختصر سا اقتباس ہے۔ ''تحدیث نعمت'' مصنفہ چوہدری ظفر اللہ صاحب، ص ۵۶۶

''حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ان دنوں لاہور ہی میں تشریف فرما تھے۔ بدھ کی سہ پہر کو مولانا عبدالرحیم درد صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت صاحب نے یہ دریافت کرنے کے لئے مجھے بھیجا ہے کہ حضور کسی وقت تشریف لا کر تمہیں تقسیم کے متعلق بعض پہلوؤں کے متعلق معلومات بہم پہنچا دیں۔ خاکسار نے (یعنی ظفر اللہ نے) گزارش کی کہ جس وقت حضور کا ارشاد ہو، خاکسار، حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ درد صاحب نے فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ تم نہایت اہم قومی فرض کی سرانجام دہی میں مصروف ہو۔ تمہارا وقت بہت قیمتی ہے۔ تم اپنے کام میں لگے رہو۔ ہم وہیں تشریف لائیں گے۔ موجودہ حالات میں یہ مناسب ہے۔ چنانچہ حضور تشریف لائے اور بٹوارے کے اصولوں کے متعلق بعض نہایت مفید حوالوں کی نقول خاکسار کو عطا کیں، اور فرمایا کہ اصل کتب کے منگوانے کے

لئے ہم نے انگلستان فرمائش بھیجی ہوئی ہے۔ اگر وہ کتب بروقت پہنچ گئیں تو وہ بھی تمہیں بھیج دی جائیں گی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے خرچ پر دفاع کے ہر ماہر پروفیسر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ لاہور پہنچ چکے ہیں اور نقشہ جات وغیرہ تیار کرنے میں مصروف ہیں۔تم تحریری بیان تیار کر لینے کے بعد ان کے ساتھ مشورے کے لئے وقت نکال لینا۔ وہ یہاں آ کر تمہیں یہ پہلو سمجھا دیں گے۔ چنانچہ متعلقہ کتب انگلستان سے قادیان پہنچیں اور وہاں سے ایک موٹر سائیکل سوار انہیں سائڈ کار میں رکھ کر لاہور لے آیا اور دوران بحث وہ ہمیں میسر آ گئیں۔ان سے ہمیں بہت مدد ملی۔‘‘

جو پروفیسر آئے تھے ان کا نام تھا پروفیسر سپیٹ۔ پروفیسر سپیٹ نے مجھے دفاعی پہلو خوب سمجھا دیا۔وغیرہ وغیرہ! اب دفاعی پہلو کیا سمجھایا؟ میں نے آپ کے توسط سے انہیں خط لکھا تھا کہ پروفیسر سپیٹ کی Observations, Recommendations جو ہوں، ان کی ایک کتاب ہمیں بھی بھیج دیں۔ وہ انہوں نے نہ بھیجیں کہ دفاعی پہلو اسے کیا سمجھایا گیا کہ پاکستان کس طرح بنایا جائے اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ دلچسپی مرزا صاحب کو تھی۔ وہ چیز تو ہمارے پاس نہیں ہے۔لیکن جو پہلے کے عزائم سامنے آ رہے ہیں اور اس کے بعد جو نقشہ بن رہا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا کچھ ہوگا۔

Mr. Chairman: Sir, how long will you take?

(جناب چیئر مین: جناب آپ ابھی کتنا وقت لیں گے؟)

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: آپ جس وقت کہیں گے۔

جناب چیئر مین: میں بالکل نہیں کہوں گا۔ ***You have already taken One and half hour.*** (آپ پہلے ہی ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ لے چکے ہیں)

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اچھا جی! (مداخلت)

جناب چیئر مین: میں روک نہیں رہا، میں نے ویسے پوچھا تھا۔

Why do you feel ill when I ask how long you will take? I am sorry.

(آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں جب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کتنا وقت لیں گے؟ میں معذرت خواہ ہوں)

Members are becoming restive میں نے صرف اس لئے پوچھا تھا کہ میں صرف ایڈجسٹ کر سکوں۔ (اراکین بے چین ہو رہے ہیں) کچھ لیڈی حضرات جا چکی ہیں اور باقی سارے گھڑیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔کوئی مجھے کہہ رہے ہیں کہ روٹی کھانی ہے۔اس لئے میں نے پوچھا تھا تا کہ میں ایڈجسٹ کر سکوں۔

I am not saying that he is not saying useful word. You think that you believe that these are useful words and I do not believe that these are useful words?

(میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ کوئی مفید گفتگو نہیں کر رہے۔آپ سمجھتے ہیں کہ صرف آپ ہی ان الفاظ کو مفید سمجھتے ہیں اور میں انہیں مفید نہیں سمجھتا؟)

I am sorry for that. I apologize میں غلطی کر بیٹھا ہوں کہ آپ کو کہہ بیٹھا ہوں کہ تیزی سے نہ پڑھیں۔

before the whole House. (میں پورے ایوان کے سامنے معذرت خواہ ہوں) صرف اس واسطے میں نے کہا کہ سائیکلو سٹائل کروا کے دے دیں۔

That will be useful; and give oral arguments, that would be better. How long will you take?

(یہ فائدہ مند ہوگا، اور زبانی دلائل دیں تو وہ بہتر ہے۔ آپ کتنا وقت لیں گے؟)

میں نے صرف ایڈجسٹ کرنا ہے۔ ***That is all.***

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میرے خیال میں میں نے جو گزارش کی تھی اگر وہ آپ منظور کرتے ہیں......

جناب چیئرمین: وہ میں نے کب انکار کیا ہے؟ اس وقت حنیف خان صاحب نے کہا تھا کہ تحریری طور پر دے دیں۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میری گزارش یہ ہے کہ میں بھی یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ممبر صاحبان کافی تھک گئے ہوں گے۔

Mr. Chairman: From their expressions; that is why I cut it short.

(**جناب چیئرمین:** ان کے چہروں سے یہ واضح ہے۔ اسی لئے میں مختصر کرنے کو کہہ رہا تھا)

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں اس کو یہاں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ مجھے آدھ گھنٹہ اس روز دے دیں تو میں کوشش کروں گا......

جناب چیئرمین: اگر آپ مناسب سمجھیں تو اٹارنی جنرل صاحب کے بعد جیسے بھی......

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ہاں! اتنا وقت تو کوئی ایسا نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین: اگر ضرورت سمجھیں۔ یہ میں نے اس واسطے کہا کہ ڈیڑھ بج گیا ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ ایک گھنٹہ لیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں نے ڈیڑھ گھنٹہ کہا تھا۔

جناب چیئرمین: آدھ گھنٹہ پہلے ہوگیا ہے۔ بریک سے پہلے ساڑھے گیارہ بجے آپ نے سٹارٹ کیا۔ بارہ بجے بریک ہوئی۔ 12:25 پر پھر ہم نے سٹارٹ کیا تھا۔ 1:35 ہوگیا ہے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ٹھیک ہے۔ پھر اس روز کے لئے رکھیں۔ اگر وہ تیار ہوگئے تو آدھ گھنٹہ شروع کا مجھے دے دیں۔ یعنی آنے میں بھی تو کچھ دیر ہوتی ہے۔ میں اس وقت کرلوں گا۔

جناب چیئرمین: بالکل ٹھیک ہے جی۔ ***Thank you.***

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اگر میں کچھ لکھ سکا، جس کی زیادہ امید نہیں ہے تو پھر وہ بھی کرلوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ ***Thank you very much.***

مسٹر جمال کوریجہ! آپ اندازاً کتنا وقت لیں گے؟

مولانا ظفر احمد انصاری کا قومی اسمبلی میں ۶ ستمبر کو قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! مجھے اس کا احساس ہے کہ میں پہلے خاصا وقت لے چکا ہوں اور اب دیر بھی ہوگئی ہے۔ ابھی میرے پاس بہت سی چیزیں تھیں جو جلد سے جلد میں کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اٹارنی جنرل صاحب نے بہت سی چیزوں کی وضاحت

کردی ہے، اس لئے میں بہت مختصراس پر آؤں گا۔

مرزائیوں کے دونوں گروپوں کے نمائندوں نے، جو آئے تھے، بہت سے مغالطے پیدا کئے۔ بعض کو میں نے اس روز رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ چند ایک اور ہیں جن کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جہاد کے متعلق انہوں نے بہت سے اقتباسات مختلف علماء کے پیش کئے۔ لیکن اس میں بنیادی فرق، جو میں نے اس روز بتایا اور نام لے لے کر بتایا، وہ یہ ہے کہ کئی علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا اور جہاد کیا۔ دوسرے فاضل مقررین نے بھی بتایا۔ یقیناً ایسے علماء بھی تھے جن کا یہ مؤقف تھا کہ اس وقت جہاد کی شرائط نہیں ہیں، حالات سازگار نہیں ہیں، کامیابی کے امکانات نہیں ہیں۔ یہ تو وہ چیز ہے جو ہمیشہ زیرغور آتی ہے۔ لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوسکی اور کبھی کسی مسلمان کو بھی جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ یہ کہے کہ جہاد ہمیشہ کے لئے منسوخ ہوگیا ہے۔ ایک فتویٰ بھی ایسا نہیں دکھایا جاسکتا جس میں یہ کہا گیا ہو کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے اور جہاد کا حکم موقوف قرار دیا گیا ہے۔ آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم سے بند کیا گیا۔ دین کے لئے آج سے زمینی جہاد کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ اس طرح کی چیزیں، جب کہ قرآن اور حدیث میں واضح احکام موجود ہیں اور بہت معروف حدیث ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ مغالطہ کہ کسی خاص وقت میں جہاد کے لئے شرائط پائی جاتی ہیں، حالات سازگار ہیں یا نہیں ہیں، یہ بالکل ایک چیز ہے اور یہ کہنا کہ جہاد منسوخ ہوگیا ہے، قطعاً بند ہوگیا ہے، یہ وہ چیز ہے جو اسلام کے بنیادی احکام کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

علماء کے فتوؤں پر اعتراض کی وضاحت

علماء کے فتوے کے سلسلے میں مشترکہ بیان میں کچھ وضاحت آگئی ہے۔ لیکن ایک بنیادی فرق کی طرف میں آپ کے توسط سے ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ علمائے کرام جو فتوے دیتے ہیں، وہ اپنے علم کی بنیاد پر دیتے ہیں، دلائل شرعی کی بنیاد پر دیتے ہیں، اور اکثر فتوے جو ممتاز مفتی صاحبان دیتے ہیں، اس میں دلیل رکھ دیتے ہیں کہ قرآن کی فلاں آیت یا فلاں حدیث یا فلاں امام کا حکم ہے۔ اسی طرح سے وہ دیتے ہیں۔ یعنی وہ ان کے علم پر مبنی ہوتا ہے، جس قدر کسی کا علم ہو۔ اس میں کوئی الہامی کیفیت نہیں ہوتی۔ یعنی اس میں یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔ بہت سی مثالیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک عالم فتویٰ دیتا ہے۔ کچھ دن کے بعد اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بات رہ گئی تھی یا کسی حدیث پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی، تو وہ خود اس فتوے کو واپس لیتا ہے۔ اس دور کے ایک بہت معروف عالم مولانا اشرف علی تھانوی کی کوئی پونے دوسو صفحے کی کتاب ہے۔ پوری کتاب جس میں انہوں نے ان تمام فتوؤں کو جمع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے ترمیم کی یا جن کو واپس لیا ہے۔ یہ کوئی اس طرح کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ کہ یہ کوئی خطاؤں سے پاک ہے۔ پھر ایک مفتی نے فتویٰ دیا، اسی ملک کے دوسرے لوگ اس سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے علماء کا فتویٰ اور مرزا صاحب یا ان کے صاحبزادے نے جو فتویٰ دیا ہے یا اب جو دے رہے ہیں، ان دونوں میں بہت اختلاف ہے۔

عالم اسلام کے سلسلے میں بہت سی چیزیں جناب اٹارنی جنرل صاحب نے فرمادی ہیں، اس لئے ان پر مجھے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال ایک دو چیزیں ہیں جن کی طرف میں خاص طور پر آپ کی توجہ دلاؤں گا۔ پہلے وہ اقتباس آچکا ہے کہ ترکوں سے مذہباً ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پورے مسلمانان ہند نے ترکوں کی حمایت میں جس وقت ان پر حملہ ہوا۔ جنگ ہورہی تھی، ان کو مٹایا جارہا

تھا تو شاید کم سے کم میری عمر کے لوگوں کی یاد میں اتنا زیادہ جوش وخروش مسلمانوں میں کبھی پیدا نہیں ہوا جتنا خلافت کی تحریک میں پیدا ہوا۔اس کے بعد فلسطین کا قصہ ہے، اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مسلم لیگ کا کوئی اجلاس ایسا نہیں ہوتا تھا، ہم بڑی دشواریوں سے گزر رہے تھے، لیکن کوئی اجلاس ایسا نہ ہوتا تھا کونسل کا، کہ جہاں فلسطین کے لئے ہم نے ریزولیوشن پاس نہ کئے ہوں اور اس وقت سے لے کر اب تک یعنی حکومت بن جانے کے بعد بھی، اس سے پہلے بھی، فلسطین کے مسئلے میں ہم سو فیصدی پوری طرح عربوں کے حامی رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ لیکن ان کا قول میں آپ کو سناتا ہوں جس میں انہوں نے یہ لکھا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ''عرب فلسطین کے حکمران ہونے کے مستحق نہیں ہیں۔'' یعنی ہمیشہ کے لئے ان کا استحقاق ہی ختم کر دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ چونکہ وہاں کے مسلمان ایک نئے نبی کے منکر ہیں تو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کے بعد یہودیوں سے وہ جگہ چھین لی گئی تو اب جو ایک نیا نبی آیا ہے اس کے چونکہ منکر ہیں اس لئے یہ اس کی تولیت کے، اس کے مالک ہونے کے، اس کے حکمران ہونے کے مستحق ہی نہیں ہیں۔ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں ویسے بھی اور اب اس اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے بعد بہرحال ہمیں اپنی قومی اور اجتماعی زندگی میں ان تمام چیزوں کا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ دنیا کے کون سے ممالک نہ صرف مذہبی حیثیت سے بلکہ اور حیثیتوں سے ہمارے ساتھ ہیں تو اس سلسلے میں بھی ان کا مؤقف ہم سے کس قدر مختلف ہے وہ میں نے واضح کیا ہے۔

کلمہ گو؟

اب انہوں نے بار بار یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور بہت عرصے سے یہ کہہ رہے ہیں کہ صاحب! ہم کلمہ گو ہیں، ہمیں کافر کیسے کہا جاتا ہے اور پھر یہ جو ہے کہ عربی، کہ جو کوئی تمہیں سلام کرے اسے کافر نہ کہو، اسے مؤمن سمجھو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اس معیار کا سبق وہ ہمیں دے رہے ہیں یا خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں؟ کیا ۷۵ کروڑ مسلمان دنیا کے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل نہیں ہیں؟ کیا ان کے ہاں اسلام رائج نہیں ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ ان چیزوں کے معنے یہ نہیں لیتے۔ خود کو مسلمان کیوں توقع کرتے ہیں؟ جب وہ کسی کو احمدی بناتے ہیں تو کیا وہ صرف کلمہ پڑھا کر بناتے ہیں؟ وقت نہیں ہے ورنہ میں وہ سناتا۔ بہرحال وہ بیعت سب نے دیکھی ہوگی۔ جس میں ایک بیعت یہ ہے کہ ہم مرزا غلام احمد کے تمام دعوؤں کو صحیح جانتے ہیں اور خلیفہ وقت کی معروف میں پوری طرح اطاعت کریں گے۔ اس کے بغیر احمدی نہیں ہو سکتے اور جب احمدی نہ ہوا تو وہ مسلمان نہ ہوا۔ تو ان کے نزدیک تو مسلمان ہونے کا معیار یہ ہے، اور ہم سے وہ یہ کہتے ہیں کہ بس جو کوئی تم سے راہ چلتے سلام کرلے اس کو مسلمان سمجھو، تو معیار تو ایک ہی ہونا چاہئے اور مسلمانوں سے بیزاری کا عالم یہ ہے کہ یہ بھی فتویٰ ہے کہ غیر احمدیوں کا کفر بیّنات سے ثابت ہے اور کفار کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت ہے۔ اس لئے ہم سب کا کفر جو ہے یہ بیّنات سے ثابت ہے ان کے نزدیک۔

خدا تعالیٰ کے بارہ میں قادیانی تصور

اب اس روز میں نے کچھ عرض کیا تھا کہ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ ہماری ہر چیز علیحدہ، ہمارا خدا الگ، ہمارا رسول الگ اور سب چیزیں۔ کچھ چیزوں کی تفصیل اور دوستوں نے بیان کی تھی۔ بہرحال خدا کا جو تصور ان کا ہے ہمارا وہ تصور نہیں ہو سکتا۔ کبھی ہم خدا

کے لئے یہ تصور نہیں کر سکتے کہ کوئی مسل لے جائے گا آدمی، اور اس کے اوپر وہ دستخط کرے گا، روشنائی چھڑکے گا اور اس کو چارپائی پر بٹھائے گا اور بیٹا کہے گا اور اس کے بعد نہایت ہی بیہودہ قسم کے تصورات بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرد بن گیا اور کیا قصہ ہے ان کے صاحبزادے مرزا بشیرالدین محمود احمد نے بتایا کہ وہ عورت بن گئے اور وہ بہت خوبصورت عورت تھی اور پھر یہ کہ اب جنت میں تم میرے ساتھ رہو۔ تو بہرحال اس طرح کے بیہودہ تصور ہمارے ہاں نہیں ہیں۔

رسول کا تصور بھی ہمارا مختلف ہے۔ قرآن کے متعلق میں بتا چکا ہوں کہ ان کے ہاں! ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود اپنے الہامات کو کلام الٰہی قرار دیتے ہیں اور ان کا مرتبہ بلحاظ کلام الٰہی ہونے کے ایسا ہے کہ جیسا کہ قرآن مجید، تورات اور انجیل کا ہے، اور بہرحال حدیث پر مقدم ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اقوال پر مرزا غلام احمد کا الہام جو ہے وہ مقدم ہے۔ یہ اقتباس آچکا تھا، پہلے بھی۔

(منکرین خلافت کا انجام، ص۱۹)

قادیانی ہر امر میں مسلمانوں سے علیحدہ تصور رکھتے ہیں

اب آپ دیکھئے کہ ہماری دینی اصطلاح میں خدا، رسول، قرآن، حدیث، وحی اور الہام کی بھی یہ ہے کہ وحی ہمارے نزدیک منقطع ہوچکی ہے اور تمام دینی لغتوں میں اس کی تعریف جو انگریزی لغتوں میں بھی، انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز میں بھی، اور وہ بھی یہ ہے کہ وحی وہ چیز ہے جو رسولوں پر، انبیاء پر جو کلام نازل ہوتا ہے۔ وحی اور الہام کا تصور ہمارے نزدیک مختلف ہے، اور عظمت انبیاء کا تصور بھی ہمارے نزدیک مختلف ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کسی نبی کا تعین کیا جائے تو انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ عظمت اہل بیت میں بھی یہی ہے اور ان کی جو رائے ہے وہ اقتباسات میں آچکا ہے۔ حج کے متعلق بھی دیکھا جائے کہ اب قادیان کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے منتخب کیا ہے۔ جہاد کے بارے میں عرض کر چکا ہوں۔ درود کے متعلق میں نے بتایا تھا اور اس روز فوٹو اسٹیٹ بھی دیا تھا۔ اس کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔ لیکن ایک دوسرا درود انہیں میں نے بتایا تھا ان کی کتابوں میں، جس کا فوٹو اسٹیٹ اب بھی موجود ہے اور چھپا ہوا کتاب میں بھی ہے۔ (عربی)

یہ درود ہے ان کا۔ صحابہ کے متعلق بھی ان کا تصور اور ہے اور ہمارا تصور اور ہے، بلکہ بالکل مختلف ہے۔ آئمہ کے متعلق جو تصور ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ امہات المؤمنین کے متعلق بھی جو تصور ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ مسجد اقصیٰ کا تصور مختلف ہے۔ اصحاب صفہ کا تصور مختلف ہے۔ مکہ اور بیت اللہ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ چوبارہ جہاں بیٹھ کر وہ (مرزا قادیانی) ذکر کیا کرتے تھے۔ اس کے لئے اللہ نے کہا ''من دخلہ کان آمنا'' کہ جو اس میں داخل ہوا وہ امن پا گیا۔ حالانکہ یہ آیت جو ہے وہ حرم شریف کے متعلق ہے۔ قادیان کے لئے انہوں نے لکھا ہے کہ ہم تو قادیان کو مکہ اور مدینہ دونوں سمجھتے ہیں۔ مگر لاہوری قادیان کو مکہ سمجھتے ہیں اور لاہور کو مدینہ سمجھتے ہیں۔ یہ گویا فرق ہے دونوں میں۔ یہ ہمارے ہاں طریقہ رائج ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم وفات پا جاتا ہے تو اسے مرحوم نہیں کہتے۔ ہم اس کو آنجہانی لکھتے ہیں۔ سرسید مرحوم کو جہاں ذکر کیا ہے انہوں نے ہر جگہ آنجہانی لکھا ہے، جیسے ہم ہندوؤں کے متعلق لکھتے ہیں یا عیسائیوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ پرسوں میں نے یہ اقتباس بھی پیش کیا تھا کہ مسلک اور مکتبہ فکر کا اختلاف تو مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ لیکن دین کے متعلق کسی نے نہیں کہا کہ ہمارا دین مختلف ہے۔ اس روز میں نے اقتباس سنایا تھا کہ انہوں نے کہا کہ جس دین کو

مرزا صاحب لے کر آئے ہیں، انہوں نے کہا کہ اللہ اس کا غلبہ کرے گا۔ امت کے متعلق اقتباس آ چکا ہے، تو وہ ایک الگ امت ہیں۔

اب میں بہت مختصر آپ کو ایک ایسے الفاظ سناتا ہوں، مسلمانوں کے عقیدے کے اعتبار سے اور جذباتی اعتبار سے، رسول کریم ﷺ سے جو تعلق ہے، اتنے عرصے تک ان کی ہر طرح کی اہانت آمیز باتیں برداشت کی ہیں۔ پوری مسلمان قوم کے لئے، صلحاء کے لئے، انبیاء کے لئے، خود رسول ﷺ کے متعلق اور ہمارے ہاں نعتیں رائج ہیں۔ جس سے انسان کے اندر ایک جذبہ ابھرتا ہے اور اس کی ایک تسکین ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عظمت میں نعت اور صلوٰۃ وسلام انہوں نے اپنے لئے الگ بنایا ہے۔ میں اس کے چند شعر سناتا ہوں۔ صلوٰۃ وسلام جگہ جگہ ہوتے ہیں۔ اب ان کے ہاں جو ہوتا ہے صلوٰۃ وسلام وہ یہ ہے:

”اے امام الوریٰ سلام علیک — مہ بدر الدجی سلام علیک
مہدی عہد و عیسیٰ موعود احمد مجتبےٰ سلام علیک — مطلع قادیان پہ تو چمکا ہو کے شمس الہدیٰ سلام علیک
تیرے آنے سے سب نبی آئے مظہر الانبیاء سلام علیک — مسقط وحی مہبط جبریل سدرۃ المنتہیٰ سلام علیک
مانتے ہیں تیری رسالت کو اے رسول خدا سلام علیک“

یہ اخبار الفضل قادیان ج۷ ش۱۰۰ ص۳ کالم نمبر۳ میں یکم رجولائی ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ اس سے زیادہ ایک اور دل آزار نظم ہے اور ہر جگہ گویا توازن قائم ہے ایک رسول ﷺ کے مقابلے میں، ہم رسول مدنی ﷺ کہتے ہیں اور اس پر ہماری بے شمار فارسی میں، اردو میں نعتیں ہیں۔ اب رسول مدنی ﷺ کے وزن پر انہوں نے قدنی بنایا ہے، وہ بھی اشعار ہیں:

رسول قدنی

”اے میرے پیارے ارے میری جان رسول قدنی — تیرے صدقے تیرے قربان رسول قدنی
انت منی و انا منک خدا فرمائے — میں بتاؤں تیری کیا شان رسول قدنی
عرش اعظم پہ حمد تیری خدا کرتا ہے — ہم ناچیز ہیں کیا شان رسول قدنی
دستخط قادر مطلق تیری مسلوں پہ کرے — اللہ اللہ تیری شان رسول قدنی
پہلی بعثت میں تو محمد ہے اب احمد ہے — اس پر یہ اترا ہے قرآن رسول قدنی“

اب آگے ملاحظہ ہو:

”سرمۂ چشم تیری خاک قدم بنوا لے — روز عاصم شہہ جیلانی رسول قدنی“

رواداری یا بے حمیتی

اب یہ اشتعال انگیزی اور ایذا رسانی کی انتہاء ہو گئی۔ لیکن اتنا زمانہ مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا۔ یہ غلط تصور رواداری کا تھا، اور رواداری تو اسے نہیں کہہ سکتے۔ بے حمیتی کہہ سکتے ہیں یا جہالت کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال ہم سب اس میں گرفتار رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔

اب اس کے لئے ہم جو حل پیش کرنا چاہتے ہیں جو پورے ایوان کا میلان معلوم ہوتا ہے، وہ حل کیا ہے؟ ہم اس مسئلہ کا وہ حل نہیں پیش کرنا چاہتے جو مذہبی اختلاف کی بناء پر جس طرح عیسائیوں نے یہودیوں کے مسئلے کو حل کیا۔ جس طرح فرانس میں، انگلستان میں، پرتگال میں، اسپین میں، اٹلی میں، جرمنی میں اور روس میں اس مذہبی اختلاف کی بناء پر جو کچھ کیا گیا ہم وہ حل نہیں پیش کرتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ انکے سامنے یہ دو چیزیں ہیں، یا تو اپنے مذہب سے تائب ہو یا تم جلاوطن کئے جاؤ گے یا قتل کئے جاؤ گے۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ حالانکہ ہماری دل آزاری انہوں نے اس سے زیادہ کی ہے۔ ہم وہ اس وقت نہیں کہتے۔ ہم اس قسم کا بھی کوئی حل پیش نہیں کرنا چاہتے جو دوسری نظریاتی مملکتیں کرتی ہیں۔ عذاب دینا، ایذا دینا، اس سے بھی نیچے اتر کر نسلی بنیادوں پر جہاں امتیازات ہیں، وہاں کے دستور میں جو چیزیں ہیں ہم وہ بھی نہیں کہتے۔ آسٹریلیا کے دستور میں مثلاً یہ چیز ہے کہ انتخابات کے موقع پر:

"Aborginial natives shall not be counted. No- election law shall disqualify any person other than a native."

یا جنوبی افریقہ کی حکومت تھی اور جناب! امریکہ کے دستور میں ہے کہ:

"Excluding Indians, not taxed."

یعنی سب کو حق ہے، ان کو حق نہیں ہے۔ ہمارے سامنے اس طرح کا کوئی حل نہیں ہے۔ ہم جو حل پیش کرنا چاہتے ہیں اس کی حیثیت یہ ہے کہ ہم ان کی اس درخواست کو جو انہوں نے ۲۸ سال پہلے انگریزوں کے سامنے پیش کی تھی، جو ۱۳/ نومبر ۱۹۴۶ء کو شائع ہوئی ہے، ہم ان کی اس درخواست کو منظور کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں بھی عیسائیوں اور پارسیوں کی طرح حقوق دیئے جائیں۔ ہم ان کے لئے وہی کرنا چاہتے ہیں، عین ان کی منشاء کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کے دل میں فساد نہیں ہے تو انہیں خوش ہونا چاہئے کہ ان کی درخواست ۲۸ سال پہلے ان کے آقا منظور نہیں کر سکے تھے۔ آج ہم اس درخواست کو منظور کرتے ہیں تو اگر فساد کی نیت نہ ہو تو انہیں یہ سمجھنا چاہئے اور ہمارے اور ان کے درمیان صورت اب یہ ہوگئی ہے کہ:

ہم بھی خوش نہیں وفا کر کے　　　تم نے اچھا کیا نبھا نہ کی

ایک زمانہ گزرا ہر طرح کی چیزوں کو ہم برداشت کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے اپنی پالیسی کے مطابق ربوہ میں جو واقعہ کیا اس کے بعد ظاہر ہے کہ پوری قوم مشتعل ہوئی۔ انہوں نے یہ سمجھ کر نہیں کیا، اتنے نادان نہیں ہیں کہ وہ سمجھتے ہوں کہ اتنے بڑے واقعہ کے بعد قوم سوتی رہے گی۔ ان کا منشاء یہ تھا کہ اس طاقت کا مظاہرہ کر کے دیکھیں کہ کتنا ہمارا رعب پڑتا ہے۔ یہ ان کی تحریروں میں موجود ہے کہ فلاں وقت تک تم اتنی طاقت فراہم کر لو کہ دشمن تمہارے رعب سے مرعوب ہو جائے۔ بہر حال یہ اس انگریز نے بھی منظور نہیں کیا تھا جس کے یہ خود کاشتہ پودے تھے اور جس کے متعلق ایک جملہ ان کا سناتا ہوں، اس وقت نہیں آیا تھا کہ ''غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ ہے۔'' تو انہوں نے بھی اس درخواست کو نہیں مانا تھا۔ ہم ازراہ فیاضی اور ازراہ فراخ دلی اس درخواست کو مانتے ہیں، اور ان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کرتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ اگر پاکستان کے ساتھ غداری اور اس کے ساتھ بے وفائی کا مظاہرہ نہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہے اور اس سارے اعلان کے بعد بہر حال ان کی نگرانی کرنی پڑے گی، دیکھنا پڑے گا کہ ان کی نقل و حرکت کیا ہے، ان کے جو عزائم ہیں اس کے متعلق یہ کیا کرتے ہیں۔

عالم اسلام کے سلسلے میں بہت سے لوگوں کا خیال ہے دوسری جگہوں پر کہ جہاں انہوں نے مراکز قائم کئے ہیں، بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا ہے، تو وہاں اس کے برے اثرات ہوں گے۔ ایک جگہ کا میں صرف آپ سے مثال کے طور پر ذکر کرتا ہوں کہ نائیجیریا میں ابھی وسط اپریل میں ایک کانفرنس ہوئی اور اس میں تمام مسلم مکاتب فکر اور مسلم تنظیموں کے لوگ بلائے گئے۔ ان کو دعوت نہیں دی گئی تھی۔ اسی بناء پر نہیں دی گئی تھی کہ یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ بہرحال جو لوگ ان کے دام فریب میں آچکے تھے جب ان کو یہ پتہ چلا انہوں نے کہا کہ ہمیں کیوں نہیں بلاتے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ کیونکہ آپ ایک دوسرے نبی کی امت ہیں، تو انہوں نے کہا کہ ہم کو غلط فہمی رہی۔ بہت بڑی تعداد وہاں سے تائب ہوگئی اور تائب ہونے کے بعد اس قدر بے زاری لوگوں میں پیدا ہوئی کہ انہوں نے اپنا مشن بند کیا۔ لیکن اب ایک دوسرے نام سے ’’تحریک انوار اسلام‘‘ سے وہاں کام کر رہے ہیں۔

شام میں ۱۹۵۷ء میں وہاں کے مفتی اور ایک بہت عظیم شخصیت کے خاندان سے ابوالدین عابدین کے فتویٰ پر ۱۹۵۷ء میں وہاں کی انٹیریر گورنمنٹ نے ان کے خلاف تحقیقات کیں اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ جاسوسی کرتے ہیں، اسلام کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہاں ان کو بین (*Ban*) کیا گیا۔ ان کے آفس اور پراپرٹی کو سیل کیا گیا۔ اسی طرح مصر میں جب معلوم ہوا کہ یہ اسرائیل کے لئے جاسوسی کرتے ہیں، ان کا داخلہ ممنوع ہوا۔ سعودی عرب کا آپ لوگ جانتے ہیں۔

قادیانیوں کا الگ شمار

تو ایک درخواست آپ لوگوں نے ان کی منظور کر لی اور شاید کل اس پر پوری منظوری آجائے۔ ایک دوسری چیز یہ ہے کہ انہوں نے، مرزاغلام احمد نے ۱۹۰۱ء میں حکومت سے درخواست کی تھی کہ ہمارے ماننے والوں کو مردم شماری میں الگ لکھا جائے۔ وہ درخواست بہرحال انگریزوں نے منظور کر لی۔ لیکن ۱۹۳۱ء تک اس پر عمل درآمد ہوا، ۱۹۴۱ء میں نہیں ہوا۔ ایک میری گزارش ہے کہ اس درخواست پر ہم دوبارہ عملدرآمد شروع کریں اور ان کی مردم شماری الگ سے ہو۔

ایک مغالطہ انہوں نے...... یعنی اتنی صریح بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔ لیکن بالکل واضح طور پر اٹارنی جنرل صاحب کے سوال کے جواب میں انہوں نے یہ کہا کہ ہم سیاسی جماعت نہیں ہیں۔ اب میں اس سلسلے میں صرف چند اقتباسات آپ کو سنا دیتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ میں کسی معزز ممبر کو بند نہیں کروں گا، بالکل، جتنی مرضی ہے تقریر کریں جی، اب کوئی خیال نہیں ختم نبوت کا۔ نو بجتے ہیں تو گھڑیاں دیکھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ نہیں جی! بالکل آج ساری رات بیٹھیں گے۔ اب دین کے ساتھ محبت کہاں گئی ہے؟ مولانا صاحب! آپ تقریر کریں۔ ٹھیک ہے جی! بیٹھیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں مختصراً اس چیز کو ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ یہ سیاسی جماعت نہیں ہیں، یہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ یہ خالص سیاسی جماعت ہیں، اور ایسی سیاسی جماعت جو تشدد کے ذریعے، خون خرابے کے ذریعے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلہ میں میں چاہتا ہوں کہ چند اقتباسات پیش کروں۔ کہتے ہیں: ’’پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں وہ نادان ہیں، وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہوتی ہے وہ خلیفہ کی بیعت ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی کوئی

بیعت نہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے۔ پس اس سیاست کے مسئلے کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔'' (الفضل،۱۳؍اگست ۱۹۲۶ء)

پھر لکھتے ہیں، دوسرا قول ہے: ''غرض سیاست میں کوئی غیر دینی فعل نہیں۔ بلکہ یہ دینی مقاصد میں شامل ہے۔ اب پھر سیاسی بات آتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک احمدی یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصے کے اندر ہی خواہ ہم اس وقت تک زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ لیکن بہر حال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہوسکتا، ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف عملی برتری حاصل ہوگی بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائے گی۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت عجز وانکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کر رہے ہوں گے۔'' (الفضل مؤرخہ ۲؍اکتوبر ۱۹۳۹ء)

اس کے بعد ہے کہ: ''میرا خیال ہے کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض ہوسکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں۔'' یہ ۱۹۳۵ء کا ہے، جب انگریزوں سے تعاون کی بات چل رہی تھی۔

جناب چیئرمین: چوہدری ممتاز صاحب، میاں مسعود احمد صاحب اور محمد اسلم صاحب واپس تشریف لے آئیں۔ شہزادہ صاحب! آپ بھی تشریف لے آئیں۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ کتابیں ہاتھ میں اٹھائیں اور دروازوں کی طرف چل دیئے۔ آپ فرمائیں جی! شہزادہ صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ دروازے بند کر دیں، باہر سے لاک کر دیں۔ چلیں جی، انصاری صاحب! فرمائیں۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: یہ کہتا ہے کہ......

ملک محمد اختر: سر! میں جاسکتا ہوں؟

جناب چیئرمین: ہاں! آپ جائیں وجہ معقول ہے، بڑی معقول وجہ ہے۔ دروازے بند کر دیں۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ''پس نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا (چارج) سپرد کیا جانا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے۔''

جناب چیئرمین: بیگم شیریں وہاب صاحبہ جاسکتی ہیں۔ صرف بیگم شیریں وہاب صاحبہ۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ''ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے'' کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔

میاں محمد عطاء اللہ: پوائنٹ آف آرڈر، سر! عورتوں کے ایک جیسے حقوق ہیں، پھر عورتیں بھی نہیں جاسکتیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، آپ تقریر کرنے دیں ان کو۔ *There is reason for that.*

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: یہ مارچ ۱۹۲۲ء کا ہے۔ تفصیل اس وقت نہیں رہی۔ اس کے بعد ۱۹۳۵ء کا ہے: ''اس وقت اسلام کی ترقی خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ یاد رکھو سیاسیات، اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں اور تبلیغ وتعلیم کے ذریعے حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں ہم اسلام کی ساری تعلیم جاری نہیں کر سکتے۔''

یعنی حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش سیاست سے علیحدگی کے باوجود۔اب آگے لکھتے ہیں کہ:''ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرے۔ایک ایسی تبدیلی جو ایک قلیل ترین عرصے میں اسے دوسری قوتوں پر غالب کر دے۔''

یہ ۱۹۴۹ء کا ہے۔پاکستان بننے کے بعد اب یہاں کون سی قوتیں ہیں جن پر وہ غلبہ چاہتے ہیں، یہ ایوان کے معزز ممبران خود اندازہ کر سکتے ہیں۔پھر آگے ہدایت ہے کہ:''پاکستان میں اگر ایک لاکھ احمدی سمجھ لیے جائیں تو نو ہزار (۹۰۰۰) احمدیوں کو فوج میں جانا چاہئے۔فوجی تیاری نہایت اہم چیز ہے۔جب تک آپ جنگی فنون نہیں سیکھیں گے کام کس طرح کریں گے۔''

یہ آپ لوگوں کے علم میں ہوگا کہ فرقان بٹالین جس کو لیاقت علی خان مرحوم نے ***Disband*** کیا تھا،اس کے متعلق بڑا پروپیگنڈا کیا گیا کہ اس نے بڑا کام کیا ہے۔تو اس کے لئے جو تمغے تقسیم ہوئے وہ ربوہ کے سیکرٹریٹ کے اندر ہوئے۔

آگے موجودہ خلیفہ جو ہیں ان کا ارشاد ہے:''میں تمام جماعت کو جو یہاں موجود ہے اور پوری دنیا کو کامل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آئندہ پچیس (۲۵)''تیس (۳۰) سال کے اندر دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہونے والا ہے۔وہ دن قریب ہے جب دنیا کے بہت سے ممالک کی اکثریت اسلام (یعنی قادیانیت) قبول کر چکی ہوگی۔دنیا کی سب طاقتیں مل کر اس انقلاب کو نہیں روک سکیں گی۔''

بہرحال یہ بے شمار ہیں۔آگے ظفر اللہ صاحب کی تقریر ہے......

جناب چیئرمین: آپ نے جو لکھ کر دینا تھا وہ نہیں دیا آپ نے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: نہیں، جناب! اس کا کوئی وقت نہیں ہے۔اب ظفر اللہ صاحب کی تقریر کہ:''اگر احمدیہ جماعت برسر اقتدار آ جائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں گے، دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے گا، سود پر پابندی لگا دی جائے گی اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے گی۔''

یہ بہرحال حکومت کا قصہ ہے۔پھر یہ لکھتے ہیں کہ:''حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جبر کے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا میسولینی کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے اسے ملک سے نکال دیں اور جو ہماری باتیں سنے اور ان پر عمل کرنے پر تیار نہ ہو اسے عبرتناک سزا دیں۔اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے۔''

یہ تو بہرحال ہے۔میں مختصراً یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جماعت احمدیہ کے ہاتھ جب حکومت آئے گی تو جو لوگ احمدیت سے باہر ہوں گے ان کی حیثیت چوہڑوں اور چماروں کی ہوگی۔بہرحال یہ حکومت آنا اور حکومت کی کوشش کرنا اور اس کے لئے تیاری کرنا، جیسا کہ میں نے اس روز کہا تھا کہ''ایک لاکھ سائیکل سوار اور دس لاکھ گھوڑ سوار اور نیزہ باز اور اتنی عورتیں'' یہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

اس سب کے باوجود جو دنیا میں زیادہ سے زیادہ فیاضانہ سلوک ہو سکتا ہے اس راستے کو سوچ رہے ہیں ہم۔لیکن اس کے ساتھ یہ لازمی ہے کہ ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھی جائے اور جب جو تجویزیں وہاں ہیں:''وہ لوگ جو واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے وہ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ سب کچلے جائیں گے۔صرف باقی ہم رہ جائیں گے۔ہر ایک کو موت نظر آ رہی ہے اور صرف ہم کو زندگی دکھائی دے رہی ہے۔کیونکہ ہمارے متعلق کہا گیا ہے کہ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔پس دوسری بادشاہتوں کو خطرہ ہے کہ وہ ٹوٹ جائیں گی۔مگر ہمیں امید ہے کہ بادشاہت ہمیں دی جائے گی۔حکمران ڈر رہے ہیں

کہ ان کی حکومت جاتی رہے گی۔ مگر ہم خوش ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں دی جائے گی۔‘‘ (مداخلت)

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو بہرحال! اس کو صرف ریکارڈ پر لانا پیش نظر تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ معزز ممبران کا بہت سا وقت میں نے لیا ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے دوبارہ ان چیزوں کو پیش کرنے کا موقع دیا۔ شکریہ!

Mr. Chairman: *Thank you very much. Any honourable member who would like to speak?*

Member: *No.*

Mr. Chairman: *Any honourable member who wants to speak?*

اگر کسی نے اپنے کسی بیان میں کوئی تصحیح کرنی ہے یا دوبارہ کوئی Add کرنا ہے؟

جناب محمود اعظم فاروقی: میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ رہنے دیں۔ اگر آپ کریں گے تو پھر یہ ڈسکشن ہوگی اس پر، آپ رہنے دیں۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب سپیکر صاحب! ایک گزارش مجھے کرنی ہے کہ یہ ساری چیز ریکارڈ میں آرہی ہے۔ میرے خیال میں یہ پوری کارروائی ہاؤس کمیٹی کے ریکارڈ میں آئے گی۔

جناب چیئرمین: ہم جب ریکارڈ Complete کریں گے تو یہ باتیں Omitt کردیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: یہی میں کہہ رہا تھا کہ جو چیزیں اس سے متعلق ہیں......

جناب چیئرمین: نہیں، صرف وہ کریں گے، باقی جو یہ ہمارے ریمارکس ہیں آپ کے، یا اپنی ڈسکشن جو کراس ایگزامینیشن سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں ہوئی تھی، That we shall not make part of the record. یہ ریکارڈ ہم نے پبلیش کرنا ہے، اس کو اناؤنس کرنا ہے۔ That will take some time until and unless we correct it, Sir. کیونکہ یہ جو باتیں ہیں یہ پبلک میں نہیں جائیں گی۔

ایک رکن: نہیں جائیں گی؟

جناب چیئرمین: اسی واسطے انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ شاید یہ ریکارڈ پر نہ آجائیں۔

جناب محمود اعظم فاروقی: جناب! مجھے ایک گھنٹہ بولنے کی اجازت دیں۔

Mr. Chairman: *Is the House prepared to grant him leave to speak for one hour?*

Members: *No, no.*

Dr. S. Mahmood Abbas Bokhari: *Sir, he can speak in the lobby, if he likes it.*

Mr. Chairman: *Before we rise for tomorrow, I want to place it again on the...*

مولانا عبدالحق: فرمائیں جی! فرمائیں۔

ایک رکن: جناب! بیٹھنے دیں ان کو، بیٹھ جائیں گے۔

جناب چیئرمین: توکل کے لئے میں عرض کروں، میں سب سے پہلے تو آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ ہماری Almost last meeting ہے اور آپ تمام دوستوں نے، حضرات نے، ممبران نے اس کو نہ صرف ایک ڈیوٹی سمجھ کے بلکہ اس کو اپنا ایک جزو ایمان سمجھ کے یہ فرض سرانجام دیا ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا نہ صرف مشکور ہوں۔ بلکہ آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے ملک کے نام اور جمہوریت کی بقاء کے لئے اڑھائی مہینے بیٹھ کر خدمت کی ہے اور میں اس سے زیادہ ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ Recommendations آپ کے سامنے آنی ہیں اور مجھے انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے بلکہ مجھے پہلے دن سے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم اس میں Unanimously متفقہ طور پر کوئی نہ کوئی چیز ہاؤس کے سامنے لائیں گے۔ توکل صبح سیشن نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ کسی ڈیبیٹ کی ضرورت نہیں۔ ڈیبیٹ ختم ہو چکا ہے۔ تمام ضروری مراحل طے ہو چکے ہیں۔ نیشنل اسمبلی کو Recommendations پیش ہو جائیں گی۔ آپ نے ان کا Explanation سن لیا، اٹارنی جنرل کی تقریر بھی سن لی، کتابوں کے حوالہ جات اور تمام Formalities پوری ہو چکی ہیں۔ اب کل قومی اسمبلی میں بل پیش ہوگا۔ کل ڈھائی بجے سیشن ہوگا۔ ممکن ہے اسٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس بھی ہو۔ ابھی ڈسکشن جاری ہیں۔ بل لیجسلیشن کی صورت میں آئے گا۔ ہم نے ریکارڈ بھی Prepare کرنا ہے۔ کل ڈھائی بجے اسپیشل کمیٹی کا اجلاس ہوگا۔

For legislation or whatever positive or nagative has to be done. The Special Committee will last for about one hour or two hours for finalising recommendations; and then, at 4:30 recommendations shall be presented to the National Assembly which will hold an open session. The National Assembly meets always in open session. But because of the gravity of the situation and the prevailing political condition in the country, we would be strict in the admission not only to the galleries but to the premises of the Assembly even. Passes will be issued only to the family members of the M.N.A's or their relatives. This restriction will be only for tomorrow. This restriction will apply even to the admission in the cafeteria or inside Gate No.3 and 4. Definitely there will be restrictions, and I am sorry for the inconvenience to the honourable members. They will be allowed to come in without any bag in hand. Such things will be avoided under all circumstances. It is for the information of the honourable members. Cards will be issued to them. I am again thankful and grateful to you. Thank you very much.

(قانون سازی کے لئے یا جو کچھ بھی اس میں تبدیل کرنا پڑے۔ خصوصی کمیٹی ایک گھنٹے یا دو گھنٹوں تک برقرار رہے گی تاکہ

تجاویز کو حتمی شکل دی جاسکے اور پھر ساڑھے چار بجے ان تجاویز کو قومی اسمبلی کے اوپن سیشن میں پیش کیا جائے گا۔اس میں تجاویز کو حتمی شکل دی جائے گی۔قومی اسمبلی کا اجلاس ہمیشہ اوپن سیشن ہوتا ہے۔لیکن صورت حال کی نزاکت اور ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال کے پیش نظر ہم نہ صرف گیلریوں میں بلکہ اسمبلی کے حدود اربعہ میں بھی داخلے پر سختی کریں گے۔پاس صرف ایم.این.ایز کے اہل خانہ اور ان کے رشتہ داروں کو جاری کئے جائیں گے۔یہ پابندی صرف کل کے لئے ہوگی۔اس پابندی کا اطلاق کیفے ٹیریا میں اور گیٹ نمبر۳،۴ میں داخلے پر بھی ہوگا۔یقیناً ان پابندیوں سے معزز اراکین کو پریشانی ہوگی۔جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔انہیں ہاتھ میں کسی بیگ وغیرہ کے بغیر آنا ہوگا۔ایسی چیزوں سے ہر صورت میں اجتناب کیا جائے گا۔یہ معزز اراکین کی معلومات کے لئے میں نے بتایا۔ انہیں کارڈ جاری کئے جائیں گے۔میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔آپ کا بے حد شکریہ!)

The Special Committee of the whole House adjourned to meet at half past two of the clock, in the afternoon, on Saturday, the 7th September, 1974.

(قومی اسمبلی کے مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء ہفتہ اڑھائی بجے شام تک کے لئے ملتوی ہوا)

(۸۵۶) ظفر احمد عثمانی تھانوی، جناب علامہ

(ولادت:۱۳/ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ/ ۶/اکتوبر ۱۸۹۲ء وفات:۲۳/ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ/ ۸/دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ ظفر احمد عثمانی برصغیر پاک وہند کے اکابر علماء ومشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔آپ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل اجل تھے۔حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔آپ نے قادیانیت کے خلاف کئی مضامین لکھے۔مناظرے کئے اور ردقادیانیت کے لئے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے پاکستان میں جداگانہ انتخاب کی سفارش کی تو اس کے منطقی نتیجہ کے طور پر ۱۹۵۳ء میں جن اکابرین اور مسلمانان پاکستان نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ:''پاکستان میں بسنے والی دوسری اقلیتوں کی طرح قادیانی گروہ کو بھی قانونی طور پر غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے تاکہ ان کا شمار قانوناً مسلمانوں کی فہرست میں نہ ہوسکے اور وہ اپنے کو مسلمان کہلا کر حکومت کے عہدوں اور مسلمانوں کی انتخابی نشستوں پر اپنے حق سے زیادہ غاصبانہ قبضہ نہ کرتے رہیں۔''ان میں علامہ ظفر احمد عثمانی کا نام بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

(۸۵۷) ظفر الدین احمد (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی

(ولادت:۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۵ء ...... وفات:۲۹/رمضان ۱۳۲۲ھ/ یکم/دسمبر ۱۹۰۴ء)

قصیدہ رائیہ کے مؤلف مولانا قاضی ظفر الدین احمد کا نسب نامہ اس طرح ہے۔قاضی ظفر الدین بن قاضی محمد امام الدین بن قاضی نور محمد بن قاضی فیض رحیم۔حضرت قاضی صاحب کے آباؤاجداد جموں کشمیر سے آکر گوجرانوالہ میں آباد ہوئے۔گوجرانوالہ سے شمال مغرب میں ایک قصبہ کوٹ قاضی کے نام سے موسوم ہے۔قاضی ظفر الدین کے اجداد''قاضی''کے منصب پر فائز رہے۔اس لئے

ان کے رہائشی گاؤں کا نام ’’کوٹ قاضی‘‘ قرار پایا۔ اسی ’’کوٹ قاضی‘‘ میں قاضی ظفرالدین پیدا ہوئے۔ پھر ’’کوٹ قاضی سے جنڈیالہ باغ‘‘ میں منتقل ہوگئے۔ مغلیہ عہد میں گوجرانوالہ ’’ایمن آباد‘‘ کے تحت ’’کوٹ قاضی‘‘ میں منصب قضاء پر یہ خاندان فائز تھا۔ قاضی ظفرالدین کے والد گرامی عالم، فاضل تھے۔ آپ نے انہیں سے عربی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے والد گرامی اور دیگر اساتذہ سے حدیث، تفسیر، طب، ادب، معقولات، فقہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی۔

پنجاب یونیورسٹی سے آپ نے فاضل عربی، مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ پھر اورینٹل عربی کالج لاہور میں ۱۸۸۱ء سے آخری دور حیات تک تعلیم دیتے رہے۔ اس طرح حکومتی دوسرے تعلیمی اداروں میں بھی آپ کے لیکچرز ہوتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں مدرسہ حمیدیہ لاہور میں پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ جامعہ حمیدیہ، انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر اہتمام تھا۔ جامعہ حمیدیہ کو قاضی حمیدالدین رئیس حمایت اسلام لاہور کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔

جب مدرسہ حمیدیہ کے ناظم قاضی ظفرالدین مقرر ہوئے تو آپ نے ندوۃ العلماء، پنجاب یونیورسٹی اور جامعہ ازہر کے نصاب ہائے تعلیم سے مدرسہ حمیدیہ کا نصاب ترتیب دے کر رائج کیا جو دینی و دنیوی تعلیمی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ قاضی ظفرالدین صاحب کی حصول تعلیم اور تدریسی سرگرمیوں کا تمام وقت لاہور میں گزرا۔ اس لئے وہ ’’قاضی ظفرالدین لاہوری‘‘ کے نام سے معروف ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کی صحت گرنے لگی تو آپ رہائشی قصبہ جنڈیالہ باغ گوجرانوالہ میں منتقل ہوگئے۔ حتیٰ کہ آپ کا یہاں وصال ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش جمعہ کے روز ہوئی اور وصال جمعرات کو ہوا۔ آپ نے سینتالیس سال عمر پائی۔ قاضی ظفرالدین مرحوم نے جبال العلم اساتذہ سے کسب علم کا شرف حاصل کیا۔ ان میں:

۱...... علامہ فیض الحسن سہارنپوری (وفات: ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء)

۲...... مولانا غلام قادر بھیروی بگوی (وفات: ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)

۳...... مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکوی (وفات: ۱۹۲۴ء)

۴...... مولانا محمدالدین لاہوری (وفات: ۱۸۹۸ء، مطابق ۱۲/رجب ۱۳۱۶ھ)

بہت معروف ہیں۔ ان اساتذہ کرام کے حالات جاننے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ یہ تمام حضرات اپنے اپنے دور میں یگانہ روزگار شخصیات تھیں۔ ان سے مولانا قاضی ظفرالدین نے کسب فیض کیا اور پھر ان کے علوم کے ناشر و شارح قرار پائے۔ مولانا قاضی ظفرالدین کے شاگردوں میں مولانا اصغر علی روحی (وفات: مئی ۱۹۵۳ء) ایسے نامور علماء و مشائخ شامل تھے۔ مولانا قاضی ظفرالدین کے حلقہ احباب میں:

۱...... مولانا ثناءاللہ امرتسری (وفات: مارچ ۱۹۴۸ء)

۲...... حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (وفات: ۱۱/مئی ۱۹۳۷ء)

۳...... مولانا سید نذیر حسین دہلوی (وفات: ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۳ء)

۴...... مولانا محمد حسین بٹالوی

۵...... مولانا عبدالجبار غزنوی (وفات: جمعۃ الوداع رمضان ۱۳۳۱ھ/ ۲۹/اگست ۱۹۱۳ء)

۶...... استاذ ٹی.ڈبلیو.آرنلڈ (وفات:۹/جون ۱۹۳۰ء)

ایسے اہل علم حضرات، نامور شخصیات، علماء ومشائخ شامل تھے۔ آپ کے اساتذہ اور دوستوں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ مولانا قاضی ظفرالدین کتنے بڑے فاضل شخص تھے۔ حسن المعاشرت، منکسر المزاج، شریف الطبع، علامہ، فہّامہ تھے۔ انہیں خوبیوں کے باعث بڑے بڑے ہمعصر علماء اور اکابر آپ کو مخدوم کے خطاب سے یاد فرماتے تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

انجمن اسلامیہ پنجاب، انجمن حمایت اسلام لاہور، محمدیہ ایسوسی ایشن، جامعہ حمیدیہ، اورینٹل کالج، انجمن ہمدردان اسلام، انجمن مستشار العلماء، انجمن معاونین محمدی برادران، ندوۃ العلماء ایسی تنظیمات واداروں میں آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ آپ اپنے دور میں انسانیت کے خادم اور مسلمانوں کے بہت بڑے خیرخواہ شمار ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں:

۱...... سبیل النجات فی ترجمہ کتاب الصلوٰۃ لابن القیّم

۲...... سواء السبیل الیٰ معرفۃ المعرب والدخیل (لغت)

۳...... الوشاح (شعر، وعروض)

۴...... سلک جواہر (انٹرمیڈیٹ کورس عربی کے نصاب میں شامل تھی)

۵...... علق نفیس قصائد سبعہ معلقہ کی شرح اور شعراء قصائد کا تعارف مشہور ومعروف ہیں۔ ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت فاضل شخص تھے۔ تمام علوم پر کامل دسترس تھی۔ لیکن عربی لغت وعربی ادب میں آپ کو مثالی ادراک حاصل تھا۔ بجاطور پر آپ عربی کے ماہر وممتاز شاعر سمجھے جاتے تھے۔

مولانا قاضی ظفرالدین اور ردقادیانیت

مولانا قاضی ظفرالدین صاحب دفاع عن الاسلام، تردید فرق باطلہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ردقادیانیت میں آپ کو تحریک ختم نبوت کے نامور جرنیل کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب جھوٹے مدعی نبوت، کذاب قادیان مرزاغلام احمد قادیانی نے مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو جامع بادشاہی مسجد لاہور میں مناظرہ وتفسیر نویسی کا چیلنج دیا جسے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے قبول فرمایا اور لاہور مقررہ تاریخ ۲۵/اگست ۱۹۰۰ء کو تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ۸۶ جیّد علماء کرام کی جماعت تھی جس میں سینتالیسویں نمبر پر مولانا قاضی ظفرالدین کا اسم گرامی تھا اور جب مرزا قادیانی نے قصیدہ اعجازیہ یعنی ''اعجاز احمدی'' لکھا جہاں اس میں اور حضرات کو مخاطب کیا۔ وہاں مرزا قادیانی نے مولانا قاضی ظفرالدین صاحب کو مخاطب کیا۔ (اعجاز احمدی ص۴۹،۸۶، خزائن ج۱۹ ص۱۶۰،۱۹۹) پر مرزا قادیانی نے جل بھن کر مولانا قاضی ظفرالدین کے نام کو اپنے مقابلہ کے لئے پکارا ہے۔ کذاب قادیان نے اعجاز احمدی میں شامل عربی قصیدہ لکھ کر شائع کیا اور مخالفین کو کہا کہ بیس دن میں جواب لکھ کر شائع کر کے مجھے پہنچاؤ۔ اس ملعون سے کوئی پوچھے کہ اگر یہ اعجاز ہے تو جواب کے لئے بیس دن کی قید کیوں؟ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ اس قصیدہ سے قبل مرزا قادیانی کے مولانا پیر مہر علی شاہ کے مقابلہ میں نہ آنے کے باعث اگست ۱۹۰۰ء میں علماء نے قرارداد منظور کی تھی کہ اب مرزا قادیانی کو قابل تخاطب نہ سمجھا جائے۔ اسے معلوم تھا کہ

علماء اس کے جواب کے لئے حسب قرارداد جو اس قصیدہ سے دو سال قبل منظور ہو چکی تھی علماء اسے تخاطب کے لائق نہیں سمجھتے۔

۲...... پھر مزید مرزا نے دجل یہ کیا کہ قصیدہ لکھ کر ان مخاطب علماء کو نہ بھجوایا۔

۳...... جب ادھر ادھر سے ان کو معلوم ہوا یا مدت گزرنے کے بعد ظاہر کیا گیا جب کہ مرزا قادیانی ڈینگ وہینگ کا بازار گرم کر چکا تھا۔ تب علماء پر منکشف ہوا کہ اس ملعون نے اسے قصیدہ اعجازیہ بھی قرار دیا اور بیس دن جواب کی قید بھی لگا دی۔ کیا بیس دن کے بعد اس قصیدہ کا اعجاز عنقاء ہو جائے گا؟ لیجئے! جن جن حضرات کو خطاب کیا۔ ان سب نے مرزا قادیانی کے گلے میں پٹہ، گھنٹی سمیت باندھ دیا تا کہ اس کذاب کا ''باؤلا پن'' دنیا پر واضح ہو جائے۔

ان حضرات میں سے ایک حضرت مولانا قاضی ظفر الدین تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے قصیدہ کے مقابلہ میں ''قصیدہ رائیہ جوابیہ'' تحریر کیا۔

مرزا قادیانی کے چیلنج کو صرف قبول ہی نہ کیا بلکہ جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر پہنچا دیا۔ تا کہ جھوٹے کو گھر پہنچانا اور جھوٹے کو ہی نہیں اس کی ماں کو مارنا، دونوں مثالوں کا مشار الیہ قوم کے سامنے آ جائے۔ مرزا قادیانی کے قرض کو اتار چکے۔ لیکن ابھی اس قصیدہ کو شائع نہ کیا تھا کہ لاہور سے اپنے آبائی قصبہ جنڈیالہ باغ گوجرانوالہ آ گئے۔ وفات کے بعد آپ کے مسودات اور کتب کو جمع کیا گیا تو یہ قصیدہ بھی ملا۔ مولانا قاضی ظفر الدین کے شاگرد رشید مولانا محمد داؤد نے اپنے دوسرے استاذ اور مولانا قاضی ظفر الدین کے دوست، مولانا ثناءاللہ امرتسری کو قصیدہ رائیہ دیا کہ اسے آپ شائع کر دیں۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنے ہفتہ وار اخبار اہل حدیث امرتسر کی اشاعت ۱۱، ۱۸، ۲۵؍جنوری، یکم، ۱۵، ۲۲؍فروری اور ۸؍مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ گویا سات اقساط میں یہ قصیدہ مکمل طور پر شائع ہو گیا۔

رب کریم جل جلالہ کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس ذات کی ہر وقت شان نرالی ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں مصنف نے قصیدہ رائیہ جوابیہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں قصیدہ تحریر کیا۔ مصنف اپنی زندگی میں شائع نہ کر پائے۔ لیکن رب کریم نے مصنف کے وصال کے عرصہ بعد ایسے وقت میں مکمل شائع کرا دیا۔ جب مرزا قادیانی ابھی زندہ تھا۔ مرزا قادیانی کے مرنے سے قبل جواب کا چھپ جانا اور اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد مرزا قادیانی کا سال بھر زندہ رہنا اور اپنے رد میں قصیدہ کا جواب الجواب نہ لکھنا۔ ''مرزا کی بولتی بند ہو گئی۔'' ''بولو رام ہو گیا۔'' ''جیتے جی نمونہ عبرت بن گیا'' کہ ایسا دم بخود ہوا کہ یہ قصیدہ ''درّہ عمرؓ کا منظر''، ''قاضی ظفر کا خنجر بر گلوئے مرزا......'' ثابت ہوا۔ اسے کہتے ہیں کہ ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔''

عرصہ ہوتا ہے کہ فقیر نے احتساب قادیانیت کے نام پر رد قادیانیت پر اکابر کے رشحات قلم کو یکجا کرنا شروع کیا۔ اس دوران میں مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں تمام قصائد کو جمع کرنے کا خیال ہوا کہ ان سب کو ایک جلد میں جمع کر دیا جائے۔

اب حضرت مولانا قاضی ظفر الدین کے قصیدہ رائیہ جوابیہ کی تلاش شروع ہوئی۔ اوائل ۱۹۰۷ء کے پرچہ کی تلاش ایک سو سال بعد شروع ہوئی۔ اخبار جو پڑھنے کے بعد ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ سو سال بعد ان کی تلاش، جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔ فقیر نے سالہا سال اس کی تلاش میں در، در کی ہوا کھائی۔ احتساب جلد اوّل سے شروع ہو کر جلد ۵۸ تک شائع ہو گئیں۔ ایک عرصہ بیت گیا۔ چہار جانب تلاش کے باوجود قصیدہ نہ ملا اور قریباً ملنے سے مایوسی ہو چلی۔ اب اس خیال نے جڑ پکڑنا شروع کی کہ احتساب قادیانیت کے کام کو قصائد کی جلد کے بغیر سمیٹ اور لپیٹ دیا جائے۔ اس دوران میں ایک دن بورے والا سے جناب محمد سہیل صاحب کا فون آیا کہ قصیدہ

رائیہ جوابیہ مکمل مل گیا ہے۔ فرمائیں تو ای میل سے بھجوادوں۔ فقیر نے عرض کیا کہ چند دنوں تک خود لینے کے لئے حاضر ہوں گا۔ وہاڑی میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جمعہ کے بعد بورے والا گیا۔ اس قصیدہ کی فوٹو لایا۔ قصیدہ کا کیا ملا؟ سالہا سال کی گم شدہ متاع عزیز حاصل ہوگئی۔ فقیر کو جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مؤلف تحریک ختم نبوت کی طرف سے اس قصیدہ کی کمپوزنگ کا پرنٹ بھی مل گیا۔

شعبان ۱۴۳۵ھ میں سالانہ ختم نبوت کورس کے موقعہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری دامت برکاتہم نے فقیر کی درخواست پر اس قصیدہ کا ترجمہ کر دیا۔ بعد میں جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف پروفیسر پنجاب یونیورسٹی اور مولانا محمد عبداللہ معتصم نے بھی اس پر نظر ثانی اور اعراب لگادیئے۔ رمضان المبارک میں حجاز مقدس اور شوال میں یو۔کے کا سفر درپیش تھا۔ اس دوران میں برادر عدنان سنپال نے کمپوزنگ کا کام مکمل کر دیا۔ یوں سالہا سال بعد کی جدوجہد سے اس قصیدہ کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ فقیر کے جسم کا رواں رواں رب کریم بے نیاز کے دروازہ پر سراپا عجز و نیاز ہے۔ بڑھاپے میں سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا دیا۔ فقیر کو یہ قصیدہ کیا ملا کہ حیی و قیوم نے بڑھاپے میں اس نعمت سے سراپا شکر بنا دیا۔ فلحمد للہ علیٰ ذالک!

مولانا قاضی ظفر الدین کا یہ قصیدہ احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں شائع ہو گیا ہے۔

(۸۵۸) ظفر اللہ بھٹی (پنوں عاقل)، مولانا

(وصال: ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوں عاقل کی شوریٰ کے رکن مولوی ظفر اللہ بھٹی مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین، مبلغین اور کارکنوں سے بے حد محبت کرتے تھے۔ وصال سے کچھ دیر پہلے اپنے بچوں اور عزیزوں کو تاکید کی کہ جب تک جان میں جان ہے، جماعت کا ساتھ دینا اور چناب نگر کانفرنس میں لازمی شرکت کیا کرنا۔ مرحوم گزشتہ سال حج کے لئے گئے تو جہاز کے اندر شیزان جوس نظر آیا۔ وہیں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کر دیا کہ قادیانیوں سے تعلقات اور شیزان بیچنا خریدنا اور پینا حرام ہے۔ مرحوم کے جنازے میں پنوں عاقل اور گردونواح سے کثیر تعداد میں علماء و عام مسلمانوں نے شرکت کی۔ (مولانا محمد حسین ناصر)

(۸۵۹) ظفر اللہ خان، جناب ملک

(پیدائش: یکم/ اکتوبر ۱۹۲۵ء، بجنور ...... وفات: ۲۴/ جون ۲۰۰۶ء، لاہور)

اسلامی جمعیت کے پہلے ناظم اعلیٰ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۸۶۰) ظفر علی خان وزیر آبادی، مولانا

(پیدائش: جنوری ۱۸۷۴ء ...... وفات: ۲۷/ نومبر ۱۹۵۶ء)

برصغیر کے نامور صحافی، اردو کے قادر الکلام شاعر و ادیب خطیب اور مترجم تھے۔ قومی، سیاسی رہنما تھے۔ آپ نے تحریک

آزادی کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ روزنامہ ''زمیندار'' لاہور، ہفت روزہ ''ستارہ صبح'' کے ایڈیٹر تھے۔ تحریک خلافت وتحریک مسجد شہید گنج لاہور میں نمایاں کردار ادا کیا۔ کرم آباد تحصیل وزیرآباد سے سیالکوٹ کے لئے جائیں تو برلب سڑک پر ان کا مزار مبارک ہے۔ آپ نے قادیانیت کو وہ ناکوں چنے چبوائے کہ قادیانیت بلبلا اٹھی۔ آپ کے بہت سارے مجموعہ کلام ہیں۔ ان میں ارمغان قادیان، قادیانیوں کے رد میں آپ کا شعری کلام ہے۔

مولانا نے ۱۹۳۳ء میں قادیانیت کے عوامی احتساب کے لئے ایک جماعت بنائی۔ اس جماعت نے تقریباً ہر روز پبلک میں جلسے منعقد کرنا شروع کر دیئے۔ حکومت نے قادیانی امت کی پشت پناہی کے لئے اندیشۂ نقص امن کی آڑ لے کر ۴؍مارچ ۱۹۳۳ء کو مولانا ظفر علی خان اور ان کے رفقاء مولانا احمد علی، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا عبدالحنان، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد بخش مسلم اور خان احمد یار رزمی کو گرفتار کر لیا۔ یہ پہلا مقدمہ تھا جو سیاسی پس منظر کے تحت مرزائیت کی حمایت میں حکومت نے پہلی دفعہ مسلمان زعماء کے خلاف تیار کیا۔ ٹھاکر کیسر سنگھ مجسٹریٹ درجہ اوّل نے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی۔ مولانا احمد علی، مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا محمد بخش مسلم کے عقید تمندوں نے ضمانتیں داخل کر دیں۔ لیکن مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالحنان، مولانا لال حسین اختر اور احمد یار خان نے انکار کر دیا۔ عدالت نے وہ نوٹس پڑھ کر سنایا جو اس مقدمے کی بنیاد تھا کہ: ''تمہارے اور احمدی جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ تم نے اس کے عقائد اور اس کے مذہبی پیشوا پر حملے کئے ہیں۔ جس سے نقص امن کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ وجہ بیان کرو کہ تم سے کیوں نہ نیک چلنی کی ضمانت طلب کی جائے۔''

مولانا نے عدالت کو جواب دیتے ہوئے کہا: ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مرزائیوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے گا۔ لیکن جہاں تک مرزا غلام احمد کا تعلق ہے ہم اس کو ایک بار نہیں، ہزار بار دجال کہیں گے۔ اس نے حضور ﷺ کی ختم المرسلینی میں اپنی نبوت کا ناپاک پیوند جوڑ کر ناموس رسالت پر کھلم کھلا حملہ کیا ہے۔ اپنے اس عقیدے سے میں ایک منٹ کے کروڑویں حصے کے لئے بھی دست کش ہونے کو تیار نہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مرزا غلام احمد دجال تھا، دجال تھا، دجال تھا۔ میں اس سلسلے میں قانون انگریزی کا پابند نہیں، میں قانون محمدی کا پابند ہوں۔'' (تحریک ختم نبوت ص ۶۸)

(۸۶۱) ظفر علی، جسٹس مرزا سر

آپ سابق جج ہائیکورٹ ہیں۔

''ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب ۲۰؍اپریل ۱۹۳۵ء بروز شنبہ، انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں ہز ایکسی لینسی نے مسلمانوں کو اپنے مختلف فرقوں کی باہمی آویزش کے برے نتائج سے متنبہ کیا ہے۔ یہ انتباہ نہایت برمحل ہے۔ اس فعل سے ہز ایکسی لینسی نے بتا دیا ہے کہ ان کے دل میں بلاشبہ مسلمانوں کی بھلائی کا خیال جاگزین ہے۔ لیکن یہ عرض کر دینا بے جا نہ ہو گا کہ مسلمانوں میں موجودہ نااتفاقی اور رنجش خود حکومت کے بعض افعال کا براہ راست نتیجہ ہے کہ وہ اس معاملہ میں اپنی حکمت عملی کو بدل دیں تاکہ موجودہ کشیدگی ایک تباہ کن صورت اختیار کرنے نہ پائے۔ جیسا کہ انجمن کے تمام جلسوں کی کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان کے مرزائیوں یا احمدیوں کے خلاف شدید جذبات برانگیختہ ہو رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ حکومت اس حقیقت سے آگاہ ہے اور اسے نظرانداز نہیں کر سکتی۔'' (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، مؤرخہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۸۹ء)

(۸۶۲) ظفر نعمانی، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۱۶؍نومبر ۲۰۰۳ء)

آپ دارالعلوم امجدیہ کراچی کے فاضل تھے۔ رویت ہلال کے چیئرمین اور نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے وقت جمعیۃ علماء پاکستان کی طرف سے سینیٹ آف پاکستان کے ممبر تھے۔ تحریک ختم نبوت کی آبیاری میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۸۶۳) ظہور احمد بگوی (بھیرہ)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۲۹؍مارچ ۱۹۴۵ء)

مولانا ظہور احمد بگوی خاندان بھیرہ کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائیوں مولانا محمد ذاکر بگوی اور مولانا محمد یحییٰ بگوی سے حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایجرٹن کالج بہاول پور، اسلامیہ کالج لاہور میں بھی پڑھتے رہے۔ آل انڈیا خلافت کانفرنس دہلی ۱۹۲۶ء میں شرکت فرمائی۔ تحریک میں حصہ لیا۔ سنت یوسفی بھی ادا کی۔ دوران جیل مولانا غلام معین الدین اجمیری، مولانا محمد حسن سے درس نظامی کی تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ انڈین نیشنل کانگریس اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بھیرہ مسلم لیگ کے (پاکستان بننے سے قبل) صدر بھی رہے۔

۱۹۲۹ء میں مرکزی حزب الانصار کی بنیاد رکھی اور اس کی ترقی میں سرگرم عمل رہے۔ آپ نے اس زمانہ میں ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ سے شائع کرنا شروع کیا جو آج تک شائع ہو رہا ہے۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں کل ہند تنظیم اہل سنت کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے۔ واپسی پر کئی مقامات پر بیانات کرتے ہوئے چنیوٹ آخری خطاب فرمایا۔ چنیوٹ میں دل کی تکلیف ہوئی۔ چنیوٹ سے بھیرہ لے جاتے ہوئے سرگودھا سے قبل وصال فرمایا۔ لاولد تھے۔ آپ کے بھتیجے مولانا افتخار احمد بگوی آپ کے جانشین قرار پائے۔ آپ کی قائم کردہ حزب الانصار نے تحفظ ختم نبوت اور تحفظ عقائد اہل سنت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

مولانا ظہور احمد بگوی کا روحانی رشتہ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان سے تھا۔ حضرت مولانا نے اپنے رسالہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ میں مرزا قادیانی کے رد میں اعمال نامہ مرزا کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ آپ کی رد قادیانیت پر تصنیف لطیف ''برق آسمانی برخرمن قادیانی'' ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۱۹ میں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱۹۳۲ء میں مرزا محمود قادیانی کی ہدایت پر ضلع شاہ پور (اب یہ ضلع سرگودھا میں شامل ہے) سرگودھا کے علاقہ میں قادیانی مبلغین کی ٹیم کو بھیجا۔ مولانا ظہور احمد بگوی اپنی جماعت حزب الانصار بھیرہ کی جانب سے علماء کرام کی ایک جماعت لے کر قادیانیوں کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ قادیانیوں کو کہیں نہ ٹکنے دیا۔ ان کے ناک میں دم کر دیا۔ ان قادیانیوں سے بھیرہ، سلانوالی، چک ۳۷ جنوبی میں مناظرے بھی ہوئے۔ قادیانی گروہ نے منہ کی کھائی۔ پوری روئیداد اس کتاب میں موجود ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان مناظروں اور قادیانی تار پود بکھیرنے کی جدوجہد میں آپ کے دست و باز و حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی تھے۔ جو ان دنوں

حزب الانصار کے ناظم تبلیغ تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن میانوی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانیوں میں سے تھے۔اسی طرح مناظرین میں حضرت مولانا لال حسین اختر بھی تھے۔ یہ بھی مجلس کے نہ صرف بانی رہنماؤں میں سے تھے بلکہ مجلس کے چوتھے امیر مرکزیہ بھی منتخب ہوئے۔

اس کتاب میں مولانا ظہور احمد بگوی، مولانا لال حسین اختر، مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی، حضرت مولانا محمد اسماعیل دامانی خوشابی اور دوسرے اکابر کی جہاد آفریں دوماہ کی جدوجہد کی سرگزشت قلمبند کی گئی ہے۔ مولانا ظہور احمد بگوی نے اس روئیداد کو تحریر فرمایا اور یوں اعمال نامہ مرزا اور مناظروں وجلسوں کی روئیداد پر مشتمل یہ کتاب ہے۔

مولانا نے مناظروں کی روئیداد پہلے حصہ میں بیان فرمادی اوران مناظروں، قادیانیوں کے اعتراضات اور مسلمانوں کے جوابات ودلائل کو یکجا ابواب قائم کر کے دوسرے حصہ میں شائع کیا۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں باب اوّل حیات مسیح علیہ السلام شائع ہوا۔ اس میں حیات مسیح علیہ السلام پر قرآن وسنت سے چالیس دلائل بیان کئے اوران پر قادیانی اعتراضات کے جوابات تحریر فرمائے۔

افسوس کہ دوسرا باب ختم نبوت اور تیسرا باب کذب قادیانی اس کتاب میں شامل نہیں۔ نہ معلوم کہ آپ تحریر نہ کر پائے۔ یا یہ کہ وہ اشاعت پذیر نہ ہوئے۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ شمس الاسلام بھیرہ کے تمام فائلوں کو چھان مارا۔ پوری لائبریری کنگھال ڈالی ان کے خاندان کے حضرات کے دروازہ پر بھیرہ سے کوئی مسودہ نہ مل سکا۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ جتنا لکھا وہ شائع ہوگیا جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ باقی دو باب نہ لکھ سکے، زندگی نے وفا نہ کی۔ اتنی ایمان پرور جدوجہد ان حضرات کا ہی حصہ تھی۔ مولانا ظہور احمد بگوی اپنے دور میں ردقادیانیت پر کام کرنے والوں کی آنکھوں کا تارا اور دلوں کا سہارا تھے۔

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی کے زیرادارت ''ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، کادیان نمبر'' بھیرہ میں حزب الانصار کے قائد اپنے دور میں حضرت مولانا ظہور احمد بگوی بھی رہے ہیں جو نامور عالم دین اور صحیح معنی میں مجاہد ملت تھے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے خلاف وہ خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ آپ کے زیرسایہ بھیرہ سے رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا نام ''ماہنامہ شمس الاسلام'' بھیرہ تھا۔ دسمبر ۱۹۳۴ء میں اس کا ''قادیان نمبر'' شائع ہوا جو احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۸۶۴) ظہور احمد (چنیوٹ)، جناب چوہدری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ کے ناظم عمومی چوہدری ظہور احمد تھے۔ ان کا لکڑی کا ٹال وآرہ مشین تھی۔ کوہاٹ سے عمدہ فرنیچر وتعمیرات کی لکڑی منگواتے تھے۔ دھڑے کے بڑے پکے تھے۔ مجلس کے نظریاتی ساتھی تھے۔ کام کیا اور خوب کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال بخشش فرمائیں۔ آمین!

(۸۶۵) ظہور احمد سالک (جھنگ)، مولانا

(پیدائش: ۱۲/اپریل ۱۹۵۲ء ...... وفات: ۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء)

مولانا ظہور احمد سالک بستی ساہجر نزد اٹھارہ ہزاری ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ جب تعلیم کے قابل ہوئے تو والدین نے قرآن مجید کے حفظ پر لگادیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ نے پہلی بار نماز تراویح میں قرآن مجید سنایا جس سے آپ کے والدین کو بہت خوشی ہوئی۔ اسی سال

ہی مولانا نے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ نئے سال سے آپ کو دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا میں درس نظامی کی تعلیم کے لئے داخل کیا گیا۔ ۴؍سال دارالعلوم کبیروالا میں پڑھا۔ اسی زمانہ میں قاری کریم بخش صاحب سے قرأت جمال القرآن پڑھی اور مشق بھی کی۔

۱۹۷۰ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اٹھارہ ہزاری کے حضرت مولانا حکیم عبداللطیف کے مشورہ وحکم سے جھنگ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کے حلقہ درس میں تعلیم کے لئے داخل ہوگئے۔ یہاں آپ نے بقیہ تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۷۳ء میں نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں موقوف علیہ کیا۔ ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ اسی سال شعبان میں دورہ تفسیر حضرت مولانا عبداللہ بہلوی اور مولانا عبدالحیٔ بہلوی سے شجاع آباد میں پڑھا۔

فراغت کے بعد جامع صدیقیہ اتاولی بستی، جھنگ میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ سال بعد یہاں سے چھٹی لے لی۔ بعد میں حضرت سید صادق حسین شاہ صاحب کے حکم وسعی سے جامع مسجد قاضیاں والی جھنگ میں محکمہ اوقاف کی جانب سے چھ ماہ کے لئے عارضی تقرر ہوا۔

حضرت مولانا اسداللہ قاسمی جھنگ نے خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری سے فرمایا۔ انہوں نے محکمہ اوقاف پنجاب کے ناظم مساجد ڈاکٹر ناظر حسین نظر اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کے ذریعہ مستقل خطیب مسجد قاضیاں والی میں مقرر کرادیا۔ شیخ محمد اقبال مرحوم ایم پی اے جو بلدیہ جھنگ کے چیئرمین بھی رہے ان کی کوشش سے مولانا ظہور احمد سالک ۱۹۹۰ء ڈسٹرکٹ خطیب خوشاب مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۹۳ء میں زونل خطیب فیصل آباد مقرر ہوئے۔ ۲۰۰۹ء میں سرگودھا تبادلہ ہوا۔ ۱؍اپریل ۲۰۱۲ء میں زونل خطیب سرگودھا سے ریٹائرڈ ہوئے۔ شوگر کے مریض تھے۔ اس نے گردوں پر بھی اثر کیا۔ علاج جاری رہا۔

۳؍اکتوبر ۲۰۱۲ء کو وصال ہوا۔ اگلے دن جھنگ میں شیخ الاسلام مولانا عبداللہ درخواستی کے جانشین مولانا فضل الرحمٰن درخواستی نے جنازہ پڑھایا۔ دوسرا جنازہ اٹھارہ ہزاری ساہجر گاؤں میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ دوست پرور محبت والے انسان تھے۔ عقیدہ ختم نبوت پر دل وجان سے فدا تھے۔

(۸۶۶) ظہورالحسن درس، مولانا

(پیدائش: ۹؍فروری ۱۹۰۵ء ...... وفات: ۱۴؍نومبر ۱۹۷۲ء)

کراچی کے نامور رہنما تھے۔ تحریک پاکستان، تحریک ترک موالات، تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ پاکستان مسلم لیگ کے ساتھ جی۔ایم سید کے ساتھی تھے۔ انہوں نے لیگ سے منہ موڑا تو آپ نے بھی مسلم لیگ کو خیرباد کہا۔ بریلوی مکتب فکر کی سنی کانفرنس بنارس میں خطبہ استقبالیہ پڑھا تھا۔ اب لیگ سے فارغ ہوئے تو جمعیۃ علماء پاکستان کے بانیوں میں آپ کا شمار ہوا۔ قادیانیت کو ناکوں چنے چبوانے میں کسی سے کم نہ تھے۔

(۸۶۷) ظہورالحسن رامپوری، مولانا

(وفات: ۱۲؍جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ / ۲۰؍جنوری ۱۹۲۴ء)

مولانا ظہورالحسن رام پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نیازاللہ حنفی کے نام سے موسوم تھے۔ بریلوی مسلک سے آپ کا تعلق تھا۔

مولانا ارشاد حسین سے آپ نے علم حاصل کیا۔ مدرسہ عالیہ رامپور، مدرسہ حنفیہ جونپور شہر میں پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ تھا۔ جب آپ محلّہ بہلوار ریاست رامپور میں تھے۔آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف مختصر مگر پراثر اور جاندار فتویٰ دیا کہ:''جو شخص مرزائے قادیانی کے اقوال مذکور میں تصدیق کرے وہ اعلیٰ درجے کا ملحد اور کافر ہے۔ایسے شخص کے یہاں نکاح کرنا مطلقاً حرام ہے۔اگر کوئی شخص بعد نکاح اقوال مذکورہ میں مرزائے قادیانی کی تصدیق کرے گا تو اس سے افتراق لازم ہوگا۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۶۵)

(۸۶۸) ظہور الحق (دارالعلوم کبیر والا)، حضرت مولانا

(ولادت:۱۹۱۹ء ...... وفات:۱۹۹۱ء)

مولانا ظہور الحق نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا نور الحق سے حاصل کی۔ بعدازاں اپنے چچا بانی دارالعلوم کبیر والا مولانا عبدالخالق سے درس نظامی کی کتب پڑھیں۔اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند انڈیا کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں حضرت مدنی، قاری محمد طیب، مولانا انور شاہ کشمیری ایسے حضرات سے کتب حدیث کی تکمیل کی۔فراغت کے بعد تدریسی میدان میں قدم رکھا۔ سب سے پہلے باگڑ سرگانہ پھر بستی جھنڈیراں والی میں کچھ عرصہ پڑھایا۔ پھر چچا مولانا عبدالخالق کے حکم پر دارالعلوم کبیر والا میں آ گئے اور تادم زیست دارالعلوم کبیر والا میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔آپ شوال ۱۴۱۱ھ میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دارفانی سے رخصت ہوئے۔آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۷۲)

(۸۶۹) ظہور الحق شاہ چشتی صابری، جناب صاحبزادہ

(وفات:۷/ستمبر۱۹۸۴ء)

پیر طریقت، سراجیہ ہائی سکول فیصل آباد کے بانی، پیر طریقت سراج الحق چشتی صابری گورداسپوری کے فرزند ارجمند، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نمایاں خدمات کے حوالہ سے ممتاز رہے۔

(۸۷۰) ظہور الٰہی (گجرات)، جناب چوہدری

(پیدائش:۷/مارچ ۱۹۲۰ء ...... وفات:۲۵/ستمبر۱۹۸۱ء)

پاکستان کے نامور سیاستدان، رکن قومی اسمبلی، رہنما قومی اتحاد وتحریک نظام مصطفیٰ، سیاسی رہنما چوہدری پرویز الٰہی کے والد گرامی۔

مولانا تاج محمود نے فرمایا کہ: ۶/ستمبر۱۹۷۴ء کی شام چوہدری ظہور الٰہی نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ:''آج ان شاء اللہ! مذاکرات کامیاب ہوں گے۔'' اور گزشتہ رات کا ایک واقعہ بڑے دلچسپ انداز میں حاضرین کو سنایا۔فرمایا کہ: رات مسز بندرانائیکے وزیراعظم سری لنکا کا عشائیہ تھا۔ جب وہ ختم ہوا تو مسز بندرانائیکے اور جناب بھٹو صاحب گیٹ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔تمام مدعوئین جا رہے تھے۔ میں جب گیٹ کے قریب پہنچا تو جناب بھٹو صاحب سے آنکھ بچا کر ایک طرف سے ہو کر نکلنے کی کوشش کی لیکن بھٹو صاحب نے دیکھ لیا۔ مجھے بلایا اور کہا کہ:''چوہدری ظہور الٰہی صاحب! آپ کسی زمانے میں میرے دوست تھے

اور آج کل دشمن ہو رہے ہیں۔ آپ کو کیا ہوگیا؟'' چوہدری صاحب نے کہا کہ: ''بھٹو صاحب! یہ مسئلہ ختم نبوت جو حضور ﷺ کے ناموس کا مسئلہ ہے، تیرے سامنے ہے۔ اسے حل کر دے تو ہیرو ہو جائے گا۔'' بھٹو صاحب نے کہا کہ: ''نہیں! اب میں کیا ہیرو ہوں گا۔ ہیرو تو میں جب ہوتا اگر ۱۴ر جون کو اس مسئلے کو حل کر دیتا۔'' چوہدری صاحب نے کہا کہ: ''نہیں اب بھی اگر آپ یہ مسئلہ حل کر دیں تو نہ صرف دنیا میں تجھے بہت بڑی عزت نصیب ہو جائے گی۔ بلکہ آپ کی آخرت بھی سنور جائے گی۔'' بھٹو صاحب نے کہا کہ: ''اگر میں مسئلہ حل کر دوں تو تم میری مخالفت چھوڑ کر میرے دوست بن جاؤ گے؟'' چوہدری صاحب نے کہا کہ: ''دوستی اور مخالفت اصولوں کی بنیاد پر ہے۔ اگر آپ مسئلہ حل کر دیتے ہیں اور ہماری طرف محبت اور دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے تو ہم بھی جواب میں آپ سے دوستی اور محبت کا ہاتھ ضرور بڑھائیں گے۔''

چوہدری صاحب کا خیال صحیح نکلا۔ دوسرے دن مذاکرات میں بھٹو صاحب مان گئے۔

(۸۷۱) ظہور حسین قادری (سجادہ نشین بٹالہ)، جناب سید

جناب سید ظہور الحسن و سید ظہور حسین بٹالہ میں سجادہ نشین تھے۔ مؤخر الذکر کا فتویٰ مرزا قادیانی کے بارہ میں ملاحظہ ہو۔

''مجھے اپنے بعض بھائیوں پر سخت افسوس ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں بالخصوص توضیح المرام، فتح الاسلام، ازالہ اوہام کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں علانیہ عقائد مخالف شریعت غراء وملت بیضاء درج ہیں اور پھر اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی دوستی و محبت کا دم بھرتے ہیں۔ حالانکہ ایسے عقائد رکھنے والا شخص بلا ریب زمرۂ اسلام سے خارج اور زمرۂ کفار میں داخل ہے۔ ہادی مطلق ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو ایسے اشخاص کی صحبت اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے مامون و مصئون فرمائے۔ آمین!''

(۸۷۲) ظہور شاہ (سجادہ نشین جلال پور جٹاں)، جناب پیر

(پیدائش: ۱۸۸۸ء ...... وفات: ۸ر فروری ۱۹۵۳ء)

آپ شیخ طریقت تھے۔ اردو، پنجابی کے نامور شاعر تھے۔ اپنے والد پیر غلام محمد قادری کے پیر ظہور شاہ جلال پور جٹاں، ضلع گجرات کے سجادہ نشین تھے۔ آپ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف بھی تھے۔ فتنہ مرزائیت کی تردید میں آپ نے ایک کتاب ''قہر یزدانی برسر دجال قادیانی'' لکھی تھی جو فتاویٰ ختم نبوت جلد۲ میں شامل اشاعت ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''ظہور صداقت دررد مرزائیت'' بھی ہے جو تا حال نہیں ملی۔

(۸۷۳) ظہیر الدین (سیالکوٹ)، مولانا محمد

شہر سیالکوٹ کے رہائشی مولانا ظہور الدین عرف عبدالقدوس بن مفتی مولانا محمد سلطان مسجد شیخاں پتہ لکھا ہے۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں کذاب قادیان کے خلاف رسالہ لکھا۔ جس کا نام ہے ''دجل دجال یعنی مسٹر سندھی بیگ المبدل بر غلام احمد ثم المبدل بر کرشن رودر گوپال کا دیانی کی اکاذیب'' یہ حصہ دوم ہے۔ حصہ اوّل نہ مل پایا۔

(ع)

(۸۷۴) عابد حسین شاہ، جناب پیر سید

(پیدائش:۱۹۳۵ء وفات:۲۱/نومبر ۱۹۹۹ء)

پیر جماعت علی شاہ لاثانی درگاہ علی پور سیداں ضلع نارووال کے سجادہ نشین تھے۔آپ نے قادیانی فتنہ کے متعلق فرمایا:

’’الحمدللہ! کہ منکرین ختم نبوت کے ناپاک عزائم اور منصوبوں کو خاک میں ملانے، ملت اسلامیہ کو بیدار کرنے اور اتحاد امت کی سعی کرنے کے لئے پروگرام، وقت کے عین تقاضے اور ضرورت کے مطابق نہایت پسندیدہ ہیں۔ قادیانی اقلیت قرار دیئے جانے اور بعض آرڈیننسوں کے اجراء کے باوجود اپنی سازشوں اور شرارتوں میں مصروف ہیں۔ بہت سے قادیانی اپنے مذہب کو چھپا کر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باعث پوری امت مسلمہ، اسلام اور پاکستان کے خلاف تباہ کن ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ اس لئے حکومت اور پوری قوم کو اس کا نوٹس لینا چاہئے۔‘‘ (ماہنامہ منہاج القرآن ج۳ش۱، بابت ماہ دسمبر، جنوری ۱۹۸۹ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص۷۴)

(۸۷۵) عابد حسین صدیقی (اٹک)، جناب شیخ

اٹک کے شیخ عابد حسین صدیقی تھے جو ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور بھرپور خدمات سرانجام دیں۔

(۸۷۶) عابد نظامی، جناب خواجہ

لاہور کے معروف صحافی، ماہنامہ درویش لاہور کے ایڈیٹر نے قادیانی گروہ کے متعلق لکھا کہ: ’’قادیانیوں کے بارے میں میری رائے وہی ہے جو حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم کی تھی کہ قادیانی اسلام، پاکستان اور امت مسلمہ کے بدترین دشمن ہیں۔‘‘

(جناب محمد متین خالد کے نام جناب خواجہ عابد نظامی کا مکتوب)

(۸۷۷) عابدہ سلطانہ، محترمہ

ایک بلند بخت مسلمان خاتون ’’عابدہ سلطانہ‘‘ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے شباب کے زمانہ میں ’’احمدیت کیا ہے؟ اور احمدیوں کو کیوں اقلیت قرار دیا جائے؟‘‘ کے نام سے یہ پمفلٹ شائع کیا، جسے محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

(۸۷۸) عابدین (مفتی اعظم جمہوریہ شام)، الشیخ ابوالیسیر

آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف ذیل کا فتویٰ دیا۔

’’الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

چونکہ فرقہ قادیانیہ سیدنا محمد ﷺ کو آخری نبی نہیں تسلیم کرتا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’خاتم النّبیین‘‘ کی مخالفت لازم

آتی ہے۔ نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا، میں اس کے کفر کا فتویٰ دیتا ہوں۔'' (ترجمہ)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
مفتی اعظم جمہوریہ شام، دمشق
(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۳۹)

(۸۷۹) عادل لکھنوی، مولانا محمد

مولانا محمد عادل لکھنوی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''جو عقائد قادیانی کے سوال میں منقول ہیں وہ بلاشبہ باطل ہیں۔ اس کے مقالات کا ذبہ سرسام اور سرسام والوں کے سے ہیں۔ یہ شخص بے بصیرت ہونے کی وجہ سے حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اس کے ہفوات شریعت اسلامی کے خلاف ہیں۔ وہ یقیناً ملت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔''

(۸۸۰) عارف اللہ شاہ (راولپنڈی)، مولانا سید

(ولادت: ۲۹/اکتوبر ۱۹۰۹ء ...... وفات: ۲۸/فروری ۱۹۷۹ء)

مولانا احمد رضا خان بریلی کے خلیفہ مجاز الشاہ حبیب اللہ قادری کے گھر مولانا عارف اللہ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ میرٹھ میں ہی تعلیم حاصل کی اور یہاں پر مسجد و مدرسہ میں خدمات سرانجام دینے کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۹ء میں میرٹھ سے حج پر گئے۔ واپسی پر میرٹھ تشریف لائے تو پاکستان چلے آنے کا خیال کیا۔ کراچی، خوشاب رہے۔ پھر راولپنڈی آ گئے۔ مرکزی مسجد میں بطور ڈسٹرکٹ خطیب آپ کا تقرر ہوا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند تک صعوبتیں برداشت کیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی صف اوّل میں رہے۔ برطانیہ، ماریشس جہاں کہیں گئے قادیانی فتنہ کی حقیقت کفر سے اسلامیان عالم کو باخبر کرتے رہے۔ تحریک پاکستان کے کارکن، نامور عالم دین، عالمی مبلغ اسلام شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے خلیفہ مجاز، رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین، جمعیۃ علماء پاکستان پنڈی کے صدر، دارالعلوم احسن المدارس پنڈی کے بانی اور ماہنامہ سالک پنڈی کے ایڈیٹر تھے۔ کمرشل مارکیٹ سیٹلائٹ ٹاؤن پنڈی کے قبرستان میں محوخواب ہیں۔

(۸۸۱) عاشق الٰہی بلندشہری (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا محمد

(وفات: ۲۸/نومبر ۲۰۰۱ء، مدفون مدینہ منورہ)

مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، بلند پایہ عالم دین تھے۔ آپ عرصہ تک دارالعلوم کراچی، پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع کی زیر پرستی پڑھاتے رہے۔ آپ نے عربی میں ایک رسالہ ''ماھی القادیانیہ'' بھی تحریر کیا۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی شائع کیا۔ مولانا عاشق الٰہی کراچی سے ہجرت کر کے حجاز مقدس چلے گئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا قیام رہا۔ آپ کا معمول رہا کہ عصر سے عشاء تک اور صبح تہجد سے اشراق تک مسجد نبوی میں قیام کرتے۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں خوب ذوق وشوق سے عبادت گزاری کے ساتھ ساتھ علمی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے قیام مدینہ کے دوران بہت تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ ان

میں ایک اردو کی تفسیر بھی ہے۔ جس کا نام ’’انوار البیان‘‘ ہے جو ۹ جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ اکثر و بیشتر پاکستان کے دینی رسائل کے لئے مضامین بھی تحریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کا ایک مضمون کا نام تھا:

۱...... ’’قادیانیوں کا چہرہ ان کے اصلی آئینہ میں‘‘ دارالاشاعت کراچی سے اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔

۲...... ’’مرزائیوں کے غور وفکر کے لئے (خیر خواہی کے جذبہ سے)‘‘ یہ مضمون مولانا عاشق الٰہی صاحب نے لکھ کر حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی خدمت میں بغرض اشاعت پیش کیا۔ حضرت قبلہ کے حکم پر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے متوسل جناب حافظ نذیر احمد صاحب نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔

یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں بھی شامل ہوئے۔

(۸۸۲) عبادت یار خان، جناب جسٹس

جناب جنرل ضیاء الحق نے توہین رسالت کی سزا، سزائے موت یا عمر قید کا قانون بنایا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی نے اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ اہانت رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف سزائے موت ہے عمر قید نہیں۔ پانچ رکنی وفاقی شرعی عدالت نے اس کی سماعت کی اور قرار دیا کہ توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت ہے۔ یہ فیصلہ ۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہوا۔ یہ فیصلہ جن جج صاحبان نے دیا ان میں ایک جسٹس جناب عبادت یار خان بھی تھے۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۹۱ء، ایف.ایس.بی ۱۰)

(۸۸۳) عباس حسین گردیزی (ملتان)، جناب سید

یہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ملتان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ شیعہ مسلک تھا۔ ۱۹۷۴ء کے تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں قومی اسمبلی میں تقریر کی۔ بعد میں پمفلٹ کی شکل میں ’’قومی اسمبلی پاکستان میں تقریر سید عباس حسین شاہ گردیزی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی حمایت، ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء‘‘ یہ اس کے ٹائٹل کا عنوان ہے۔

سید عباس حسین گردیزی: جناب والا! میری تقریر دس صفحوں کی ہے۔ اس لئے اگر مجھے ٹوکا نہ جائے تو تسلسل قائم رہے گا۔

جناب چیئرمین: آپ شروع کریں ان شاء اللہ دس کے دو صفحے ہی رہ جائیں گے۔ اب ایک صفحہ پڑھ دیں۔ باقی سائیکلو اسٹائل کرا لیں گے۔

سید عباس حسین گردیزی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

سید عباس حسین گردیزی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ونبینا ورسولنا المطلق وھادینا الی طریق الحق وشفیعنا یوم القیامۃ ابی القاسم محمدن المصطفیٰ والہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الاخیار

المکرمین۔ اما بعد۔ فقد قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ وقولہ الحق۔یا ایھا الذین امنو اتقو اللّٰہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران:۱۰۲)‘‘

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ ایمان لانے کے بعد پوری طرح تقویٰ اختیار کرو اور مرنے سے پہلے یقین کرلو کہ تم مسلمان ہو؟ حکم باری کا لفظی ترجمہ یہ ہے ’’اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو اللہ سے تقویٰ اختیار کرو جو حق ہے تقویٰ الٰہی کا اور ہرگز نہ مرنا تم مگر مسلمان۔‘‘ ...... یہ پیغام ہم سب کے لئے ہے۔ جو قرآن مجید کو آخری آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ اس پیغام کا لانے والا وہ صادق وامین رسول (ﷺ) جس کا نام نامی خدا تعالیٰ نے یوں لیا۔’’وما محمد الا رسول‘‘ اور محمد ﷺ نہیں ہیں مگر رسول ﷺ، اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:

’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین و کان اللّٰہ بکل شیء علیما (الاحزاب:۴۰)‘‘

﴿اور نہیں تھے محمد ﷺ باپ تمہارے مردوں میں سے کسی کے لیکن وہ تو اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا پہلے ہی سے اچھی طرح علم رکھنے والا ہے۔﴾

پہلی آیت میں آنحضرت ﷺ کی حیثیت متعین کی گئی ہے اور معجز نما طریقے سے کہا گیا ہے کہ ’’محمد مصطفیٰ ﷺ تو صرف رسول ہیں۔‘‘ اور دوسری آیت میں اس بات کو پھر دہرایا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت ختم ہے۔ آپ رسول اللہ اور خاتم النّبیین ہیں ...... اسی کے ساتھ ارشاد ہوا اور اللہ ہمیشہ سے ہر نکتے ہر بات، ہر مسئلے کا علیم ہے ......

اسے انسان کے ماضی اور حال اور مستقبل کے تمام معاملات ومسائل کا علم تھا اور اب بھی ہے۔ اس نے یہ فیصلہ انسان کی فلاح وبہبود کے لئے کیا۔ اس نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعے ’’قرآن مجید‘‘ عطاء کر کے آخری کتاب نازل کی۔ جس میں ہر خشک وتر کا علم ہے اور ہم سے کہا کہ میرا نبی اپنے ارادہ وخواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ جب وہ بولتا ہے تو میری وحی اور میرے اشارے سے بولتا ہے۔’’والنجم اذا ھویٰ ماضل صاحبکم وماغویٰ‘‘ ﴿قسم ہے ستارے کی، جب وہ جھکا تمہارا آقا، تمہارا رفیق نہ گمراہ ہوا نہ بہکا۔﴾

’’ما ینطق عن الھویٰ‘‘ ﴿اور وہ اپنی خواہش نفسانی سے کچھ بولتا ہی نہیں۔﴾ ’’ان ھو الا وحی یوحیٰ‘‘ ﴿وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو انہیں کی گئی ہے۔﴾ اس معصوم اور بلند مرتبہ رسول پاک ﷺ نے اللہ کے تمام احکام بلاکم وکاست انسانوں تک پہنچائے اور تمام اوامر پر کامل ومکمل عمل کیا۔ ایسا عمل جس کی سند میں قرآن مجید نے فرمایا:’’ولکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ‘‘ ﴿رسول اللہ کی سیرت اسوۃ حسنہ ہے﴾ اور آنحضرت ﷺ کامل ومکمل نظام زندگی لاچکے اور انسان کے فلاح وبہبود کا قانون پہنچا چکے تو آیت اتری:

’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا‘‘ ﴿میں نے آج تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا۔﴾

قرآن مجید کی ان آیات سے ثابت ہوا۔

۱...... دین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں کامل و مکمل ہوگیا۔ اللہ کی نعمتیں تمام ہوگئیں اور اسلام بحیثیت دین کے اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔

۲...... ہمیں حکم ہے کہ ہم دین اسلام پر ہی زندہ رہیں اور اسی دین پر دنیا سے اٹھیں۔

۳...... اللہ کا آخری رسول اور نبیوں میں آخری نبی ایک ہی ہے جس کا نام اور اسم گرامی محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

۴...... آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی قابل اتباع ہے اور اس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے سوا کسی غیر کو مقتدأ مانتا ہے اور اس کے طریقہ کو اسوۂ حسنہ پیغمبر سے بہتر جانتا ہے تو وہ مذکورہ بالا حقائق کا منکر ہے۔ اس کے نزدیک نہ محمد مصطفیٰ ﷺ آخری رسول ہیں، نہ قرآن مجید آخری کتاب۔ نہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین اسلام کامل و مکمل دین ہے، نہ وہ اس دین پر مرنا چاہتا ہے۔ اس شخص کو مسلمان کہنا اسلام کی توہین، قرآن مجید کی توہین اور رسول پاک ﷺ، خاتم النّبیین، خاتم المرسلین کی توہین ہے۔ اس بناء پر علماء اسلام نے ایسے شخص کو کافر کہا ہے اور ہمارے نزدیک جو بھی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانے اور کسی کتاب کو وحی خدا جانے۔ وہ اس طرح کافر و نجس ہے۔ جس طرح دوسرے مشرک اور کافر نجس ہیں۔ نہ اس کے ہاتھ پاک، نہ ان سے رشتہ جائز، نہ ان سے معاشرت درست ہے۔ ہمارے مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے ’’احقاق الحق ‘‘ عقیدۂ نبوت کا آغاز ہی ان لفظوں میں کیا ہے: ’’الاول فی نبوة محمد ﷺ اعلم ان هذا اصل عظیم فی الدین وبه یقع الفرق بین المسلم والکافر‘‘ (احقاق الحق جلد دوم ص۱۹۰ طبع ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء)

مسئلہ نبوت کے مباحث میں پہلی بحث نبوت حضرت محمد ﷺ پر گفتگو ہے۔ یاد رہے کہ دین کی یہ اصل عظیم ہے۔ اسی بنیاد پر مسلم اور کافر میں فرق قائم ہوتا ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی و رسول ماننے کا مطلب یہ ہے کہ بالفاظ قرآن کریم: ’’ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا ‘‘ ﴿جو تمہیں رسول حکم دیں اسے قبول کرو اور جس سے رسول روک دیں اس سے باز آجاؤ۔﴾

اسی بناء پر مسلمان کا اعلان اور اس کا پہلا کلمہ ہے: ’’لا اله الا الله محمد رسول الله ‘‘ ہم اس میں مزید کسی دعوے دار نبی و رسول کے لئے راستہ بند کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ’’علی ولی الله ووصی رسول الله‘‘

جناب چیئرمین: میں عرض کرتا ہوں کہ باقی سائیکلوسٹائل کرا کے ہم تقسیم کرادیں گے۔

سید عباس حسین گردیزی: میرے خیال میں جناب! مجھے پڑھنے دیں۔

جناب چیئرمین: ابھی ایک صفحہ پڑھا گیا ہے۔

سید عباس حسین گردیزی: تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ میں کتنا جلدی پڑھ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: ہمارا ایمان بہت مضبوط ہے۔ یہ کمزور ایمان والوں کے لئے ہے۔

سید عباس حسین گردیزی: آگے بڑی اہم چیزیں ہیں۔ مجھے پڑھنے دیں۔ میں نے بڑی محنت کی ہے اور دیکھئے اس نے ہمارے فرقے پر جتنے Attack (حملے) کئے ہیں۔ ان کا جواب لازمی ہے۔

ہم رسول اور نبی کو معصوم مانتے اور عصمت کو شرط نبوت مانتے ہیں۔ ہمارے علماء نے بالتفصیل لکھا ہے کہ نبی ہو یا رسول وہ آغاز عمر سے آخر زندگانی تک کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ نہیں کرتا۔ سہو ونسیان، بھول چوک، غفلت اور جھوٹ، بلکہ کوئی اخلاقی یا کردار کی گراوٹ بھی اس کی ذات اس کے عمل اس کی ضمیر اس کی نیت اور ارادے سے دور رہتی ہے۔ (دیکھئے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب تنزیہہ الانبیاء کا مقدمہ ص۱) وہ ہر اعتبار سے سچا وہ ہر پہلو سے صادق ہوتا ہے اور ہر قسم کے جھوٹے سے مباہلہ کے لئے یہ کہہ سکتا ہے کہ: ’’فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین ‘‘یعنی دعوت ودین، عقیدہ وعمل جو بھی جھوٹا ہو اس پر ہم اللہ کی لعنت سے دعا کریں۔

واقعہ مباہلہ سے ثابت ہے کہ رسول مقبول ﷺ ہر لحاظ سے طیب وطاہر، پاک وپاکیزہ اور معصوم تھے۔ اگر نبی معصوم نہ ہو، اگر وہ کفار کا حلیف ہو، اگر وہ دشمنان دین کا معاون ہو۔ اگر نبی ورسول اسلام کے مخالفوں سے مفاہمت کر لے، اگر اس کا کردار داغی ہو تو اس کی وحی پر بھروسہ اور اس کے قول پر اعتماد نہ رہے گا اور اس کا پیغام غلط ومشتبہ ہو جائے گا۔ تاریخی شواہد اور دوست دشمن اور معاصر گواہوں نے بلکہ مکے کے پورے معاشرے نے گواہی دی کہ محمد مصطفیٰ ﷺ صادق وامین تھے۔ میں ان گواہیوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابو طالب کا نام لیتا ہوں کہ وہ خاتم المرسلین ﷺ کے پہلے محافظ اور آنحضرت ﷺ کے مربی تھے۔ حضرت ابو طالب کا شعر ہے:

لقد علموا ان ابننا لا مکذب لدیھم، ولا یعنی بقول الاباطل

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by Dr.Mrs.Ashraf Khatoon Abassi.]

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین کی جگہ ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی نے اجلاس کی صدارت سنبھال لی)

سید عباس حسین گردیزی: ان سب لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمارا فرزند (محمد ﷺ) جھوٹا نہیں ہے، نہ غلط باتوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ (دیوان شیخ الابطح ص۱۱)

اور حضرت علی ؓ نے فرمایا ہے: ’’اللہ نے پیغمبروں کو بہترین سونپے جانے کی بہترین جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزرنے والا چلا گیا تو دین خدا کو دوسرا لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ اللہ کا اعزاز محمد ﷺ تک پہنچا جنہیں پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین معدن اور نشو ونما کے لحاظ سے بہت باوقار اصولوں سے پیدا کیا۔ اسی شجرہ سے جس سے سب نبی پیدا کئے اور انہی میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ آپ ﷺ کی عترت سب سے بہتر عترت اور قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ، جو سرزمین حرم میں ابھرا۔ بزرگی کے سائے میں بڑھا، جس کی شاخیں لمبی اور پھل لوگوں کی دسترس سے باہر۔ آپ ﷺ متقی لوگوں کے امام اور ہدایت حاصل کرنے والے کے لئے بصیرت۔ وہ چراغ جس کی لو ضوفشاں اور ایسا ستارہ جس کی روشنی چھائی ہوئی ہے۔ ایسی چقماق جس کا شعلہ لپکتا ہوا۔ آپ کا کردار معتدل، آپ کا راستہ ہدایت۔‘‘ (نہج البلاغہ خطبہ ۹۳ حاشیہ محمد عبدہ طبع مصر ص۲۰۱)

حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے لئے اصل لفظیں یہ فرمائی تھیں ’’سیرته القصد‘‘ قصد کے معنی ہیں

افراط تفریط سے بچا ہوا راستہ۔ اس سے مراد ''عصمت'' ہے کہ اس میں نہ گناہ اور نہ لغزش کی افراط ہے، نہ بے عملی اور کاہلی کی تفریط۔ اسی اخلاق معتدل اور عصمت حقیقی کو قرآن مجید نے ''خلق عظیم'' سے یاد کیا ہے۔ ''وانک لعلیٰ خلق عظیم'' اور بیشک آپ عظیم اخلاقی قدروں کے مالک ہیں۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اسی عظمت کردار کو ''عصمت'' سے یاد کیا ہے اور علماء حدیث وعقائد نے نبی کے لئے عصمت کو شرط مانا ہے۔ مولانا دلدار علی لکھنوی کی ''عماد الاسلام'' جلد سوم میں اس مسئلے پر سب سے زیادہ تفصیل سے بحث کی ہے اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ''تنزیھہ الانبیاء'' اسی مسئلہ پر لکھی ہے۔ علم کلام کی سینکڑوں کتابوں میں ہمارے علماء نے اس پر بحث کی ہے اور انبیاء کی عصمت ثابت کر کے مضبوط عقیدے کی بنیاد استوار کی ہے۔ اس لئے ایک شخص کو نبی ماننا جو غلطی در غلطی کرتا ہو۔ اصول اسلام سے انحراف اور سنت اللہ کی تردید ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ پر نبوت ورسالت اس لئے ختم ہے کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب ''قرآن مجید'' کی تعلیم میں کوئی اضافہ ممکن نہیں ہوسکا۔ آپ ﷺ کی شریعت سے زیادہ جامع شریعت پیش نہ ہوسکی۔ آپ کی تعلیم میں کسی بات کو دلیل سے باطل نہ کیا جاسکا۔ بلادلیل معقول اور نافہمی سے کسی بات کا انکار دراصل ضد اور ''ما اتاکم الرسول فخذوہ'' کی مخالفت ہے اور اسی غلط مخالفت کا نام کفر ہے۔ مثلاً کوئی نماز کی فرضیت کا انکار کردے، کفر ہے۔ کوئی روزے کے وجود کو نہ مانے کفر ہے اور کوئی جہاد کو فرض وواجب ماننے سے سرتابی کرے، کفر کا مرتکب ہوگا۔

قرآن مجید، رسول اللہ ﷺ کا زندہ معجزہ اور آپ ﷺ کے خاتم النّبیین ﷺ ہونے کی دلیل محکم ہے۔ یہ مقدس کتاب وحی کا معیار معیّن کرتی ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت اس کا علمی مرتبہ، اس کی دعوت کا اسلوب لاجواب ہے اور اس کی وحی کے بعد وحی کا دعویٰ، قرآن مجید کا تمسخر ہے۔ لطف یہ ہے کہ قرآن مجید نے انبیاء کے لئے ایک اصول بتایا ہے۔ ''وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ'' اور ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔

سورہ ابراہیم کی اس آیت میں ''بلسان قومہ'' کہہ کر ہمیں ایک ضابطہ دے دیا گیا ہے۔ اگر اب سے تقریباً سو برس پہلے پنجاب میں مرزاغلام احمد نے جو وحی کا دعویٰ کیا اور بقول اس کے یکے بعد دیگرے کتابیں آئیں تو انہیں پنجابی میں آنا چاہئے تھا۔ یہ بات کیا ہے کہ وہ کتابیں اردو میں آتی ہیں۔ عربی وفارسی میں آتی ہیں اور کبھی انگریزی میں اللہ سے ہمکلام ہوتا ہے اور ایک ہندو لڑکے سے سمجھنے کے لئے مدد لیتا ہے اور اگر اس کی قومی زبان اس وقت بھی اردو تھی تو پھر وحی کا معیار کم ازکم میرامن کی ''باغ وبہار'' یار جب علی بیگ کے ''فسانہ عجائب'' اور مرزاغالب کے خطوط کی زبان سے تو کمتر نہ ہوتا……

کتنی عجیب بات ہے کہ قوم کی زبان نبی کی زبان سے بہتر ہے اور نبی صاحب کی زبان کا کوئی معیار ہی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مدعی نے اردو میں اپنے خیالات لکھ کر خود اپنے دعوے کا بھرم کھودیا اور عقل مندوں کے لئے خدا کی حجت تمام ہوگئی کہ جو شخص بات کا سلیقہ اور ادب کا رشتہ نہ رکھتا ہو اس کی بات کا اعتبار کیا اور جس کی بات بے وقار ہو اس کا دعویٰ جھوٹ کے سوا کیا ہوگا اور جو اتنا بڑا جھوٹ بولے، جو اللہ اور رسول ﷺ پر زندگی بھر افتراء کرتا رہے۔ جو اپنی گڑھنت کو خدا کی طرف منسوب کرے۔ اس کی سزا کم ازکم یہ ہے کہ اللہ کے ماننے والوں کے زمرے میں اس کا شمار جرم قرار دیا جائے۔

میں یہ عرض کررہا ہوں کہ نبوت ایک الٰہی منصب ہے۔ جسے خدا ہر ایک کے حوالے نہیں کرتا۔ قرآن مجید نے صاف صاف کہا

ہے اور قیامت تک کے لئے اعلان فرما دیا ہے کہ:''لا ینال عھدی الظالمین ''میرا عہد ظالموں کے ہاتھ نہیں آسکتا اور ظالم کون ہے، قرآن مجید نے فرمایا ہے:''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شی ومن قال سانزل مثل ما انزل اللّٰہ، ولو تریٰ اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجو انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللّٰہ غیر الحق وکنتم عن اٰیاتہ تستکبرون (الانعام:۹۳)''

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو خدا پر جھوٹ موٹ افتراء کرے یا کہے مجھ پر وحی ہوتی ہے۔ حالانکہ اس پر وحی ذرا سی بھی نہ آئی ہو اور وہ جو کہے تجھ پر ویسی ہی کتاب نازل کئے دیتے ہوں جیسے اللہ نازل کر چکا ہے۔ کاش تم دیکھتے یہ ظالم موت کی سختیوں میں پڑے ہیں اور فرشتے ان کی طرف جان نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور نکالو، اپنی جانیں، آج تم کو ذلیل کن عذاب کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ تم کہتے تھے اللہ پر خلاف حق اور تم اس کی آیتوں سے اکڑا کرتے تھے۔''

غور کیجئے مرزاجی اپنے آپ کو کبھی مریم کہتا ہے۔ پھر وہی اپنے آپ کو ابن مریم کہتا ہے اور وہی ''اسے شراب خور بتاتا ہے۔'' (کشتی نوح ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۷۱ حاشیہ) انصاف کیجئے کہ ایسے افتراء پرداز اور اللہ جیسی عظیم واکبر ذات پر اس قدر بہتان باندھنے والے کی سزا کتنی سخت ہونا چاہئے۔ شریعت کی اصطلاح میں اسی کو ارتداد کہتے ہیں اور مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

جناب عالی! اسی ماہ شعبان یعنی اگست ۱۹۷۴ء کے ''کویتی ماہ نامہ الداعی الاسلامی'' میں ص۱۰۶ پر، وزارت اوقاف وشؤن اسلامیہ کویت کے ترجمان نے مرزا غلام احمد کے دعویٰ ''مسیح منتظر''...... روح مسیح اس میں اتر آئی ہے۔''...... ''اس پر وحی ہوتی ہے۔'' ان جیسے چند نکتوں کو پیش نظر رکھ کر ''نفی جہاد'' اور ''انگریزوں کی غیر مشروط حمایت'' کے پس منظر میں اس شخص اور اس کی جماعت کو اسلام کے خلاف منظّم سازش اور اسلام کی جگہ ایک دین جدید بتایا گیا ہے اور یقیناً ہر صاحب عقل وہوش اس سازش کا قلع قمع کرنا چاہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان، علماء اسلام کے اس متفق علیہ فیصلے کو نافذ العمل قرار دے گا کہ قادیانیوں اور لاہوریوں کے دونوں گروہ جو مرزا غلام احمد کو صاحب وحی مانتے ہیں، اپنے اس عقیدے میں باطل پر ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے اس عقیدے کو صحیح مانتے ہیں۔ تو بقول علماء یہ سب کافر ہیں اور ایک ایسے دین کے پرستار ہیں جن کا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں ...... یہ ایک اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے اور اقلیتیں ہمارے ملک میں رہتی ہیں یہ بھی ایک اقلیت ہے اور ملک میں رہتی ہے۔

نبی اور رسول ہونے کا یہ دعویٰ دار اور اس کی جماعت واضح طور پر اپنے ملفوظات، اپنے عقائد، اپنے اعمال، اپنے خود ساختہ نظام میں خود ہی ہم سے الگ ہے اور ہمیں کافر سمجھتی ہے اور حقیقی مسلمان نہیں جانتی۔ یہ لوگ کبھی رسولوں کی توہین کرتے ہیں۔ کبھی بزرگان دین کو سبک کرتے ہیں۔ ان کی مسلسل یہی کوشش ہے کہ کسی طرح مسلمان ذلیل ہو جائیں۔ مسلمان مشتعل ہو کر یا ان سے دست وگریبان ہوں یا آپس میں کٹ مریں۔ شیعہ سنی اختلاف ہو، شیعہ ہوں یا دیوبندی اور بریلوی، اہل حدیث ہوں یا حنفی۔ ایک گھر کے افراد، ایک سماج کے رکن، ایک دین کے پرستار ہیں۔ یہ فرزندان اسلام ناموس توحید ورسالت پر جان نثار کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ سب توحید ورسالت وقرآن پر یکساں عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کے مقابلے میں کبھی کسی کتاب کو رکھنے کی جسارت

نہیں کی۔ انہوں نے نبی کے برابر کسی کو نہیں مانا۔ ان کا ملجاء وماویٰ ایک، ان کا مرنا جینا ایک، ان کا دستور ایک، یہ دونوں اسلام کی قدیم ترین تشریحیں ہیں۔ یہ دونوں دین اسلام کے دفتر کے دو صفحے ہیں۔ ان دونوں نے ہمیشہ دین پر جان قربان کی ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ مرے ہیں۔ انہوں نے اپنی موت گوارہ کی ہے۔ مگر ایک دوسرے کو موت سے بچایا ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام، رسول پاک ﷺ کے بھائی ہیں اور پروردۂ آغوش بھی، داماد بھی ہیں اور جاں نثار بھی۔ ان کے والد بزرگوار نے سب سے پہلے اللہ کے آخری رسول ﷺ اور ان کے منصب کی حفاظت میں غیر معمولی جان فروشی اور بے مثال قربانی دے کر مسلمانوں کو سبق دیا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان اور آبرو، پیغام اور حقانیت پر آنچ نہ آنے دینا۔ مکے میں جب تک ابوطالب زندہ رہے، آنحضرت ﷺ پر آنچ نہ آنے پائی۔ جب دیکھا کہ قریش نہیں مانتے تو اللہ کے آخری نبی ﷺ کو اپنے قلعے میں لے کر چلے گئے اور ''شعب'' میں اتنی سختیاں اٹھائیں کہ جب محاصرہ ختم ہوا اور اس کے دروازے کھلے تو ابوطالب فاقوں کی زیادتی اور غموں کی فراوانی سے اتنے کمزور وناتواں، ضعیف ونیم جاں ہو چکے تھے کہ زیادہ دن دنیا میں نہ رہ سکے اور چند دنوں میں سفر آخرت فرماگئے۔

علی رضی اللہ عنہ اس عظیم باپ کے فرزند تھے۔ آپ نے شب ہجرت سے لے کر احد وبدر وحنین، خیبر وخندق بلکہ مباہلے تک ہر معرکے میں حق خدمت کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے دعوت ذوالعشیرہ سے حجتہ الوداع تک ہر موقع پر اپنا بھائی اور امت کا مولا کہا۔ حد یہ ہے کہ خود سرور عالم خاتم النّبیین ﷺ نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تشبیہ حضرت ہارون نبی سے یوں دی ''انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ'' ﴿تم مجھ سے وہی نسبت رشتہ اور وہی درجہ رکھتے ہو، تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون تھے۔﴾ میں قربان ہوں حکمت ونگاہ نبوت پر۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جملہ اس پر تمام نہیں کیا بلکہ فرمایا: ''الا انہ لا نبی بعدی'' ﴿مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ اس لئے کہ کوئی علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ مان لے۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم مسلمان کسی ایسے شخص کو مسلمان نہیں مانتے جو علی رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ من ذالک، اللہ یا اللہ کے برابر مانتا ہو۔ یا جو شخص بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کا حریف یا ہم منصب وہم رتبہ سمجھتا ہو۔ وہ لوگ مشرک وکافر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ، معاذ اللہ! ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ اب تک نہج البلاغہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبوں کا مجموعہ بڑے بڑے عربوں کو حیران کئے ہوئے ہے اور صدیاں گزر گئی ہیں۔ مگر وہ خطبے ادب وفکر وفلسفہ اسلام میں اپنا جواب دیکھنے سے محروم ہیں۔ صدیوں سے پڑھنے والے پڑھتے اور شرحیں لکھتے چلے آئے ہیں۔ مگر کسی نے کہیں نہ سنا نہ پڑھا کہ امیر المومنین یا ان کے ماننے والے اثنا عشری آپ کو صاحب وحی مانتے ہوں۔

محترمہ قائم مقام چیئر مین: گردیزی صاحب کتنے Pages (صفحات) اور ہیں؟

سید عباس حسن گردیزی: بس جناب تین Pages (صفحات) اور ہیں۔

محترمہ قائم مقام چیئر مین: تو پھر آپ نماز کے بعد پڑھنا۔ نماز کا ٹائم ہو رہا ہے۔

We break for Maghrib Prayers and then we will meet at 7:20 p.m. again.

(ہم نماز مغرب کے لئے وقفہ کرتے ہیں۔ سات بج کر بیس منٹ پر دوبارہ ملیں گے)

[The Special Committee adjourned for Maghrib prayers to meet at 7:20 p.m.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس نماز مغرب کے لئے سات بج کر بیس منٹ تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا)

[The Special Committee re-assembled after Maghrib Prayers, Mr.Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس نماز مغرب کے بعد دوبارہ شروع ہوا۔ مسٹر چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی صدارت کر رہے ہیں)

جناب چیئرمین: کتنے صفحے باقی رہ گئے ہیں؟

سید عباس حسین گردیزی: جناب کوئی چار صفحے باقی ہیں۔

جناب چیئرمین: چار صفحے باقی ہیں، یعنی آدھا گھنٹہ لگے گا۔

***Sayed Abbas Hussain Gardezi:** It is a matter of little more than ten minutes.*

(سید عباس حسین گردیزی: یہ دس منٹ سے کم کا مواد ہے)

***Dr. Muhammad Shafi:** We all agree that he should be given time.*

(ڈاکٹر محمد شفیع: ہم سب متفق ہیں کہ انہیں وقت ملنا چاہئے)

***Mr. Chairman:** I will agree to what you agree.*

(جناب چیئرمین: جس پر آپ متفق ہیں۔ میں بھی اس سے اتفاق کروں گا) میں نے یہ پوچھا ہے کہ کتنے صفحے باقی رہ گئے ہیں۔

***Dr. Muhammad Shafi:** Thank you very much.*

(ڈاکٹر محمد شفیع: بہت بہت شکریہ!)

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: جناب والا! ہم سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ یہ باقاعدہ پورا پڑھیں۔

جناب چیئرمین: اچھا، آپ کو ایک موقع اور ملے گا۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: ضرور دیں۔

جناب چیئرمین: لازماً۔ آپ تو موجود نہیں تھے جب میری اور ان کی......

مولانا شاہ احمد نورانی: جناب والا! دیکھئے، بات یہ ہے کہ آپ ہمارے حقوق کے کسٹوڈین ہیں۔ ہمارے ساتھ اس ملک میں بڑی زیادتیاں ہوتی ہیں۔ بخدا میں نماز پڑھ کر آ رہا ہوں اور صحیح عرض کرتا ہوں کہ ہم نے رات دو گھنٹے تک پی آئی اے آفس میں مسلسل کوشش کی کہ صبح ساڑھے آٹھ بجے والی فلائٹ پر ہمیں سیٹ مل جائے۔

جناب چیئرمین: آپ نے مجھ سے کیوں نہیں بات کی۔ آپ ٹیلی فون کرتے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ایسا ہوتا۔

مولانا شاہ احمد نورانی: مولانا ظفر احمد انصاری کو اور مجھ کو دونوں کو انہوں نے آج صبح کی سیٹ نہیں دی اور ہم نے کہا کہ صاحب ہمیں ایم این اے کے کوٹہ میں سے سیٹ دے دیں تو انہوں نے کوٹہ سے سیٹ نہ دی۔ بارہ بجے کی فلائٹ پر انہوں نے سیٹ دی۔ اگر سیشن جاری ہو تو تمام سیٹیں کینسل کر کے ایم این اے کو پہلے سیٹ دینی چاہئے۔ مولانا انصاری صاحب کو بھی سیٹ نہیں دی آٹھ

بج کر بیس منٹ کے plane (جہاز) پر اور مجھ کو بھی نہیں دی اور سوا بارہ بجے سیٹ دی۔

جناب چیئرمین: میری بات سنیں کہ کوٹے کے علاوہ M.N.A.'s should be given preference. (ممبران قومی اسمبلی کو ترجیح دینی چاہئے)

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: صبح کی 8:20 کے Plane (طیارہ) کی سیٹیں خالی تھیں۔لیکن ہمیں سیٹ نہیں دی گئی۔

جناب چیئرمین: آپ مجھے لکھ کر دیں۔میں باقاعدہ شکایت کرتا ہوں۔ You should have contacted me.

دوسری بات یہ ہے کہ رول یہ ہے کہ M.N.A's should be given preference while going to attend the session. (دوران اجلاس ممبران قومی اسمبلی کو ترجیح دینی چاہئے)

Maulana Shah Ahmad Noorani Sdiddiqi: Yes, during the session.

(مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: ہاں،دوران اجلاس)

Mr. Chairman: That I will do.

(جناب چیئرمین: یہ میں کروں گا)

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: جناب والا! میں ابھی لکھ کر دیتا ہوں۔اس لئے تاخیر ہوگئی کہ......

جناب چیئرمین: نہیں،نہیں۔ I am sorry (میں معذرت خواہ ہوں) مولانا سے میں نے یہی عرض کیا تھا۔ یہ تقریر کر رہے تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے یہ سب کچھ لکھ کر دیا ہوا ہے۔۳۷ کہیں اور جنہوں نے لکھ کر نہیں دیا ان کو زیادہ موقع ملنا چاہئے۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: دو چار باتیں جو اس نے بعد میں اٹھائیں...... یہ ذرا پہلے تیار ہو گیا تھا......اس کی وضاحت علامہ صاحب فرمانا چاہتے تھے۔ویسے یہ بیان متفقہ ہے۔

جناب چیئرمین: باقی میں نے کہا کہ کچھ فرمادیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: دو تین وضاحتیں رہ گئی تھیں، جو مرزا ناصر احمد نے جرح میں کیں۔ وہ باتیں اس میں آ نہ سکیں۔کیونکہ یہ ذرا پہلے تیار ہو گیا تھا۔

جناب چیئرمین: میں نے عرض کیا تھا کہ کچھ یہ بیان فرمادیں۔ باقی لال مسجد میں ہم سن لیں گے۔ یہی بات میں نے کی تھی۔سید عباس حسین گردیزی!

سید عباس حسین گردیزی: جناب والا! مجھے ہدایت ہوئی ہے ممبر صاحبان کی طرف سے کہ میں ذرا آہستہ آہستہ پڑھوں۔

جناب چیئرمین: نہیں،نہیں۔یہ ہدایت بالکل غلط ہے۔آپ تیزی سے پڑھیں۔

سید عباس حسین گردیزی: اصول دین وعقائد امامیہ کا طویل وضخیم دفتر اس عقیدے سے خالی اور تمام شیعہ اس عقیدے سے بری ہیں۔ دراصل یہ الزامی جواب اور ڈوبتے میں تنکے کا سہارا ان لوگوں کی طرف سے ہے۔جن کے دینی رہنماء نے اپنی تالیف (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،خزائن ج۵ص۵۶۴) پر لکھا ہے:''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں، میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔''

(حقیقت الوحی ص۱۵۴، خزائن ج۲۲ ص۱۵۸) پر لکھا ہے: ''ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام'' یعنی ''اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا۔'' یعنی انسانی مظہر (مرزا) کے ذریعے اپنا جلال ظاہر کرے گا۔ اور (حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) کی یہ بات: ''انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون'' یعنی ''اے مرزا، تیری یہ شان ہے کہ تو جس چیز کو ''کن'' کہہ دے وہ فوراً ہو جاتی ہے۔''

حضرت علی علیہ السلام کے خطبات کا مجموعہ ''نھج البلاغة'' امام زین العابدین کی دعاؤں کا مجموعہ ''صحیفہ کاملہ'' امام علی رضا علیہ السلام کی ''فقہ الرضا'' اور بعض آئمہ کی طرف سے منسوب کتابیں موجود ہیں۔ ان کے مطالعے سے اسلامی عقائد اور مسلمہ مسائل دین کے علاوہ، اللہ کی عظمت، توحید کی جلالت اور حقیقت عبدیت وکمال بندگی کے سوا کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی۔ یہ کتابیں تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق کا اثبات ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی عظمت یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کی ان قربانیوں پر قائم ہے جس پر طنز کرنے والا اسلام کا مذاق اڑاتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ ج۲ ص۱۴۲ طبع ربوہ ۱۹۶۰ء) کا یہ جملہ کس قدر مجرمانہ ہے: ''اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی رضی اللہ عنہ (مرزا) تم میں موجود ہے، اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔'' یہ دریدہ دہنی اس علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے جس کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''من کنت مولاہ، فھذا علی مولاہ'' جس کا مولا میں ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اپنے محضرنامے میں جن غیر مستند اور بعض غیر شیعہ اثناء عشریٰ کتابوں کے حوالے دے کر شیعہ سنی اختلاف کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ وہ دراصل اسلام کو بدنام کرنے کی سازش کا ایک حصہ ہے۔ ان کے حوالے ناقص وغلط ہیں۔ ''تذکرة الائمہ'' نامی بے شمار کتابیں ہیں۔ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے محضرنامے کے صفحہ ۱۸۳ پر حوالہ در حوالہ جن کتابوں کو استعمال کیا ہے۔ نہ ان کے مؤلف کا نام ہے۔ نہ کتابوں کے صحیح نام۔ نیز ان میں سے کوئی کتاب نہ وحی ہے، نہ الہام، نہ شیعوں پر ان کتابوں پر ایمان لانا واجب ہے، نہ ان کی مندرجات کو صحاح کا درجہ اور نعوذ باللہ قرآن مجید کا مقابل تصور کیا گیا ہے۔ امام کی ذات وصفات کی شرطیں سخت اور بالکل واضح ہیں۔ علم وعصمت کی شرط پر نبوت کے دعوے یا اس کی مماثلت کا شبہ کرنا ہی بے معنی ہے۔ حسن مجتبیٰ جنہوں نے حکومت پر اس لئے ٹھوکر ماری کہ نانا کا دین ان کی جنگ وجہاد سے کمزور نہ ہو جائے۔ جن کا فیصلہ تھا کہ میں رہوں یا نہ رہوں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نام تو رہ جائے۔ جانشینی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہی یہ تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ذاتی مسئلہ کو نظرانداز کر کے اسلام اور رسول اسلام کے مفادات کو وسیع تر معیار سے دیکھتے۔ امام حسن علیہ السلام کے بعد امام حسین علیہ السلام امام ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینی کا تاج امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک پر ضوفگن ہوا۔

آں امام عاشقاں پور بتول — سرد آزادے زبستان رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنی ذبح عظیم آمد پسر
زندہ حق از قوت شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری ست
بہر حق در خاک و خون غلطیدہ ست — پس بنائے لا الہ گردیدہ است
خون او تفسیر ایں اسرار کرد — ملت خوابیدہ را بیدار کرد
تیغ لاچوں از میاں بیروں کشید — از رگ ارباب باطل خوں چکید

نقش الا اللہ برصحرا نوشت سطر عنوان نجات ما نوشت
رمز قرآن از حسین آموختیم زآتش او شعلہ ھا اندوختیم
تارما زخمہ از اش لرزاں ہنوز تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز

سید سرداران جنت، سید الشہداء علیہ السلام جن کے احسان سے مسلمانوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کہہ رہے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین

اس عظیم امام کے لئے یہ مصرع کس قدر توہین خیز ہے کہ:

کربلا ئیست سیرہر آنم صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

رسول آخرالزمان ﷺ تو فرمائیں ’’حسین منی و انا من الحسین ‘‘ ﴿حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔﴾

’’احب اللہ من احب حسینا و ابغض اللہ من ابغض حسینا ‘‘ ﴿اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے جو حسین سے بغض رکھے۔﴾

اس کے بعد مرزا غلام احمد کی جسارت دیکھئے۔ دراصل ان کو اپنا منہ دیکھنے کے لئے گریبان کا رخ کرنا چاہئے۔

بات پنجتن تک آ پہنچی ہے تو مرزا غلام احمد نے گل سرسبد، چمن رسالت، نور چشم ختمی مرتبت حضرت سیدہ کبریٰ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی ہے۔ وہ ہر مسلمان کے لئے دل آزار ہے اور اسی گستاخی کی وجہ سے خدا نے مرزا جی کو بدترین موت دی۔ محترم حضرات! قادیانی اور لاہوری حضرات نے اپنے بیانات میں اقرار کیا ہے۔ دونوں کا اظہار ہے کہ غلام احمد پر وحی ہوتی تھی۔ ان کی بہت سی کتابیں آسمانی مانی جاتی ہیں۔ اس سے صاف صاف عیاں ہے کہ قادیانی اور لاہوری صاحبان براہ راست ایک ایسے شخص کی امت میں ہیں جو صاحب وحی ہے اور صاحب رسالت کبریٰ۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مجبوری کے طور پر یا ضمنی حیثیت سے جو بھی مانتے ہیں، وہ مانتے ہیں۔ ورنہ مرزا صاحب تو بقول خود نعوذ باللہ مسیح زماں، کلیم خدا اور نقل کفر کفر نباشد۔ محمد و احمد تک بن بیٹھے ہیں۔ شاید موصوف کو ہندوؤں کا فلسفہ تناسخ یا آواگون کا یقین ہوگیا تھا۔ جبھی تو کہا ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

اور تو اور مرزا غلام احمد تو اپنے جھوٹ پر یہاں تک دلیری کر چکا ہے کہ (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) میں کہہ دیا ہے: ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

شاید ایسے ہی موقع کے لئے یہ محاورہ ہے ’’ایاز قدر خود بشناس‘‘ میں اب زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ صرف دو باتوں کی طرف ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

۱...... قرآن مجید کا حکم ہے:’’ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا ‘‘﴿اللہ کی رسی سے وابستہ ہوجایئے اور انتشار سے بچیئے﴾ دشمنان اسلام مسلمانوں کو خانہ جنگی، اندرونی اختلاف اور فکری پریشانیوں میں الجھا کر ہم سے ایمان کی دولت چھیننا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ہمارا رشتہ توڑنے کی فکر میں ہیں۔ ہماری قوت کا سرچشمہ توحید ونبوت ہے۔ ہمارا مرکز اتحاد قرآن ہے۔ ہمارا معاشرہ اسلام پر مبنی ہے۔ ہم نے ان مرزائیوں کی ریشہ دوانیاں بچشم خود دیکھ لی ہیں۔ جو قادیان سے کشمیر اور انڈونیشیا سے افریقہ تک اپنا نظام فکر وعمل پھیلا چکے ہیں۔ جو ہندوستان اور فلسطین میں منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ ہم ان سے محتاط رہیں اور اسلام کے قلعے میں کوئی رخنہ واقع نہ ہونے دیں۔ کافر کو کافر کہتے نہ ڈریں اور برطانوی استعمار کے سیاسی ہتھکنڈوں سے اپنا پیچھا چھڑائیں۔ آپس کی لڑائیوں کا نتیجہ سب نے دیکھ لیا۔’’ دشمن رانتواں حقیر وبے چارشمرد۔‘‘

شیعہ سنی اپنے گھر میں لڑے، باہر والوں نے دونوں کی باتوں کو ریکارڈ کر کے ہماری تاریخ، ہمارے روابط، ہمارے معاملات سمجھے بغیر ہم دونوں کو غیر مسلم کہہ کر اسلام کے نام پر دعویٰ کر دیا۔ اگر اس دعوے کے فیصلے میں ذرا بھی غلطی ہوئی۔ اگر ہم نے اب بھی ہوش سے کام نہ لیا۔ اگر خدانخواستہ پیر لڑکھڑا گئے تو کل تاریخ کہے گی:

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آپ کے لئے مسئلہ صاف ہے۔ آپ نے دودھ میں پانی کی آمیزش دیکھ لی۔ آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ’’ برعکس نہند نام زنگی کافور۔‘‘

آپ نے تمام دنیا کے بڑے بڑے علماء کے فتوے پڑھ لئے۔ تمام مسلمانوں کے عقائد سمجھ لئے۔ آپ نے مرزاغلام احمد اور اب مرزا ناصر احمد اور ان کے ساتھیوں کے دعوے اور دلیل کا وزن پرکھ لیا۔ آپ نے ملک کے عوام کا مطالبہ سن لیا۔ اب دیر نہ کیجئے۔ مسلمانوں کو ان کے عقیدے اور ان کے دین سے محروم کرنے یا اس میں دخل دینے کے بجائے، قادیانی یا بقول غلام احمد’’احمدی‘‘ جماعت یا جماعتوں کو خارج از اسلام ماننے کا اعلان کر دیں۔

۲...... عالم اسلام اور مسلمان مملکتوں سے اتحاد، مسلمان عوام سے برادرانہ تعلقات کو فروغ دینا ہماری خارجہ سیاست کی اساس ہے۔ ہماری حکومت کسی پاکستانی شہری کو اس کے حقوق سے محروم نہیں کرتی۔ نہ ہمارے عوام کسی پاکستانی شہری کو دکھ پہنچانے یا پریشان کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان حالات میں اگر قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے تو آئین پاکستان اور نظریہ پاکستان کے عین مطابق ہوگا اور ہمارا ایوان اپنے ایک فرض کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ اس سلسلے میں شیعہ علماء وفقہاء کے فتوے حاضر ہیں:

مسئلہ ختم نبوت اور شیعہ

حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا قرآن اور سنت اجماع وعقل سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النّبیین یعنی آخری نبی فرمایا ہے۔ خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال آئیں گے۔ وہ دجال اس لئے ہوں گے کہ ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حدیث متفق علیہ)

حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ مولائے کائنات حیدر کرار علیہ السلام پرنم آنکھوں سے آپ کو غسل دے رہے ہیں اور فرماتے جاتے

ہیں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی وفات سے کچھ ایسی چیزیں منقطع ہوگئی ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوئی تھیں۔ یعنی نبوت، احکام الٰہی اور اخبار آسمانی۔'' (نہج البلاغت)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے نہ قرآن پاک کے بعد کوئی کتاب بھیجی کیونکہ اس نے قرآن پاک کو آخری کتاب قرار دیا اور نہ ہی کوئی نبی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی فرمایا۔ (اصول کافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد کو شیعی عقائد تعلیم فرمائے۔ نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ (صفات الشیعہ صدوق)

ہر دور میں شیعہ علماء کا اس بات پر اجماع رہا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین یعنی آخری نبی ہیں اور یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اس کا منکر مرتد ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہو تو واجب القتل۔ چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد حسین نجفی مرحوم جو اس صدی کے شیعہ علماء میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب اصل واصول شیعہ جس کا ترجمہ علامہ ابن حسن صاحب نجفی نے کیا ہے۔ رضا کار بکڈپو لاہور سے شائع کیا ہے۔ صفحہ۲۷ پر نبوت کے بیان میں فرماتے ہیں: ''شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ راسخہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت یا نزول وحی کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل۔''

ادارہ تبلیغ شیعہ راولپنڈی اور اسلام آباد نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے فوراً بعد مختلف شیعہ علماء سے ان لوگوں کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانیں کے بارے استفسار کیا۔ ان میں سے بعض کے بیانات درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا سید نجم الحسن کراروی (پشاور) جو اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر ہیں اور اس کونسل میں شیعوں کے نمائندے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں: ''نبوت اصول دین کا جز ہے۔ ختم نبوت ضروریات دین میں داخل ہے۔ ضروریات دین کا منکر مرتد یا کافر ہے۔ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو وہ کافر ہے اور کافر کی نجاست مسلّم ہے۔ اسی طرح جو لوگ کسی شخص کو نبی مانتے ہیں حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد وہ ہمارے نزدیک کافر ہیں۔ اس زمرہ میں مدعی نبوت بھی ہے۔''

نوٹ از ادارہ...... سابق مجتہد اعظم حضرت آقائے محسن الحکیم توضیح المسائل مفید صفحہ۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں: ''وہ مسلمان جو اللہ یا پیغمبر خاتم النّبیین کا انکار کر دے یا ایسے حکم کا جس کو تمام مسلمان دین کا جز سمجھتے ہوں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حکم ضروری نہیں ہے، انکار کر دے تو وہ مرتد ہو جائے گا۔''

حضرت مولانا شیخ محمد حسین صاحب فاضل عراق (سرگودھا) جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرے وہ بالاتفاق دائرہ دین سے خارج متصور ہوتا ہے۔ ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں جن پر اس دین کے پیروؤں کا باوجود اپنے کئی ایک داخلی اختلافات کے اتفاق واجماع ہو اور منجملہ ان ضروریات کے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا جو شخص ان کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا جو شخص ایسے مدعی کی تصدیق کرے اس کے لئے دین اسلام کے دائرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

حضرت مولانا حسین بخش صاحب قبلہ فاضل عراق پرنسپل دارالعلوم محمدیہ سرگودھا تحریر فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور کاذب نبی کو نبی ماننا بھی کفر ہے۔''

حضرت مولانا ملک اعجاز حسین صاحب قبلہ فاضل عراق پرنسپل دارالعلوم جعفریہ خوشاب تحریر فرماتے ہیں:''بالاتفاق مسلمین کاذب دعویٰ نبوت کرنے والا اوراس کو برحق نبی ماننے والا کافر ہے۔ کیونکہ معیار کفر فقط اللہ اوراس کے رسول کا انکار ہی نہیں بلکہ ضروریات دین کا انکار بھی کفر ہے۔ اسی طرح چونکہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔ یعنی اس پرتمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ لہٰذا اس کا منکر اور حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننے والا کافر ہے۔ مذکورہ حکم پرتمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔''

حضرت مولانا محمد جعفر صاحب خطیب مسجد شیعہ اور مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل لاہور تحریر فرماتے ہیں: ''چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار از روئے قرآن وحدیث ضروریات دین اور ارکان اسلام میں سے ہے۔ لہٰذا آنحضور ﷺ کی ختم نبوت کا منکر اپنی نبوت کا مدعی نہ بھی ہو، کافر ونجس العین ہے۔ چہ جائیکہ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے انکار کے ساتھ کوئی اپنی نبوت کا مدعی ہو۔ شیطان نے محض انکار نبوت کیا تھا۔ قدرت نے اس کو ملعون وکافر قرار دیا۔ حالانکہ اس نے انکار نبوت کے ساتھ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ یہ ظاہر بلکہ اظہر ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جب آنحضور ﷺ پر ختم نبوت کا صریحی اعلان کردیا تو ختم نبوت کا انکار حقیقتاً آنحضور ﷺ کی نبوت اور صداقت کا انکار ہے۔''

حضرت مولانا مرزا یوسف حسین صاحب (میانوالی) تحریر فرماتے ہیں:''جمہور مسلمین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص اصول دین یا ضروریات دین میں سے کسی جز کا منکر ہو وہ اسلام سے خارج ہے۔ آنحضرت ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا اور آخری پیغمبر ہونا متفق علیہ ہے اور ضروریات دین سے ہے۔ اس لئے جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے کسی کاذب مدعی نبوت کو مدعی تسلیم کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔''

حضرت مولانا سید گلاب حسین شاہ صاحب نقوی، پرنسپل مدرسہ مخزن العلوم الجعفریہ ملتان تحریر فرماتے ہیں:''نزدعلمائے شیعہ امامیہ جھوٹا نبی کافر ہے اوراس کی نبوت پر ایمان رکھنے والا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔''

مولانا محمد بشیر صاحب انصاری فرماتے ہیں:''بعد حضرت ختمی مرتبت کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ جو دعویٰ کرے وہ کافر ہے اوراس کے ماننے والے بھی کافر ہیں۔''

جناب چیئرمین: مولانا ظفر احمد انصاری صاحب کل صبح۔ عبدالعزیز بھٹی۔

(۸۸۴) عباسی (ڈربن، جنوبی افریقہ)، جناب السید

۱۹۵۷ء میں آپ نے دمشق سے ''الاسس السیاسیة محرکة القادیانیة'' نامی ۱۶؍صفحاتی رسالہ عربی زبان میں شائع کرکے ڈربن جنوبی افریقہ میں فری تقسیم کرایا۔

(۸۸۵) عبدالاحد خان پوری، مولانا قاضی

(ولادت:۴؍اپریل ۱۸۵۲ء ...... وفات:۸؍دسمبر ۱۹۲۸ء)

خان پور ضلع ہری پور ہزارہ کے نامور عالم دین مولانا قاضی عبدالاحد ہزارہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی یہاں اپنے

والد صاحب سے حاصل کی۔ مولانا قاضی عبدالاحد نے بقیہ تعلیم مولانا سید عبداللہ غزنوی سے امرتسر میں اور دورہ حدیث شریف دہلی میں مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے کیا۔ فراغت کے بعد پہلے خانپور پھر راولپنڈی میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے قادیانیوں سے مناظرے بھی ہوئے۔

۱...... ’’السیف المسلول علیٰ نحر شاتم الرسول‘‘

۲...... ’’اظہار المخادعۃ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار پولس ثانی‘‘

۳...... ’’اغاثۃ الملھوف المسجون فی مصائد القادیانی المجنون‘‘

نامی کتب بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کیں۔ جنہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے محاسبہ قادیانیت جلد۴ میں شائع کیا۔ مولانا قاضی عبدالاحد خانپوری کا حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب سے بھی بعض مسائل میں مناقشہ رہا۔ لیکن قاضی صاحب کے وصال کی خبر سن کر دیر تک حضرت پیر صاحب مغموم رہے۔ ساتھیوں کے سوال کے جواب پر فرمایا کہ نہیں بھائی وہ بڑے عالم تھے۔ ان کی وفات پر دلی صدمہ ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان حضرات کا اختلاف اخلاص پر مبنی تھا، نہ کہ عناد پر۔

(۸۸۶) عبدالاحد (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا

(وفات:۲۰؍مارچ ۱۹۹۱ء/۳؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ)

موصوف جامعہ مسجد بلاک نمبر۱۲ کے خطیب اور امام رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیم رہنماؤں اور معاونین میں سے تھے۔ علاقہ میں طبیب حاذق بھی مشہور تھے۔ چیچہ وطنی میں اکثر اطبّاء ان کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ نماز جنازہ آپ کے برادر حقیقی مولانا عبدالواحد نے پڑھائی۔ (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۸۸۷) عبدالاکبر خان، جناب

(ولادت:۱۹۴۹ء، کراچی ...... وفات:۱۲؍جنوری ۲۰۱۷ء، اسلام آباد)

جناب عبدالاکبر رستم ضلع مردان کے باسی تھے۔ پیپلز پارٹی کے سینئر رہنماء اور معروف وکیل تھے۔ سپیکر صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ بھی رہے۔ پانچ بار صوبائی اسمبلی اور ایک بار قومی اسمبلی کی نشستوں پر کامیاب ہوئے۔ بھٹو صاحب کے دیرینہ ساتھیوں میں سے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وکالت کرتے رہے۔

(۸۸۸) عبدالباسط ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

جناب عبدالباسط صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے ۴؍فروری ۱۹۹۸ء کو سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل ’’انسداد مرزائیت‘‘ کے نام سے کتاب مرتب کی۔ محض ریکارڈ کے لئے محاسبہ کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا ہے اور بس۔

(۸۸۹) عبدالباقی، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۹ء ...... وفات: ۲۴/جون ۲۰۰۱ء)

مولانا عبدالباقی کوہستانی معروف عالم دین اور ممبر صوبائی اسمبلی تھے۔ آپ ۱۹۷۰ء میں صوبائی وزیر مذہبی امور رہے۔ آپ صوبہ خیبر پختونخواہ میں مؤتمر عالم اسلامی کے صدر رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی وفات ایبٹ آباد میں ہوئی اور تدفین پلاس ضلع کوہستان میں ہوئی۔

(۸۹۰) عبدالجبار (خانیوال)، جناب حاجی

(وصال: ۲۲/دسمبر ۲۰۱۸ء)

خانیوال کے معروف تاجر اور مذہبی رہنما حاجی عبدالجبار بہت ہی نیک سیرت اور اجلے کردار کے مالک تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے ان کا بہت ہی گہرا اور مضبوط تعلق تھا۔

(۸۹۱) عبدالجبار عمرپوری (مقیم آگرہ)، مولانا

مولانا عبدالجبار عمرپوری مقیم آگرہ نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ’’قادیانی کج رو نے بدعت ضلالت نکالی ہے۔ نصوص میں تحریف کی ہے اور ان باتوں کا جو دین میں بداہۃً ثابت ہیں انکار کیا ہے۔ وہ اور اس قماش کے دوسرے لوگ دین کے چور اور دجالوں میں سے ہیں۔ خدا اس کو توبہ کی توفیق دے یا ذلت آفریں عذاب میں مبتلا کرے۔‘‘

(۸۹۲) عبدالجبار غزنوی، مولانا

مولانا عبدالجبار غزنوی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا: ’’ان امور کا مدعی جو سوال میں مذکور ہیں، رسول رب العالمین کا مخالف اور اس راہ کا پیرو ہے جو مومنوں کی راہ نہیں۔ علامہ علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ قادیانی کے پیرو نصاریٰ کے پٹھو ہیں۔‘‘

(۸۹۳) عبدالجبار قادری (حیدرآباد دکن)، مولانا سید

حیدرآباد دکن کے ایک قادیانی نے رسالہ ’’حجۃ اللہ‘‘ لکھا۔ حضرت مولانا سید عبدالجبار قادری نے اس کا جواب: ’’سیف الجبار‘‘ کے نام سے تحریر فرما کر قادیانیوں کی بولتی بند کر دی۔ قادیانیوں نے دوسرا رسالہ ’’انوار اللہ‘‘ تحریر کیا جو حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کے خلاف تھا۔ مولانا سید عبدالجبار قادری، مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کے شاگرد رشید تھے۔ قادیانی رسالہ کا آپ نے جواب تحریر فرمایا جس کا نام ہے: ’’حجۃ الجبار‘‘ ان دونوں رسائل کو احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل کیا گیا ہے اور پہلے یہ دونوں رسائل مرزا قادیانی کے زمانہ میں شائع ہوئے تھے۔

(۸۹۴) عبدالجبار کلکتوی، جناب قاضی

مولانا عبدالجبار کا تعلق کلکتہ سے تھا۔ عقائد اہل سنت والجماعت کے پرزور داعی تھے۔ ائمہ اربعہ کے ساتھ گہری عقیدت تھی اور عوام الناس کو ائمہ کرام اور محدثین کی تقلید کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغنی مدرس ڈھاکہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

(۸۹۵) عبدالجلیل (ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا)، مولانا

(وفات: ۲۱ر نومبر ۲۰۰۹ء)

برصغیر کے قطب الارشاد اور شیخ زمانہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے برادر زادہ حضرت مولانا عبدالجلیل ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری نے فرمائی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے خانقاہ رائے پور میں حاصل کی۔ دینی کتب کی تعلیم کے لئے آپ کو مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل کیا گیا۔ بانی احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے صاحبزادہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا عبدالجلیل نے ایک ساتھ سہارنپور سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اس زمانہ میں مظاہر العلوم کی مسند حدیث پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، حضرت مولانا عبداللطیف (المعروف حضرت ناظم صاحب) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رونق افروز تھے۔ ان ایسے اکابر علماء و شیوخ سے آپ نے حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالجلیل خانقاہ رائے پور کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی اور حضرت مولانا عبدالجلیل دونوں حضرات آپس میں ہم زلف تھے۔ حضرت مولانا محمد انوری لدھیانوی کی دو صاحبزادیاں ان حضرات کے عقد میں آئیں۔ ایک ہی روز نکاح ہوا۔ ایک ہی روز دونوں کی رخصتی عمل میں لائی گئی۔ مولانا انیس الرحمٰن، مولانا عبدالجلیل ہر دو حضرات حضرت رائے پوری کے بہت ہی محبوب خلفاء میں سے تھے اور ان کا آپس میں تعلق بھی مثالی تھا۔ حضرت مولانا عبدالجلیل نے کبھی پڑھنے پڑھانے کا باضابطہ شغل اختیار نہیں کیا۔ ساری زندگی عبادت و ریاضت، ذکر و اذکار میں گزار دی۔ بلامبالغہ انسان ہونے کے باوجود ان کی زندگی ملکوتی زندگی تھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے انتقال کے بعد تو خانقاہ ڈھڈیاں شریف میں آپ نے ڈیرے لگا دیئے۔ حضرت رائے پوری کے بھانجے حضرت مولانا عبدالوحید نے مدرسہ و مسجد ڈھڈیاں کے نظم کو چلایا۔ خانقاہ شریف کے معمولات حضرت مولانا عبدالجلیل نے پورے کئے۔ بہت ہی گمنامی کی زندگی گزاری۔ جلسے، جلوس، میٹنگ و اجتماع کے بالکل قریب نہ جاتے تھے: ''رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله'' کا مصداق تھے۔ شاید زندگی میں کبھی تکبیر اولیٰ قضا ہوئی ہو۔ اذان ہونے کے ساتھ ہی وہ مسجد میں ہوتے۔ لیکن احتیاط کا یہ عالم کہ فوتگی سے پہلے فدیہ ادا کیا۔

مولانا عبدالجلیل کو عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا اعزاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے ورثہ میں ملا تھا۔ جب کبھی آپ سے ملنے کے لئے جانا ہوا ختم نبوت کے کام کی تفصیلات بڑی محبت سے سنتے اور ان کی طبیعت شگفتہ پھول کی طرح ہو جاتی۔ ختم نبوت پر کام کرنے والوں کو اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ بلامبالغہ لاکھوں لاکھ انسانوں نے جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

(۸۹۶) عبدالجلیل (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت:۱۹۲۲ء ...... وفات: ۲۷/اپریل ۲۰۱۷ء)

حضرت مولانا عبدالجلیل سابقہ ریاست انب وتناول جو کہ اب ضلع مانسہرہ میں شامل ہے کے مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی والدہ ریاست کے قاضی القضاۃ قاضی عبداللہ کی بیٹی تھی۔ مولانا عبدالجلیل ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دینی تعلیم ہری پور، لاہور اور دورۂ حدیث ۱۹۴۸ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا سلطان محمود سے کٹھیالہ شیخاں ضلع گجرات میں پڑھا تھا۔ مولانا سلطان محمود کے دست مبارک سے لکھی ہوئی سند حدیث بھی موجود ہے۔

مولانا عبدالجلیل اپنی خودنوشت سوانح میں لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا سلطان محمود خود ہی تمام کتب حدیث پڑھاتے، جب دورۂ شریف ختم ہوا تو ہمیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے طرز پر ترجمہ وتفسیر قرآن کا دورہ بھی پڑھایا گیا۔'' فراغت کے بعد مولانا کا تقرر دینیات کے استاذ کی حیثیت سے علاقہ پڑھنہ میں ہوگیا۔ ابھی تناول اور ریاست انب نواب صاحب کے زیر تسلط تھی۔ بعد میں اس کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہوگیا۔ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ اسی علاقہ پڑھنہ کے نوابزادہ غلام حیدر خان کی دعوت پر آپ چھنگی نامی گاؤں میں امامت وتدریس قرآن پر مقرر کردیئے گئے۔ اس زمانہ میں غلام حیدر خان کا قیام بھی چھنگی میں تھا۔ نوابزادہ غلام حیدر خان اور گاؤں کے لوگوں کو آپ سے عقیدت ہوگئی تھی۔ آپ نے یہاں بھرپور طریقے سے امامت اور تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ عمر بھر قرآن مجید کی تدریس، ترجمہ تفسیر اور عمومی بیانات سے عوام کے عقائد، اعمال اور معاملات میں رہبری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ جامع مسجد چھنگی میں بیرونی طلباء کو بھی پڑھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل، تقویٰ، اخلاص، اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ جس سے پورے علاقہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مولانا سید اسرار الحق شاہ اور راقم الحروف کی دینی تعلیم وتربیت بھی آپ ہی کے مرہون منت ہے۔

مرزا قادیانی کے کچھ چیلے ریاست انب دربند میں اپنے قدم جمانا چاہتے تھے۔ آپ کے بزرگوں اور قاضی محمد اسحاق کی مشترکہ کوششوں سے مرزائیوں کو ریاست بدر کردیا گیا۔ اس کی تفصیل خود قاضی محمد اسحاق کی قلم سے لکھی ہوئی موجود ہے۔ جسے استاد محترم مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شامل فرماکر محفوظ کردیا ہے۔ مولانا عبدالجلیل ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں فعال رہے۔ ۱۹۸۴ء میں تناول میں مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی۔ جس کے امیر آپ کے شاگرد مولانا اسرار الحق شاہ مقرر ہوئے اور آپ کو جماعت کا سرپرست بنایا گیا۔ ''لولاک'' کے اس دور کے شمارے اس کے گواہ ہیں۔ راولپنڈی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے آپ بھی جلوس لے کر مانسہرہ پہنچے۔ صدر ضیاء الحق نے کانفرنس سے پہلے ہی مطالبات منظور کرلئے۔ اس لئے آپ راولپنڈی نہ جاسکے۔

مولانا عبدالجلیل صاحب ۲۷/اپریل ۲۰۱۷ء کو ظہر کے وقت وفات پاگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور بروز جمعۃ المبارک دن دس بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جو آپ کے نواسے مفتی فیصل شمس نے پڑھائی۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر دور دراز سے لوگ جنازہ میں شرکت کی غرض سے آئے۔ علاقہ پڑھنہ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔ جس میں علماء کرام، مشائخ عظام، ممبران اسمبلی اور ہر طبقہ کے لوگ جوق در جوق شریک ہوئے۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ تقریباً ایک صدی کے برابر آپ کی عمر مبارک ہوئی

ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائیں اور جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائیں۔ آمین! (قاری محمد شاہ نقشبندی)

(۸۹۷) عبدالحئی امرتسری، مولانا

’’تذکرۃ العباد (لکیلا یفتروا باقوال اھل الحاد) ‘‘ قادیانی دجل کرتے ہیں کہ عذاب آرہے ہیں جو مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہیں۔ مصنف نے جواب دیا کہ عذاب کے نزول کے کئی اسباب ہیں۔ نبی کے انکار سے عذاب شئی دگر ہے۔ ورنہ جب بھی عذاب آئے تو کوئی نبی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ مؤلف مولانا عبدالحئی بن مولانا محمد عثمان ہیں۔ برق مطبع امرتسر سے اوّلاً شائع ہوئی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل اشاعت ہوئی۔ خوب معلوماتی کتاب ہے جو مصنف کی قابلیت کی دلیل ہے۔

(۸۹۸) عبدالحئی جام پوری، مولانا

(وفات: ۴؍جون ۲۰۰۷ء)

دارالعلوم دیو بند کے فاضل، محقق وفاضل اجل حضرت مولانا عبدالحئی جام پوری نے دورہ حدیث دارالعلوم دیو بند سے کیا۔ اس زمانہ میں سپیشلائزیشن کے لئے حضرات فضلاء دارالعلوم اپنے اپنے ذوق کے مطابق، خانقاہوں، مناظرین، اطباء کے ہاں رجوع کرتے تھے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے لکھنؤ دارالمبلغین میں داخلہ لیا اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے ہاں فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

اس دور میں سردار احمد خان پتافی نے تنظیم اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی تھی۔ سردار صاحب مرحوم اسی علاقہ کے نامی گرامی مذہبی زمیندار تھے۔ مولانا عبدالحئی نے ان کی سرپرستی میں جام پور مسجد مہاجرین، وجامعہ محمدیہ سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ جب کہ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغی کاوشوں کو جلاء ملنے لگی۔

آپ عرصہ تک تنظیم اہل سنت پاکستان کے دارالمبلغین ملتان، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد، مدرسہ سلطان العلوم مدنیہ کوٹلہ رحم علی شاہ ضلع مظفرگڑھ اور دیگر مدارس کے ریفریشر کورسوں میں لیکچرار کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاقائی کے پروگراموں اور بالخصوص چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کا عرصہ تک معمول رہا۔ حضرت مولانا صوفی اللہ وسایا مجاہد ختم نبوت اپنی صحت کے زمانہ میں بس، ویگن پر بھرپور وفد ڈیرہ غازیخان سے چناب نگر کانفرنس پر لایا کرتے تھے۔ بدھ شام روانہ ہوتے۔ جمعرات فجر سے قبل پہنچ جاتے اور فجر کا درس مولانا عبدالحئی جام پوری سے دلا کر ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کرتے۔

مولانا عبدالحئی ملک بھر کی اہم مسلکی میٹنگوں میں شریک ہوتے اور بڑی جچی تلی مختصر رائے دیتے جو وقیع سمجھی جاتی۔ بہت ہی فاضل معلوماتی اور ثقہ عالم دین تھے۔ دینی علوم بالخصوص فتن کے حوالہ سے تاریخ پر گہری نظر اور دسترس تھی۔ فقہ میں بھی رسوخ حاصل تھا۔ بعض ان کے فتویٰ جات یادگار اور ٹھوس بنیادوں پر بطور سند کے پیش کئے جانے کے لائق ہیں۔ حضرت مولانا سید نورالحسن بخاری

کے آخری زمانہ حیات میں تنظیم اہل سنت سے حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری، حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ نے علیحدہ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کی داغ بیل ڈالی۔ پھر مولانا عبدالشکور دین پوری مجلس علماء اہل سنت پاکستان کے نام سے خطباء اہل سنت کی ایک جماعت کے لئے وقف ہوگئے۔ تو اس زمانہ میں سید عبدالمجید ندیم شاہ کی نظر انتخاب مولانا عبدالحئی جام پوری پر پڑی۔ انہیں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کا سربراہ بنادیا۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے مخدوم زادہ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ نے انہیں اپنی مجلس احرار اسلام پاکستان کا صدر منتخب کرایا۔ غرض مولانا عبدالحئی جام پوری ایسے مرنجاں مرنج انسان اور خوبیوں کے مالک تھے کہ جہاں کہیں خلاء پیدا ہوتا اسے پر کرنے کے لئے سب کی نظر حضرت مولانا عبدالحئی جام پوری پر پڑتی اور وہ بھی اپنی طبعی شرافت اور خدمت دین کے مزاج کے باعث کہ اگر میرے جانے سے دین کے اس شعبہ کا کام چل سکتا ہے تو دریغ نہ فرماتے۔ مولانا عبدالحئی جام پوری نے کئی جماعتوں کی کوہ پیمائی کی۔ لیکن جہاں گئے اپنے علم وفضل کے باعث نمایاں رہے۔

طبعاً مرنجاں مرنج تھے۔ کسی بھی ادارہ وجماعت میں رہے ہوں اپنے کسی بھی دوسرے فریق کا شکوہ وغیبت نہ کرتے تھے۔ نہ ہی مخالفت مول لیتے تھے۔ اس لئے کہیں بھی رہے احترام تمام طبقوں میں آپ کا کیا جاتا تھا۔

مدرسہ سلطان العلوم کوٹلہ رحم علی شاہ میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ کو تکلیف دی گئی۔ آپ نے تفسیر پڑھائی اور ایسی پڑھائی کہ گویا آپ کا موضوع ہی یہ تھا۔ آپ نے سنی خطباء کے لئے جمعہ خطبہ عربی زبان میں ترتیب دیا، شائع ہوا۔ ملک کی کئی مساجد میں وہ پڑھا جارہا ہے جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مسجد مہاجرین، جامعہ محمدیہ فیض القرآن جام پور میں نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط آپ نے قرآن وسنت سے لوگوں کے ایمانوں کو جلاء بخشی۔ گزشتہ سے پیوستہ برس اس مدرسہ کے جلسہ پر فقیر کی حاضری ہوئی۔ رات کا بیان تھا۔ مدرسہ سے گھر دور ہونے کے باوجود رات کو تشریف لائے اور فرمایا صرف آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ بیان کے آخر تک شریک مجلس رہے۔ اس سے ان کی برخوردار نوازی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک کی جماعتوں وشخصیات کے ہاں بھی آپ کو احترام کا درجہ حاصل تھا۔ مقامی، ضلعی، ڈویژنل امن کمیٹیوں کے رکن رکین رہے۔ جسم ہلکا، رنگ پکا، داڑھی قدرے ورلی چھدرے بالوں والی، قدوقامت دراز، عمر بھر چاک وچوبند رہے۔ ۹۵ سال کی عمر پائی آخر وقت تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔ سوائے بڑھاپا کی کمزوری کے کوئی بیماری نہ تھی۔ اخباری اطلاع کے مطابق آخری دن بھی حسب معمول صبح درس قرآن مجید دے رہے تھے کہ دل کی بازی ہار گئے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ اس روز جام پور میں جنازہ ہوا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر عبداللہ نے پڑھایا۔ شام کو آبائی قبرستان کوٹ چھٹہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ دیانتداری کی بات ہے کہ بہت ہی خوبیوں کے مالک عالم دین تھے۔ اسلاف کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر قانع طبیعت اور ایثار پیشہ تھے۔ باوجودیکہ ایک پسماندہ قصبہ نما شہر میں زندگی گزاری۔ لیکن احترام، مقام، شہرت، ملک گیران کو نصیب ہوئی۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ پڑھنے پڑھانے اور تقریر وبیان سے تعلق رکھا۔ اگر تحریر کی دنیا کی طرف طبیعت چل نکلتی تو لکھنؤ کی زبان دانی کے باعث قابل قدر ذخیرہ چھوڑ جاتے۔ اب بھی سینکڑوں ان کے شاگردان کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔ سراپا خیر تھے۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین! بحرمة النبی الکریم!

(۸۹۹) عبدالحئی عابد (لاہور)، مولانا

(وفات: فروری ۲۰۱۳ء)

حضرت مولانا قاری عبدالحئی عابد ملک عزیز کے نامور خطیب تھے۔ ہمارے ملک کے نامور خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے مولانا عبدالحئی عابد برادر اصغر تھے۔ مولانا عابد نے ’’لا نبی بعدی ‘‘ کے نام پر رسالہ مرتب کیا۔ قرآن وسنت سے ختم نبوت وحیات مسیح پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۹۰۰) عبدالحئی کوہاٹی، مولانا

حضرت مولانا عبدالحئی کوہاٹی ’’آئینہ مرزا یا مرزائی ناول‘‘ کے مصنف ہیں۔ ناول کی طرز پر اس کتاب کو لکھا ہے۔ قادیانی فتنہ سے متعلق جدید انداز تفہیم اپنایا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ کتاب سٹیم پریس راولپنڈی میں باہتمام مہتہ کشن چند موہن پرنٹر کے ہاں شائع ہوئی۔ پاکستان بننے سے پہلے کی شائع شدہ ہے۔ کتاب خوب دلچسپ ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۲۴۰ صفحات تھے۔ کم وبیش پون صدی بعد اس کتاب کی احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں دوبارہ اشاعت ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

(۹۰۱) عبدالحئی (مانسہرہ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۰ء ...... وفات: ۱۸؍نومبر ۲۰۰۵ء)

آپ مولانا محمد عالم کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جامع مسجد ناڑی مانسہرہ کے خطیب مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا اور وہیں مولانا رسول خان ہزاروی سے درس نظامی ودرس حدیث لیا۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں بھی خوب متحرک رہے۔ ان کی مسجد تحریکوں کا مرکز رہی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کے رفقاء میں سے تھے اور خوب جلالی بزرگ تھے۔

(۹۰۲) عبدالحامد بدایونی (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۲۰؍جولائی ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالحامد بدایونی نامور عالم دین تھے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان میں بڑی بے جگری سے کام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی آ گئے۔ حضرت مولانا ابوالحسنات قادری کے وصال کے بعد جمعیۃ علماء پاکستان کے تاحیات صدر رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑی پامردی کے ساتھ حصہ لیا۔ گویا آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت تھا۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں مولانا ابوالحسنات قادری کے ساتھ نظر بند رہے۔ قید وبند کی سخت صعوبتوں کو بڑی جوانمردی سے برداشت کیا۔ ان کی مدبرانہ فراست نے پورے ملک میں اس تحریک کو مقبول بنایا۔

(۹۰۳) عبدالحفیظ بہاری (در بھنگہ)، مولانا

(وفات:۲۱/دسمبر۱۹۵۸ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے۔آپ نے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہند سے سند حدیث حاصل کی۔آپ نے مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے در بھنگہ (بہار) میں پچاس برس تک تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔آپ نے ردقادیانیت پر مولانا سہول خان کے فتویٰ ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' پر تائیدی دستخط کئے۔(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۰)

(۹۰۴) عبدالحفیظ پیرزادہ (کراچی)، جناب

(ولادت:۲۴/فروری۱۹۳۵ء ...... وفات:اگست۲۰۱۵ء)

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ، جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کابینہ میں وفاقی وزیر قانون تھے۔بھٹو حکومت کے ختم ہونے کے بعد پھر سے وکالت شروع کی۔کراچی میں وکالت کرتے تھے۔نامور قانون دان قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر کئی قراردادیں پیش ہوئیں۔ مولانا نورانی، مولانا غوث ہزاروی وغیرہ ان سب پر ایک ساتھ قومی اسمبلی کی سب کمیٹی میں بحث ہوئی۔آخر میں گورنمنٹ اور اپوزیشن کی طرف سے ایک متفقہ ترمیمی بل لایا گیا۔جس پر کئی حضرات کے دستخط تھے۔جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے وفاقی وزیر قانون ہونے کے ناطے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۹۰۵) عبدالحفیظ (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا پیر جی

(پیدائش:۱۹۵۳ء ...... وفات:۷/نومبر۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ایک خلیفہ حضرت حافظ صالح محمد رائے پور گجراں کے تھے۔ان کے دو صاحبزادے تھے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری جو چک نمبر ۱۱ چیچہ وطنی میں قیام پذیر تھے۔آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔حضرت مولانا حافظ صالح محمد کے دوسرے صاحبزادے حضرت پیر جی عبداللطیف تھے۔آپ بھی حضرت رائے پوری کے خلیفہ ارشد تھے۔چیچہ وطنی میں آپ نے مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے قائم کیا۔

انہیں حضرت پیر جی عبداللطیف کے ہاں جناب ''عبدالحفیظ'' پیدا ہوئے۔آپ گجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ نے اپنے والد گرامی سے تعلیم کا آغاز کیا۔قرآن مجید بھی تجوید القرآن چیچہ وطنی میں حفظ کیا۔درس نظامی کا آغاز بھی اسی ادارہ میں ہوا۔ حضرت مولانا ارشاد احمد چیچہ وطنی والے آپ کے استاذ تھے۔درس نظامی کی تکمیل جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کی۔مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا فیض احمد، حضرت مولانا علی محمد، حضرت مولانا محمد اکبر خان آپ کے مشہور اساتذہ میں سے تھے۔دورہ حدیث شریف کے بعد مدرسہ تجوید القرآن میں چھ سات سال آپ نے تدریس بھی کی۔نو اسفار حج ہوئے۔۲۳/عمرے کے بھی سفر کئے۔عمرہ کے بعض اسفار میں حافظ مشتاق احمد بھی آپ کے ہمراہ رہے۔

آپ کے تایا ابا حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری چک ۱۱ والوں نے آپ کو اپنے پاس خانقاہ عزیزیہ چک نمبر ۱۱ میں بلا لیا۔ مدرسہ عزیزیہ حفظ القرآن اور خانقاہ عزیزیہ کی خدمت ونگرانی آپ کے ذمہ لگائی۔ حضرت ۱۱ والوں کی وفات کے بعد مکمل طور پر مدرسہ اور خانقاہ عزیزیہ کا انتظام، انصرام واہتمام آپ کے سپرد رہا۔ آپ کو حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی، حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری چک نمبر ۱۱، حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی لاہور ایسے کئی مشائخ سے خلافت کا اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ رائے پوری زندگی بھر تمام دینی جماعتوں، اداروں، شخصیات اور تحریکوں کے شانہ بشانہ رہے۔ ہر سال چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں قافلہ کے ساتھ شرکت فرماتے۔ ایک اجلاس کی صدارت بھی فرماتے اور پوری کانفرنس کے دوران اکثر وبیشتر اسٹیج پر تشریف فرما رہتے۔ علاقہ بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرماتے۔ آپ کا وجود تمام دینی تحریکات کے لئے انعام خداوندی تھا۔ آپ ملک بھر کے دینی اجتماعات اور کاموں کے لئے بڑی جان سپاری کے ساتھ شرکت فرماتے۔ اس وقت ملک کے اہل اللہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ وہ کیا گئے کہ روایات اکابر کا ایک سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

آپ نے علاقہ بھر میں کئی مساجد ومدارس تعمیر کرائیں۔ چک نمبر ۱۱ کے چاروں کونوں پر مساجد کی تعمیر کرائی۔ ہر روز فجر کی نماز کسی نئی تعمیر کردہ مسجد میں پڑھتے۔ خانقاہ شریف سے نکلتے، دوستوں کو نماز کے لئے جگاتے جاتے اور یوں مسجد پہنچنے تک گاؤں کے ایک حصہ کو نماز کے قیام کے لئے قائم کر دیتے۔ دوسرے دن گاؤں کی دوسری سمت، تیسرے دن تیسری سمت، یوں پورے چک کو اقامت صلوٰۃ کی تلقین فرماتے۔ وفات کے دن بھی صبح نماز سے قبل اٹھے۔ راستہ میں ساتھیوں کو آوازیں دے کر جگاتے گئے۔ راستہ میں ایک جگہ سینہ میں درد ہوا، بیٹھ گئے اور پھر اٹھے۔ درد سے پھر بیٹھ گئے۔ ہسپتال لے جایا گیا۔ راستہ میں ہی مسکراتے، باتیں کرتے اس دنیا کی حدود کو پار کر کے عالم آخرت میں جا ڈیرہ لگایا۔

۷/نومبر ۲۰۲۰ء کو مغرب کے بعد شہر کے سب سے بڑے اسٹیڈیم میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے برادر گرامی پیر جی عبدالجلیل رائے پوری نے پڑھائی اور چک گیارہ کے قبرستان میں محو استراحت ہوئے۔ حق تعالیٰ رحمتوں سے شرابور فرمائیں۔ آمین!

(۹۰۶) عبدالحفیظ حقانی حنفی (آگرہ)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۰ء، آنولہ ضلع بریلی ...... وفات: ۲۳/جون ۱۹۵۸ء، ملتان)

''السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ'' مفتی آگرہ مولانا عبدالحفیظ حقانی حنفی نے ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب تحریر فرمائی۔ مصنف نے خود ابتداء میں اس کتاب کے تعارف پر بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ اس لئے مجھے اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔ مجھے ایسے یاد ہے کہ آگرہ کے مفتی عبدالحفیظ مغانی حنفی، ایم.کیو.ایم کے الطاف حسین کے نانا تھے۔ نانا قادیانیوں کے خلاف، نواسہ ان کے لئے نرم گوشہ رکھے۔ اچھی روایات کے خاتمہ کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی؟ ہے نا اہل کہیں کا۔

مفتی عبدالحفیظ صاحب کے والد گرامی کا نام مولانا عبدالمجید تھا۔ مفتی حفیظ نے اپنے والد سے صرف ونحو وفارسی پڑھی۔ پھر مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے پڑھا۔ آپ کے والد صاحب نے ٹانڈہ میں مدرسہ قائم کیا۔ یہ وہاں پڑھانے کے لئے چلے گئے۔ پھر مدرسہ

حمیدیہ مدراس اور انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی میں بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں آگرہ جامع مسجد کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی آ گئے تھے۔ جناح مسجد میں خطیب رہے۔ دارالعلوم مظہریہ کراچی کے شیخ الحدیث رہے۔ جامعہ نعیمیہ لاہور کے سالانہ جلسہ پر گئے۔ واپسی پر ملتان میں وصال ہوا۔ حسن پروانہ قبرستان میں محو استراحت ہیں۔ مولانا محمد حسن حقانی دارالعلوم امجدیہ کے مہتمم اور سابق ایم. پی. اے سندھ آپ کے صاحبزادہ ہیں۔

(۹۰۷) عبدالحفیظ (ساہیوال)، جناب حاجی

مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام ساہیوال کے نظامت کے عہدوں پر کام کرتے رہے۔ عمر بھر علماء کرام کی قیادت میں دین کی ترویج اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں ہراوّل دستہ میں شامل رہے۔

(۹۰۸) عبدالحفیظ سکھروی، مولانا

(وفات: ۱۷ر جنوری ۲۰۰۲ء)

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ سکھروی ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر معدہ کے مرض کا شکار ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم بندھانی خاندان کے مشہور قاری رحیم بخش کے نور نظر تھے۔ تلاوت قرآن کریم کا ذوق انہیں اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کی زبان ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت سے تر رہتی تھی۔ نواں گوٹھ سکھر کے مشہور مدرسہ تعلیم القرآن کے شعبہ حفظ وقرات سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنی زندگی کے تمام لمحات تعلیم قرآن کے لئے وقف کر دیئے۔ مایہ ناز مدرس اور قاری قرآن تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قراء حضرات برزخ، محشر اور جنت میں بڑے سوز و گداز اور وجد آفریں انداز سے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ قاری عبدالحفیظ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شیریں ذوق اس دنیا میں عطا کر دیا تھا۔ قرآن کریم کی کثرت تلاوت کی مٹھاس ان کے ہونٹوں کو ہمہ وقت متبسم رکھتی تھی۔ آپ اپنی گفتگو میں اپنے مخاطب کو سب سے پہلے مسکراہٹ کا تحفہ اور ہدیہ پیش کرتے اور پھر بات کرتے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے انہیں قلبی اور جگری تعلق تھا۔ ختم نبوت کے عنوان پر جلسے، کانفرنس، درس کے ہر پروگرام میں پیش پیش رہتے تھے۔ موصوف جید عالم دین بھی تھے۔ تدریسی خدمات کے ساتھ آپ اصلاحی اور تبلیغی خطبات سے سکھر کے مسلمانوں کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ سکھر کے تادم واپسی خطیب رہے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کئے جو حسن صورت اور حسن سیرت، علم و فضل کے لحاظ سے اپنے والد کے قابل فخر جانشین ہیں۔ ایک بیٹا دبئی میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور دوسرا سکھر میں تدریس اور خطابت کی خدمات اپنے مرحوم والد کی نیابت میں سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائیں۔

(۹۰۹) عبدالحفیظ شاہ، جناب سید

موصوف نے عرب امارات میں قادیانیوں کے خلاف ویب سائٹ بنائی۔ ’’ٹو ان ون‘‘ ایک کتاب بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کی۔ قادیانیوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔

(۹۱۰) عبدالحفیظ مکی، حضرت مولانا

(وفات:۱۶؍جنوری ۲۰۱۷ء)

مولانا عبدالحفیظ مکی امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد پاکستان فیصل آباد کارخانہ بازار میں آپ کا خاندان منتقل ہوا۔ آپ کے والد گرامی ملک عبدالحق کاروباری انسان تھے۔ ٹرنک سازی کا کام شروع کیا اور اس میں خوب ترقی کی۔ ملک عبدالحق کی مذہبی سرگرمیوں کا مرکز تبلیغی جماعت تھی اور ملک برادری کا یہ پورا کنبہ ہی تبلیغ سے جڑا ہوا تھا۔ ملک عبدالحق اس زمانہ میں حج کے لئے حجاز مقدس گئے۔ اس دور میں والیٔ حرمین، عصر کے بعد موجودہ باب عبدالعزیز کے باہر نشست کرتے تھے۔ لوگ درخواستیں دیتے۔ وہ موقعہ پر احکام جاری کرتے۔ مولانا عبدالحفیظ مکی کے والد گرامی نے نیشنیلٹی کی درخواست دی۔ انہوں نے منظوری دے دی۔ یوں آپ والدین سمیت سعودی شہریت کے مالک بن گئے۔

قدرت کے فیصلے دیکھئے! امرتسری سے لائل پوری (فیصل آبادی) بنے۔ اب لائل پوری سے مکی بن گئے۔ ان کا تبلیغ سے وابستگی کے باعث ہند کے اکابر تبلیغ سے پرانا تعلق تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سمیت جو بھی حجاز مقدس تشریف لاتے ان کی میزبانی کا اس گھرانہ کو اعزاز حاصل ہوتا۔ مولانا عبدالحفیظ مکی نے مکہ مکرمہ میں عصری تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور گئے۔ فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ حضرت شیخ الحدیث کی، پورے خاندان کی طرح بیعت کر چکے تھے۔ جب شیخ الحدیث حجاز مقدس تشریف لاتے تو جدہ ایئر پورٹ آمد سے واپسی تک آپ حضرت شیخ الحدیث کے سواری سمیت حاضر باش خادم ہوتے۔ مریدی، شاگردی اور تبلیغ کے اس تعلق نے اور گہرا رنگ اختیار کیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے تصوف کے اسباق کی تکمیل پر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مولانا عبدالحفیظ مکی کے پاس سعودی نیشنیلٹی تھی۔ کبھی حضرت شیخ الحدیث مہینوں سعودی عرب، تو کبھی مکی صاحب مہینوں سہارنپور۔ ساتھ رہے اور خوب رہے۔ پھر بیرون ممالک کے اسفار میں ساتھ رہا۔ ایک وقت تھا کہ اسفار کی ترتیب اور ڈاک مولانا عبدالحفیظ مکی کے سپرد ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث مستقل مدینہ طیبہ رہنے لگے تو حاضری کے مواقع اور زیادہ ہوگئے۔ حضرت شیخ الحدیث کے مکاتیب پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا ملک عبدالحفیظ مکی پر حضرت شیخ الحدیث بہت اعتماد فرماتے تھے۔ زہے نصیب!

راقم کا حضرت مکی صاحب سے تعلق ستر کی دہائی سے ہے۔ اس پر گویا چالیس سال بیت گئے۔ اس دوران میں پاکستان، برطانیہ، بنگلہ دیش، حجاز مقدس نہ معلوم کتنے سفر اکٹھے ہوئے۔ کتنی میٹنگوں میں شرکت رہی، کتنی کانفرنسوں میں ساتھ رہا۔ عینی شہادت ہے کہ آپ اچھے انسان اور محبتوں والے شخص تھے۔ آپ کے جماعتی، تبلیغی، روحانی اسفار خوب ہوتے تھے۔ اس وقت بھی سفر پر تھے اور خوش بختی و بلند نصیبی ملاحظہ ہو کہ اس دوران رحمت حق کے حضور چل دیئے۔ رحمت عالم خاتم النّبیین ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین! ثم آمین!

جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن کے ہسپتال میں آپ کا انتقال ہوا اور سعودی عرب مدینہ طیبہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(۹۱۱) عبدالحق الباکستانی، مولانا

مولانا عبدالحق نے ’’الاحمدیۃ اللاھوریہ ‘‘نام سے ۴۰صفحات پر مشتمل عربی میں رسالہ شائع کیا۔ لاہوری مرزائی افریقی ممالک میں یہ تأثر قائم کرتے تھے کہ ہمارا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ جس سے وہاں کے مسلمانوں میں لاہوری مرزائیوں سے متعلق صحیح صورتحال واضح نہیں ہوتی تھی۔ جس کے باعث وہ کسی بڑی غلطی کے مرتکب ہوسکتے تھے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ لاہوری مرزائی بھی مرزا غلام قادیانی کے پیروکار ہیں جو عقائد قادیانی جماعت کے ہیں۔ وہی لاہوری پارٹی کے ہیں۔ ان میں اختلاف عقائد کا نہیں بلکہ اقتدار و مسند نشینی کا ہے۔ جیسے قادیانی غیر مسلم ہیں ایسے ہی لاہوری بھی غیر مسلم ہیں۔ افریقہ و عرب ممالک میں یہ کتاب تقسیم کی گئی اور مسلمانوں کو ایک خطرناک فتنہ سے بچایا گیا۔

(۹۱۲) عبدالحق امرتسری، جناب حکیم

(ولادت: ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء ...... وفات: ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ/ ستمبر ۱۹۵۱ء)

حکیم عبدالحق خواص پور، علاقہ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی عبدالعزیز دینا نگری کے نام سے موسوم تھے۔ قرآن حفظ کیا۔ والد سے ہی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے بھی تعلیم حاصل کی۔ کانپور اور دہلی کا بھی رخ کیا۔ جہاں آپ نے شیخ احمد حسن کانپوری اور سید نذیر حسین دہلی سے علم حاصل کیا۔ حکیم اجمل خان اور مشہور طبیب دہلی حکیم نور محمد سے فن طب سیکھی۔ امرتسر میں ہفتہ وار رسالہ اہل سنت والجماعت شائع کرواتے۔ اسی شہر میں طبیہ کالج کی بنیاد رکھی۔ جب آپ کے پاس استفتاء بعنوان ’’فتویٰ تکفیر قادیان‘‘ آیا تو آپ نے قادیانیت کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

’’جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال مذکورہ بالا کا مصدق ہے اور ان کو صحیح مانتا ہے۔ وہ شرعاً کافر و مرتد ہے اور کافر و مرتد کا نکاح عورت مسلمہ سے ہرگز جائز نہیں اور اگر بعد از نکاح، ناکح مرزائی ہوگیا تو فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اعلان کرنا چاہئے کہ کوئی شخص مسلمان، مرزائیوں سے زوجیت کا تعلق پیدا نہ کرے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۷۹)

(۹۱۳) عبدالحق (اٹک)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۴؍نومبر ۱۹۸۵ء)

مولانا مدرسہ مفتاح العلوم حضرو کے بانی و مہتمم تھے۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایمانی جذبہ سے بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

(۹۱۴) عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا

(ولادت: جنوری ۱۹۰۹ء ...... وفات: ۷؍ستمبر ۱۹۸۸ء)

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ میرٹھ، امروہہ میں بھی پڑھتے رہے۔

دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ پھر قیام پاکستان تک اپنے مادر علمی دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اکوڑہ خٹک قائم کیا۔ جو آج پاکستان کے بڑے مدارس اور صوبہ خیبر پختونخواہ کا سب سے بڑا جامعہ شمار ہوتا ہے۔ آپ تین مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو آپ نے امت مسلمہ کا مؤقف پیش کرنے میں سنہری خدمات سرانجام دیں۔ مولانا عبدالحق بہت بڑے عالم، مدبر اور بزرگ رہنما تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔ ۳؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر آپ نے قومی اسمبلی پر تقریر فرمائی۔

جناب مولانا عبدالحق کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا عبدالحق: اچھا جی! تو گزارش میری یہ ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ جو ہے یہ مسئلہ تو ہمارے آئین میں طے شدہ ہے کہ مسلمان وہ ہوسکتا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور اس کے بعد کوئی بروزی یا ظلی نبی نہیں آسکتا تو اس وقت صورتحال یہ ہے کہ یہ مسئلہ تو آئین کے لحاظ سے طے شدہ ہے۔ اب یہ دوسرا مسئلہ مرزا غلام احمد کے متعلق ہے تو اس کے متعلق یہاں پر کتابوں اور حوالوں سے اور مرزا ناصر اور صدرالدین کی تسلیم سے یہ چیز انہوں نے مان لی ہے کہ مرزا غلام احمد نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں اور اس کی جتنی تاویلیں انہوں نے کیں ان تمام تاویلوں کے بعد انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ مرزا غلام احمد کو ہم نبی جانتے ہیں اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ لاہوری پارٹی نے بھی یہی کہا کہ ہم اس کو مجدد یا ملہم یا مکلم کہتے ہیں۔ لیکن اٹارنی جنرل صاحب کے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں، انہیں نبی بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''ینزل نبی اللہ عیسیٰ بن مریم'' تو ہمارے اٹارنی جنرل صاحب نے فرمایا۔ انہیں۔ (لاہوری پارٹی سے) کہ جب حضور اکرم ﷺ کی حدیث سے تم نبوت کا اطلاق کرنا چاہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس کو نبی مانتے ہو۔ تو دونوں جماعتوں نے اس کو نبی تسلیم کرلیا۔

اب یہ ہے کہ آئین کے مطابق جو رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیین نہیں جانتا وہ آئین کے مطابق مسلمان نہیں ہے۔ وہ غیر مسلم ہے تو اس صورت میں ان کے غیر مسلم ہونے کا (جیسا کہ نفس الامر میں ہے اور شریعت میں ہے اسی طریقے سے) آئین کی بناء پر بھی وہ غیر مسلم ہی ہوئے۔

اب رہی دوسری بات کہ وہ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہو، تو ہماری جانب سے یہ کہا گیا کہ تم غیر احمدی کو یعنی مسلمانوں کو مسلمان کہتے ہو یا دائرہ اسلام سے خارج؟ تو دونوں جماعتوں نے یہ تسلیم کرلیا، لاہوریوں نے کہا کہ غیر احمدی حقیقی مسلمان نہیں ہے اور ربوہ والوں نے کہا کہ دائرہ اسلام سے غیر احمدی خارج ہیں اور کافر ہیں اور پکے کافر ہیں۔ یہ بات انہوں نے تسلیم کرلی۔ اب یہاں پر جب کہ وہ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں، پکے کافر کہتے ہیں۔ دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان حقیقت میں الحمدللہ امتیاز ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن اگر ان کی نظر میں ہم غیر مسلم اکثریت ہیں تو چاہے اپنے آپ کو مسلمان کہو یا جو بھی کہو، لیکن انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ جمہور مسلمین کے یعنی غیر مرزائی مسلمان جو ہیں ان کے مقابلے میں وہ یقیناً الگ فرقہ ہیں۔ اس کو تسلیم کرنا ہوگا یا ہمیں یہ کہہ دو کہ چلو بھئی تم غیر مسلم اکثریت ہو اور اپنے آپ کو یہ مان لو کہ ہم مسلمان اقلیت ہیں، یا یہ کہ ہم مسلمان اکثریت ہیں۔ (الحمدللہ) تو تم اس کے مقابلے میں غیر مسلم اقلیت ہو۔ جیسا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے، ہندو اکثریت میں تھے۔ ہمارے نزدیک ہندو کافر تھے، اب بھی کافر، پہلے بھی کافر، تو ہم نے کسی وقت یہ مطالبہ نہیں کیا

کہ چونکہ ہم اقلیت میں ہیں۔ اس لئے ہمیں سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے نعوذ باللہ (کسی مسلمان کے دماغ میں نہیں آیا) ہندوؤں میں شامل ہوجائیں۔ حقیقت میں مرزائی یہ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا استحصال کریں۔

جناب چیئرمین: اب مولانا مفتی محمود صاحب نے تقریر کرنی ہے۔ یہ تجاویز کا وقت ہے۔ اکثر لوگ......

مولانا عبدالحق: بہت بہتر! یعنی مرزائی جو ہیں ان کے ساتھ ہم مسلمانوں کی منافرت یا عداوت اب کھلی ہے۔ اس سے پہلے وہ زمین دوز طریقے پر کس قدر مسلمانوں کی تباہی کر چکے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ چونکہ ہمارے اوران کے درمیان پوری منافرت ظاہر ہوچکی ہے۔ اب اگر وہ ہماری کلیدی آسامیوں پر فائز رہیں تو میں یہ عرض کرتا ہوں کیا وہ پاکستان اور مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوسکتے ہیں؟ جب کہ ہم اس وقت یہ فیصلہ کردیں اور خدا ہمیں یعنی اس مجموعی اسمبلی کو توفیق دے کہ یہ ان کو غیرمسلم اقلیت قرار دے۔ اس کے بعد وہ اگر کلیدی آسامیوں پر فائز رہیں تو یقیناً وہ ہمیں اور تباہ کریں گے۔ مسلمانوں کے بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر کمیٹی فیصلہ دے کہ انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر ایسے لوگوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے تو ملک کا انتظام کس طریقے سے چلے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نظام اللہ چلائے گا۔ اس سے پہلے ہمارے وزیراعظم صاحب نے بڑی بہادری کی کہ تیرہ سو ناپسندیدہ افسروں کو نکال دیا۔ اس وقت بھی تو اللہ نے نظام چلایا۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ ان کو کلیدی آسامیوں پر سے ضرور ہٹایا جائے۔ ورنہ صرف غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

(۹۱۵) عبدالحق چوہان (رحیم یارخان)، مولانا

رحیم یارخان کے مولانا عبدالحق صاحب مجلس احرار اسلام کے سرگرم رہنما تھے۔ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری نے آپ کا پمفلٹ شائع کیا جس کا نام تھا: ''کیا حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑوی مرزائی تھے؟'' یہ جنوری ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ ان کا دوسرا رسالہ ''فرنگی سیاست کے برگ وبار'' ہے یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع ہوئے۔

(۹۱۶) عبدالحق حقانی محدث دہلوی، مولانا

زمانہ جانتا ہے کہ مولانا عبدالحق حقانی محدث ومفسر دہلوی وہ شخصیت ہیں جن کا پورے برصغیر کے ہر حلقہ میں احترام ہے۔ آپ نے تفسیر المنان المعروف تفسیر حقانی اردو آٹھ جلدوں میں تحریر کی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی جلیل القدر تصنیفات ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے متعلق یہ فتویٰ دیا: ''یہ شخص منجملہ ان دجالوں کے ایک دجال ہے جن کی رسول خدا ﷺ نے خبر دی تھی۔ مگر بڑا بھاری دجال بلکہ اس کا عم وخال ہے۔ اگر پنجاب میں آزادی اور الحاد کا دریا اسی طرح موجزن رہے گا اور اس کے بعد کوئی موٹا تازہ دولت مند خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو سینکڑوں سادہ لوح پنجابی اس کے بھی مرید ہوجائیں گے۔ خدا تعالیٰ قادیانیوں کو ہدایت نصیب کرے۔''

(۹۱۷) عبدالحق دہلوی بابائے اردو، مولانا

(ولادت: ۲۰؍اگست ۱۸۷۰ء ...... وفات: ۱۶؍اگست ۱۹۶۱ء)

آپ کو بابائے اردو کہا جاتا ہے۔ انجمن ترقی ادب اردو پاکستان کے آپ صدر تھے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ملعون قادیان اپنی

کتاب براہین کے لئے مختلف حضرات سے قلمی مدد مانگا کرتا تھا۔

(۹۱۸) عبدالحق رام پوری، جناب قاری

(پیدائش: ۱۹۲۰ء، رام پور ...... انتقال: ۵/اگست ۲۰۰۲ء، کراچی)

مرادآباد میں قرأت ودرس نظامی کی تکمیل کی۔ تقسیم کے بعد کراچی آ گئے۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں عرصہ تک شعبہ حفظ وقرأت کے رئیس رہے۔ جامع مسجد الفلاح کے امام وخطیب بھی رہے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں قیدوبند سے بھی دوچار رہے۔ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ میں مدفون ہیں۔

(۹۱۹) عبدالحق (ساکن قادیان)، جناب غازی

غازی عبدالحق قادیان کا رہنے والا جوشیلا نوجوان تھا۔ مرزائیت کے خلاف اس کے سینہ میں ایک جذبہ تھا۔ ایک جلن اور تڑپ تھی جو اسے ہر وقت تبلیغ کے لئے تیار رہنے پر مجبور کرتی تھی اور ہر دورہ میں جو ہم قادیان کے نواح میں کرتے تھے کاروبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا قریبی رشتہ دار ایک مخلص کارکن شیخ عبدالعزیز تھا۔ یہ مزاج کا ٹھنڈا مگر اخلاص وقربانی کا مجسمہ تھا۔ قادیان میں بڑے مشکل وقت میں یہ لوگ ہمارے کندھے سے کندھا ملائے شریک کار رہے۔ انہیں کئی دن ہمارے ساتھ رہنا پڑتا تھا۔ مگر کیا مجال کہ کبھی حرف شکایت زبان پر لائے ہوں؟ مرزائیوں کی جانب سے بعض اوقات بڑی خونخوار دھمکیاں آتی تھیں؟ بسا اوقات لالچ بھی دلایا جاتا تھا۔ مگر کیا مجال کہ کبھی کسی کا قدم یا عزم ڈگمگایا ہو۔ شیخ عبدالعزیز کا اب انتقال ہو چکا ہے اور ان کے صاحبزادہ عبدالحق لائل پور (فیصل آباد) میں ہیں۔ شیخ عبدالعزیز کے لڑکے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں اور بڑے خوش وخرم ہیں۔ مکانات بھی سب نے اپنے بنالئے ہیں اور بڑے عمدہ کاروبار میں مصروف اور خوش ہیں۔ غازی عبدالحق کا کاروبار بہت اچھا ہے۔ اس کے لڑکے کام کرتے ہیں اور وہ خود قومی کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ مشہور بریلوی عالم مولانا سردار احمد مرحوم سے وابستہ رہا ہے اور ان کے مدرسہ کا بڑا معاون ومددگار رہا ہے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۹۲۰) عبدالحق شیخ (چیچہ وطنی)، مولوی

(پیدائش: ۱۹۲۲ء، لدھیانہ ...... وفات: اپریل ۱۹۷۵ء)

آپ کا تعلق چیچہ وطنی سے تھا۔ شروع سے ہی مذہبی رجحان رکھتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کوئی غیر شرعی کام خود کیا نہ اپنے خاندان والوں کو کرنے دیا۔ جوانی سے ہی اسلام سے لگاؤ تھا۔ کبھی بھی شیو (Shave) نہ کروائی۔ آغاز بلوغت سے سنت رسول ﷺ چہرے پر سجا رکھی تھی۔ پابند صوم وصلوٰۃ ہونے کی وجہ سے مولوی کے لقب سے معروف ہوئے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ساہیوال جیل میں تقریباً ۲ ماہ تک پابند سلاسل رہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ قربت کا وقت گزارا۔

مالی طور پر کمزور ہونے کے باوجود دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شہر میں ہونے والے تمام جلسوں کے سٹیج کے

تمام انتظامات خود کرتے تھے۔ اعلان بھی خود کرتے تھے۔ ان کی آذان پورے شہر میں مشہور تھی۔ اپنی اولاد کو ہمیشہ حرام وحلال کی تمیز کا درس دیا۔ اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزار کر تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ انڈیا کے شہر لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ روڈ ایکسیڈنٹ میں شہادت پائی۔

(۹۲۱) عبدالحق غزنوی، مولوی

(وفات: ۱۶رمئی ۱۹۱۷ء)

مولانا عبدالحق غزنوی امرتسری بڑی مدت سے مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دے رہے تھے۔ مرزا قادیانی نے ۲۵راپریل ۱۸۹۳ء کے جس اشتہار میں حافظ محمد یوسف ضلع دار اور مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا ذکر کیا۔ وہ اشتہار (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۹۵ تا ۳۹۹) پر مرزا قادیانی نے درج کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے: ''اشتہار مباہلہ میاں عبدالحق غزنوی وحافظ محمد یوسف صاحب'' اس میں بہت کچھ غلط بیانیوں سے کام لیا تھا۔ اس اشتہار کے جواب میں مولوی عبدالحق مرحوم نے ۲۶رشوال ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳رمئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں مرزا قادیانی سے خطاب کرتے ہوئے لکھا کہ: ''اب میں بذریعہ اشتہار ہذا دستخط خود تم کو مطلع کرتا ہوں اور ساری دنیا کو اس کا گواہ ٹھہراتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر ایسی صفائی کے ساتھ ظاہر ہو، جس میں کسی کو شک وشبہ نہ رہے تو میں تمہاری تکفیر سے تائب ہو جاؤں گا۔ اب اپنے اشتہار کے بموجب مباہلہ کے لئے امرتسر آ جاؤ۔ مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب پیرو دجال کذاب ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔ مباہلہ عیدگاہ کے میدان میں ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو، وہی مجھے منظور ہے۔ اگر تم اپنے اعلان کے بموجب میرے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے امرتسر نہ آئے تو پھر دوسرے علماء سے مباہلہ کی درخواست کرنا پرلے درجے کی بے شرمی اور بے حیائی متصور ہوگی۔

گرازیں بار باز ہم پیچی سرے ۔ بر تو شد نفرین رب اکبرے

(عبدالحق غزنوی از امرتسر ۲۶رشوال ۱۳۱۰، تبلیغ رسالت ج۳ ص۵۲، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۴۲۴، ۴۲۵ حاشیہ)

مرزا قادیانی ۵رجون ۱۸۹۳ء کو آتھم کے مناظرہ سے فارغ ہوئے تھے۔ مرزا قادیانی نے اسی دن مولوی عبدالحق کے اعلان کا جواب شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ عبدالحق غزنوی کا اشتہار مباہلہ میری نظر سے گزرا۔ اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے، مباہلہ منظور ہے۔ میں تیسری یا چوتھی ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ تک امرتسر پہنچ جاؤں گا۔ تاریخ مباہلہ ۱۰رذیقعدہ ۱۳۱۰ھ (مطابق ۲۷رمئی ۱۸۹۳ء) قرار پائی ہے۔ جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے، قرار پایا ہے۔ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے۔ ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہو جانا چاہئے۔ اب جو شخص گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا آئندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔''

(المشتہر: مرزا قادیانی مؤرخہ ۳۰رشوال ۱۳۱۰ھ، رسالہ سچائی کا اظہار ص۱۷، ۱۸، خزائن ج۶ ص۸۱، ۸۲)

مولوی عبدالحق نے اس کے جواب میں لکھا کہ:’’مجھے آپ سے مباہلہ کرنا بدل وجان منظور ہے۔لیکن میری خواہش ہے کہ مباہلہ ۱۵؍جون ۱۸۹۳ء کے بعد ہو۔کیونکہ ۱۰؍ذیقعد کو آپ آتھم سے مناظرہ کر رہے ہوں گے۔ہمیں مباہلہ سے پہلے آپ کا لیکچر سننا ہرگز منظور نہیں۔کیونکہ جب آپ اپنی طرف سے صفائی پیش کریں گے تو ہمیں بھی آپ کی تردید کرنی پڑے گی۔ایسی حالت میں یہ مباہلہ نہ ہوا۔مباحثہ ہوگیا اور مناظروں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں۔مقام مباہلہ میں صرف فریقین دعا کریں گے۔دعا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے۔اس کا جواب بدست حاملان رقعہ ہذا بھیج دیجئے۔‘‘ (عبدالحق غزنوی مؤرخہ ۷؍ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ/۲۴؍مئی ۱۸۹۳ء)

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے لکھا:’’میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے مجھے قطعی طور پر کافر اور دجال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور امرتسر میں آنے کی میری دو ہی غرضیں تھیں۔ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ۔میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لئے مع اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیرہ دوستوں کی جو میرے ساتھ کافر ٹھہرائی گئی ہے۔ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے۔ہاں! یہ مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں۔دعا صرف یہ ہوگی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں۔اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں تو جو آپ تقویٰ کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جائے وہی لکھ دوں گا۔مگر اب تاریخ مباہلہ ہرگز ہرگز تبدیل نہیں ہوگی۔لعنۃ اللہ علیٰ من تخلف منّا وما حضر فی ذالک التاریخ والیوم والوقت‘‘

(۷؍ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ از امرتسر، جدید مکتوبات احمدیہ ج۱ ص۴۴۷)

اس کے جواب میں مولوی عبدالحق مرحوم غزنوی نے ایک اشتہار شائع کیا۔جس میں لکھا کہ:’’اب میں بری الذمہ ہوگیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں۔کیونکہ میں نے تاریخ بدلنے کی محض اس لئے خواہش کی تھی کہ گو میں اور دوسرے مسلمان، مرزا کو کیسا ہی گمراہ اور بے دین سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے عیسائیوں سے مقابلہ کر رہا ہے تو ہم سب کو بجائے بددعا کے دعا کرنی اور مدد دینی چاہئے۔مگر مرزا قادیانی نے وہ تاریخ یعنی ۱۰؍ذیقعدہ نہیں بدلی۔اب میں بھی ۱۰؍ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو دو بجے دن کے مباہلہ کے مقام پر حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔وہاں جا کر فریقین کی طرف سے لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی مطلق نہیں ہوگا۔جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنے خط میں وعدہ کر لیا ہے۔مباہلہ کی یہ نوعیت ہوگی کہ پہلے میں تین مرتبہ بآواز بلند کہوں گا کہ الٰہی: میں مرزا کو ضال، مضل، ملحد، دجال، کذاب، مفتری اور محرف کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ یقین کرتا ہوں۔اگر میں اس دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔بعدہ روبقبلہ دیر تک ابتہال اور عاجزی سے دعا کریں گے کہ الٰہی جھوٹے کو رسوا اور شرمسار کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں گے۔‘‘ (عبدالحق غزنوی از امرتسر مؤرخہ ۸؍ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ)

غرض ۲۷؍مئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر کی عیدگاہ میں مباہلہ ہوا، اور اس سے فراغت پا کر فریقین اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔اس واقعہ کے سوا سال بعد، جب مرگ آتھم کی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوئی اور آتھم کے زندہ سلامت رہنے پر مرزا قادیانی پر ہر طرف سے آوازے کسے جانے لگے تو مولوی عبدالحق نے ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا:’’اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی بر غلام احمد

قادیانی'' اس اشتہار میں مولوی عبدالحق نے مرزا قادیانی کی ناکامی اور رسوائی کو اپنے مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا اور مرزا قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل وروسیاہ ہوگا۔ اب بتایئے کہ ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل وروسیاہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار امرتسری کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر۔ مرگ آتھم کی پیشین گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ پنڈتوں، جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی صحیح نکل آتی ہے۔ لیکن آپ کو اپنی پیشین گوئیوں میں ہمیشہ ذلت ونامرادی کی بھیانک صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے۔ پیشین گوئی کی میعاد گزر چکی، آتھم اب پہلے سے زیادہ قوی، تندرست اور صحیح المزاج ہے۔ تمہاری یہ ذلت ورسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟''

اس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا: ''اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کر لو کہ مباہلہ کو پندرہ مہینے گزر گئے۔ اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر پڑی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطاء کی ہیں، جو نہ بیان کر سکتا ہوں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں اور مرزا کا حال تو ظاہر ہے اور اس کے مریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مبانی مباحثہ امرتسر، جس نے مرزا کو مباحثہ کے واسطے منتخب کیا تھا اور یوسف خاں سرحدی جو مدت سے مرزا قادیانی کا مرید تھا اور محمد سعید خالہ زاد بھائی مرزا قادیانی کی بی بی کا، یہ سب عیسائی ہوگئے۔ پیر کا یہ حال اور مریدوں کا یہ کہ دین ودنیا کی رسوائی وذلت ان پر آ پڑی۔''

یہ اشتہار مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ/ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کی تاریخ تھی۔ اس اشتہار کے انتقام میں قادیاں کے مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو خوب گالیاں دیں۔ مشتے نمونہ از خروارے مرزا قادیانی کی ایک عربی تحریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یہ ترجمہ بھی خود مرزا قادیانی کا ہے۔ فرماتے ہیں: ''اے کذاب! تو پہلے مباہلہ کے بعد یہ سب کچھ دیکھ چکا ہے اور تو غرق کیا گیا ہے اور جلا دیا گیا ہے۔ اے احمقوں کے فضلے! ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا۔ بلکہ تو تو ندامت کے پانی میں بدبختوں کی طرح ڈوب گیا اور کہاں تجھے آگ سے نجات حاصل ہوئی۔ بلکہ تو تو اس حسرت کی آگ سے جل گیا۔ جو شریروں پر بھڑکتی ہے۔''

(حجۃ اللہ مؤلفہ قادیانی ص۷۲، خزائن ج۱۲ ص۲۲۰)

مولوی عبدالحق مرحوم نے پیشین گوئی کی ناکامی کو مباہلہ کا اثر قرار دیتے ہوئے مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی استدلال کیا تھا۔ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے جواب میں لکھا تھا کہ: ''میری سچائی کے لئے ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا، بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں۔'' (حجۃ الاسلام ص۹، خزائن ج۶ ص۴۹)

مرزا قادیانی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا کہ یہ غلط ہے کہ: ''میرا نشان ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ میرے کئی ایک نشان ظاہر ہوئے۔ مباہلہ کے بعد میری ترقی ہوئی، مرید بڑھ گئے، آمدنی میں اضافہ ہوگیا۔'' (حقیقت الوحی ص۲۴۰، خزائن ج۲۲ ص۲۵۲)

اور جب مریدوں نے مرزا قادیانی سے دریافت کیا کہ حضرت! اہل اللہ کے مخالف تو ان کی بددعا سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ مباہلہ کے باوجود عبدالحق غزنوی کا بال تک بیکا نہیں ہوا؟ تو اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کتاب انجام آتھم میں، جو ۲۲ر جنوری ۱۸۹۷ء کو شائع کی۔ یہ عذر لنگ پیش کیا کہ: ''مباہلہ دراصل میری درخواست سے نہیں تھا اور نہ میرا اس میں یہ مدعا تھا کہ عبدالحق پر بددعا کروں اور نہ میں نے بعد مباہلہ کبھی اس بات کی طرف توجہ کی۔ اس بات کو اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عبدالحق پر بددعا نہیں کی اور اپنے دل کے جوش کو ہرگز اس طرف توجہ نہیں دیا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۳۰۵)

لیکن اس تحریر کے ساڑھے پانچ سال بعد مرزا قادیانی نے کتاب (نزول المسیح ص۱۹۴، خزائن ج۱۸ ص۵۷۲) میں جو ۲۰ر اگست ۱۹۰۲ء کو شائع کی، یہ لکھ کر اپنے بیان کی تردید کر دی کہ ''صدہا مخالف مولویوں کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا، جن میں سے عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا۔''

بہرحال اس مباہلہ کے بعد دوسرے بے شمار مصائب کے علاوہ مرزا قادیانی کا ایک نو سالہ لڑکا مبارک احمد مر گیا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی خود بھی مولوی عبدالحق کی زندگی میں طعمہ اجل ہو کر ان کے برسرحق ہونے کی عملی تصدیق کر گئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے خود لکھا تھا کہ: ''مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو، وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔'' (اخبار الحکم قادیاں، مؤرخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۷ء ص۹)

یاد رہے کہ مرزا قادیانی ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور مرض ہیضہ میں گرفتار ہو کر مولوی عبدالحق مرحوم کی زندگی میں گیارہ گھنٹہ کے اندر چل بسے تھے اور مولوی صاحب اپنے حریف کے نذر اجل ہونے کے بعد نو سال تک نہایت خوشگوار اور پرعافیت زندگی بسر کر کے ۱۶ر مئی ۱۹۱۷ء کو رہگرائے عالم آخرت ہوئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کے کفر پر جب فتویٰ طلب کیا تو مولانا عبدالحق غزنوی نے اس پر تحریر کیا: ''مرزا قادیانی مرتد ہے۔ ضال، مضل، ملحد و دجال، وسوسہ ڈالنے اور ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا ہے۔ جس کو میرے بیان کی صحت میں شک ہو وہ مجھ سے مباہلہ کر لے۔''

رد قادیانیت پر دو رسائل بھی دستیاب ہوئے۔ (۱) ''ضرب النعال علی وجہ الدجال'' (۲) ''اشتہار واجب الاظہار'' جو کہ محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شامل کئے گئے ہیں۔

(۹۲۲) عبدالحق قادری (غورغشتی)، مولانا علامہ

(وفات: ۱۳ر اپریل ۱۹۹۳ء)

بڑے نامور عالم دین تھے۔ مولانا فضل حق رامپوری سے پڑھا۔ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لیا۔ مکھڈ اور سیال شریف پڑھاتے رہے۔ اپنے علاقہ غورغشتی میں ادارہ قائم کیا اور پھر اس کے ہو کر رہ گئے۔ جہاڑ تربیلا کے مولانا جان محمد نے فرمایا کہ گندف سیداں ہزارہ سے ایک قادیانی عبدالجبار نامی مناظرہ کا چیلنج کر رہا ہے۔ چنانچہ مولانا جان محمد کے ہمراہ مولانا عبدالحق وہاں گئے۔ عبدالجبار قادیانی کو مناظرہ کے لئے بلایا مگر وہ نہ آیا۔ آپ نے علاقہ کے لوگوں کے سامنے صورتحال رکھی۔ وہ گئے عبدالجبار کو گھر سے نکال لائے۔ مناظرہ ہوا۔ قادیانی ایسے شکست خوردہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے ندامت سے سر جھک گیا۔ آپ فاتح بن کر تشریف لائے۔ اپنے گاؤں غورغشتی میں وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد نعمان نے جنازہ پڑھایا۔

(۹۲۳) عبدالحق کوٹلوی سرہندی، جناب ابوالمنظور

’’موت قادیانی‘‘ مرزا قادیانی ملعون ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مرا۔ یہ رسالہ ۲۹ رمئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔ ابوالمنظور مولانا عبدالحق کوٹلوی سرہندی اس کے تحریر کنندہ ہیں۔ آپ نے حوالہ جات سے اس رسالہ میں ثابت کیا کہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق میں نے مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ نجرانی عیسائی سنت کے مطابق مرزا قادیانی کو اولاد سمیت مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کی موت اسی کا (بقول خود قادیانی) نتیجہ ہے۔ اس رسالہ کے ٹائٹل پر یہ آیت قرآنی درج ہے۔ ’’قل ان الموت الذی تفرّون منه فانه ملاقیکم ثم تردون الیٰ عالم الغیب و الشهادة فیما کم کنتم تعملون‘‘ اس طرح ٹائٹل پر یہ اشعار بھی درج ہیں۔

ہیں زندہ وہ جنہیں مارتا تھا تو ظالم — رہیں خدا کے فضل سے وہ زندہ سالم
ہیں خوش جہان وجہانیاں تیرے مرنے سے — بچا نہ تیری زبان سے جاہل وعالم
برا بھلا تو تھا کہتا اسی پہ عیسیٰ کو — تھا مارتا تو اسی واسطے مسیحا کو
کہے تھا قابل نفرت تو معجزوں کو بھی — اس لئے تھا تو پیچھے لگاتا دنیا کو
محمدی پہ نہ تو ہو سکا کبھی قائم — اگرچہ فکر اسی کا تھا قائم و دائم
کدھر گیا تیرا لڑکا اے کادیانی وہ — کہ جس سے بادشاہ ڈھونڈیں گے برکت دائم
شد عقل مسخ کادیانی کی — کہ اب بھی کرتے ہیں تقلید آنجہانی کی
پڑا وہ بھاڑ میں دوزخ کے — گیا گزر ہے یہ علامت قہر آسانی کی

یہ رسالہ سول اینڈ ملٹری نیوز پریس لدھیانہ سے ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا۔ ایک سو چار سال بعد دوبارہ ۲۰۱۲ء میں اشاعت، پروردگار عالم کا فضل ہی ہے اور بس!

’’انکشاف شر حقیقت الوحی‘‘ یہ بھی مولانا ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی کی تصنیف ہے۔ اس کو بھی مجلس نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۷ میں شامل کیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں اوّلاً شائع ہوئی۔ اس کے ایڈیشن اوّل کے ٹائٹل پر یہ شعر درج تھے۔

ہے بندہ حق پہ لطف یزداں — ہے بندۂ حق پہ فضل رحماں
کر اس میں ضرور غور مرزا — اور حق کے لئے دیکھ یہ برہان
ہو حق پہ فدا اے اہل احسان — حق سے عطاء ہو تجھ کو عرفان
مرزا کے فساد سے بچ کر — ہو تابع حق اے اہل ایمان

’’انکشاف شر حقیقت الوحی‘‘ کادیانی سے ۱۳۲۶ھ اس کتاب کا سن اشاعت اور مرزا قادیانی کا سن وفات نکلتا ہے۔ کیونکہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بنتا ہے۔ ٹائٹل کی آخری سطور میں یہ رباعی درج ہے۔

غالب ہے ہمیشہ حق بمیدان — کید و کذب و بطلان

مرزا پے پڑی ہے مار حق کی ہے منکر حق ذلیل ہرآن
یہ حجت حق ہے اور سلطان بس چھوڑ غرور وکبر و کفران
جی حق سے نہ چرا اے مرزا منہ موڑ رہبروی شیطان

(۹۲۴) عبدالحق نافع گل، حضرت مولانا

(ولادت:۲؍جولائی ۱۸۹۵ء ...... وفات:۸؍جنوری ۱۹۷۴ء)

حضرت مولانا عبدالحق نافع گل کاکا صاحب ضلع نوشہرہ خیبر پختونخواہ میں میاں محمد شاہد گل کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی شیخ الحدیث رہے۔ آپ اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیرگل کے چھوٹے بھائی تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ محبت اور تحفظ ختم نبوت کے لئے مرمٹنے کا جذبہ رگ وپے میں پیوست تھا۔ میاں کانوکلے مسخا کوٹ مالاکنڈ ایجنسی میں مدفون ہیں۔

(۹۲۵) عبدالحکیم، جناب ڈاکٹر خلیفہ

(ولادت: یکم؍جولائی ۱۸۹۳ء ...... وفات:۳۰؍جنوری ۱۹۵۹ء)

جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب کشمیر کی ڈار برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اکبری گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے نامور پروفیسر بلکہ تین معیاری پروفیسروں میں سے ایک تھے۔ آپ نے جرمن سے پی۔ایچ۔ڈی کیا۔ ادارہ ثقافت لاہور کے ڈائریکٹر رہے۔ آپ نامور ادیب اور نامور شاعر تھے۔ جناب ممتاز اختر مرزا نے آپ کی سوانح مرتب کی ہے۔ اسی کے صفحہ ۶۱،۶۲ پر لکھا ہے کہ:

’’لندن میں ایک کھانے پر خلیفہ عبدالحکیم اور خلیفہ بشیرالدین محمود قادیانی ملے۔ دوران گفتگو خلیفہ قادیانی نے مرحوم خلیفہ صاحب سے پوچھا:’’آپ بھی اس کے قائل ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا یا نہیں آنا چاہئے؟ مرحوم خلیفہ صاحب نے اتنا جواب دیا۔‘‘ بھئی دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ کوئی نبی آئے اور امت میں انقلاب برپا کرے۔ لیکن بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا جو معیار قائم کر دیا ہے اس کے بعد کوئی گھٹیا قسم کا مدعی، نبوت کے لئے آنکھوں میں جچتا نہیں جو اس معیار کے تھے۔ افسوس انہوں نے دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اب اگر اس معیار کا انسان آئے تو میں بھی غور کروں گا۔‘‘

اسی کتاب کے ص۲۷ پر دوسرا واقعہ لکھا ہے کہ:’’خلیفہ صاحب، غلام محمد مرحوم (گورنر جنرل پاکستان) اور سرظفراللہ خان (قادیانی) بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ غلام محمد بولے: خلیفہ صاحب آپ کو کسی اسلامی ملک کا گورنر ہونا چاہئے تھا۔ آپ (خلیفہ عبدالحکیم) بدلے نہیں۔ دیکھئے! یہ صورت کیسی رہے گی۔ غلام محمد صاحب تو گورنر جنرل ہو۔ ظفراللہ (قادیانی) حسن بن صباح (یہودی) ہیں۔ جی مجھے تو عمر خیام بنادو۔‘‘

اس لطیف چوٹ پر غلام محمد گورنر جنرل تو کھسیانہ اور سرظفراللہ قادیانی تو خسرالدنیا والآخرۃ ہوگئے۔ اس لئے کہ خلیفہ صاحب

نے علامہ اقبال مرحوم کے اس قول کی طرف اشارہ کیا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

(۹۲۶) عبدالحکیم خان اختر شاہ جہان پوری، جناب

(ولادت: ۷ر جنوری ۱۹۳۵ء ...... وفات: ۱۴ر نومبر ۱۹۹۳ء)

آپ ضلع شاہ جہان پور میں چوہدری عاشق علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک کرنے کے بعد شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی خطیب جامع مسجد فتح پوری سے اپنا تعلق قائم کیا اور کئی علمی شخصیات سے دینی تعلیم حاصل کی۔ کئی حضرات نے آپ کو صحاح ستہ کی سندات سے نوازا۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ آپ نے ایک کتاب ''مشعل راہ'' میں ۴۰ صفحات کے لگ بھگ ردقادیانیت سے متعلق تحریر فرمائے۔ جس میں بانی قادیانیت کی انگریز نوازی اور اسلام دشمنی کو واضح اور علمی انداز میں پیش کیا۔ آپ کا انتقال لاہور میں ہوا اور آپ کا جنازہ وصیت کے مطابق حاجی محمد افضل اشرفی نے پڑھایا۔

(۹۲۷) عبدالحکیم خان پٹیالوی، جناب ڈاکٹر

پٹیالہ کے سرجن ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھے۔ جو بیس سال تک مرزا قادیانی کے مرید رہے۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کو چندہ مختلف اوقات میں دیا۔ مرزا قادیانی پر دل وجان سے فدا تھا۔ مرزا قادیانی بھی اس کی تعریف میں الہامی شگوفے چھوڑتا اور قلابے ملاتا تھا کہ مخلص ہے، ذہین ہے، مفسر قرآن ہے۔

اس ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی سے کہا کہ آپ اپنے کو ''مدار نجات'' قرار نہ دیں۔ اس پر مرزا قادیانی بگڑا اور خوب بگڑا۔ عبدالحکیم خان اب بھی اسے ''مسیح الزمان'' قرار دیتا رہا۔ لیکن مرزا اس تجویز پر اتنا سیخ پاء ہوا اور نہایت ہی غصہ سے لکھا: ''ان (مسلمانوں) کو اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔'' (الذکر الحکیم نمبر:۴، خط نمبر۲، از مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان) پوری امت مسلمہ کو سڑا ہوا دودھ، کیڑے پڑ گئے، کا مصداق بنا دیا۔ پھر بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے خط نمبر۳ میں ''مسیح الزمان'' سے خط کا آغاز کیا۔ مگر مرزا قادیانی تو ''بھوترے ہوئے بولد'' بگڑے ہوئے بیل کی طرح واہی تباہی پر اتر آیا۔ ''الذکر الحکیم نمبر۴، خط نمبر۴'' میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو لکھا کہ: ''ماسواء اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔'' اسی طرح مرزا قادیانی نے رسالہ (تحفۃ الندوہ ص۸، خزائن ج۱۹ ص۱۰۱) کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ''وہ قتل بھی کیا گیا ہو کیونکہ وہ مرتد تھا۔''

یہاں پر قادیانی حضرات سے میری درخواست ہے کہ آج کی پوری قادیانیت اس پر متفقہ مؤقف رکھتی ہے کہ: ''مرتد کی سزا قتل نہیں۔'' مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔'' گویا خدائی حکم اور وہ بھی مرزا قادیانی کے قلم سے۔ لیکن قادیانیوں کی بدنصیبی ملاحظہ ہو کہ وہ مرزا قادیانی کے قلم سے نکلے ہوئے خدائی حکم کو نہیں مانتے۔

برادران دینی!! یعقوب عرفانی قادیانی نے قادیان سے مرزا قادیانی کے مکتوبات کو سات حصوں میں شائع کیا۔ اب ان کو کمپیوٹر پر قادیان ولندن سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا۔ لیکن ان دونوں ایڈیشنوں (قدیم وجدید) میں مرزا قادیانی نے جو خطوط

محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں اس کے ورثاء کو لکھے تھے جن کو کلمہ فضل رحمانی میں قاضی فضل احمد گورداسپوری نے شائع کیا اور مرزا قادیانی نے عدالت میں تسلیم کیا کہ وہ میرے خطوط ہیں۔

اور پھر وہ خطوط جو مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے خطوط کے جوابات میں تحریر کئے جو مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی الذکر الحکیم نمبر۴ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے شائع کر دیئے تھے۔ وہ تمام خطوط قادیانیوں کے شائع کردہ قدیم وجدید ایڈیشنوں میں موجود نہیں۔

قادیانیوں نے اپنے خود ساختہ نبی کے قلم پر سنسر لگا رکھی ہے۔ وہ ان خطوط کو یوں چھپاتے پھرتے ہیں جیسے بلّی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے۔ ان خطوط سے قادیانی اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح باؤلا کتا پانی سے اور کوّا غلیل سے بھاگتا ہے۔ مرزا قادیانی کے ان خطوط سے قادیانیوں کے ایمان کی طرح جان بھی جاتی ہے۔ کیا قادیانی عوام سوچیں گے کہ مرزا قادیانی کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ خطوط کیوں شائع نہیں ہو رہے؟ لیجئے! وہ تمام خطوط جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو مرزا قادیانی نے لکھے تھے بمع ان کے جواب الجواب کے:

۱...... ''الذکر الحکیم نمبر۴'' احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ابتداء میں تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کو ''مسیح الزمان'' لکھتا رہا۔ بعد میں ''المسیح الدجال'' لکھنا شروع کر دیا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

۲...... ''المسیح الدجال'' یہ رسالہ بھی الذکر الحکیم نمبر۴ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی جانب سے شائع ہوا۔ اس میں اور الذکر الحکیم نمبر۴ میں اکثر یکسانیت ہے۔ البتہ بعض مقامات پر بہت سی نئی باتیں ایزاد بھی کی گئی ہیں۔ جو ایزاد کیا ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے۔ اس لئے اسی (۸۰) فیصد تکرار کے باوجود محض بیس فیصد خوبصورت اضافی باتوں کے لئے اس کو حک واضافہ کے بغیر مکمل شائع کر دیا ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی ہے۔ ایسا اپریشن کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا تمام خبث باطن اور فضلۂ پیٹ، مرزا کے منہ کے راستہ سے بہہ نکلا ہے۔

۳...... ''الذکر الحکیم نمبر۶ (عرف) کانا دجال'' جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کے وہ لتّے لئے کہ اگر مرزا کی جگہ ابلیس ہوتا تو اس کی نانی مر جاتی۔ یہی حال دجال قادیان کا ہوا۔ اس کے بعد مرزا اپنی کتابوں میں جس طرح جل بھن کر ڈاکٹر صاحب کو یاد کرتا ہے۔ وہ دلیل ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے تمام تیر ٹھکانے پر لگے۔ ڈاکٹر صاحب مرزا کی تردید پر دلیل دیتے دیتے آخر میں ''سچ ہے دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں'' کا ٹانکا لگاتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے خوابوں کا جواب اپنے خوابوں سے، مرزا قادیانی کے الہامات کا جواب اپنے الہامات سے ایسے دیتے ہیں۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ جیسا منہ ویسی چپیڑ کی مثال صادق آ جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں آ گئے ہیں۔

(۹۲۸) عبدالحکیم (ساکن دھرم کوٹ)، مولانا

مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری نے ''رئیس قادیان'' اپنی کتاب حصہ اوّل باب چہارم میں لکھا ہے کہ مولوی عبدالحکیم بن امان ساکن موضع دھرم، کوٹ رندھاوانے ''تحفہ مرزائیہ'' نامی کتاب مرزا قادیانی کے خلاف ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں لکھی تھی۔ یہ ہمارے ان اوّلین حضرات میں سے ہیں جنہوں نے کذاب قادیان کے خلاف قلمی جہاد کیا۔

(۹۲۹) عبدالحکیم شرف قادری، علامہ محمد

(ولادت: ۱۳؍اگست ۱۹۴۴ء ...... وفات: یکم ستمبر ۲۰۰۷ء)

علامہ محمد عبدالحکیم مرزاپور ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں خاندان منتقل ہوا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف، دارالعلوم ضیاء الشمس الاسلام سیال شریف اور جامعہ نظامیہ لاہور سے تعلیمی مراحل طے کئے۔ مولانا محمد سردار احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی اور ابوالبرکات احمد قادری ایسے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔

فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ لاہور، دارالعلوم محمدیہ بھیرہ اور جامعہ اشاعت العلوم چکوال میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر مندرجہ رسائل ''پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور معرکہ قادیانیت''، ''امام احمد رضا خان اور فتنہ مرزائیت'' اور ''ختم نبوت کے پاسبان'' تحریر فرمائے۔

(۹۳۰) عبدالحکیم کلانوری (لاہور)، مولانا

مولانا عبدالحکیم کلانوری لاہور کے رہائشی تھے۔ آپ کا شمار ان مرد میدانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مرزا قادیانی کو اس کی زندگی میں للکارا اور اس کے ساتھ تحریری مناظرہ کیا۔ مرزا قادیانی نے جب اپنے دعوؤں میں نبی و رسول کے الفاظ استعمال کئے تو مولانا کلانوری مرزا قادیانی کی لاہور آمد پر اس کی رہائش گاہ چونہ منڈی لاہور میں جادھمکے اور علیٰ رؤس الاشہاد اس کی تحریروں پر گرفت کی۔ اس پر مرزا قادیانی نے اپنی ہزیمت پر پردہ ڈالنے اور بدنامی کا داغ مٹانے کے لئے باقاعدہ مناظرہ کی خواہش کردی۔ مولانا عبدالحکیم کلانوری تو چاہتے ہی یہی تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کی خواہش پر لبیک کہتے ہوئے ایک قدم بڑھ کر تقریری مناظرہ کا چیلنج کردیا۔ لیکن مرزا قادیانی کے لئے تقریری مناظرہ زہر کا پیالہ پینے کے مترادف تھا۔ کسی صورت آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ تحریری مقابلہ طے ہوا۔ مولانا عبدالحکیم کلانوری نے اس مناظرہ میں خوب درگت بنائی۔ یہ تحریری مناظرہ جنوری فروری ۱۸۹۲ء میں ہوا۔ (رئیس قادیان ج ۲ ص ۷۹)

(۹۳۱) عبدالحلیم الیاسی چشتی قادری نقشبندی (یادگیر گلبرگہ)، مولانا

مولانا عبدالحلیم الیاسی جناب پروفیسر الیاس برنی کے نامور شاگرد تھے۔ اس نسبت سے اپنے آپ کو الیاسی بھی لکھتے تھے۔

''آئینہ قادیانیت'' ۱۶؍نومبر ۱۹۶۳ء میں یادگیر گلبرگہ انڈیا سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ مرزا قادیانی کے عجیب وغریب انکشافات، اعتقادات، اجتہادات، افتراقات پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالحلیم الیاسی، چشتی، قادری، نقشبندی اس کے مرتب کرنے والے ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۷۳ میں شائع ہوگئی ہے۔

(۹۳۲) عبدالحلیم چشتی (کراچی)، حضرت مولانا ڈاکٹر

(ولادت: اپریل ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۱۲؍اکتوبر ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب جے پور راجستھان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی جناب عبدالرحیم بلند پایہ

قرآن مجید کے حافظ اور خطاط تھے۔ آپ نے مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور اور دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مدنی کے نامور شاگرد تھے۔ آپ نے کراچی یونیورسٹی سے ایم.اے اسلامیات کیا۔ لائبریری سائنس میں ماسٹر کیا اور ۱۹۸۱ء میں پی.ایچ.ڈی کیا۔ آپ دینی، دنیوی تعلیم کے ماہرفن اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ ریڈیو پاکستان، لیاقت نیشنل لائبریری، کراچی یونیورسٹی، نائیجیریا کی بیرو یونیورسٹی میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نامور ماہرفن اساتذہ کے ساتھ ساتھ نامور مصنف بھی تھے۔ آپ کی تمام تر تصنیفات اپنے اپنے فن پر تحقیق کا نقطۂ آخر شمار ہوتی ہیں۔ آپ فتنہ قادیانیت کے خلاف ایک باخبر اور متبحر عالم ربانی تھے۔ ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کے مصنف جناب پروفیسر الیاس برنی کی سوانح اور علمی خدمات پر آپ کا پچاس صفحہ کا جامع مقالہ ہے جو ''قادیانی مذہب کے علمی محاسبہ'' کے جدید ایڈیشن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

آپ کی ایک کروڑ روپیہ سے زائد کی لائبریری تھی۔ اتنی وسیع وعریض وقیع لائبریری آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کو وقف کی۔ آپ جامعہ کے شعبہ تخصص فی علوم الحدیث کے مشرف ونگران بھی رہے۔ آپ جامعۃ الرشید میں استاذ الحدیث بھی تھے۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی سے تھا۔ ان سے آپ کو بیعت کی خلافت بھی حاصل تھی۔ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ وقت موعود آن پہنچا اور رب کریم کے حضور چل دیئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ ڈاکٹر مولانا محمد ثانی نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

(۹۳۳) عبدالحلیم قاسمی، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۰ء، انگہ ضلع خوشاب ...... وفات: ۲۴؍نومبر ۱۹۸۳ء، لاہور)

آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ دارالعلوم حنفیہ قاسمیہ گلبرگ لاہور کے بانی ومہتمم تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں اپنی استطاعت کے مطابق بھرپور حصہ لیا۔ بھرپور زندگی گزاری۔ حق تعالیٰ جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔

(۹۳۴) عبدالحلیم کانپوری، مولانا

حضرت مولانا احمد عبدالحلیم کانپوری کا ایک رسالہ ''راہ حق متعلقہ رد قادیان'' ریاست حیدرآباد دکن میں ایک مقام سکندرآباد ہے۔ وہاں قادیانیوں کی شورہ شوری تھی۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالحلیم کانپوری وہاں تشریف لے گئے تو قادیانی مکائد کو طشت ازبام کرنے کے لئے آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جو ۵؍اکتوبر ۱۹۲۶ء میں (گویا تالیف کے دس سال بعد) اسے شائع کیا۔ اس رسالہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اشاعت سے قبل حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نے اسے ملاحظہ فرمایا اور بعض مقامات پر اس کی اصلاح بھی فرمائی۔ اب یہ رسالہ اپنی اشاعت اوّل (اکتوبر ۱۹۲۶ء) کے بعد (اکتوبر ۲۰۱۰ء) میں گویا چوراسی (۸۴) سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شائع کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر بجالاتے ہیں۔

(۹۳۵) عبدالحلیم مردانی، مولانا

(ولادت:۱۹۰۸ء)

مولانا عبدالحلیم تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد دہلی میں تیرہ سال اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ برصغیر پاک وہند کی تقسیم کے بعد وطن واپس آ کر پڑھنا شروع کیا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کی دعوت پر دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور تادم زیست علوم نبویہ سے عوام الناس کو مستفیض کیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا نصیرالدین غورغشتی سے یکے بعد دیگرے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ مولانا عبدالحلیم نے دارالعلوم حقانیہ کی تدریس کے دوران قادیانیت سے متعلق فتویٰ دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۴)

(۹۳۶) عبدالحمید آزاد، مولانا

غالباً وہوا ضلع ڈیرہ غازی خان کے جناب مولانا عبدالحمید آزاد تھے۔ خوب گورے چٹے، گھنے جسم، تیز خدوخال کے بہادر انسان تھے۔ زیادہ عرصہ لاہور میں حضرت لاہوری کے خادم اور خدام الدین کے مینیجر بھی رہے۔ اس زمانہ میں خدام الدین کی پیکنگ اور ڈاک کے سپرد کرنا ان کے ذمہ تھا۔ مزاجاً خالص احراری تھے۔ حضرت لاہوری کے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ صاحب کی لاہور مصری شاہ میں مسجد تھی جو مرحوم کے وصال کے بعد مولانا عبدالحمید آزاد نے آباد رکھی جو آج کل مولانا حمید اللہ صاحب کی اولاد کے پاس ہے۔ مولانا عبدالحمید آزاد، حضرت لاہوری اور حضرت مولانا عبیداللہ انور کے بہت اعتماد یافتہ تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر مسلم کالونی میں مسجد ومدرسہ کے لئے پلاٹ حاصل کیا تو ابتدائی دنوں میں اس کی نگرانی اور تعمیر کے آغاز کے لئے آپ چناب نگر مسلم کالونی میں تشریف لائے۔ کھڑے کھڑے نہ معلوم کیا وجد کی کیفیت طاری ہوتی کہ نعرہ لگاتے تو سب کو ششدر کر دیتے۔ چناب نگر مسلم کالونی کے شمال کی جانب پہاڑ کو ''جبل البخاری'' کر کے پکارتے۔ لال کرتہ پہنتے۔ دن بھر قادیانیوں کے لئے سوہان روح بنے رہتے۔ بہت عرصہ تک چناب نگر رہے۔ ان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ غالباً ایک بیٹی تھی جو شورکوٹ کے قریب کہیں دیہات میں بیاہی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کے حامی وناصر ہوں۔ اصلاً یہ ڈیرہ غازی خان ضلع کے تھے۔

(۹۳۷) عبدالحمید انصاری لکھنوی، مولانا

(وفات:۲۱؍جنوری ۱۹۳۵ء)

مولانا عبدالحمید انصاری لکھنو میں مولانا عبدالحلیم انصاری کے ہاں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ اپنے چچا شیخ مولانا محمد نعیم نظامی لکھنوی کے پاس رہ کر فن فقہ حاصل کیا۔ ساری زندگی پڑھنے پڑھانے میں صرف کی۔ درس نظامی کی کتب پر حواشی لکھے اور اردو زبان میں متعدد رسائل بھی تصنیف کئے۔ لکھنو کے جید علماء میں آپ کا شمار تھا۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں فتویٰ ''قھر یزدانی برجان دجال قادیانی'' میں صورت مسئولہ کے جواب میں لکھا کہ: ''ایسا شخص جاہل ہے۔ کفر واسلام

میں تمیز نہیں رکھتا۔ اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے۔ اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ یہ تعصب بے محل مخل امامت وارشاد ہوگا۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۱۸)

مزید ’’فتویٰ شریعت غرّا‘‘ میں صورت مسئولہ کے جواب میں تحریر کیا کہ: ’’جو شخص اقوال وعقائد مذکورہ بسوال کا قائل ومعتقد ہو وہ انکار منصوصات قطعیہ کی وجہ سے کافر ہے اور کافر کی امامت وبیعت اور اس سے سبقت سلام تا تجدید اسلام قطعاً ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں اسلام کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی پر متفرع ہیں۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص ۱۱۴)

(۹۳۸) عبدالحمید (ایڈنبرا)، جناب حافظ

(وصال: اکتوبر ۲۰۱۶ء)

کمالیہ کے جناب حافظ عبدالحمید صاحب تھے جو بعد میں ایڈنبرا برطانیہ چلے گئے۔ وہاں پر دینی ادارہ تعلیم القرآن کے نام سے قائم کیا۔ حضرت علامہ خالد محمود مرحوم، مولانا محمد مکی حجازی، مولانا علی شیر حیدری اور دیگر حضرات کے خطبات اور دیگر بہت ساری کتب شائع کیں۔ بہت منکسر المزاج اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ ختم نبوت کانفرنس برطانیہ انعقاد ۱۹۸۵ء سے وفات ۲۰۱۶ء تک قریباً تیس سال متواتر شریک رہے۔ قافلہ لے کر پہلے لندن پھر برمنگھم تشریف لاتے۔ بہت ہی کم گو اور محبتوں والے انسان تھے۔ آپ نے الفضل ٹرسٹ کمالیہ میں رجانہ روڈ پھاٹک کے قریب قائم کیا۔ اس کے تحت اہل علاقہ کی خوب خدمت خلق کی۔ اب یہ ادارہ ان کے بھانجے مولانا عبدالقدوس چلاتے ہیں۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت کریں۔

(۹۳۹) عبدالحمید بٹ (لاہور)، جناب

(وفات: جنوری ۱۹۸۲ء)

جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے رکن رکین، لاہور جمعیۃ کے امیر، مرکزی خازن، حضرت لاہوری کے تربیت یافتہ، قومی رہنما، تمام دینی تحریکوں میں صف اوّل کے حاضر باش رہنما تھے۔

(۹۴۰) عبدالحمید بٹ (لاہور)، جناب

(وفات: ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۷ء)

جناب عبدالحمید بٹ جامع مسجد عائشہ متصل دفتر ختم نبوت مسلم ٹاؤن کے نمازی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے معاون تھے۔ جامع مسجد عائشہ کی قادیانی قبضہ سے واگزاری اور دیگر معاملات میں شریک رہے۔ مجلس کے ساتھ خوب تعاون فرماتے۔ وسیع المطالعہ انسان تھے۔ لاہور شہر کی بہت ساری تاریخی عمارات وشخصیات پر معلومات کا وسیع ذخیرہ رکھتے تھے۔ مجلس کے رسائل اور کتب کے مستقل خریدار تھے۔ آپ کی نماز جنازہ جامع مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور میں ادا کی گئی اور انہیں لاہور کے میانی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۹۴۱) عبدالحمید بٹ (لودھراں)، جناب خواجہ

(ولادت: جولائی ۱۹۱۵ء ...... وفات: اگست ۱۹۹۷ء)

خواجہ عبدالحمید بٹ قادیان کے رہائشی تھے۔ قادیانی تحریک کا بڑے قریب سے آپ نے مطالعہ کیا۔ عمر بھر قادیانیت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ تقسیم سے قبل مولانا محمد حیات، ماسٹر تاج الدین انصاری اور مولانا عنایت اللہ چشتی کے ساتھ قادیان میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا علم بلند کئے رکھا۔ پاکستان بننے کے بعد لودھراں میں آکر مقیم ہوئے۔ لودھراں کی میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی بنے۔ آپ کے قادیانیت کے رد میں دو رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱...... ''فرقہ احمدیہ کا ماضی و مستقبل'' ۲...... ''قادیانیت ایک دہشت گرد تنظیم''

یہ دونوں رسائل خواجہ عبدالحمید بٹ آف قادیان کے مرتب کردہ ہیں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لودھراں کے ناظم اعلیٰ صوفی نور محمد مجاہد مرحوم نے شائع کئے تھے۔ حق تعالیٰ مؤلف و ناشر کی مغفرت فرمائیں۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں دونوں رسائل شامل اشاعت ہیں۔

(۹۴۲) عبدالحمید خان جتوئی، جناب

(ولادت: ۱۰؍دسمبر ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۱۰؍جنوری ۲۰۰۴ء)

آپ جناب لیاقت جتوئی کے صاحبزادے تھے۔ بیو جتوئی، تحصیل میہڑ ضلع دادو کے رہائشی تھے۔ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دینے کی قرارداد پر دستخط کر کے محرکین قرارداد میں اپنا نام لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔

(۹۴۳) عبدالحمید سواتی (گوجرانوالہ)، مفسر قرآن حضرت مولانا

(وفات: ۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)

آپ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی اور مہتمم تھے۔ تعلیم کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی۔ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی کے نامور شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ نصف صدی سے زائد علوم اسلامیہ کی تدریس و ترویج میں گزارے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ بعمر ۹۰ سال گوجرانوالہ میں انتقال ہوا۔ وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر پر کفر کا فتویٰ تحریر فرمایا۔ علماء پاکستان نے اس فتویٰ کی تائید و توثیق کی۔ حضرت مولانا عبدالحمید سواتی نے بھی اس فتویٰ کی توثیق فرمائی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۷۲)

نیز ''مرزائی کا جنازہ اور مسلمان'' نامی فتویٰ پر بھی آپ نے صورت مسئولہ کا جواب تحریر فرمایا: ''علمائے امت اور جملہ مسلمانان عالم اور تمام طبقات امت کے نزدیک مرزائے قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا کسی مرتد کا جنازہ پڑھنا یا اس کے لئے دعا استغفار کرنا قرآن و سنت اور اجماع امت سے حرام ہے اور دیدہ و دانستہ ایسا کرنے والا

شخص خود کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ لہٰذا تجدید اسلام اور نکاح ضروری ہے۔ علماء نے جو فتاویٰ صادر کئے ہیں صحیح اور درست ہیں۔ واللہ اعلم!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۴۲۰)

(۹۴۴) عبدالحمید دہلوی، مولوی

دہلی میں مطبع انصاری کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحمید دہلوی تھے۔ ملعون قادیان کے ایسے ازلی دشمن تھے کہ مرزا نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست میں ان کو تیسرے نمبر پر درج کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو انجام آتھم ص۶۹)

(۹۴۵) عبدالحمید (ساہیوال)، مولانا حافظ

(وفات: ۶؍فروری ۲۰۲۱ء)

حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری زراعتی فارم والے ساہیوال میں پنجابی زبان کے نامور خطیب تھے۔ اللہ پاک نے انہیں تین بیٹوں سے سرفراز فرمایا۔ مولانا عبدالحمید، مولانا مفتی مقبول احمد، حافظ شفیق احمد۔

مولانا عبدالحمید جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ تقسیم سے پہلے مختلف مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تقسیم کے بعد اپنے والدین کے ہمراہ ساہیوال میں آن مقیم ہوئے اور جامعہ رشیدیہ کے قریب محمدیہ ہائی اسکول میں استاذ مقرر ہوئے۔ موصوف فارسی اور عربی ادب میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ جب جامعہ علوم شرعیہ معرض وجود میں آیا تو حضرت علامہ غلام رسول اس کے مہتمم مقرر ہوئے اور تاحیات مہتمم وصدر مدرس رہے۔ ۱۹۸۷ء میں ان کی وفات کے بعد مولانا حافظ عبدالحمید مہتمم مقرر ہوگئے اور ادارہ کی تعمیر وترقی میں مصروف ہوئے اور تاحیات اس کے مہتمم ومنتظم رہے۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا ڈاکٹر خالد محمود کی امامت میں نماز جنازہ جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال میں ادا کی گئی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۹۴۶) عبدالحمید صدیقی، جناب پروفیسر

(پیدائش: ۱۹۰۲ء، آنولہ بریلی ...... وفات: ۷؍مئی ۱۹۷۳ء، نواب شاہ)

آپ ممتاز مذہبی سکالر، سیرت نگار، قرآن مجید کے انگریزی میں مترجم، ماہر تعلیم واقتصادیات، ترجمان القرآن لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں ایک ''نبوت اور ختم نبوت'' بھی ہے۔ ذیل میں ترجمان القرآن میں ان کی شائع شدہ ایک تحریر درباره قادیانیت ملاحظہ ہو: ''قادیانیت کوئی دینی تحریک نہیں بلکہ اسلام اور ختم المرسلین محمد ﷺ کے خلاف ایک سازش ہے۔ جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اسلام میں جو مرکزی حیثیت سرور دو عالم ﷺ کو حاصل ہے اور جس کی وجہ سے وہ تمام مسلمانوں کے ہادی، مطاع اور ان کی محبت وعقیدت کے واحد مرکز ومحور ہیں، اسے ختم کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس مقام پر فائز کر دیا جائے۔ یہ انگریزی استعمار کی بنیادی ضرورت تھی کہ اس نعرے میں کسی نہایت قابل اعتماد اور دانا شخص کو اس کام پر مامور کیا جائے کہ وہ مذہب کی

آڑ میں مسلم عوام کے مذہبی جذبات سے کھیل کر انگریزی حکومت کی بنیادیں مستحکم کرنے میں مدد دے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ شخص اس فرض کو اسی صورت میں بخوبی سرانجام دے سکتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی محبت وعقیدت کے محور کو بدل دے۔ اس مقصد کی تکمیل جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچائے بغیر ممکن نہ تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو نبوت کے دعویدار کی حیثیت سے انگریز کی چاکری کا فرض سرانجام دینا پڑا۔ انہوں نے ایک نہایت چالاک دشمن کی طرح امت مسلمہ پر شب خون مار۔ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار جو چاہیں کہتے رہیں لیکن اس حقیقت سے آخر کس قدر انکار کیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ بھی مرزا قادیانی پر ایمان نہیں رکھتے انہیں مرزا قادیانی اور ان کے متبعین نے ہمیشہ کافر گردانا ہے اور ان کے ساتھ دینی اور معاشرتی سطح پر اس طرح کا معاملہ کیا ہے جس طرح ایک مسلمان کسی کافر کے ساتھ کرتا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ کو پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے پر آج یہ بات اچانک یاد آئی ہے کہ ایمان، خدا اور انسان کے درمیان ذاتی تعلق ہے۔ لیکن وہ غالباً برہمی کے عالم میں ایک ''پیغمبر'' اور اس کے جانشینوں اور اپنی امت کے دوسرے اکابرین کے نقطہ نظر اور طرز عمل کو بھول گئے ہیں جو مرزا قادیانی اور ان کی جماعت نے دوسرے مسلمانوں سے زندگی کے مختلف دائروں میں روا رکھا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے دعوائے نبوت کے جھٹلانے والوں کو نہ صرف کافر قرار دیا ہے بلکہ انہیں اس قدر گھٹیا الفاظ سے یاد کیا ہے کہ بار بار تہذیب کی نگاہیں نیچی اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔ ان کے لئے انہوں نے ذریۃ البغایہ (بدکار عورتوں کی اولاد) لعین، نطفہ السفہا، کلاب، شیطان اعمی، غول اغویٰ اور ملعون کے الفاظ اس کثرت سے استعمال کئے ہیں کہ گویا یہ ''جواہر پارے'' مرزا قادیانی کا تکیہ کلام ہیں۔

یہ تو ہے مسلمانوں کے بارے میں مرزا قادیانی کی دلی کیفیت کا عکس۔ جہاں تک مذہبی تعلقات کا تعلق ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کے ماننے والوں کے نزدیک کسی غیر قادیانی امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا کسی غیر قادیانی کا جنازہ پڑھنا، خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو، قطعاً حرام ہے۔'' (ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور ج ۸۲ ش ۲، بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

(۹۴۷) عبدالحمید (لاہور)، جناب قاری

(وفات: ۱۰؍ستمبر ۲۰۰۲ء)

آپ جمعیۃ پاکستان پنجاب کے ذمہ داروں میں سے تھے۔ بہت ہی مرنجاں مرنج اور تمام تحریکوں میں صف اوّل کے رہنما تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت وتحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔

(۹۴۸) عبدالحمید وٹو، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۵؍اپریل ۱۹۶۹ء ...... وصال: ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۹ء)

مولانا عبدالحمید وٹو کے والد گرامی کا نام حکیم مظفر حسین وٹو تھا۔ جو باورے کہنہ ضلع حافظ آباد میں امام وخطیب کے علاوہ حکمت کا بھی کام کرتے تھے۔ اسی گاؤں میں مولانا عبدالحمید وٹو کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے اپنے والد گرامی، حافظ آباد کے مولانا نور محمد یزدانی، قلعہ دیدار سنگھ کے مولانا قاضی عصمت اللہ اور جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور سے تعلیم دین مکمل کی۔ دورۂ تفسیر نصرت العلوم گوجرانوالہ سے کیا۔

باورے کہنہ سے آپ کے والد گرامی جاگووالا نزد نوشہرہ ورکاں میں منتقل ہوئے۔ مولانا عبدالحمید وٹو فراغت کے بعد یہاں کچھ عرصہ خطیب ومدرس رہے۔ کوٹ کیشو میں تین سال، صالح پور میں چار سال خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۹۰ء سے ستمبر ۱۹۹۸ء تک مبارک مسجد گٹو شالہ موڑ اور کچھ عرصہ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد میں بھی خطیب رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے قلعہ دیدار سنگھ میں اپنی رہائش منتقل کر لی۔ آپ کی پہلی اہلیہ عالمہ فاضلہ ہیں۔ ان کی سربراہی میں یہاں بنات کا مدرسہ بھی قائم کیا۔ منچن آباد سے بھی ایک شادی کرلائے۔ اس اہلیہ کے لئے بھی مدرسہ للبنات دیدار سنگھ میں قائم کر دیا۔ حق تعالیٰ نے دونوں گھروں سے انہیں اولاد عطاء فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد تیسرا عقد کرلیا تو ان کی دلداری کے لئے رہوالی ضلع گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کر لی۔ غالباً اس تیسری اہلیہ سے آپ کی اولاد نہ تھی۔ مولانا عبدالحمید وٹو سمارٹ بدن کے سفید گورے چٹے، درمیانے قد کے انسان تھے۔ قدرت نے انہیں جہاں خوبصورت آواز دی تھی، وہاں شکل وشباہت کے اعتبار سے بھی قدرت نے انہیں بھرپور نوازا تھا۔ آپ بہت دوست پرور انسان تھے۔ انہیں دوستی لگانا اور دوستی نبھانا بھی آتا تھا۔ مرحوم سے بہت دفعہ ملاقات ہوئی۔ کبھی کسی کی غیبت تو درکنار کسی کے لئے ہلکا لفظ بھی زبان پر نہ لاتے تھے۔

مولانا زاہد الراشدی نے ان کی تقریر سن کر فرمایا کہ: ’’الحمد للہ! ابھی خطابت کی کوکھ بانجھ نہیں ہوئی۔‘‘ مولانا کو تعلیم کے دوران ہی خطیب بننے کا شوق تھا۔ قدرت نے غضب کا گلہ دیا تھا۔ ابتداء میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی خطابت کا پرتو لئے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ جب خطابت کے میدان میں آگے بڑھے تو آپ نے اپنی خطابت کے اتار چڑھاؤ، طرز بیان، انداز گفتگو میں خاصی تبدیلی کرلی۔ جب آپ فیصل آباد میں خطیب تھے تو مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد اشرف ہمدانی، صاحبزادہ افتخار الحسن کے ہوتے ہوئے فیصل آباد میں اپنی خطابت کا لوہا منوایا اور بڑی کامیابی سے مرد میدان کی طرح آگے بڑھے۔ متذکرہ خطباء بھی برخوردار نواز تھے۔ انہوں نے تھپکی دی۔ مولانا کی صلاحیتوں کو قدرت نے جلاء بخشا۔ آگے بڑھے اور بڑھتے ہی گئے۔ پاکستان کا کونہ کونہ نہیں بلکہ یورپ وافریقہ تک آپ کی خطابت کے ڈنکے بجنے لگے۔ آپ کی خوبی تھی کہ موضوع کی پابندی کرتے تھے۔ تیاری کے ساتھ گفتگو کرتے۔ جوانی، ترنم، خوبصورت ادائیں، موضوع پر بھرپور تیاری سے ان کی خطابت نے ایسی پرواز کی کہ بہت جلد خطابت کی بلندیوں کو چھونے لگے۔ یہ وہ آپ کی خوبی تھی جس نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مولانا نے کئی عمرے اور دو حج کئے۔ ’’حرمین کے راہی‘‘ کے نام سے سفر عمرہ پر سفرنامہ بھی تحریر کیا۔ اس کتاب کے طرز تحریر سے لگتا ہے کہ ان کے اندر ایک کامیاب ادیب کی صلاحیتیں بھی تھیں۔ یہ ایک اور بات ہے کہ اپنی خطابتی وتبلیغی مصروفیات کے باعث تحریر کے میدان میں قدم نہ بڑھا سکے۔ ورنہ تقریر کی طرح تحریر آپ کے در کا پانی بھرتی۔ مولانا باضابطہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر سرگرم عمل رہے۔ آخری عمر میں پاکستان علماء کونسل کی جنرل سیکرٹری شپ پر براجمان ہوئے۔ غرض آپ اپنی طرز کے نامور خطیب تھے۔ صاف ستھرا نفیس وعمدہ لباس زیب تن کرتے تو شہزادے لگتے تھے۔ ان کی ادائیں محبوبانہ تھیں اور مزاج عاشقانہ تھا۔ نظر وکردار پاک تھا۔ ان کے سفر حج کے ایک ساتھی نے بتایا کہ پورے سفر حج میں مصلیٰ ان کے کندھے پر رہتا تھا اور یہ عادت ایسی بنالی کہ اس میں تخلف نہ کرتے تھے۔ گویا تمام اداؤں کے باوجود رب کریم کے در اقدس پر جاتے تو سراپا نیاز بن جاتے۔ دوستوں سے بھی ان کا یہی معاملہ تھا۔ آپ جتنا جھکتے گئے قدرت آپ کو اتنا بلند کرتی گئی۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ ان کی خطابت کی بلندیٔ پرواز کو دیکھنے کے لئے پگڑی کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم، محبت صحابہ رضی اللہ عنہم، توحید ورسالت کے موضوعات آپ کی خطابت کا عناصر اربعہ شمار ہوتے تھے۔

چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر عرصہ تک تشریف لاتے رہے۔ گوجرانوالہ ڈویژن میں بھی ختم نبوت کانفرنسوں کو رونق بخشتے تھے۔ ان کی خطابت کے تذکرے دیر تک رہیں گے۔ آپ کی مصروفیات، سفر کی بہتات، مرغن غذائیں، گرم و سرد ماحول کے باعث جگر کے مریض بن گئے۔ علاج کے لئے کورس کرنے پڑے۔ ہائی پاور ادویات نے منفی اثر بھی جسم پر کیا۔ گھریلو مصروفیات، آل واولاد کی پرورش، مدارس کی نگہداشت نے بھی طبیعت پر اثر ڈالا۔ ہنستا انسان، مسکراتا پھول ایسا مرجھایا کہ پھر تروتازگی نہ پاسکا۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ علاج کے لئے لاہور لے جایا جارہا تھا کہ جسم جان کی بازی ہار گیا۔ جمعرات صبح انتقال ہوا۔ رات دس بجے آپ کے عزیز مولانا صبغت اللہ کی اقتداء میں جنازہ ہوا۔ سیالکوٹ کے مبلغ مولانا فقیر اللہ اختر نے مجلس کی نمائندگی کی۔ یوں خطابت کا درخشندہ ستارہ منوں مٹی میں غروب ہوگیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ وہ کیا گئے کہ اب ان کی یادوں سے دل کو لبھانا بھی مشکل ہوگیا۔

(۹۴۹) عبدالحنان (اوکاڑہ)، مولانا

(وفات: ۱۹۸۶ء، مدفون مدینہ منورہ)

مولانا عبدالحنان تاجک ضلع اٹک علاقہ چھچھ میں پیدا ہوئے۔ ممتاز مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ حاجی، حافظ، جید عالم، سخی اور ذکی الطبع تھے۔ متحمل مزاج صوفی تھے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی سے بیعت اور مجاز تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث، مولانا عبداللطیف کے مایۂ ناز شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد امروہہ اور سورت میں بھی پڑھاتے رہے۔ دوبارہ مولانا سید محمد انور شاہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے ڈابھیل میں دورۂ حدیث شریف کیا۔

قیام پاکستان کے بعد مدرسہ عربیہ گول چوک اوکاڑہ میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد اوکاڑہ میں ہی اپنا مدرسہ انوریہ قائم کیا۔ تحریک ختم نبوت سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ حضرت امیر شریعت کے وصال کے بعد ۵، ۶، ۷/اکتوبر ۱۹۶۱ء کو ملتان میں جو ختم نبوت کا اجلاس ہوا، اس میں آپ نے اوکاڑہ کی نمائندگی فرمائی۔ حضرت امیر شریعت اور مولانا محمد علی جالندھری سے دل و جان کا رشتہ تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ ہمارے اکابر میں سے تھے۔

(۹۵۰) عبدالحنان ہزاروی (راولپنڈی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۳۰/اگست ۱۹۶۶ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید، جامع مسجد بھوسہ منڈی راولپنڈی کے خطیب، حضرت مولانا عبدالحنان ہزاروی بڑے حاضر جواب تھے۔ تردید فرق باطلہ بالخصوص قادیانیت کی تردید میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ عرصہ تک مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے ناظم رہے۔ قادر الکلام فصیح البیان خطیب تھے۔ مذہبی و سیاسی حلقوں میں آپ کی اصابت رائے مسلم تھی۔ تقسیم سے قبل لاہور آسٹریلیا مسجد میں خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان بننے کے بعد راولپنڈی آگئے۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی کے امیر بھی رہے۔ جمعیۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔

(۹۵۱) عبدالحئی (ایبٹ آباد)، مولانا قاضی محمد

(ولادت: ۸/اپریل ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۲۶/جولائی ۱۹۹۰ء)

آپ رجوعیہ ضلع ایبٹ آباد میں مولانا قاضی عبدالقادر کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور کے فاضل اور علامہ شمس الحق افغانی، مولانا رسول خان ہزاروی، مولانا سید طلحہ حسنی اور حافظ مہر الدین ایسے حضرات کے تلمیذ رشید تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں قانون وفقہ کے پروفیسر بھی رہے۔ سیاسی اعتبار سے جمعیۃ علماء اسلام سے وابستگی تھی۔ تحریک پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے سرگرم رکن رہے۔ مرکزی جامع مسجد حویلیاں کے امام وخطیب اور مدرسہ احیاء العلوم کے صدر مدرس تھے۔ احاطہ مرکزی جامع مسجد حویلیاں ضلع ایبٹ آباد میں محو استراحت ہیں۔

(۹۵۲) عبدالحئی بلوچ، جناب ڈاکٹر

(پیدائش: یکم/فروری ۱۹۴۵ء ...... وفات: ۱۳/مئی ۲۰۱۸ء)

آپ بلوچستان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں نیشنل عوامی پارٹی کی طرف سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں آپ بھی تمام مسلمان ممبران کے ساتھ ساتھ تھے۔

(۹۵۳) عبدالحئی عارفی، جناب ڈاکٹر

(پیدائش: جون ۱۸۹۸ء، جھانسی ...... وفات: ۲۷/مارچ ۱۹۸۶ء، کراچی)

آپ کے تعارف کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ تھانوی کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ایسے ختم نبوت کے سرخیل آپ کے مرید باصفا تھے۔ اپنے زمانہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والوں کو اپنی دعاؤں سے سرفراز فرمانے کا جملہ کام انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ختم نبوت محاذ کے سرپرست اعلیٰ اور دعا گو تھے۔

(۹۵۴) عبدالخالق بلوچ (کراچی)، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۴۹ء ...... وفات: ۱۷/اکتوبر ۲۰۲۰ء)

حافظ عبدالخالق بلوچ کوٹلہ رحم علی شاہ جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد شکار پور کی مشہور دینی درسگاہ میں قاری محمد علی مدنی سے دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء میں گھارو کے ایک کچے مکان میں مدرسہ حمادیہ باب الاسلام کی بنیاد رکھی۔ آپ معروف عالم دین تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ٹھٹھہ کے ناظم عمومی رہے۔ حافظ صاحب مرحوم قرآن کریم کے زبردست قاری اور پُرجوش خطیب تھے۔ آپ نے تمام زندگی قرآنی علوم سمیت دفاع ختم نبوت میں گزار دی۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی عزت وناموس کے لئے دن رات ٹھٹھہ، سجاول، بدین، تھر سمیت کے ٹی بندر، گھارو چھان تک محنت کی اور فتنۂ قادیانیت کا تعاقب جاری رکھا۔ سینکڑوں

مذہبی جلسے بھی کروائے۔ مذہب اسلام کے فروغ میں سینکڑوں غیر مسلم ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے جن کی بنیادی دیکھ بھال اپنی ذمہ داری سمجھ کر نبھاتے رہے۔ (محمد امین فاروقی)

(۹۵۵) عبدالخالق (بہاول نگر)، مولانا حافظ قاری

(وصال: ۱۳؍جولائی ۲۰۱۹ء)

مولانا قاری عبدالخالق چک نمبر۱۳۲ ابنگلہ یتیم والا ضلع بہاول نگر کے رہائشی تھے۔ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ علاقہ کے زمینداروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے قریبی عزیز ایم. پی. اے و ایم. این. اے بھی بنتے رہے۔ علاقہ کے چوہدری ہونے کے باوجود آپ نے دینی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ ماموں کانجن مدرسہ احیاء العلوم میں آپ پڑھتے رہے۔ حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی کے ہاں قرآن مجید کی گردان مکمل کی اور پھر بقیہ تعلیم جامعہ خیرالمدارس میں مکمل کی۔ آپ نے اپنے گاؤں میں حفظ وناظرہ کا درس بھی قائم کیا۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق کے آپ نسبتی صاحبزادے تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو دین پڑھایا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کا جندجان کا رشتہ تھا۔ لاہور جامع مسجد عائشہ میں آپ عرصہ تک خطیب وامام بھی رہے۔ خوب فقیر منش انسان تھے۔ متوکل علے اللہ تھے۔ ہر وقت نیکی کے کاموں کے حریص تھے۔ آپ نے اپنے علاقہ میں خوب کام کیا۔ جامعہ قاسم العلوم فقیروالی کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو خیر کے کاموں کی توفیق سے نوازا تھا۔

(۹۵۶) عبدالخالق جالندھری (پیرمحل)، مولانا حافظ

(وفات: ۲۲؍مارچ ۱۹۹۱ء)

مولانا حافظ عبدالخالق جالندھری چک نمبر ۶۶۹/۱۰ نزد پیرمحل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ مدرسہ منورالاسلام کے مہتمم اور گاؤں کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ بہت ہی مستعد، ذی استعداد، معاملہ فہم، عالم دین تھے۔ ارائیں برادری سے تعلق تھا۔ زیرک شخص تھے۔ عمر بھر اپنے علاقہ میں منکرین ختم نبوت کو لٹھ لے کر ہانکتے رہے اور کہیں ٹکنے نہیں دیا۔ خوب ملنسار اور نرم خو شخص تھے۔

(۹۵۷) عبدالخالق خان (مردان)، جناب

آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف جو قرارداد اپوزیشن نے پیش کی آپ نے بھی اس پر دستخط فرمائے تھے۔

(۹۵۸) عبدالخالق (سینئر صوبائی وزیر)، جناب ڈاکٹر

(وفات: ۹؍اکتوبر ۲۰۰۴ء، راولپنڈی)

سابق وفاقی وزیر تعلیم، صوبائی سینئر وزیر، آپ کا قادیانیوں کے متعلق یہ بیان ملاحظہ ہو: ’’ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں (قادیانیوں) کو مسلمان کہلوانے کا کوئی حق نہیں۔‘‘ (روزنامہ جسارت ۱۶؍جون ۱۹۷۴ء)

(۹۵۹) عبدالخالق (کوٹلہ رحم علی شاہ)، مولانا

(وفات:۹/اپریل ۱۹۷۵ء)

جمعیۃ علماء اسلام ضلع مظفر گڑھ کے رہنما، ممتاز عالم دین تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے متاداور نفاذ اسلام کے لئے سرگرم رہے۔

(۹۶۰) عبدالخالق ملتانی (بانی دارالعلوم کبیروالا)، مولانا

(پیدائش:۵/مئی ۱۸۹۶ء وفات:۱۵/نومبر ۱۹۶۶ء)

آپ کی پیدائش بستی ولی محمد جھنڈیر نزد احمد پور سیال ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد گرامی مولانا احمد دین سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند جاکر داخلہ لیا۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ آپ مولانا سید انور شاہ کشمیری کے مایۂ ناز شاگرد تھے۔ آپ عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا انظر شاہ کشمیری، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا منظور احمد نعمانی طاہر والی، مولانا جمشید خان (رائے ونڈ)، مولانا عبدالمجید لدھیانوی ایسے آپ کے بیسیوں نامور شاگرد تھے۔ دارالعلوم دیوبند، تڑھال جامعہ محمدیہ، بہاول پور جامعہ عباسیہ، ملتان قاسم العلوم، ملتان مدرسہ نعمانیہ ایسے مدارس میں آپ پڑھاتے رہے۔ پھر دارالعلوم کبیروالا کی بنیاد رکھی اور عمر بھر یہاں مقیم رہے۔ حضرت مولانا احمد خان خانقاہ سراجیہ سے بیعت ہوئے اور مولانا محمد عبداللہ (المعروف حضرت ثانی) سے خلافت پائی۔ خانقاہ سراجیہ کے تیسرے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید پر سید ظہور شاہ قادری کے شائع کردہ فتویٰ ’’قہریزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ میں صورت مسئولہ پر جواب تحریر کیا کہ: ’’مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلاریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بناء پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزائیں کے آیات واحادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات واحادیث سے ممنوع ہے۔ جملہ تکالیف شرعیہ وارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں۔ بلکہ جو شخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی حمایت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی المرزائیت ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۱)

(۹۶۱) عبدالخالق ہزاروی، مولانا قاضی

(وفات:۲/جنوری ۱۹۸۴ء)

آپ ۱۹۱۴ء میں علاقہ گلی دیوی ہزارہ میں مولانا قاضی میر احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی جو علاقہ کے معروف علماء میں سے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۵۳ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ واپس آکر اپنے علاقہ میں درس وتدریس کا شغل اختیار کرلیا۔ دور دور سے طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔ آپ کے والد صاحب نواب آف انب کی طرف سے منصب قضاء پر فائز تھے۔ ان کے انتقال کے بعد نواب صاحب نے اس منصب پر آپ کی تعیناتی کردی۔ اس عرصہ میں لاہوری قادیانیوں نے

ریاست میں پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ آپ ان کے لئے سرسکندری ثابت ہوئے۔ آپ کے جرأت مندانہ فیصلوں کے باعث قادیانیت کے مقدر میں پسپائی اور ذلت ورسوائی آئی۔ یوں قادیانیوں کو ریاست انب سے نکال دیا گیا۔ آپ نے ردقادیانیت میں ’’فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان‘‘ پر توثیقی دستخط کئے۔ گلی دیوی ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۱۹۹)

(اورنگزیب اعوان)

(۹۶۲) عبدالدیان دامانی (اٹک)، مولانا

(وفات: ۵/اپریل ۱۹۷۱ء)

مولانا عبدالدیان بن مولانا عبداللہ جان موضع دامان ضلع اٹک میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد ماجد مولانا عبداللہ جان ۱۹۴۴ء میں اپنے آبائی گاؤں موضع کانڑاں غربند (سوات) سے حصول تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولانا محمد موسیٰ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ مولانا محمد موسیٰ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مولانا عبداللہ جان سے کر دیا۔ یوں آپ دامان میں آباد ہوگئے۔ مولانا عبدالدیان نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور دورۂ حدیث مولانا عبدالعلی میرٹھی مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی سے کیا۔ دورۂ حدیث کے بعد دارالعلوم دیوبند میں علامہ انورشاہ کشمیری سے بھی استفادہ کیا۔ آپ اپنے مخلص دوست مولانا قاضی غلام جیلانی شمس آبادی کے ساتھ ڈھاکہ اور نرائن گنج کے علاقوں میں قال اللہ اور قال رسول کی صدائیں بلند کرتے رہے۔ آپ مشہور مجاہد وغازی مولانا فضل واحد المعروف حاجی ترنگزئی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

تقسیم ہند سے پہلے جمعیۃ علماء اٹک کے رکن رکین تھے۔ پاکستان کے معرض وجود کے بعد جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ زندگی کے آخری تین دنوں میں صرف شہد پانی میں ملا کر استعمال فرمایا۔ تہجد کے وقت ۲ بجے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مسکراتے لبوں سے خالق حقیقی سے جاملے۔ دن تین بجے آپ کے صاحبزادہ وخلف الرشید مولانا ظہورالحق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی مرقد دامان میں ہی واقع ہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ پر اپنی تصدیق ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۲۸۸)

(۹۶۳) عبدالرؤف (ایبٹ آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۷ء ...... وفات: ۲۵/اپریل ۲۰۰۵ء)

حضرت مولانا عبدالرؤف بانڈی عطائی خان ضلع ایبٹ آباد کے باسی تھے۔ مولانا حافظ محمد نسیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ زندگی کا کثیر عرصہ جامع مسجد گھاس منڈی کے خطیب رہے۔ نامور عالم دین، طبیب اور روحانی شخصیت تھے۔ محنتی، جفاکش اور متحرک انسان تھے۔ تحریک پاکستان، تحریک کشمیر اور تحریک ختم نبوت میں خوب حصہ لیا۔ خوب نظریاتی اور بھلے مانس تھے۔ آپ علاقہ میں مدفون ہیں۔

(۹۶۴) عبدالرؤف دہلوی، جناب

الفلاح جامعہ نگر دہلی سے جناب عبدالرؤف صاحب نے ۱۹۹۹ء میں ’’قادیانیت اور اس کے خدوخال‘‘ شائع کیا جواب احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۹۶۵) عبدالرؤف روفی (مانسہرہ)، جناب

(ولادت: ۱۵/اپریل ۱۹۶۵ء ...... وصال: ۲۶/جنوری ۲۰۱۹ء)

تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما جناب عبدالرؤف روفی مانسہرہ میں دارالعلوم دیوبند کے فاضل، بزرگ عالم دین، جناب مولانا محمد یوسف مدظلہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ شعور سنبھالنے کے ساتھ گھر پر اور مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ ہائی سکول سے میٹرک اور ڈگری کالج سے بی۔اے کیا۔ تعلیم کے دوران آپ نے دکان پر بھی وقت دینا شروع کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد خالصتاً کاروبار کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا محمد یوسف مدظلہ کا گھرانہ پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبداللہ ثانی کے زمانہ سے مشائخ خانقاہ سراجیہ کا میزبان گھرانہ ہے۔ حضرت ثانی یہاں پر ہفتوں ہفتوں قیام فرماتے۔ بعض رمضان المبارک بھی آپ نے یہاں گزارے ہیں۔ مخدوم المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد بھی حضرت ثانی صاحب کے دور سے اپنی زندگی کے آخری مرحلہ تک مولانا محمد یوسف صاحب کے مہمان ہوتے رہے۔

مانسہرہ مرکزی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد بھی خانقاہ سراجیہ میں زیر درس رہے۔ پھر خانقاہ شریف کے حضرات سے بیعت کا تعلق رہا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے مجلس کے امیر بنتے ہی حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد نے مانسہرہ میں باضابطہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کا آغاز کیا۔ آپ ہی مانسہرہ میں مجلس کے امیر تھے۔ آپ نے ۱۹۸۶ء میں اپنی جامع مسجد میں سہ روزہ ختم نبوت کورس رکھا۔ یک صد کے لگ بھگ شرکاء کی تعداد ہوگی۔ اس کورس میں جناب عبدالرؤف نے بھی شرکت فرمائی۔

۱۹۸۸ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد نے مانسہرہ میں ختم نبوت یوتھ فورس قائم کی تو جناب عبدالرؤف روفی کو یوتھ فورس کا مانسہرہ میں صدر بنایا۔ گویا عبدالرؤف صاحب مانسہرہ میں ختم نبوت یوتھ فورس کے بانی صدر تھے اور پھر زندگی کے آخری سانس تک آپ نے اس منصب کی عزت میں اضافہ کیا۔ آپ نے ۱۹۹۴ء میں ملتان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دارالمبلغین سے سالانہ ختم نبوت کورس کیا۔ عالمی مجلس کا ملتان میں سالانہ یہ کورس آخری کورس تھا۔ ۱۹۹۵ء سے یہ کورس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان سے جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں منتقل کر دیا گیا۔ اس چناب نگر کے پہلے کورس میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔ گویا ملتان کے آخری اور چناب نگر کے پہلے کورس میں آپ نے شرکت کر کے آخر و اوّل کا یہ اعزاز حاصل کیا۔

آپ نے جب مانسہرہ میں کام کا آغاز کیا تو قادیانیت کے دیرینہ اثرات تھے۔ آپ نے ان کو صاف کرنا شروع کیا۔ پھر وقت آیا کہ مانسہرہ شہر میں علی الاعلان کوئی آدمی اپنے آپ کو قادیانی کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ نے اپنے کام کو ضلع بھر میں وسعت دی۔ ہفتہ وار ختم نبوت، ماہنامہ لولاک، لٹریچر، کتب، رسائل، ختم نبوت کانفرنسیں، انعام گھر، سکولوں میں تحریری مقابلہ، تنظیم، ایسا مربوط اور مؤثر و مثبت انداز میں کام کو آگے بڑھایا کہ قادیانیت پورے ضلع میں منہ کیا چھپانے لگی گویا عنقاء ہوگئی۔ آپ بہت ہی نظریاتی رہنما، معاملہ فہم، بہادر، گرم سرد چشیدہ، گفتگو کے دھنی تھے۔ آپ نے اخلاص و دیانت کے ساتھ کام کو بڑھایا تو قدرت کی رحمتوں کے چھاجوں کی طرح آپ کے کاموں پر رحمتوں کا مینہ برسا ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ایسا وقت بھی آیا کہ آپ گویا مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو قدرت سونا بنادیتی تھی۔

ملتان کورس کر کے قادیانیوں سے گفتگو کا آغاز کیا۔جس کے متعلق سنا کہ یہ قادیانی ہے۔اس کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے۔دلائل سے گفتگو ہوئی تو چند قادیانی مسلمان ہوئے۔ان کے گھروں سے قادیانیوں کی کتابیں لیں، پڑھیں، تیاری کی۔حوالہ جات لگائے خود قادیانی کتب سے پوائنٹ اکھٹے کئے۔گفتگو ترتیب دی۔اب قادیانیت کے تعاقب کے لئے ایک دردمند مناظر کا دل پہلو میں لئے قادیانیوں کو شکار کرنا شروع کیا۔جو ایک دفعہ آیا، شکست مان کر قادیانیت کے فریب سے واقف ہو کر اٹھا۔آپ جلدی سے جذبات میں نہ آتے۔ہر معاملہ پر غور وفکر کرتے۔معلومات اکٹھی کرتے، دوستوں سے مشورہ کرتے، پوری تیاری کے ساتھ کیس کو ہاتھ میں لیتے، پھر نتیجہ خیز بنا کر دم لیتے۔ایسے قیمتی دوست جماعتوں کا سرمایہ ہوا کرتے ہیں۔برادر عبدالرؤف تو مانسہرہ مجلس کا رأس المال تھے۔ان کے بعد تو دوبارہ اس معیار کو برقرار رکھنے کے لئے ساتھیوں کو خاصی جانگسل محنت کرنی پڑے گی۔مخالف ان کے نام سے خم کھاتا تھا۔دوست آپ پر جان چھڑکتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چنیوٹ سے سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں منتقل کی۔ہمارے مخدوم مولانا محمد اکرم طوفانی اس کی سیکورٹی کے انچارج تھے۔آگے چل کر برادر عبدالرؤف صاحب ان کے معاون بنے۔قدرت کے اپنے کرم کے فیصلے ہوتے ہیں۔طوفانی صاحب خود بوڑھے ہوئے تو ان کی جوانی کے کام کا پرتو اللہ رب العزت نے جناب عبدالرؤف کو ودیعت کر دیا۔حضرت طوفانی صاحب کی سرپرستی وقیادت میں سیکورٹی کے فرائض جناب عبدالرؤف سرانجام دینے لگے۔اپنی رفقاء کی ٹیم کے ساتھ کانفرنس کے آغاز سے قبل تشریف لاتے اور کانفرنس کے اختتام کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔کام نے وسعت اختیار کی تو اب اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ استاذ الحدیث مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی اور ان کے رفقاء سینکڑوں کی تعداد میں اس نظم کو سنبھالتے ہیں۔لیکن تسبیح کے دانوں میں جو امام کو مقام حاصل ہوتا ہے بھائی عبدالرؤف کو یہی مقام آخر تک حاصل رہا۔ملتان دفتر مرکزیہ، شاہی مسجد لاہور کی کانفرنسوں کی بھی سیکورٹی کی ڈیوٹی مانسہرہ کی جماعت ادا کرتی رہی۔جس کے سربراہ آپ ہوتے تھے۔بھائی عبدالرؤف صاحب کی دیگر خوبیوں کے علاوہ یہ خوبی بھی نمایاں تھی کہ ہر اہم معاملہ میں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ سے فون پر ہدایات لیتے تھے۔جو ملتان سے فرمایا گیا وہ مرحوم کے لئے حرز جان ہوتا۔آپ معاملات کے اتنے اجلے تھے کہ مالی معاملات تمام تر اپنے نائب جناب محمد عابد صاحب کو سپرد کر رکھے تھے۔ایک ایک پائی کا اتنا اجلا حساب اور پھر ہر ساتھی کے سامنے کہ گویا مثال قائم کر دی۔

آپ کو کچھ عرصہ سے معدہ کی تکلیف تھی۔وفات کے دن درد ہوا۔یہی خیال ہوا کہ معدہ کا درد ہے۔ہسپتال لے گئے۔ڈاکٹروں نے شدید ہارٹ اٹیک کا بتایا۔ابتدائی طبی امداد کے بعد ایبٹ آباد کارڈیالوجی جانا تجویز ہوا۔سٹریچر وایمبولینس تیار ہوئی۔ڈاکٹر کے روکنے کے باوجود اتنے حوصلہ مند کہ خود چل کر ایمبولینس میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔بڑی مشکل سے وہیل چیئر سے ایمبولینس تک لے جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔وہیل چیئر سے اٹھ کر سٹریچر پر خود دراز ہوئے۔سید بلال شاہ صاحب کو دیکھ کر فرمایا: ''وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی لمبا سانس لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ڈاکٹروں کو دوڑ کر لایا گیا۔ان کے آنے سے پہلے آپ راضیۃ مرضیۃ مالک ومولیٰ کے حضور پہنچ گئے تھے۔اسی رات ۲۶؍جنوری ۲۰۱۹ء کی شام کو ہی پہلا جنازہ ۹؍بجے آپ کے برادر حضرت مفتی مسعود الرحمٰن نے پڑھایا۔دوسرا جنازہ ۱۰؍بجے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے پڑھایا۔آپ کے صاحبزادگان،

بھائی اور دوسرے بہت سارے ساتھی جورہ گئے تھے وہ دوسرے جنازہ میں شامل ہوگئے۔ رات قریباً ۱۱ بجے تدفین کا عمل مکمل ہونے کے بعد حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری نے دعا کرائی۔ یوں اپنے ساتھی کو منوں مٹی کے نیچے رب کریم کی رحمت کے سپرد کر دیا گیا۔

(۹۶۶) عبدالرؤف (صوابی)، مولانا

(ولادت: ۱۴/اگست ۱۸۸۲ء ...... وفات: ۱۶/اپریل ۱۹۶۰ء)

حضرت مولانا عبدالرؤف موضع کڈی ضلع صوابی میں مولانا محمد شریف کے ہاں پیدا ہوئے۔ صوابی کے ممتاز عالم دین، علم معانی وکلام کے ماہر اور سینکڑوں علماء کرام کے استاذ تھے۔ ۶۵ برس کا عرصہ تدریس میں گزارہ۔ تحریک آزادی اور تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سرگرم رکن تھے۔ آبائی علاقہ میں ہی مدفون ہیں۔

(۹۶۷) عبدالرؤف (مانسہرہ)، مولانا

(وفات: ۹/اکتوبر ۲۰۰۵ء)

مولانا عبدالرؤف ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ والدگرامی کا نام مولانا محمد یونس تھا۔ آپ نے جامع مسجد مانسہرہ میں ناظرہ قرآن اور ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ بالاکوٹ، عطرشیشہ، اشرف المدارس فیصل آباد میں کتب پڑھتے رہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے دورۂ تفسیر و دورۂ حدیث شریف کیا۔ پھر اپنے علاقہ میں ترویج واشاعت اسلام کے لئے برسرپیکار رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے اپنے علاقہ میں مبلغ اور داعی تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں اپنے علاقہ میں مثالی کردار ادا کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور انداز میں شریک ہوئے اور علماء علاقہ حضرت مولانا عبدالقیوم المعروف خطیب صاحب، حضرت مولانا غلام نبی شاہ صاحب کی معیت میں علاقہ بھر کے شیدایان ختم نبوت مسلمانوں کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ظفر پارک روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاڈر کے مقام پر مقیم قادیانی میرزمان سے مڈبھیڑ ہوئی اور مانسہرہ جلسہ گاہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن آنسو گیس اور لاٹھی چارج سے جلوس کو منتشر کر دیا گیا۔ ۲۲/مارچ ۱۹۸۴ء کو لال مسجد اسلام آباد میں امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی سرپرستی میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے علماء مانسہرہ کی جمعیۃ میں اسلام آباد روانہ ہوئے۔ جابجا راستے بدل بدل کر رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچے کہ اسلام آباد پولیس نے حراست میں لے لیا۔ شرکاء نے پرزور آواز میں ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعرے لگائے کہ پولیس نے گاڑیوں میں لے جاکر گولڑہ تھانہ میں پابندسلاسل کر دیا۔ راقم الحروف (مولانا رشید احمد زاہد) بھی اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھا اور کم عمری میں اسیر ختم نبوت کا اعزاز حاصل کیا۔

۱۹۸۴ء کو ضیاء الحق مرحوم نے ان ہی تحاریک اور ختم نبوت کانفرنسوں کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا کہ قادیانی، مسلمانوں کی اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے تو اس دوران مانسہرہ شہر میں کرامت اللہ قادیانی (معروف رانا بٹن والا) نے عزیزالرحمٰن نامی مسلمان کو سلام کر دیا۔ چنانچہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نقص پر اس قادیانی کے خلاف مانسہرہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایف.آئی.آر درج ہوکر مقدمہ چلا۔ دریں اثناء حضرت مولانا عبدالرؤف کے زیراثر علاقہ میتھل میں ایک ڈسپنسری کا اجراء ہوا

جس میں عبدالسلام نامی ڈسپنسر قادیانی تعینات ہوا۔ کچھ دن مذکورہ ڈسپنسر اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنے کے بعد آیا تو برسراہ کھڑے حضرت نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو اس ڈسپنسر نے کرامت اللہ قادیانی کے مقدمہ میں ہمنوائی کا ذکر چھیڑ دیا۔ جس سے اس ڈسپنسر کا قادیانی ہونا ظاہر ہوا۔ جس پر حضرت مولانا عبدالرؤف نے اعلانیہ مخالفت کی۔ بالآخر اہل علاقہ کے کلی مقاطعہ پر دوسرے دن ہی وہ ڈسپنسر علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اس ڈسپنسر نے شنکیاری تھانہ میں حضرت کے خلاف رپورٹ بھی درج کروادی۔ جو بعد میں خارج کر دی گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد مختلف اوقات میں بعض این.جی.اوز کے کارندوں کی چھان بین میں لگے رہتے تا آنکہ ان کے شناختی کارڈ تک بھی چیک کرتے کہ کہیں کوئی قادیانی یا بدعقیدہ فلاحی کاموں کی آڑ میں مسلمانوں کے عقائد کو خراب نہ کردے۔

۲۶؍دسمبر ۱۹۸۷ء کو مرکزی جامع مسجد و جامعہ معارف القرآن مانسہرہ میں عالمی مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پندرہ روزہ ردقادیانیت کورس کا انعقاد کیا تو پہلے ہی دن سے کورس کے روح رواں تھے۔ دوران اسباق سوالات اور ان کے درست جوابات دینے پر استاد محترم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ سے نقدی انعام بھی وصول کئے۔ جواب بھی ان کی ڈائری کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ کورس کے اختتام پر امتحان میں نمایاں کامیابی پر حضرت امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد، مولانا اللہ وسایا اور دیگر اساتذہ کرام کے ثبت شدہ دستخط والی سند امتیاز حضرت امیر مرکزیہ کے دست اقدس سے وصول فرمائی۔

۱۹۸۸ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل اور مجلس عمومی کے رکن ہونے کی حیثیت سے چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر حضرت امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان مولانا خان محمد کے انتخاب امارت میں حصہ لے کر رجسٹر میں دستخط ثبت فرمائے۔ حضرت مولانا عبدالرؤف عقیدۂ ختم نبوت کے عنوان سے فرمایا کرتے تھے کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہوگا تو تب ہی تحفظ صحابیت بھی ہوگا۔ (مولانا رشید احمد زاہد)

(۹۶۸) عبدالرب خان برہم قادیانی

عبدالرب خان برہم سکہ بند قادیانی تھے۔ مرزا قادیانی کے ملعون الہامات کو معاذ اللہ الہامات الٰہیہ اور قرآن مجید کے برابر مانتے تھے۔ البتہ مرزا محمود کو بدترین خلائق اور ملعون و دجال سمجھتے تھے۔ اس نے مرزا قادیانی کے الہامات کو کسوٹی بنا کر مرزا محمود کو ملعون ثابت کر دیا۔ یہ کتاب ''بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ'' فروری ۱۹۵۸ء میں ایک قادیانی مصنف نے لکھی ہے۔ اس میں بہت کچھ حذف کرنے کے بعد بطور خلاصہ جو باقی رہنے دیا ہے وہ پڑھیں کہ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ پڑھتے ہوئے نہ بھولیں کہ یہ ایک قادیانی تصنیف ہے اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۹۶۹) عبدالرب (دہلی)، مولانا

(وفات: محرم ۱۳۰۵ھ/ستمبر ۱۸۸۷ء)

حضرت مولانا عبدالرب دہلی کے والد گرامی کا اسم گرامی عبدالخالق حسینی تھا۔ آپ کا شمار مشاہیر علماء میں تھا۔ وعظ و نصیحت میں آپ کی شخصیت لاجواب تھی۔ میدان خطابت میں آپ موقع شناس تھے۔ عوام الناس کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان فرمایا کرتے تھے۔ سہارنپور شہر میں آپ نے عالی شان مسجد تعمیر کی۔ جامع مسجد خوبصورتی و مضبوطی کے اعتبار سے قابل دید تھی۔ آپ نے دہلی میں

شاہجہانی طرز پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ آپ نے کئی رسائل اردو میں تصنیف فرمائے۔ دہلی میں وصال ہوا۔ جب آپ مدرسہ حسین بخش دہلی میں مدرس تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۹)

(۹۷۰) عبدالرب نشتر، جناب سردار

(ولادت:۱۳؍جون ۱۸۹۹ء ...... وفات:۱۴؍فروری ۱۹۵۸ء)

سردار عبدالرب نشتر تحریک پاکستان کے صف اوّل کے قائدین میں سے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت سے متعلق ایک تقریب میں آغا شورش کاشمیری مرحوم سے فرمایا: ’’شورش! جو لوگ خوش ہیں کہ تحریک ختم نبوت کچل دی گئی وہ احمق ہیں۔ ہم میں سے جس شخص نے اس مقدس تحریک کی جتنی مخالفت کی تھی، اتنی سزا اسے قدرت نے اس دنیا میں دے دی ہے اور ابھی عاقبت باقی ہے۔ تحریک کے سب مخالفین روح کے سرطان میں مبتلا ہیں۔‘‘

(۹۷۱) عبدالرحمٰن بن ابی الشعیب برکاتی (مراکش)، فضیلۃ الشیخ

آپ مراکش کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حیات مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں فتویٰ دیا کہ:

الحمد للّٰہ لقد اطلعت علٰی ما کتبہ علماء الاسلام من الرد علی الطریقۃ القادیانیۃ وانی لا ئید جمیع ما کتبہ العلماء فی رد ھٰذہ الدعوۃ المناقضۃ للکتاب والسنۃ وکل من کذب بنزول المسیح فی آخر الزمان وانہ سیحکم بشریعۃ محمد ﷺ وکذب فی انہ ما قتل ولا صلب ولکن رفعہ اللّٰہ الیہ، فھو مرتد عن الاسلام۔ کتبہ: عبد الرحمٰن بن ابی شیبہ سامحہ اللّٰہ
۱۲؍ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ/۱۲؍فبرایر ۱۹۶۸م

الحمدللہ! کہ قادیانی مذہب کے متعلق جو کچھ علمائے اسلام نے لکھا ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور میں علمائے کرام کی ان تمام عبارات کی تائید کرتا ہوں جو انہوں نے مرزا قادیانی کی قرآن وسنت سے متصادم دعوت کے رد میں لکھی ہیں اور جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نزول اور شریعت محمدی کے مطابق آپ کے فیصلے کرنے کا انکار کرے یا قرآن کریم کی اس آیت پر یقین نہ رکھے جس میں فرمایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے ہیں نہ سولی پر چڑھائے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انہیں بلالیا ہے تو وہ مرتد اور اسلام سے خارج ہوگیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۲)

(۹۷۲) عبدالرحمٰن بٹالوی، جناب حاجی

(وفات:۱۱؍جنوری ۱۹۶۶ء)

بٹالہ کے معروف سیاسی کارکن، تحریک خلافت وتحریک آزادی میں بڑی سرگرمی سے شریک عمل رہے۔ بٹالہ میں ان کا گھر تحریکوں کا مرکز تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ رد قادیانیت کے لئے ان کی خدمات کا ایک زمانہ

معترف ہے۔ان کے وجود سے قادیانیت کانپتی تھی۔میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت ہیں۔

(۹۷۳) عبدالرحمٰن پوربی، مولانا حافظ

مولانا حافظ عبدالرحمٰن پورب کے رہنے والے تھے۔مولانا نورالحسن کاندھلوی سے تعلیم حاصل کی۔حدیث کی تکمیل حضرت گنگوہی سے کی۔بعد از فراغت حضرت گنگوہی سے بیعت ہوئے۔کچھ عرصہ میں صاحب نسبت ہوگئے۔حضرت گنگوہی نے اجازت بیعت عطاء فرمائی۔آپ کی وفات بھی گنگوہ میں ہوئی۔آپ نے ردقادیانیت پر''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' نامی فتویٰ میں تائیدی دستخط کئے۔

(۹۷۴) عبدالرحمٰن (تلہ گنگ)، جناب حافظ

حضرت حافظ عبدالرحمٰن تلہ گنگ کے معروف احرار رہنما تھے۔آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں فیصل آباد ہوتے تھے۔تحریک میں آپ نے فعّال کردار ادا کیا۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔آپ نے اپنی ذاتی لائبریری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کی لائبریری کے لئے عنایت کردی تھی۔

(۹۷۵) عبدالرحمٰن جامعۃ الازہر (مصر)، جناب ڈاکٹر شیخ

۱۹۷۴ء میں جب پاکستان میں تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو اسلامی ممالک میں اس فیصلہ کو متفقہ طور پر سراہا گیا۔چنانچہ جامعہ الازہر مصر کی اسلامی تحقیقاتی اکیڈمی کے سیکرٹری جنرل جناب ڈاکٹر شیخ عبدالرحمٰن بیضاء بھی فتنہ قادیانیت کو اسلام کے متضاد متصور کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''قادیانی فرقہ اسلام کے صراط مستقیم سے انحراف کی ایک نمایاں مثال ہے۔یہ فرقہ اسلامی معاشرہ میں عجیب وغریب افکار ونظریات کو ماضی میں بھی رواج دیتا رہا ہے اور اب بھی دے رہا ہے۔اس قسم کے افکار ونظریات کا اسلام سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی واسطہ۔اس انحراف کو درست کرنا اور اس کج روی کی طرف عامۃ المسلمین کو متوجہ کرنا ایک ایسی ذمہ داری ہے، جو تمام مسلمانوں پر یکساں عائد ہوتی ہے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۷۴ء)

(۹۷۶) عبدالرحمٰن جامی (گوجرانوالہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۴ء ...... وفات: ۱۱؍جولائی ۱۹۷۲ء)

آپ موضع کھوکھر زیر، چکوال کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد مولوی قطب الدین ایک ریٹائرڈ فوجی افسر تھے۔اپنے گاؤں میں قرآن پاک حفظ کیا۔ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز مسجد عیدگاہ گجرات سے کیا۔مزید قرآن وسنت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔خوش بختی ہے آپ کی کہ اس وقت جامعہ کے صدر مدرس مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی تھے۔آپ کا شمار بہت جلد حضرت مفتی صاحب کے چہیتے شاگردوں میں ہونے لگا۔بعد تکمیل تعلیم، جامعہ

طبیہ دہلی سے امتیازی نمبرات میں طب کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ۱۹۴۴ء کے لگ بھگ بطور طبیب گوجرانوالہ سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ حکمت کے ساتھ ساتھ دوادبی رسالے ''الشان'' اور ''خادم'' کے نام سے جاری کئے۔ جامع مسجد محمدی میں مدرسہ اساس العلوم رحمانیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ ۱۹۶۸ء میں محکمہ اوقاف میں چلے گئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد بادشاہی مسجد لاہور کا خطیب مقرر کردیا گیا۔ بلاشبہ یہ بڑا اعزاز تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران آپ نے اسلامیان گوجرانوالہ کی بھرپور رہنمائی اور قیادت کا حق ادا کیا۔ مولانا کو ان کی وصیت کے مطابق بڑے قبرستان گوجرانوالہ میں دفن کیا گیا۔ شیخ عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم سعودی عربیہ نے مسئلہ حیات مسیح، رفع ونزول پر عربی میں ایک مفصل فتویٰ لکھا۔ پاکستان بھر میں علماء نے اس فتویٰ کی بھرپور تائید وتوثیق کی۔ آپ نے بھی ''جواب درست ہے'' لکھ کر دستخط کئے۔

(۹۷۷) عبدالرحمٰن جمالی (ساند عمرکوٹ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۵ء ...... وفات: یکم/اکتوبر ۲۰۱۶ء)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جمالی ساند زوڑ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ افغانستان میں ہلمند ندی کے کنارے پر بست شہر کے قریب زوڑ نامی ایک پہاڑ پر یہ قوم آباد ہے۔ پرانے زمانے میں اس پہاڑ پر زوڑ نامی بت بھی ہوا کرتا تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی۔ آپ کا خاندان افغانستان سے ہجرت کرکے پہلے لسبیلہ کراچی آیا پھر آپ کے ماموں کی وفات کے بعد پورا خاندان میرپورخاص سندھ میں پیر غلام رسول شاہ جیلانی کے گوٹھ کے قریب ٹو خاص خیلی کے گاؤں آکر بسا۔

۱۹۴۷ء میں سامارو شریف کے قریب غلام حیدر سریوال کے گوٹھ میں ایک ہندو سے پرائمری کلاس پڑھی جو بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔ ۱۹۵۰ء میں عمرکوٹ تعلقہ کے گوٹھ ولہیٹ میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ اساتذہ کی محنت اور اپنی دلچسپی سے عربی کی تعلیم ۱۳۷۷ھ میں ولہیٹ سے ہی مکمل کی اور دستار بند ہوئے۔ عربی فارسی اور دنیوی تعلیم کے استاذ مولانا شیخ عبدالسمیع ساند تھے۔ ایک ہی استاذ سے عربی علوم کی تعلیم مکمل کی۔

دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۵۸ء میں کالج کا داخلہ لیا۔ ۱۹۶۱ء تک مختلف دنیوی فنون میں اچھے نمبرز سے پاس ہوتے رہے۔ ان سے متاثر ہوکر غلام مرتضیٰ بھٹو نے ٹریننگ کالج میں لیکچرار کے لئے ۱۷ گریڈ کی نوکری کا آرڈر دیا۔ عین اسی سال مولانا عزیز اللہ ساند اور مولانا عبدالسمیع ساند گاؤں میں آئے اور کہا کہ آپ مدرسہ مظہر العلوم ولہیٹ میں عربی کی تعلیم دیں۔ مدرسہ میں عربی کے لئے اچھا استاذ نہیں ہے۔ تب لیکچرار کی نوکری چھوڑ کر اساتذہ کے حکم پر یکم مئی ۱۹۶۰ء میں مدرسہ ولہیٹ عمرکوٹ میں عربی کی تعلیم دینا شروع کی۔ عربی کی تعلیم میں پہلی دستار بند شاگرد علماء کی کھیپ میں مولانا محمد طلحہ جو آپ کے پرائمری کے استاذ تھے، بھی شامل تھے۔

میاں نصیر صاحب مولانا عبدالکریم ساند کے دادا تھے۔ جب سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کا لشکر ولہیٹ کے راستے گزر رہا تھا اس وقت میاں نصیر مدرسہ ولہیٹ چلا رہے تھے۔ اس مدرسہ کی بنیاد میاں محمد رحیم نے ۱۱۸۴ھ میں مخدوم محمد ابراہیم بن مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سے رکھوائی۔ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ میں رسالہ ولہیٹ قرآنی کے جاری ہونے سے مدرسہ کی تعلیم میں اور مالی معاونت میں رکاوٹیں پیش آئیں۔ اس لئے یہ رسالہ دوسال بھی نہ چل سکا۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا عزیز اللہ ساند کو رسالہ بند کرنا

پڑا۔اس مدرسہ کا دوبارہ احیاء ۱۹۴۹ء میں شیخ مولانا عبدالسمیع ساند نے کیا۔۱۱۸۴ھ سے آج ۱۴۳۸ھ تک اپنی دینی تعلیم اور سندھی تہذیب اور تشخص کو جاری رکھے رہے۔

دینی تعلیم کے علاوہ دنیوی تعلیم، تاریخ اسلام، تقابل ادیان، مناظرے، فیصلے، فتاوی جات اور برصغیر کی تاریخ پر مہارت رکھتے تھے۔سندھ کی تہذیب اور جغرافیائی سرحدوں سے خوب واقف تھے۔ہر مسئلے کا حل بروقت بتاتے اور حوالہ کے لئے کتاب کا نام اور صفحہ بھی بتادیتے۔حکمت و دانائی کا وافر حصہ من جانب اللہ میسر تھا۔اہل علاقہ کے مسائل بھی حل کرتے تھے۔آپ کی رائے کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔مسلمانوں کے تنازعات فتاوی کے ذریعے اور ہندوؤں اور سکھوں کے مسائل حکمت وبصیرت سے حل کرتے۔

۱۹۹۰ء سے تازم زیست جامع مسجد عمر کوٹ کے خطیب اور پیش امام رہے اور آپ نے مدرسہ مظہر العلوم شاخ ولہیٹ بھی عمر کوٹ میں قائم کیا جو کہ وفاق المدارس سے ملحق ہے۔آپ خود دورہ حدیث بنین و بنات میں پڑھاتے رہے۔آپ کی سند کا واسطہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سے ہے۔یہ سند ۱۹/واسطوں سے امام بخاری تک جاتی ہے۔آپ کی سند اجازت سے ملکی وغیر ملکی نامور علماء کرام بھی مستفیض ہوتے رہے ہیں۔یہ سب ریکارڈ مدرسہ کے رجسٹر میں موجود ہے۔

آپ نے مذہبی، سیاسی وسماجی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔مولانا جمالی ساند جمعیت علماء اسلام کے تین مرتبہ مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر نامزد ہوئے۔آپ ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۰ء تک جے یو آئی کے ضلعی امیر بھی رہے۔ضلع بھر میں ختم نبوت کے چھوٹے، بڑے پروگراموں کی نگرانی اور صدارت فرماتے اور مبلغین ختم نبوت کی رہنمائی بھی فرماتے۔اہل علاقہ کے مسائل بھی حل کرتے۔

آپ نے مولانا عبداللہ بہلوی کے خلیفہ حاجی محمد حسین سے بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔آپ نے مولانا محمد حسن عباسی خلیفہ مولانا احمد علی لاہوری سے بھی قادری طریق پر بیعت کی تھی۔

لواحقین میں پانچ بیٹے، تین بیٹیاں بقید حیات ہیں۔آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبدالقادر ہیں جن کی فراغت ۱۹۹۵ء میں مدرسہ دارالفیوض سے ہے۔مولوی علی احمد آپ کے جانشین ہیں جو ۲۰۰۳ء میں دارالعلوم کراچی سے فاضل ہیں۔آپ نے ان کو ۲۰۱۶ء میں مدینہ منورہ میں بخاری کا درس پڑھایا۔

آپ کی وفات پر مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر عمر کوٹ شہر بند کیا۔مسلمان جنازے میں شریک تھے جب کہ ہندو چاروں طرف ادب سے کھڑے تھے۔ہر ایک آنکھ اشک بار تھی۔یکم/اکتوبر ۲۰۱۶ء کو آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔راجپوتانہ ہسپتال حیدرآباد میں روح پرواز ہوئی اور نماز جنازہ ۲/اکتوبر بروز اتوار صبح ساڑھے نو بجے آپ کے فرزند مولوی عبدالقادر کی امامت میں ادا کی گئی۔مدرسہ مظہر العلوم ولہیٹ کی جامع مسجد کے قریب اپنے شیخ مولانا عبدالسمیع ساند کے پہلو میں آخری آرام گاہ نصیب ہوئی۔ (پروفیسر حافظ نور محمد)

(۹۷۸) عبدالرحمٰن جہلمی، جناب غازی

(وفات: ۱۰/مارچ ۱۹۶۷ء)

حضرت امیر شریعت کے ساتھی، جنگ آزادی کے نڈر سپاہی، آزادی کشمیر کے حدی خواں، ختم نبوت کے مشن کے سربرآوردہ رہنما، جہلم میں آپ کا وجود باطل کے لئے کھلا چیلنج۔دینی حمیت وغیرت کا جیتا جاگتا نشان تھے۔جمعیۃ علماء اسلام، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت وہ سب کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ان سے دینی جدوجہد کا ایک باب قائم تھا۔

(۹۷۹) عبدالرحمٰن (چنوں موم)، مولانا حافظ

(پیدائش: ۱۹۳۱ء ...... وفات: ۲۶/ اپریل ۲۰۱۶ء)

مولانا حافظ عبدالرحمٰن بھارت کے ضلع لدھیانہ کے علاقہ کتبہ میں ملک علی محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے اندر ہی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے مرید مولانا رحمت علی کے مدرسہ سے حاصل کی اور صرف ۱۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت سے سرفراز ہوگئے۔ حفظ قرآن مجید کے بعد مزید دینی تعلیم کے لئے لدھیانہ شہر میں مولانا رحمت علی کے قائم کردہ ایک مرکز میں داخلہ لیا۔ مگر یہ سلسلہ تعلیم، تقسیم ملک کے باعث پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا حافظ عبدالرحمٰن ابتداء میں شیخوپورہ بعدازاں ضلع سیالکوٹ کے معروف قصبہ ''چنوں موم'' آگئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ہجرت کے وقت حافظ صاحب کی عمر صرف ۱۶ سال تھی۔ آپ نے اپنے اکابر کی سنت کے مطابق چنوں موم میں دینی مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی اور سلسلہ بیعت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مولانا محمد انوری آف فیصل آباد سے جوڑا، جنہوں نے تاحیات عملاً سرپرستی فرمائی۔ بعدازاں ان کے فرزند ارجمند مولانا سعیدالرحمٰن انوری اور اب ان کے لائق فرزند جناب مولانا رشیدالرحمٰن انوری فرما رہے ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن کے اخلاص اور قائم کردہ مرکزی مدرسہ تعلیم الاسلام کی تعلیمی شہرت اطراف میں تھوڑے ہی عرصہ میں اتنی زیادہ ہوگئی کہ مختلف علاقوں کے دیندار حضرات نے مسجد و مدرسہ کے لئے اپنی پراپرٹیز دینا شروع کردیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرب و جوار اکبر آباد، پکی کوٹلی، فتح گڑھ اور غوثپورہ میں تعلیم الاسلام جامع مسجد نور کے نام سے مرکزی مدرسہ کی برانچیں قائم ہوگئیں۔ تدریس قرآن کی برکات دور دور تک پھیلیں۔ سیالکوٹ، نارووال، گوجرانوالہ وغیرہ کے مختلف علاقہ جات سے ہزاروں طلباء نے حافظ صاحب سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ چنوں موم کے باسیوں کا کہنا ہے کہ اس قصبہ کا ہر گھر بالواسطہ یا بلاواسطہ حافظ عبدالرحمٰن کا فیض یافتہ ہے۔ علاقہ میں بڑے حافظ جی کا لقب حافظ عبدالرحمٰن کی شناخت بن چکا تھا۔ آپ نے مسلک حق اہل السنّت والجماعت حنفی دیوبندی کی تعلیم و ترویج اور اشاعت کے لئے شب و روز کام کیا۔ مختلف مواقع پر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ مگر پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آئی۔

حافظ عبدالرحمٰن کی وساطت سے لوگوں کو مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد انوری، مولانا بشیر احمد پسروری اور امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر جیسے علمائے حق کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جو وقتاً فوقتاً حافظ صاحب کی دعوت پر چنوں موم تشریف لاتے رہے اور جن کے وعظ و تبلیغ سے علاقہ میں توحید و سنت کی بہاریں اب بھی دکھائی دیتی ہیں۔ حافظ صاحب نے ختم نبوت کے محاذ پر بڑی دانشمندی سے کام کیا جس کے نتیجہ میں قصبہ چنوں موم قادیانیت کے اثرات سے پاک ہوا۔ سیاسی لحاظ سے آپ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ تھے اور متحدہ جمعیۃ کے زمانے میں ضلع سیالکوٹ بشمول نارووال کے جنرل سیکرٹری تھے۔

حافظ صاحب ۲۰۱۲ء کے آخر میں شدید بخار کے حملہ میں سر درد کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے۔ دوران علالت تلاوت قرآن مجید، ذکر الٰہی اور ہاتھ میں تسبیح جزو لازم کے طور پر ساتھ رہی اور بالآخر حافظ صاحب نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور انہیں وصیت کے مطابق مرکزی مدرسہ تعلیم الاسلام کے احاطہ میں ہی سپرد خاک کردیا گیا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

(حضرت مولانا زاہد الراشدی، گوجرانوالہ)

(۹۸۰) عبدالرحمٰن (حسن ابدال)، مولانا حکیم

(وفات: ۲۷رمئی ۱۹۸۳ء)

جمعیۃ علماء اسلام حسن ابدال کے ممتاز و متحرک رہنما تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کا تعلق تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے چلتے پھرتے مبلغ تھے۔

(۹۸۱) عبدالرحمٰن خان (ملتان)، جناب منشی

(ولادت: ۸رفروری ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۲۳رفروری ۱۹۸۹ء)

جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے ادارہ علوم اسلامیہ چوک چہلیک ملتان میں قائم کیا۔ قادیانی فتنہ کے نام سے ایک مضمون لکھا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں صدیقی ٹرسٹ نے بھی شائع کیا۔ سماجی رہنما، مؤرخ، ادیب و ناشر کتب تھے۔

(۹۸۲) عبدالرحمٰن خان (والیٔ افغانستان)، جناب

والیٔ افغانستان کو مرزا قادیانی نے اپنی نبوت و مسیحیت کا خط لکھا، جس کے جواب میں آپ نے صرف اتنا تحریر کیا: ''اینجا بیا'' جس کا پنجابی میں ترجمہ یہ ہے کہ: ''ایتھے آ'' سید عطاء اللہ شاہ بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مرزا چلا جاتا تو اس کی گردن اتار کر فرماتے: ''آں جا برو'' جہنم میں دفع ہو جاؤ۔

(۹۸۳) عبدالرحمٰن خلیق، مولانا حکیم

(ولادت: ۱۷راکتوبر ۱۹۱۷ء ...... وفات: ۱۳رمئی ۱۹۹۷ء)

مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق جماعت اہل حدیث کے متحرک، سرگرم اور بزرگ عالم دین تھے۔ انہوں نے مسلک اہل حدیث کے فروغ اور جماعت اہل حدیث کی ترقی کے لئے اپنے علاقے میں بڑا کام کیا اور نیک نام ہوئے۔ کلاں ضلع گورداسپور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد اسماعیل تھا۔ آپ نے حکیم حاذق (گولڈ میڈلسٹ) منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کئے اور آپ نے اپنے ذاتی مطالعہ اور محنت سے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان میں کافی دستگاہ حاصل کی۔ آپ قیام پاکستان سے پہلے اپنے علاقے میں فتنہ مرزائیت کے خلاف سرگرم رہے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ بھارت سے پاکستان آگئے اور بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں بھی تادم آخر قادیانیت کے احتساب کا شکنجہ کس کر رکھا۔ ۱۹۵۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول بدوملہی کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قائم کیا اور جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث تعمیر کی اور عیدگاہ رحمانیہ کے لئے جگہ حاصل کی۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے علاقے میں اسلام کی سربلندی اور مسلک کے فروغ کے لئے بڑا کام کیا۔

خلیق صاحب بڑے بلند پایہ قلم کار تھے۔ بدوملہی میں فوت ہوئے۔ انہوں نے کئی علمی و تحقیقی اور اصلاحی کتب تحریر فرمائیں۔

(۹۸۴) عبدالرحمٰن (دنیاپور)، جناب چوہدری

(وفات: ۵/نومبر ۲۰۱۸ء)

جناب چوہدری عبدالرحمٰن نے دنیاپور میں اس وقت جماعتی کام شروع کیا جب قادیانیوں کا طوطی بولتا تھا۔ آپ دنیاپور مجلس کے امیر صوفی عنایت علی کے رفقاء میں سے تھے، جو بہت ہی متحرک اور فعّال ورکر تھے۔ ایک مرتبہ قادیانیوں نے کوئی شرارت کی انتظامیہ نے اجلاس بلایا، جس میں قادیانی بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے کوئی بات کی تو چوہدری عبدالرحمٰن نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا، اس پر تو تو میں میں ہوگئی۔ قادیانیوں نے ہائی کورٹ میں رٹ دائر کردی کہ چوہدری عبدالرحمٰن نے ہمیں یہ یہ کہا ہے، اسسٹنٹ کمشنر، ڈی ایس پی پولیس اور انتظامیہ کو بھی فریق بنایا۔ کیس کچھ عرصہ چلنے کے بعد ختم ہوگیا۔ ختم نبوت کے نڈر مجاہد تھے۔

۵/نومبر کو ڈپٹی کمشنر نے لودھراں میں ربیع الاوّل کے سلسلہ میں میٹنگ بلائی، میٹنگ سے فراغت کے بعد دل کا دورہ پڑا جو طبی امداد ملنے سے پہلے جان لیوا ثابت ہوا۔ دنیاپور جنازہ گاہ میں آپ کے جنازہ کی امامت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم نے کی۔

(۹۸۵) عبدالرحمٰن دہلوی، مولانا

مولانا عبدالرحمٰن دہلوی کا تعلق پنجاب سے تھا۔ بچپن میں ان کی آنکھیں ضائع ہوگئی تھیں۔ نعمت بصارت کے چلے جانے کے بعد رب کریم نے آپ کو حافظہ جیسی نعمت عطاء فرمائی۔ نابینا ہونے کی وجہ سے اپنے کسی ساتھی سے درسی کتب بمع حواشی سنتے اور کمرہ کے دروازہ بند کر کے تنہائی میں سنے ہوئے سبق پر غور وفکر کرتے۔ اس کے بعد اپنے طلباء کرام کو درس دیتے۔ آپ علم ہیئت، ہندسہ، علوم ریاضی کے ماہر استاذ تھے۔ علوم آلیہ کو بغیر کسی دائرہ، خط اور آلات کے پڑھانا قابل تعجب اور خداداد صلاحیتوں کا اظہار تھا۔ شیخ رحمت اللہ بن خلیل کرانوی، شیخ چاندپوری نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔ مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی میں آپ مدرس تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ پر تائیدی دستخط کئے تھے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۹)

(۹۸۶) عبدالرحمٰن دہلوی، مولانا ابوسلمان

جناب مولانا ابوسلمان عبدالرحمٰن دہلوی کا مرتب کردہ رسالہ ’’تنویر السراج فی کیفیۃ المعراج‘‘ ہے۔ سن تالیف معلوم نہیں ہوسکا۔ مصنف نے ٹائٹل پر اس رسالہ کا یہ تعارف درج کیا ہے: ’’رسالہ ہذا میں معراج جسمانی کا ثبوت بدلائل عقلیہ ونقلیہ دیا گیا اور مخالفین کے شبہات کا عموماً اور مرزا قادیانی کے شکوک کا خصوصاً جواب دیا گیا ہے۔‘‘ سب سے اوّل میں یہ رسالہ دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوا اور پھر احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع کیا گیا۔

(۹۸۷) عبدالرحمٰن دیوبندی، مولوی

مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’مرزا غلام احمد قادیانی مسیح دجال کا مثیل ونظیر ہے۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو اسے کبھی اتنی جرأت نہیں ہوسکتی کہ حدیث رسول اللہ کو تفسیر قرآن ہونے کے درجے سے بھی

گرادے اوراپنے اقاویل باطلہ کو اتنا بلند کرے کہ ان کی بدولت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں کا انکار کرے اورقرآن میں تحریف وتبدیل کرے۔کیا اس نے قرآن میں یہ قول خداوندی نہیں پڑھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کہولت (ادھیڑپن) میں کلام کریں گے؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے زمین میں رہ کر کہولت میں کب کلام کیا ہے۔ جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی نہ مانی جائے قرآن پاک کا یہ ارشاد صادق نہیں آسکتا۔تعجب ہے کہ یہ شخص آیات واحادیث میں استعارات باطلہ تجویز کرتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اپنے باطل الہامات میں ایسے استعارے کیوں جائز نہیں رکھتا۔تاکہ اس کو ان مفتریات سے نجات ہو اور خدا کی آیات بینات پر ایمان نصیب ہو۔‘‘

(۹۸۸) عبدالرحمٰن (راولپنڈی)، حکیم مولانا

(وفات:۲۷؍اگست ۱۹۵۷ء)

آپ عالم دین اور طبیب تھے۔مجلس احرار اسلام اور پھر جمعیۃ علماء اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں صف اوّل میں رہ کر سرفراز ہوئے۔

(۹۸۹) عبدالرحمٰن (راہوں والے)، جناب چوہدری

چوہدری عبدالرحمٰن قصبہ راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ بڑے زمیندار تھے اور عموماً پنجاب اسمبلی کے ممبر ہوا کرتے تھے۔کھدر پوش تھے اور چوہدری افضل حق مرحوم کے مرید متصور ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ بڑے مذہب پسند اور نیک سیرت تھے۔ مرزائی اور انگریز دشمنی ان کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں سے بڑا پیار کرتے تھے اور نہایت عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔تقسیم ملک کے بعد میں نے انہیں ایک دفعہ بیڈن روڈ لاہور پر دیکھا تھا۔ان کی لڑکی جوان ہوئی اور اتفاقاً جماعت اسلامی کے لٹریچر سے متاثر ہوئی تو اس کے رجحان ومیلان کو ترجیح دیتے ہوئے اور تمام راجپوتی بندھ توڑ کر مولانا امین احسن اصلاحی کو بیاہ دی۔ جو ضلع اعظم گڑھ کے ایک جاٹ خاندان سے متعلق ہیں۔انہوں نے راجپوت برادری کے تمام رواجات اور قوانین توڑ کر اپنی قوم میں ایک نرالا کام کیا تھا۔ یہ ان کی اسلام سے محبت کا بیّن ثبوت ہے۔ خداوند تعالیٰ انہیں سایۂ رحمت میں جگہ دے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۹۹۰) عبدالرحمٰن (راہوں والے)، مولوی

مولوی عبدالرحمٰن راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم اور پایہ کے بزرگ تھے۔ مرزائیت کے خلاف خصوصی جذبہ رکھتے تھے اور انگریز کے بھی شدید مخالف تھے۔ بڑے ہنس مکھ انسان تھے۔ چوہدری افضل حق کے شیدائی تھے۔ دفتر احرار لاہور میں ان سے عموماً ملاقات ہوتی تھی۔ سچیت گڑھ ضلع سیالکوٹ سے گرفتار ہوکر جب میں جالندھر جیل میں مقید تھا تو وہ ہماری خبرگیری کے لئے جیل تشریف لایا کرتے تھے۔ میں نے ان سے تفسیر حقانی جیل میں منگوائی تھی۔ افسوس کہ ہماری رہائی اچانک ہوئی اور ہمیں مجبوراً جیل سے نکلنا پڑا اور تفسیر حقانی جیل کی کوٹھڑی میں رہ گئی۔ میں مولوی صاحب کا بڑا ممنون ہوں کہ وہ ہم سے للہ محبت کرتے تھے۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۹۹۱) عبدالرحمٰن (ساکن لکھوکی)، مولانا

مولانا عبدالرحمٰن نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ’’جو عقائد کفریہ مرزا کے متعلق سوال میں مذکور ہیں ان میں سے ہرایک کفر اس کے کافر ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرے الہام بھی کتاب اللہ کی طرح قطعی ہیں۔ لٰہذا وہ احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں مرتدانہ کلام کرتا ہے۔ ہر حدیث صحیح مرفوع ہے، جس کو علمائے حدیث نے بالتحقیق ثابت کیا ہے۔ بالاجماع واجب القبول ہے اس کا مکذب کافرو مرتد ہے۔ اس میں کشف یا الہام کا حیلہ قابل قبول نہیں ہے۔ اگر حدیث متواتر ہے تو اس کا منکر قطعی کافر ہے۔ ورنہ ظنی کافر ہے۔ پس میری تحقیق میں قادیانی ملحد اور اشد المرتدین ہے۔ اس نے (ازالہ ص ۲۹۸ درحاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۲) میں تمام اہل اسلام کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں پر ایمان لانے کی وجہ سے (معاذ اللہ) خارج از ایمان قرار دیا ہے۔ اس ملحد نے عیسیٰ علیہ السلام کو بتقلید نصاریٰ صلیب پر چڑھا کر نص قرآنی سے انکار کیا ہے۔ ’’قال اللہ تعالیٰ وما صلبوہ‘‘ اور عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے۔ فرشتوں کے عروج ونزول کا انکار کیا ہے جو صریح کفر ہے اور یہ مستلزم ہے۔ اس کفر کو کہ قرآن پاک کلام الٰہی نہیں بلکہ ’’ان ھذا الا قول البشر‘‘ کیونکہ اس قول کے بموجب نہ کوئی جبریل آیا اور نہ خدا کا کلام زمین پر پہنچایا۔ خروج یاجوج ماجوج کا انکار بھی کفر صریح ہے۔ خروج دجال سے مسیح کذاب کا انکار، نبی اللہ ہونے اور احمد مبشر بالقرآن ہونے کا دعویٰ بھی کفر صریح ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ماننا اس ملحد کی نصرانیت ہے اور اپنی ذات کو ابن اللہ کا لقب دینا اس کی یہودیت ہے۔ چنانچہ یہود بھی کہا کرتے تھے: ’’نحن ابناء اللہ و احبّاء‘‘ اور جو لوگ ان کفریات صریحہ کو صحیح مانتے ہیں یا مرزا قادیانی کی بزرگی کے قائل ہیں ان میں بھی رائی برابر ایمان نہیں اور اس کی ملحدانہ تاویلیں خدا اور رسول سے استہزاء وتمسخر ہے۔‘‘

(۹۹۲) عبدالرحمٰن سلطان پوری، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۱ر فروری ۱۹۹۹ء)

سلطان پور تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک کے رہائشی تھے۔ پیر طریقت، عالم دین، خطیب ومبلغ تھے۔ تحریک پاکستان میں بطور کارکن کے حصہ لیا۔ تحریک ہائے ختم نبوت وتحریک نظام مصطفیٰ میں اپنے علاقہ میں مثالی کردار ادا کیا۔

(۹۹۳) عبدالرحمٰن سہارنپوری، مولانا

مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری شارح بخاری کے گھر میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے اور اپنے والد صاحب سے ہی علم حدیث حاصل کیا۔ فن لغت، ادب شیخ فیض الحسن سہارنپوری سے پڑھے۔ عالم کبیر بنے اور ایک مدت تک سہارنپور میں ہی پڑھاتے اور عوام الناس کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ شیخ کبیر حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کے ہاتھوں بیعت کی۔ مرزا قادیانی کے کفر پر ’’فتویٰ تکفیر قادیان‘‘ میں تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۶۶)

(۹۹۴) عبدالرحمٰن شاہ جمالی، حضرت مولانا

(وصال: ۱۸ مئی ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن شاہ جمالی ضلع مظفر گڑھ کے رہائشی تھے۔ تقسیم کے بعد مشرقی پنجاب سے آ کر یہاں آباد ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید دیوبند میں حفظ کیا۔ ہندوستان کے نامور عالم دین حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاولی سے ایک زمانہ واقف ہے۔ آپ کی کئی کتابیں اس وقت درس نظامی میں وفاق المدارس کے نصاب کا حصہ ہیں۔ انہیں مولانا مشتاق احمد چرتھاولی سے مولانا عبدالرحمٰن نے صرف ونحو پڑھی۔ دورۂ حدیث شریف غالباً جامعہ اشرفیہ سے کیا۔ مولانا قاری محمد طیب قاسمی نے بھی آپ کو سند حدیث کی اجازت سے نوازا تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن شاہ جمالی کی یہ خوبی تھی کہ اپنی اولاد کو علم دین سے بہرہ ور کیا جو اس وقت فیصل آباد، گوجرہ اور لاہور جیسے شہروں میں دینی مکاتب و مدارس کے نظام کا حصہ ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن شاہ جمالی اپنے بھرپور عہد جوانی میں سیالکوٹ کے ضلع کے دیہات میں خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ سیالکوٹ ضلع کی گورداسپور سے حدود ملتی ہیں۔ قادیان گورداسپور میں واقع ہے۔ تقسیم کے بعد قادیان کے قادیانیوں نے لائن عبور کی اور سیالکوٹ کے ضلع میں ٹڈی دل کی طرح پھیل گئے۔ اس زمانہ میں مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی، پیر جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا حافظ محمد شفیع سنکھترہ، مولانا محمد اسماعیل سیالکوٹ، مولانا نذیر احمد سنکھترہ، مولانا فیروز خان، مولانا عبداللطیف ڈسکہ، مولانا ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی، مولانا بشیر احمد پسروری، سائیں محمد حیات پسروری، ایسے حضرات نے قادیانیت کے ٹڈی دل کا رخ موڑنے میں مثالی کردار ادا کیا۔ آگے چل کر انہیں حضرات کے خدمت ختم نبوت کے فریضہ کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں اپنے طور پر مولانا عبدالرحمٰن شاہ جمالی نے شاندار کردار ادا کیا۔ اس زمانہ میں آپ کے قادیانی خرناٹ اور گھاگ مربیوں سے مناظرے ہوئے۔ آپ اتنے ٹھنڈے مزاج کے انسان تھے کہ قادیانیوں کو شطرنج کے مہروں میں پھنسانے میں مولانا محمد حیات فاتح قادیان کی یاد تازہ کر دیا کرتے تھے۔ فقیر راقم نے آپ کو شباب کے نصف النہار پر دیکھا ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا محمد حیات سے ملنے کے لئے ملتان دفتر تشریف لاتے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے ہدایات لیتے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر سے تو آپ کا یارانہ تھا۔ اس زمانہ میں راقم کی ان سے یاد اللہ قائم ہوئی جو آخری وقت تک قائم رہی۔ اس دور میں آپ نے ردِ قادیانیت پر کئی رسائل بھی لکھے۔ جب ملاقات ہوتی تو ہم پیالہ و ہم مشرب ہونے کے ناتے اکثر اس عنوان پر گھنٹوں مجلس جاری رہتی۔ اس زمانہ میں ہی آپ نے ردِ قادیانیت پر ایسی بھرپور تیاری کی کہ بڑے سے بڑے قادیانی کھلاڑی کا آپ کا سامنا کرنے سے پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن شاہ جمالی ہمارے مخدوم حضرت سید نفیس الحسینی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی سے مجاز بھی تھے۔ بڑھاپے نے گھیرا تو اپنے بیٹے مولانا عتیق الرحمٰن کے ساتھ ٹاؤن شپ لاہور مدرسہ مخزن العلوم میں رہائش رکھ لی تھی۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں یہاں جاری رہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے رفقاء ان سے برابر رابطہ میں رہتے اور ان کی علمی خدمات سے بھرپور فائدہ بھی اٹھاتے رہے۔ کچھ عرصہ قبل کسی جلسہ کے بہانہ سے فقیر کو بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اب کراچی میں تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۱۸ء کو فون پر ان کے وصال کی خبر ملی۔ دل پر بجلی سی گری کہ قریباً پون صدی ماضی قریب کی تاریخ گم گشتہ ہو گئی۔ مولانا عبدالرحمٰن شاہ جمالی واقعتاً ایک ایسے درویش اور خدا مست انسان تھے

جنہیں دیکھ کر سیدنا ابوذر غفاریؓ کی زندگی کی ریل سامنے چلنا شروع ہوجاتی تھی۔ آپ کے ردقادیانیت پر جملہ رسائل محاسبہ قادیانیت جلد ۱۵ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۹۹۵) عبدالرحمٰن شاہ چشتی نظامی، مولانا پیر سید

(ولادت:۱۹۲۶ء ...... وفات:۱۲/فروری۱۹۹۹ء)

آپ ہروئی والا سلطان پور حسن ابدال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام پیر ضیاء الدین مشہدی تھا۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور، بھوئی شریف ضلع اٹک، امرتسر، رمداس، کڑیانوالہ، گجرات وغیرہ میں پڑھتے رہے۔ تحریک پاکستان کے لئے سرگرم رہے۔ ملکوال ضلع سرگودھا میں خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت کے سرگرم رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ تحریک ختم نبوت میں آپ گرفتار بھی ہوئے۔ اپنے گاؤں میں مزار شریف ہے۔

(۹۹۶) عبدالرحمٰن عثمانی (تلہ گنگ)، مولانا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے سابق رکن رکین حضرت مولانا فضل احمد کے شاگرد رشید اور تلہ گنگ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا پیر عبدالشکور نقشبندی کے ہمراہ احمد نگر سے انٹر چینج سیال موڑ کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ گاڑی کا ٹرک سے تصادم ہوگیا۔ جس کے نتیجہ میں مولانا عبدالرحمٰن عثمانی اور مولانا عبدالشکور نقشبندی کے صاحبزادے موقع پر جاں بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا عبدالرحمٰن عثمانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہی خواہوں میں سے تھے۔ وہ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت تھے۔

(۹۹۷) عبدالرحمٰن (فیصل آباد)، مولانا

جامعہ اشرف المدارس گرونانک پورہ فیصل آباد کے مہتمم مولانا عبدالرحمٰن نے مولانا محمد منظور نعمانی کے متفرق مضامین جو تحذیرالناس پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تھے اور مختلف کتب ورسائل میں منتشر تھے مولانا عبدالرحمٰن نے ''تحفہ نعمانی، لفرقۃ القادیانی'' کے نام پران کو جمع کر کے شائع کر دیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع شدہ ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ!

(۹۹۸) عبدالرحمٰن قادری مجددی عظیم آبادی، مولانا

ایک صدی سے زائد عرصہ ہوا جن حضرات نے قادیانی فتنہ کی زہرناکیوں کا اکسیر تیار کیا۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو: ''حضرت مولانا عبدالرحمٰن قادری مجددی عظیم آبادی کا مرتب کردہ رسالہ کا نام: ''نمک سلیمانی برزخم قادیانی'' ہے۔ اپریل ۱۹۱۲ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری سے ملعون قادیان کے چیلے قاسم علی مرزائی نے لدھیانہ کے ایک مناظرہ میں شکست کھائی اور تین سو روپیہ مناظرہ ہارنے کا جرمانہ قادیانی نے ادا کیا۔ اس پر مولانا عبدالرحمٰن نے اپنے تأثرات قلمبند کئے جو محاسبہ قادیانیت کی جلد ۱۲ میں موجود ہیں۔

علاوہ ازیں احتساب قادیانیت جلد۱۴ میں بھی رسائل زیر طبع ہیں۔‘‘

(۹۹۹) عبدالرحمٰن قادیانی (ڈیرہ غازی خان)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا موسیو بشیر تھا۔ جس پر غلام قادیان کے مریدوں نے بدکرداری کے سنگین وغلیظ الزام عائد کئے۔ اس کے باعث غلام قادیان کی جماعت، لاہور وقادیان کے دوگروہوں میں تقسیم ہوئی۔ لاہوری جماعت کے مرزائی عبدالرحمٰن ساکن ڈیرہ غازی خان نے قادیانی گروہ پنجاب کے امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کو اور عبدالرحمٰن کے بیٹے شفیق الرحمٰن خان ڈیرہ غازی خان نے مرزا محمود کے بیٹے مرزا رفیع کو خطوط لکھے کہ وہ مرزا محمود ملعون قادیان کی صفائی پر حلف اٹھائیں۔ دونوں نے حلف اٹھانے سے گریز وفرار اختیار کر کے اپنی اور مرزا محمود کی مزید رذالتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عبدالرحمٰن لاہوری مرزائی ڈیرہ غازی خان نے چناب نگر وسرگودھا کا سفر بھی کیا۔ ’’پیر باپ کی پاکیزگی کے حلف سے مرید بیٹے کا گریز بمع ضمیمہ تبلیغی سفر‘‘ کے نام پر ایک مضمون لکھا۔ یہ تمام خط وکتابت وتبلیغی سفر کی رپورٹ متذکرہ بالا پمفلٹ میں ایک ساتھ احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں شائع کر دیئے ہیں۔ یاد رہے کہ کاتب ومکتوب الیہ سب قادیانی ہیں۔

(۱۰۰۰) عبدالرحمٰن قاسمی (چکوال)، مولانا صاحبزادہ

(وفات: ستمبر۱۹۹۱ء)

پاکستان کے نامور پیر طریقت حافظ غلام حبیب نقشبندی چکوال کے جانشین، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن قاسمی، جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل پنجاب، ممتاز عالم دین روحانی سلسلہ کے پیشوا اور ولی ابن ولی تھے۔ آپ مرنجاں طبیعت کے عالم دین تھے۔ والد گرامی کے بعد ہر سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر پر تشریف لاتے تھے۔ بہت ہی درد دل رکھنے والے قومی رہنما تھے۔

(۱۰۰۱) عبدالرحمٰن (کلروالی مظفرگڑھ)، مولانا

(وفات: ۱۹۷۷ء)

کلروالی تحصیل علی پور ضلع مظفرگڑھ کے مولانا عبدالرحمٰن تھے جو بہت ہی خوبیوں کا مرقع تھے۔ دل ودماغ سے احراری اور خالص احراری تھے۔ ان کے وجود سے قادیانیت خم کھاتی تھی۔

(۱۰۰۲) عبدالرحمٰن (کہروڑپکا)، حضرت قاری

(وفات: ۶؍فروری۲۰۲۱ء)

جامعہ حفظ القرآن کہروڑپکا کے مہتمم مولانا قاری عبدالرحمٰن حضرت قاری امیرالدین پانی پتی کے جانشین تھے۔ آپ نے نصرۃ العلوم گوجرانوالہ خیرالمدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ والد گرامی کی وفات کے بعد ان کے ادارہ کے تادم واپسیں مہتمم رہے۔ آپ ایک نظریاتی رہنما تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے عمر بھر وابستہ رہے اور بڑا بھرپور کردار ادا کیا۔ اگلے دن مغرب کے بعد جامعہ

اسلامیہ باب العلوم میں حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی امامت میں نماز جنازہ ہوئی اور پھر جامعہ حفظ القرآن میں ابدی نیند سو گئے۔

(۱۰۰۳) عبدالرحمٰن (کیمبل پور)، مولانا

(وفات: اکتوبر ۱۹۶۶ء)

کیمبل پور پنجاب کے رہائشی تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد پہلے مظاہر العلوم سہارنپور پھر دارالعلوم دیوبند سے کتب حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت شیخ الہند کے آخری تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور مدرس مقرر ہوئے۔ جب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مدینہ منورہ ہجرت کا قصد کیا تو صدارت تدریس پر آپ کو منتخب کیا۔ تقسیم ہند کے بعد وطن واپس آ گئے اور ملتان، ٹنڈوالہ یار، اکوڑہ خٹک کی بڑی بڑی درسگاہوں میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ نے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں تدریس کے دوران ردقادیانیت پر فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام میں صورت مسئولہ پر جوابی تحریر لکھی کہ: ''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور قرب قیامت (میں) ان کا نزول قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ جو اس اجماعی عقیدے، ثابت بالکتاب والسنۃ کا انکار کرے یا اس میں کسی قسم کی تاویل کرے گا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۸۹)

(۱۰۰۴) عبدالرحمٰن گیلانی (مالیر کوٹلہ)، مولانا صوفی سید

جناب مولوی صوفی سید عبدالرحمٰن خان گیلانی مجددی کا مرتب کردہ ''ختم نبوت المعروف ایٹم بم رحمانی بر عنق قادیانی'' جو ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اڑسٹھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع ہوا ہے۔ سید، گیلانی، مجددی اور خان کا اجتماع مؤلف کے نام میں سمجھ میں نہیں آ رہا۔ موصوف مالیر کوٹلہ بھارتی پنجاب کے رہائشی تھے۔ اس پمفلٹ کے علاوہ بھی ان کی کتب ہیں۔

(۱۰۰۵) عبدالرحمٰن (لاہور)، مولانا میاں

(پیدائش: ۱۹۵۲ء ...... وفات: ۱۷/ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مولانا میاں عبدالرحمٰن گاؤں سم الٰہی منگ ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا میاں محمد ابراہیم بہت بڑے عالم دین اور بزرگ رہنما تھے۔ آپ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، شیر اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، پیر طریقت مولانا عبیداللہ انور کے دست و بازو تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ نرینہ اولاد میں مولانا محمد ابراہیم کے اکلوتے صاحبزادے میاں عبدالرحمٰن تھے۔ مولانا محمد ابراہیم نیوانارکلی لاہور کی جامع مسجد المعروف تلوار والی کے خطیب تھے۔ آپ اپنے ہاتھ میں ڈنڈا رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کا نام مولانا ابراہیم ڈنڈے والا مشہور ہو گیا۔

آپ نے مسجد انارکلی میں مدرسہ تجوید القرآن قائم کر رکھا تھا۔ یہاں پر میاں عبدالرحمٰن نے قاری محمد نذیر، قاری مقبول الرحمٰن

کے ہاں قرآن مجید ۱۹۶۶ء میں حفظ کیا۔ میاں عبدالرحمٰن بہت ہی خوبصورت تلاوت کرتے تھے۔ تلاوت کے زیروبم کو خوب جانتے تھے۔ آپ کی نیکی و پارسائی اور کلام الٰہی کی برکات کا واضح پرتو اور برکات آپ کی تلاوت سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔

مولانا میاں عبدالرحمٰن نے ابتدائی کتب جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۱۹۶۸ء میں پڑھیں۔ تجوید اور دیگر فنون کی کتب کے لئے الجامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک پڑھتے رہے۔ آپ نے دورہ حدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور، شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں سے ۱۹۷۳ء میں کیا۔ وفاق المدارس کا امتحان آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کی طرف سے دیا۔ جامعہ مخزن العلوم والفیوض خانپور، شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے آپ نے دورہ تفسیر پڑھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء، تحریک ناموس رسالت ۲۰۱۱ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے تادم واپسیں سرپرست اعلیٰ تھے۔ تنظیم اہل سنت کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے قائد حضرت صاحبزادہ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے مجلس علماء اسلام قائم کی۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر اس کے امیر منتخب ہوئے۔ تب لاہور مجلس علماء اسلام کے صدر میاں عبدالرحمٰن تھے۔

مولانا میاں عبدالرحمٰن نے مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا حامد میاں، مولانا شریف اللہ، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا مفتی ولی حسن، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا فضل الرحیم، مولانا علی اصغر عباسی اور دیگر حضرات سے اکتساب فیض کیا۔ بنوری ٹاؤن میں مصری اساتذہ سے فن تجوید میں مہارت حاصل کی۔ مولانا میاں عبدالرحمٰن رنگ سانولا، چہرہ پر گوشت کتابی، پیشانی کشادہ، آنکھیں سرمگی، قد دراز، اعضاء متناسب، بات کرنے کا انداز دھیما اور خیر خواہانہ۔ جب بھی بات کرتے تھے خیر کی کرتے تھے۔ غیبت سے کوسوں دور۔ تمام دینی جماعتوں کے اکابر کا دل وجان سے احترام کرنا وظیفہ حیات تھا۔ کلمہ حق کہنے میں اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

والد گرامی مولانا محمد ابراہیم کے وصال کے بعد جامع مسجد انارکلی کی خطابت اور مدرسہ کے اہتمام کو خوب دینی خدمت سمجھ کر سنبھالا۔ جامع مسجد ومدرسہ کی نئی دیدہ زیب تعمیر کرائی۔ بہت ہی کشادہ پروقار کوہ قامت، کئی منزلہ عمارت کو دیکھیں تو آپ کے حوصلہ کی بلندی کا مظہر نظر آتی ہے۔ مؤرخہ ۱۱/اپریل ۲۰۰۹ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شاہی مسجد لاہور میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ تب مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا قاری نذیر احمد، جناب میاں رضوان نفیس پر مشتمل تبلیغ رابطہ کمیٹی قائم ہوئی۔ مولانا میاں عبدالرحمٰن اس کمیٹی کے سربراہ تھے۔ مانسہرہ اکوڑہ خٹک سے لے کر ساہیوال تک، سیالکوٹ سے لے کر سرگودھا وبھکر تک ہر اہم شہر میں مولانا میاں عبدالرحمٰن اپنے رفقاء سمیت تشریف لے گئے۔ اس پورے علاقہ کو جلسہ گاہ بنادیا۔ ہر جگہ جلسہ عام، پریس کانفرنس، میٹنگ سے کانفرنس کے لئے ایسا منظم پروگرام تشکیل دیا کہ جب کانفرنس منعقد ہوئی تو بادشاہی مسجد اور گردونواح کے پورے علاقہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

مولانا میاں عبدالرحمٰن بہت صالح عالم دین اور اہل دل حضرات میں سے تھے۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے آپ نے حرم کعبہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت درخواستی، مولانا عبیداللہ انور سے بھی بہت نیازمندی کا تعلق تھا۔ آپ مؤرخہ ۷/اکتوبر کو اپنے گاؤں سے چلے ابتداء میں صلوٰۃ الحاجت پڑھی۔ دکاندار سے حساب کیا، ادائیگی کی۔ مولانا مفتی عبدالقدوس کے جامعہ اشاعۃ الاسلام مانسہرہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ خطبہ جمعہ وامامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس بیان، خطبہ جمعہ، تلاوت

وقرأت، دعا کے دوران میں ایسا نورانی ماحول کا سماں قائم ہوا کہ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ پرسوز تلاوت سے لوگوں کے دل پگھلے جاتے تھے۔ دعا میں الحاح وزاری کے ماحول نے در و دیوار کو بھی رلا دیا۔ بیان کے دوران میں نور کی چادر تنی نظر آتی تھی۔

جمعہ سے فراغت کے بعد سوات جانے کے لئے ایبٹ آباد کا سفر کیا۔ قلندر آباد کے قریب کار پر مخالف سمت سے آنے والی ہائی۔ ایس ٹکرائی، تو ڈرائیور اور آپ کے رفیق سفر قاری سیف الرحمٰن زخمی ہوگئے۔ مولانا میاں عبدالرحمٰن کو بازو، پسلیوں اور بائیں ٹانگ پر شدید چوٹیں آئیں۔ ایوب میڈیکل کمپلیکس ایبٹ آباد میں آپ کو لایا گیا۔ ڈاکٹروں نے خون کی بوتل لگانا چاہیں تاکہ اپریشن کیا جاسکے۔ آپ نے ڈاکٹروں سے فرمایا، میرا وقت آ گیا ہے۔ اب آپ علاج کی کوشش نہ کریں۔ ذکر اذکار، کلمہ طیبہ، سورۂ یٰسین، دعائیں اور آخر میں سبحان اللّٰہ و الحمد اللّٰہ، اللّٰہ اکبر! پڑھا اور جان بحق ہوگئے۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ محمد میاں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اپنے گاؤں کے قبرستان میں رحمت باری کے سپرد ہوئے۔ حق تعالیٰ! بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین! بہت ہی جامع شخصیت کے حامل عالم ربانی تھے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۰۶) عبدالرحمٰن مصری (قادیانی لاہوری)

ایک فاضل نوجوان عبدالرحمٰن جو قادیانی ہوا۔ قادیانی جماعت نے اسے مصر سے تعلیم دلوائی۔ انتہائی فاضل اور قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو مرزا محمود کا اعتماد یافتہ اور قادیانی جماعت کے متعدد عہدوں پر فائز رہا۔ مرزا محمود نے اس کے بیٹے اور بیٹی کی عزت کو پامال کیا۔ عبدالرحمٰن مصری نے اپنی اولاد سے مرزا محمود کی جنسی زیادتی کو سنا تو دماغ شائیں شائیں کرنے لگا۔ اس نے مرزا محمود کو خط لکھے۔ مرزا محمود نے اسے جماعت سے نکال دیا۔ یہ لاہوریوں کے گروپ میں شامل ہوگیا۔ ہائیکورٹ تک بات گئی۔ زندگی بھر یہ مرزا محمود کی جنسی بے راہ روی پر احتجاج کرتا رہا، لیکن لاہوری مرزائی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ اس کا بیٹا بشیر احمد مصری مسلمان ہوگیا۔ اس نے مرزا طاہر کے مباہلہ کا جواب بھی تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع شدہ ہے۔

(۱۰۰۷) عبدالرحمٰن مونگیری، جناب حاجی سید

خانقاہ رحمانی مونگیر کے متوسلین میں ایک بڑا نام حضرت حاجی سید عبدالرحمٰن صاحب کا ہے۔ آپ حضرت قبلہ مولانا سید محمد علی مونگیری کے مریدان باصفا میں سے تھے۔ آپ کے رد قادیانیت پر تین رسائل ہمیں ملے ہیں:

۱...... ''آئینہ قادیانی'' اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی کتب واقوال سے قادیانیت کے مکروہ عقائد وعزائم سے عوام کو باخبر کرتے ہوئے قادیانیت کی حالت واقعی کو بیان کیا ہے۔ اوّلاً خانقاہ مونگیر سے یہ شائع ہوا۔ الحمد للّٰہ!

۲...... ''تنبیہ قادیانی'' یہ رسالہ بھی خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے شائع ہوا۔ اس کے مصنف بھی حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب ہیں۔ اس کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر فارسی کے یہ اشعار درج تھے۔

ہوش دارید اے مسلمان جہاں ...... قادیان	فتنہ در دین محمد مصطفیٰ خواہد شدن
می نہد فضل خودش برنور عین مصطفیٰ	ژاژ می خاید زبانش بیحیا خواہد شدن

قصہ دیرینہ ظلم یزید پر جفا حالیاً تازہ زدست میرزا خواہد شدن
گاہ عیسیٰ گاہ موسیٰ گاہ فخر انبیاءً گاہ ابن اللہ گاہے خود خدا خواہد شدن

پہلے شعر میں جہاں کے بعد اور قادیان سے پہلے کا لفظ مٹا ہوا ہے۔ پہلی اشاعت میں اس کے چوبیس صفحات تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم مصنف کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔

۳...... ''حق طلب کی سچی فریاد'' عبدالمجید نامی ایک ماسٹر قادیانیت سے متاثر تھے۔ انہوں نے دو خط لکھے۔ ایک خط مولانا عصمت اللہ مدرس سوپول کو لکھا اور دوسرا خط اپنے بھائی عبدالحمید کو لکھا۔ جسے شائع بھی کر دیا گیا۔ جو خط اپنے بھائی کو لکھا اسے معروف قادیانی عبدالماجد نے شائع کرایا۔ دونوں خطوط کا جواب حضرت حاجی سید عبدالرحمٰن صاحب نے تحریر فرمایا۔ کان پور سے اوّلاً یہ شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

عالمی مجلس نے احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں ان تینوں رسائل کو جمع کر دیا ہے۔ ردقادیانیت پر آپ کا ایک اور رسالہ:

۴...... ''حق نما'' ہے جو ایک سو پندرہ سال قبل اگست ۱۹۰۰ء لاہور میں مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی تشریف لائے۔ مگر مرزا قادیانی چیلنج دینے کے باوجود لاہور پیر صاحب کے مقابلہ میں آنے کی جرأت وحوصلہ نہ کر پایا۔ ''حق نما'' رسالہ میں حاجی سید عبدالرحمٰن مونگیری نے ''معرکہ لاہور'' کی پوری روئیداد قلمبند کر دی ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ میں شائع ہو گیا ہے۔

(۱۰۰۸) عبدالرحمٰن ہزاروی، مولانا مفتی محمد

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء)

مولانا عبدالرحمٰن ''دوبندی'' نزد خانپور ہری پورہ میں جناب برہان الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتداءً اپنے علاقہ میں، پھر کیمبل پور (اٹک) میں پھر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تین سال تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے امرتسر چلے گئے۔ وہاں مولانا مفتی محمد حسن (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) سے چند کتب پڑھیں۔ پھر دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔ دو سال میں موقوف علیہ کی تکمیل کرنے کے بعد علامہ انورشاہ کشمیری و دیگر حضرات سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد پہلے تین سال نصرۃ الحق امرتسر پھر ۲۵ سال تک مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ تقسیم ملک سے دو ماہ پہلے امرتسر سے بیمار ہو کر اپنے گاؤں ''دوبندی'' چلے آئے اور رمضان المبارک میں ۱۴/اگست کو فجر کی اذان کے وقت وصال ہوا۔ آپ کے فرزند مولوی عبیدالرحمٰن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی نے فتویٰ تکفیر قادیان میں سائل کے جواب میں درج ذیل عبارت لکھ کر قادیانیوں کے عقائد پر بطلان کی مہر ثبت کی۔ آپ نے لکھا کہ ''عقائد مرقومہ کا معتقد اور مصداق یقیناً اسلام سے خارج ہے اور کسی مسلمان عورت کا نکاح ایسے شخص سے جائز نہیں اور تصدیق بعد از نکاح موجب افتراق ہے۔ تمام کتب فقہ میں ہے۔ ''وارتداد احدھما فسخ فی الحال'' کہ بیوی میاں سے کسی کا مرتد ہونا نکاح فوراً فسخ کرتا ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۷۴)

(۱۰۰۹) عبدالرحمٰن (ہموکہ وجھ ضلع سرگودھا)، جناب قاری

(وفات: اکتوبر ۱۹۶۵ء)

مولانا قاری عبدالرحمٰن ہموکوی مجاہد اور خادم دین تھے۔ اپنے علاقہ میں عظمت ختم نبوت وعظمت صحابہ کرامؓ کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے معاون وحامی اور گہری دلچسپی ووابستگی رکھنے والے تھے۔

(۱۰۱۰) عبدالرحیم اشرف (فیصل آباد)، مولانا حکیم

(ولادت: ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۲۸/جون ۱۹۹۶ء)

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر ہفت روزہ ''المنبر'' فیصل آباد ایک عبقری انسان تھے۔ قدرت نے ان کے پہلو میں حساس دل رکھا تھا۔ امت مسلمہ کی پریشانی پر وہ پریشان ہوجایا کرتے تھے۔ اس کے حل کے لئے وہ اس وقت تک بے چین رہتے جب تک وہ اسے حل نہ کرالیتے۔ یا یہ کہ جو کچھ وہ کرسکتے تھے۔ نہ کرگزرتے۔ فقیر راقم الحروف کا ۶۹-۱۹۶۷ء میں لائل پور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے طور پر تقرر رہا۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا مفتی زین العابدین، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، حضرت مولانا محمد صدیق، حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا تاج محمود تحریکی اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف علمی میدان میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرگرم تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدین نے تبلیغ کا محاذ سنبھال رکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد صدیق تدریس، مناظرہ اور انتخابی سیاست کے شناور تھے۔ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی دونوں آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔

ان حضرات کا باہمی ربط، میل وجول قابل رشک تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دیوبندی، بریلوی جنگ کا سیز فائر ہوچکا تھا۔ لیکن ابھی تک تلخی کی گردنہ بیٹھی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اتحاد بین المسلمین کے لئے مقامی اور قومی سطح پر کوشاں تھے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن دل ودماغ کے اعتبار سے بہت ہی وسیع المشرب تھے۔ زندگی بھر وہ جامع مسجد جناح کالونی میں دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا کی یہ خوبی تھی کہ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ صبح سے شام تک ان کا تمام وقت کمپیوٹرائز ہوتا تھا۔ نماز میں تکبیر تحریمہ اور صف اوّل کی پابندی کے خوگر تھے۔ گرمی، سردی، معمولی بیماری، بارش اور آندھی ان کے نزدیک کوئی عذرات نہ تھے۔ وہ مسجد میں قدم رکھتے۔ جماعت کھڑی ہوجاتی۔ گویا ان کا ایک ایک قدم بھی ضابطہ کا پابند تھا۔

حضرت مولانا نے اپنی زیر ادارت ہفت روزہ ''المنبر'' کا اجراء کیا۔ تمام تر اشاعتی مشکلات کے باوجود اس کی اشاعت میں تسلسل کو قائم رکھا۔ ان کے رسالہ کے زیادہ تر موضوعات، حالات حاضرہ پر قوم کی رہنمائی۔ ان پر بے لاگ تبصرہ وتجزیہ۔ تعلیمی میدان میں امت کی رہنمائی۔ اتحاد بین المسلمین، مسئلہ ختم نبوت اور منکرین ختم نبوت کا علمی وواقعاتی تعاقب واحتساب تھے۔ یہ اس رسالہ کا طرہ امتیاز تھا۔ حضرت مولانا موصوف دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، حنفی نزاعات پر بالکل نہ لکھتے تھے۔ ہاں کبھی ماحول کی تلخی دیکھ کر

فریقین سے اصلاح احوال کے لئے ضرور خامہ فرسائی کرتے تھے۔

اسلامیان فیصل آباد پر مولانا کا یہ عظیم احسان ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کو آپ نے فیصل آباد میں بلایا۔ ان کے علاوہ دیگر ملکی وغیر ملکی تعلیمی مذہبی شخصیات کو انہوں نے اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد میں بلا کر ان کے خیالات سے اسلامیان فیصل آباد کو بہرہ ور کیا۔ آپ ایک سچے دردمند عالم دین تھے۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف صدائے حق بلند کی۔ لیکن اس میں بھی شائستگی اور دعوت وانذار کے پہلو کو نمایاں رکھا۔ آپ نے ''قادیانیوں سے پہلا خطاب'' کے نام پر ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔ جو ان کی تقاریر کے نکات پر مشتمل تھا۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تحریک کے یوم اوّل سے یوم فتح تک مسلسل تین ماہ انہوں نے اپنے اوپر خواب وخور بھول کر اس کے لئے کام کیا۔ آپ کی خدمات وشخصیت کے پیش نظر آپ کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا رکن رکین بنایا گیا۔ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری آپ کی رائے کو بڑے احترام سے سنتے اور اسے دل میں جگہ دیتے تھے۔ مولانا بہت زرخیز دماغ کے آدمی تھے۔ مشکل اور آڑے وقت میں حالات کا تجزیہ کر کے ایسی تجاویز لاتے جو حاصل مجلس ہوا کرتی تھیں۔ آپ تجاویز کے بادشاہ تھے۔ جس موضوع پر گفتگو کرتے اس کی ایک ایک جزئی تک کی تفصیل سے پردہ اٹھاتے۔ مثلاً اس بات کی تین قسمیں ہیں۔ تیسری قسم چار صورتوں سے خالی نہیں۔ چوتھی صورت کی پانچ وجہیں ہوسکتی ہیں۔ پانچویں وجہ کو آپ گیارہ حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی تقسیم در تقسیم سے جو آپ نتیجہ نکالتے گویا صورتحال کا عرق کشید دیتے تھے۔ بایں ہمہ گفتگو اتنی مربوط ہوتی تھی کہ اس سے کوئی اکتاہٹ نہ ہوتی تھی۔ ہر بات کو وہ اس طرح چھلنی میں چھان دیتے تھے یا اس کا ایسا الٹراساونڈ کر دیتے تھے کہ اس سے بہتر تشخیص وتجویز نہ ہوسکتی تھی۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صحیح معنی میں مزاج شناس اور حکیم تھے۔ ان کی باتیں حکمتوں کے موتی اور ان کے مشورے جواہر پارے ہوتے تھے۔ حضرت مولانا نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جس قائدانہ شان سے ملک وقوم، عوام وحکمرانوں کی رہنمائی کی وہ آپ کی بالغ نظری کی دلیل ہے۔ آپ نے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے۔ عوام میں تحریک کی روح کو پھونکا۔ مرکزی ومقامی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان تمام تر کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک ایسی خدمت کی اللہ رب العزت نے آپ کو توفیق بخشی جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے قادیانی عقائد ونظریات کے اصل کتابوں سے حوالجات کی فائل (محضرنامہ) تیار کیا۔ قادیانی کتب کے فوٹو لے کر قومی اسمبلی کے تمام اراکین تک پہنچائے۔ گویا پوری امت کی طرف سے اس نوعیت کا فریضہ سرانجام دیا کہ تمام ممبران قومی اسمبلی تک قادیانی کتب کے مندرجات کو دیکھنے کی رسائی ہوگئی۔ یہ کام آپ کا بڑا وقیع بھی تھا اور منفرد بھی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے بعد جناب جنرل ضیاء الحق تشریف لائے۔ آپ نے موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ ان تک رسائی حاصل کی اور اپنی اجلی سیرت وبلندی کردار کے باعث جنرل صاحب کے دل میں اتر گئے اور پھر قومی مسائل میں ان کی جس طرح آپ نے دینی رہنمائی کی وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے لئے جنرل محمد ضیاء الحق کو قائل کرنے میں آپ نے بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کا قلب آئینہ کی طرح

شفاف تھا۔جس صاف گوئی سے وہ کام لیتے وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔جس سے ناراض ہوں فوراً چہرہ بتادیتا تھا کہ اس سے قلب میں تکدر ہے۔جس پر راضی ہوں اس پر مہربانی کی برسات برسادیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف بڑے مردم شناس تھے۔ان میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔البتہ وضع دار ضرور تھے۔پوری زندگی وضع داری میں گزاردی۔مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر آپ ضرور تشریف لاتے۔ان کے خطاب کو بڑے احترام سے سنا جاتا۔گھن گرج، جوش وخروش، ترنم وشاعری سے ان کا خطاب خالی ہوتا تھا۔سادہ بے تکلف گفتگو کرتے تھے اور دل موہ لیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کے رسالہ المنبر کے احتساب نے چناب نگر کے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ ’’المنبر‘‘ کا ہر شمارہ قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے زمین کو لوہے کے توّے سے زیادہ گرم کردیتا تھا۔قادیانی تگنی کا ناچ ناچنے لگ جاتے اور اول فول پر اتر آتے تھے۔لیکن حکیم صاحب نے کبھی ان کے اول فول کی پرواہ نہ کی۔اپنا فرض ادا کئے گئے۔دیانتداری کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بعد قلمی طور پر اہل حدیث مکتب فکر سے حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔حکیم صاحب تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کے قدردان تھے۔خود فقیر راقم الحروف چشم دید گواہ ہے کہ حضرت حکیم صاحب نے جس طرح حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا دل وجان سے احترام کیا اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ایک صاف دل ودماغ، اجلی سیرت اور بلند کردار انسان تھے۔دھان پان جسم تھا۔لکھنوی مزاج تھا۔گفتگو میں احتیاط۔ہر بول تول کر بولتے اور ہر قدم پھونک کر رکھتے اور سوچ کر اٹھاتے تھے۔ان کی مربوط گفتگو دل لبھانے والی ہوتی تھی۔شہد سے میٹھی رسیلی گفتگو کرتے تھے۔تکلف سے کوسوں دور ہونے کے باوجود اجلا لباس آپ کی وضع داری کی علامت یا شخصیت کی پہچان تھا۔قراقلی ٹوپی، سفید لمبی داڑھی، نورانی چہرہ، سفید لباس، چلتے تھے تو علم کا وقار قائم ہوجاتا تھا۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔کیا خوبیوں کے مالک تھے۔

مجالس میں اختلاف رائے کے جلال کو بھی فقیر نے دیکھا۔لیکن اس میں اپنے موقف کی حقانیت ضرور ہوتی تھی۔کسی مسلمان کی دلآزاری نہ ہوتی تھی۔آج مخاصمت ومجادلہ کے دور میں ان لوگوں کو تلاش کرنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی مشکلات آسان فرمائے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں آسانیاں اور راحتیں دی تھیں۔انہوں نے محنت کر کے رزق حلال کمایا اور مخلوق خدا اور امت مصطفیٰ کی خدمت کی۔وہ دین کے سپاہی اور ملک کے پہرہ دار تھے۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فرائض سے کبھی کوتاہی نہیں کی۔اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے ردقادیانیت پر چار رسائل ہمیں ملے۔ردقادیانیت کے عنوان پر اللہ رب العزت نے ان سے بے پناہ کام لیا۔وہ اپنی طرز کے رہنماء تھے۔قادیانی گروہ سے رورعایت کا تصور بھی ان کے لئے سوہان روح سے کم حادثہ نہ تھا۔البتہ ان کا دل دردمند قادیانیوں کی ہدایت کے لئے ہروقت بے قرار رہتا تھا۔آپ کے چار رسائل:

۱...... ''قادیانی غیر مسلم کیوں؟''

۲...... ''مرزا غلام احمد کے پمفلٹ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی ضبطی''

حکومت پاکستان، قادیانی امت اور اسلامیان پاکستان کا طرز عمل، جون ۱۹۶۴ء میں نواب امیر محمد خان نواب آف کالاباغ وگورنر مغربی پاکستان نے ''ایک غلطی کا ازالہ'' مرزا قادیانی کا پمفلٹ ضبط کیا۔ اس پر مولانا عبدالرحیم اشرف نے یہ مقالہ تحریر کیا جو پہلے ہفت روزہ ''المنبر'' میں شائع ہوا۔ پھر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۳...... ''قادیانیوں سے پہلا خطاب''

ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ تب مولانا عبدالرحیم اشرف نے سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وغیرہ میں قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس خطاب کو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۴...... ''قادیانی اور مسلمان''

یہ پمفلٹ بھی حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف کا مرتب کردہ ہے۔

یہ چار پمفلٹ حضرت الرحوم کے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ میں شائع کئے گئے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ممبران اسمبلی کے لئے ایک کتابچہ مرتب کیا۔ جس میں مرزا قادیانی کی کتابوں سے حوالہ جات کے اصل کتب کے فوٹو شائع کئے گئے۔ وہ بھی بہت قابل قدر محنت ہے۔ لیکن ان حوالہ جات کے فوٹو کی طباعت خاصہ مشکل ومحنت طلب کام ہے۔ بھاری پتھر ہے۔ چوم کر چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو کوئی دوست اس پر کام کر دیں گے۔ مولانا عبدالرحیم اشرف کے صاحبزادہ جواب ان کے جانشین ہیں۔ ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب بہت باہمت وباصلاحیت ہیں۔ وہ ہمت کریں تو حضرت مرحوم کے تمام رسائل ردقادیانیت اور یہ حوالہ جاتی کتاب ''محضر نامہ'' اور آپ کے ''المنبر'' میں شائع ہونے والے ردقادیانیت کے تمام ادارتی نوٹ ایک ساتھ شائع کر دیں۔ تو ایک جامع چیز مرتب ہو جائے گی۔

(۱۰۱۱) عبدالرحیم پوپلزئی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۹۰ء ...... وفات: ۳۱؍مئی ۱۹۴۴ء)

اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحکیم پوپلزئی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ تکمیل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے دارالعلوم دیوبند میں کی۔ انگریز کے خلاف عمر بھر برسرپیکار رہے۔ ہمیشہ قرآن وسنت کی تعلیم سے وابستہ رہے۔ قادیانی فتنہ کو امت مسلمہ کے خلاف سامراج کی سازش قرار دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ اسلاف کی روایات کے امین تھے۔ اس وقت خیبر پختونخواہ کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کے آپ تایا جان تھے۔ حق تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۱۲) عبدالرحیم جوہر جہلمی، جناب مہر

جہلم مجلس احرارالاسلام کے صدر مہر عبدالرحیم جوہر جہلمی تھے۔ انہوں نے یہ رسالہ ’’چار سو بیس نبی یعنی مرزا قادیانی کی فریب کاریاں‘‘ ترتیب دیا۔ اس کے ٹائٹل پر موصوف نے یہ تعارف شائع کیا۔

’’اہل سنت والجماعت کے بعض عقائد کے متعلق مرزائی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ باتیں سنت اللہ کے خلاف ہیں۔ اس ٹریکٹ میں ان کے لغو اور بیہودہ اعتراضوں کا جواب پرلطف پیرایہ میں دیا گیا ہے۔‘‘ جو احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۰۱۳) عبدالرحیم چاچڑ، مولانا

(وفات: ۲۰/نومبر ۲۰۱۶ء)

مرکزی جامع مسجد پنوعاقل کے خطیب، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر کے شاگرد رشید مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے فضلاء میں سے تھے۔ اصلاحی تعلق ہالیجی شریف پنوں عاقل سے تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرستوں میں سے تھے۔ علالت کے باوجود آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت فرماتے۔ وفات کے سال کمزوری وعلالت کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے۔ جس کا انہیں شدید رنج تھا۔ ۳۵ سال تک پنوں عاقل کی مرکزی مسجد کے امام وخطیب رہے۔ رمضان المبارک میں مجلس کے لئے بھرپور مالی اعانت کی اپیل کرتے۔ مبلغ صاحب سے فرماتے کہ آپ منبر کے قریب تشریف رکھیں۔ خود آخر میں رومال بچھا کر نمازیوں کو متوجہ فرماتے رہتے۔ اللہ پاک مغفرت فرمائیں۔ آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

(۱۰۱۴) عبدالرحیم خان نیازی (فیصل آباد)، جناب صوفی

(ولادت: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۱۷/اپریل ۱۹۹۱ء)

مجلس احرار اسلام کے بنیادی کارکن، کالاباغ میانوالی کے نیازی پٹھان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر کالاباغ سے فیصل آباد آگئے۔ اوّل آخر احراری تھے۔ مزاج کے بھی، عقیدہ اور خوبو کے لحاظ سے بھی۔ مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا عبیداللہ احرار تھے۔ ان کا گروپ علیحدہ قائم ہوا تو یہ ان کے ساتھ چلے گئے۔ لیکن حضرت امیر شریعت کے صاحبزادگان سے نیازمندانہ عقیدت کے تعلق میں کبھی بھی فرق نہ آنے دیا۔ مولانا عبیداللہ احرار کے بعد یہ مجلس احرار کے اس دھڑا کے امیر بھی بنے۔ جب کہ ان کے سیکرٹری جنرل چوہدری ثناء اللہ بھٹہ تھے۔ یہ سب حضرات خوب ہی جانفروشوں کا گروہ تھا۔ اپنے مشن سے دلی لگاؤ ان کا طرّہ امتیاز تھا۔ وہ کیا گئے پورا دور ہی لد گیا۔ پہلے چنیوٹ اور پھر چناب نگر مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت ان کا معمول رہا۔ بہت ہی بھلے اور محبتوں والے انسان تھے۔ آج کیا ان کا تذکرہ آیا کہ دل وجان ان کے گرویدہ ہو چلے ہیں۔ ان حضرات سے یہ محبت بھی ان شاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ ہونے کا باعث بنے گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۱۰۱۵) عبدالرحیم ڈیروی، مولانا

ڈیرہ غازی خان کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے دو بزرگ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے ملتان آکر کتب خانہ قائم کیا۔ جس کا نام ''مکتبہ صدیقیہ'' رکھا۔ یہ دونوں حضرات بھائی تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب بہت بڑے عالم ربانی تھے۔ آپ جامعہ خیرالمدارس اور قاسم العلوم ملتان میں استاذ الحدیث بھی تھے۔ اخلاص وتقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے دردمند عالم دین کا دل نصیب فرمایا تھا۔ آپ نے مکتبہ صدیقیہ سے، بہت سی درسی اور دیگر کتب شائع کیں۔ آپ نے ملتان سے ماہنامہ ''الصدیق'' بھی جاری کیا۔ جو اپنے دور میں نامور دینی، ادبی ومعلوماتی رسائل میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے برادر حضرت مولانا عبدالرحیم ڈیروی نے ''الصدیق'' میں شائع ہونے والے ردقادیانیت پر اہم مضامین کو پمفلٹوں ورسائل کی شکل میں شائع کرنا شروع فرمایا تھا۔ ہمیں آپ کے تین رسائل ملے ہیں۔

۱...... ''مرزائیوں کے خطرناک ارادے''

۲...... ''مرزائیوں کا اصلی چہرہ''

۳...... ''مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں''

ان تینوں رسائل کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ''مرزائیوں کے خطرناک ارادے'' ماہنامہ الصدیق ملتان ماہ جمادی الاوّل ۱۳۷۱ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کے سیاسی خطرناک عزائم کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ باسٹھ سال بعد شائع ہوا۔ دوسرا رسالہ ''مرزائیوں کا اصلی چہرہ'' اس میں قادیانیوں کے خلاف اسلامی عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا رسالہ ''مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں'' کا موضوع، نام سے واضح ہے۔

(۱۰۱۶) عبدالرحیم سلیم ایڈووکیٹ (حیدرآباد دکن)، جناب

ہائیکورٹ حیدرآباد دکن کے وکیل جناب عبدالرحیم سلیم کے دوست ایک قادیانی وکیل حافظ عبدالعلی تھے۔ دونوں مسافر بنگلہ محبوب آباد میں جمع ہوگئے۔ باتوں باتوں میں مرزا قادیانی کا تذکرہ آیا تو قادیانی وکیل عبدالعلی نے عقائد احمدیہ نامی کتابچہ پڑھنے کے لئے جناب عبدالرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ کو پکڑادیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر قادیانی وکیل سے چند سوالات کئے۔ قادیانی وکیل نے ان سوالات کے جوابات پر مشتمل خط تحریر کیا۔ اس خط کا جواب الجواب جناب عبدالرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ نے لکھا تو کتاب ''نعم المعانی، تردید عقائد قادیانی (۱۳۴۲ھ)'' تیار ہوگئی۔ کتاب عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے اور مسلمان وکیل نے قادیانی وکیل کا کامیاب تعاقب کیا ہے۔ کتاب کے نام سے ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء سن اشاعت نکلتا ہے۔ ۹۲ سال بعد دوبارہ اس کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محض توفیق ایزدی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

(۱۰۱۷) عبدالرحیم سہارنپوری، جناب شاہ

سہارنپور میں شاہ عبدالرحیم کے نام پر تین بزرگ گزرے ہیں۔ ایک کا نام شاہ عبدالرحیم سہارنپوری ولایتی تھا۔ یہ حضرت سید

احمد شہید کے رفقاء میں سے تھے۔ دوسرے شاہ عبدالرحیم رائے پوری تھے جو حضرت گنگوہی کے خلیفہ اور شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مرشد تھے۔ تیسرے شاہ عبدالرحیم سہارنپوری تھے۔ انہیں شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کے پاس حکیم نورالدین بھیروی ثم قادیانی ایک دفعہ مہاراجہ جموں کے لئے دعا کرانے کے لئے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''نام نورالدین ہے؟'' حکیم نے کہا: ''ہاں!'' فرمایا: ''قادیان میں ایک شخص غلام احمد نام کا پیدا ہوا ہے، جو کچھ عرصے بعد ایسے دعوے کرے گا جو نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں اور تم لوح محفوظ میں اس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو۔ اس سے تعلق نہ رکھنا، دور دور رہنا، ورنہ اس کے ساتھ ہی تم بھی دوزخ میں پڑو گے۔'' حکیم صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ فرمایا: ''تم میں الجھنے کی عادت ہے۔ یہی عادت تم کو وہاں لے جائے گی۔'' چنانچہ کچھ عرصے بعد مرزا غلام احمد، قادیان میں ظاہر ہوا اور دعویٰ نبوت کیا اور پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین اس کا خلیفہ اوّل بنا اور اس کے دین کو پھیلایا۔ یہ شخص بڑا عالم تھا۔ مرزا قادیانی کو بہت کچھ سکھاتا تھا۔ اس کے ساتھ گمراہ ہوا۔ بعدازاں شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری سے علمائے لدھیانہ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ: ''میں نے قادیانی کے متعلق استخارہ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار ہے۔ جس سے اس کا بے دین ہونا نظر آتا ہے اور یہ بھی یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب تک متردّد ہیں۔ کچھ عرصے تک سب کافر کہیں گے۔'' (فتاویٰ قادریہ، از مولانا محمد لدھیانوی ص ۱۷)

چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دوسرے تمام اکابر امت جو قادیانی کی تکفیر سے پہلوتہی کرتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے، آئندہ چل کر اس کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دینے لگے۔ (رئیس قادیان ج۲ ص۱۰)

(۱۰۱۸) عبدالرحیم سہارنپوری، جناب قاری

(وفات: ۲۵ر فروری ۱۹۸۳ء)

موصوف عالم، صوفی، حافظ، قاری اور مدرس تھے۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ تقسیم کے بعد روڈہ ضلع خوشاب میں مدرسہ رحیمیہ قائم فرمایا۔ اس علاقہ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔

(۱۰۱۹) عبدالرحیم عاجز (لاہور)، جناب

(ولادت: ۱۸۹۶ء، امرتسر ...... وفات: یکم رمئی ۱۹۵۵ء، لاہور)

مجلس احرار اسلام ہند کے رہنما اردو، پنجابی کے نامور شاعر، جناب عبدالرحیم عاجز امرتسری اپنے دور کے نامور شاعر تھے۔ جناب مرزا غلام نبی جانباز اور جناب سائیں محمد حیات پسروری آپ سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب عبدالرحیم عاجز امرتسری کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔

۱...... ''پیغام زندگی'' ۲...... ''وطن دے سچے عاشق'' ۳...... ''مجاہد امرتسر''
۴...... ''عبرت نامہ'' ۵...... ''پیغام عاجز'' ۶...... ''پیراں دا رونا تے رساں دا سیاپا''

پنجابی زبان میں آپ کی دو نظمیں ایک پمفلٹ میں شائع ہوئیں جس کا نام ’’قادیانی دجل‘‘ تھا۔ وہ پمفلٹ احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شائع ہوا۔ الحمد للہ!

(۱۰۲۰) عبدالرحیم علی پوری، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۹ء ...... وفات: یکم/اگست ۲۰۲۱ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل اجل، مجلس احرار اسلام کے سرگرم عمل رہنما، عالم ربانی حضرت مولانا نظام الدین، بانی مدرسہ نظامیہ تھہیم والا علی پور ضلع مظفرگڑھ کے ہاں مولانا عبدالرحیم کی پیدائش ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم نے اولیٰ سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک تمام کتب اپنے والدگرامی سے پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ البتہ دورہ حدیث کی تکمیل جامعہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود سے کی۔

فراغت کے بعد والدگرامی کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ عربیہ نظامیہ کی ذمہ داریوں پر فائز ہوگئے۔ آپ نے مدرسہ کی مسجد کی تعمیر جدید کی۔ مدرسہ نظامیہ للبنات کی نئی شاندار تعمیر کرائی جس میں آج بھی کامیاب مدرسہ کامرانی سے چل رہا ہے۔ ۹، ۱۰، ۱۱/محرم کو ہر سال تین روزہ شہادت سیدنا حسین کانفرنس کا انعقاد کرتے تھے۔ علاقہ بھر کے بڑے پرانے جلسوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ مولانا عبدالرحیم درویش، فاقہ مست، بھرپور محنتی انسان تھے۔ قوت عمل کا اس دور میں نشان تھے۔ تھہیم والا میں قادیانیوں کے مراکز تھے۔ آپ کے والد گرامی نے ان قادیانیوں کو نتھ ڈالے رکھی۔ ان کے بعد مولانا عبدالرحیم نے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے کہ ان کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ آج قادیانی مراکز مضمحل ہیں اور مولانا عبدالرحیم کا مسجد و مدرسہ کامرانیوں سے شاداب بھرپور تاریخ کا حامل ہے۔ مولانا عبدالرحیم نے زندگی بھر اپنے بزرگوں اور بالخصوص والد مرحوم کے تمام خیر و برکت کے تحریکی و نظریاتی کام کو مہمیز لگائے رکھی۔

مولانا عبدالرحیم انتہائی نظریاتی رہنما تھے۔ کفر کو نیچا دکھانے میں کسی مصلحت کو قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ بہت ہی جفاکش اور ایثار کے پیکر تھے۔ جس کام کو شروع کرتے انجام تک پہنچائے بغیر ستانے کا بھی نام نہ لیتے تھے۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو تاریخ کے ان مٹ نقوش ہیں۔ وہ مجلس کی مرکزی مجلس عمومی کے رکن رکین رہے۔ جب ملتان تشریف لاتے تو دفتر ختم نبوت میں حاضری دیئے بغیر نہ جاتے۔ یہ ان کی وضع داری آخری عمر تک جاری رہی۔ مولانا محمد لقمان علی پوری، مولانا بشیر احمد، مولانا مشتاق احمد، مولانا غلام محمد ایسے علماء کے قافلہ کے آخری فرد تھے۔ ان سے بہت یادیں وابستہ ہیں۔ گزشتہ دنوں چند کتابوں کی تلاش تھی۔ فقیر راقم کی درخواست پر والد مرحوم کی لائبریری کی تمام اہم کتب مرکزی دفتر کی لائبریری کے لئے بھجوادیں۔ جو ہمارے پاس نہ تھیں وہ رکھ کر باقی ہم نے واپس کیں۔ اس پر وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ ہماری کتابیں صحیح مقام پر پہنچ گئیں۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اپنی بخشش وجود و کرم سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۱۰۲۱) عبدالرحیم غزنوی امرتسری، مولانا سید

آپ مولانا سید عبداللہ غزنوی کے بارہ صاحبزادوں میں سے ایک تھے۔ جید عالم دین اور مفتی تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی

نے ملعون قادیان کے خلاف صورت مسئولہ لکھ کر ملک بھر کے علماء کرام سے فتویٰ طلب کیا۔ اس پر مولانا عبدالرحیم غزنوی نے یہ تحریر فرمایا:

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونسألہ الھدیٰ وصلی اللّٰہ علیٰ محمد وآلہ، والمسئول عنہ عندی مطفئ لنور اللّٰہ واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون، محرف للکتاب والسنة وتحریفہ اشد من تحریف الیھود والنصاریٰ ومخالف لجمیع المسلمین وخالع لربقة الاسلام من عنقہ وان مات علیٰ ذالک فیقدم قومہ یوم القیامة فاوردھم النار وبئس الورد المورود واتبعوا فی ھٰذہ لعنة ویوم القیامة یردون الیٰ اشد العذاب، رب اعوذ بک من درک الشقاء وسوء القضاء النجا النجا۔ عبدالرحیم بن عبداللّٰہ الغزنوی

اللہ کی سب تعریف ہے، ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔ جس شخص کے حال سے اس فتوے میں سوال وجواب ہے۔ وہ میرے خیال میں خدا کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافر اس سے ناخوش ہوں۔ وہ کتاب اللہ وسنت میں تحریف کرنے والا ہے۔ اس کی تحریف یہود ونصاریٰ کی تحریف سے سخت تر ہے اور وہ سبھی مسلمانوں کا مخالف ہے اور وہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکالنے والا ہے۔ یہ اسی اعتقاد پر مرا تو قیامت کے دن اپنی پیرو قوم کے آگے آگے ہوگا اور ان کو آگ میں وارد کرے گا۔ وہ آگ بری جائے ورود ہے۔ ان سب (اتباع ومتبوع) پر دنیا میں لعنت پڑتی ہے اور قیامت کے دن یہ سخت عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اے خدا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بدبختی کے پکڑنے اور بری قضا سے۔ لوگو! اپنا آپ بچاؤ، نجات کو لازم پکڑو۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۵)

(۱۰۲۲) عبدالرحیم قریشی (حیدرآباد دکن)، مولانا

جناب محمد عبدالرحیم قریشی جو کل ہند مجلس تعمیر ملت کے سیکرٹری جنرل اور آل انڈیا مسلم لاء بورڈ کے سیکرٹری ہیں۔ آپ نے رسالہ ’’قادیانی مسلمان نہیں‘‘ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ تبلیغ اسلام سوسائٹی مدینہ منش حیدرآباد سے یہ شائع ہوا۔ قادیانیوں نے حیدرآباد انڈیا میں پر نکالے۔ مؤلف نے یہ رسالہ تالیف کر کے شائع کیا۔ قادیانیت بے پروبال ہوگئی اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۵۱ میں پیش خدمت ہے۔

(۱۰۲۳) عبدالرحیم کشمیری، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۵ء ...... وفات: ۳۰؍دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم کا تعلق ضلع باغ آزاد کشمیر کے مشہور علاقہ تھب باڈیاں (جھڑغنی آباد) سے تھا۔ آپ کی پیدائش فضل خان (مرحوم) کے گھر ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم خیرالمدارس ملتان کے فاضل اور مولانا خیر محمد جالندھری کے شاگرد رشید اور امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت تھے۔ گویا مجمع البحرین تھے۔ مولانا عبدالرحیم نے تحریک آزاد کشمیر میں بھی بڑھ چڑھ کا حصہ

لیا۔۱۹۵۳ء جب تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی آپ نے بھی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ جہانگیر پارک صدر کراچی قادیانیوں کے جلسہ عام کو ناکام بنانے میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔اس موقع پر آپ کے برادر کبیر حضرت مولانا امیرالزمان خان کشمیری بھی اس تحریک کے روح رواں تھے۔ بالآخر آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔اس وقت جیل میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری متعدد اکابرین اور بے شمار کارکنان جیل کو آباد کر چکے تھے۔ مولانا عبدالرحیم بھی ایک سال تک سنٹرل جیل کراچی میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔۶۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ کثرت ازدھام کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ ۳ مرتبہ ادا کی گئی جس میں اطراف واکناف کے لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کی تدفین مقامی قبرستان تھب بانڈیاں (جھڑغنی آباد) مسجد سے قبلہ کی سمت چند قدم کے فاصلے پر ہوئی۔

(۱۰۲۴) عبدالرحیم کوٹلوی، مولانا حکیم

(وفات:۴؍دسمبر ۱۹۶۹ء، پتوکی)

موصوف عالم دین اور مناظر تھے۔ مجلس احرار اور جمعیۃ اہل حدیث کے کارکن تھے۔ اپنے عہد شباب سے تازیست قادیانیت کے وہ لتے لئے کہ قادیانی باں باں کر اٹھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان کی تربت پر۔

(۱۰۲۵) عبدالرحیم گورداسپوری، جناب خواجہ

(وفات:۱۹۷۶ء)

حضرت امیر شریعت نے قادیان میں ۱۹۳۴ء کے اکتوبر میں تقریر کی۔ آپ پر کیس بنا۔ جس کا فیصلہ جی.ڈی کھوسلہ نے لکھا۔ اس زمانہ میں خواجہ عبدالرحیم صاحب گورداسپور میں اسسٹنٹ کمشنر ہوا کرتے تھے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے عاشق تھے۔ شاہ جی خواجہ صاحب کو پتلون والا ولی فرمایا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب پاکستان بننے کے بعد متعدد عہدوں پر رہے۔ علمی، ادبی شخصیت تھے۔ قادیانی فتنہ کے خمیر سے واقف تھے۔ عمر بھر اس زہریلے سانپ سے ڈسوں کا علاج کرتے رہے۔

(۱۰۲۶) عبدالرحیم منہاج (فیصل آباد)، مولانا

فیصل آباد میں مسیحی حضرات کے نامور پادری تھے۔ جناب ڈیوڈ منہاس، اللہ رب العزت نے انہیں توفیق بخشی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اب آپ کا نام ''مولانا عبدالرحیم منہاج'' قرار پایا۔ مولانا عبدالرحیم منہاج نے مرزا قادیانی کے بیٹا مرزا محمود کی نام نہاد تفسیر صغیر سے تحریف کے چند نمونے جمع کئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی وحضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے اس رسالہ کی تقریظ لکھی۔ اس رسالہ کا نام: ''نبوت کے نام پر قرآن پاک میں شرمناک تحریف'' ہے۔ یہ رسالہ اوّلاً ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ سے شائع ہوا۔ ''قرآن اور ختم نبوت'' یہ رسالہ بھی مولانا عبدالرحیم منہاج مرحوم کا ہے۔ جو ۱۹۸۵ء میں ادارہ دعوت وارشاد نے شائع کیا۔ ان دونوں رسائل کو ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کیا۔

(۱۰۲۷) عبدالرحیم نعمانی، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۱۲؍مارچ ۲۰۰۰ء)

آپ کے والد گرامی کا نام حافظ محمد صدیق تھا۔ مولانا عبدالرحیم نعمانی ممتاز عالم دین، روحانی، سیاسی، سماجی رہنما تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا کے مہتمم تھے۔ ۲۵ سے زائد مدرسے کی شاخیں قائم کیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی فکر اپنے مربی وشیخ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے ورثہ میں ملی تھی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے پر چھ ماہ قید بھی رہے۔

(۱۰۲۸) عبدالرزاق انقلابی (شجاع آباد)، مولانا

''قتل دجال'' مولانا عبدالرزاق صاحب انقلابی شجاع آباد کے علاقہ کے رہائشی اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ ایک بار فقیر مرتب کتاب ہذا کی مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ تب آپ مکہ مکرمہ میں عبادت کی غرض سے قیام پذیر تھے۔ آپ کا رسالہ ''قتل دجال'' کے نام سے یہ پمفلٹ دراصل ایک نظم ہے۔ جو آپ نے دجال قادیان کے متعلق تحریر کی۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۰۲۹) عبدالرزاق اے تھہیم، جناب جسٹس

جناب جنرل ضیاء الحق نے توہین رسالت کی سزا، سزائے موت یا عمر قید کا قانون بنایا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی نے اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ اہانت رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف سزائے موت ہے عمر قید نہیں۔ پانچ رکنی وفاقی شرعی عدالت نے اس کی سماعت کی اور قرار دیا کہ توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت ہے۔ یہ فیصلہ ۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہوا۔ یہ فیصلہ جن جج صاحبان نے دیا ان میں ایک جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھہیم بھی تھے۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۹۱ء، ایف.ایس.سی ۱۰)

(۱۰۳۰) عبدالرزاق سلیم خانی، مولانا

حضرت مولانا عبدالرزاق سلیم خانی کا ایک رسالہ ''تحفۃ الایمان لاھل القادیان'' حضرت مولانا عبدالرزاق سلیم خانی دارالمبلغین لکھنؤ کے مناظر تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی امام اہل سنت کے شاگرد تھے۔ آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تو حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوری نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ جو ۲۷؍رجب المرجب ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۶؍اکتوبر ۱۹۳۵ء کی تحریر فرمودہ ہے۔

قارئین! یہ عجیب اتفاق ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں نمبر ۱۱ پر درج رسالہ بھی اکتوبر ۱۹۲۶ء کا ہے۔ نمبر ۱۲ پر درج رسالہ بھی اکتوبر ۱۹۳۵ء کا ہے اور فقیر جس وقت یہ سطور تحریر کر رہا ہے ماہ اکتوبر ۲۰۱۰ء ہے۔ یہ رسالہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ اب ۲۰۱۰ء ہے تو گویا پون صدی (پچھتر سال) بعد اس رسالہ کو شائع کرنے کی سعادت پر اللہ تعالیٰ کے انعامات بے پایاں پر بے حد شکریہ۔ الحمد للہ! مذکورہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شامل ہے۔

(۱۰۳۱) عبدالرزاق (فورٹ عباس)، جناب صوفی

جناب صوفی عبدالرزاق فورٹ عباس کی کاروباری شخصیت تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام پر پیش پیش ہوتے۔ اپنے علاقہ میں ختم نبوت کی پہچان تھے۔

(۱۰۳۲) عبدالرزاق (کوٹ ادّو)، جناب الحاج

(ولادت: ۱۹۵۷ء ...... وفات: ۹ رجنوری ۲۰۲۱ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹ ادّو کے امیر الحاج عبدالرزاق کے والد گرامی حاجی سلامت سونی پت انڈیا کے تھے۔ حاجی عبدالرزاق مولانا مسعود احمد کوٹ ادّو والوں کے خلیفہ مجاز تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عمر بھر ہر کام میں پیش پیش رہے۔ آپ نے حج کی بھی سعادت حاصل کی۔ آپ کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں پسماندگان میں شامل ہیں۔

(۱۰۳۳) عبدالرزاق لانگ (لودھراں)، حضرت مولانا

(وفات: ۳ رمئی ۲۰۲۱ء)

حضرت مولانا عبدالرزاق ضلع لودھراں کی تحصیل کہروڑ پکا کی نواحی آبادی چاہ مولوی والا دھنوٹ میں زمیندار برادری لانگ کے چشم و چراغ تھے، متوسط زمیندار دینی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ سے حاصل کی۔ مشکوٰۃ شریف کا سال جامعہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھے۔ دورہ حدیث شریف بھی یہاں سے کیا، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے آپ محبوب شاگرد تھے۔ فقیر راقم کو آپ کے ملتان قاسم العلوم میں ہم درس ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ انتہائی ذی استعداد، زیرک، معاملہ فہم شخصیت تھے۔ فراغت کے بعد اپنے علاقہ کے مختلف مدارس میں پڑھاتے بھی رہے۔ سینکڑوں علوم دینیہ کے طالب علموں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ پوری برادری میں توقیر واحترام کا مقام رکھتے تھے۔ اس وقت پوری برادری کے سب سے بڑے سربرآوردہ اور سرپنچ تھے۔ آپ کا حکم برادری کے لئے فیصلہ کا درجہ رکھتا تھا۔ آپ کی پوری اولاد دین سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی آپ کے صاحبزادہ ہیں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما ہیں، مرکزی عہدیدار، لاہور کے مبلغ اور مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے نگران ہیں۔ آپ کے بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں، بھانجے بھتیجے یعنی اولاد در اولاد کی ۱۰۰ سے زیادہ تعداد ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب برگ وبار عطا کئے۔ حکمت سے بھی شدھ بدھ تھا۔ علاقے بھر میں تمام خیر کے کاموں کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اللہ کا فضل ہے کہ آپ کی تمام اولاد جوان سال شادی شدہ اور برسرروزگار ہے۔ اپنے ڈیرے پر مسجد تعمیر کرائی، صبح وشام بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا آخری وقت تک آپ کا معمول رہا۔ ۷۵،۸۰ کے پیٹے میں ہوں گے۔ وصال سے ایک دن پہلے افطاری کے قریب بلڈ پریشر نے شوٹ کیا۔ پہلے لودھراں، پھر بہاولپور وکٹوریہ لائے گئے۔ ڈاکٹروں نے اس بیماری کے دورہ میں دماغ کے متاثر ہونے کی تشخیص کی۔ اگلا دن غشی کی حالت میں ہی آخرت کو سدھار گئے۔ وفات سے اگلے روز صبح ساڑھے سات بجے آپ کے آبائی علاقہ میں آپ کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کیا گیا۔ لاہور، چناب نگر،

ملتان سے جماعتی رفقاء سمیت اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں جنازہ میں شرکت کی۔ان کی وفات کا صدمہ ہم سب کا ذاتی صدمہ ہے۔

(۱۰۳۴) عبدالرزاق مہتہ قادیانی

مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایک بدنصیب قادیانی ہوا۔اس کا نام بھائی عبدالرحمٰن تھا۔اس کے بھائی کا نام ''عبدالرزاق مہتہ'' تھا۔مہتہ صاحب مرزا محمود قادیانی کی خلوتوں اور جلوتوں کا محرم راز اور شریک کار تھا۔خود مرزا محمود کو بھی یہ فیض دیتا رہا۔اس کے پاس مرزا محمود کے خاندان کی اخلاق باختگی کے گواہ یعنی فوٹو تھے۔مرزا ناصر نے ان کو حاصل کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے۔یہ کراچی چلا گیا۔مرزائی قیادت نے وہاں بھی اس کو دم نہ لینے دیا۔اس نے مرزا ناصر کے متعلق قادیانی قیادت کو ایک درخواست دی۔بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔یہ آدمی آخر تک قادیانی رہا۔قادیانی کا قادیانیت کے متعلق کیا نظریہ تھا؟ اس کا جواب یہ پمفلٹ ہے۔اس کا مکمل نام (پاپائے ربوہ کے خلاف ایک مرید کا استغاثہ مرزائیوں کی روحانی شکارگاہ) قادیانی کمینگی پر قادیانیوں کو ماتم کی دعوت ہے۔یہ درخواست ۱۴؍دسمبر ۱۹۷۹ء کو دی گئی۔پھر پمفلٹ چھپا۔اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں ہم نے محفوظ کر دیا ہے۔

(۱۰۳۵) عبدالرسول بکھر بار (شاہ پور ضلع سرگودھا)، مولانا

مولانا عبدالرسول حکیم قمرالدین مرحوم کے فرزند (موضع بکھر بار تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا) کے رہنے والے تھے۔علوم دینیہ اور طبیہ کی تعلیم اور تربیت کے بعد لکھنؤ سے وطن لوٹے۔مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ سے بیعت تھے اور مجاز بھی۔ان کی وفات کے بعد حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی سے بیعت ہوئے۔وقت کے اساتذہ سے طب کے فن میں مہارت حاصل کی۔تشخیص وتجویز اور دواسازی میں ماہر تھے۔آپ کے لاتعداد شاگردوں میں حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم سرفہرست تھے۔آپ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی، چاروں زبانوں کے قادرالکلام شاعر تھے۔تحریک خلافت کے علاوہ حزب الانصار، دارالعلوم اور ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کے معاون رہے۔بزرگان دین کی وفات پر حکیم صاحب کے مرثیے اور منظوم تاریخیں ان کی قادرالکلامی اور وسعت علم کا ثبوت ہیں۔فن طب اور نقشبندی سلسلہ کے بارے میں رسائل لکھے جن میں سے اکثر مکتبہ حزب الانصار بھیرہ نے شائع کئے۔پہلے بیربل کے نقشبندی شیخ مولانا غلام مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حالات زندگی پر کتاب انوار مرتضویہ لکھی۔حکیم صاحب کے نوشتہ بعض رسائل ہنوز شرمندہ اشاعت ہیں۔ (تذکار بگویہ، جلد سوم ص۶۱۰)

قادیانی اخبار الحکم قادیان ۱۰؍مئی ۱۹۰۶ء میں ''نقشبندیوں پر اتمام حجت'' کے نام سے مضمون شائع کیا۔تب مولانا حکیم عبدالرسول بکھر بار نے ''تازیانہ نقشبندی ربانی بتردید حملہ قادیانی'' کے نام سے تحریر فرمایا جس کے ایک سو گیارہ صفحات ہیں۔اس کتاب میں ''قال'' سے قادیانی عبارت نقل کر کے ''اقول'' سے اس کا جواب دیتے ہیں اور قادیانی کی بولتی بند کر دیتے ہیں۔یہ رسالہ ضمیمہ سراج الاخبار میں شائع ہوا تھا۔اس رسالہ کو محاسبہ قادیانیت جلد ۵ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۱۰۳۶) عبدالرشید، جناب میاں (نور بصیرت)

(ولادت: یکم؍جنوری ۱۹۱۵ء، گوجرانوالہ ...... وفات: ۱۶؍ستمبر ۱۹۹۶ء، لاہور)

آپ عالم دین، ادیب، مترجم، روزنامہ نوائے وقت لاہور کے مستقل ''نور بصیرت'' کالم لکھنے والے، لاہور جامع مسجد

اصحاب صفہ کے خطیب تھے۔ تعمیر فکر و کردار کے سربراہ تھے۔ آپ نے نور بصیرت کالم میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے ایک دفعہ جو تحریر کیا وہ ملاحظہ فرمائیں: ''دین مکمل ہو چکا۔ حضور ﷺ کے ذریعہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن پاک کی قیامت تک کے لئے حفاظت کا پورا ذمہ لیا جا چکا۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر گوشہ ضبط تحریر میں آچکا۔ آپ ﷺ کا قائم کردہ آئیڈیل معاشرہ، جو ایک لاکھ چوبیس یا چوالیس ہزار صحابہ کرام پر مشتمل تھا، کے پورے حالات محفوظ ہو چکے۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی فلاح و بہبود کا ہر پہلو اس عظیم ترین لائحہ عمل، شریعت محمدی ﷺ میں سمویا جا چکا۔ اب کسی نبی کے آنے کے لئے کیا گنجائش باقی ہے۔ نہ آپ ﷺ جیسی کوئی شخصیت پیدا ہو سکتی ہے نہ قرآن پاک کے بعد کسی آسمانی کتب کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ نہ شریعت محمدی سے بہتر کسی اور لائحہ عمل کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ قرآن پاک میں حضور ﷺ کو خاتم النّبیین فرمایا گیا۔ حضور ﷺ کا اپنا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ ہے کسی کی مجال کہ وہ حضور ﷺ کے مقام کی عظمت کی سرحدوں کو بھی چھو سکے؟ نبوت کے جھوٹے دعویدار کئی ہوئے اور کئی ہوں گے۔ مگر ان کی زندگی کا اسلوب ہی ان کے جھوٹ کا کافی ثبوت ہے جو لوگ عام شریف آدمی کے معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ وہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ جن کا الہام حاکم کی دھمکی سے بدل جاتا ہے، وہ کیسے اس وہو العزیز رب العزت کے پیغامبر ہو سکتے ہیں؟ جس کے نبی کی بات بدلتی نہیں جس کے انبیاء، نہ کسی کی قوت سے خائف ہوتے ہیں، نہ کسی کے لالچ میں آتے ہیں۔

اب تو نبیوں کے نقال ہی آسکتے ہیں اور اس قسم کے کام کر سکتے ہیں۔ جیسے حضرت صدیق اکبر ؓ کے دور کے جھوٹے نبیوں نے کئے تھے۔ نماز موقوف کر دیں یا روزوں کی چھٹی دے دیں یا حج موقوف کر دیں یا جہاد ختم کر دیں۔ چونکہ شریعت محمدی ﷺ میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔ اس لئے جھوٹے نبی اس کی تخریب کے درپے رہتے ہیں۔ کمزور ہوں تو منافقت سے کام لیتے ہیں۔ طاقتور ہو جائیں تو ظلم و ستم ڈھاتے ہیں۔ کمزور ہوں تو اپنی تعلیم کو اور معنی پہناتے ہیں۔ طاقتور ہوں تو ان کی تعلیم کا رنگ بدل جاتا ہے اور انداز بھی۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے دو باتوں میں ہمارے لئے مثال قائم کی ہے۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کی محبت کا حق کیسے ادا ہوا۔ دوسرے یہ کہ جھوٹے نبیوں اور ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کیسے کیا جائے۔'' (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۶ / جون ۱۹۷۴ء)

(۱۰۳۷) عبدالرشید ارشد جالندھری، مولانا حافظ

(پیدائش: یکم / ستمبر ۱۹۳۲ء ...... وفات: جنوری ۲۰۰۶ء)

آپ ہری پور تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام چوہدری تاج محمد تھا۔ سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر مدرسہ عربیہ نکودر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں حفظ قرآن کی تکمیل اور درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ قیام پاکستان کے بعد میاں چنوں آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں خیرالمدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ کچھ عرصہ مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی کے ہاں اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بھی پڑھا۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے پاس ملتان خیرالمدارس میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ پہلے شاہ عالم مارکیٹ، پھر مال روڈ میں مکتبہ رشیدیہ لاہور میں قائم کیا۔ گرانقدر کتب شائع کرنے میں مثالی ادارہ ثابت ہوا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد انحطاط کا شکار ہو کر ختم ہو گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ ہر وقت مستعد رہے۔ مولانا محمد علی جالندھری کے دل و جان سے فدائی تھے۔ آپ

نے ماہنامہ الرشید بھی جاری کیا۔ جس کے بڑے وقیع نمبر شائع کئے۔ ایک زمانہ میں یہ ماہنامہ پاکستان کے ممتاز رسائل میں شمار ہوتا تھا۔ حافظ صاحب ایک بھرپور محنتی انسان تھے اور آپ نے خدمات بھی خوب سرانجام دیں۔ ختم نبوت کانفرنس ہائے چنیوٹ، برطانیہ میں بھی شرکت فرماتے رہے۔

(۱۰۳۸) عبدالرشید انصاری (فیصل آباد)، مولانا

(وصال: ۳۰؍نومبر ۲۰۱۸ء)

مولانا عبدالرشید انصاری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ فیصل آباد کے رہائشی تھے۔ گرونانک پورہ فیصل آباد مدرسہ اشرف المدارس میں دینی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا غلام محمد، حضرت مولانا عبدالعلیم جالندھری، مولانا محمد اختر کمالوی کے ممتاز شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بہت تیز، پھرتیلی طبیعت کے مالک تھے۔ قد چھوٹا تھا۔ پڑھائی کے زمانہ میں ان کے ساتھیوں میں ''جتنا نِکّا اتنا تِکّھا'' کے نام سے معروف تھے۔ مدرسہ، طلبہ واساتذہ کی خدمت میں پیش پیش ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا عبدالعلیم جالندھری ومولانا محمد اختر کا جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ مولانا عبدالرشید بھی اساتذہ کے رنگ میں رنگے گئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے تمام کاموں میں پیش پیش رہنے لگے۔ حافظ محمد اکرام اختر اور مولانا انصاری کی جوڑی ہوتی تھی۔ تب جمعیۃ علماء اسلام کا دفتر گول چنیوٹ بازار میں نکر پر تھا اور یہ دونوں حضرات کارکنوں کے حلقہ میں جمعیۃ کی پہچان ہوا کرتے تھے۔

مولانا عبدالرشید انصاری فراغت کے بعد کراچی چلے گئے۔ وہاں امامت وخطابت اور جماعتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ نے ماہواری رسالہ ''نورعلی نور'' جاری کیا۔ حضرت مولانا زرولی خان، حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی سرپرستی میں کراچی میں خوب کام کیا۔ انوارالقرآن ماہنامہ کراچی نے حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نمبر شائع کیا۔ اس کی اشاعت میں جن حضرات نے بنیادی کردار ادا کیا ان میں مولانا عبدالرشید انصاری بھی شامل تھے۔ آگے چل کر آپ نے جمعیۃ علماء اسلام (س) گروپ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ فیصل آبادی ہونے کے ناطے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی سے بھی خوب نیازمندی کا تعلق تھا۔ ان کی وفات پر اپنے ماہواری رسالہ کا ایک نمبر بھی شائع کیا۔ غرض قلم وقرطاس سے ان کے تعلق کا رنگ مزید درمزید گہرا ہوتا چلا گیا۔ آپ ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے بھی ایڈیٹر رہے۔ کچھ عرصہ پہلے کراچی سے فیصل آباد آ گئے۔ عبداللہ پور گٹ والا نہر کے کنارے مہنگی کالونی میں بچوں کے سر چھپانے کے لئے شاندار کوٹھی بنوائی۔ فیصل آباد سے کراچی بھی آنا جانا لگا رہتا۔ زیادہ قیام فیصل آباد ہوتا۔ آپ نے فیصل آباد میں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

(۱۰۳۹) عبدالرشید انور، جناب حکیم

(پیدائش: ۸؍اپریل ۱۹۴۵ء ...... وفات: جنوری ۲۰۱۳ء)

آپ حکیم عبدالسلام ہزاروی کے گھر پیدا ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث کیا۔ اپنے والد کی ہوبہو تصویر تھے۔ انتہائی مرنجان مرنج اور باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے۔ اکابر کی روایات کے امین اور پاسدار تھے۔ کافی عرصہ عالمی مجلس تحفظ ختم

نبوت ہری پور کے امیر رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے بھی والہانہ وابستگی تھی۔ خوب مہمان نواز انسان تھے۔ خطیب العصر مولانا سید عبدالمجید ندیم مرحوم سے خاص یارانہ تھا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے تھا۔ ان کے مطب پہ ہروقت علماء کرام کا اکٹھ رہتا تھا۔ دوسروں کے کام آ کر دلی خوشی محسوس کرتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خاص معاونین اور محسنین میں سے تھے۔ ایبٹ آباد اور ہری پور کی ختم نبوت کانفرنسوں کی رونق ہوتے تھے۔ مخدوم زادہ بھائی طارق محمود مرحوم سے بھی خاصی انسیت تھی۔ وہ جب بھی فیصل آباد سے ہری پور جاتے تو آپ کے مطلب پہ خاص محفل جمتی تھی۔ جس میں مولانا قاری محمد بشیر مرحوم، مولانا قاری عبدالمالک عباسی مرحوم، مولانا قاری محمد یعقوب، مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد تاج وغیرہ حضرات خصوصیت سے شریک ہوتے۔

۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجادیں۔ قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کی تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس حوالہ سے لال مسجد اسلام آباد میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں بھی شریک ہوئے۔ چناب نگر کی سالانہ کانفرنس میں بھی بارہا تشریف لائے۔ (اورنگزیب اعوان)

(۱۰۴۰) عبدالرشید شہید، جناب غازی

(شہادت: ۱۴؍اپریل ۱۹۲۷ء، دہلی)

یہ وہ زمانہ تھا جب شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں عروج پر تھیں۔ آریہ سماجی لیڈر سوامی شردھانند پورے ہندوستان میں شرانگیز تقریریں کرتا تھا کہ بزور شمشیر مسلمانوں کو ہندومت میں واپس لایا جائے۔ اسی تحریک میں آقا کریم ﷺ کی شان میں مغلظات بکیں جو کہ ہر مسلمان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ غازی نے اسی کی پاداش میں دسمبر ۱۹۲۶ء میں فائر کر کے شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ مقدمہ درج ہوا۔ جنوری ۱۹۲۷ء میں مقدمہ کی باقاعدہ سماعت شروع ہوئی۔ مقدمہ بہت آسان تھا۔ غازی عبدالرشید ہر جگہ فخریہ انداز میں اقرار جرم کرتے تھے۔ سزائے موت یقینی تھی۔ بہرحال مسلمانان ہند نے مقدمہ پری کونسل تک لڑا۔ تمام اپیلیں مسترد ہوئیں۔ ۱۴؍اپریل ۱۹۲۷ء کو دہلی میں جیل میں غازی شہید ہوگئے۔ ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بہت سے ایسے جنہوں نے آنحضور ﷺ کی محبت میں انگریزوں کی عدالتوں اور عوامی جلسوں میں اپنی تقاریر میں ناموس رسالت کا چراغ روشن رکھا۔ مثلاً مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال، قائداعظم، سید عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہ۔

جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں خصوصیت سے غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی عبدالرشید شہید کے نام قابل تحسین ہیں۔

(۱۰۴۱) عبدالرشید صدیقی (ملتان)، جناب شیخ

(ولادت: اپریل ۱۹۰۴ء ...... وفات: ۹؍جون ۱۹۸۶ء)

آپ ملتان میں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد تحریک خلافت کے جذبہ کی وجہ سے مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور

تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ سچی بات ہے کہ وہ تحفظ ختم نبوت کے نقیب، مسلک اہل حدیث کے پرجوش داعی، میدان سیاست کے پرجوش کارکن، جذبہ اتباع رسول سے سرشار اور مجسمہ اخلاق تھے۔ تحریک خلافت کے خاتمہ کے بعد مجلس احرار اسلام میں شامل ہو گئے۔ بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود تحریک ہائے ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے تأسیسی اجلاس میں بھی شریک ہوئے جو ۲۴؍جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور میں منعقد ہوا اور جماعت کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ پھر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ملتان کے ناظم بھی رہے۔ جماعت کا یہ مخلص کارکن، بےلوث خادم اور بےباک عالم عیدالفطر کے دن جہان فانی سے رخصت ہوگیا۔

(۱۰۴۲) عبدالرشید طالوت (ملتان)، مولانا

(وفات: ۳۰؍مارچ ۱۹۶۳ء، ملتان)

موصوف ڈیرہ غازی خان کے رہائشی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ نامور عالم، ادیب اور شاعر تھے۔ فراغت کے بعد گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں سے ملتان میں وابستہ رہے۔ حضرت امیر شریعت سے والہانہ احترام کا تعلق تھا۔ اس زمانہ میں ماہنامہ الصدیق ملتان میں مضمون بھی لکھتے تھے۔ ملتان تعلیمی بورڈ کے چیئرمین مختار ظفر نے آپ کی سوانح بھی لکھی ہے۔ آپ کے مجموعہ کلام پر زکریا یونیورسٹی میں کوئی صاحب مقالہ بھی لکھ رہے تھے۔ آپ نے اپنے قلمی نام ''ابوالفضل جبروتی'' سے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۹؍فروری ۱۹۵۰ء میں رسالہ لکھا۔ جس کا نام تھا: ''مضمون چور'' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی دوسرے حضرات کے مضامین چوری کر کے اپنی کتابوں میں شامل کیا کرتا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۱۰۴۳) عبدالرشید کاتب (جلال پور)، مولانا

(وفات: ۲۳؍اکتوبر ۲۰۲۰ء)

مولانا عبدالرشید کاتب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مرکزی راہنما مولانا عبدالرحیم اشعر کے عزیزوں میں سے تھے، بنیادی طور پر عنایت پور تحصیل جلال پور پیروالا ضلع ملتان کے رہنے والے تھے۔ جب بچے جوان ہوگئے تو انہوں نے لاہور میں کاروبار شروع کیا اور لاہور شفٹ ہوگئے۔ زندگی کا معتدبہ حصہ لاہور میں گزارا۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فاضل تھے۔ دورۂ تفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے پڑھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ میں بھی پانچ سات سال کا عرصہ کلرک اور محاسب بھی رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی حضرات مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا محمد علی جالندھری کے ادوار پائے۔ اکابرین ختم نبوت کے شیدائیوں اور فدائیوں میں سے تھے۔ جہاں بھی رہے ختم نبوت سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھنے والوں میں رہے۔ لاہور میں ختم نبوت کے حوالہ سے منعقد ہونے والے پروگراموں میں عقیدت ومحبت سے شرکت فرماتے۔ رات کا کھانا کھا کر سوئے۔ صبح تہجد کی عادت تھی، تہجد کے لئے اٹھنے، دروازہ کھلنے کی آواز نہ آئی تو بہو نے اپنے میاں کو اٹھایا کہ آج باباجی کی آواز نہیں آرہی۔ بیٹے نے جا کر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ ایک جنازہ لاہور اور دوسرا آبائی علاقہ میں ہوا اور وصیت کے

مطابق حضرت عبدالرحیم اشعر کے پہلو میں سپردخاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۰۴۴) عبدالرشید (کراچی)، حضرت حافظ

(وفات:۲۹؍جون ۲۰۲۰ء)

جناب حافظ عبدالرشید صاحب کراچوی کے والد گرامی خانیوال کے رہنے والے تھے۔انہوں نے ۱۹۶۲ء میں اپنے بیٹے عبدالرشید کو دارالعلوم کبیر والا میں داخل کرادیا۔آپ نے حضرت مولانا عبدالخالق صاحب بانی دارالعلوم کے زمانہ میں حفظ کیا، پھر کتب کی تعلیم شروع کی۔حضرت مولانا عبدالخالق صاحب، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی سے اس زمانہ میں تلمذ، محبت، مؤدت کا تعلق قائم ہوا۔اس زمانہ میں کراچی کے قاری نسیم الدین بھی طالب علم تھے،ان سے برادرانہ تعلق قائم ہوا۔اس کے بعد چارسال خیر المدارس ملتان میں ہدایہ تک تعلیم حاصل کی۔اس دور میں آپ کے ہم درس اورساتھی حضرت قاری محمد یاسین بانی مہتمم دارالقرآن فیصل آباد تھے۔اس زمانہ میں آپ نے میٹرک، سی کام، ڈی کام بھی کرلیا۔اس کے بعد قاری نسیم الدین آپ کے والد صاحب کو مناکر آپ کر کراچی لے آئے۔آپ نے تراویح میں قاری نسیم الدین سے قرآن مجید سنا۔پھر جناب حاجی محمد رفیق وحاجی محمد عبداللہ، جو ہاؤسنگ کالونیاں بناتے تھے،ان کے ہاں کام پر لگ گئے۔آپ کی حسن کارکردگی کو دیکھ کرانہوں نے ملیر کالونی کی سکیم کا ٹھیکہ آپ کو دے دیا۔آپ نے اس محبت سے اس کام کو آگے بڑھایا کہ حاجی صاحبان مارے خوشی کے جھوم اٹھے۔آپ نے لاہور، ملتان، کراچی کئی جگہ ابراہیم گروپ کے نام پر رہائشی کالونیاں بنائیں۔اورحق تعالیٰ نے اس میں برکت دی۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۲ء تک حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی سے آپ کا تعلق برقرار نہ رہا۔آپ پر کالج، کاروبار کا، بودوباش، وضع قطع میں مکمل اثر تھا۔قاری نسیم الدین ایک دن آپ کو لے کر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے پاس آئے، آپ نے اتنی محبت دی کہ حافظ صاحب کے دل سے سب اجنبیت کافور ہوگئی۔۱۹۸۲ء میں حضرت حافظ نسیم الدین صاحب، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کو عمرہ پر لے جانے لگے تو حافظ عبدالرشید بھی ساتھ ہو گئے، حجاز مقدس کے مولانا عبدالمجید صاحب کے انتالیس اسفار ہوئے۔سوائے تین اسفار کے باقی سب اسفار میں حافظ عبدالرشید کا ساتھ رہا۔ بلکہ آخری تین بار سفرحج کے اخراجات مولانا عبدالمجید صاحب نے برداشت کئے۔ باقی تمام اسفار کے اخراجات بھی حافظ صاحب نے اپنے ذمہ رکھے۔قاری نسیم الدین صاحب نے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی کے صبح کے درس قرآن مجید کی سوا دوصد کے قریب کیسٹ ریکارڈ کرائیں۔ان کو حاصل کر کے حضرت حافظ صاحب اورحضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب نے کاغذ پر منتقل کرایا۔کیسٹوں سے کاغذ پر پھر کمپوزنگ، پروف ریڈنگ ایسے تمام امور حضرت مفتی ظفر صاحب نے انجام دیئے۔ مالیاتی معاونت حضرت حافظ صاحب نے اپنے ذمہ رکھی، یوں تفسیر تبیان القرآن مکمل ہوئی۔حضرت مفتی صاحب اس دوران چیچہ وطنی تشریف لے گئے۔تو پوری تفسیر کی تکمیل، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تصحیح کمپوزنگ اورنظر ثانی حضرت مولانا منیر احمد منور کی سرپرستی میں آپ کے دوگرامی قدر شاگردان، مولانا عمیر شاہین، مولانا عمران کے ذریعہ سے کرائی گئی، مالی امور کے متکفل حضرت حافظ صاحب رہے۔یوں حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ ۲۰۲۰ء میں اس کا مکمل ۸ جلدوں پر مشتمل ڈبہ پیک سیٹ جناب ندیم صاحب نفیس قرآن بک کمپنی اردو بازار لاہور کے ذریعہ منظر پر آیا۔اس تفسیر کی تیاری میں اول تا

آخر جس دریا دلی کے ساتھ حافظ عبدالرشید صاحب نے حصہ لیا، وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے اور بس۔ جامعہ باب العلوم کی مسجد قدیم مرور زمانہ کے باعث خستگی کی حالت میں تھی، اس کی توسیع وتعمیر نو کا مرحلہ درپیش تھا، اس زمانہ میں پچاس لاکھ سے اوپر تخمینہ لگایا گیا۔ نقشہ تیار، جگہ موجود، مگر سرمایہ ہنوز دلی دوراست۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کراچی اپنی آنکھوں کے آپریشن کے لئے تشریف لے گئے، آنکھوں کے ڈاکٹر آپ کے مخلص مرید تھے، آپریشن سے قبل ہر دس پندرہ منٹ بعد ڈراپس ڈال رہے تھے۔ انہوں نے پوچھ لیا حضرت مسجد کی تعمیر کیوں شروع نہیں کراتے؟ حضرت نے حافظ عبدالرشید کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھیں، حافظ صاحب نے فٹ فرمایا کہ پچاس، ساٹھ لاکھ کہاں سے لائیں، ڈاکٹر نام غالباً مستقیم صاحب نے فرمایا کہ پچیس لاکھ میرے ذمہ، پچیس لاکھ حافظ صاحب ملائیں تو مسجد مکمل۔ حافظ عبدالرشید صاحب نے حامی بھرلی۔ مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی نے اجازت دی۔ مولانا مفتی محمد ظفر اقبال نے کمر کیا باندھی، دن رات دیوانہ وار ایک کردیا۔ تھوڑے عرصہ میں فلک بوس مسجد نے پورے ضلع کی عظیم مساجد کی قیادت اپنے نام کرالی۔ اس کا ماربل وغیرہ کا اپنی صوابدید پر انتظام حضرت حافظ صاحب نے کیا۔ مسجد، جامعہ باب العلوم کی تعمیر وتوسیع حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کی راحت وخدمت پر امکانی حد تک جس طرح حافظ عبدالرشید نے مالی ایثار کیا، اسے سنت صدیقی کا احیاء یا سنت عثمانی کی یاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک بار سفر حج میں حافظ عبدالرشید صاحب نے حضرت لدھیانوی سے عرض کیا حضرت ایک ساتھ مرنے کی دعا فرمادیں۔ حضرت نے خاموشی اختیار کی، حضرت لدھیانوی کا وصال ہوا، تو آپ کی اکیلے مدرسہ باب العلوم کہروڑپکا کے ملحقہ علیحدہ پلاٹ میں آخری رہائش بن گئی۔ اب حافظ صاحب پروقت اجل آیا۔ کراچی میں وصال ہوا۔ محبت نے اڑان بھری اور آپ کے پہلو میں کہروڑپکا آ مقیم ہوئے۔ یہاں سے ہی استاد وشاگرد (مولانا عبدالمجید، مولانا حافظ عبدالرشید) کا خمیر اٹھایا گیا۔ یہاں لوٹ کر دونوں جمع ہوگئے۔ یہاں دونوں اس دن اٹھائے جائیں گے جس دن پوری خلقت اٹھے گی۔ محبت ہو تو ایسی۔ ساتھ ہو تو ایسا۔ دونوں حضرات پر رب کریم کی رحمت کی بارش موسلا دھار نازل ہو کہ وہ ایک ایسی مثال قائم کرگئے، جسے نبھانا ہر کسی کا کام نہیں۔ باب العلوم میں ۳۰/جون ۲۰۲۰ء کو قبل از دوپہر حضرت حافظ صاحب کے قدیم ساتھی ودوست حضرت قاری محمد یاسین صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ اور آپ رحمت حق کے سپرد کردیئے گئے۔ زہے نصیب۔ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے صاحبزادے، پوتے سب قرآن مجید کے حافظ وقاری ہیں۔ آپ کی کوٹھی کا تہہ خانہ علماء، حفاظ، قراء کا مہمان خانہ ہے۔ حضرت سید نفیس شاہ صاحب ہفتہ، عشرہ یہاں گزارتے تو خانقاہ رائے پور کا عہد شباب عود کرآتا۔ حضرت حافظ صاحب سے حق تعالیٰ نے بہت سارے خیر کے امور متعلق کررکھے تھے، خدا کرے ان کے ورثاء کے ذریعہ یہ صدقہ جاری وساری رہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز! مسجد، مدرسہ، استاذ وتفسیر تبیان الفرقان چہار جانب کا اتنا مضبوط حصار، حافظ صاحب کی ذاتی شرافت کا فرش، اوپر سے اللہ رب العزت کی رحمت۔ شش جہت رحمتوں کا ماحول، اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کی قبر کو ''بقعۂ نور'' فرمائیں۔

(۱۰۴۵) عبدالرشید قریشی، جناب

ہارون آباد کے پڑھے لکھے نوجوان تھے۔ جمہوری پارٹی سے تعلق تھا۔ جناب نوابزادہ نصراللہ خان کے حاضر باش شاگرد تھے۔ ان کی طرز پر تقریر کرنے کی کامیاب کوشش کرتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں سرگرم عمل رہے۔ ان کی تحریک کا ایک اقتباس

ملاحظہ ہو: ’’انگریز نے مرزا قادیانی کی نبوت کا سوانگ محض مسلمانوں میں انتشار پیدا کر کے اپنی گرفت کو مضبوط بنانے کے لئے رچایا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اسلام کے جسم میں قادیانیت نے آہستہ آہستہ ناسور کی شکل اختیار کر لی ہے جسے ختم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے یہ ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ ناموس محمد ﷺ کی حفاظت کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھے۔ انگریز کے بعد اب قادیانی گماشتوں نے یہودیوں کی ایجنٹی کے فرائض سنبھال لئے ہیں اور اسلامی و عرب اتحاد کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کی تمام سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنی چاہئے۔ غیرملکی پریس غلط طور پر قادیانیوں کو مظلوم بنا کر پیش کرنے کی کوشش نہ کریں۔‘‘ (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ یکم رجولائی ۱۹۷۴ء)

(۱۰۴۶) عبدالرشید (لاہور)، مولانا

جامع مسجد القدس چوک دالگراں لاہور سے ایک رسالہ نکلتا ہے۔ ماہنامہ ’’تنظیم اہل حدیث‘‘ اس میں اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالرشید صاحب کا کئی اقساط میں مضمون شائع ہوا۔ ’’ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ پھر یہ بعد میں اسی نام سے کتاب کی شکل میں بھی شائع ہوا۔ مرزا ملعون قادیان نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حیات اور نزول کا انکار کر کے خود کو مسیح ثابت کرنا چاہا۔ اس کے لئے اس ملعون نے بنیاد یہ قائم کی کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آ گئے تو یہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ حالانکہ اس ملعون قادیان سے کوئی پوچھے کہ:

الف...... عیسیٰ علیہ السلام جنہیں رحمت عالم ﷺ سے قبل نبوت مل چکی ہے۔ ان کے دوبارہ تشریف لانے سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلے سے صف انبیاء کے شمار میں آ گئے۔ ان کا تشریف لانا تو مرزا قادیانی کے قول کے مطابق ختم نبوت کے منافی ہوا۔ البتہ مرزا غلام احمد قادیانی، رحمت عالم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس الٹی منطق کو سوائے دجل وفریب کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ب...... پھر سیدنا مسیح علیہ السلام کا تشریف لانا گویا پہلے کے ایک نبی، رحمت عالم ﷺ کی امت میں بھی شامل ہو رہے ہیں۔ جب کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ انبیائے سابقین سے ایک نبی کا آپ ﷺ کی امت میں داخل ہونا اور ایک شخص آپ ﷺ کے امتی کا دعویٰ نبوت کرنا۔ ان دونوں باتوں میں ملعون قادیان فرق نہ کر سکا۔ مولانا عبدالرشید صاحب اہل حدیث مکتب فکر کے عالم دین نے اس بات کو پھیلایا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو مبرہن کیا تو یہ کتاب تیار ہوگئی۔ مولانا نے اخبار تنظیم اہل حدیث لاہور میں ختم نبوت پر مضمون لکھا۔ اس میں ضمناً نزول مسیح علیہ السلام کی بحث آ گئی۔ لاہوری مرزائیوں کے اخبار ہفت روزہ پیغام صلح نے اس پر اشکال قائم کئے۔ مولانا عبدالرشید نے ان کے جوابات تحریر فرمائے جو تنظیم اہل حدیث لاہور میں شائع ہوئے۔ پیغام صلح لاہور کی بولتی بند ہوگئی۔ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند! سوئے کیا کہ گویا مر گئے۔ تنظیم اہل حدیث میں شائع شدہ جوابات کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔ ’’ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ ۹۲ صفحات کا رسالہ ہے۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں شائع کیا۔

(۱۰۴۷) عبدالرشید (لاہور)، مولانا قاری

(ولادت: ۱۵؍دسمبر ۱۹۴۹ء ...... وفات: ۲۲؍اپریل ۱۹۹۲ء)

آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مولانا مفتی عبدالحمید، شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے ہاں پیدا ہوئے۔ مکمل تعلیم والد گرامی کے زیرنگرانی حاصل کی۔ جامعہ مدنیہ لاہور میں مولانا سید حامد میاں سے بخاری شریف پڑھ کر سندالفراغ حاصل کی۔ درس نظامی کے بعد فاضل عربی اور میٹرک کے امتحانات بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کئے۔ بعدازاں جامعہ مدنیہ لاہور ہی میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور جامعہ مدنیہ میں رہتے ہوئے ایسی اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں کہ آپ کا جنازہ بھی یہیں سے اٹھا۔ قدرت نے آپ کو بے شمار خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ ایک مضبوط عالم دین تھے۔ تدریسی، تقریری، تصنیفی اور مناظرہ تمام میدانوں کے بہترین شاہ سوار گویا اپنی ذات میں انجمن تھے۔ آپ نے جہاں مختلف موضوعات پر متعدد تقریری وتحریری مناظرے کئے وہیں آپ کا ایک مناظرہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مرزائی سے بھی ہوا۔ جس میں آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید سے ثابت کر کے مرزائی مناظر کا ناطقہ بند کیا۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک!

(۱۰۴۸) عبدالرشید لدھیانوی، مولانا

آپ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے عظیم مجاہد حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانوی کے دوسرے فرزند ہیں۔ لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ازاوّل تا آخر آپ کی تمام دینی تعلیم مدرسہ اللہ والا لدھیانہ میں ہوئی۔ آپ بہت محنتی، لائق اور فرمانبردار طالب علم تھے۔ آپ کو فارسی زبان پر مہارت حاصل تھی۔ آپ میں بے باکی اور حق گوئی کی وہ تمام صفات موجود تھیں جو علماء لدھیانہ کا شیوہ رہا ہے۔ آپ نے لدھیانہ شہر میں ایک دارالعلوم عزیزیہ کے نام سے قائم کیا۔ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی تبلیغ کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنالیا تھا۔ ’’القول الصحیح فی مکائد المسیح ‘‘حضرت مولانا محمد آفاق لدھیانوی کے فتویٰ پر آپ کے تائیدی دستخط ثبت ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۱)

(۱۰۴۹) عبدالرشید نعمانی (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۱۲؍اگست ۱۹۹۹ء)

مولانا عبدالرشید نعمانی نامور عالم دین، محدث اور زیرک انسان تھے۔ بہاول پور جامعہ اسلامیہ کے شعبہ دینیات کے سربراہ رہے۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شعبہ تخصص فی الحدیث کے مشرف رہے۔ معجم المصنّفین حیدرآباد، ندوۃ المصنّفین دہلی میں بھی تقسیم سے قبل خدمات سرانجام دیں۔ آپ علامہ حیدر حسن خان ٹونکی کے شاگرد اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کے محبّ مخلص تھے۔ نامور محدث تھے۔ کئی وقیع کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں لغات القرآن چہار جلد اور سنن ابن ماجہ پر مقدمہ عربی میں، سنن ابن ماجہ اور علم حدیث اردو میں بہت مشہور ہیں۔ حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل وجان سے فدا تھے۔ کراچی میں خارجیت کے سامنے آپ کا وجود سد سکندری کا درجہ رکھتا تھا۔ وفات کے بعد آپ کا چہرہ مزید درمزید اتنا منور ہوگیا، جس نے

زیارت کی وہ بعداز وفات آپ کی کرامت کا ظہور قرار دینے لگا۔ جوان کے عنداللہ مقبول اور محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم کا پرتو تھا۔ آپ نے ’’فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام‘‘ میں فتویٰ دیا:

حامداً ومصلیاً فلا شک فی ان متنبی قادیان المیرزا غلام احمد ومن امن به کلهم خارجون عن الاسلام کفار مرتدون حکمهم کحکم مسیلمة الکذاب ومن تبعه وحیات عیسٰی علیہ السلام ونزوله فی آخر الزمان مما اتفق علیه الامة وشهد علیه التنزیل وجأت به الاحادیث فمن انکر فقد کفر، کتبه الفقیر الیه تعالٰی۔ محمد عبدالرشید نعمانی، کراچی

۲۸/ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیان کا جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور جو اس کے اوپر ایمان لائے وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہیں اور وہ کافر ومرتد ہیں۔ ان کا حکم مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین جیسا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانہ میں آپ کے نزول پر امت نے اتفاق کیا ہے اور اللہ کی کتاب اس پر شاہد ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ پس جو اس عقیدہ کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۹۰،۹۱)

(۱۰۵۰) عبدالسبحان خان، جناب

۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دینے کے لئے جو قرارداد پیش کی گئی اس پر ایمانی جرأت سے دستخط کر کے علم ختم نبوت بلند کیا۔

(۱۰۵۱) عبدالستار افغانی، جناب

(پیدائش: ۶/جولائی ۱۹۳۰ء ...... وفات: ۴/نومبر ۲۰۰۶ء، کراچی)

آپ کراچی بلدیہ کے چیئرمین رہے۔ جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما تھے۔ قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے ایک حساس اور دردمند انسان تھے۔

(۱۰۵۲) عبدالستار انصاری، جناب

(پیدائش: ۱۹۳۵ء، امرتسر ...... وفات: ۱۵/اگست ۱۹۸۵ء، حافظ آباد)

ضلع حافظ آباد کے جناب عبدالستار انصاری نے رسالہ ’’چودھویں صدی کے مجددین‘‘ مرتب کیا۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی جو بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین تھے مصنف رسالہ ہذا ان کے تربیت یافتہ تھے۔ قادیانی محمد اعظم اکسیر نے ’’چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے؟‘‘ نامی رسالہ لکھا۔ اس کا جواب یہ رسالہ ہے۔ اسی طرح مصنف رسالہ ہذا عبدالستار انصاری نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے ایک ممبر کی رہنمائی کے لئے مختصر ختم نبوت پر دلائل جمع کر کے ملعون قادیانی کی تحریرات سے اس کا دعویٰ نبوت کرنا، ثابت کیا۔

اس رسالہ ’’چودھویں صدی کے مجددین‘‘ کے ساتھ اسے بھی شائع کر دیا۔ دونوں احتساب کی جلد ۴۵ میں شامل اشاعت ہیں۔ انصاری صاحب بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریر میں جگہ جگہ یہ رنگینی بھی نظر آئے گی۔

(۱۰۵۳) عبدالستار توحیدی، مولانا

(ولادت: ۴/ مارچ ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۱۶/ اگست ۱۹۹۲ء)

حضرت مولانا عبدالستار توحیدی خطیب راولپنڈی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء ثانی کے تاسیسی اجلاس ملتان میں شریک ہوئے اور عمر بھر تحریک ختم نبوت، تحریک نفاذ اسلام کے لئے سرگرم عمل رہے۔ آپ انتہائی سادہ مزاج عالم دین تھے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے دست وبازو تھے۔ انتہائی منکسر المزاج اور نظریاتی رہنما تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو سراپا خیر بنایا تھا۔

(۱۰۵۴) عبدالستار تونسوی، مولانا

(پیدائش: ۱۸/ مارچ ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۲۱/ دسمبر ۲۰۱۲ء)

آپ تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم اللہ بخش تھا۔ آپ بلوچوں کے قبیلہ سہانی سے تعلق رکھتے۔ مولانا اللہ بخش صاحب دینی، دنیوی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ مختلف سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ دن بھر پڑھاتے فارغ وقت مسجد خلفائے راشدین تونسہ شریف میں دینی تعلیم وتدریس اور خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپ نے نصف صدی اس مسجد میں فی سبیل اللہ خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنے بیٹے عبدالستار کو خود مقامی سکول میں تعلیم دلوائی۔ پھر قرآن مجید ناظرہ عبدالستار نے حافظ محمد عثمان تونسوی سے پڑھا۔ دینی تعلیم کے لئے آپ مدرسہ محمودیہ خانقاہ تونسہ شریف میں داخل ہوئے۔ تونسہ شریف کی وجۂ شہرت خانقاہ سلیمانیہ تونسہ ہے جس کی بنیاد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے رکھی۔ خواجہ محمد سلیمان قوم افغان، قبیلہ جعفر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا تولد تونسہ سے تیس کوس جانب دامن کوہ سلیمان (کوہ درگ) موضع گڈ گوجی میں ہوا۔ پیدائش کے چار سال بعد والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے ملاّں یوسف سے پڑھنے کے لئے بھیجا۔ نصف قرآن مجید ان سے پڑھا۔ پھر اپنی قوم کے ایک حاجی صاحب سے پڑھتے رہے۔ میاں حسن علی صاحب کے مدرسہ میں پڑھنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی بیعت وخلافت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتیاں ضلع بہاول نگر سے تھی۔

خواجہ نور محمد صاحب اوچ شریف کے سفر پر تھے۔ خواجہ محمد سلیمان کی یہاں ان سے ملاقات ہوئی۔ خواجہ سلیمان صاحب نے بیعت کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ نور محمد مہاروی کے شیخ اور مرشد مولانا فخر الدین تھے۔ انہوں نے خواجہ نور محمد صاحب اپنے مرید وخلیفہ سے فرمایا کہ کوہستانی شاہباز پر پرزے نکال رہا ہے اسے پھانسو۔ اس کا قبضہ میں آنا دونوں جہاں کی نعمتوں کے حصول کے مترادف ہے۔ وہ اپنے وقت کا سلیمان ہوگا۔ چنانچہ کوٹ مٹھن سے مشائخ کا قافلہ اوچ شریف خواجہ نور محمد صاحب کی ملاقات کے لئے آیا تو اس میں خواجہ محمد سلیمان بھی تھے۔ خواجہ محمد سلیمان کے علاقہ کے لوگوں کو عموماً روہیلے کہا جاتا تھا۔ حضرت سید جلال الدین بخاری کے سجادہ نشین خواجہ

نوبہار کی بیعت کرنے کے بعد خواجہ نور محمد صاحب نے خواجہ محمد سلیمان تونسوی کو اوچ شریف میں بیعت کیا۔ پھر خواجہ مہاروی نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا محمد حسین سے فرمایا کہ ہمیں مبارک دو کہ وہ شاہباز عقل جس کے لئے سال بسال ہم کو سفر کرنا پڑتا تھا اب ہمارے دام میں آ گیا۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی تھے۔ ان کے جانشین خواجہ محمود صاحب تھے۔ خواجہ محمود کے زمانہ میں مدرسہ محمودیہ قائم ہوا۔ جہاں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نے مولانا خالق داد، مولانا عبدالستار شہلانی، مولانا خان محمد اور مولانا غلام رسول صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ مؤخرالذکر دونوں حضرات دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت خواجہ محمود صاحب نے مولانا خان محمد صاحب کو دیوبند بھیجا تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کو بھی دارالعلوم دیوبند حضرت خواجہ محمود صاحب نے بھیجا۔ ۴۷-۱۹۴۶ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ ۱۶؍جمادی الاوّل ۱۴۲۶ھ کو فقیر راقم نے مسجد عثمانیہ ملتان میں آپ سے چند سوالات کئے۔ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں نے بخاری اور ترمذی، حضرت مدنی، مسلم شریف مولانا بشیر احمد صاحب، ابوداؤد مولانا اعزاز علی صاحب، ابن ماجہ قاری محمد طیب، نسائی مولانا فخرالحسن، طحاوی مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، شمائل ترمذی مولانا اعزاز علی، مؤطا امام مالک مولانا عبدالخالق المعروف حضرت صدر صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ وفاق المدارس کے موجودہ صدر گرامی حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا سید بشیر احمد (لودھراں) آپ کے ہمدرس تھے۔ جو طلباء کی جماعت دورہ حدیث شریف میں عبارت پڑھتی تھی۔ ان میں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی بھی نمایاں طور پر شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد شعبان میں لکھنؤ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ نے یہاں مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا عبدالسلام بن مولانا لکھنوی اور مولانا محمد صدیق سے تعلیم حاصل کی۔ فن مناظرہ میں یہ حضرات اس وقت امام مانے جاتے تھے۔ ان سے باقاعدہ آپ نے کلاس مناظرہ میں ٹاپ کیا۔ لکھنؤ میں آپ کے ہمدرس حضرت علامہ مولانا قادر بخش بھی تھے جو فیروزہ ضلع رحیم یار خان کے باسی تھے۔ جب آپ لکھنؤ پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران پاکستان بنا۔ آپ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سفر کیا۔ راستے مسدود تھے۔ سہارنپور تک آئے۔ دیوبند نہ جاسکے۔ سہارنپور سے پاکستان آ گئے۔ پاکستان میں آ کر اپنے گھر پر طلباء کو درس نظامی کی کتب پڑھانی شروع کیں۔ پھر سنجر سیداں نزد تونسہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی تدریس کے زمانہ میں مقامات، متنبّی، حماسہ کئی بار پڑھائیں۔ آپ بجا طور پر شیخ الادب تھے۔ سنجر پور سیداں کے بعد مدرسہ محمودیہ کے اس دور کے مہتمم اور خانقاہ سلیمانیہ محمودیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدین کے حکم پر اپنی مادر علمی مدرسہ محمودیہ تونسہ میں اپنے اساتذہ کے زیر سایہ تدریس کا آپ نے بیڑا اٹھایا۔ یہاں آپ نے بخاری شریف تک کی تعلیم دی۔ اس دوران آپ قرب وجوار میں تبلیغ اسلام کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔

آپ کا باضابطہ پہلا مناظرہ جنوری ۱۹۴۹ء میں منگروٹھہ شرقی نزد تونسہ میں ہوا۔ حضرت مولانا در محمد صاحب مخدوم عالی ضلع ملتان میں عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا در محمد صاحب منگروٹھہ شرقی کے باشندہ تھے۔ مولانا در محمد صاحب کا بھائی اپنے دوستوں کے ساتھ اہل تشیع کی مجلس سن کر آیا۔ اپنے بھائی کو کہا کہ یا تو آپ شیعہ کے کسی مناظر کے سامنے گفتگو کریں اور مجھے مطمئن کریں۔ ورنہ میں شیعہ ہو جاؤں گا۔ مولانا در محمد صاحب، مولانا عبدالستار صاحب تونسوی کو لے کر گئے۔ آپ نے سردی کے باعث دیہاتی طرز کا موٹی اون کا کھڈی پر تیار کردہ موٹا کمبل پہن رکھا تھا۔ مقابلہ میں اہل تشیع کی طرف سے مناظر ذوالفقار شاہ تھے۔

جن کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صحاح اربعہ کے حافظ ہیں۔ اہل سنت کے ہاں چھ حدیث کی کتب کو صحاح ستہ کہا جاتا تھا اور شیعہ حضرات کے ہاں چار ان کی حدیث کی بنیادی کتب کو صحاح اربعہ کہا جاتا ہے۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب شیعہ مناظر گویا اپنے مسلک کے ٹاپ کے نامور مذہبی رہنما تھے۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی آج پہلی بار مناظرہ کے میدان میں تشریف لائے تھے۔ چند ٹرنوں میں شیعہ مناظر پر یہ کیفیت تھی کہ سردی کے باوجود گویا پسینہ میں نہا گئے۔ پانی پہ پانی کے گلاس چڑھائے۔ میدان مولانا عبدالستار تونسوی کے ہاتھ رہا۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب کوٹ، جبہ، پستول، طرّہ، کتابوں، بندوقوں کے جلو میں میدان میں اترے تھے۔ ادھر حضرت تونسوی سادہ کمبل میں ملبوس تھے۔ مناظرہ کے آخر پر کیفیت یہ تھی کہ حضرت تونسوی کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور فریق مخالف ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈھنے سے ملنا بھی دشوار ہو گیا۔ تحریف قرآن موضوع تھا اور میدان تونسوی صاحب نے مار لیا۔

چکوال، تونسہ، لتڑی شمالی، دولتانہ ضلع وہاڑی، اسلام پور رحیم یار خان، وجھیاں ضلع سرگودھا، سیت پور ضلع مظفر گڑھ، باگڑ سرگانہ، بکھر بار ضلع سرگودھا، رانا واہن، کجھی بہار، بہاری غربی، تھانہ چوک قریشی، محمد پور دیوان، دولتانی اکثر مناظرے آپ کے شیعہ نامور مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی سے ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو فقیر راقم نے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد، مولانا تاج محمود، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا محمد ضیاء القاسمی، صاحبزادہ افتخار الحسن، حکیم عبدالرحیم، مولانا محمد اسحٰق، مولانا محمد صدیق، مولانا صاحبزادہ فضل رسول اور دیگر حضرات کے یہ شانہ بشانہ تھے۔ بلاء کے تیز رفتار، گرجدار آواز کے حامل خطیب تھے۔ عبارتیں فرفر پڑھنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مولانا محمد اسماعیل شہید جہاں جاتے چیلنج پر چیلنج دیتے۔ مناظرہ کے چیلنج کے بغیر تو ان کی تقریر کا تصور نہ تھا۔ مولانا احمد شاہ چوکیروی، مولانا دوست محمد قریشی، حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی، حضرت مولانا محمد صدیق اہل حدیث مناظر سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی کے مناظرے ہوئے۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی سے ان کے دو چار مناظروں کے بعد مولانا تونسوی کا نام سنتے ہی اسے پسینہ چھوٹ جاتا تھا۔ وہ حیلے بہانے سے سامنے آنے سے کنی کتراتا تھا۔ جہاں سامنا ہوا اس کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ فقیر راقم عینی گواہ ہے کہ ۱۹۶۸ء ماہ شوال ۱۳۸۸ھ کی سات تاریخ کو جھوک وڑھیل تھانہ نوشہرہ جدید ضلع بہاول پور میں مناظرہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مناظر تھے۔ معین مناظر مولانا سید محمد علی شاہ پپلی راجن، مولانا حافظ اللہ بخش گرواں اہل سنت کی طرف سے تھے۔ شیعہ حضرات کی جانب سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی تھے۔ ان کے معاون مولانا قاضی سعید الرحمٰن تھے۔ مناظرہ میدان میں ہونا تھا۔ سامعین، شائقین اور ناظرین کے دونوں جانب سے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ شیعہ نمائندے اہل سنت کے نمائندوں سے بات طے کر کے جاتے شیعہ مناظر اپنے لوگوں کی طے کردہ بات سے انحراف کر جاتا۔ شیعہ زمیندار پھر آ کر نئے سرے بات طے کر کے جاتے۔ لیکن مولانا محمد اسماعیل پھر مکر جاتے۔ دن بھر یہ کیفیت رہی۔ لیکن شام تک شیعہ مناظر اپنے رہائشی مکان سے باہر نہ آئے۔ مولانا تونسوی صبح سے میدان میں سٹیج پر براجمان ہو گئے۔ جب مولانا محمد اسماعیل کسی طرح مناظرہ پر تیار نہ ہوئے تو شیعہ، سنی رہنماؤں نے مولانا تونسوی سے درخواست کی کہ وہ تقریر کریں۔ مولانا تونسوی کی داڑھی کالی، بیالیس سال عمر، شباب کا جوبن بھرپور قد کاٹھ، چہار پہلو والی ٹوپی، سفید کپڑے، سینے پر پستول آویزاں، خطاب کیا کیا، جادو کر دیا۔ ان کی ایک ایک للکار شیر کی دھاڑ معلوم ہوتی تھی۔ ایک ہی خطاب میں ہزاروں لوگوں کے عقائد کو صحیح کر گئے۔ آپ کی پوری زندگی اسی طرح کے شب و روز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ آپ نے حجاز مقدس میں حرم کعبہ میں درس دیئے۔ مدینہ یونیورسٹی کے طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مدینہ منورہ میں ایک اہل

تشیع سے مناظرہ بھی ہوا۔ مولانا عبدالستار تونسوی نے حجاز مقدس، افریقہ، امارات، بنگلہ دیش، برطانیہ نامعلوم کہاں کہاں عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم واصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے جھنڈے بلند کئے۔ زندگی بھر آپ نے اہل تشیع سے تقابل رکھا۔ لیکن جب بھی گفتگو کرتے خطاب میں ''شیعہ بھائی'' کہہ کر خطاب کرتے۔ ایک داعی الی اللہ ومبلغ اسلام میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ آپ میں موجود تھیں۔ آج کل کے خطیب اپنی درشت بیانی سے جہاں جائیں شیعوں کو اشتعال دلا کر شیعیت پر اور پکّا کر کے آتے ہیں۔ حضرت تونسوی کے بیان سے علاقہ بھر کی شیعیت ہل جاتی تھی۔ شیعہ عوام اپنے خطیبوں سے پوچھتے کہ کتابیں ہماری ہیں۔ مسائل اہل سنت کے کیوں؟ آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں، اذان، خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم تمام مسائل ہماری کتب میں اہل سنت والے کیوں ہیں؟ شیعہ حضرات اپنی پبلک کو قابو کرنے کے لئے بڑا زور لگاتے۔ کتنے حضرات راہ راست پر حضرت تونسوی کے بیان سے آئے۔ یہ مستقل تاریخ کا باب ہے۔

تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر ملتان، احمد پور شرقیہ، کوٹ ادو، خدام الدین لاہور، جامعہ فریدیہ اسلام آباد، حرمین شریفین، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں آپ نے ہزارہا علماء کرام کو رد رفض پر تیاری کیا کرائی گویا مناظر بنادیا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں آپ شعبان کے اخیر اور رمضان المبارک کے اوّل کے دس پندرہ دن دیتے تھے۔ فقیر راقم ان دنوں ردقادیانیت پڑھانے کے لئے آپ کے ہمراہ ہوتا۔ آپ کے پڑھانے کی شان یہ تھی کہ ہر لحہ برابر آپ کے دلائل تیز رفتار الیکٹرک سیڑھی کی طرح مدارج طے کرتے نظر آتے تھے۔ ایسا مخلص، مجاہد، بااصول عالم دین صدیوں بعد تک شاید دنیا نہ دیکھ پائے۔ مولانا صوفی غلام سرور، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبداللہ شاہ، مولانا بشیر احمد الحسینی، مولانا صاحبزادہ بشیر احمد، مولانا محمد حسین حیدری، مولانا محمد عبداللہ (اسلام آباد)، مولانا مفتی محمد عیسیٰ، مولانا احسان الحق تونسوی، خواجہ فخر الدین تونسوی، خواجہ معین الدین تونسوی، مولانا مسعود اظہر، مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ضیاء الرحمٰن سمندری، مولانا قاری عبدالحئی عابد، مولانا خدا بخش شجاع آبادی ایسے بلا مبالغہ بیس ہزار سے زائد علماء آپ کے شاگرد ہوں گے۔ صرف بنوری ٹاؤن اور تنظیم اہل سنت کے طلباء کی تعداد کو سامنے رکھا جائے۔ جب بھی دس پندرہ ہزار سے زائد علماء ہوں گے۔ جنہوں نے آپ کے سامنے زانوائے قلمبند تہہ کئے۔ مولانا تونسوی اپنے موقف کے پکے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو قریب الی الحق سمجھتے تھے۔ یزید علیہ ماعلیہ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مجرم گردانتے تھے۔ زندگی بھر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر اکابر دیوبند کی تحقیقات کے جھنڈے بلند کئے رکھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے علاقہ میں، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں ملک بھر میں عقیدہ ختم نبوت کے منّاد ومبلغ کا عظیم الشان کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے دل وجان سے قدردان تھے۔ ان کا ذکر خیر آتا تو کافی دیر ان کی مدح وتوصیف فرماتے تھے۔ چنیوٹ، چناب نگر، ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے پہلے دن ظہر کے بعد آخری بیان اس اجلاس میں آپ کا تھا۔ سٹیج پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا عبدالستار دائیں سے بائیں علی الترتیب تشریف فرما تھے۔ تینوں خدا رسیدہ اکابر کے اجتماع نے جلسہ گاہ کو انوار الٰہی کے نزول کا مہبط بنادیا تھا۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ تشریف فرمائے آخرت بھی اسی ترتیب سے ہوئے۔

فقیر راقم تو آپ کی محبتوں پر فدا تھا۔ اتنی شفقت فرماتے تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ نہیں یاد کہ حضرت سے کوئی بات کہی ہو اور آپ نے رد کر دی ہو۔ بنوری ٹاؤن کے تمام دروس آپ کے سامنے ہوتے تو اتنی دعائیں دیتے کہ خون بڑھ جاتا۔ کراچی سے ملتان کے لئے ایک سفر بھی ایک ساتھ ٹرین میں ہوا۔ دیگر جلسوں پر شرکت ہوتی تو روحانی غذا مل جاتی۔ ایک بار مولانا مفتی محمد جمیل خان نے اسلام آباد میں دیوبندی علماء کا مشترکہ اجلاس رکھا۔ دعوت نامہ مولانا خواجہ خان محمد کی طرف سے تھا۔ اہتمام و داعی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھی۔ فقیر دعوت نامہ لے کر حاضر ہوا۔ ڈائری دیکھی تو فرمایا کہ بالکل فارغ نہیں، بہت مشکل ہے۔ فقیر نے عرض کیا آپ پہلے دن ظہر کے بعد لیہ کے قریب بیان سے فراغت کے بعد تھل ایکسپریس سے سفر کریں۔ اگلے دن اسلام آباد ظہر تک اجلاس میں شریک رہیں۔ ظہر کے بعد جہاز سے ملتان اور پھر ملتان سے رات عشاء کے بعد جہاں وعدہ ہے وہاں تشریف لے جائیں۔ جلسوں کی وعدہ خلافی بھی نہ ہوگی۔ ہمارا بھی کام ہو جائے گا۔ مان گئے اور پھر ایسے کیا۔ آپ کا ملتان قیام ہوتا تو گاڑی دفتر ختم نبوت میں پارک کرتے۔ گاڑی کے آنے سے پتہ چل جاتا کہ حضرت ملتان میں مسجد عثمانیہ حافظ غلام قادر کے ہاں ہیں۔ ملاقات کے لئے جاتے تو سدا بہار ہو جاتے۔ بہت ہی دعائیں دیتے۔ مجلس کے ہر خورد و کلاں دوست و بزرگ رہنماؤں کی وفات پر تعزیت کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے بہت محبت کا برتاؤ فرماتے۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری حج سے تشریف لائے۔ آپ مٹھائی کا ٹوکرا لیکر مبارک باد کے لئے تشریف لائے۔ رکھ رکھاؤ اور وضع داری بھی مثالی تھی۔ آپ کا سینہ و چہرہ مؤمن کا تھا۔ جس پر ناراض ہوتے ظاہر و باطن سے اس پر ناراض ہوتے۔ راضی ہوتے تو کرم و عفو کے پہلو میں جگہ مل جاتی۔

آپ ایک ضابطہ کے انسان تھے۔ زندگی بھر صاف شفاف معاملہ رکھا۔ اجلا سفید لباس، اس سے زیادہ اجلا کردار۔ اس سے زیادہ اجلے تمام دنیوی معاملات، غرض اپنی طرز کے وہ ایسے بزرگ تھے جن کو حق تعالیٰ نے خوبیوں کا منبع بنا دیا تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۲ء تک پچپن سال برابر اس دھرتی پر توحید و نبوت، صحابہ و اہل بیت کی عظمت اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں اخلاص کے ساتھ وقت گزارا۔ ۱۹۲۶ء سے ۲۰۱۲ء تک ستاسی سال عمر بنتی ہے اور اگر قمری تاریخ کا اعتبار کیا جائے تو نوے سال سے زائد آپ نے عمر پائی۔ زندگی بھر اس آب و تاب سے وقت گزارا کہ دیکھ کر سیکھا جا سکتا ہے کہ سلیقہ کی زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے۔ آپ ایک متبحر عالم، کامل شیخ، کامیاب مناظر اور فاتح جرنیل تھے۔ آپ کیا گئے تاریخ کا ایک باب بند ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! تنظیم اہل سنت، آپ کے صاحبزادگان، جامعہ عثمانیہ آپ کے لاکھوں شاگردان و مریدین تعزیت کے مستحق ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سب سے تعزیت گزار اور دعا گو ہے۔

(۱۰۵۵) عبدالستار چاوڑو (بدین سندھ)، مولانا

(وفات: ۸؍اپریل ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا عبدالستار چاوڑو ۱۹۵۰ء میں بدین کے ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ انہوں نے مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد بدین میں آئے۔ لیکن وہاں علمائے حق کا نہ کوئی مدرسہ تھا نہ کوئی مسجد۔ مولانا نور محمد سجاولی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش بدین میں ہماری کوئی مسجد یا مدرسہ ہو جہاں سے دین حق کی تعلیم عام ہو۔ مولانا

عبدالستار چاوڑو نے استاد کے اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشش کی اور ایک دینی ادارہ مدرسہ ''بدرالعلوم'' بدین کے نام سے قائم کیا۔ حضرت مولانا نور محمد سجاولی اور حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی کی دعاؤں نے مولانا عبدالستار چاوڑو کو کندن بنادیا۔ دلیری مولانا عبدالستار چاوڑو میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہ دین کا مجاہد اور سپاہی ختم نبوت کا مسئلہ ہوتا تھا تو وہاں پہنچ جاتا تھا اور ناموس رسالت ﷺ کے کسی بھی لچک کا مظاہرہ نہ کرتا تھا اور ہر قربانی کے لئے سب سے آگے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ بدین کے ایک تاجر کو ایک قادیانی لٹریچر ملا، وہ لے کر سیدھا مولانا عبدالستار چاوڑو کے پاس آئے۔ مولانا نے فوری ایکشن لیا اور ضلعی انتظامیہ سے مل کر قادیانیوں کا تعاقب کیا اور سارے مسلک کے علماء کو اکٹھا کر کے بدین میں ایک بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا اور قادیانی لٹریچر کے پھیلاؤ کو روکا۔

دوسری مرتبہ جب بدین کے مضافات میں ایک گاؤں علی مراد چانڈیو میں قادیانیوں نے عبادت گاہ بنائی۔ مولانا کو جب پتہ چلا تو اس وقت کے ڈپٹی کمشنر بدین اور ڈی.پی.او بدین انتظامیہ کو لے کر اس گاؤں میں پہنچے۔ قادیانی بھاگ گئے اور مولانا نے کہا کہ قادیانی اپنا مرزاوڑہ بنائیں لیکن مسجد نہیں۔ مولانا نے ضلعی انتظامیہ کی موجودگی میں اس مسجد کا محراب گرادیا۔ پھر واپس لوٹے اور اس معاملے کی ہمیشہ خبرگیری کرتے رہے۔ لیکن پھر کبھی قادیانیوں میں ایسی ہمت پیدا نہ ہوسکی۔ تیسرا واقعہ کھڈ ہارو شہر میں رونما ہوا جب مسلمانوں کے قبرستان میں ایک قادیانی عورت کو دفنا دیا گیا اور لوگوں نے وہاں مظاہرے کئے۔ لیکن انتظامیہ نہ مانی اور مولانا عبدالستار چاوڑو کھڈ ہارو شہر پہنچ گئے۔ جب تک اس قادیانی عورت کی وہاں سے لاش نہ نکال لی گئی تب تک دھرنا ختم نہ کیا اور نہ ہی انتظامیہ کے آگے گھٹنے ٹیکے۔ بدین میں ایک دو مرتبہ قادیانیوں نے پروگرام کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا عبدالستار چاوڑو وہاں بروقت پہنچ کر ان کی مسلمانوں کو ورغلانے کی سازش کو ناکام بنادیا۔ ختم نبوت کے معاملے پر بیماری کی حالت میں بھی جماعت کے ہر معاملے میں ان کے ساتھ شانہ بشانہ رہتے تھے اور رو کر فرماتے تھے میرا کوئی ایسا عمل نہیں ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اللہ پاک ختم نبوت کے صدقے نبی ﷺ کی شفاعت عطاء فرمائیں گے۔

ایک دفعہ قادیانیوں کی طرف سے بدین میں تبلیغی پروگرام ہونے کی وجہ سے مولانا نے ایک بڑے مظاہرے کا اعلان کیا۔ اس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی بھی شریک ہوئے۔ آپ نے فرمایا اگر سندھ کے ہر ضلع میں مولانا عبدالستار چاوڑو جیسے دلیر ختم نبوت کے مجاہد پیدا ہوجائیں تو قادیانی ایسی حرکت کرنے کا کبھی سوچ بھی نہ سکیں۔ الحمدللہ! یہ مظاہرہ بڑا ہی کامیاب رہا اور اس میں مولانا صبغت اللہ جوگی، مولانا محمد عیسیٰ سموں، مولانا غلام علی گوپانگ، مولانا فتح محمد مہیری اور دیگر مقامی علماؤں نے شرکت کی۔

مولانا عبدالستار چاوڑو آخری دم تک ختم نبوت کے سپاہی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے اور شوگر و دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود اگر کہیں بھی ختم نبوت کا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہاں پہنچ جاتے اور قیادت فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا عبدالستار چاوڑو کو فالج ہوا اور وہ گھر پر تھے تو اس وقت کے ختم نبوت کے مبلغ نے مولانا عبدالستار چاوڑو کو بتایا کہ ایک بریانی والے نے بتایا ہے کہ شہر کے ایک قادیانی گھر میں پروگرام چل رہا ہے۔ میں نے وہاں چاولوں کی دیگیں بھیجیں ہیں۔ مغرب کا وقت تھا فالج اور بیماری کے باوجود مولانا عبدالستار چاوڑو مدرسہ کے طلبہ، جماعت کے ساتھیوں اور شہریوں کو لے کر اس گھر کا گھیراؤ کر کے کھڑے ہوگئے اور انتظامیہ آئی، قادیانی دیواریں پھلانگ کر فرار ہوئے اور پروگرام سبوتاژ ہوگیا۔ اس کے بعد قادیانیوں کی سرگرمیاں بدین اور مضافات میں ختم ہوگئیں۔

(ازقلم: مولانا عبدالمالک بوہڑ)

(۱۰۵۶) عبدالستار خان نیازی، مولانا

(ولادت: یکم/اکتوبر۱۹۱۵ء ...... وفات:۲/مئی۲۰۰۱ء)

مولانا عبدالستار خان نیازی کے والد گرامی کا نام ذوالفقار علی خان نیازی تھا۔ مولانا عبدالستار نیازی اٹک پنوالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سکول و کالج کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ اقبالیات کے بھی ماہر مانے جاتے تھے۔ تحریک پاکستان کے نامور رہنما اور مسلم لیگ میانوالی کے بانی تھے۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس کے بانیوں میں سے تھے اور تیسرے صدر بھی رہے۔ انجمن نعمانیہ ہند کے بھی صدر رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے شعبہ اسلامیات کے بھی سربراہ رہے۔ پنجاب اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کو پھانسی کی سزا مارشلاء حکام نے سنائی جو بعد میں بدل دی گئی۔ قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے وائس چیئرمین بھی رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بنے تو آپ سیکرٹری جنرل بنے۔ ایک زمانہ میں وفاقی وزیر مذہبی امور بھی رہے۔ ایک عرصہ بعد مولانا نورانی میاں سے اختلاف ہوا تو جمعیۃ علماء پاکستان نیازی گروپ بھی تشکیل دے کر اس کے سربراہ بن گئے۔ بہت ہی خوب بہادر اور دبنگ آدمی تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح تحریک ختم نبوت ۷۴، ۱۹۸۴ء میں بھی گرانقدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ روکڑی موڑ میانوالی جامع مسجد اصلاح المسلمین میں مدفون ہیں۔

مرد غازی مولانا عبدالستار خان نیازی اور تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے سزائے موت کا فیصلہ سن کر کہا: ''بس......! اس سے بھی بڑی سزا ہے تو دے لیجئے۔ میں ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔''

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنی اسیری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: مجھے اپنی زندگی پر فخر ہے کہ جب تحریک ختم نبوت کے مقدمے کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی۔ اس پر میں نے کہا تھا: ''میری عمر وہ سات دن اور آٹھ راتیں ہیں جو میں نے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزاری ہیں۔ کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی! مجھے اپنی زندگی پر ناز ہے۔''

گرفتاری اور پھانسی کی سزا

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبران اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں۔ لیکن قصور میں آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو بتا دیا۔ آپ صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہدؔ کے ہمراہ گرفتار کر لئے گئے۔ قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا۔ جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۶/اپریل ۱۹۵۳ء کو آپ جیل منتقل کر دیئے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا۔ جو ۱۷/اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔ ۷/مئی کی صبح کو اسپیشل ملٹری

کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے۔ جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے۔ مگر ڈی. ایس. پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہوسکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔

دوسرا کیس بغاوت کا تھا، جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا:

"You will be hanged by neck till you are dead."

ترجمہ...... ''تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے۔''

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:

افسر...... **"Please sign it."** (اس پر دستخط کیجئے)

علامہ نیازی...... **"I will sign it when I kiss the rob."** (میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔ اس وقت اس پر دستخط کروں گا)

افسر...... **"You will have sign it"** (تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے)

علامہ نیازی...... **"I am already told you that I will sign it when I kiss the rob."** (میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔ اس وقت دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں اور آپ کے پنجوں میں ہوں۔ مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو)

افسر...... **"Mr. Niazi! our officer will enquire from us whether you were serve with the notice in death warrant."** (مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا ہے یا نہیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟)

مولانا نیازی...... **"If you so fear from your officers, well I sign it for you."** (اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں)

چنانچہ آپ نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے، افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم میری ہمت (Moral) کے بارے میں پوچھتے ہو، تو وہ آسمانوں سے بھی بلند ہے۔ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

افسر کے جانے کے بعد جب آپ کمرے میں اکیلے رہ گئے تو تائید ایزدی سے آپ کو سورۂ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی: ''اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا'' آپ نے اس آیت سے یہ تأثر لیا کہ موت وحیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لئے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہوسکتی ہے...؟

ایک لمحے کے لئے آپ پر خوف کا حملہ ہوا۔ لیکن فوراً زبان پر یہ شعر آ گیا:

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

آپ وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آ گئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا: ''نیازی صاحب! مبارک ہو۔ آپ بری ہو گئے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔'' اس نے کہا: ''کیا مطلب؟'' آپ نے فرمایا: ''اب ان شاءاللہ! حضور پاک ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔'' وہ پھر بھی نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا: ''میں کامیاب ہو گیا۔''

آپ کی سزائے موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ادھر جیل میں قیدی تک آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ: ''کتنے عاشقان رسول جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔''

مولانا نیازی سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے اور ۱۴؍مئی کو آپ کی سزائے موت، عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ مسلمانان پاکستان نے تحفظ ختم نبوت کے لئے تحریک چلائی تو آپ ایک بار پھر سربکف ہو کر میدان عمل میں اترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی اور آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکروفریب کے جال کو تار تار کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن کی۔ اس سلسلے میں آپ کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی بیماری، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی پروانہ کی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل کے زیر اہتمام تاریخی جلسے سے خطاب کیا اور بالآخر ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ (دو نامور مجاہد، صدیق ہزاروی)

نیازی صاحب فرماتے ہیں کہ: ۱۹۵۳ء میں دہلی دروازے کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے چاروں کو باری باری گولی کا نشانہ بنایا۔

نیازی صاحب کے بقول: ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا۔ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا ورد، نعرۂ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد، کے نعرے ورد زبان تھے۔ وہاں پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ اسی تحریک میں کرفیو لگ گیا۔ اذان کے وقت ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا۔ مسجد میں پہنچ کر اذان دی۔ ابھی ''اللہ اکبر'' کہہ پایا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ دوسرا مسلمان آگے بڑھا۔ اس نے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' کہا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا۔ ان کی لاشوں پر کھڑا ہو کر ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ چوتھا آدمی بڑھا۔ تین کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کہا: ''حی علی الصلوٰۃ'' کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ پانچواں مسلمان بڑھا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہو گئے۔ مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا عبدالستار نیازی راوی ہیں کہ: اس تحریک میں جو آدمی بھی شریک ہوتا تھا، یہ طے کر کے آتا تھا کہ وہ ناموس مصطفیٰ ﷺ

کے لئے جان دے دے گا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔لوگ لاٹھیاں کھاتے رہے۔ایک نوجوان کے پاس حمائل شریف تھی۔فردوس شاہ ڈی.ایس. پی نے ٹھوکر ماری۔نوجوان گر گیا۔حمائل شریف دور جا گری اور پھٹ گئی۔فردوس شاہ کو لوگوں نے موقع پر قتل کر دیا۔ قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے والا اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔

(آپ) پھانسی کی سزا کے مستحق گردانے گئے۔مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔عدالت کے ایک رکن نے پوچھا کہ:''آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں؟''تو آپ نے جواب دیا:''سرور کائنات ﷺ پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔''

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کو اور، نوابزادہ نصراللہ خان کو مجلس عمل کا نائب صدر بنایا گیا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بڑی عظمتوں کے مالک تھے۔خدا تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علّیّین میں جگہ نصیب فرمائے۔

''تحریک ختم نبوت'' مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے چار سال بعد یہ رسالہ مرتب کیا۔اس کا سبب یہ ہوا کہ چنیوٹ میں انجمن طلباء اسلام چنیوٹ نے ختم نبوت کانفرنس رکھی جس میں مولانا عبدالستار خان نیازی یہ مقالہ لکھ کر تشریف لائے۔ جسے آپ نے کانفرنس میں پیش کیا اور پھر شائع بھی کیا۔نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع ہو گیا۔

(۱۰۵۷) عبدالستار دہلوی (سالار احرار)، جناب چوہدری

(پیدائش:۱۹۱۵ء ...... وفات: یکم ر نومبر ۱۹۷۰ء)

آپ دسوہا ریاست جے پور میں پیدا ہوئے۔والد صاحب کے انتقال کے بعد خاندان دہلی منتقل ہوا۔دہلی جامع مسجد کی کلاتھ مارکیٹ میں کپڑا کا کاروبار شروع کیا۔جس سے خوب ترقی ہوئی۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر سن کر ۱۹۳۵ء میں مجلس احرار میں شامل ہوئے۔آپ کی ہردلعزیزی کہ احرار کے سالار مقرر ہوئے۔دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں بائیکاٹ کی تحریک میں حصہ لیا۔سوبھاش چندر بوس نے بھی احرار کی اس تحریک کی تائید اور تعریف کی۔اس تحریک میں آپ کی گرفتاری ہوئی۔ مقدمہ چلا۔تین سال قید کاٹی۔۱۹۴۷ء میں دہلی کے مسلمانوں کی بھرپور اعانت کی۔سینکڑوں مساجد غیر مسلموں سے واگزار کرا کر اوقاف دہلی کے سپرد کیں۔آپ نے دہلی میں قادیانیوں کے خلاف خوب کام کیا۔سید حمید امام دہلی جامع مسجد نے جنازہ پڑھایا۔ قبرستان شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی میں استراحت ابدی کے مزے لے رہے ہیں۔

(۱۰۵۸) عبدالستار دہلوی، مولانا

شیخ الحدیث مولانا عبدالستار دہلوی کا مرتب کردہ رسالہ جس کا نام ''القول الصحیح فی حیات المسیح'' ہے۔مکتبہ ایوبیہ کراچی نے سے ۱۳۸۴ھ میں شائع کیا۔اب ۱۴۳۴ھ میں گویا نصف صدی بعد احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں محفوظ کیا گیا۔''حیات مسیح علیہ السلام'' کے عنوان پر لائق تحسین مواد اس میں شامل ہے۔

(۱۰۵۹) عبدالستار شاہ (بنوں)، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۵۲ء ...... وفات: ۱۷/دسمبر ۲۰۲۰ء)

مولانا سید عبدالستار شاہ سید محمد سلیم شاہ بخاری کے ہاں پیدا ہوئے۔ معراج العلوم بنوں سے قرآن حفظ اور دینی تعلیم حاصل کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ اور مولانا قاری حضرت علی عثمانی نے بھرپور حصہ لیا اور شہر و ضلع بھر تحریک کے جوبن کو قائم رکھا۔ اس زمانہ میں مال منڈی کی مسجد میں آپ نے بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کرائیں۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا منظور احمد چنیوٹی آپ کے ہاں کانفرنسوں پر تشریف لاتے۔ آپ ہر دینی تحریک میں پیش پیش رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ بہت بہادر اور نڈر عالم دین تھے۔ آپ میں حسینی خون تھا، چنیوٹ و چناب نگر کی کانفرنسوں میں بھی تشریف لاتے تھے۔ آپ نے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے بھی تمام دینی تحریکوں میں بھرپور حصہ ڈالا۔ غرض آپ زندگی بھر دین کی خدمت کے لئے سرگرم عمل رہے۔ گزشتہ چند سالوں سے علیل تھے۔ وقت موعود آن پہنچا اور رب کریم کے حضور حاضر ہوگئے۔ آپ کا مثالی جنازہ ہوا۔

(۱۰۶۰) عبدالستار قادری (گوجرانوالہ)، جناب شیخ

(وفات: ۲۲/اپریل ۲۰۱۷ء)

گوجرانوالہ کے مسلکی مخلص کارکن اور وفادار نظریاتی رہنما جناب شیخ عبدالستار تھے۔ آپ زندگی بھر حضرت مولانا عبدالقادر آزاد کی تربیت میں رہے۔ ان کی صحبتوں نے شیخ صاحب کو ایک سلجھا ہوا مخلص ورکر بنا دیا۔ بھرپور محنتی انسان تھے۔ اپنی ہاتھ کی کمائی سے رزق حلال کے لئے عمر بھر ساعی رہے۔ بڑے مستعد اور جفاکش انسان تھے۔ دیوبند کے مسلکی متصلب کارکن تھے۔ ختم نبوت کی کانفرنسوں میں حاضر باش رہتے تھے۔ ان کے آنے سے مجلس میں رونق آجاتی تھی۔ مولانا عبدالخبیر آزاد نے ان کا جنازہ پڑھایا۔

(۱۰۶۱) عبدالستار (کوٹ ادو)، جناب صوفی

(ولادت: ۱۹۳۸ء ...... وفات: ۱۶/مئی ۲۰۲۱ء)

ضلع مظفر گڑھ کوٹ ادو شہر کے رہائشی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص دیرینہ ساتھی تھے۔ آپ ضلع روہتک انڈیا میں پیدا ہوئے، ہجرت کر کے پاکستان کوٹ ادو شہر میں آباد ہوئے، مولانا عبدالجلیل مظاہر العلوم سے کچھ کتب پڑھیں آپ جامع مسجد مکہ میں ایک عرصہ تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک رہے اور گرفتاری دی جیل کاٹی۔ کوٹ ادو اسٹیڈیم میں مولانا عبدالجلیل کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

(۱۰۶۲) عبدالستار (ملتان)، مولانا مفتی

(پیدائش: جولائی ۱۹۳۰ء ...... وفات: ۱۱/جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۸/جولائی ۲۰۰۶ء)

آپ چوہدری الٰہی بخش کے ہاں چک نمبر ۲۱۷ سمندری ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اشاعت العلوم

کچہری بازار فیصل آباد میں مولانا مفتی سیاح الدین کا کاخیل، مولانا عبدالعزیز اور دوسرے حضرات سے حاصل کی۔ موقوف علیہ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں مولانا خیرمحمد جالندھری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا جمال الدین مردانی، مولانا عبدالشکور اٹک اور مولانا محمد نور سے کیا۔ دورۂ حدیث شریف ٹنڈوالہ یار جامعہ اسلامیہ میں مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا اشفاق الرحمٰن اور مولانا عبدالرشید نعمانی سے کیا۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالعزیز چک نمبر۱۱والوں سے تھا۔ حضرت کے ساتھ مفتی صاحب عرصہ تک عیدالفطر جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر میں ادا فرماتے تھے۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں عمر بھر پڑھاتے رہے۔ صدر مفتی رہے۔ یہاں سے ہی جنازہ اٹھا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاموں سے ہمیشہ محبت وسرپرستی کا معاملہ فرماتے تھے۔

(۱۰۶۳) عبدالسلام (حضرو ضلع اٹک)، مولانا

(وفات: ۱۴؍اگست ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب متبحر عالم دین تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ آپ کو مستحضر تھے۔ افہام وتفہیم کے امام تھے۔ آپ کی انہی خوبیوں نے آپ کو تعلیم کی دنیا میں ہردلعزیز بنادیا تھا۔ مولانا محمد صابر صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب دوساتھی تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے دینی تعلق قائم ہوا۔ حضرو میں جامعہ اشاعت الاسلام قائم کیا تو دونوں ایک ساتھ رہے۔ اتنے رکھ رکھاؤ والے انسان تھے کہ ان کے باہمی تعلق کو دیکھ کر لوگ سمجھتے تھے آپ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔

مولانا محمد صابر صاحب مرحوم کا پہلے انتقال ہوا۔ اب مولانا عبدالسلام بھی وہاں چل دیئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ دونوں حضرات نے جامعہ اشرفیہ سے فراغت حاصل کی تھی۔ شیخ الکل مولانا رسول خان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ایسے جبال العلم شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو سراپا علم بنادیا۔

مولانا عبدالسلام اس وقت جامعہ اشاعت الاسلام کے شیخ الحدیث تھے۔ ہر دینی تحریک میں صف اوّل میں رہ کر علاقہ چھچھ کو سراپا تحریک بنادیتے تھے۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے لئے تحریک میں آپ طلباء کی بسیں لے کر اسلام آباد آئے اور مظاہرہ میں شرکت کی۔ غالباً ۸۴گاؤں وقصبات کے مجموعہ کا نام چھچھ ہے۔ یہ خالصۂ علمی علاقہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ اس علاقہ کو بخارا سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔

مولانا نصیرالدین غورغشتی، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا قاری سعید الرحمٰن، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مولانا عبدالقدیر مؤمن پوری، مولانا قاضی غلام گیلانی، مولانا قاضی زاہد الحسینی ایسے ہزاروں علماء اس علاقہ چھچھ سے تعلق رکھتے تھے۔

ان اکابر کے بعد علاقہ چھچھ کی اس علمی وامتیازی وصف کو قائم رکھنے، آبروئے علم کو تابدار بنانے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام حضروی کا بڑا حصہ ہے۔

آپ بنیادی طور پر مذہبی حوالہ سے اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ تھے۔ سیاسی حوالہ سے آپ کا جمعیۃ علماء اسلام سے تعلق تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے بھی دلی محبت فرماتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آسیہ نامی شیخوپورہ کی ایک مسیحی خاتون کو سزا ہونے پر تحفظ ناموس رسالت قانون کے خلاف بین الاقوامی مخالفانہ تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اسلام آباد میں آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت گول میز کانفرنس رکھی۔ اس میں شرکت کے لئے دعوت نامہ آخری مرحلہ پر ان کو بھجوایا گیا۔ لیکن ان کی محبت کہ وہ اس میں تشریف لائے۔

مولانا عبدالسلام صاحب بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت کے حامل انسان تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا بھر میں خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اشاعۃ التوحید میں شامل بعض انتہاء پسند لوگوں نے قائلین سماع پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ مولانا عبدالسلام خود عام موتی کے سماع کے قائل نہ تھے۔ لیکن قائلین سماع پر کفر کے فتویٰ کے سخت خلاف تھے کہ اس مختلف فیہ مسئلہ میں کتنے قائلین سماع پر زد پڑے گی تو آپ نے اندرون خانہ جنگ لڑی اور اس مؤقف کے بودہ پن کو واشگاف کیا۔ آپ نے ان انتہاء پسندوں از قسم چتروڑی وغیرہ کو اشاعۃ بدر کیا۔

اسی طرح آپ نے اشاعۃ کے دوستوں کے سامنے میٹنگوں میں مؤقف رکھا کہ کیا ہم دیوبندی ہیں یا نہیں؟ اگر دیوبندی ہیں تو حیات النبی ﷺ پر دیوبند کا وہی مؤقف ہے جو دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب دیوبندی نے فریقین کے صلح کرانے کے وقت فیصلہ تحریر فرمایا تھا۔ اس مؤقف کو جو نہیں مانتا نہ وہ دیوبندی ہے نا اشاعۃ سے اس کا تعلق ہے۔ وہ معتزلی، خارجی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ وہ اکابر دیوبند کے مسلک سے ہٹا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اشاعۃ التوحید والسنۃ کی میٹنگوں میں اس مؤقف کو علی الاعلان دہرایا۔ اعتدال پسند اشاعۃ التوحید کے حلقہ میں آپ کے مؤقف کو بڑی پزیرائی ملی۔

آپ نے قاری محمد طیب صاحب قاسمی کے حیات النبی ﷺ پر فیصلہ کی عبارت پر مشتمل پمفلٹ شائع کر کے ملک بھر سے اپنے حلقہ اشاعۃ التوحید کے علماء اور بالخصوص اپنے شاگردوں، علماء، مدرسین، خطباء کے دستخط کرائے۔ ان کی مخلصانہ جدوجہد سے ملک بھر میں محبت کی ایک نئی فضا قائم ہوئی۔ اس پر ان کے حلقہ کے بعض پیشہ ور لوگ چین بجبیں بھی ہوئے۔ مگر آپ کے عزم کے سامنے وہ نہ ٹھہر سکے۔ ان کی اس معتدل پالیسی نے بہت ساری تلخیوں کو محو کر دینے کی راہ پیدا کی۔ مولانا عبدالسلام حضروی اس دور میں بہت غنیمت شخص تھے۔ ان کی سادگی، وضع داری، اخلاص بھری کاوش تاریخ کے انمٹ نقوش ہیں۔ وہ کیا گئے بہت ساری خیر و برکت بھی ساتھ لے گئے۔

(۱۰۶۴) عبدالسلام خان (ماموں کانجن)، جناب راؤ

(وصال: ۱۷/دسمبر ۲۰۱۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مہربان مشفق بزرگ راؤ عبدالسلام خان انڈیا میں پنجلاسہ ضلع انبالہ میں پیدا ہوئے۔ راؤ عبداللہ خان کے پڑپوتے تھے۔ راؤ عبداللہ خان وہ بزرگ تھے کہ جب انگریز سرکار نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کئے تو ان کے ہاں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی روپوش ہوئے۔ جس کمرہ میں موجود تھے اس کی تلاش کے باوجود انگریز افسران کو نہ ملے۔ یہ کرامت تھی کہ اللہ نے دشمن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

راؤ عبدالسلام خان کا بیعت کا تعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے تھا۔اپنے والدگرامی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند(انڈیا) میں سالانہ جلسہ پر بھی تشریف لے جاتے۔حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور دوسرے اکابرین دیوبند سے تعلق قائم کیا۔اکابرین ختم نبوت بالخصوص مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید سے خاص تعلق رہا(جب حضرت احیاء العلوم ماموںکانجن میں تھے)۔مولانا حافظ حسام الدین ماموںکانجن کے دست وبازو بن کر رہے۔

ایک عظیم بزرگ، درویش صفت، مہمان نواز، ختم نبوت اور تبلیغی جماعت سے دلی لگاؤ محبت دین اور مسلک کا درد رکھنے والے،عقائدونظریات کے پکے، گہری نظر رکھنے والے انسان تھے۔صوم وصلوۃ کے پابند، تہجد گزار، تلاوت قرآن کے عاشق، ختم نبوت ومدارس دینیہ کے معاون تھے۔تقریباً ۱۰۵ سال عمر گزاری۔نماز جنازہ راؤ صاحب کے بیٹے مولانا عبدالقیوم نے پڑھائی اور چک نمبر۴۹۶گ ب ماموںکانجن کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(۱۰۶۵) عبدالسلام(ساکن قادیان)، جناب ڈاکٹر

ایک نوجوان ڈاکٹرعبدالسلام کے نام سے مشہور تھے۔خودتو ڈاکٹر نہ تھے۔مگران کا بھائی اور باپ ڈاکٹر تھے۔مرزائیت قبول کر کے قادیان آ گئے تھے۔مگر ہمارے وہاں جانے سے قبل ہی مرزائیت سے بدظن ہو چکے تھے۔ان کا اپنا مکان تھا۔ڈاکٹر عبدالسلام اوران کی والدہ کی رہائش قادیان میں تھی۔ان کا والدلائل پور(فیصل آباد) میں پریکٹس کرتا تھااورایک بھائی ایم.بی.ایس ڈاکٹر تھا اورکہیں ملازم تھا۔سنا ہے مرزائیت نے ابھی تک اس کا پیچھا مکمل طور پر نہ چھوڑا تھا۔وہ قادیان بہت کم آتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ میری ملاقات اس سے نہ ہوسکی۔البتہ اس کا والدڈاکٹرعبداللہ عموماً قادیان آتا تھااور ہمارے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا۔شنید ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی کواتنا برابھلا نہ کہتا تھا بلکہ وہ مرزامحمود کا شدید مخالف تھا۔خودعبدالسلام ہمارا ہم عقیدہ اورمرزائیت کا سخت مخالف تھا۔ہمارے تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کرحصہ لیتا تھااوررات کودفتر میں آتا اور ہمارے کام میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۰۶۶) عبدالسلام قادری باندوی، مولانا

مولانا سید عبدالسلام قادری باندوی نے’’خنجر براہین ختم نبوت برگلوئے قادیانیت‘‘ رسالہ لکھا۔موصوف جمعیۃ علماء پاکستان کراچی کے نائب ناظم تھے۔ان کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۰۶۷) عبدالسلام لکھنوی، مولانا

یکم ؍رجب المرجب ۱۳۵۱ھ سے ۱۲؍رجب المرجب تک حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی شہرۂ آفاق مقدمہ بہاول پور کی پیروی کے لئے بہاول پورتشریف لائے۔آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ عبدالسلام آپ کے ہمراہ تھے۔اس زمانہ میں حضرت لکھنوی نے مقدمہ بہاول پور کے لئے جومواد جمع کیا کتاب’’صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ‘‘ میں آپ کے صاحبزادہ صاحب نے محفوظ ومرتب کر دیا۔کتاب کے چارفصل اورایک خاتمہ ہے۔فصل اوّل: میں برادران اسلامی کے لئے چندضروری ہدایات۔فصل دوم: میں مقدمہ بہاول پور کے واقعات۔فصل سوم: میں فرقہ غلمدیہ وقادیانیہ، مرزائیہ کی مختصر تاریخ ہے۔فصل چہارم: میں مرزاغلام احمد قادیانی کے

متعلق چند ضروری معلومات (عقائد کفریہ) ہیں۔ خاتمہ: میں ریاست بہاول پور کے کچھ مسرت انگیز چشم دید حالات ہیں۔ اسی کتاب سے مرزا ملعون کے کفریہ عقائد ونظریات کو مباحثہ رنگون میں بھی درج کیا گیا۔ بہت سا مواد ایک ہی ہے۔ چونکہ دونوں جگہ انہیں حوالہ جات سے مرزا قادیانی کے کفر کو واضح کیا گیا۔ ہم نے بھی اس کتاب میں اس طرح تکرار کے باوجود رہنے دیا۔ موقعہ کی مناسبت سے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ احتساب قادیانیت کی جلد۳۰ میں ''صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ'' شائع ہوئی۔

(۱۰۶۸) عبدالسلام ہزاری، مولانا حکیم

(پیدائش:۱۹۰۷ء وفات:۲۲/جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی میر پور ہری پور ہزارہ میں مولانا محمد دین مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ درس نظامی اور طب کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ علم طب کی تکمیل کے لئے مفتی سلیم اللہ پرنسپل طبیہ کالج لاہور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں ہری پور میں مطب شروع کیا۔ انگریز دشمنی کی بنیاد پر کانگریس کے پلیٹ فارم سے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا۔ مجلس احرار اسلام کی آل انڈیا ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور دو سال تک صوبائی صدر رہے۔ تحریک آزادی میں تقریباً ساڑھے دس سال پس دیوار زنداں گزارے۔ ۱۹۵۸ء میں طبی بورڈ کے ممبر نامزد کئے گئے۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی، حضرت مولانا محمد اسحاق مانسہروی، جناب خان مہدی زمان خان جیسے اکابر کے شانہ بشانہ آپ نے تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا گل شیر شہید، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، جناب آغا شورش کاشمیری کے آپ میزبان تھے۔ حضرت مولانا تاج محمود کے ساتھ آپ کا دوستانہ تھا۔ آپ کا اصلاحی تعلق ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کا مجاہدانہ کردار رہا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ آپ کا وجود اہلیان ہزارہ کے لئے عطیہ خداوندی تھا۔ صوبائی حکومت نے آپ کی یاد میں ''حکیم عبدالسلام لائبریری'' بھی جی.ٹی روڈ پر قائم کر دی ہے۔

(اورنگزیب اعوان)

(۱۰۶۹) عبدالسلام ہزاروی، مولانا

میسور کے نمائندہ مولانا محمد عبدالسلام سلیم ہزاروی مدرس ٹریننگ کالج میسور اور قادیانی جماعت کے نمائندہ حبیب اللہ خان کے درمیان ۲۷/اپریل ۱۹۳۵ء کو تحریری معاہدہ ہوا کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان ۳/جون کو مباہلہ ہوگا۔ وہ معاہدہ کی تحریرات اور قادیانی عقائد پر مشتمل ایک تحریر پمفلٹ کے ذریعہ چھپوا کر تقسیم کی گئی۔ اس پمفلٹ کا نام: ''اہل میسور کے ساتھ ۳/جون ۱۹۳۵ء کو فرقہ ضالہ ومضلہ قادیانیہ کا مباہلہ'' (یاد رہے کہ اس پمفلٹ میں قادیانی کتب کے حوالہ جات میں مفہوم کو سامنے رکھا گیا ہے۔ عبارات کے نقل کی پابندی نہیں کی گئی) یہ مباہلہ ہوا یا نہیں؟ فقیر نے کہیں نہیں پڑھا۔ فقیر نے اس مباہلہ کی تفصیلات کے لئے قادیانیوں کی تاریخ احمدیت کو بھی دیکھا تو اس مباہلہ کے متعلق کوئی چیز نہ ملی۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ مباہلہ سے پہلے مرزا محمود کے پاس قادیان میں ٹیچی ٹچ کر کے آیا ہوگا۔

صبح مرزا محمود نے قادیانی جماعت کو مباہلہ سے روک دیا ہوگا۔ بہرحال یہ غالب گمان ہے۔ ورنہ قادیانی مؤرخ دوست محمد اسے ضرور مبالغہ وکذب آفرینی سے مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتا۔ اس کا خاموش رہنا قادیانی فرار کی غمازی کرتا ہے۔ والعلم عند اللّٰہ! اس زمانہ کی کہیں کسی کے پاس معلومات ہوں تو بھجوانے پر صحیح رائے قائم کرنی ممکن ہوگی۔ متذکرہ رسالہ کو ہم نے احتساب کی جلد ۴۰ میں شائع کیا۔

(۱۰۷۰) عبدالسلام ہمدانی امرتسری، مولانا

(پیدائش: ۱۸۹۳ء، سری نگر ...... وفات: ۲۱؍جولائی ۱۹۵۵ء، لاہور)

موصوف مولانا محمد عالم امرتسری کے شاگرد رشید، مجلس احرار اسلام ہند کے کارکن تھے۔ اپنے دور میں قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ میانی قبرستان لاہور میں چوہدری افضل حق کے مزار کے قریب محواستراحت ہیں۔

(۱۰۷۱) عبدالسمیع دیوبندی، مولانا

(ولادت: ۱۲۹۵ھ ...... وفات: ۱۱؍صفر المظفر ۱۳۶۶ھ/ ۴؍جنوری ۱۹۴۷ء)

مولانا عبدالسمیع دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام چراغ محمد تھا۔ ہوش سنبھالا تو دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لئے گئے۔ دارالعلوم ایسا گئے کہ وہیں کے ہوگئے اور ۱۳۱۸ھ میں تکمیل علوم نبویہ کی سند حاصل کر کے دارالعلوم سے نکلے۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ فتح گڑھ ضلع فرخ آباد، مدرسہ اسلامیہ رڑکی ضلع سہارنپور اور مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری دہلی میں مدرس رہے۔ لیکن قدرت کو دارالعلوم میں رہنا ہی منظور تھا۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوئے اور ۳۸ سال تک دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کی خدمات بخوبی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔ وعظ اور مناظرہ کے میدان میں بھی بااثر ثابت ہوئے۔ آپ کی وفات دیوبند میں ہی ہوئی۔ آپ کے فرزند مولانا عبدالاحد بھی دارالعلوم میں طبقہ علیاء کے مدرسین میں سے ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید میں مولانا سہول خان کے فتویٰ میں تائیدی دستخط بھی کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۴۷)

(۱۰۷۲) عبدالشکور (آزاد کشمیر)، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۵۴ء ...... وفات: ۲۴؍اگست ۲۰۱۴ء)

مولانا مفتی عبدالشکور تھب ضلع باغ آزاد کشمیر میں قاضی بدرالزمان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ تھب کے مقامی سکول میں عصری تعلیم ۱۹۶۵ء تک حاصل کی۔ بعدازاں مدرسہ عربیہ قاسم العلوم موہن پوری، باغ آزاد کشمیر میں داخلہ لیا اور ابتدائی درجوں کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۶۸ء میں مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آگئے۔ ۱۹۷۷ء تک یہاں پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث کے لئے مدرسہ نصرۃ العلوم چلے گئے۔ جہاں ۱۹۷۹ء میں تکمیل ہوئی۔ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد دارالعلوم کراچی سے ۱۹۸۰ء میں تخصص فی الفقہ کیا۔

فراغت کے بعد ۱۹۸۱ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں پہلے معین مفتی، پھر صدر مفتی، ناظم ومدرس کی

حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۹۰ء میں آزاد کشمیر کے محکمہ امور دینیہ سے وابستہ ہوکر بحیثیت ''ضلع مفتی'' کوٹلی آزاد کشمیر تشریف لے گئے۔ ضلع کوٹلی میں قادیانی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ حضرت مفتی صاحب نے وہاں قادیانیوں کو لگام ڈالی اور اپنی بھرپور حکمت عملی سے انہیں ناکوں چنے چبوائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کو ''کوٹلی'' بلایا۔ ردقادیانیت پر متعدد پروگرام اپنی نگرانی اور سرپرستی میں کرائے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سابق سینیٹر مولانا سید ہدایت اللہ شاہ مانسہرہ کے ممتاز عالم دین اور سابق مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا سید منظور شاہ آسی مرحوم ان کی دعوت پر کوٹلی تشریف لے گئے۔ احقر بھی ان کے خادم کی حیثیت سے شریک سفر تھا۔ پورا ایک ہفتہ ضلع بھر میں حضرت مفتی صاحب نے ردقادیانیت پر پروگرام کرائے۔

مولانا اللہ وسایا نے پورے آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ میرپور، باغ، پلندری، راولاکوٹ، تھوراڑ، منگ، مظفرآباد تک کے سفر کا نظم حضرت مفتی صاحب نے بنایا۔ ہر پروگرام میں خود شریک رہے۔ کانفرنسوں کی صدارت فرمائی اور خدام ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ اسی سفر میں کوٹلی کی شاہی مسجد، پریس کلب، بارروم، درلیاہ جٹاں، مسجد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، تتہ پانی اور گوئی میدان میں حضرت مولانا اللہ وسایا کے معرکۃ الآراء اور قادیانیت شکن بیانات ہوئے۔ گوئی میدان کے خطاب کی تو شان ہی جدا تھی۔ حضرت مفتی صاحب کا وجود جہاں مسلمانان آزاد کشمیر کے لئے عطیہ خداوندی تھا وہیں قادیانیت کے لئے شمشیر صدیقی رضی اللہ عنہ ودرّہ فاروقی رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ ضلع کوٹلی، ضلع باغ اور ضلع مظفرآباد میں ملازمت کے دوران حضرت مفتی صاحب نے تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے لئے گرانقدر سنہری خدمات سرانجام دیں۔ جو یقیناً ان کی نجات اخروی کا سامان بنی ہوں گی۔

آپ کا دفتر، رہائش گاہ، ملازمین سب کچھ تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف تھا۔ آزاد کشمیر کا جماعتی دورہ کرنے والے مبلغین ختم نبوت کی ہمیشہ سرپرستی ومیزبانی فرماتے تھے۔ سرکاری وانتظامی حلقوں میں مبلغین کے بیانات کراتے۔ لٹریچر تقسیم کراتے اور گلی گلی ختم نبوت کے پیغام کو پہنچاتے۔ آپ آزاد کشمیر میں ختم نبوت کی ایک مؤثر آواز اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان تھے۔

جمعیۃ علماء اسلام آزاد کشمیر کے امیر مولانا سعید یوسف نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قاضی آباد، تھب ضلع باغ کے آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارکہ پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرمائیں۔ آمین! (اورنگزیب اعوان)

(۱۰۷۳) عبدالشکور ترمذی (سرگودھا)، مولانا مفتی سید

(ولادت: ۲۸؍فروری ۱۹۲۳ء ...... وفات: یکم؍جنوری ۲۰۰۱ء)

حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی ممتاز عالم دین تھے۔ آپ موضع اردن پٹیالہ میں مولانا عبدالکریم گمتھلوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ سہارنپور اور دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے کچھ عرصہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں تدریس کا کام کیا۔ اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال میں دینی علوم سے طلباء کو آراستہ وپیراستہ کرنے میں منہمک ہوگئے۔ حضرت نے اس مدرسہ میں شرح جامی وغیرہ تک کتب پڑھائیں۔ تقسیم ملک کے بعد یکم؍فروری ۱۹۴۸ء کو ساہیوال ضلع سرگودھا کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا اور اس علاقہ میں آپ کے فیض سے گزشتہ برسوں سے طلباء علوم کے اور لوگ رشد وہدایت کے انمول ہیروں سے اپنی اپنی جھولیاں بھرنے میں مصروف ہیں۔ یہاں آکر پہلے تقریباً ۱۷سال مسجد شاہانی اور پھر تقریباً دوسال مسجد

تیلیانوالی میں وعظ ونصیحت کے ذریعہ دینی علم لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ مسجد شاہانی میں مدرسہ قاسمیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں جب آپ کو تین چار ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور پس دیوار زنداں رہنا پڑا تو تعلیمی کام میں زبردست تعطل پیدا ہوا اور یہ مدرسہ بند ہوگیا۔ بعدازاں آپ نے جامع مسجد حقانیہ، مدرسہ عربیہ حقانیہ اور حقانیہ عیدگاہ قائم کیا، جو مراکز رشد و ہدایت ہیں۔

(۱۰۷۴) عبدالشکور حنفی مرزاپوری، مولانا

مرزاپور انڈیا کے حضرت مولانا حافظ عبدالشکور حنفی تھے جو معروف مناظر اسلام مولانا عبدالشکور لکھنوی کے دست و بازو تھے۔ مولانا عبدالشکور حنفی النجم لکھنؤ کے کالم نگار بھی تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی ملعون کے ایک پیروکار کے رسالہ ''نور ہدایت'' کا ''تحفہ محمدیہ برائے فرقہ غلمدیہ'' کے نام سے جواب تحریر فرمایا۔ عمدہ المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اوّلاً یہ ماہنامہ رسالہ النجم لکھنؤ نمبر۱۳ تا۱۶، رجب، شعبان ۱۳۴۹ھ میں قسط وار شائع ہوا۔ بعدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔ اب دوسری بار ستمبر ۲۰۰۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی جلد۳۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۱۰۷۵) عبدالشکور دین پوری، مولانا

(پیدائش:۱۹۳۱ء ...... وفات:۱۴؍اگست ۱۹۸۷ء)

آپ کی پیدائش دین پور ضلع رحیم یارخان میں مولانا عبداللہ صاحب کے گھر ہوئی۔ آپ کے دادا مولانا عبدالقادر، مولانا میاں غلام محمد خلیفہ دین پوری کے داماد اور مرید تھے۔ دین پور، دادلغاری، میرپور ماتھیلو، بائی جی شریف، پنوں عاقل اور مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں پڑھتے رہے۔ مدرسہ قاسم العلوم سے ہی دورۂ حدیث شریف کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں سکھر جیل میں اڑھائی ماہ گرفتار رہے۔ مولانا غلام حسین حاصل پوری فاضل دیوبند بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ۱۹۵۱ء میں خانپور سے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے تفسیر پڑھی اور پھر چار سال مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں پڑھاتے رہے۔ حضرت درخواستی کی بھتیجی اور مولانا عبدالرحیم درخواستی کی صاحبزادی آپ کے عقد میں آئیں۔ سکھر اللہ والی مسجد اور جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ میں خطیب رہے۔

۱۹۶۶ء میں ملک کی ممتاز مذہبی جماعت تنظیم اہل سنت میں شریک ہوئے۔ مرکزی نائب صدر اور مرکزی دفتر کی جامع مسجد میں عرصہ تک خطیب بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء میں ملتان سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور دل ناتواں نے مقابلہ خوب کیا۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت اور پھر مجلس علماء اہل سنت کے سربراہ رہے۔ اسلامی مشن بہاول پور کا اہتمام سنبھالا اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ آپ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنسوں میں تشریف لاتے۔ آپ کا مرکزی بیان ہوتا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ۱۹۸۴ء میں صف اوّل میں رہے۔

(۱۰۷۶) عبدالشکور طوروی (خطیب مرکزی جامع مسجد کوئٹہ)، مولانا

(ولادت:۱۹؍مئی ۱۹۱۹ء ...... وفات:۱۹۸۲ء)

مولانا عبدالشکور حکیم مولانا غلام رسول کے ہاں طورو ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے پہلے امروہہ

ضلع مراد آباد اور پھر مظاہر العلوم سہارنپور کا سفر کیا۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے کتب حدیث مولانا محمد یوسف دہلوی کے ہمراہ پڑھیں۔ بعد ازاں مدرسہ فتح پور دہلی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد ۱۹۳۹ء میں اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ میں آپ بطور عربی و اسلامیات مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۴۵ء میں آپ مرکزی جامع مسجد کوئٹہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ تادم زیست کوئٹہ میں رہ کر درس و تدریس، تصنیف اور خطابت کے میدان سے وابستہ رہے۔ متعدد کتب بھی تصنیف کیں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت تھے۔ حضرت لاہوری کی وفات کے بعد مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندی سے تجدید بیعت کی۔ مولانا عبدالشکور نے ردقادیانیت پر مرتب کردہ فتویٰ ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' میں صورت مسئولہ کے جواب پر درج ذیل توثیقی جملہ تحریر کر کے دستخط کئے۔ ''جواب دینے والا حق کو پہنچا ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۵۹)

(۱۰۷۷) عبدالشکور کامل پوری، مولانا

(وفات: ۲۵؍ستمبر ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالشکور بہبودی ضلع کیمبل پور (اٹک) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک اور صرف و نحو کی کتب پڑھنے کے بعد مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کی ترغیب پر آپ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوگئے۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت سہارنپوری سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں ہی تدریسی فرائض سنبھالے۔ تقسیم پاکستان کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک اور مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں اونچے درجے کی کتب پڑھاتے رہے۔ بیعت کا تعلق حکیم الامت حضرت تھانوی سے تھا۔ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں تدریس کے دوران آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام میں مولانا غلام اللہ خان کے جواب پر تائیدی دستخط کر کے مرزا قادیانی کے کفر پر مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۷)

(۱۰۷۸) عبدالشکور لکھنوی، مولانا

رنگون میں خواجہ کمال الدین قادیانی پہنچا۔ بڑا چالاک اور چال باز تھا۔ اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ: ہم غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور یہ بات قسمیہ کہتا۔ جیسا کہ بہت سے قادیانی خصوصاً ''لاہوری'' کہتے ہیں۔ خواہ مخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں۔ عوام اس کی باتوں میں آگئے۔ اس کی تقریریں ہونے لگیں۔ بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی۔ جمعہ تک پڑھایا۔ رنگون کے ذمہ داران بہت فکر مند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنے سے محفوظ رکھیں؟ عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی مگر اپنی چال بازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔ مشورہ کر کے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ تار دے دیا گیا اور وہاں اس کی شہرت بھی ہوگئی کہ بہت جلد مولانا عبدالشکور صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ وہ اس سے گفتگو کریں گے۔ خواجہ کمال الدین قادیانی نے جب مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی۔ چنانچہ وہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے چلا گیا۔ مولانا تشریف لے گئے۔ مولانا کی تقریریں ہوئیں۔ عوام الناس کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا

کہ: ’’آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا؟ دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا قائل نہیں۔ مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ جو بھی جواب دیتا پکڑا جاتا۔ وہ مرزا صاحب کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو، وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا اور ان شاء اللہ! اسی ایک سوال پر وہ لاجواب ہو جاتا اور اس کا راز فاش ہو جاتا۔ یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔‘‘

مولانا عبدالشکور لکھنوی اپنے دور کے نامور مناظر ہی نہیں استاذ المناظرین تھے۔ آپ نے رفض وبدعت اور منکرین ختم نبوت کے خلاف جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ آپ نے معروف زمانہ قادیانی/مسلم مقدمہ بہاول پور میں امت کی طرف سے نمائندگی بھی فرمائی۔ مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری ایسے مناظرین حضرات کے آپ استاذ تھے۔

(۱۰۷۹) عبدالصمد سربازی، مولانا قاضی

مولانا قاضی عبدالصمد سربازی نامور عالم دین تھے۔ آپ بلوچستان قلات کے قاضی القضاۃ بھی رہے۔ آپ نے ’’فتح مبین‘‘ رسالہ میں فارسی نظم میں تحریک ختم نبوت کے راہنماؤں کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۰۸۰) عبدالصمد سندوری سیاح، مولانا

حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے مرزا قادیانی کے رد میں ’’شمس الہدایت‘‘ نامی کتاب تحریر کی۔ امروہہ کے ایک قادیانی نے بزعم خود ’’شمس بازغہ‘‘ کے نام پر اس کا رد لکھا۔ جونہی کتاب چھپ کر سامنے آئی۔ اس کے ایک دو مباحث کی تردید میں فوری مولانا عبدالصمد سندوری سیاح نے رسالہ تحریر کیا۔ جس کا نام: ’’امروہی کے شمس کا سفہ کا دائمی کسوف‘‘ ہے جس میں خوب منطقی طرز استدلال سے امروہہ کے قادیانی کا ناطقہ بند کیا۔ یہ احتساب جلد ۵۳ میں شائع ہوا ہے۔

(۱۰۸۱) عبدالعزیز (نبی بخش [نمبردار بٹالہ])، جناب منشی

منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا قادیانی کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم ص۴۲، خزائن ج۱۱ ص۳۲۶ میں آپ نے ان ۳۱۳ مریدوں میں نمبر ۶۷ پر درج فرمایا ہے۔ جن کو بمنزلہ ’’اصحاب بدر‘‘ قرار دیا ہے۔ اس نے جو پوست کندہ حالات مرزا قادیانی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے۔ اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۶؍نومبر ۱۹۰۱ء کے ص۱۰، ۱۱ پر ہے باصلہا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ پرچہ شامل مسل (مقدمہ) ہو چکا ہے۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور

السلام علیکم! الحکم کے ایڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے

مطالبہ کے لئے زور دیا ہے۔ چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے ان کو قلمبند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تاکہ ایڈیٹر الحکم اور اس کے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔

اوّل...... اپنے راسخ الاعتقاد رہ چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو۔ اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتادینا کافی ہوگا کہ مرزاقادیانی نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی۔ جس میں نواب محمد علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزاقادیانی کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں۔ ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اس کا مرزاقادیانی اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے اس کی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے۔ اگر اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا (اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے۔ لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی ہے) تو مرزاقادیانی جو ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کی ہر ایک بات وحی تصور کی جاتی ہے۔ خداتعالیٰ سے اس امر کے ضرور اطلاع پاتے اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم...... میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزاقادیانی کی بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزاقادیانی گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں۔ صبح کو ہواخوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی دوسرا مرید مقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اب ایڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا؟

سوم...... مرزاقادیانی کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولنوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی جو کہ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ ایسے پرخطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوتی تھیں۔ ان کی حفاظت کا کام میرے ہی ذمہ ہوتا تھا۔ ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے۔ اگر اس کے دل میں خداتعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا۔ ورنہ پھر جناب مرزاصاحب خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔

چہارم...... میں ان کے ۳۱۳؍اصحاب کبائر سے ہوں جن کی نسبت مرزاصاحب کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ ان ۳۱۳ کی فہرست مرزاصاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم (ص۴۲ نمبر۷۶) میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزاقادیانی نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم...... مرزاقادیانی کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا۔ اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔ ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم...... جب مرزا قادیانی پر ہنری کلارک نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا قادیانی نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آ کر کئی روز ڈیرہ کیا۔ اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارہ کیا۔ اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا قادیانی کے مریدوں کے لئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیان جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا۔ خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں۔ اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ہفتم...... مرزا قادیانی نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا۔ اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا۔ اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گزاریاں جتلاؤں۔ خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کو مٹانے کو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت مرزا قادیانی کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔ گیند کے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔ آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط ''حقیقت المہدی'' کا جواب لکھ کر دو صد روپیہ پائیں۔ اب رہا باغ کا معاملہ سو اس کا علم ایڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے۔ خود مرزا قادیانی نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں۔ بلکہ آتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہی ہیں۔ ایڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نذر کئے ہوں گے۔ ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا قادیانی کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تاکہ ان کو اور ان کی ہم جولیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ علاوہ اس کے پھل کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچ آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔ اس بات کی مرزا قادیانی بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کے باغ پر صدہا روپے لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمین داری کا ذرا خیال نہیں کیا۔ کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو؟

اب رہا مرزا قادیانی کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔ سو مرزا قادیانی کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہوگیا کہ ان کے عقائد مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعویٰ پیغمبری کا ہے اور اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں! مرزا قادیانی محض علمائے اسلام کے سب وشتم کے تحریر کرتے وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔ بلکہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی نورالدین صاحب جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے۔ ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ زکوٰۃ کبھی مرزا قادیانی نے دی نہیں۔ حالانکہ گھر میں ہزارہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان بوجھ کر

مریدوں سے چھڑوادیتے ہیں۔ اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں۔ لیکن اس بات کو میں ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نورالدین اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کے لئے اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء (عبدالکریم ٹنڈا منڈا ایکم چشم سیالکوٹی) شخص کو امام بنایا جاوے۔ جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا قادیانی کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ان پر قائم ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا قادیانی من گھڑت کر کے ایزاد پر لگاتے ہیں۔

ایک ورق ابتدائی حقیقت المهدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے۔ اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے۔ ایک ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔ خاکسار: مولوی عبدالعزیز نمبردار رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور

نوٹ: مولوی عبدالعزیز نمبردار کی حقیقت المهدی جس ساتھی کو ملے وہ آئندہ ایڈیشن میں یہاں لگادے۔ (راقم: اللہ وسایا)

(۱۰۸۲) عبدالعزیز (رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ)، مولانا

(وفات: ۲۹ر جنوری ۱۹۷۵ء)

شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد، حضرت مولانا حماداللہ ہالیجوی کے خلیفہ مجاز، جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کے امیر تھے۔ عمر بھر درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، تصوف وطریقت سے ترویج اسلام کے لئے کوشاں رہے۔ عمر بھر قادیانیت کو اپنے علاقہ میں پر پرزے نہ پھیلانے دیئے۔

(۱۰۸۳) عبدالعزیز (ایبٹ آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۲۱ر جولائی ۱۹۹۷ء)

مولانا عبدالعزیز چونہ کاری میں مولانا عبداللہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ چھوہر شریف ضلع ہری پور سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ ملٹری ڈیری فارم میں امام وخطیب مقرر ہوئے اور زندگی کی ۵۳ بہاریں وہیں گزار دیں۔ تحریک پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے عظیم کارکن تھے۔ چونہ کاری ملحق مسجد اویس قرنی میں مدفون ہیں۔

(۱۰۸۴) عبدالعزیز ایرانی، مولانا

(وفات: اگست ۱۹۸۷ء)

مولانا نامور عالم دین تھے۔ ایران میں اہل سنت کے ہاں اتھارٹی کا آپ کو مقام حاصل تھا۔ ایران کی پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے۔ منکرین ختم نبوت بہائیوں کے خلاف ایران میں اہل سنت کے حلقہ میں بیداری پیدا کرنے کا آپ نے حق ادا کر دیا تھا۔

(۱۰۸۵) عبدالعزیز (بانی دارالعلوم فیض محمدی فیصل آباد)، مولانا

(وفات: ۲۳ر رمضان ۱۴۰۷ھ/۲۲ر مئی ۱۹۸۷ء)

مولانا عبدالعزیز دارالعلوم فیض محمدی فیصل آباد کے بانی تھے۔ تقسیم کے بعد فیصل آباد تشریف لائے تو یہ ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت صوفی منش بزرگ، فرشتہ سیرت انسان تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھی تھے اور خود بھی بہت بڑے آدمی تھے۔ فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۹ پر ایک فتویٰ پر آپ کے دستخط ہیں۔

''مفتیان کرام نے جو فتویٰ دیا ہے وہ درست ہے۔'' احقر: عبدالعزیز، مہتمم دارالعلوم فیض محمدی، فیصل آباد

(۱۰۸۶) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، حرمین شریفین کے سب سے بڑے شیخ اور استاذ الشیوخ الحرم، سعودی عرب کے مفتی اعظم جناب عبدالعزیز بن باز نے حیات مسیح علیہ السلام پر فتویٰ دیا۔ جس پر دیگر شیوخ حرمین کے بھی دستخط ہیں جو فتاویٰ ختم نبوت میں بھی شائع ہوگیا ہے۔

(۱۰۸۷) عبدالعزیز بھٹی، جناب جسٹس راجا

(وفات: ۲۹ر مئی ۱۹۹۹ء)

جناب عبدالعزیز بھٹی ضلع راولپنڈی کے رہائشی تھے۔ ممتاز قانون دان تھے۔ پنجاب ہائی کورٹ کے جسٹس بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخاب میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ آپ نے ۲ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے خصوصی اجلاس سے فتنہ قادیانیت کے خلاف ایک تقریر کی جو درج ذیل ہے:

جناب عبدالعزیز بھٹی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب عبدالعزیز بھٹی: جناب چیئرمین! اس معزز ایوان کی اسپیشل کمیٹی کے سامنے جو قراردادیں زیر غور ہیں۔ ان میں جو خاص بات زیر غور رہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ پاکستان کے شہری ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین نہیں رکھتے، ان کا اسلام میں کیا مقام ہے۔ یہ مسئلہ زیر غور رہے۔ اس ضمن میں جو شہادت یہاں مرزا ناصر احمد صاحب نے دی اور اس کے بعد لاہوری جماعت کے صدر مولانا صدرالدین صاحب نے دی اور ان پر جرح ہوئی۔ بہت سے ایسے مقامات پر انہیں ہر طرح کا موقع دیا گیا کہ وہ اپنا پوائنٹ آف ویو پیش کریں۔ اس تمام جرح اور ان کے بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کچھ گزارشات کروں گا۔

میں لمبی چوڑی تقریر نہیں کرنا چاہتا۔ پہلی بات جو انہوں نے اعتراض کیا ہے وہ یہ تھا کہ اس اسمبلی کو ان قراردادوں پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس ضمن میں، میں ایک دو باتیں آئین کے حوالے سے عرض کروں گا۔ وہ یہ ہیں کہ جہاں تک پاکستان کے آئین کا تعلق ہے، اس میں آرٹیکل ۲ اس طرح کا ہے:

"Islam shall be the state relegion of Pakistan."

(اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہوگا)

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ پاکستان ایک ایسی اسٹیٹ ہے۔ جو مذہبی نظریات پر مبنی ہے۔ نہ کہ یہ کوئی غیر مذہبی سٹیٹ ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کی یہ ذمہ داری ہے اور یہ فرض بنتا ہے فیڈرل گورنمنٹ کا کہ وہ اسلام کے بارے میں، اسلام کی **protection** (حفاظت) کے لئے، اسلام کی ان متعین حدود کے لئے، اسلام کی بھلائی کے لئے، اسلام کو برقرار رکھنے کے لئے وہ ہر طرح کا قانون بنائے اور اس کی نگہبانی کرے اور اس ضمن میں اگر کوئی فرقہ کوئی جماعت، کوئی مذہب پاکستان کے اندر یا پاکستان کے باہر مذہب اسلام کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات کرے، تو میں سمجھتا ہوں اس کا چیلنج اسے قبول کرنا چاہئے اور اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں یہ ایک ذمہ داری بنتی ہے پاکستان کی حکومت پر۔

نمبر دو اس میں آرٹیکل ہے ۲۰۔ اس میں ہے:

"Subject to law, public order and morality,

(اگر قانون، امن عامہ اور اخلاقیات اجازت دیں)

(a) every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion, and

(a) ہر شہری کو اپنے مذہب کو ظاہر کرنے، عمل کرنے اور تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا اور......

(b) every religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions.

(b) ہر مذہبی گروہ اور فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، انہیں برقرار رکھنے اور انتظام کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

جہاں تک اس آرٹیکل کا تعلق ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حکومت کو اور حکومت کی اتھارٹی جیسا کہ یہ ہاؤس ہے۔ لیجسلیٹیو باڈی کو یہ مکمل طور پر اختیار ہے کہ وہ کچھ کسی حد تک قانون یہ بنائے کہ جس میں ***Public order and morality*** (امن عامہ اور اخلاقیات) جو ہے۔ وہ قائم ہو سکے اور اس ضمن میں یہ اسمبلی اگر کوئی قانون بنانا چاہے تو اسے پورا اختیار ہو۔ سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آیا پاکستان کے لوگوں کو جو مسلمان ہیں وہ اگر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے مذہب پر، ان کے ***Faith*** (عقیدہ) پر، ان کے ایمان، پر ایک ایسا فرقہ یا کچھ لوگ اس ملک کے اندر اس طرح سازشیں کر رہے ہیں جس سے ان کے مذہب کو، ان کے بنیادی حقوق کو، ان کے اپنے ***Faith*** (عقیدہ) کو، ان کے ایمان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ تو کیا اس اسمبلی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس طرح کا کوئی قانون بنائے کہ ان کے حقوق پر، ان کے ***Faith*** (عقیدہ) ایمان پر کوئی آنچ نہ آئے؟ ان کے ***Faith*** (عقیدہ) ایمان کا کوئی نقصان نہ ہو۔ یہ بات درست ہے کہ ***Fundamental rights*** (بنیادی حقوق) میں ہر کسی کو یہ حق ہے کہ اس کے معاملات ذاتی جو ہیں۔ اس طرح کے اس میں کوئی دخل نہ دے۔ لیکن یہ حق دوسروں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ حق دوسرے کو بھی دینا چاہئے کہ انہیں کوئی حق نہیں۔

میں اس میں یہ وضاحت کرتا ہوں کہ اگر مرزائیت کے لوگ مرزائی جو ہیں یا قادیانی جو ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اپنے اس طرح کے ***Faith*** (عقیدہ) میں کوئی دخل اندازی نہ کرے تو انہیں بھی یہ حق دینا چاہئے ہم لوگوں کو یا دوسرے لوگوں کو،

مسلمانوں کو، کہ ان کا جو حق ہے، ان کی جو سوچ ہے، ان کا جو faith (عقیدہ) ہے، وہ ان میں دخل اندازی نہ کریں۔ اسے خراب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اسے خلط ملط کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مذہب اسلام مرزا صاحب کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ مذہب اسلام کی جو حدود ہیں۔ یہ جو کچھ اس کے اصول ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے متعیّن کئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا تعیّن کیا گیا ہے۔ اس میں اگر کوئی تبدیلی کرے گا تو یہاں جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اسے چیلنج کریں کہ یہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہو اور یہ ذمہ داری ہے اس حکومت کی، اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ اعتراض جو ہے وہ قابل قبول نہیں اور اس اسمبلی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اسے چیلنج کرے۔

پھر ایک آرٹیکل ۳۱ جس میں یہ حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ:

(1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah."

(ایسے اقدامات اٹھائے جائیں گے کہ پاکستانی مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے بنیادی تصورات اور بنیادی اصولوں کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں اور انہیں اس قابل بنایا جائے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی کے معنی سمجھ سکیں)

اس سے بھی مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ یہاں کے لوگوں کو جو مسلمان ہیں، انہیں اس طرح کی ***Facilities provide*** (سہولیات فراہم) کی جائیں، خواہ وہ قانون بنانے سے ہوں، خواہ کسی اور طریقے سے ہوں کہ وہ اس طرح کے حالات پیدا کریں کہ لوگ صحیح اسلام کو اپنائیں اور صحیح اسلامی زندگی جو ہے، اسے اپنا کر اپنی منزل تک پہنچیں۔ نہ کہ اس طرح کے لوگوں کو اجازت دیں کہ جو مرضی ہے وہ چاہے اسلام کو بگاڑیں۔ طرح طرح کی تاویلیں کریں، طرح طرح کے معانی اور طرح طرح کی قرآن مجید کی وہ تاویلیں کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں۔ تو اس لحاظ سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی اس طرح کی بات کرنے کی کوشش کرے تو یہ اسمبلی دخل اندازی کر سکتی ہے، قانون بنا سکتی ہے۔ انہیں منع کرنا چاہئے۔ جو کچھ بھی ***Merit*** (میرٹ) پر فیصلہ ہوگا، وہ انہیں اپنانا چاہئے۔

ایک اور بات، انہوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ فیڈرل گورنمنٹ کی جو فیڈرل لسٹ ہے۔ یہاں کانسٹی ٹیوشن نے دی ہے اس میں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کوئی قانون بنائے یا اگر یہ کوئی سبجیکٹ تھا تو یا تو یہ اس صورت میں ***Residuary powers*** (باقی ماندہ اختیارات) میں آنا چاہئے اور وہ صوبائی حکومتوں کا ہے۔ میں اس ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ فیڈرل لسٹ میں سیریل نمبر ۵۸ پر یہ فیڈرل گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ وہ ایسی کوئی چیز جو فیڈرل گورنمنٹ سے متعلقہ ہو، اس ضمن میں قانون بنائے۔ میں یہ اس لئے ریفر کر رہا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس دستور کو ***Amend*** (ترمیم) کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر (معیارات) ***Merits*** پر کوئی فیصلہ ہو تو اس میں دستور کو ***Amend*** (ترمیم) کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ***Simple*** (سادہ) یہ نیشنل اسمبلی یا پارلیمنٹ جوائنٹ سیشن میں یہ کسی طریقے سے قانون بن سکتا ہے اور وہ یہ ہے:

Serial No.58 of the Federal legislative list.

(وفاقی قانون سازی فہرست کا سیریل نمبر ۵۸)

"Matters which under the Constitution are within the legislative competence of Parliament or relate to the Federation.

(ایسے معاملات جو آئین کے تحت پارلیمنٹ کی قانون سازی کے اختیار یا وفاق سے متعلق ہوں)

تو آرٹیکل ۲ اور ۲۰ اور ۳۱ کے تحت یہ مسئلہ جو ہے، یہ فیڈرل گورنمنٹ سے متعلقہ ہے۔ اس لحاظ سے اس فیڈرل لسٹ کے اس سیکشن ۵۸ کے تحت یہ قانون بنایا جاسکتا ہے۔ اور آخری بات کہ آیا یہ اسمبلی مجاز ہے یا نہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے قانون کے مطابق چونکہ انہوں نے خود نیشنل اسمبلی کو، سپیکر نیشنل اسمبلی کو یہ لکھا کہ ہمیں بلایا جائے، ہمیں سنا جائے۔ انہوں نے **By conduct surrender** (عملی طور پر تسلیم کرنا) کیا ہے۔ یہاں آکر انہوں نے سٹیٹمنٹ دی ہے اور انہوں نے اس بات کی ذمہ داری قبول کی ہے کہ یہ اسمبلی مجاز ہے تو اب وہ اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ اس اسمبلی کو اختیار نہیں۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ان کے اس اعتراض کا تعلق تھا یہ رد ہوتا ہے۔

اب رہا مسئلہ ***Merit*** (معیار) پر کہ آیا وہ لوگ عقیدے کے لحاظ سے مسلمان ہیں یا نہیں ہیں، ان کا مذہب کیا ہے۔ ان کا ایمان کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں بے شمار اس پر تقریریں بھی ہوئیں، شہادت بھی لی گئی ہے۔ جرح بھی ہوئی ہے اور معزز ایوان کے بے شمار ممبران نے طرح طرح کے حوالے بھی یہاں ہاؤس میں پیش کئے ہیں۔ تو ایک بات میں بڑے واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس کا وہ بھی انکار نہیں کرتے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ کس طرح کا نبی مانتے ہیں یہ ایک تاویل کی بات ہے۔ یہ ایک ان کے اپنے مطلب کی بات ہے۔ کبھی ظلی کہتے ہیں، کبھی بروزی کہتے ہیں۔ کبھی چھوٹا کہتے ہیں، کبھی بڑا کہتے ہیں۔ بہرحال یہ بات طے شدہ ہے اور جب خود انہوں نے مانا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاؤس کے ممبران کو اس طرح کے حوالے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ نبی مانتے ہیں یا نہیں مانتے۔ یہ انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنی جرح کے دوران یہ بات کہی ہے کہ ہم انہیں نبی مانتے ہیں۔ لیکن کیا کہتے ہیں کہ وہ چھوٹے قسم کے، کبھی کہتے ہیں ظلی ہیں، کبھی کہتے ہیں بروزی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ہمارے آئین کے تحت آرٹیکل (۴۲) اور (۴) ۹۱ کے تحت ایک بات یہ مکمل طور پر اس ملک کا بڑا ادارہ پہلے ہی فیصلہ کر چکا ہے کہ اس ملک کے لوگوں کا، مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ کسی قسم کا کوئی نبی اور نہیں آئے گا۔ آخری نبی ہمارے رسول مقبول ﷺ ہیں۔ اگر یہ بات فیصلہ شدہ ہے۔ ہم اس طرح کی بات کر چکے ہیں۔ تو اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بالکل وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا اور کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں۔ یہ صحیح بات ہے، یقینی بات ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے۔ کم از کم اس ملک کے لوگوں کا یقیناً ایمان ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہوا ہے تو اس پر مزید دیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نبی مانتے ہیں تو اس بارے میں کیا ہمیں کرنا چاہئے۔ اگر وہ نبی کہتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے بیان میں یہ کہا کہ مانتے ہیں، تو آیا کسی اور کو نبی کہنے سے ان کا ***Status*** (مقام) کیا رہتا ہے۔ سیدھی بات جو ہے وہ یہ ہے، اس پر ہم نے فیصلہ کرنا ہے۔ یقیناً یہ بات درست ہے کہ بعض مسلمان ...... شاید اس میں میں بھی شامل ہوں ...... کہ کئی ہم

سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، گناہ گار ہیں۔ اسلام کی ساری چیزیں تو شاید ہم سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ لیکن بعض **Fundamentals** (بنیادی باتیں) ایسے ہیں۔ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی خلاف ورزی، جن سے انکار کرنا جو ہے وہ اتنا بڑا کفر ہے کہ وہ آدمی دائرہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتا ہے۔ جوانہوں نے تاویلیں کی ہیں۔ یہ ساری کی ساری جوان کی غلط نیت ہے، میں سمجھتا ہوں اس کو چھپانے کی وہ کوشش کر رہے تھے۔ لیکن موٹی بات یہ ہے کہ **Fundamental principles** (بنیادی اصول) کچھ ایسے ہیں جنہیں نہ مانا جائے تو یقیناً جو مسلمان ہیں وہ مسلمان نہیں رہتے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو **Fundamentals** (بنیادی امور) میں شامل ہے۔ جس طرح کہ مولانا ہزاروی صاحب نے اور مولانا مفتی محمود صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اگر اس بات کی اجازت دی جائے کہ چھوٹے پیغمبر بھی آسکتے ہیں تو پھر وہ اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ چھوٹے خدا بھی آسکتے ہیں۔ اگر اس طرح کی تعبیروں کی اجازت دی جائے تو یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کا جو شیرازہ ہے، وہ بکھر جائے گا اور ہم لوگ بڑے قصوروار ہوں گے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی اس اسمبلی کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ ہمیں یہ موقع ملا ہے کہ اتنے بڑے مسئلے کو جس کو نوے سال پہلے کوئی حل نہیں کرسکا۔ اس کو ہم حل کرنے کے لئے بیٹھے ہیں اور یقیناً ہم اس کو حل کر کے اٹھیں گے (انشاء اللہ)۔ تو جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا یہ **Faith** (عقیدہ) ہے کہ وہ چھوٹا نبی یا جس طرح کا وہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں ان کا یہ ایک رسول پاک ﷺ کے اس **Status** (مقام) کا کہ وہ آخری نبی ہیں، اس کا منکر ہونا، اس کے خلاف جانا اس بات کی دلیل ہے۔ یہ واضح بات ہے کہ وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہے۔ ملت اسلامیہ بھی اسے کہیں یا دائرہ اسلام دونوں سے یقیناً خارج ہیں۔

تو میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور ایک بات اور ہے۔ اس ضمن میں بے شمار **Quotations** (اقتباسات) ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اتنی نہیں ہے کہ وہ انہوں نے ظلی، بروزی کی باتیں کیں۔ بے شمار ایسی چیزیں جو میرا خیال ہے کہ عام آدمی تک نہیں پہنچتیں۔ میں یہ بھی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اس فرقے سے منسلک ہیں۔ وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ صرف وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جو سچی باتیں نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ آج صحیح طریقہ سے ان لوگوں کو باہر کسی نے **Expose** (واضح) نہیں کیا تھا۔ ایک دو اور **Quotations** (اقتباسات) ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں عرض کردوں گا۔

وہ یہ ہے کہ ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' یقیناً وہ مرزا غلام احمد کے لئے۔ اب رہا سوال کہ نہیں، مطلب یہ تھا، اس کا مطلب وہ تھا۔ خدا کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہاں تو بڑے سیدھے سادھے مسلمان ہیں۔ ان کے ایمان سے کھیلنا لفظوں کی ہیرا پھیری سے یہ ایک ان کا طریقہ کار ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیونکہ ہم نے یہاں آکر طرح طرح کی ان کی تاویلیں دیکھیں۔ کفر کا، کبھی منکر کا، کبھی چھوٹا کفر، کبھی بڑا کفر، دائرہ اسلام میں، کبھی ملت اسلام میں، اس طرح کی باتیں تھیں۔ یہ کیا بات ہے۔ میں تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ساری باتیں مسلمانوں کے ایمان کو خراب کرنے کی تھیں اور یہ محض انگریزوں کے اشارے پر، انگریزوں کے کہنے پر یہ سب کچھ شروع کیا گیا۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان کے جذبے کو صرف وہی ختم کرسکتا ہے۔ جو ان کے سامنے ایک پیغمبر کی صورت میں آئے۔ کیونکہ یہ پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے لئے واضح ثبوت ہیں جو کہ انہیں پیش کئے گئے تھے۔ مرزا ناصر احمد کو **Confront** کیا گیا۔ وہ اس کا جواب نہیں دے سکے۔ **Throughout** (مسلسل) انہوں نے کوشش کی جہاں بھی انہیں جواب نہیں ملتا تھا تو انہوں نے پس وپیش کرنے کی کوشش کی۔ ان کا کنڈکٹ اپنا، ان کا طریقہ کار اپنا۔ ان کا جواب کو

ٹالنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کا اپنا جو کیس ہے، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے ایک بات تو یہ آ جاتی ہے کہ Important Fundamentals ہیں، وہ اس کے منکر ہیں۔ اس لحاظ سے ہم نے جو فیصلہ کیا وہ پہلے ہی اس آئین کے تحت جو رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر ایمان نہیں رکھتے ہم انہیں مسلمان نہیں مانتے۔ یہ فیصلہ شدہ بات ہے۔ چونکہ وہ نہیں مانتے، میں سمجھتا ہوں کہ انہیں دائرہ اسلام میں اس لحاظ سے تصور نہیں کرنا چاہئے۔

جو دوسری بات ایک تحریک تھی مفتی صاحب اور باقی چند ممبران کی طرف سے اور کچھ اس طرف سے شاید اس میں شامل تھے۔ جنہوں نے پیش کی تھی۔ اس میں چند اور باتیں بھی تھیں۔ ایک یہ کہ اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جو خاص posts (عہدوں) پر ہیں۔ ان سے ہٹایا جائے۔ اس ضمن میں میں یہ گزارش کروں گا کہ پاکستانی ہیں، وہ کہتے ہیں پاکستانی، پاکستان میں وہ رہ رہے ہیں۔ اس لئے اگر یہ اسمبلی فیصلہ کرے کہ اس طرح انہیں یہ حق نہیں دینا چاہئے تو اس صورت میں ہمیں دستور میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ جو میں سمجھتا ہوں ممکن ہے کچھ دوست مجھ سے اس بات پر ناراض ہوں۔ لیکن یہ قانونی ایک بات ایسی ہے کہ جس میں ہمیں دشواری ضرور ہوگی۔ جہاں تک اس دوسری بات کا تعلق ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس میں وہ بے شک ساری دنیا میں جا کر کچھ بھی کہیں، اس میں ہمارا کیس اتنا سٹرانگ ہے، مسلمانوں کا کیس اتنا سٹرانگ ہے کہ ہم پورے طریقے سے Defend (دفاع) کر سکتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ غلط بات کہتے ہیں۔

لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انہیں posts (عہدے) نہ دیئے جائیں۔ وہ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی پالیسی کا مسئلہ ہے۔ وہ بعد کی باتیں ہیں۔ اگر حکومت کے ذمہ دار لوگ چاہیں تو وہ کسی مقام پر کسی کو رکھ سکتے ہیں۔ کسی مقام پر نہ چاہیں تو نہ رکھیں۔ لیکن اس ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ اس میں پاکستان کی بدنامی ہے۔ اس ضمن میں میں اپنے معزز ممبران اسپیشل کمیٹی سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ یہ باتیں اپنے ذہن میں ضرور رکھیں۔

ساتھ بات ایک اور بھی ہے کہ اگر انہیں مائینارٹی Declare (اقلیت قرار دینا) کیا جائے۔ غیر مسلم Declare (قرار دینا) کیا جائے۔ تو یقیناً پاکستان کے لئے خطرات بھی ہیں۔ یہاں جو دوست اور معزز ممبران بیٹھے ہیں، سارے کے سارے، میرا ایمان ہے کہ وہ پاکستان کو قائم اور دائم رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان برقرار رہے اور پاکستان کی آزادی پر کوئی آنچ نہ آئے اور جو خطرات انہیں منیارٹی Declare (قرار دینا) کرنے میں ہمیں درپیش ہوں گے۔ انہیں بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ اس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ ان کے نظریات کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ اگر صرف یہ بات ہو کہ ہم مائینارٹی Declare (اقلیت قرار دینا) کر دیں، قانون بنا دیں گے اور اس کے بعد اپنی سیاسی مصلحتیں سامنے رکھ کر جو بھٹو صاحب کی پارٹی کے مخالف ہیں۔ وہ نعرہ بازی کریں کہ ٹھیک ہے کہ اب داؤ پر لگا ہوا ہے۔ حالات خراب ہیں۔ ہم تو تماشائی بن کر بیٹھیں یا جو اپنے اپنے سیاسی مفادات کی خاطر کچھ اس طرح کے طریق کار کو اختیار کریں تو یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو اتنا بڑا نقصان ہوگا اور جس مقصد کو ہم یہاں لے کر بیٹھے ہیں، شاید وہ بھی ضائع ہو جائے۔ شاید وہ حقیقی مسلمان جس کے لئے آج آپ جن کے حقوق کی خاطر یہاں بیٹھ کر سوچ بچار کر رہے ہیں شاید ان کی وہ بات بھی نہ بن سکے۔ اس لئے اس بات کو بھی ہمیں مدنظر رکھنا ہوگا اور ساتھ ساتھ یہ بھی اگر تصور کر لینا کہ جتنے احمدی ہیں سارے کے سارے وہ اچھے پاکستانی نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ بات غلط ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگ، جس طرح میں نے

پہلے کہا ہے کہ انہیں صحیح طریقے سے علم نہیں تھا، انہیں حالات سے صحیح واقفیت نہیں تھی، ان کے لئے مجبوریاں تھیں۔

میں اپنے حلقہ انتخاب کا ایک واقعہ آپ کو بتاتا ہوں۔ ایک گاؤں کے سارے کے سارے لوگ قادیانی تھے۔ سوائے ایک گھر کے باقی قادیانی تھے۔ لیکن سوائے ایک گھر باقی سارے کے سارے مسجدوں میں جا کر جمعہ کی نماز بھی پڑھتے ہیں اور وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ غلطی ہوئی ہے۔ یہ ان سے گناہ ہوا ہے، بھول ہوئی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اسٹیج اس طرح کی آسکتی ہے کہ ان لوگوں سے بھی کوئی طریقہ کار ایسا *Adopt* (اختیار) کیا جائے۔ کسی ایسی تجویز کو عملی جامہ پہنایا جائے جس سے ان لوگوں کو جو واپس آنا چاہتے ہیں، انہیں بھی موقع ملنا چاہئے۔ تو ایسا کوئی قانون نہیں ہونا چاہئے جس سے یہ دروازے بند ہو جائیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ بہت سے لوگ جو بھول سے یا کسی غلط فہمی کی بدولت یا کسی ذاتی لالچ کی بدولت ان سے اس طرح کا گناہ ہو گیا ہے۔ وہ ممکن ہے کہ وہ واپس آجائیں۔

اور آخری بات جو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آئین بھی ہم نے بنا دیا۔ وہاں بھی ہم نے لکھ دیا اسلامک ریپبلک آف پاکستان، لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ اسلام کو *Defend* (دفاع) کرنے کے لئے، اسلام کو کامیاب کرنے کے لئے، اسلامی نظریات کو بڑھانے کے لئے آج تک اس ملک کے لوگوں میں ایک یک جہتی پیدا نہ ہو سکی۔ کوئی تو نعرے لگاتے ہیں اسلام کے، کوئی نعرے لگاتے ہیں کسی اور قسم کے، اور کچھ لوگ محض تو اس قسم کے نعرے لگاتے ہیں کہ اپنے ذاتی مفادات کو اپنے ذاتی نقصان کو، اپنے ذاتی کسی وقار کو سامنے رکھ کر جب یہ سمجھتے ہیں کہ شاید انہیں نقصان ہو رہا ہے، تو یہ جس طرف کی بھی ہوا کو دیکھتے ہیں، اس طرح کے نعرے لگاتے ہیں۔ جیسا کہ میری ذات کو نقصان پہنچا تو کوئی تو بن جاتا ہے بابائے سوشلزم اور کوئی بن جاتا ہے کسی اور قسم کا بابا۔ تو ایسی باتیں جب تک اس قوم میں رہیں گی، تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان......

(قومی اسمبلی اور اسلام کو نقصان پہنچتا رہے گا۔ اس لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ ایک راستہ تعین کر دیا جائے تاکہ ہم صحیح منزل کی طرف چل سکیں)

(۱۰۸۸) عبدالعزیز (بیگووال)، جناب چوہدری

(پیدائش:۱۸۹۵ء ...... وفات:۲۲/اکتوبر۱۹۴۲ء)

ریاست کپورتھلہ کے ایک رئیس باپ کا رئیس بیٹا اپنی ریاست کے غریب عوام کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ گرفتاری ہوئی۔ مدتوں جیل میں رہے۔ ریاست کپورتھلہ کے عوام مسلمان دشمن وزیراعظم کو برطرف کرنے کے مطالبہ پر آپ نے بھوک ہڑتال کر دی۔ آپ مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ عمر بھر قادیانی فتنہ کی اسلام دشمنی پر نظر رکھی اور قادیانیوں کو اپنی حکمت عملی سے منہ زور نہیں ہونے دیا۔ مولانا عنایت اللہ چشتی آپ کے متعلق لکھتے ہیں: ''چوہدری صاحب ریاست کپورتھلہ کے موضع بیگووال کے رہنے والے تھے اور ان کا شمار بڑے امراء میں ہوتا تھا۔ مرزائیت کے بڑے مخالف اور احرار کے خادم تھے۔ سفید کھدر میں ملبوس ہوتے تھے اور ہمیں بڑے پیار سے ملا کرتے تھے۔ عموماً ہماری ملاقات لاہور دفتر احرار میں چوہدری افضل حق مرحوم کے ہاں ہوا کرتی تھی۔ ہمیشہ بیگووال آنے کی دعوت دیتے تھے۔ مگر میرا بیگووال جانے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ وہی بیگووال ہے جہاں مرزا غلام مرتضیٰ وغیرہ گروہ مغلاں نے جلاوطنی کے ایام بسر کئے تھے اور اسی خاندان کی پناہ میں وہ بیگووال میں رہائش پذیر ہوئے تھے۔ چوہدری عبدالعزیز بڑا

پیارا انسان تھا۔ تقسیم سے قبل بیگووال میں ہی دفعتہً انتقال کر گئے تھے۔ البتہ ان کے والد اور چھوٹے دونوں بھائی پاکستان میں آ کر یکے بعد دیگرے فوت ہوئے۔'' (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۰۸۹) عبدالعزیز چشتی (پاکپتن)، جناب حکیم

حکیم عبدالعزیز صاحب چشتی تھے جو پاکپتن میں رہتے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں ''در تحقیق مرض مالیخولیا مسیح قادیانی، یعنی درد دل بعجائبات طب'' کتاب شائع کی جو اب محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل ہے۔

(۱۰۹۰) عبدالعزیز (چھوکر خورد)، جناب حافظ

(وفات: ۲۹/دسمبر ۲۰۱۷ء)

چھوکر خورد کے قدیمی مدرسہ جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے قائم ہے کے استاذ قاری عبدالعزیز ظاہری آنکھوں سے نابینا اور دل کی آنکھوں سے بینا تھے۔ موصوف گجر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے مؤقف میں فولادی عزم کے مالک تھے۔ موصوف کا والد بدقسمتی سے قادیانی ہوگیا۔ حافظ صاحب نے اپنے والد سے مکمل بائیکاٹ کیا۔ اس کی موت واقع ہوئی تو جنازہ کا بھی بائیکاٹ کر دیا۔ حافظ صاحب کے بھائی اگرچہ مسلمان ہیں، لیکن وہ اپنے والد کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے تو ان سے بھی قطع تعلقی کا اظہار کر دیا۔ موصوف ختم نبوت کے شیدائیوں اور خدام ختم نبوت کے فدائیوں میں سے تھے۔ موصوف کی نماز جنازہ علاقہ کے معروف عالم دین مولانا محمد یوسف نے پڑھائی۔ حافظ صاحب کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

(۱۰۹۱) عبدالعزیز (دینانگر)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالعزیز دینانگری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۴۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۱۰۹۲) عبدالعزیز رائے پوری، مولانا

(وفات: ۳۰/اکتوبر ۱۹۸۴ء)

مخدوم المشائخ حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری کی عمر شریف اسّی نوے کے درمیان تھی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ صالح محمد مرحوم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا عبدالعزیز رائے پوری حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن مرحوم اسیر مالٹا سے تھا۔ خلافت قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے ملی تھی۔ حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت کشمیری، حضرت رائے پوری کی نسبتوں کے آپ علمبردار تھے۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ سنت نبویہ علیہ السلام پر پوری طرح کاربند تھے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ برسوں آپ کی خدمت میں

رہنے والے واقف راز احباب عینی گواہ ہیں کہ اتباع شریعت پر اس سختی سے کاربند تھے کہ وہ سنت نبویہ علیہ السلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ طبیعت میں سادگی وانکساری، عاجزی اور درویشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عالم دین اور مشائخ وقت آپ کے شاگرد اور حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ خانقاہی نظام جواب پاکستان میں عنقاء نظر آتا ہے، آپ کے دم قدم سے قائم تھا۔ مدتوں کی اتباع شریعت وریاضت نے آپ کو کندن بنادیا تھا۔ بڑے صاحب الرائے ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنی بے شمار دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ کا پیشہ زمیندارہ تھا۔ مگر اس کے باوصف زندگی بھر پکا مکان نہیں بنوایا۔ گیارہ چک چیچہ وطنی میں رہائشی مکان کے ساتھ ملحق قرآنی مدرسہ آپ کی یادگار رہے۔ مکان کی طرح مدرسہ بھی کچا ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں کہ سب سے برا مال وہ ہے جو تعمیر بے جا پر خرچ ہو۔ اس پر طرح سختی سے کاربندرہے کہ اب تک اپنا مکان کچا ہے۔ مدرسہ کے ساتھ چند ستون مٹی کے کھڑے کر کے ان پر سرکنڈوں کا چھپر ڈال دیا۔ گرمی وسردی میں یہی آپ کا گیسٹ ہاؤس اور خانقاہ تھی۔ اسے ایک مرید کی خوش فہمی پر مبنی نہ سمجھا جائے کہ اس دور میں اس درویش منش، فرشتہ سیرت انسان کے اجلے کردار اور سنت نبوی ﷺ پر عمل کو دیکھ کر مولائے کریم کے فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور پھران کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔ آپ کو ہر دو حضرات سے نسبت شاگردی و بیعت حاصل تھی۔ آپ نے بھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کی جس طرح سرپرستی فرمائی وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان آپ کی وفات سے اپنے ایک مربی ومحسن اور سرپرست سے محروم ہوگئی۔

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری کی وفات کے بعد ملتان دفتر مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس تھا۔ اس میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی کے فرزند ارجمند حضرت مولانا انیس الرحمان لدھیانوی کی تحریک پر مجلس شوریٰ نے پاس کیا کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح کے لئے حضرت رائے پوری کی خدمت میں چک گیارہ چیچہ وطنی سے رابطہ رکھیں۔ اس فیصلہ نے فقیر کو آپ کا غلام بے دام بنادیا۔ پہلی بار حضرت مولانا محمد شریف جالندھری کا رقعہ لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا محمد شریف جالندھری کے عظیم احسانات میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ایک ولی اللہ سے ملاقات کے لئے راہنمائی فرمائی۔ فقیر پہلی بار حاضر ہوا۔ واپسی پر مولانا محمد شریف نے پوچھا کہ بیعت! میں نے عرض کیا ہوگئی۔ فرمایا کوئی قلبی کیفیت! میں نے عرض کیا کہ جب تک حضرت شیخ کی مجلس میں رہا۔ دل میں اللہ رب العزت کی یاد کے علاوہ اور کچھ نہ رہا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی ایک کامل کی نشانی ہے کہ اس کی مجلس دل کی دنیا کو خداوندکریم کی یاد کا گہوارہ بنادے۔ فقیر اس لحاظ سے بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ حضرت اقدس کی بے پناہ محبتوں کی نعمت اسے حاصل رہی اور اس لحاظ سے بڑا ہی بدنصیب ہے کہ ان کی محبتوں اور شفقت سے فائدہ حاصل نہ کرسکا۔ ''ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں'' اپنی بدنصیبی کا جتنا ماتم کروں کم ہے۔ کہ ان کے کرم سے کماحقہ فائدہ حاصل نہ کرسکا۔

آپ متواتر تین سال تک عیدالفطر (چناب نگر) کی مسجد محمدیہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ عید سے فراغت کے بعد مسلم کالونی کے مدرسہ ومسجد میں تشریف لاتے۔ ان کی عید کے روز تشریف آوری سے ہماری دو عیدیں جمع ہو جاتیں۔ جب کبھی حاضری کا اتفاق

ہوتا تفصیل سے محاذ ختم نبوت کے حالات وواقعات سنتے۔ دعائیں دیتے۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین!

آپ کی وفات سے ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگ آپ کی مخلصانہ دعاؤں سے محروم ہوگئے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد انوری کی وفات پر حضرت مولانا تاج محمود بہت ہی زیادہ غمگین ہوئے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری کے سوال کے جواب پر حضرت مولانا تاج محمود نے فرمایا کہ مولانا! آپ کو معلوم نہیں کہ جب ہم لوگ سو جاتے ہیں تو کتنے نیک دل لوگوں کی دعائیں ہمارا پہرہ دیتی ہیں۔ بلاشبہ حضرت اقدس کا وجود ان قدسی صفت لوگوں میں سے تھا جن کی دعاؤں اور وجود مسعود سے امت مسلمہ کی بے شمار نفع وسودمندی کی باتیں وابستہ تھیں۔

اس سال عیدالفطر کی عید آپ نے حضرت مولانا تاج محمود کی مسجد میں ادا فرمائی۔ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ پہلی عید تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے مخلص ورکروں اور حضرت مولانا مرحوم کی اولاد اور ارادت مندوں سے شفقت فرمائی کہ آپ کے تشریف لانے سے بہت ہی زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ طارق محمود نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ مولانا تاج محمود کی بیٹھک میں تشریف لے چلیں۔ فرمایا: نہیں، میں مولانا کے پاس ہی بیٹھوں گا۔ یہ فرما کر حضرت مولانا تاج محمود کی قبر مبارک پر تشریف لائے۔ دیر تک کچھ پڑھتے رہے۔ مراقبہ کی حالت آپ پر طاری تھی، مگر کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ محسوس ہو کہ آپ پر کیا کیفیت طاری ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ خانوادہ رائے پور دریا ہی نہیں سمندر پی جاتے ہیں مگر ڈکار تک نہیں لیتے۔ یعنی صاحب کرامت وکشف ہونے کے باوجود! خفاء اتنا ہوتا ہے کہ کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ علم ہو کہ یہ بھی، کچھ ہیں۔ دعا فرمائی اور چل دیئے۔

بعد میں فقیر اپنے گرامی قدر مخدوم چوہدری محمد اقبال کے ہمراہ حضرت کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ دست بوسی کے بعد بیٹھتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت سے پوچھوں کہ میرے محسن مولانا تاج محمود کا کیا حال ہے؟ حضرت کا احترام اور مزاج مانع رہا۔ مگر دل میں یہ خیال بار بار آئے کہ پوچھ لینے میں کیا حرج ہے۔ میری اس قلبی کیفیت کو اللہ رب العزت نے آپ پر منکشف فرمادیا۔ فوراً میری طرف نظر شفقت فرمائی اور فرمایا کہ: ’’گھر بنا بلبل کا باغ میں‘‘ مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ایک حضرت مولانا تاج محمود کی بابت یہ خوشخبری اور دوسری یہ کہ مجھے میرے سوال کا بن پوچھے جواب مل گیا۔

اس قسم کی بیسوں باتیں لکھی جاسکتی ہیں، مگر حضرت کا اتباع سنت نبوی پر کاربند رہنا اتنی بڑی ولایت ہے کہ اس کی اب نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ جناب رانا نصراللہ خاں کے ہاں فیصل آباد میں آپ ہر سال رمضان شریف گزارتے تھے۔ رانا صاحب نے پچاس سالہ خدمت سے حضرت اقدس کو اتنا خوش کیا کہ اس پر جتنا بھی رانا صاحب کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ان کی خوش بختی کی انتہا ہے کہ آپ کا وصال بھی ان کے گھر ہوا۔ رمضان المبارک کے تذکرہ سے بات یاد آئی کہ ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے فیصل آباد میں رمضان شریف گزارا۔ حضرت مولانا عبدالعزیز ان سے ملنے کے لئے دو چار بار تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا مولانا آپ کے احترام ومقام کا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوا کروں۔ مگر میری بیماری کا آپ کو علم ہے کہ چل نہیں سکتا۔ اس لئے آپ بار بار تشریف لا کر مجھے زیر بار نہ کیا کریں۔

قدر زر زرگر بد اند قدر جوہر جوہری

آپ کی ایک نماز جنازہ فیصل آباد میں حضرت مفتی زین العابدین نے اور چیچہ وطنی میں حضرت مولانا عبدالعلیم نے پڑھائی۔ آپ کی حسب خواہش عام مقابر مسلمین میں دفن کیا گیا۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر مبارک بقعۂ نور بنائے۔ آمین!

(۱۰۹۳) عبدالعزیز (راولپنڈی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۵ء ...... وفات: ۱۱رجنوری ۲۰۰۲ء)

ممتاز عالم دین، خطیب، مفسر قرآن، محقق اور خوشنویس تھے۔ تحریک ختم نبوت میں دل وجان سے حاضر باش رہے۔ راولپنڈی کے متعدد روزناموں میں خوشنویسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

(۱۰۹۴) عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا

(وفات: ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)

مظفر پور کے دیہات سے ایک رحیم آباد ہے۔ آپ وہاں پیدا ہوئے۔ مولانا محمود عالم رامپوری، مولانا عبدالسلام حکیم دہلوی، مولانا نذیر حسین دہلوی اور دیگر حضرات سے کسب فیض کیا۔ آپ خوب مناظرے کرتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر آپ نے ذیل کا فتویٰ دیا:

الحمد للہ القاھر فوق العباد الحافظ لدینه عن شرور الکذابین اھل الفساد وھو الذی فطر الأنام علیٰ فطرة الاسلام وجبلھم علی الملة الحنیفیة السمحة البیضاء وھو ذوالجلال والاکرام، ثم ضلوا وتھودوا وتنصروا والحدوا فی آیاته فبعث فیھم رسولاً منھم ومجعزاته فأسس قواعد الشرع والأرکان واوضح لھم سبل السلام باوضح البیان فرزقوا به السلوک علیٰ مناھج الھدایة وفازوا باتباعه معارج السعادة، ثم ارتد من ارتد عن دینه وافتری علی اللہ کذباً وکذب علیٰ رسوله فکانوا لجھنم حطباً، فأتی اللہ بقوم اذلة علی المؤمنین واعزة علی الکافرین فنصروا الحق حاربوھم وجادلوھم فکب المفترون علیٰ مناخرھم خاسرین، منھم الذین حرفوا الکلم عن مواضعه من بعد ما تحقق فوفق اللہ من عباد الناصرین المنصورین علی الحق لتشویش مسالکھم وخرم نطاقھم فاستاصلوا بنیانھم وما اسسوا ومحوا عن صفحات الدھر اباطیلھم وما تنفسوا الم تر الی الذی یدعی انه المسیح الموعود نزوله وما تفوه من المفتریات التی یأبی اللہ عنھا ورسوله کیف اجتری علیٰ ذالک وتبؤ مقعده من النار والنصوص فی الباب واضحة لیس

فیها من الأسرار فان الأحادیث الواردة فی نزول المسیح بعضها لبعض مفسرة فقتل الانسان ما اکفره اولا یری ان فی بعض الأخبار قد ورد لفظ المسیح، وفی بعضها عیسیٰ بن مریم، وفی بعضها ابن مریم فقط، وفی بعضها عیسیٰ نبی اللّٰه، وفی بعضها جملة: "وامامکم منکم" وقعت حالاً، فلو کان اطلق المسیح علیٰ سبیل الاستعارة فلا معنی لهٰذه القیود والتصریحات، یا للعجب! من اجتراء شرار الخلق الذی یضل الناس فی حلیة اهل الصلاح والدلق، فللّٰه درمن شمر عن ساق جده فی ابطال مزخرفاته وشید میزده لازالة ترهاته فانه اتی بشیءٍ عجیب لا یدرکه الا المدرب اللبیب وجاهده مجاهدة اللسان وشوش مسلکه بالقلم والبیان وقعد له کل مرصد حتّٰی احجره وانهزم عدو اللّٰه وهرب عن کل مشهد، جزاه اللّٰه عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وافاض علیه البرکات بکرة وعشیاً

وانا العبد المفتقر: عبدالعزیز

سب تعریفوں کا خدا تعالیٰ مستحق ہے جو تمام بندوں پر غالب ہے اور اپنے دین کا اہل فساد کی شرارتوں سے محافظ۔ وہ جس نے لوگوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا اور دین یکسو، آسان، روشن (اسلام) ان کی جبلت میں رکھا۔ پھر وہ اپنی فطرت کو چھوڑ کر یہودی، نصرانی اور ملحد بن گئے تو خدا تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک رسول معجزوں کے ساتھ ان میں بھیجا۔ اس رسول نے شرع کے قواعد اور ارکان بتادیئے اور سلامتی کے راستے خوب واضح کر دیئے۔ جس کی برکت سے لوگ ہدایت کی راہ چلنے لگے اور آپ کی پیروی سے وہ سعادت کو پہنچے۔ پھر بعض لوگ دین سے پھر گئے اور خدا پر جھوٹ باندھنے لگے اور رسول خدا پر افتراء کر کے دوزخ کا ایندھن بنے تو خدا نے ایسے لوگوں کو پیدا کیا جو مؤمنوں کے آگے جھک جانے والے اور کافروں پر غالب آنے والے تھے۔ وہ حق کے مددگار ہوگئے اور ان مرتدوں، مفتریوں سے لڑے اور جھگڑے۔ وہ مفتری اوندھے کر کے ناک کے بل گرائے گئے اور خسارے میں پڑے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوئے جو خدا کے کلام کی اس کے ٹھکانے (معانی) سے تحریف کرتے ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ کلام ان معانی میں ثابت ومتحقق ہو چکا تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایسے لوگوں کو جو حق کے مددگار اور خدا کی طرف سے حق پر مدد دیئے گئے ہیں ان محرفین کی باتوں کو پراگندہ کرنے اور ان کی کمر بند توڑنے کی توفیق دی۔ پس ان حقانیوں نے ان کی بیخ وبنیاد اکھاڑ دی اور صفحۂ روزگار سے ان کی باطل باتیں مٹادیں۔ ان محرفین میں سے تم نے اس شخص کو جو مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے، نہیں دیکھا؟ اور اس کی جھوٹی باتوں کو جن سے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اپنے کلام میں انکاری ہیں، نہیں سنا؟ اس نے اس افتراء پر کیونکر جرأت کی؟ اور اپنے لئے آگ میں جگہ بنائی۔ مسیح موعود کے باب میں جو نصوص اور احادیث وارد ہیں، تو وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے حق میں روشن بیان ہیں۔ جن میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں وہ ایک دوسرے کی تفسیر کر رہی ہیں۔ انسان (مدعی مسیحیت) ہلاک ہو! وہ کیا ناشکر ہے (جو ان احادیث میں تحریف کرتا ہے) وہ یہ نہیں دیکھتا کہ بعض احادیث میں لفظ ''مسیح'' وارد ہے۔ بعض میں ''عیسیٰ بن مریم'' بعض میں ''ابن مریم''، بعض میں ''عیسیٰ نبی اللہ'' بعض میں یہ جملہ وارد ہے کہ: ''حضرت مسیح ایسے حال میں آئیں گے کہ اس وقت تمہارا

امام موجود ہوگا۔‘‘ سواگر مسیح موعود یہی قادیانی بطور استعارہ مراد ہو تو پھران قیدوں اور بیانات احادیث کے کوئی معنی نہیں ہیں۔اس بدترین خلائق کی دلیری سے تعجب ہے کہ یہ فقراء اور اہل صلاح کا لباس پہن کر مخلوقات کو گمراہ کر رہا ہے جو شخص اس کی ملمع سازیوں کے لئے پنڈلی کھول کر اور کمرکس کر کوشش کر رہا ہے اس کی یہ نیکی خدا ہی کے لئے ہے۔وہ اس کے جواب میں ایسی عجیب بات لایا ہے کہ اس کی خوبی کو بجز ماہر دانشمند کے کوئی جان نہیں سکتا۔وہ اس سے زبانی جہاد کر رہا ہے اور قلم وبیان سے اس کی باتوں کو پراگندہ کرتا ہے اور ہر ایک گھات میں اس کے مقابلے کے لئے جما ہوا ہے۔یہاں تک کہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور خدا کا دشمن ہر ایک میدان سے بھاگ گیا۔خدا تعالیٰ ایسے شخص کو ہم سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور صبح وشام اس پر اپنی برکات نازل کرے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۱۶۹،۱۷۰)

مرزا قادیانی کے خلاف ایک اور فتویٰ دیا کہ:’’مرزا فقیر اور اہل صلاح کا لباس پہن کر خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے۔جو لوگ اس کی ملمع سازیوں کا ابطال کر رہے ہیں،وہ اس کا اجر حق تعالیٰ سے پائیں گے۔‘‘

(۱۰۹۵) عبدالعزیز (زراعتی فارم ساہیوال)،حضرت مولانا

(وفات:جون ۱۹۸۱ء)

ساہیوال زراعتی فارم کے خطیب حضرت مولانا عبدالعزیز نامور مذہبی رہنما تھے۔وعظ وتبلیغ میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر وعظ وبیان میں عوام الناس کو روشناس کراتے تھے۔آپ کے ساتھ اکابر علماء کرام اسلاف عظام کی یادیں وابستہ ہیں۔مرزا قادیانی کے خلاف فتاویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کے تائیدی دستخط بھی ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۶۵)

(۱۰۹۶) عبدالعزیز آنجہانی (ساکن قادیان)،حکیم

حکیم عبدالعزیز قادیان میں رہائش پذیر تھا۔مرزائی ہونے کے بعد اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر کے مستقلاً قادیان آ گیا تھا۔بڑا سمجھدار اور مرزائیت کا اہم ممبر تھا اور قادیانی ذیلی شاخ انصار الاحمدیہ کا سیکرٹری تھا۔طب یونانی سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا اور جماعت کا اہم معزز فرد تھا۔مرزا محمود کے متعلق جب کریکٹر کی کمزوریوں کے انکشافات ہونے شروع ہوئے تو خلیفہ کے قریب ہونے کے باوجود اسے بھی حقیقت حال معلوم کرنے کی جستجو ہوئی۔آدمی بڑا عقل مند اور ذکی الفہم تھا اور آخر کار صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور اسے حق الیقین ہوگیا کہ مرزا محمود کے خلاف الزامات درست ہیں اور حقائق نفس الامریہ کے عین مطابق ہیں تو جماعت سے علیحدہ ہونے کا اعلان کر کے ہمارے پاس آ گیا۔اس کے ساتھ تین پڑھے لکھے نوجوان اور بھی تھے جنہوں نے حکیم صاحب کے ساتھ جماعت سے جدا ہونے کا اعلان کیا تھا۔کچھ عرصہ تو وہ لوگ قادیان میں اقامۃ پذیر رہے۔حکیم صاحب نے اپنا مطب ہماری آبادی میں بنالیا تھا۔بعد میں حکیم صاحب لاہور آ کر لاہوری جماعت سے منسلک ہوگئے۔آدمی بڑے قابل،فہیم اور اعتمادی تھے۔اس لئے جماعت لاہور نے انہیں اپنے کسی کام پر لگالیا اور وہ مستقلاً لاہور آ گئے۔ان کے تین دوسرے ساتھی تھے جن میں سے ایک کا نام ’’عبدالرب برہم‘‘ تھا اور دوسرا ’’شبنم‘‘ کے نام سے مشہور تھا۔تیسرے کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔

حکیم صاحب نے خلیفہ محمود کی قادیانی جماعت سے علیحدہ ہونے کا اعلان ۴۰-۱۹۳۹ء میں کیا تھا۔ جب کہ برطانیہ دوسری جنگ عظیم میں الجھا ہوا تھا۔ خلیفہ محمود نے اپنے ایک خطبہ میں حکومت برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''اگر گورنمنٹ مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو میں دعا کروں گا اور گورنمنٹ کو یقیناً فتح ونصرت ہوگی۔'' خلیفہ صاحب کا یہ خطبہ اخبار ''الفضل'' میں چھپا تو حکیم صاحب نے اس خطبہ کے جواب میں ایک طویل بیان دیا جو بہت سے حقائق کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا اور ساتھ ہی مرزا محمود کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ حکیم صاحب کا یہ بیان رسالہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ کے ۱۱ر اگست ۱۹۴۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ میں قادیان میں تھا اور سب کارروائی میری آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔ قارئین کی آگاہی کے لئے وہ بیان ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔ حکیم صاحب خلیفہ قادیان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جناب خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں زوردار الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ: ''اگر حکومت برطانیہ مجھ سے درخواست دعا کرے تو میری دعا کے سبب حکومت برطانیہ کو یقیناً فتح ہوگی۔'' وابستگان خلافت بھی جناب خلیفہ صاحب کے اس دعویٰ کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں تاکہ جناب خلیفہ صاحب کا تعلق باللہ اور دعاؤں میں غیرمعمولی مقبولیت ثابت ہو۔ لیکن ہم اس معمّہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف تو خلیفہ صاحب برٹش امپائر کی وفاداری کا راگ الاپا کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ ان کی کامیابی کے لئے سچے دل سے دعا تک کرنے کو بھی تیار نہیں۔ جب کہ رعایا کا بچہ بچہ گورنمنٹ سے ہمدردی رکھتا ہے اور ان کے عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے دلی اخلاص سے فتح کی دعا مانگ رہا ہے؟ اس وقت خلیفہ صاحب حکومت کے مصائب میں اور اضافہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں اور انہیں الٹا اپنے سامنے جھکانا چاہتے ہیں اور ان کی کامیابی کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بادشاہ کی کامیابی یقینی ہے۔ ہمیں تو ان کی وفاداری کی سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیوں مشکلات کی گھڑیوں میں بھی بغیر گورنمنٹ کی درخواست کے دعائیں نہیں کرتے؟ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے اس بلند بانگ دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے؟ اور ان کی دعاؤں کو کہاں تک مقبولیت حاصل ہے؟ اگر ان کی دعاؤں میں ایسی ہی قبولیت ہے جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ:

جب آپ نے ''احمدیہ سٹور'' قوم کے ہزاروں روپیہ سے جاری کیا تھا اور اس میں آپ نے اپنی ذمہ داری پر لوگوں سے روپیہ لیا تھا کیا اس میں کامیابی کے لئے دعائیں نہ کی تھیں؟ اگر کی تھیں تو سٹور کیوں تباہ وبرباد ہوا؟ جس کی وجہ سے کئی احمدی پاگل ہوگئے؟ اور بہت سارے اپنی تمام عمر کی کمائی سٹور میں تباہ وبرباد کر کے مفلس وقلاش بن کر رہ گئے؟

''ایسٹرن ٹریڈنگ کمپنی'' میں قوم کا کس قدر روپیہ برباد ہوا؟ ''گلوب ٹریڈنگ کمپنی'' کا کس قدر روپیہ تباہ ہوا؟ ''گٹ فیکٹری'' کا کیا حشر ہوا؟ پھر قومی سرمایہ سے قائم شدہ ''بک ڈپو'' کا سرمایہ کہاں گیا؟ یہ تمام کام جو قومی سرمایہ سے قائم ہوئے اور آپ کی سرپرستی میں جاری رہے اور آپ ان کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعائیں فرماتے رہے کیا پھر اس کا انجام ناکامی نہ ہوا؟ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں کارگر نہ ہوئیں؟

کیا جناب کو یاد نہیں جب آپ کے قیمتی گھوڑے چور لے گئے اور آپ نے ان کو واپسی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ گھوڑے تو واپس کیا آنے تھے؟ الٹا آپ سے ''بھونگے کی رقم'' بھی کھا گئے۔ اس وقت آپ کی دعاؤں کو کیا ہوا؟

کیا آپ کو علم ہے کہ آپ نے ''دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان'' (جس کے آپ واحد مالک تھے) کی ایک شاخ کٹڑہ جیمل سنگھ امرتسر میں کھولی۔ جس کا افتتاح آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے وہاں پہنچ کر لمبی چوڑی دعاؤں کے بعد کیا۔ اس کے بعد اس کا جو حشر ہوا کیا آپ بھول سکتے ہیں؟ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں بے اثر ہوگئیں؟

''سٹار ہوزری قادیان'' کے لئے آپ نے احمدی احباب پر کس قدر زور ڈال کر سرمایہ وصول کیا۔ ان کا جو حشر ہو رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ کیا اس کے لئے دعائیں نہیں فرماتے؟

قاضی محمد علی نوشہروی کو سزائے پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے نہ صرف خود ہی دعائیں فرمائیں بلکہ تمام جماعت سے بھی دعائیں کروائیں اور روزے رکھوائے اور قوم کا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے ''پریوی کونسل'' تک اپلیں بھی کی گئیں۔ کیا اس وقت آپ کی دعائیں، روزے اور اپلیں اکارت نہ گئیں؟ اور قاضی محمد علی کو پھانسی نہ ہوئی؟

کیا قادیان میں ''احرار کانفرنس'' کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور نہ لگایا؟ اور ہر رنگ میں اسے روکنے کی کوششیں نہیں ہوئیں؟ پھر احرار کانفرنس قادیان میں منعقد ہوئی یا نہ؟ اس وقت آپ کی دعائیں کہاں گئیں؟

کیا احرار کانفرنس کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو پھنسانے کے لئے کوئی کسر باقی رکھی؟ نتیجہ کیا ہوا؟ مقدمہ بخاری کا فیصلہ آپ کے خلاف ہوا۔ جس کی اپیلوں وغیرہ پر قوم کا کم از کم چالیس ہزار روپیہ کا خرچہ بتایا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی دعائیں کہاں جا چھپیں؟

چوہدری فتح محمد سیال (جو آپ کے ناظر اعلیٰ ہیں) کو جب آپ نے الیکشن کے لئے کھڑا کیا تھا کیا ان کی کامیابی کے لئے دعائیں نہ کی تھیں؟ جب کہ ظاہری طور پر قوم کا پسینہ کی جگہ لہو بہا کر کمایا ہوا روپیہ ہزاروں کی تعداد میں بے دریغ بہایا گیا اور صبح سے لے کر شام تک آپ خود بڑی عرق ریزی سے قادیان پولنگ پر ووٹ گزارتے رہے۔ کیا پھر بھی اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑا؟ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں رد ہوئیں؟

کیا عزیز احمد قلعی گر کو پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے دعائیں نہ کیں؟ اور قوم کا ہزاروں روپیہ برباد کر کے پریوی کونسل تک اپلیں نہ کی گئیں؟ اور کیا آپ کی دعاؤں کا الٹا اثر یہ نہ ہوا کہ جب آپ نے قلعی گر کو بچانے کے لئے لاہور ہائیکورٹ میں اپیل کرائی تو ہائیکورٹ نے قاتل کو تو کیا بری کرنا تھا؟ الٹا آپ کے خلاف بھی ریمارکس دے دیئے جس پر آپ نے ایک بیان کے دوران میں تسلیم کیا کہ: ''ان ریمارکس سے جو آگ آپ کے دل کو لگی ہوئی ہے اس کو کوئی پانی ٹھنڈا نہیں کرسکتا۔'' اب آپ خدارا فرمائیں کہ اب بھی آپ کی دعاؤں کی قبولیت پر یقین کیا جاسکتا ہے؟

پھر آپ نے اس آگ کو بجھانے کے لئے تین قابل وکلاء کی خدمات حاصل کر کے ہائیکورٹ میں ریمارکس حذف کرنے کی درخواست دی جس کے بالمقابل یہ خاکسار معمولی سے وکیل کو ہی لے کر پیش ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی تمام دعائیں اور کوششیں بے اثر ثابت ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ جیسے کمزور بے کس انسان کو فتح دی اور آپ کی اپیل خارج ہوگئی۔

حسن ابن صباح کی پیروی

اسی قسم کے اور بیسیوں واقعات ہیں جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج تک آپ کی دعائیں

الٹا اثر ہی دکھاتی رہیں۔ اس کے بالمقابل آپ کے بعض سادہ لوح مریدوں کا یہ لکھ دینا کہ: ''ہمارا فلاں کام آپ کی دعاؤں سے ہوا۔'' کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ایسے اتفاقی واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور سادہ لوح مرید ایسے واقعات کو اپنے پیروں کی کرامات ہی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ امور جن میں پوری کوشش، توجہ اور انہماک سے دعائیں کیں۔ قوم سے بھی کروائیں۔ ان میں ناکامی کیوں ہوئی؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور قطعاً کوئی خاص قرب حاصل نہیں اور نہ ہی آپ کی دعاؤں میں غیر معمولی مقبولیت ہے۔ اس وقت آپ کا گورنمنٹ کی دعا کی درخواست کرنے کے لئے مائل کرنے کی کوشش کرنا۔ حسن ابن صباح والی چال ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے معترضین کے خلاف ہمیشہ دعا کا پاکیزہ ہتھیار استعمال کرنے کی بجائے کفار والا حربہ بائیکاٹ استعمال کیا۔

مباہلہ کا چیلنج

اگر آپ یہ فرمائیں کہ اس وقت آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا جواب ہوا ہے تو اب بھی ہماری طرف سے آپ کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ اور مقرب بن چکے ہیں اور وہ الزامات جو آپ کی ذات پر آئے دن لگ رہے ہیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو آؤ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مل کر دعا کریں اور میدان مباہلہ میں نکلیں تا کہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو کر حق و باطل میں فیصلہ ہو اور وہ تمام احمدی جو اس تنازعہ کی وجہ سے تذبذب میں پڑ چکے ہیں اور وہ تمام مخلصین جماعت جو منافق قرار دیئے جا چکے ہیں راہ راست پر آئیں اور وہ تمام اعتراضات جو آئے دن ان حالات کی وجہ سے سلسلہ پر لگ رہے ہیں، ختم ہوں۔

مباہلہ میں پوزیشن کا سوال

اگر آپ فرمائیں کہ: ''ہماری پوزیشن ہی کیا ہے کہ آپ ہمارے بالمقابل مباہلہ کے لئے نکلیں؟ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس پر اس قسم کے الزامات لگ جائیں تو اس کی تو اپنی پوزیشن ہی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ جب تک وہ الزامات سے بریت ثابت نہ کرے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر چند ذلیل عورتوں نے ہی اسی قسم کا الزام لگایا تھا تو وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) جیل خانہ سے باہر نہیں نکلے جب تک بریت ثابت نہ کر دی؟ اسی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب بعض منافقین نے الزام لگایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سلام کلام بند کر دیا جب تک اللہ تعالیٰ نے بریت نہیں فرما دی؟ اور شہنشاہ اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ تک بند کر دیا۔ جب تک ایک معمولی معترض کے اعتراض کا تسلی بخش جواب نہ دے لیا وغیرہ۔ کیا ان معترضین میں سے کسی ایک معترض کی پوزیشن ان بزرگوں جیسی تھی؟ اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو پھر ان بزرگوں نے کیوں ان معترضین کے جواب دینے ضروری سمجھے؟ اور الزامات سے بریت ثابت کی۔''

مکرر چیلنج

بالآخر میں امید کرتا ہوں کہ آپ ضرور میدان مباہلہ میں نکلیں گے اور اگر آپ نے میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت کی تو میں صرف اکیلا ہی نہیں بلکہ کم از کم بیس افراد کو اپنے ہمراہ لاؤں گا جو دعا مباہلہ میں شریک ہوں گے اور کم از کم دو ہزار ایسے اشخاص کو بھی

ساتھ لاؤں گا جو ہمیشہ کے لئے اس نشان کے زندہ گواہ ٹھہریں گے۔ لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ کے وعید: ''ولن یتمنوہ ابدًا بما قدمت ایدیھم '' سے ڈر گئے؟ اور میدان مباہلہ میں نہ نکلے؟ تو یاد رکھیں کہ آپ کے وہ تمام دعاوی جن کو آپ آئے دن پیش کرتے رہتے ہیں غلط اور بے بنیاد ٹھہریں گے؟ اور ماننا پڑے گا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور ہرگز ہرگز کوئی مرتبہ حاصل نہیں اور آپ کا آپ کی طاقت کے نشہ میں ہم کمزور و بے کس احمدیوں کو منافق قرار دینا غلط اور ظلم عظیم ہے۔ ورنہ کسی ایک خدا کے برگزیدہ کی مثال پیش کرو جو منافقوں کے بالمقابل میدان مباہلہ میں نہ نکلا ہو؟ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!

حکیم عبدالعزیز، سیکرٹری انجمن انصار احمدیہ کادیان

یاد رہے کہ کادیان میں دفتر احرار کے قیام سے قبل کسے جرأت تھی کہ وہ خلیفہ کو یوں سر میدان للکار کر دعوۃ مبارزۃ دیتا؟ ایک حکیم عبدالعزیز کیا، بیسیوں عبدالعزیز اب میدان مبارزۃ میں خلیفہ کو للکارتے نظر آئیں گے اور ان کے جواب میں خلیفہ کو چوں کرنے کی ہمت نہ ہوگی؟ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ جرأت ان حضرات کو تب ہوئی جب کہ احرار نے سانپ کا سر کچل کر اور اس کا زہر نکال کر رکھ دیا۔ ورنہ خلیفہ اب نیا بدکار و بدکردار تو نہیں ہوا تھا بلکہ وہ تو عنفوان شباب سے ہی دل پھینک واقع ہوا تھا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانہ میں خلیفہ پر الزام لگا؟ جماعت میں شور ہوا تو مرزا غلام احمد قادیانی نے بڑے ذمہ دار افراد پر مشتمل تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کیا۔ مگر وہ کمیشن مکمل سیاسی اور مرزائی مذہبی مصلحت کا شکار ہو کر رہ گیا۔ ابتداء سے جماعت کے ایک عنصر کو خلیفہ محمود کی بدچلنی کا کماحقہ علم تھا؟ مگر وہ اس کا تذکرہ برملا زبان پر لانے سے معذور تھا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۰۹۷) عبدالعزیز شاد (ساہیوال)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ...... وصال: ۱۵؍مئی ۱۹۷۲ء)

آپ کا سلسلہ نسب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے ملتا ہے۔ آپ ''واہلکے'' فیروز ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ رائے پور جالندھر میں مولانا فضل احمد، حضرت مفتی فقیر اللہ اور مولانا رحمت علی لدھیانوی سے بھی پڑھا۔ مدرسہ عزیزیہ، مدرسہ رشیدیہ میں بھی پڑھتے رہے۔ قاسم العلوم شیرانوالہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور شیخ التفسیر حضرت لاہوری سے بھی کسب فیض کیا۔ رنگیلیا نوالہ ضلع شیخوپورہ ننکانہ، ہرسہ کوٹ ضلع فیصل آباد میں بھی پڑھاتے رہے۔ حضرت لاہوری سے بیعت کی۔ آپ کے حکم پر جالندھر میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت لاہوری نے اپنے متعلقین اوّلین میں سے جن کو خلافت دی ان میں مولانا عبدالعزیز بھی شامل تھے۔

قیام پاکستان کے بعد ساہیوال مسجد نور میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے حرمین شریفین، برطانیہ کے بارہا سفر کئے۔ کمیٹی گھر مسجد نور کی تعمیر و ترقی میں آپ کی مساعی جمیلہ کا بڑا دخل ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں یہیں سے گرفتار ہوئے۔ کئی ماہ جیل کاٹی۔ آپ کا تحریک ختم نبوت ساہیوال میں صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ بیمار ہوئے۔ لاہور میو ہسپتال میں داخل ہوئے۔ انتقال فرمایا تو جنازہ شیرانوالہ سے اٹھا اور اپنے شیخ حضرت لاہوری کے قدموں میں میانی قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

(۱۰۹۸) عبدالعزیز (شہداد پور)، مولانا

(وفات: ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا عبدالعزیز دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ آپ شہداد پور سندھ میں برادری کی دعوت پر بطور خطیب کے تشریف لائے۔ دارالعلوم حسینیہ شہداد پور کے بانی مولانا قاری رحمت اللہ کے ساتھ دارالعلوم حسینیہ کی بنیاد رکھی۔ ہر دینی تحریک میں پیش رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں تھے۔ آپ کا وجود بے دین فتنوں کی رکاوٹ کے لئے قدرت کی طرف سے سد سکندری تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری، مولانا خواجہ خان محمد، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ درخواستی ایسے اکابر سے آپ کے احترام ومحبت کا تعلق تھا۔ اسلام کی سربلندی اور عقیدۂ ختم نبوت کی ترویج کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔

(۱۰۹۹) عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۳۸ء ...... وفات: ۴؍دسمبر ۱۹۰۱ء، لدھیانہ)

مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز لدھیانوی تھے۔ آپ نے تمام دینی تعلیم اپنے گرامی قدر والد مرحوم سے حاصل کی۔ والد گرامی کے ساتھ انقلابی فوج کے ساتھ دہلی گئے اور انگریز سے دست بدست جہاد کیا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں ناکامی کے باعث اپنے والد اور خاندان کے ساتھ ستلانہ گاؤں میں روپوش رہے۔ ۱۸۶۰ء میں (والد گرامی کی وفات کے بعد) لدھیانہ آئے تو آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ آپ کے برادران مولانا محمد، مولانا عبداللہ بھی کچھ عرصہ بعد یہاں لدھیانہ آگئے۔ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے مدرسہ اللہ والا لدھیانہ میں قائم کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مولانا محمد لدھیانوی نے جب ۱۴؍جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ/۱۴؍مارچ ۱۸۸۴ء کو فتویٰ دیا تو آپ ان کے ساتھ دست وبازو تھے اور اس فتویٰ پر دستخط کرنے کی سعادت اور مرزا قادیانی کے مدمقابل آنے کا اعزاز اوّلیت حاصل کیا۔ ملعون قادیان نے اپنی کتاب دعوت قوم مشمولہ انجام آتھم ص ۶۹ پر جن علماء ومشائخ کو مباہلہ کے لئے بلایا ان میں چھٹے نمبر پر آپ کا نام درج ہے۔ جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز نے مرزا قادیانی کو وہ چوکے لگائے کہ اس کا وجود ہی چور چور ہوگیا تھا۔

(۱۱۰۰) عبدالعزیز لکھنوی، مولانا

(ولادت: ۱۲۴۰ھ/ ۱۹۲۵ء)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاف رنگ، میانہ قد، بکھرے ہوئے بال کی حامل شخصیت تھے۔ لکھنو سے آپ کا تعلق تھا۔ فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔ والد محترم غلام احمد کاشمیری کے نام سے موسوم تھے۔ فن نحو، صرف مولانا ہدایت اللہ، بخاری شریف مولانا حسین احمد ملیح آبادی، سنن ابی داؤد مولانا سراج احمد سنبھلی سے پڑھیں۔ اصلاحی تعلق شیخ عبدالحق بن فضل اللہ اور شیخ احمد بن زینی سے قائم کیا۔ ان دو حضرات مشائخ سے مولانا عبدالعزیز لکھنوی کو خلافت بھی نصیب ہوئی۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ بھی دیا تھا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۴)

(۱۱۰۱) عبدالعزیز (مانسہرہ)، مولانا شاہ

(ولادت: ۱۹۶۷ء ...... وفات: ۱۴/اپریل ۲۰۲۰ء)

مولانا شاہ عبدالعزیز مانسہرہ جبوڑی میں مولانا سید غلام نبی شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے مدرسہ سراج العلوم جبوڑی میں حاصل کی۔ جہاں آپ ناظرہ، حفظ، درس نظامی کے علوم سے مستفید ہوئے۔ دورہ حدیث شریف ۱۹۸۸ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ فراغت کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ سراج العلوم جبوڑی سے کیا اور مدرسہ کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ کے بعد مولانا سید غلام نبی شاہ نے مدرسہ، مانسہرہ شفٹ کر لیا تو مولانا مرحوم نے اپنی تدریسی سلسلہ کو نئے قائم شدہ ادارہ میں جاری رکھا۔ جب کہ خطابت کا فریضہ آپ نے ۲۰۰۳ء کے بعد جامع مسجد امیر حمزہؓ پکھوال مانسہرہ شہر میں جاری رکھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز خوش الحان اور نظریاتی خطیب تھے۔ ان کی مترنم آواز وخطابت کا اپنا انداز تھا، ان کی خطابت میں لحن داؤدی کا واضح پرتو تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جبوڑی اور پکھوال کے جمعہ میں اطراف واکناف سے عوام الناس ذوق وشوق سے شریک ہوتے اور مولانا کی شیریں بیانی سے قلب وجگر کو معطر کرتے۔ یہی ذوق خطابت آپ کے لئے اندرون وبیرون ممالک تبلیغی اسفار کا ذریعہ بنا۔ گزشتہ ۱۰ سالوں سے برطانیہ، دبئی، متحدہ عرب امارات میں وعظ نصیحت کی سعادت سے بہرہ مند ہو رہے تھے۔ آپ جمعیت علماء اسلام مانسہرہ کے نائب امیر اور صوبائی شوریٰ کے ممبر تھے۔ ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں متحدہ مجلس عمل کے ٹکٹ پر حلقہ pk.34 سے ایم پی اے کا الیکشن لڑا، ختم نبوت کی تحاریک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ رہے۔ اپنے مدرسہ عربیہ سراج العلوم ٹھاکرہ، مانسہرہ کے لئے کوئٹہ کے سفر پر روانہ ہوئے، واپسی پر کورونا مرض کی تشخیص ہوئی ایوب میڈیکل میں داخل رہے۔ لیکن اجل کی آمد نے ڈاکٹری کوششوں کی ایک نہ چلنے دی، یاد الٰہی میں سرشار وہاں چل دئے۔ دو بیٹے مولانا انظر شاہ، مولانا مظہر شاہ اور ۳ بیٹیاں آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ ۱۴/اپریل بروز منگل شب نو بجے آپ کے والد گرامی مولانا غلام نبی شاہ نے جھکی کمر، شکستہ دل، نم آنکھوں، بوجھل قدموں مگر رضا بالتقدیر کامل ایمان کے ساتھ اپنے لخت جگر کا جنازہ پڑھایا۔ مدرسہ سراج العلوم ٹھاکرہ میں آپ کی تدفین کی گئی۔ (مولانا توصیف احمد)

(۱۱۰۲) عبدالعزیز محدث سیالوی، مولانا

(وادت: ۱۸۸۴ء ...... وفات: ۵/اکتوبر ۱۹۴۰ء)

آپ پنڈ سیال ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام قاضی نور محمد تھا۔ قوم کے اعوان تھے۔ ابتدائی تعلیم نوشہرہ سے حاصل کرنے کے بعد انہی ضلع گجرات کے مولانا غلام رسول سے درس نظامی کی کتب پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہو کر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں حضرت شیخ الہند سے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ نعمانیہ لاہور مدرس رہے۔ پھر گوجرانوالہ جامع مسجد شیرانوالہ میں امام وخطیب مقرر ہوئے اور انوار العلوم کی بنیاد رکھ کر تدریس میں مشغول ہو گئے۔ بیعت کا تعلق مولانا حسین علی سے تھا۔ ان سے مجاز بھی تھے۔ اپنے والد گرامی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ''قہر یزدانی برجان دجال قادیانی'' میں صورت مسئولہ پر درج ذیل جواب تحریر فرمایا: ''الجواب ...... چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے۔ تقدیر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہئے۔ لہٰذا نکاح عورت مسلمان کا، کافر

اور مرزائی سے حرام ہوگا۔ فقط‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۲)

(۱۱۰۳) عبدالعزیز محدث (لدھیانہ)، مولانا

’’موضع‘‘، ضلع لدھیانہ میں مولانا عبدالعزیز ہوتے تھے۔ جو اپنے علاقہ کے رئیس اور محدث شمار کئے جاتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتویٰ پر آپ کے تائیدی دستخط بھی ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۸۵)

(۱۱۰۴) عبدالعزیز مرتضائی، مولانا

(وفات: ۱۸/اپریل ۱۹۷۵ء، قصور)

عالم، مدرس، صوفی، فاضل مظاہر العلوم سہارنپور تھے۔ اپنے دور کے مناظر بھی تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے ساعی رہے۔

(۱۱۰۵) عبدالعزیز المعروف داداسائیں، حضرت میاں جی پیر

(وفات: ۱۴/مئی ۲۰۲۱ء)

حضرت میاں جی پیر عبدالعزیز خانقاہ عالیہ قادریہ تھریچانی شریف سانگھی ضلع سکھر کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت داداسائیں کے نام سے مشہور تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے فدائیوں اور سپاہیوں میں سے تھے۔ جب کہ تحریک ختم نبوت سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ ۲۰۰۰ء میں ختم نبوت کانفرنس سکھر میں بھی تشریف لائے۔

(۱۱۰۶) عبدالعزیز ملتانی، جناب ابوالحزیر

’’اکاذیب مرزا‘‘ مولانا ابوالحریز عبدالعزیز مناظر ملتانی اہل حدیث رہنما نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے پچاس جھوٹ ان کی کتابوں سے لکھے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ ایسا شخص نبی تو بجائے خود، صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں ہوسکتا اور جو قادیانی ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرلے ہر حوالہ پر انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں آ گیا ہے۔

(۱۱۰۷) عبدالعزیز، مولانا ابوعمر

’’تبلیغی تحفہ‘‘ جناب مولانا ابوعمر عبدالعزیز نے سوال وجواب کے طرز پر یہ رسالہ مرتب کیا۔ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ، مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اوّلاً لاہور سے شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت جلد۴۸ میں پیش خدمت ہے۔

(۱۱۰۸) عبدالعظیم انصاری، مولانا

(ولادت: اپریل ۱۹۱۶ء، امرتسر ...... وفات: ۲۸/دسمبر ۲۰۰۲ء، کوٹ اعظم قصور)

اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق تھا۔ سماجی وسیاسی شخصیت تھے۔ تحریک ختم نبوت میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کوٹ اعظم قصور میں مدفون ہیں۔

(۱۱۰۹) عبدالعلی میرٹھی، مولانا

(وفات:۱۹۰۹ء)

مولانا عبدالعلی عبداللہ پور ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں جیّد حضرات سے کسب فیض کیا۔ حضرت نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں مولانا احمد حسن امروہی کے ساتھ دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ پہلے دارالعلوم دیوبند میں ہی مدرس رہے۔ پھر شاہی مراد آباد کے مدرس اوّل مقرر ہوئے۔ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء کے بعد دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور طویل مدت اسی مدرسہ میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے نقل وحرکت سے معذور ہوگئے تھے۔ مگر زندگی کے آخری سانس تک صف اوّل ترک نہیں ہوئی۔ آپ کے تلامذہ کا ایک وسیع حلقہ رہا۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت تھانوی اور مفتی کفایت اللہ دہلوی جیسے جبال العلم حضرات شامل ہیں۔ مولانا عبدالعلی نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔

(۱۱۱۰) عبدالعلی ہزاروی (فاضل دیوبند)، مولانا

(ولادت:۱۸۷۵ء ...... وفات:۲۳؍مئی۱۹۷۲ء)

آپ مولانا محمود علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد میں حاصل کرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی مولانا محمد رسول خان کے ہمراہ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ چلے گئے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور درس نظامی کی تدریس شروع کی۔ قرآن مجید حفظ تدریس کے دوران کیا۔ کچھ عرصہ بعد نگینہ ضلع بجنور کے مدرسہ میں تدریس کے لئے چلے گئے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ’’فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام‘‘ پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۱۱۱۱) عبدالعلیم جالندھری (فیصل آباد)، مولانا

(وفات:۳۰؍اگست۱۹۹۹ء)

مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعلیم جالندھری، جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فارغ التحصیل تھے۔ بہت ہی متحرک عالم دین تھے۔ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد کے امیر رہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ بہت ہی ملنسار، ہنس مکھ عالم دین تھے۔ خدا تعالیٰ نے عوام اور طلباء میں انہیں محبوبیت نصیب فرمائی تھی۔ تعویذوں کے ماہر تھے۔ آج کل ان کا بیٹا یہ دھندہ کرتا ہے۔

(۱۱۱۲) عبدالعلیم رائے پوری، مولانا پیر جی

(پیدائش:۱۹۴۰ء ...... شہادت:۱۶؍جنوری۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا پیر جی عبداللطیف چیچہ وطنی والوں کو اللہ تعالیٰ نے سات صاحبزادے عنایت فرمائے۔ ان میں تیسرے نمبر پر

مولانا پیرجی عبدالعلیم تھے۔ آپ نے فارسی اور ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم اپنے تایا ابو حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری چک ۱۱ والوں سے حاصل کی۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں منتہی کتب تک تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ اپنے والد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ چیچہ وطنی میں خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم فاضل رشیدی کے ساتھ نظامت جامعہ رشیدیہ کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس صحابہ کے لئے ہمہ تن مصروف عمل رہے۔ ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں چیچہ وطنی میں سرگرم عمل رہے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بے پایاں موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔

(۱۱۱۳) عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی، مولانا

(پیدائش: ۳/اپریل ۱۸۹۲ء، میرٹھ ...... وفات: ۲۴/اگست ۱۹۵۴ء، مدینہ منورہ)

’’مرزائی حقیقت کا اظہار‘‘ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی ماریشس میں عرصہ تک قیام پذیر رہ کر خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی تبلیغ حق سے سینکڑوں بندگان خدا غیرمسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔ ان میں قادیانی بھی تھے جو مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی تبلیغ اسلام سے مسلمان ہوئے۔ ان دنوں ماریشس میں قادیانیوں کا مربی ایک حافظ قادیانی تھا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب کی للکار حق کے باوجود کبھی روبرو آنے کی جرأت نہ کر پایا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب نے ایک جلسہ میں اعلان فرمایا کہ میں اب ماریشس چھوڑ کر دوسرے ملک جارہا ہوں۔ ابلیس اعظم نے اس قادیانی مربی کے کان میں پھونک ماردی کہ اب موقع ہے ڈینگ پے ڈینگ، ہینگ پے ہینگ مار کر حماران قادیان کے سامنے نمبر بنالو۔ اس نے ایسے وقت میں دو پمفلٹ لکھ کر شائع کئے۔ جن دنوں مولانا شاہ عبدالعلیم سفر کے لئے پابرکاب تھے ان پمفلٹوں کی تقسیم ہوگئی۔ آپ نے پمفلٹ لیا۔ بحری جہاز کا سفر تھا۔ جتنے دن جہاز میں رہے ان تمام پمفلٹس کا جواب لکھ دیا۔ قادیانی پمفلٹوں کا نام اظہار حقیقت نمبر ۱، ۲، ۳ تھا۔ مولانا نے سب کا جواب ’’مرزائی اظہار حقیقت‘‘ کے نام سے یہ جامع کتابچہ مرتب فرمادیا۔ یکم رمئی ۱۹۲۹ء کو یہ مکمل ہوا اور احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کا ۲۴/اگست ۱۹۵۴ء کو وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ زہے نصیب!

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کے جانشین حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم تھے۔ باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے قادیانیت کے خلاف اوائل میں تحریک اٹھائی۔ بیٹے نے قومی اسمبلی میں ان کو کافر قرار دلوایا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی سے فقیر کے استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے برادرانہ تعلقات تھے۔ دونوں نے مل کر رد قادیانیت پر کام کیا۔ اس لئے مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت مولانا لال حسین اختر کو ’’چچا حضور‘‘ فرمایا کرتے تھے۔ کہاں رہیں اب وہ محبتیں، اب تو عقربی دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی نے دارالعلوم قومیہ میرٹھ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی. اے کیا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور دیگر سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ واقعی عالمی مبلغ اسلام تھے۔ کولمبو، سری لنکا، جاپان، چین، شنگھائی، کینیڈا، ڈربن، افریقہ، ہانگ کانگ میں آپ نے مساجد تعمیر کرائیں جو آج بھی آپ کی بلندی ورفعت منصب کی آئینہ دار ہیں۔ شدھی کی تحریک میں ہندوستان میں گاؤں گاؤں آپ پھرے۔ تحریک

پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۱۱۱۴) عبدالعلیم قاسمی، مولانا

(وفات: ۱۰/اگست ۱۹۹۴ء)

آپ کی پیدائش ایک ممتاز علمی گھرانے اورانگہ ضلع خوشاب ایسے مردم خیز خطے میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب مولانا عبدالحکیم انگوی اپنے علم اور نیک نامی کی بدولت مشہور تھے۔ آپ کے برادر بزرگ مولانا عبدالحلیم قاسمی کا شمار بھی اچھے خطباء میں ہوتا تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت گھر کے ماحول میں اپنے والد صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔

حصول تعلیم کے بعد آپ نے لاہور میں دارالعلوم حنفیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ آپ کی وفات اور تدفین لاہور میں ہوئی۔ تحاریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں آپ نے لاہور شہر میں فعّال کردار ادا کیا۔ قادیانیت سے متعلق ایک فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا کہ: جواب دینے والی ہستی نے بالکل صحیح فتویٰ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

حررہ محمد عبدالعلیم قاسمی، ۲۰/رجب ۱۳۸۵ھ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۱۱۱۵) عبدالعلیم (مسجد شیخ لاہوری)، مولانا محمد

(وفات: ۲۹/مارچ ۱۹۸۹ء)

جامع مسجد شیخ لاہوری جھنگ کے مہتمم متولی امام وخطیب تھے۔ بہت ہی مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔ جھنگ میں جمعیۃ علماء اسلام کے بانی حضرات میں سے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حصہ بھی لیا۔ سالانہ ختم نبوت چنیوٹ میں تشریف لانے کا معمول کبھی ترک نہیں کیا۔ چناب نگر ضلع چنیوٹ کو پہلے ضلع جھنگ لگتا تھا۔ اس لئے قادیانی فتنہ کے خدوخال پر آپ کی نظر رہتی تھی۔ حق تعالیٰ نے بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ مسئلہ حیات مسیح پر ایک فتویٰ کی توثیق وتصدیق بھی کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۷۰)

(۱۱۱۶) عبدالغفار اثر، جناب

(ولادت: ۱۳/دسمبر ۱۹۱۴ء، امرتسر ...... وفات: ۱۹۹۳ء، گوجرانوالہ)

مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی دربانی کے علمبردار، فرحاں شاداں جنت مکین ہوگئے۔

(۱۱۱۷) عبدالغفار احرار (جھنگ صدر)، مولانا

(وفات: ۸/اگست ۲۰۱۹ء)

مولانا عبدالغفار نے ہوش سنبھالا اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان سے وابستہ ہوئے۔ تقریباً نصف صدی مجلس احرار کے پلیٹ

فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کی طرف سے جب کبھی اجتماعی امور سے متعلق میٹنگ بلائی جاتی تو آپ بھی تشریف لاتے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں پروانہ وار حصہ لیا اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھی دیوانہ وار شریک ہوئے۔ جناب جنرل ضیاء الحق کے دور میں جب مشہور قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو یہودیوں نے بقول ڈاکٹر عبدالقدیر خان نظریات کی وجہ سے نوبل انعام کے نام سے ایوارڈ دیا گیا اور ڈاکٹر سام نے اپنے آبائی علاقہ جھنگ میں آنے کا پروگرام بنایا اور ضلعی انتظامیہ نے اسے پروٹوکول دینے کا اعلان کیا تو جن علماء کرام نے مزاحمت کا اعلان کیا ان میں مولانا عبدالغفار بھی پیش پیش تھے۔ اس احتجاج کا فائدہ یہ ہوا تو ڈاکٹر سام کو پروٹوکول نہ دیا گیا، موصوف کی زندگی مجاہدانہ تھی اور رہن سہن بالکل سادہ تھا۔ پہلی نماز جنازہ جھنگ کے تبلیغی مرکز میں ادا کی گئی۔ دوسری نماز جنازہ ان کے آبائی علاقہ کوڑیاں میں ادا کی گئی اور انہیں آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۱۱۸) عبدالغفار (بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالغفار کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۷۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۱۱۹) عبدالغفار خان (سرحد)، جناب خان

(ولادت: ۱۸۹۰ء ...... وصال: ۲۰/جنوری ۱۹۸۸ء)

برصغیر کے نامور قومی رہنما، تحریک آزادی کے جرنیل، فخر افغانان ''خدائی خدمت گار تحریک'' کے بانی جناب عزت مآب خان عبدالغفار خان مرحوم نے اپنی خودنوشت سوانح حیات ''میری زندگی اور جدوجہد'' کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ اس کا اردو ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں پہلی بار پشاور سے شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے اپنا اور اپنے ایک ساتھی عبدالحلیم کا قادیان آنے جانے کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ بڑا دلچسپ اور تاریخی ومعلوماتی واقعہ ہے۔ کاش قادیانی حضرات عبرت حاصل کریں۔ واقعہ پڑھیں، پڑھنے کی چیز ہے:

''کسی نے ہمیں قادیان کی بہت تعریف کی تو ہم نے وہاں جانے کا ارادہ کیا اور ہم قادیان کے لئے چل پڑے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو حکیم نورالدین خلیفہ تھے۔ ہم ان سے ملے۔ اس کی سادہ اور بے تکلف زندگی اور محبت بھری باتوں نے ہم پر بہت اثر کیا۔ وہ بہت بااخلاق، بڑے عالم تھے۔ ہم اس کے پاس بیٹھے تھے کہ مرزا غلام احمد کا بیٹا (مرزا محمود قادیانی) جو اب جماعت کا امیر ہے، اس وقت کالج کا طالب علم تھا، آیا۔ ہم وہاں سے رخصت ہوئے۔ ہم سکول کے بورڈنگ میں آئے۔ یہاں جتنے بھی طلباء تھے ان کے منہ پر ایک ہی کلمہ تھا۔ ''ابن مریم کی بات کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔'' ہمیں یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ پھر بورڈنگ کے لڑکے ہمیں جنتی مقبرے لے گئے۔ جتنا ہم یہاں کے حالات سے باخبر ہوتے گئے ہماری حیرت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ہم حیران تھے کہ یہاں رہیں یا

واپس چلے جائیں۔ دوسری رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بڑا گہرا کنواں ہے اور میں اس میں گر رہا ہوں۔ ایک سفید ریش آدمی ہاتھ بڑھا کر مجھے گرنے سے بچاتا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ محتاط رہو۔ صبح جب میں اور عبدالحلیم نماز کے لئے اٹھے، میں نے اس کو اپنا خواب سنایا۔ اس نے بھی کچھ اسی قسم کا خواب دیکھا تھا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو واپس اپنے گاؤں کی طرف چل پڑے۔ عبدالحلیم پشاور چلا گیا اور وہاں اپنے پرانے سکول میں داخلہ لیا اور میں علی گڑھ چلا آیا۔'' (میری زندگی اور جدوجہد ص ۶۵)

(۱۱۲۰) عبدالغفار خان رامپوری، مولانا

(ولادت: ۱۸۵۶ء)

مولانا عبدالغفار خان حنفی رامپور کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ نے الشیخ مولانا ارشاد حسین رامپوری سے علم حاصل کیا اور زمانہ دراز تک ان ہی کی صحبت میں رہ کر استفادہ کیا۔ پھر وہیں رہ کر عوام الناس کو فائدہ پہنچایا۔ جب آپ کے شیخ مولانا ارشاد حسین رامپوری کا انتقال ہوا تو آپ ہی ان کے علم وطریقت میں خلیفہ ہوئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفر سے متعلق فتویٰ ''قہر یزدانی برجان دجال قادیانی'' میں صوت مسئولہ پر تحریر فرمایا کہ: ''ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتری کو اس کے تاویل کافر اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ اس لئے کہ: ''الرضاء بالکفر کفر''

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۰۷)

(۱۱۲۱) عبدالغفار شاد (ملتان)، جناب

(ولادت: ۱۹۳۳ء ...... وفات: ۱۱/نومبر ۲۰۱۸ء)

جناب عبدالغفار شاد انڈیا کے شہر کیتھل ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ سے حاصل کی۔ مدرسہ میں دینی و دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنرمندی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اسی مدرسہ میں اپنے ہم زلف جناب عبدالعلیم سے فن خطاطی میں استفادہ کیا۔ تقسیم ہند کے بعد ملتان میں آباد ہوئے۔ گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈر سکول سے میٹرک کیا۔ کالج میں داخلہ لیا لیکن معاشی وسائل کے پیش نظر تعلیم کو خیرباد کہہ کر فن خطاطی کو ایسا اپنایا کہ اسی کے ہو کر رہ گئے۔ ملتان کی شاہین مارکیٹ میں ''شاد خوشنویس'' کے نام سے ایک بیٹھک قائم کی اور زندگی کی ۵۵ بہاریں دینی کتب کی ترویج میں صرف کر دیں۔ کمپیوٹر دور سے قبل خیرالمدارس ملتان، جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا، جامعہ حنفیہ بورے والا، جامعہ قاسم العلوم ملتان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ایسے اداروں کا کام کیا۔ ۱۹۵۵ء میں اپنا تعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے اور بعد ازاں اپنے بچوں کا تعلق سید نفیس الحسینی شاہ سے قائم کیا۔ سمیجہ آباد ملتان میں کئی مدارس کی بنیاد رکھی۔ کئی مدارس کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ ۱۹۹۴ء میں سمیجہ آباد سے نیو ملتان جامعہ رحمانیہ میں آئے تو دیگر مصروفیات کے علاوہ زندگی کے آخری ایام تک اس مسجد میں مؤذن کی خدمت بھی سرانجام دیتے رہے۔ نماز، تلاوت قرآن پاک اور نوافل کے پابند رہے۔ زندگی کے آخری حصہ میں دو روز میں قرآن پاک کی مکمل تلاوت کرنا معمول تھا۔

(۱۱۲۲) عبدالغفار ضامرانی، مولانا

(ولادت:۱۹۳۴ء، ضامران ...... وفات:۳۱؍مئی ۲۰۰۴ء، حب چوکی)

بلوچی زبان میں کئی کتابوں کے مصنف تھے۔تحریک ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔

(۱۱۲۳) عبدالغفار غزنوی، مولانا

مولانا عبدالغفار غزنوی، مولانا داؤدغزنوی کے برادر خورد تھے۔مرزائیت کے بڑے مخالف اور ہمارے شعبۂ تبلیغ کے بڑے ہمدرد اور بہترین مقرر تھے۔قادیان میں ان کا بہت آنا جانا ہوتا تھا۔جمعہ کے علاوہ رات کو بھی ان کی تقریر ہوتی تھی۔ان کی تقریر میں بڑا زور اور جوش ہوتا تھا۔اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔خدا مغفرت کرے۔آمین! (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱۱۲۴) عبدالغفار لکھنوی، مولانا

مولانا عبدالغفار لکھنوی نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ:’’قادیانی ہفوات، جمہور اسلام کے عقائد کے خلاف ہیں۔اس کے توہمات ایسے ہیں، جیسے غول بیابانی کے دانت۔خدا اس کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور مسلمانوں کو اس کے اور تمام شیاطین اخرس کے مکائد سے بچائے۔‘‘

(۱۱۲۵) عبدالغفور انوری (ملتان)، جناب ملک

(ولادت:۱۳؍اکتوبر ۱۹۱۳ء ...... وفات:۱۱؍اکتوبر ۱۹۸۸ء)

جامعہ خیرالمدارس ملتان کے خازن ومحاسب رہے۔پہلے مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔جامعہ خیرالمدارس سے فراغت کے بعد حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری مرحوم کے ساتھ مجلس احرار کی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔غالباً مولانا عبیداللہ احرار کے بعد کچھ عرصہ کے لئے مجلس احرار اسلام کے صدر بھی بنے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گہری سوچوں کے ساتھ داعی وساعی رہے۔

(۱۱۲۶) عبدالغفور پنجہ (شاہ پور، ضلع سرگودھا)، جناب قاضی

۱...... ’’تحفۃ العلماء فی تردید مرزا......تحریف مرزا‘‘ انگریز کے زمانہ میں شاہ پور ضلع تھا۔سرگودھا بعد میں ضلع بنا۔قیام پاکستان سے قبل مولانا قاضی عبدالغفور ساکن پنجہ براستہ مٹھہ ٹوانہ ضلع شاہ پور نے یہ کتابچہ تحریر فرمایا۔

۲...... ’’اکاذیب مرزا‘‘ یہ رسالہ بھی قاضی عبدالغفور صاحب کا ہے۔یاد رہے دونوں رسائل میں حوالہ جات بعینہٖ مصنف نے نقل نہیں کئے۔اپنی طرف سے حوالہ جات کا مفہوم نقل کیا۔بہت سارے حوالے خلط ملط ہوگئے۔اس لئے حوالہ جات میں بہت دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہیں۔ان کے علاوہ مولانا عبدالغفور صاحب کے ردقادیانیت پر اور دو رسائل:

۳...... ''تحفۃ العلماء فی تردید مرزا......لیاقت مرزا''

۴...... ''عمدۃ البیان فی جواب سوالات اہل قادیان''

مؤخرالذکر دونوں عقیدہ ختم نبوت جلد۱۳ میں شامل ہیں۔

(۱۱۲۷) عبدالغفور جہلمی، مولانا

(وفات:۱۶/اکتوبر۱۹۸۶ء)

جامعہ اثریہ جہلم کے مہتمم، ممتاز اہل حدیث رہنما، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

(۱۱۲۸) عبدالغفور سانگلوی ثم ہارون آبادی، جناب ڈاکٹر

(وفات:۳۰/اگست ۱۹۸۱ء)

ڈاکٹر عبدالغفور سانگلوی حکیم میاں علی اکبر کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی پیشہ طب وحکمت اور زمینداری تھا۔ اسی لئے آپ نے بھی وقت کے مستند حکماء سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے متعدد سیاسی اور مذہبی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کرنے والے تمام مذہبی وسیاسی کارکنان، مشائخ، علماء، زعماء اور ۹۰ سالہ جدوجہد میں حصہ لینے والے تمام مجاہدین ختم نبوت کو خراج عقیدت کا حقدار سمجھتے اور ہمیشہ ان کی تحسین کیا کرتے تھے۔

(۱۱۲۹) عبدالغفور عباسی مدنی، مولانا

(وفات:۱۸/مئی ۱۹۶۹ء، مدینہ منورہ)

موصوف نامور عالم دین تھے۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری نقشبندی کے خلفاء میں سے تھے۔ ہمیشہ ختم نبوت کے تحفظ کے کام کی سرپرستی فرماتے تھے۔

(۱۱۳۰) عبدالغفور غزنوی، مولانا

مولانا عبدالغفور غزنوی نے دجال قادیان کے خلاف یہ فتویٰ دیا کہ: ''رسول خدا ﷺ نے کذاب دجالوں کے ظہور کی اطلاع دی تھی۔ قادیانی بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ یہ شخص چھپا مرتد اور باطنی اور قرمطی اور ان لوگوں میں سے ہے، جن کے حق میں سید کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، جن میں نفسانی خواہشیں ایسا اثر کر جائیں گی، جس طرح دیوانہ کتا اس شخص پر اثر انداز ہوتا ہے جسے وہ کاٹ کھاتا ہے اور اس کی کوئی رگ یا جوڑ اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتا اور ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے کذاب پیدا ہوں گے۔ ان کے شر سے بچنا۔''

(۱۱۳۱) عبدالغفور قاسمی سجاول، مولانا

(پیدائش:۱۹۴۲ء ...... وفات:۲۵/نومبر۲۰۱۴ء)

ضلع ٹھٹھہ میں ''سجاول'' ایک معروف تاریخی شہر ہے۔ اس کے قریب پانچ چھ میل کے فاصلہ پر گجو نامی ایک آبادی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میمن کے ہاں مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی یہاں پیدا ہوئے۔ گجو بھی علماء کرام کا مرکز گردانا جاتا تھا۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے یہاں تعلیم پائی۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالغفور قاسمی نے بھی اپنے والد گرامی اور دیگر اساتذہ سے یہاں پر تعلیم کا آغاز کیا۔ گجو کے قریب مرکزی شہر سجاول ہے۔ یہاں ۱۹۳۹ء میں حاجی سید عبدالرحیم شاہ صاحب نے دارالعلوم ہاشمیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا قاسمی جب پڑھنے کے لئے یہاں تشریف لائے تو اس وقت ادارہ کے مہتمم اور استاذ الحدیث مولانا نور محمد سجاولی تھے۔ مولانا نور محمد (متوفی:۱۹۹۰ء) مولانا عبداللہ میمن، مولانا محمد نور (میانوالی)، مولانا عبدالمتین ہزاروی، مولانا حبیب اللہ سموں، مولانا محمد بخش تالپور، لطافت الرحمٰن، مولانا عبدالمالک اور دیگر اساتذہ سے آپ نے کسب فیض کیا۔

دارالعلوم ہاشمیہ میں مولانا نور محمد مرحوم وقت کے بڑے بڑے فاضل اجل اور نامور علماء کی تدریس کے لئے خدمات حاصل کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی وہاں پڑھاتے رہے۔ جامعہ خیرالمدارس کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کاشمیری نے حضرت افغانی سے یہیں سجاول میں تکمیل کی تھی اور یہیں ان کی دستار بندی ہوئی۔ دارالعلوم ہاشمیہ سجاول میں ایک بار حضرت مولانا سید فیض علی شاہ مانسہروی تدریس کے لئے تشریف لائے۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحب دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہ چکے تھے۔ آپ سے مولانا عبدالغفور قاسمی نے سجاول میں معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحب (گوجرانوالہ) کے جامعہ اشرف العلوم میں حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالغفور قاسمی بھی آپ کے ہمراہ آئے اور ایک سال یہاں پڑھا۔

دارالعلوم دیوبند کے مدرس اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد حضرت مولانا عبدالخالق صاحب جو دارالعلوم کبیروالا کے بانی تھے۔ آپ بھی معقولات ومنقولات کے مانے ہوئے استاذ الاساتذہ تھے۔ مولانا عبدالغفور قاسمی، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب کے پاس بھی معقولات پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالخالق صاحب نے فرمایا کہ آپ اس زمانہ میں کیوں نہیں آئے جب میں معقولات پڑھاتا تھا۔ اب تو میں نے معقولات پڑھانی ترک کردی ہیں۔ تو مولانا عبدالغفور قاسمی نے برجستہ فرمایا کہ اس وقت تو میں پیدا بھی نہ ہوا۔ مولانا عبدالخالق مرحوم اس پر مسکرائے اور آپ کو کچھ عرصہ معقولات کی کتب پڑھائیں۔

حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی طاہروالی مدرسہ انوریہ حبیبیہ میں بھی حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث شریف کے لئے آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۴،۶۵ء میں یہاں سے دورہ حدیث کیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی ولی حسن، مولانا محمد ادریس میرٹھی ایسے فاضل یگانہ روزگار شخصیات سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں مشرقی ومغربی پاکستان کے تمام مدارس میں آپ نے سب سے زیادہ نمبرات حاصل کئے۔

حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی کو حضرت الاستاذ مولانا سید محمد یوسف بنوری اپنے جامعہ میں مدرس رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن مولانا نور محمد سجاولی کے کہنے پر آپ دارالعلوم ہاشمیہ آ گئے اور یہاں سے اپنی تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ حضرت الاستاذ مولانا نور محمد صاحب کے بعد آپ ان کے علمی جانشین قرار پائے۔ آپ نے دارالعلوم ہاشمیہ کو ترقی دی۔ نئی کوہ قامت عظیم الشان بلڈنگ ومسجد تیار کرائی جو اپنی مثال آپ ہے اور پھر یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ سندھ کے اس حصہ میں حضرت مولانا نور محمد صاحب نے تنظیم اصلاح المدارس قائم کی۔ اندرون سندھ میں یہ تنظیم گویا سندھ کے دینی مدارس کا تعلیمی بورڈ ہے۔ اس وقت پچانوے مدارس اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔ پہلے مولانا نور محمد صاحب صدر تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی صدر بنے۔ اس کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام محمد سموں ہیں۔ اس وقت ان مدارس میں پڑھانے والے تمام کے تمام اساتذہ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی کے شاگرد ہیں۔ سجاول، ٹھٹھہ، بدین اور دور دراز سندھ کے خطہ میں مولانا عبدالغفور قاسمی نے بہت سی مساجد بنوائیں۔ وہاں مکتب قائم کئے۔ ان کی سرپرستی اور رہنمائی اور مالی معاونت آپ فرماتے رہتے تھے۔

مولانا عبدالغفور قاسمی معقول ومنقول کے علوم میں اس وقت اتھارٹی مانے جاتے تھے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ پڑھانے کا قدرت نے آپ کو خوب سلیقہ دیا تھا۔ آپ اپنے اساتذہ کے علوم کے امین اور شارح سمجھے جاتے تھے۔ آپ پر طلباء جان چھڑکتے تھے۔ آپ تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی سادگی نے آپ کو ہردل عزیز بنا دیا تھا۔ آپ ایک بار دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ مولانا غلام محمد سموں آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مختلف درسگاہوں میں اساتذہ کے طرز تعلیم کو دیکھا۔ مولانا عبدالغفور قاسمی اس وقت ملک کے ان چند شیوخ حدیث میں سے تھے جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔

مولانا عبدالغفور قاسمی بیک وقت جہاں آپ اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ وہاں پر کامیاب ترین محبوب عام وخواص خطیب بھی تھے۔ غرض آپ نے تدریس وخطابت، مسند حدیث اور منبر ومحراب سے دین اسلام کی ترویج واشاعت کے فریضہ کو ادا کرنے کا خوب حق ادا کیا۔

فقیر راقم سے ایک بار فرمایا کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ایک بار سندھ تشریف لائے۔ مجھے (مولانا عبدالغفور قاسمی) فرمایا کہ آپ اپنے کو یہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر سمجھیں۔ فرماتے تھے کہ حضرت جالندھری کے اخلاص کا صدقہ ہے کہ سب سے زیادہ میری تقریروں میں جس بنیادی مسئلہ کا بیان ہوتا ہے وہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس کے بغیر میری تقریر مکمل نہیں ہوتی۔ شیطان جس طرح حضرت عمرؓ کے نام سے بھاگتا تھا قادیانیت مولانا عبدالغفور قاسمی کے نام سے لرزاں وترساں میدان سے بھاگتی تھی۔

مولانا عبدالغفور قاسمی چناب نگر، ملتان، کراچی تک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان کی درخواست پر آپ نے ختم نبوت برطانیہ میں بھی شرکت فرمائی۔ تب حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جس سال ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت کی۔ اس سال مین آف دی خطیب آپ قرار پائے۔ مولانا عبدالغفور قاسمی حدیث: ’’انا اوّلهم فی الخلق و آخرهم فی البعث‘‘ پر خطاب فرمایا۔ خطاب کیا تھا۔ علم کا سمندر موجزن تھا۔ پورا اجتماع سراپا گوش تھا۔ اس تقریر کے بعد مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے آپ کا ماتھا چوما اور فرمایا مولانا آپ کی خطابت کے پیچھے کسی بزرگ کی دعا ہے۔ آپ کی الہامی تقریر ہوتی ہے۔ مولانا عبدالغفور قاسمی نے فرمایا آپ نے صحیح جانا۔ استاذ مولانا نور محمد سجاول کی دعائیں

سمیٹنے کا مجھے اعزاز حاصل ہے۔ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی کا جمعیۃ علماء اسلام سے جماعتی تعلق تھا۔ آپ جمعیۃ پر دل وجان سے فدا تھے۔ آپ نے علالت کے باوجود ملک بھر میں جمعیۃ کی مرکزی کانفرنسوں میں خطاب کیا۔ جمعیۃ کے آپ مرکزی وصوبائی عہدیدار بھی رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام بزرگ خورد سے آپ محبت فرماتے تھے۔ آپ نے آئینہ قادیانیت سندھی کو اصلاح المدارس کے تمام مدارس کے نصاب میں داخل کرایا۔ آپ کراچی تشریف لاتے تو ناممکن تھا کہ کراچی ختم نبوت کے دفتر تشریف نہ لائیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا مفتی محمد جمیل خان سے آپ کے محبت بھرے تعلقات تھے۔

فقیر راقم ان کی محبتوں کا اسیر ہے۔ جہاں کہیں جلسہ پر تشریف لے جاتے وقت پر تقریر کے لئے فرماتے۔ تاکہ زیادہ انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے کہ ان کی صحت متحمل نہ تھی۔ لیکن جہاں فقیر ان کے ہمراہ ہوتا۔ پہلے نہ صرف بیان کراتے۔ بلکہ بسا اوقات بیان سنتے بھی اور اصلاح بھی فرماتے اور حوصلہ افزائی بھی۔ وہ کیا گئے علم وفضل کی مسندیں ویران ہوگئیں۔ مجلس سونی سونی لگتی ہے۔ ان سے آبروئے علم وابستہ تھی۔ وہ اس دھرتی پر علم کے وقار کی سب سے عمدہ مثال تھے۔ وہ کیا گئے موت العالِم موت العالَم کا منظر پھر آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ دارالعلوم ہاشمیہ، جمعیۃ علماء اسلام، اصلاح المدارس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، آپ کے شاگرد، پورا خاندان، پورا سندھ پر ان کی موت نے سناٹے کی کیفیت طاری کردی ہے۔

شوگر کے مریض تھے۔ بارہا عوارض نے گھیرا۔ آپریشن ہوئے۔ لیکن بیماری کو اپنے پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ بیسوں عمرے، حج وطواف، ملکی وغیر ملکی اسفار سب جاری رہے۔ آخری بار گلے کے آپریشن کے لئے ہسپتال گئے تو پیغام اجل کو لبیک کہا۔ سجاول میں جنازہ ہوا۔ آپ کے استاذ زادہ نے جنازہ پڑھایا۔ مصری شاہ قبرستان میں اپنے استاذ کے قدموں میں نم کنومۃ العروس کے مزے لے رہے ہیں۔ جس شان سے زندگی گزاری۔ اس سے کہیں زیادہ شان کے ساتھ قیامت کے روز یہاں سے اٹھیں گے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۱۱۳۲) عبدالغفور کلانوری، مولانا

حضرت مولانا عبدالغفور کلانوری کا مرتب کردہ رسالہ کا نام ’’قادیانی ہذیان‘‘ ہے۔ یہ رسالہ مولانا منظور الحق صاحب ناظم مستشار العلماء قصور نے اوّلاً ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں گویا بیاسی سال پہلے شائع کیا تھا۔ اشاعت اوّل میں جو آپ نے تعارف لکھا وہ یہ ہے: ’’خدا جزائے خیر دے جناب مولانا عبدالغفور صاحب کلانوری مولوی فاضل وفاضل دیوبند کو جنہوں نے خلیفۂ قادیانی مرزا محمود کے فریب آمیز رسالہ ’’سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور‘‘ کے جواب میں ایک کفرشکن رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے: ’’قادیانی ہذیان‘‘ فاضل مؤلف نے اس رسالہ میں ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا‘‘ اور ’’دو بکریاں ذبح کی جائیں گی‘‘ وغیرہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں پر زبردست تنقید فرما کر ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کی حقیقت دجل وزور اور عیاری ومکاری کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں یہ رسالہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۱۱۳۳) عبدالغفور محمد آبادی (اعظم گڑھ)، مولانا

آپ کی ولادت ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں ہوئی۔ مولانا کرم الدین، مولانا واجد نقوی پوری سے اعظم گڑھ میں پڑھا۔ جونپور

میں مولانا مفتی محمد یوسف بن محمد اصغر لکھنوی سے بھی پڑھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے تکفیر مرزا پر مشتمل فتویٰ پر آپ نے تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۱۶۸)

(۱۱۳۴) عبدالغفور (ٹیکسلا)، پیر طریقت حضرت مولانا

(وصال: ۱۸ر مئی ۲۰۱۸ء)

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالغفور آف ٹیکسلا جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ایسے نابغہ روزگار اکابر سے نسبت تلمذ آپ کو حاصل تھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا محمد عبداللہ ثانی سے تھا۔ آپ کا شمار حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے رفقاء میں ہوتا تھا۔ آپ نے خانقاہ سراجیہ میں عرصہ تک تدریس بھی کی۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد آپ کے اوّلین شاگردوں میں شامل ہیں۔

آپ نے ٹیکسلا میں مدرسہ عربیہ سراجیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ قریب کی جامع مسجد میں آپ خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اسی مدرسہ سراجیہ میں ہی آپ کی خانقاہ اور رہائش بھی تھی۔ مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔ مولانا عبدالغفور ثقہ مدرس اور ماہر فنون شیخ الکل تھے۔ آپ عالم ربانی تھے۔ آپ کو دیکھ کر فقر ابوذریؓ، سوز وساز رومی اور پیچ وتاب رازی کا پَرتو سامنے آجاتا۔ متوسط قد، منحنی وجود کے حامل تھے، ابرو دراز، پلکیں لمبی، پیشانی نورانی، چہرہ سلیمانی اور عادات کرمانی رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی زہد وتقویٰ سے عبارت تھی۔ چہرہ پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی تھی۔ بات کرتے تو پوری توجہ سامع کی طرف ہوتی تھی۔ لباس اجلا اور خود ملکوتی سیرت سے بہرہ ور تھے۔

ان کا وجود اس دھرتی پر عالم ربانی کا وجود تھا حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا۔ آپ نے ایک مبلغ وداعی ہونے کے ناتے اہل علاقہ کی وہ خدمت کی جو تاریخ کے ایک سنہری باب سے کم نہیں۔ وہ چلتے پھرتے اس دھرتی پر علم وعمل کی تصویر تھے۔ ان کے وجود کو حق تعالیٰ نے خیر اور خوبیوں کا مرقع وگلدستہ بنایا تھا۔ اپنے مشائخ اور خانقاہ سراجیہ سے انہیں عشق تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد کی زندگی میں رمضان شریف خانقاہ شریف میں گزارنا ان کا معمول تھا۔ مولانا خواجہ خان محمد جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نائب امارت اور پھر امارت کے منصب پر فائز ہوئے تو عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی کی یہ نسبت شیخ بھی مولانا عبدالغفور میں منتقل ہوئی۔ خواجہ خان محمد کی زندگی اور ان کے وصال کے بعد بالخصوص پشاور، راولپنڈی واسلام آباد، چناب نگر، ایبٹ آباد وغیرہ کی کوئی ایسی ختم نبوت کانفرنس نہ ہوتی جس میں آپ شرکت نہ فرمائیں۔ تمام تر عوارض کے باوجود ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے شرکاء کو اپنی شرکت سے ضرور ممنون فرماتے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا خواجہ خان محمد، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، حضرت نفیس الحسینی کے بعد ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کے لئے آپ کا وجود انعامِ الٰہی تھا کہ ہر ایک کے لئے غائبانہ دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ مسجد اور شہر کے مدرسہ کے علاوہ اب باہر کالونی میں بھی عالیشان مدرسہ ومسجد قائم کئے جو اس وقت سدابہار ہیں۔ مولانا خواجہ خان محمد کے وصال کے بعد آپ مرشد العلماء کے منصب پر فائز تھے۔ علماء کرام، اساتذہ کرام، مشائخ، مدرسین وخطباء کی ایک جماعت نے آپ سے کسب فیض کیا۔ اس بڑھاپے اور اعذار کے باوجود آخری وقت تک خانقاہ سراجیہ حاضری کی روایت

پر عمل پیرا رہے۔اسے کہتے ہیں: الاستقامة فوق الکرامة اور اس زمانہ میں آپ اس کا صحیح مصداق تھے۔

قارئین! خدا لگتی عرض کرتا ہوں کہ اس وقت وہ کرۂ ارض پر خاصان محمد ﷺ میں شامل تھے۔آپ اتنے بڑے عاشق رسول تھے کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک مجلس میں آتے ہی آپ کے چہرہ پر آنسو کی جھڑی لگ جاتی تھی۔اس کیفیت و نسبت میں بھی وہ اپنے شیخ حضرت خواجہ خان محمد کا مکمل طور پر پَرتو تھے۔کچھ عرصہ قبل بیمار ہوئے۔اسلام آباد کمپلیکس میں داخل رہے اور پھر گھر آ گئے۔پہلے ہی دبلے پتلے تھے۔اب بستر علالت پر بالکل نوری وجود کے حامل ہو گئے تھے۔اب یادیں رہ گئیں۔۱۹/مئی کو جنازہ ہوا۔جو آپ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالہادی نے پڑھایا۔چہار سو سے جنازہ میں خلق خدا کی شرکت،علماء و مشائخ کا جم غفیر گویا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔اسے کہتے ہیں: ''عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے''

(۱۱۳۵) عبدالغفور ہزاروی، مولانا

(ولادت: یکم/اپریل ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۹/اکتوبر ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالغفور ہزاروی نامور عالم دین، شیخ طریقت، شاعر، خطیب، سیاستدان، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے رہنما تھے۔کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔وزیر آباد میں مزار بنا۔آپ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید تھے۔جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بھی رہے۔وزیر آباد میں جامعہ غوثیہ نظامیہ کے بانی تھے۔

(۱۱۳۶) عبدالغنی اویسی نقشبندی (ایبٹ آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۷ء ...... وفات: ۱۴/دسمبر ۱۹۸۴ء)

مولانا عبدالغنی اویسی ممتاز عالم دین، بلند پایہ خطیب اور سیاسی رہنماء تھے۔مولانا قاضی بدرالدین خلیفہ مجاز پیر نظام الدین کٹیاں شریف کے ہاں آپ کی ولادت ہوئی۔مسلم لیگ ہزارہ کے صدر رہے۔جامع مسجد کچہری کے خطیب اور جامع مسجد سلہڈ کے امام و مدرس تھے۔مولانا عبدالغنی اویسی کو حافظ عبدالکریم عیدگاہ راولپنڈی سے خلافت حاصل تھی۔تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے انتہائی سرگرم رکن رہے۔آپ کی تدفین نواں شہر نزد جامع مسجد مدنی ایبٹ آباد میں ہوئی۔

(۱۱۳۷) عبدالغنی جالندھری، مولانا حکیم

(وفات: ۲۲/مارچ ۱۹۶۸ء)

بورے والا ضلع ملتان کے حضرت مولانا عبدالغنی جالندھری، بطل حریت، یادگار سلف مبلغ اسلام تھے۔آپ نے تمام بے دین فتنوں بالخصوص قادیانیت کے خلاف گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۱۳۸) عبدالغنی (جانشین حضرت قاضی اسماعیل، بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت مولانا عبدالغنی

کو انجام آتھم ص ۷۱، نمبر ۶ ۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۱۳۹) عبدالغنی ڈیروی، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۸ء)

مولانا عبدالغنی تیمر گرہ ضلع دیر میں مولانا حیدرعلی کے ہاں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صدیقہ دہلی اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پڑھتے رہے۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ علی گڑھ میں پڑھانا شروع کیا۔ مختلف علوم وفنون کے علاوہ صحاح ستہ پڑھانے کا موقع ملا۔ اسی مدرسہ میں نائب شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے۔ تقسیم پاکستان کے بعد وطن واپس آ گئے۔ تین سال گھر پر تدریس کرنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے لئے آپ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ تادم زیست آپ نے اکوڑہ خٹک میں اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ردقادیانیت پر درج ذیل عبارت تحریر کی جو مولانا منظور احمد چنیوٹی کے مرتب کردہ فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام میں ۲۱۰ نمبر پر موجود ہے۔

الجواب ممانطق به الكتاب وبلغ الاحاديث فی بابه تواتراً معنويا، فهو من الاعتقادات الاسلامية احقر الانام: عبدالغنی عفا الله عنه دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

جواب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور اس سلسلے کی احادیث تواتر معنوی کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۴)

(۱۱۴۰) عبدالغنی شاہجہانپوری، مولانا مفتی

(وفات: یکم/اکتوبر ۱۹۶۸ء)

مدرسہ عین العلم شاہجہانپور، یو. پی کے صدر مدرس حضرت مولانا مفتی عبدالغنی شاہجہانپوری، جنہیں پٹیالوی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پٹیالہ پھر مالیر کوٹلہ اس کے بعد شاہجہانپور رہے۔ اس لئے سب نسبتیں درست ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں ھدایة الممتری عن غوایة المفتری کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ (کتاب کا نام حضرت تھانوی نے تجویز فرمایا) اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں اسلام اور قادیانیت کا تقابل کر کے قادیانی کفر کو واشگاف الفاظ میں مدلل ومبرہن طور پر ثابت کیا ہے۔ دسمبر ۱۹۷۸ء اور جنوری ۱۹۸۸ء میں اس کے دو ایڈیشن اشاعت اوّل کا عکس لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے ''اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ'' کے نام پر شائع کئے گئے۔ ۱۹۸۶ء میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی انڈیا سے اس کو شائع کیا۔

مصنف مرحوم بہت بڑے عالم دین اور بزرگ رہنما تھے۔ مولانا مفتی ہند کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ پھر مفتی کفایت اللہ کے حکم پر مولانا مفتی عبدالغنی مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں صدر مدرس اور مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے تبحر علمی پر یہ کتاب ''شاہد عدل'' ہے۔ آج تک اس کتاب کے تمام ایڈیشن اس طرح شائع ہوتے رہے

کہ ایک صفحہ کے دو کالم بنا کر پہلا دایاں کالم اسلامی عقیدہ اور دوسرا بایاں کالم قادیانی عقیدہ کے لئے مختص کر کے تقابل پر شائع کیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی اس کتاب کے نہ صرف معترف ومداح بلکہ قدردان تھے۔ ہر وہ شخص جس نے اس کتاب کے باالاستیعاب مطالعہ کا شرف حاصل کیا، وہی اس کتاب کا گرویدہ ہوگیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس کی ہر بحث فیصلہ کن اور لاجواب وبے مثال ہے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے استاذ التفسیر حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہ کا عرصہ سے اصرار تھا کہ اسے کمپیوٹر پر شائع کیا جائے اور بجائے دو کالموں کے عام مروجہ کتابوں کی طرح پہلے ایک بحث (عقیدہ اسلامی نمبر۱) مکمل ہو جائے اور پھر قادیانی عقیدہ نمبر۱ کو درج کیا جائے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی اس تجویز کی تائید وتصویب فرمائی۔ ہر چند کہ یہ کام خاصہ مشکل اور عرق ریزی کا طالب تھا۔ اشاعت اوّل جولائی ۱۹۲۷ء سے آج ۲۰۰۶ء تک مکمل اسّی (۸۰) سال بعد کے حوالجات کو جدید قادیانی کتب ورسائل سے تخریج کر کے کمپوز کرانے کا مرحلہ، کے۔ٹو کی چوٹی سر کرنے کے مترادف تھا۔لیکن محض اللہ تعالیٰ کی عنایت، فضل وکرم، احسان وتوفیق سے کمر باندھ لی اور پھر اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کتاب کا دیباچہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ (ثالث) نے تحریر فرمایا۔اس کی آپ نے وضاحت فرمائی کہ ۱۹۲۷ء میں محلّہ تارین ٹکلی شاہجہانپور کی مسجد پر مرزائیوں اور مسلمانوں میں جو مقدمہ درپیش تھا جس میں اہل اسلام ہائیکورٹ الہ آباد تک کامیاب رہے۔

مولانا عبدالغنی شاہجہانپوری اہل اسلام کی طرف سے گواہ تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کو مرزا قادیانی کی تصنیفات اور دیگر مخالف وموافق کتابوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔تمام چھان بین کے بعد آخر میں جس نتیجہ پر پہنچے اس کو مولانا موصوف نے بغرض افادۂ عام اس کتاب میں حوالۂ قلم فرمایا ہے...... کتاب اس قدر جامع ہے کہ اس کو پڑھ لینے کے بعد مناظرین بیسیوں کتابوں کے مطالعہ سے مستغنی ہو جائیں گے۔

اس وقیع رائے گرامی کے بعد مولانا عبدالغنی شاہجہانپوری کے مقام ومنصب کو سمجھنے کے لئے مشکل نہ ہوگی۔ ہمارے محترم مولانا شاہ عالم گورکھپوری (دیوبند) نے متذکرہ مقدمہ مسجد کے سلسلہ میں تفصیلات قلم بند فرمائی ہیں جو یہ ہیں۔

شاہجہانپور کے مقدمہ میں قادیانیوں کی ذلت آمیز شکست

شاہجہانپور میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ قادیانیوں نے قلب شہر میں واقع محلّہ تارین ٹکلی (Tarain Tikli) کی ایک مسجد ''نوری مسجد'' پر قبضہ جمانے کی ناپاک کوششیں شروع کردیں۔ قادیانیوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب معاملہ زیریں عدالت سے لے کر ہائیکورٹ الٰہ آباد تک پہنچا۔اس مقدمہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالغنی کی بیش بہا قربانیاں اور خدمات ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مناسبت سے اس پورے مقدمہ کا مختصر خاکہ پیش کردیا جائے۔

نوری مسجد پر جب قادیانیوں نے قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کی تو باوجود اس کے کہ قادیانیوں کی تعداد شاہجہانپور اور اطراف میں انگلیوں پر شمار کے قابل تھی۔لیکن انہوں نے اہل بدعت اور شیعوں سے مل کر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی ایسی قوت حاصل کر لی تھی کہ اس قوت نے مٹھی بھر قادیانیوں میں کثیر التعداد مسلمانوں سے محاذ آرائی کا نشہ پیدا کر دیا تھا۔مشہور مثل ہے کہ جب گیدڑ کی

موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ چنانچہ قادیانی بھی طاقت کے نشے میں خرمستیاں لینے لگے اور انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں وہ راستہ انہیں ذلت ورسوائی اور تاریخی موت کی طرف لے جارہا ہے۔ نورانی مسجد میں قادیانیوں نے اپنی بے جادخل اندازی کے سبب جب معاملہ نقض امن تک پہنچایا تو کوتوالی پولیس شاہجہانپور نے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے کر سلجھانے کی کوشش کی۔ مگر طاقت کے نشے میں چور قادیانی ماننے والے کب تھے۔ انہوں نے ضلع مجسٹریٹ کی عدالت میں اپیل کر ڈالی۔ حاکم وقت کے حکم پر سٹی مجسٹریٹ نے ۱۷یا۱۸؍اکتوبر ۱۹۲۰ء میں موقع کا معائنہ کیا اور دفع فساد کے لئے یہ انتظام کیا کہ قادیانی جب مسجد میں پوجاپاٹ کریں تو مسلمان اس وقت مسجد میں نہ آئیں اور جب مسلمان نماز پڑھیں تو قادیانی اپنے پوجاپاٹ کے لئے نہ آئیں۔ دونوں جماعتوں کی رضامندی سے وقت مقرر کر دیا گیا اور اگرچہ اس فیصلے میں مسلمانوں کی حق تلفی اور مسجد کی بے حرمتی تھی۔ تاہم مسلمانوں نے حاکم وقت کے فیصلے پر عمل درآمد شروع بھی کر دیا۔ لیکن عید کی نماز کے موقع پر قادیانیوں نے پھر ہنگامہ کر دیا اور مسلمانوں کو مسجد سے پورے طور پر بے دخل کرنے کے لئے یہ منصوبہ بنالیا کہ اب یہ مقدمہ دیوانی عدالت سے فیصل کرایا جائے۔ چنانچہ شاہجہانپور کے قادیانی سرغنوں نے ۱۹۲۱ء میں مقدمہ دائر کیا۔ اس میں قادیانی خود مدعی بنے اور مدعاعلیہم میں جن مسلمانوں کو نامزد کیا۔ ان میں ایک نام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب (ثالث) کا بھی ہے جو حضرت مولانا مفتی عبدالغنی کے شاگرد رشید تھے۔ اسی طرح حافظ ذاکر صاحب ایڈووکیٹ ساکن محلہ شتر خانہ کا بھی نام مدعاعلیہم میں ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلم میں مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب سے حاصل کی تھی۔ آگے چل کر ماشاء اللہ خود بھی فارسی اور اردو میں یکتائے روزگار مدرس ہونے کے ساتھ پیشہ ور وکیل بھی تھے۔ تاحین حیات مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور کے انتظامی امور سے بحیثیت ناظم وابستہ رہے۔

قادیانیوں نے اس مقدمہ میں کامیابی کے لئے اپنی پوری قوت جھونک دی۔ مقدمہ اگرچہ ضلعی سطح کا تھا لیکن اس کے مشورے اور منصوبے قادیان کے ہیڈکوارٹر سے طے ہوتے تھے۔ ادھر مسلمانوں کے پاس سوا خدا پر بھروسہ کرنے کے کوئی طاقت وقوت نہیں تھی۔ حضرت مولانا عبدالغنی نے توکلاً علی اللہ، حضرت مولانا کفایت اللہ (ثالث) اور حافظ ذاکر علی اور دیگر مسلمانوں کی سرپرستی شروع کی اور خود بھی گواہ کی حیثیت سے حق وباطل کی اس جنگ میں شریک ہوئے۔ قادیانیت کا مکروہ وتلبیسی چہرہ بے نقاب کرنے کے لئے کتب قادیانیت کی ورق گردانی شروع کی۔ لگاتار پیشی پر پیشی ہوتی رہی۔ طرفین سے گواہیاں بھی گزرتی رہیں۔ قادیانیوں نے خود کو مسلمان ثابت کر کے مسجد کا حقدار بننے کے لئے مکروفریب کے سارے گر آزمالئے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ علماء دیوبند کی مخلصانہ جدوجہد نے ان کے سارے مکروفریب پر پانی پھیر دیا اور اس میں بنیادی کردار اور کامیابی کا سہرا حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحب کے سر جاتا ہے۔

مقدمہ کا فیصلہ یکم؍فروری ۱۹۲۷ء میں آیا۔ فیصلے میں جج نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ قادیانی کسی بھی طرح نوری مسجد شاہجہانپور کے حقدار نہیں ہیں اور نہ انہیں مسجد کے استعمال کا حق حاصل ہے۔ قادیانیوں کا نوری مسجد میں داخلہ بانی مسجد کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ بانی مسجد مسلمان تھے جس وقت مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت مرزا قادیانی کے ملحدانہ دعاوی کا وجود بھی نہیں ہوا تھا اور جب قادیانی اپنے قول وقرار کی روشنی میں مسلمانوں سے الگ ایک ایسا جدید فرقہ ہیں کہ اس کا ربط اسلام اور مسلمانوں سے کبھی نہ رہا اور نہ ہے اور نہ آئندہ کبھی ربط رہ سکتا ہے تو پھر انہیں مسلمانوں کی تعمیر کردہ مسجد میں کہاں سے حق حصہ حاصل ہوگا؟ چنانچہ ای ٹامس سب ڈویژنل مجسٹریٹ نے باضابطہ حکم دیا کہ تمام قادیانی جماعت اور بالخصوص مدعی قادیانیوں کو مسجد تارین ٹکلی میں داخل ہونے

اور عبادت کرنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے جج کے الفاظ:

’’احمدیوں نے طے کیا کہ اب یہ مقدمہ عدالت دیوانی سے فیصل کرایا جائے۔ ۱۹۲۱ء میں سرگروہ جماعت احمدیہ نے مقدمہ عدالت دیوانی میں دائر کیا۔ ۱۵؍فروری ۱۹۲۷ء کو فیصل ہوا۔ مقدمہ خارج ہوگیا اور یہ طے کیا گیا کہ احمدی حقدار نہیں ہیں اور نہ مدعیان متولی تھے۔ فیصلے میں صرف قابل غور امر یہ ہے کہ آیا مدعیان کو مسجد کے استعمال کا حق حاصل ہے یا نہیں اور یہ اس کا جواب ہوگا کہ آیا بانی مسجد کی یہ منشاء تھی کہ مسجد احمدی استعمال کریں اور جیسا کہ انکشاف ہوا اس بارے میں اور شہادت سے ثابت ہوا کہ مسجد احمدیوں کے استعمال کے لئے متعین نہیں کی گئی تھی۔ غیر احمدی اس حکم کی بناء پر احمدیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ لیکن احمدی اس میں نماز پڑھنے پر مصر ہوتے ہیں اور اندیشہ نقض امن کا ہے۔ لہٰذا اس کو روکنے کی غرض سے حسب دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری یہ حکم دیتا ہوں کہ تمام احمدی جماعت خصوصاً سید علی، مختار احمد، محمد قاسم کو مسجد تارین ٹکلی میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ یہ حکم دوماہ تک نافذ رہے گا۔ دستخط، ای ٹامس سب ڈویژنل مجسٹریٹ افسر انچارج ہیڈ کوارٹر۔‘‘

یہ کیسے ممکن تھا کہ مرزا قادیانی کے گدی نشین مرزا بشیرالدین محمود اور قادیانی سرغنہ ظفراللہ خاں اس مسئلے میں خاموش بیٹھتے، انگریزی نبوت کے اس بیرسٹر کو اس بات کا زعم تھا کہ حکومت بھی انگریزوں کی ہے اور معاملہ بھی انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کا ہے۔ لہٰذا مقدمے کا فیصلہ قادیانیوں کے حق میں ہونا چاہئے۔ لیکن الحمدللہ! حضرت مولانا عبدالغنی شاہجہانپوری نے ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک طویل عدالتی لڑائی اپنے رفقاء کار کے ساتھ لڑی اور ماشاءاللہ قادیانی گماشتوں کو شہر کی دیوانی عدالت میں شکست وہزیمت سے دوچار کرتے ہوئے مسجد کو ان سے واگزار کرالیا اور آج بھی یہ شاندار مسجد حنفی مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ قادیانی گماشتوں نے شہر کی دیوانی عدالت میں شکست کھانے کے بعد معاملے کو الٰہ آباد ہائیکورٹ میں دائر کیا اور اپنی پیروی کے لئے ایک بدنام زمانہ منحوس وکیل تجویز کر کے سرظفراللہ خاں مرزائی کی قیادت میں قادیانیوں نے پوری طاقت جھونک دی۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے خدا کے بھروسے پر مرادآباد کے غیرتمند مسلمان وکیل جناب سید عبدالماجد صاحب اور ڈاکٹر احمد نسیم بیرسٹر الٰہ آباد (مرادآبادی) اور ایک غیرمسلم وکیل مسٹر این.بی.شین ایڈووکیٹ الٰہ آباد کو پیروی کے لئے مقرر کیا۔ الحمدللہ! یہاں بھی اہل حق کو فتح نصیب ہوئی اور قادیانیوں کی وکالت کرنے والوں سمیت تمام قادیانی سرغنہ رہتی دنیا تک اپنی قوم کے لئے باعث عبرت بن کر رہ گئے۔

یہ مقدمہ جن لوگوں کے نام تھا ان میں ایک نام جناب حافظ محمد ذاکر صاحب ساکن محلہ شترخانہ کا بھی ہے۔ عدالتی کارروائیوں کا بھی پورا صرفہ الحاج سعید احمد خان صاحب نے ادا کئے۔ اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھردے اور اپنا قرب نصیب فرمائے کہ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کے بڑے بیباک اور جان ومال قربان کرنے والے مجاہد نکلے۔ آمین!

قادیانیوں کی کذب بیانی

براہو قادیانیت کی جہالت مآبی کا کہ قادیانی مؤرخین اس مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں بتاتے ہیں۔ چنانچہ ایک قادیانی نے لکھا ہے: ’’مقدمہ احمدیہ مسجد شاہجہانپور کی اپیل ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں دائر تھی۔ شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ اور مولوی فضل الدین صاحب مشیر قانونی نے پیروی کی۔ بالآخر مقدمہ ججی شاہجہانپور سے احمدیوں کے حق میں فیصل ہوا تھا۔‘‘

(تاریخ احمدیت ج۵ ص۱۶۳، بحوالہ مشاورتی رپورٹ)

قادیانیوں کی اسی دجل وتلبیس کے پیش نظر راقم سطور نے دیوانی عدالت کے طویل حکم نامہ کا خلاصہ تقریباً حکم نامے کے الفاظ میں ہی نقل کر دیا ہے تاکہ اب کسی کو کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہے اور قادیانی مؤرخین کی کذب بیانی کا بھی پردہ فاش ہو جائے۔ علاوہ ازیں قادیانیوں سے آج بھی یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر ججی شاہجہانپور سے مقدمہ تمہارے حق میں فیصل ہوا تھا تو تم نے بات ادھوری کیوں لکھی۔ فیصلے کی نقل بھی شائع کر دیا ہوتا تاکہ پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیتے؟ ہمیں یقین ہے کہ قادیانی ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ معاملہ برعکس ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں کو ہائیکورٹ میں جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ اور وہاں کیوں ایڑیاں رگڑتے پھرتے رہے؟ یقیناً اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہوگا اور ان کی کذب بیانی ان کو مزید رسوا کرتی رہے گی۔

مقدمہ سے تعلق علماء سے استفتاء

اس سلسلے میں بعض مسلمانوں نے علماء سے استفتاء بھی کئے۔ سوال کرنے والوں میں سے بعض نے اپنے نام وپتے کے ساتھ استفتاء کیا اور بعض نے عمومی انداز میں، ظاہری بات ہے کہ جن سوالات میں نام وپتے درج نہیں ان کو اسی قضیہ سے قطعی طور پر جوڑنا ذرا احتیاط کے خلاف لگتا ہے۔ اس لئے جن سوالات میں نام وپتے ظاہر ہیں وہ درج ہیں۔

سوال...... ایک ہی مسجد میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی نماز سوال از شاہجہانپوری محلہ خلیل مسئولہ امیر خاں مختار عام، ۲/شوال ۱۳۳۹ھ (مطابق ۹/جون ۱۹۲۱ء) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہانپور میں ایک مسجد ہے اس میں یہ قرار پایا کہ اوّل ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں، بعد کو اہل السنۃ مع خطبہ جمعہ کے، تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا!

جواب...... نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ، خطبہ، کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہل السنّت اپنی اذان کہہ کر اسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں، اپنی جماعت کریں۔ یہی اذان وخطبہ وجماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل ومردود محض تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم! (بحوالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد اوّل ص ۳۵۵)

(۱۱۴۱) عبدالغنی فیصل آبادی، مولانا

(وفات: ۲۰/اپریل ۱۹۷۴ء)

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری کے ہمدرس، جامع مسجد کوہ نور ملز کے خطیب، عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد، تمام دینی تحریکوں میں نمایاں مقام رکھنے والے درویش منش عالم دین۔

(۱۱۴۲) عبدالغنی قریشی (ایبٹ آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۷ء ...... وفات: ۲۸/اگست ۱۹۷۹ء)

مولانا عبدالغنی قریشی موضع بنج کے باسی تھے۔ ممتاز عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی،

مولانا رسول خان ہزاروی اور مولانا سید اصغر حسین ایسے حضرات کے سامنے زانوئے تلمذ کئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ گہری وابستگی رہی۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں بھی پیش پیش رہے۔

(۱۱۴۳) عبدالغنی (کنری، عمرکوٹ)، مولانا حافظ

(پیدائش: ۱۹۲۵ء ...... وفات: ۱۵؍نومبر ۱۹۹۹ء)

مولانا حافظ عبدالغنی میاں نور محمد کے گھر کنیال ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اور چچا میاں فتح محمد قیام پاکستان سے قبل ہی چک ۴۹۷؍ای. بی بورے والا میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حافظ عبدالغنی نے قرآن پاک حفظ چیچہ وطنی کے بلاک نمبر ۱۲ کی مرکزی جامع مسجد سے کیا۔ ابتدائی کتب کے لئے مدرسہ فیض محمدی رائے پور ضلع جالندھر میں داخل ہوئے۔ بعد میں مظاہر العلوم سہارنپور سے تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد چک نمبر ۴۹۷؍ای. بی بورے والا میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے لگے۔ ۱۹۵۵ء میں چچا کی زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے ٹالہی شہر میں تشریف لائے۔ اس وقت ٹالہی میں کوئی مسجد نہ تھی اور ٹالہی شہر کے آس پاس انگریز بہادر نے قادیانیوں کو ۱۲ ہزار ایکڑ زمین مفت میں دی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں نوکوٹ، نفیس نگر، کنری وغیرہ میں ہزاروں ایکڑ زمین قادیانیوں کو انگریز نے دے رکھی تھی۔ حافظ عبدالغنی سے پہلے ٹالہی میں کوئی عالم دین نہ تھا۔ ڈگری اور کنری میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری فاتح قادیان مولانا محمد حیات سالانہ جلسوں سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔، حافظ عبدالغنی اور ان کے کچھ ساتھی ان حضرات سے جا کر ملتے اور ان کے خطابات سنتے۔ حافظ عبدالغنی نے ٹالہی اسٹیشن کی شرقی جانب نیک دل زمیندار حاجی جعفر خان چانڈیو کے تعاون سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد میں نمازوں کے بعد جمعہ اور پھر عیدین پڑھنے لگے۔ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء میں مولانا جالندھری اور مولانا محمد حیات ایک ایک رات کے لئے تشریف لائے اور خطابات فرمائے۔ پھر مولانا محمد حیات نے ایک ہفتہ ٹالہی میں قیام فرمایا۔ یوں حافظ عبدالغنی نے ٹالہی میں قادیانیت کا تعاقب کیا۔ مسجد میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجے عبدالمجید کو لے پالک بیٹا بنائے رکھا تھا۔ آخری عمر میں بیمار ہو گئے۔ آپ کا بھتیجا علاج کی غرض سے لاہور لے جا رہا تھا کہ پتوکی کے قریب ریل گاڑی میں بروز پیر صبح صادق کے وقت فجر کی اذانین سنتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ چیچہ وطنی شہر کے قبرستان میں آپ کو لحد میں اتارا گیا۔ آپ کا جنازہ مولانا مختار احمد مظاہری بورے والا نے پڑھایا۔ (حافظ منیر احمد کنری)

(۱۱۴۴) عبدالغنی (گجرات)، مولانا حکیم

(پیدائش: ۱۸۹۲ء ...... وفات: ۲۰؍مئی ۱۹۹۶ء)

''الحق المبین'' مولانا حکیم عبدالغنی ناظم، جھیورانوالی ضلع گجرات نے اس کو ۱۹۳۴ء میں مرتب کیا۔ موصوف کے متناقضات مرزا، واعتقادات مرزا پر بھی دو رسائل ہیں۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہو پائے۔ اخبار ''روزنامہ احسان لاہور'' کی اشاعت ۲۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں کے نو سوال شائع ہوئے۔ جس کا مسلمانوں سے جواب طلب کیا گیا تھا۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے ''الحق المبین'' کے نام سے ہر سوال کا تفصیلی جواب دیا۔ جس سے یہ کتاب تیار ہو گئی۔ خوب معلوماتی اور ثقاہت سے بھرپور

کتاب ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں پیش خدمت ہے۔ حکیم عبدالغنی صاحب کے والد کا نام حافظ محمد عالم تھا۔ حکیم صاحب نے اپنے علاقہ سے مڈل کیا۔ لاہور، گجرات میں دیگر تعلیم حاصل کی۔ دہلی طبیہ کالج سے طب کی تعلیم پائی۔ ’’گلدستہ حکمت‘‘ کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ حکمت بھی کرتے تھے۔ للّہ شریف ضلع جہلم کے حضرت خواجہ مقبول رسول سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کیا۔ ردقادیانیت پر الحق المبین کے علاوہ: ’’تناقضات مرزا‘‘ اور ’’اعتقادات مرزا‘‘ اور ’’مینارہ قادیانی کی حقیقت‘‘ نامی رسائل بھی آپ نے تحریر کئے۔

(۱۱۴۵) عبدالغنی لاہوری، جناب بابا

(وفات: ۱۹۷۹ء)

حضرت الحاج بلند اختر نظامی مرحوم کی دکان پر بابا عبدالغنی لاہوری ہوتے تھے۔ جو پرانے احراری تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے بے باک پاسبان تھے۔ مرحوم بہت ہی نظریاتی رفقاء میں سے تھے۔

(۱۱۴۶) عبدالفتاح حلب، پروفیسر ابوغدہ

(وفات: فروری ۱۹۹۷ء)

شام کے نامور محدث، ریاض یونیورسٹی میں شعبہ حدیث کے سربراہ حضرت العلام پروفیسر ابوغدہ نے ’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح‘‘ کی تخریج کر کے قادیانی کفر کا عرب دنیا میں ناک میں دم کر دیا۔ موصوف حلب شام کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ میں خدمت حدیث کے حوالہ سے آپ کو امام کا مقام حاصل تھا۔

(۱۱۴۷) عبدالقادر، مولانا صاحبزادہ مفتی

۱۹۱۸ء میں قادیانیوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی سے سوالات کئے۔ مولانا عبدلقادر مفتی مدرسہ غوثیہ عالمیہ سادھوان نے بھی ان کا جواب تحریر کیا۔ اس کا نام رکھا: ’’التحفة القادریه عن اسئلة المرزائیه‘‘ یہ بھی فتاویٰ ختم نبوت کی جلد ۳ میں شامل ہے۔

(۱۱۴۸) عبدالقادر آزاد (لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۹ء، گوہانہ ضلع روہتک ...... وفات: ۱۴؍جنوری ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبدالقادر آزاد نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود سے حدیث کی تکمیل کی۔ بہاول پور اسلامی مشن کے مہتمم رہے۔ تبلیغی زندگی کا آغاز تنظیم اہل سنت کے سٹیج سے کیا اور بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہوگئے۔ نصف سے زیادہ دنیا میں تبلیغ اسلام کی سعادت حاصل کی۔ کئی بار حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ نامور خطیب تھے۔ عمر بھر تبلیغ اسلام کو حرز جان بنائے رکھا۔ بھرپور محنتی انسان تھے۔ اپنی محنت سے پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ عربی، اردو، فارسی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ انگریزی سے شناسائی تھی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ملنسار تھے۔ جسے ایک بار ملتے اس پر ایسا سحر کر دیتے کہ وہ

زندگی بھر آپ کی یادوں کو لئے پھرتا۔ مہمان نواز تھے۔ خوب وضع دار انسان تھے۔ جو شخص کسی کام کے لئے ان کے دروازہ پر گیا بھرپور کوشش کر کے اس کے کام کو کسی ٹھکانے پر لگا دیتے۔ سرکاری ملازمت کے باعث افسران سے میل ملاقات، رکھ رکھاؤ کا ڈھنگ آ گیا تھا۔ بڑے سلیقہ سے غریب دوستوں کے کام نکلوانے کی کامیاب کوشش کو وہ عبادت سمجھتے تھے۔ تمام دینی جماعتوں، اداروں، مدارس وشخصیات سے آپ کے مراسم تھے۔ تمام پاکستانی حکومتوں کے سربراہان سے راہ ورسم رکھا۔ مگر اس کے باوجود اپنے مسلکی تشخص پر آنچ نہیں آنے دی۔ عرب وعجم، افریقہ، امریکہ تک کے انہوں نے تبلیغی سفر کئے۔ جہاں تشریف لے گئے خوشگوار یادیں چھوڑ کر آئے۔ انہوں نے محنت کر کے خوب شہرت حاصل کی۔ ان کی وفات سے بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ شوگر کے مرض نے آن گھیرا اور پھر اپنے لوازمات سمیت شوگر نے ان کے ہاں ڈیرے لگا دیئے۔ آخر وقت موعود آن پہنچا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

مولانا آزاد مرحوم ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور چناب نگر قریباً ہر سال تشریف لاتے اور مثالی خطاب فرماتے۔ مولانا مرحوم نے ردقادیانیت پر تین رسائل تحریر کئے۔

۱...... ’’مرزائیت غیر مسلم اپنی تحریروں کے آئینہ میں‘‘

۲...... ’’اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وحکمتیں‘‘

۳...... ’’یہ ہے قادیانی‘‘

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۳۵ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للہ!

(۱۱۴۹) عبدالقادر اعظم گڑھی، مولانا محمد

(ولادت: ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء ...... وفات: ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

مولانا محمد عبدالقادر اعظم گڑھ کے شہر مئوناتھ بھجن میں پیدا ہوئے۔ مولانا حسام الدین، مولانا محمد علی، مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے کسب علم کیا۔ جناب ضیاء النبی بن سعد الدین نقشبندی سے تصوف کی تکمیل کی۔ رائے بریلی، مئو کا مٹی، اعظم گڑھ پڑھاتے رہے۔ آرہ کے مدرسہ میں بھی پڑھایا۔ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ ان میں ایک کتاب علم مناظرہ پر بھی ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے مرتب کردہ فتویٰ پر آپ نے تحریر فرمایا: ’’جس شخص کا یہ عقیدہ ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ واللہ اعلم!‘‘ فقیر: محمد عبدالقادر (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۸)

(۱۱۵۰) عبدالقادر انجم (ڈونگہ بونگہ بہاول نگر)، مولانا

(وفات: ۲؍جنوری ۲۰۲۱ء)

مولانا عبدالقادر انجم نے آج سے تقریباً تریسٹھ سال قبل حضرت مولانا سعید احمد خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ جب کہ دورۂ حدیث شریف جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے کیا اور حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رائے پوری، حضرت مولانا عبداللہ شیخ الحدیث، حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، حضرت مولانا مختار

احمد جیسے اساطین علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور احادیث نبویہ کے فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ کے والد محترم نے قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مبارک ہاتھوں سے جامعہ رحیمیہ کی ۱۹۵۰ء میں ڈونگہ بونگہ ضلع بہاول نگر میں بنیاد رکھی۔ مرحوم نے اپنے مدرسہ کا نظم سنبھالا اور اصلاحِ مخلوقِ خدا میں مصروف ہوگئے اور اپنے والد محترم کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ ڈونگہ بونگہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست اور آپ کے فرزند اکبر مولانا سعد السعید امیر تھے۔ آپ کی سرپرستی میں ختم نبوت کے تحفظ کا سلسلہ جاری رہا اور بھرپور رہا۔ بہاول نگر چونکہ سرحدی پٹی پر واقع ہے اور قادیانی ایک منصوبہ کے تحت سرحدی علاقوں میں قدم رکھے ہوئے ہیں، جس سے انڈیا کے لئے جاسوسی کے علاوہ ''اسمگلنگ'' کی سعادت بھی انہیں حاصل رہتی ہے۔ مولانا عبدالقادر انجم ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتے۔ جہاں کہیں ان کی سرگرمیاں دیکھتے تو اس کے تعاقب میں مصروف ہو جاتے، ہمارے مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی سلمہ کی مکمل سرپرستی فرماتے۔ گردوں کے مریض چلے آرہے تھے۔ بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال میں زیر علاج تھے کہ وقت موعود آن پہنچا۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا سعد السعید کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا اور انہوں نے اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھائی، جس میں ہزار ہا مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں مدرسہ رحیمیہ میں والد محترم مولانا سعید احمد کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

(۱۱۵۱) عبدالقادر پیارم پیٹی، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالقادر کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۴۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۱۵۲) عبدالقادر (جھاوریاں)، مولانا قاضی

(وفات: ۱۴؍اپریل ۱۹۸۶ء)

تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز، عالم، صوفی، جھاوریاں ضلع سرگودھا آبائی وطن، بیرون ممالک تبلیغ کے لئے سفر کے دوران میں قادیانی فتنہ کے انسداد کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے۔ حق تعالیٰ اعلیٰ مقام بہشت کا نصیب فرمائیں۔

(۱۱۵۳) عبدالقادر حیدر آبادی، مولانا

(ولادت: ۱۰؍ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ/ ۷؍اگست ۱۸۳۵ء ...... وفات: ۳؍ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ/ ۲۵؍نومبر ۱۹۱۱ء)

مولانا عبدالقادر بن فضل اللہ حنفی حیدر آبادی فقیہ علماء میں سے تھے۔ حیدر آباد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتداء میں کچھ عرصہ والد محترم کے ساتھ مشغول رہے۔ پھر پڑھائی کی طرف متوجہ ہوئے تو مولانا محمد زمان شاہ جہانپوری، شیخ فضل رسول عثمانی بدایونی ایسے حضرات سے پڑھ کر شیخ عبدالغنی دہلوی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں مقرر کئے گئے۔ متعدد کتب

کے مصنف بھی تھے۔آپ نے عقائد مرزا قادیانی سے متعلق فتویٰ ''علماء پنجاب و ہندوستان'' میں تائیدی عبارت ثبت کی۔''ان کان کذا فکذا۔ اگر قادیانی نے ایسا کہا ہے جو سوال میں ہے تو اس کا یہی حکم ہے جو جواب میں ہے کہ وہ دجال وکذاب ہے اور پابندی اسلام سے خارج ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۱۶۶)

(۱۱۵۴) عبدالقادر ڈیروی، مولانا

(وفات:۴/جولائی ۲۰۱۸ء)

مولانا عبدالقادر ڈیروی ایک جرأت مند، نڈر اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔آپ نے ۲۰۰۰ء میں جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان سے باضابطہ دورۂ حدیث شریف کیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد یٰسین صابر مدظلہ سے بخاری شریف کا درس لیا۔آپ کا اصلاحی تعلق گدائی شریف کے مولانا علی المرتضٰی سے تھا جو حضرت بہلوی اور حضرت مولانا فضل علی قریشی کے خلیفہ مجاز تھے۔ایک عرصہ تک کوئٹہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔مولانا حق گو عالم دین اور خطیب تھے۔ختم نبوت کانفرنسوں میں آپ کی زیارت وملاقات ہوتی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کارگزاری کی فرمائش کرتے، سننے کے بعد مسرت وشادمانی کا اظہار فرماتے،مجلس کے خورد وکلاں سے محبت اور ان کی عزت ووقار کا بہت خیال فرماتے تھے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۱۵۵) عبدالقادر رائے پوری، قطب الارشاد حضرت شاہ

(پیدائش:۱۸۷۳ء وفات:۱۶/اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ڈھڈیاں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کے باسی تھے۔ایک زمیندار اور علمی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔گھر پر اپنے چچا اور دیگر حضرات سے تحصیل علم کیا۔پھر سہارنپور، کانپور، دہلی، کہاں کہاں سے علم کے حصول کے لئے مجاہدانہ جدوجہد کی۔حضرت شیخ الہند سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں حضرت عبدالقادر رائے پوری نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری سے نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ عمر بھر خدمت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔پھر خلافت ملی اور آپ کے وصال کے بعد ان کے جانشین قرار پائے۔مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ''مرشد الاحرار'' تھے۔مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا محمد شریف بہاولپوری، مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری ایسی پوری قیادت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھی۔حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے آپ کی سوانح تصنیف کی۔شاہ عبدالقادر رائے پوری کی سوانح اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کا قلم سوچئے ناں کہ کس پایہ کی کتاب ہوگی۔اس وقت کی ہماری نسل نے شاید اس کتاب کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔ہائے درماندگی و یبوست نے کہاں پہنچادیا۔

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کرنے والوں کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے جس طرح اس محاذ کی سرپرستی فرمائی وہ ہمارے لئے اعزاز ہے کہ الحمدللہ! ہم ان کے سلسلہ سے پیوستہ ہیں ’’پیوستہ رہ شجر سے اور امید بہار رکھ‘‘ کے مصداق ہیں۔ ذیل میں چند متفرق باتیں سن لیں کہ کام آئیں گی:

۱...... حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے متعلق صلحائے امت کہتے ہیں کہ: ’’آپ مولانا انور شاہ کشمیری کے بعد ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔‘‘ ہر وقت اس فتنۂ عمیاء قادیانیت کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے۔ حضرت بخاری صاحب، مولانا قاضی صاحب، حضرت جالندھری، مولانا لال حسین، مولانا محمد حیات سب آپ کے مرید تھے اور آپ ہی نے ان حضرات کو اس کام پر لگایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی سے کتاب لکھوائی۔ ساری عرب دنیا میں تقسیم کرنے کا مجلس تحفظ ختم نبوت کو حکم فرمایا۔ ’’شہادۃ القرآن‘‘ کی طبع ثانی بھی آپ کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ سنئے: آپ نے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسین اختر سے فرمایا کہ: ’’مجھے آپ سے، مولانا محمد علی، مولانا محمد حیات سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس لئے کہ آپ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں۔‘‘ مولانا لال حسین اختر نے عرض کیا: ’’پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔‘‘ حضرت والا نے فرمایا: ’’مولوی صاحب! آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کریں، باقی آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں، بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا دارومدار حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ہے۔‘‘ (روئیداد مجلس ۱۹۸۲ھ ص۱۴)

۲...... فقیر راقم الحروف کو تردّد تھا کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خانوادۂ رائے پوری کا بظاہر حصہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ ۱۰؍محرم ۱۴۰۳ھ/ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۸۲ء کو جھاوریاں ایک تبلیغی جلسے میں حاضر ہوا۔ حضرت رائے پوری کے خلیفہ مولانا قاضی عبدالقادر سے ملاقات ہوئی، جو تبلیغی جماعت کے بزرگ رہنما تھے۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ: جب مولانا لال حسین اختر کی وفات کے بعد عارضی امارت مجلس تحفظ ختم نبوت کی مولانا محمد حیات کے سپرد کی گئی تو میں دین پور شریف حضرت میاں عبدالہادی خواجۂ خواجگان کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ: ’’میں معذور ہوں، سفر کے لائق نہیں۔ آپ کراچی شیخ الاسلام حضرت بنوری کے پاس تشریف لے جائیں اور میری طرف سے عرض کریں کہ وہ ختم نبوت جماعت کی صدارت قبول کرلیں۔‘‘ یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے۔ میں نے کراچی جاکر حضرت بنوری سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ: ’’انشراح نہیں!‘‘ دوسرے دن عرض کیا۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ تیسرے دن حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ: ’’میاں عبدالہادی صاحب نے یہ فرمایا نہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان کا وجدان کہتا ہے کہ ختم نبوت کے محاذ پر کوئی اہم کام ہونے والا ہے۔ اس کے لئے آپ ایسی جامع شخصیت کی کنٹرولر کی حیثیت سے ضرورت ہے۔‘‘ حضرت بنوری مسکرائے، فرمایا کہ: ’’حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی کا بھی مدینۃ الرسول سے خط آیا ہے۔ انہوں نے بھی فرمایا ہے کہ: ختم نبوت کی صدارت بغیر وجہ پوچھے قبول کرلو۔ ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔ اس میں نہ صرف خیر ہے، بلکہ آقائے نامدار ﷺ کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔‘‘ چنانچہ حضرت بنوری کو ختم نبوت جماعت کی صدارت کے لئے میں (قاضی عبدالقادر جھاوریاں) نے آمادہ کرلیا۔

۳...... ۱۹۷۳ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بنے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک چل نکلی۔ آپ کو ۱۶؍جون ۱۹۷۴ء کے اجلاس فیصل آباد میں آغا شورش کی تحریک پر مجلس عمل کا بھی صدر بنا دیا گیا۔ آپ نے جس بیدار مغزی سے

تحریک کو کنٹرول کیا، وہ آپ کا حصہ ہے۔ آپ کی صدارت وسرپرستی میں چلنے والی تحریک بالآخر کامیاب ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

۴...... الحاج محمد ارشد صاحب نے (شاہ عبدالقادر رائے پوری سے) عرض کیا کہ: ''چاند کے بارے میں تحقیقات کرنے والوں کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں، میں بھی شریک تھا۔ ایک صاحب نے اپنی تحقیق بیان کی کہ فلاں مقام پر جب ہم سیر کرتے ہوئے فضا میں پہنچیں گے تو وہاں ایک گھنٹہ ہوگا جب کہ زمین پر مہینہ۔'' حضرت اقدس نے فرمایا: ''پھر تو حیات مسیح کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان سے اوپر کے مقامات میں وہاں ایک گھنٹہ ہو اور یہاں سال بھر اور اوپر اور زیادہ۔ حتیٰ کہ وہاں ایک دن اور یہاں ہزار سال۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: ''وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ'' اور ''فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ'' تو حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں دو ہزار سال ہوں تو وہاں دو دن۔''

۵...... مولانا عبدالعزیز صاحب دہلوی نے کہا کہ: میں نے مرزائیوں سے ایک مناظرے میں کہا تھا کہ ہمارا رزق بھی تو آسمان سے آتا ہے۔ ''وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ'' تو اللہ تعالیٰ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو وہیں بلالیں تو کیا ان کو وہاں رزق نہیں دیا جاسکتا......؟

قسم قسم کی مخلوق

۶...... پروفیسر عبدالغنی صاحب نے (شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں) عرض کیا کہ: کراچی کے ایک اخبار میں آیا تھا کہ امریکا میں ایک عورت ہے جس نے بہت عرصہ کچھ کھایا نہیں اور بدستور کام کرتی رہتی ہے۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے کہا کہ: ایسا ہی ایک اخبار میں آیا تھا کہ امریکا میں ایک عورت بہت عرصے سے سوئی ہوئی ہے (غالباً پچیس سال بتائے تھے) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی مخلوق ہے۔''

۷...... مولانا محمد ابراہیم (میاں چنوں والے) نے کہا: میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے چند صفحات دیکھے تھے۔ سیاہی ہی سیاہی قلب پر آگئی۔ پھر میں نے کتاب بند کردی۔ حضرت نے فرمایا: ''اس کی کتابیں دیکھنی ہی نہ چاہئیں۔'' پھر حضرت رائے پوری نے فرمایا: ''مولوی احمد رضا خان بریلی نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں اس غرض سے منگوائی تھیں کہ ان کی تردید کریں گے۔ میں نے بھی دیکھیں۔ قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہوگیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔ حکیم نورالدین بھیروی سے ملاقات ہوئی۔ پھر اس کا سارا قصہ بیان فرمایا۔ حکیم مذکور نے حضرت سے فرمایا: ''ہمیں انوار نظر آتے ہیں۔ تکلم باری ہوتا ہے۔'' فرمایا: ''میں نے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں حق دکھادے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ اس طرف سے طبیعت بالکل ہٹ گئی۔''

''بچو! وہ تو کافر ہے''

۸...... حضرت رائے پوری نے فرمایا: ''ڈاکٹر محمد امیر خان صاحب بھی پہلے قادیانی رہ چکے ہیں۔ پھر ڈیرہ دون کے ایک بزرگ سے ملے۔ ان کی دعا سے توبہ کی توفیق ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ: میں جب ان کے پاس گیا اور پڑھنے کے لئے کچھ ورد و وظیفہ

پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''اپنے پیر سے پوچھ لو۔'' اور فرمایا: ''کیا تمہارا کوئی پیر ہے؟'' میں نے کہا: میرا پیر غلام احمد قادیانی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بچو! وہ تو کافر ہے۔'' میں حیران ہوا کہ مجھے ''بچو'' کہتے ہیں اور میرے پیر کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن ان کا ایسا تصرف ہوا کہ میرا دل ادھر سے پھر گیا اور میں نے مرزائیت سے توبہ کی اور انہی بزرگ سے بیعت ہوگیا۔''

قادیان کا ناپاک گندا پانی

۹...... نیز حضرت رائے پوری نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ: ''میں نے خواب دیکھا کہ قادیان میں ناپاک گندے پانی میں کھڑا ہوں اور مجھے کسی آدمی نے پکڑ کر وہاں سے باہر نکال دیا۔''

۱۰...... مولانا عبدالرحمٰن صاحب میانوی مشہور مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ: ایک بار موسم گرما میں ماہ رمضان المبارک گزارنے کے لئے حضرت مری تشریف رکھتے تھے۔ میں بھی ایک شدید مرض سے افاقے کے بعد مری چلا گیا اور حضرت کی صحبت میں رہنے لگا۔ ایک روز تبلیغی جماعت کے ایک صاحب سے میری کچھ بحث چل پڑی۔ اس میں کچھ تلخی کی باتیں بھی ہوگئیں۔ دوسرے روز حضرت وضو فرمانے لگے تھے کہ ان صاحب نے میری شکایت کی۔ حضرت وضو سے رک گئے اور رنجیدہ لہجے میں فرمایا: ''مجھ سے ان حضرات کی شکایت نہ کیا کرو۔ آج کے زمانے میں حضورﷺ کی عزت و ناموس پر ان کی طرح جان نثار کرنے والا کون ہے؟ حضورﷺ کی محبت میں ان کو میں صحابہؓ کے نقش قدم پر دیکھ رہا ہوں۔ آئندہ کوئی اس جماعت کی مجھ سے شکایت نہ کرے۔''

۱۱...... وطن (ڈھڈیاں) میں کچھ عرصہ قیام کے بعد دوبارہ رائے پور تشریف کا عزم کیا۔ روانہ ہونے لگے تو آپ کے چچازاد بھائی مولوی سعداللہ کے بیٹے مولوی امام الدین نے جو کہ بیمار تھے فرمائش کی کہ مجھے راستے میں حکیم نورالدین کو دکھاتے چلو۔ حکیم نورالدین بھیرہ کا رہنے والا تھا اور حضرت کے خاندان کے بزرگوں کا شاگرد بھی تھا۔ اس تعلق کی وجہ سے آپ اپنے چچازاد بھائی کو لے کر قادیان پہنچے۔ آپ کے والد کے شاگرد حافظ روشن دین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سات آٹھ روز حکیم مذکور کے مہمان رہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ عصر کے بعد سے ان کی مجلس عام ہوا کرتی تھی۔ قسم قسم کے لوگ آتے اور مسئلے مسائل پوچھتے رہتے تھے۔

ایک روز تنہائی میں، میں نے ان سے پوچھا کہ: ''آپ جو کہتے ہیں کہ حق صرف ہمارے پاس ہی ہے اور باقی سب باطل پر ہیں اور قرآن ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے۔ تو اس کی دلیل کیا ہے کہ آپ ہی حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر؟'' انہوں نے کہا: ''ہمیں انوار نظر آتے ہیں۔'' اور کہا کہ: ''مجھے تو مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ آریوں اور عیسائیوں کے ردّ میں ایک کتاب لکھو۔ میں نے لکھ دی۔ میرا سلوک تو اسی میں طے ہوگیا۔'' میں نے کہا کہ: ''انوار تو دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کو بھی؟'' وہ خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے: ''ہم سے مکالمہ باری ہوتا ہے۔'' اس پر میں خاموش ہوگیا۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دوسروں کو مکالمہ باری ہوتا ہے یا نہیں۔ چونکہ میں رائے پور شریف سے ہو کر گیا تھا۔ میں نے اتنا کہا: ''تم حق پر ہو یا نہ ہو، جس شخص کو میں (رائے پور میں) دیکھ کر آیا ہوں، وہ ضرور باطل پر نہیں ہے۔ یقیناً حق پر ہے۔'' میں نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کو قرآن مجید پڑھتے بھی دیکھا تھا۔ تہجد میں طویل تلاوت فرماتے تھے۔ کبھی رو رہے ہیں۔ جب عذاب کا ذکر آتا تو رو رو کر استغفار پڑھ رہے ہیں۔ ہاتھ جوڑ رہے ہیں۔ اسی طرح جب آیات رحمت کی تلاوت کرتے تو خوش ہو رہے ہیں اور سکوت ہے۔ میں نے سمجھا کہ یہ بھی غلط

ہے کہ دوسروں کے دلوں میں قرآن نہیں اترا۔ اگر میں نے حضرت کو نہ دیکھا ہوتا تو میں تو قادیانی بن گیا ہوتا۔

قادیان سے آپ کے ساتھی تو وطن کو واپس ہوگئے اور ہم سہارنپور سے ہوتے ہوئے رائے پور شریف پہنچ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ذکر کی کیفیت پوچھی۔ آپ نے کسر نفسی سے فرمایا کہ: ''حضرت! میں تو غبی ہوں۔ اپنے اندر کچھ نہیں پاتا۔'' پھر جو کیفیت تھی وہ عرض کی۔ حضرت نے فرمایا: ''الحمد للہ!'' اسی حاضری میں بیعت سے مشرف ہوئے اور رائے پور شریف میں مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا۔ ایک روز اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا: ''مولوی صاحب! آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں؟'' فرمایا: ''والدہ، بیوی اور دو بھائی!'' فرمایا: ''یہ تو بڑا کنبہ ہے۔ ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ ہم آپ اکٹھے رہتے۔'' عرض کیا: ''حضرت! سب کے ہوتے ہوئے بھی میرا کوئی نہیں ہے۔ میں تو یہ نیت لے کر آیا تھا کہ ساتھ ہی رہوں گا۔'' چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد جب وہاں رائے پور ہی میں آپ کو اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی اور آپ نے حضرت کی خدمت میں اطلاعی خط پیش کیا تو حضرت نے کچھ ایسے کلمات فرمائے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ حکمت الٰہی کسی دوسرے کام کے لئے یکسو بنانا چاہتی ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ: میں نے ایک مرتبہ موقع دیکھ کر اپنے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: ''قادیانی، انوار کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتی ہیں اور گریہ وحشت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟'' حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا: مولوی صاحب سنو! ''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى''

۱۲...... مولانا محمد حیات اپنے ساتھ ایک رسالہ بہائیوں کے متعلق جو مرزائیوں نے شائع کیا ہے، لائے اور حضرت رائے پوری کی خدمت میں عرض کیا کہ: مرزا قادیانی اور بہاء اللہ ایرانی میں یہ فرق ہے کہ مرزا قادیانی بزدل تھا۔ انہوں نے آہستہ آہستہ زمین ہموار کرنے کے بعد دعویٰ نبوت کیا۔ لیکن بہاء اللہ نے کھلے طور پر اور حکومت کی مخالفت کے باوجود دعویٰ نبوت کیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن اور شریعت اسلام اب منسوخ ہوگئی۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے قادیانیت کے ردّ میں ایک مختصر تقریر فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ: ''اگر بالفرض مرزا قادیانی بڑے نمازگزار، تہجد خوان اور پرہیزگار بھی ہوتے اور ان کی ساری پیشین گوئیاں مولانا ثناء اللہ والی، عبداللہ آتھم والی، محمدی بیگم والی اور ڈاکٹر عبدالحکیم والی بھی صحیح ثابت ہو جاتیں تو بھی ان کا دعویٰ نبوت غلط ہوتا اور وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے کافر اور مرتد ہوتے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ: ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' اور قرآن مجید نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق ''خاتم النّبیین'' کہہ دیا ہے۔ مرزا کا علاج تو بس ایک ہی تھا، جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب کا کیا تھا کہ نہ اس کی کوئی بات سنی، نہ اس کو کسی دلیل سے جواب دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ وہی کیا جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اب ہم مسلمانوں کی کمزوری ہے کہ ہم سے صحابہ رضی اللہ عنہم والا کام نہ ہوسکا۔ تاہم کمزور ایمان کے ساتھ جتنا کچھ ہوسکے خالی از اجر وثواب نہیں ہے اور لسانی جہاد میں شامل ہے۔

۱۳...... آپ نے حضرت جالندھری کو حکم فرما کر مجلس تحفظ ختم نبوت سے شہادت القرآن شائع کرائی۔

۱۴...... حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی سے حکم فرما کر ''قادیانیت ایک تجزیہ'' شائع کرائی۔ صرف آپ نہیں آپ کے جملہ خلفاء بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل تھے۔

(۱۱۵۶) عبدالقادر روپڑی، مولانا حافظ

(پیدائش: ۱۹۲۰ء، روپڑ ...... وفات: ۶/دسمبر ۱۹۹۹ء، لاہور)

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ روپڑ انڈیا میں حاصل کی۔ اپنے چچا مولانا عبداللہ روپڑی سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ تقسیم کے بعد لاہور آ گئے۔ چوک دالگراں جامع مسجد القدس آپ کی یادگار ہے۔ دینی ادارہ، ایک ماہنامہ، لائبریری آپ کی باقیات ہیں۔ آپ نامور مناظر تھے۔ بہت اچھے خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ شامل تھے۔ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا تو حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کی روایت کے مطابق آپ نے ملاقات پر جنرل صاحب کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور فرمایا میں وہابی ہوں۔ مگر ہاتھوں کا بوسہ اس لئے لیا کہ آپ نے بہت بڑا کام ان ہاتھوں سے سرانجام دیا ہے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور چناب نگر کے مستقل آپ خطیب تھے۔ خوب حاضر جواب اور عمدہ بیان کی خوبیوں کے حامل تھے۔

(۱۱۵۷) عبدالقادر (سات گڑھی)، مولانا

''رد الشبہات القادیانیہ، بالاحادیث و الایات القرآنیہ'' حضرت مولانا عبدالقادر ساکن مقام سات گڑھ پیرم پیٹ ضلع شمالی ارکاٹ کی تالیف ہے جو شوال ۱۳۱۳ھ مطابق مارچ ۱۸۹۶ء میں مطبع نامی شہر کانپور میں شائع ہوئی۔ دہلی میں مولانا محمد بشیر شہسوانی اور ملعون قادیان کا تحریری مباحثہ ہوا۔ جسے ملعون قادیان نے ''مباحثہ دہلی'' اور مولانا محمد بشیر صاحب نے ''الحق الصریح فی حیات المسیح'' کے نام پر شائع کیا۔ ''الحق الصریح'' احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع ہو چکی ہے۔ مباحثہ دہلی میں ملعون قادیان نے جو مزعومہ دلائل پیش کئے اس کتاب میں مولانا عبدالقادر صاحب نے ان پر محاکمہ کیا ہے اور اب یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۱۵۸) عبدالقادر (ساکن بیگووال ریاست کپورتھلہ)، مولانا

مولانا عبدالقادر نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''قادیانی کا اعتقاد جو اس کی تصانیف سے ثابت ہے قرآن، حدیث، اجماع صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین وغیرہ علمائے حق کے خلاف ہے۔ اس کی تصانیف میں معجزات مذکورہ قرآن کا صاف انکار پایا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے ہدایت کرے۔''

(۱۱۵۹) عبدالقادر سمانوی، مولانا محمد

مولانا محمد عبدالقادر سمانوی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ''قادیانی لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ خدا اور اس کے برگزیدہ رسول پر افتراء کرتا ہے۔ اسلام کا پیرو بن کر کفار کے طور طریقے پسند کرتا اور اس ذریعہ سے دنیا کماتا ہے۔''

(۱۱۶۰) عبدالقادر (گجرات)، جناب ڈاکٹر

محترم ڈاکٹر عبدالقادر کا مرتب کردہ رسالہ ’’پیغام حق‘‘ ہے۔ سن طبع معلوم نہ ہوسکا۔ مرزا قادیانی کی انگریز پرستی کے حوالہ جات پر یہ مشتمل ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب مجلس احرار الاسلام گجرات کے امیر تھے۔ آپ نے یہ رسالہ شائع کیا۔ اس پر نمبر:ا درج ہے۔ لگتا ہے کہ بعد میں دوسرے نمبر بھی موصوف شائع کرنا چاہتے تھے۔ ہوئے یا نہ؟ البتہ ہمیں دستیاب نہ ہوسکے اور جو ملا وہ احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۱۶۱) عبدالقدوس (بنگلور)، حضرت قاضی شاہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا قاضی عبدالقدوس کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۴۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۱۱۶۲) عبدالقدوس ہاشمی، مولانا جسٹس

(پیدائش:۲۴ر نومبر۱۹۱۴ء، کاکا صاحب ...... وفات:۱۴ر مئی ۱۹۸۸ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ پشاور یونیورسٹی میں اسلامیات کے شعبہ کے سربراہ رہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی مقرر ہوئے۔ جنرل ضیاء الحق صاحب نے ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ قادیانیوں نے اس وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ چار جسٹس صاحبان کے بنچ نے سماعت کیا اور قادیانی اپیل کو رد کر دیا۔ ان فیصلہ دینے والوں میں ایک آپ بھی تھے۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۸۵ء، ایف.ایس.بی ۸)

(۱۱۶۳) عبدالقدیر امروہی، جناب

جناب عبدالقدیر امروہی کا مضمون جو پہلے القاسم دیوبند رجب ۱۳۳۹ھ/ اپریل ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔ پھر ’’مرزائی احمدیوں کی شرمناک رسوائی‘‘ کے نام پر رسالہ کی شکل میں شائع ہوا۔ اس میں:

۱...... موریشس افریقہ کی مسجد سے قادیانیوں کی قانونی بے دخلی۔
۲...... سیدنا مہدی، سیدنا مسیح علیہم السلام اور قادیانی ملعون۔
۳...... محمدی بیگم کا نکاح اور قادیانی ملعون۔
۴...... سلطان بیگ اور مرزا قادیانی۔

ان چار طریقوں پر مرزائیوں کی رسوائی اور مرزا ملعون قادیانی کے کذب کو واضح کیا گیا ہے۔ نوّے سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد۳۱ میں شائع کیا گیا۔

(۱۱۶۴) عبدالقدیر چوہدری، جناب جسٹس

قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ سپریم کورٹ کے چار جسٹس صاحبان نے اس کی ہفتہ بھر سماعت کی اور اسے ۳/جولائی ۱۹۹۳ء کو مسترد کر دیا۔ قادیانیت سپریم کورٹ میں شکست کھا گئی اسلام جیت گیا۔ سپریم کورٹ کے اس بنچ میں جناب عزت مآب جسٹس چوہدری عبدالقدیر صاحب بھی تھے۔ (ایس.سی.ایم.آر ۱۸/۱۷، ۱۹۹۳ء)

(۱۱۶۵) عبدالقدیر شاہ (احمد پور شرقیہ)، قاری سید

(وفات: ۵/مارچ ۲۰۱۹ء)

قاری سیّد عبدالقدیر شاہ احمد پور شرقیہ کے نامور استاذ قرأت وحفظ تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے پانی پت کرنال سے ہجرت کر کے احمد پور شرقیہ تشریف لائے آپ کے والد قاری فتح الرحمٰن، دادا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی حفاظ وقرأ کے استاذ تھے۔ آپ نے اپنے والد محترم قاری فتح الرحمٰن سے حفظ کیا اور احمد پور شرقیہ کی چاچا بستی میں خوبصورت مسجد اور مدرسہ قائم کیا۔ بہت ہی مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی، انتہائی محبت سے پیش آتے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، علاوہ ازیں جب بھی مجلس نے کوئی پروگرام دیا احمد پور شرقیہ میں انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ بہاول پور میں میرے زمانہ تبلیغ میں ان کی مسجد تحریک ختم نبوت کا مرکز رہی۔ کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ بلاوا آیا تو راہی ملک عدم ہوئے۔ احمد پور شرقیہ کے منیر شہید چوک کے محمود پارک میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۱۶۶) عبدالقدیر صدانی، مولانا

مولانا عبدالقدیر صدانی، قاہرہ مصر کے اخبار ''الفتح'' ۱۰/شعبان ۱۳۵۴ھ / ۸/نومبر ۱۹۳۵ء کو ''من انصار القادیانیین'' مضمون شائع ہوا۔ جس کا حضرت مولانا عبدالقدیر صدانی نے پہلے اخبار مجاہدین میں پھر اس پمفلٹ کے ذریعہ ترجمہ شائع کیا۔ ساٹھ سال بعد دوبارہ اسے اب احتساب قادیانیت کی جلد ۵۶ میں محفوظ کر کے سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کا نام ''مرزائیت اور عیسائیت'' ہے۔ رد قادیانیت پر ان کا دوسرا رسالہ ''ڈھول کا پول'' ہے۔

(۱۱۶۷) عبدالقدیر مومن پوری (چھچھ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۴/دسمبر ۱۹۹۰ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور سید انور شاہ کشمیری ومولانا شبیر احمد عثمانی کے شاگرد تھے۔ عمر بھر فراغت کے بعد تدریس سے وابستہ رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں صف اوّل میں رہ کر علاقہ کی قیادت فرمائی۔ مومن پورہ علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں ہے۔

(۱۱۶۸) عبدالقوی (اعظم گڑھ)، مولانا

(پیدائش:۱۸۹۲ء ...... وفات:۱۹۶۷ء)

آپ منڈیار ضلع اعظم گڑھ میں شاہ حبیب اللہ خان کے گھر پیدا ہوئے۔ ۴ سال جونپور میں پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور مولانا خلیل احمد ودیگر اساتذہ سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام نمایاں ہیں۔ فتویٰ تکفیر قادیان میں صورت مسئولہ کا ایک جواب مولانا عنایت الٰہی مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور نے دیا۔ اس کی تائید میں آپ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۶۶)

(۱۱۶۹) عبدالقوی لقمان، جناب ڈاکٹر

(پیدائش:۶/نومبر ۱۹۰۱ء)

آپ مولانا محمد احمد کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے جو مولانا عبیداللہ سندھی کے قرابت داروں میں سے تھے۔ یہ جمعیۃ انصار کے ناظم بھی رہے۔ جس کے صدر مولانا سندھی تھے۔ ڈاکٹر عبدالقوی نے لاہور سے ایم. بی. ایس کیا۔ تین ماہ مولانا سید انور شاہ کشمیری کے پاس دیوبند میں گزارے۔ لاہور پرانی کوتوالی میں کلینک قائم کیا۔ مجلس احرار سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۳۵ء کے زلزلہ کوئٹہ میں مجلس احرار کے امدادی کیمپ کے میڈیکل شعبہ کے انچارج تھے۔ عمر بھر مجلس احرار سے وابستہ رہے اور قادیانی فتنہ کی فتنہ سامانیوں کا تریاق امت مسلمہ کو مہیا کرتے رہے۔

(۱۱۷۰) عبدالقیوم (آزاد کشمیر)، جناب سردار

(پیدائش:۱۴/اپریل ۱۹۲۴ء، آزاد کشمیر وفات:۱۰/جولائی 2015ء)

جناب سردار عبدالقیوم صاحب سابق صدر آزاد کشمیر اور مجاہد اوّل ہمارے اس خطہ کے نامور سیاستدان تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت کے انسان تھے۔ شریف الطبع شخص تھے۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں کے بعد سیاستدانوں میں انہیں احترام کا خاص مقام حاصل تھا۔ ۱۹۷۳ء میں جب آزاد کشمیر کی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور ہوئی تو اس وقت آزاد کشمیر کے آپ صدر تھے۔

پاکستان حکومت کے اس وقت امور کشمیر کے وفاقی وزیر غالباً ڈاکٹر مبشر حسن تھے اور وہ مذہب سے زیادہ لگاؤ کی بجائے آزاد خیال تھے۔ اس زمانہ میں وفاقی وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان تھے۔ انہوں نے سردار عبدالقیوم صاحب پر بہت دباؤ ڈالا کہ وہ یہ قرارداد واپس لیں۔ یعنی آزاد کشمیر اسمبلی میں اس قرارداد کے خلاف قرارداد منظور کرائیں۔ لیکن سردار صاحب نے دباؤ کو برداشت کیا اور ایسے نہ ہونے دیا۔ اس کا صدقہ تھا کہ اگلے سال ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ سردار عبدالقیوم صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر تشریف لاتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا تاج محمود سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔

(۱۱۷۱) عبدالقیوم آصف (بھکر)، مولانا

(ولادت:۱۹۶۸ء وفات:۴/اپریل ۲۰۱۱ء)

راقم لاہور ہی میں تھا کہ یہ دل دہلا دینے والی خبر ملی کہ مولانا عبدالقیوم آصف جامعہ اشرفیہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس جوان سال عالم دین کی موت کی خبر دینی حلقوں کے لئے بڑی دلخراش خبر تھی۔ ملک بھر میں ان کے انتقال کی خبر بڑے کرب اور رنج الم کے عالم میں سنی گئی۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو رستگاری نہیں مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے چلے جانے سے ایک عہد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد کے نواسے مولانا عبدالقیوم آصف کی بے وقت موت کا نوحہ لکھ رہا ہوں تو ہاتھوں پر مسلسل کپکپاہٹ سی طاری ہے اور زبان ہے کہ گنگ ہو چکی ہے۔ حیران ہوں کہ اس شخص نے صرف بیالیس سال کی عمر میں بہت کچھ کمایا۔ اس تبحر عالم دین کا تذکرہ رقم کرنا کافی مشکل لگ رہا ہے۔ مولانا عبدالقیوم آصف نے حضرت خواجہ خان محمد کے پہلے خدمت گار حاجی محمد عثمان کے گھر میں آنکھ کھولی تھی۔ حضرت خواجہ خواجگان کے زیر سایہ قرآن حکیم حفظ کیا۔ بعدازاں آپ کے والدین نے بھکر شہر میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور ۱۹۸۲ء میں مولانا مرحوم نے وطن عزیز کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ کا رخ کیا اور وہاں سے عالم فاضل کا کورس مکمل کیا۔ آپ کا شمار جامعہ اشرفیہ کے ہونہار طلباء میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جامعہ اشرفیہ کے علماء اور طلباء کے دلوں میں آپ کا بے حد احترام پایا جاتا تھا۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ آپ نے دنیاوی علوم پر بھی خاص توجہ مرکوز رکھی اور اس میدان میں بھی اپنی ذہانت وفطانت کا لوہا منوایا۔ جامعہ اشرفیہ کے ہر پروگرام اور بالخصوص حسن قرأت کی محفلوں میں آپ ہمیشہ سرفہرست رہتے۔ دین اسلام سے محبت آپ کے رگ وپے میں اتر گئی تھی۔ ۱۹۹۳ء میں مولانا مرحوم انگلینڈ کے شہر مانچسٹر کی مرکزی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں عرصہ پانچ سال تک خدمات سرانجام دیں۔ برطانیہ اور پاکستان میں جہاں بھی رہے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی لمحہ غافل نہیں رہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں عقیدۂ ختم نبوت کا مبلغ بنایا تھا۔

۱۹۹۸ء میں وطن واپسی ہوئی تو ایک بار پھر جامعہ اشرفیہ کی محبت والفت مولانا کو اپنی جانب کھینچ لائی اور آپ نے مرتے دم تک جامعہ اشرفیہ کی چوکھٹ تھامے رکھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار کافی عرصے کے بعد جب مولانا سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے مصروفیت جاننا چاہی تو مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ بھائی ہم نے جامعہ اشرفیہ کو چھوڑ کر کہاں جانا ہے۔ ان کے بھانجے پروفیسر سعید عاصم نے بتایا کہ مولانا مرحوم ہمیشہ یہی کہتے کہ میں نے تقریباً چھبیس سے زائد ممالک کو بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ مگر جو مزہ اور سکون اس عظیم دینی درسگاہ سے وابستہ رہنے میں ہے وہ مجھے کہیں بھی نہیں ملا۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کے ساتھ اس قدر قریبی تعلق تھا کہ مولانا اشرفی آپ کو اپنا بیٹا کہہ کر فخر محسوس کرتے تھے۔ مولانا فضل الرحیم، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار اور روحانی نوعیت کے رہے۔

ایک بات جو مولانا عبدالقیوم آصف کو اور بھی نمایاں کرتی تھی یہ کہ پہلے مولانا مرحوم کا شمار کرکٹ کے بہترین کھلاڑیوں میں ہوتا تھا۔ انضمام الحق، یونس خان، راشد لطیف کے ساتھ مولانا کے دوستانہ مراسم تھے۔ خداداد صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو پاکستان

کرکٹ بورڈ نے انڈر نائنٹین کا اعزازی چیف سلیکٹر کا عہدہ دیا اور راشد لطیف اکیڈمی نے چیف سلیکٹر مقرر کیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ مولانا مرحوم نے مصباح الحق اور محمد سمیع جیسے معروف بلے باز اور باؤلر پیدا کئے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کی جانب سے آپ نے درجنوں ممالک کا دورہ کیا۔ مگر دینی اقدار کو بھی مضبوطی سے تھامے رکھا اور خدمت دین میں بھی ہراوّل دستے کا کردار ادا کیا۔ مانچسٹر قیام کے دوران ہی آپ کی ملاقات پاکستانی شہری، معروف صنعت کار حاجی عبدالرحمٰن سے ہوئی جس نے مولانا کے خلوص وجذبے سے متأثر ہوتے ہوئے ان سے مشورہ لینا چاہا کہ میں دین کی خدمت کس انداز میں کرسکتا ہوں؟ مولانا عبدالقیوم آصف نے انہیں بھکر میں مقیم معروف عالم دین اور جے. یو. آئی (ف) کے سرپرست اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ مدظلہ سے متعارف کروایا اور یوں مولانا مرحوم کی محنتوں سے اس پسماندہ خطے کو ایک عظیم دینی درسگاہ جامعہ قادریہ کی صورت میں میسر آئی جہاں اس وقت سینکڑوں طلباء وطالبات دینی علوم کے حصول کے لئے مصروف عمل ہیں۔

اس جواں سال عالم دین کے جسد خاکی کے ہمراہ جب ہم رات دس بجے بھکر شہر میں پہنچے تو لوگوں کے جم غفیر نے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور ہر طرف رنج والم میں ڈوبی سسکیاں ابھر رہی تھیں۔ مولانا عبدالقیوم آصف کی دوسری نماز جنازہ علاقہ کی ممتاز دینی درسگاہ جامعہ قادریہ کے سبزہ زار میں سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں جے. یو. آئی کے سرپرست اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ مدظلہ، صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ سعید احمد، جے. یو. آئی کے پنجاب میں ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا محمد صفی اللہ سمیت علاقہ بھر کی معزز سیاسی وسماجی شخصیات اور شہریوں نے شرکت کی۔ یہ آفتاب مسلسل بیالیس سال تک عالم میں روشنیاں بکھیرنے کے بعد دریائے سندھ کے اس پار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ ملک کے معروف شاعر اور مولانا مرحوم کے بھانجے پروفیسر سعید عاصم کا یہ شعر ان کی زیست کا احاطہ کرتا نظر آتا ہے۔

سرسبز کر گیا ہے امیدوں کی کھیتیاں ۔۔۔ بنجر زمین کے لئے ابر بہار تھا وہ

(عبدالستار اعوان، روزنامہ اسلام ملتان، مؤرخہ ۸؍اپریل ۲۰۱۱ء)

(۱۱۷۲) عبدالقیوم پامسٹ (لاہور)، جناب

(وفات: ۱۹؍دسمبر ۱۹۹۲ء)

آپ پاکستان عوامی تحریک پنجاب کے صدر رہے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت، تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور شریک سفر رہے۔

(۱۱۷۳) عبدالقیوم پراچہ (بھیرہ ضلع سرگودھا)، جناب

جناب عبدالقیوم پراچہ سرگودھا کے رہائشی ہیں۔ قادیانیوں نے ایک رسالہ ''احمدی مسلمان کس غیراحمدی کے پیچھے نماز پڑھیں'' مرتب کیا جو پراچہ صاحب کے مکان کی ڈیوڑھی میں پھینک گئے۔ آپ نے قادیانیوں کے رسالہ کا ''قادیانیوں کا اصل حقیقت سے فرار'' کے نام جواب دیا۔ آپ نے بھی اسے شائع کرکے خوب تقسیم کیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں یہ رسالہ شائع ہوگیا ہے۔

(۱۱۷۴) عبدالقیوم پوپلزئی (پشاور)، حضرت مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۲۵/ مارچ ۱۹۸۳ء)

آپ مولانا عبدالحکیم مفتی سرحد کے صاحبزادہ تھے۔ ابتدائی تعلیم پشاور میں حاصل کی۔ دوسال دارالعلوم دیوبند پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث ۱۹۳۵ء میں مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کے ہاں جامعہ امینیہ دہلی میں کیا۔ بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے وصال کے بعد جامع مسجد قاسم علی خان پشاور میں نصف صدی سے زائد عرصہ تک خدامت سرانجام دیں۔ انتہائی خلیق وضع دار اور خوددار عالم دین تھے۔ فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کے تائیدی دستخط ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۵)

(۱۱۷۵) عبدالقیوم خان، جناب خان

(پیدائش: ۱۶/ جولائی ۱۹۰۱ء، چترال ...... وفات: ۲۲/ اکتوبر ۱۹۸۱ء، اسلام آباد)

سیاستدان اور قانون دان تھے۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے خیبر پختونخواہ کے وزیراعلیٰ بنے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ وفاقی وزیرداخلہ تھے۔ پاکستان مسلم لیگ کے صدر بھی رہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی کی کابینہ کے رکن بھی۔ صحیح معنی میں ایسے سیاستدان تھے جو وفاداریاں بدلنے میں کسی ہچکچاہٹ کا شکار نہیں ہوتے۔ البتہ قادیانیوں کے بارہ میں امت مسلمہ کے مسلمہ مؤقف کے ساتھ تھے۔ ملاحظہ ہو: ''میں اور میری پارٹی کا ہر رکن اس عقیدے پر ایمان رکھتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور ان کو آخری نبی تسلیم نہ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ عقیدہ نہ صرف میرا ہے بلکہ قومی اسمبلی میں پاکستان مسلم لیگ کے تمام ارکان کا بھی ہے۔'' (روزنامہ مشرق مؤرخہ ۲/ جولائی ۱۹۷۴ء)

(۱۱۷۶) عبدالقیوم سرحدی، مولانا

مولانا عبدالقیوم بہت بڑے ماہر اور نامور استاذ تھے۔ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ اسلام آباد میں منتہی کتب اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے صدر بھی رہے اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کی قیادت وسیادت بھی فرمائی۔ آپ کے نام سے قادیانیت کانپتی تھی۔ ایک رات میں مکی مسجد کی تعمیر آپ کی قیادت باسعادت کا نتیجہ تھی۔ مولانا سعیدالرحمٰن علوی، مولانا زاہدالراشدی، مولانا حافظ محمد یوسف عثمانی ایسے حضرات آپ کے شاگرد رشید تھے۔

(۱۱۷۷) عبدالقیوم کانپوری، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء، پشاور ...... وفات: ۱۱/ ستمبر ۱۹۸۰ء، حیدرآباد)

آپ ممتاز عالم دین، دیوبند کے فاضل تھے۔ مجلس احرار اسلام کل ہند کے ۱۹۳۸ء میں صدر بھی رہے۔ تحریک پاکستان کے کارکن تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ سمیت تمام دینی تحریکوں میں صف اوّل میں رہے۔ کالی موری حیدرآباد سندھ کے قبرستان میں محواستراحت ہیں۔

(۱۱۷۸) عبدالقیوم ملتانی ثم مہاجر مدنی، حضرت حاجی

(وصال:۲۶/دسمبر۲۰۱۹ء)

حضرت حاجی عبدالقیوم صاحب ملتان کے رہائشی تھے۔ دینداری آپ کا مزاج ثانی بن گئی تھی۔ آپ نے اپنے گزر بسر کے لئے جلدو کاپی سازی کی دکان قائم کی۔ حق تعالیٰ نے اس کے صدقہ میں رزق حلال کے دروازے کھول دیئے۔ دینی کتب کی جلداتنی عمدہ ودیدہ زیب بناتے تھے کہ ملتان کے اپنے مسلکی تمام دینی جامعات کا کام آپ کے ہاں سے ہوتا۔ اس طرح سارے حلقہ سے تعارف اور محبوبیت بھی پیدا ہوئی۔ خانقاہ مسکین پور سے بیعت کا تعلق تھا۔ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی سے بھی نسبت قائم تھی۔

۱۹۷۵ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نے ملتان حضوری باغ روڈ پر جدید دفتر مرکزیہ کی تعمیر شروع کرائی تو آپ کو تعمیرات کا نگران مقرر کیا گیا۔ آپ نے جان جوکھوں میں ڈال کر اس مشکل فریضہ کو سرانجام دیا اور بڑی کامرانی سے سرخرو ہوئے۔ اپنی اولاد کو دین کی تعلیم دلوائی۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ حافظ محمد اسحاق ملتانی نے تالیفات اشرفیہ کے نام سے دینی کتب کا اشاعتی ادارہ قائم کیا تو حاجی صاحب اپنا سارا کام ان کے سپرد کر کے مدینہ طیبہ منتقل ہوگئے۔ وہاں ''مجمع الفہد'' میں قرآن مجید کی جلد بندی میں کام شروع کیا تو بس بڑھتے ہی گئے۔ اصل تو دلی خواہش مدینہ طیبہ کا قیام تھا۔ پہلے کچھ عرصہ سے طبیعت علیل تھی۔ اعزّہ نے اصرار کیا کہ ملتان آجائیں۔ یہاں سے علاج کراتے ہیں۔ آپ نے آنے سے انکار کر دیا کہ اگر اس بیماری میں ملتان میں وصال ہوگیا تو مدت مدید سے مدینہ طیبہ جس نیت سے ٹھہرا ہوا تھا وہ سعادت حاصل نہ ہو پائے گی۔ چنانچہ جب مرض نے شدت اختیار کی تو مدینہ طیبہ کے ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ جہاں آخرت کو سدھار گئے اور مدینہ طیبہ کی دھرتی نے انہیں سینے میں سمولیا۔

آپ کئی کتابوں کے مؤلف تھے۔ بعض مشائخ سے خلافت بھی پائی۔ مدینہ طیبہ کے قیام میں نمازیں مسجد نبوی میں پڑھنا کبھی ترک نہ کرتے۔ عقیدہ ختم نبوت پر دل وجان سے فداء تھے۔ ان کی سوچوں کی مرکزیت ختم نبوت کے عقیدہ کے دفاع وتحفظ کے اردگرد گھومتی تھی۔

(۱۱۷۹) عبدالقیوم میرٹھی، مولانا

''قادیانی بینک کا دیوالہ...... مرزائی رنگ میں بھنگ'' حضرت مولانا عبدالقیوم میرٹھی نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری کا رسالہ ''اشد العذاب علیٰ مسیلمۃ الفنجاب ''مرزا قادیانی سمیت پوری قادیانی برادری کے لئے اشد العذاب ثابت ہوا۔ محمد صدیق قادیانی میرٹھی محاسب قادیانی جماعت میرٹھ اور دوسرے عزیز احمد سیکرٹری تبلیغ قادیانی جماعت پنڈی نے زورآزمائی کی۔ اوّل الذکر نے ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ ثانی الذکر نے سیف الجبار نامی ایک پمفلٹ، دونوں کا جواب یہ رسالہ ہے۔ ''قادیانی بینک کا دیوالہ...... مرزائی رنگ میں بھنگ'' مرزا اور مرزائیوں کے کذاب ہونے کی بے شمار اقراری شہادتیں، ان سرخیوں پر مشتمل یہ رسالہ بڑے سائز کے آٹھ صفحات پر شائع ہوا۔ تاریخ اشاعت نہ مل سکی اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۱۸۰) عبدالقیوم ہزاروی، مولانا

(پیدائش: ۱۸؍دسمبر ۱۹۳۳ء ...... وفات: ۲۶؍اگست ۲۰۰۳ء، لاہور)

آپ تناول مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم رضویہ ہارون آباد سے فراغت حاصل کی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مہتمم رہے۔ تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ میں حصہ لیا۔

(۱۱۸۱) عبدالقیوم (ہزارہ)، جناب غازی

(پیدائش: ۱۲-۱۹۱۱ء ...... شہادت: ۱۹۳۶ء)

عبدالقیوم خان بن عبداللہ خان، قوم: پٹھان، ساکن: غازی، ضلع ہزارہ۔

ابتدائی زندگی و تعلیم

غازی عبدالقیوم خان کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا۔ چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے۔ سکول چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوگئے۔ صوم وصلوٰۃ کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

۱۹۳۲ء میں ان کے والد عبداللہ خان صاحب انتقال کر گئے۔ ان کی چھ بہنیں تھیں جو اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں۔ ایک بھائی جوان سے بڑے ہیں، ان کا نام ہمایوں خان ہے۔ جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

جب ان کی عمر ۲۱-۲۲ سال کی ہوئی تو ۱۹۳۴ء میں ان کی شادی کرادی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور نوافل وغیرہ عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا۔ واقعات پڑھ سن کر ان کو جوش آ گیا۔ دوسرے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نتھورام ہندو کی آئندہ پیشی کا انتظار کرنے لگے۔

''روزگار فقیر'' کے مؤلف فقیر سیّد وحیدالدین صاحب اس واقعے کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

یہ ۱۹۳۳ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ بمبئی میں شامل تھا۔ ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکریٹری نتھورام نے ''ہسٹری آف اسلام'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں آقائے دوجہاں، سرکار دوعالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھورام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل و انصاف کی اس نرمی نے نتھورام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے دی ایم فیرس جوڈیشنل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ کمشنر کی عدالت نے اس گندہ دہن، شاتم رسول کی ضمانت منظور کر لی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت

مضطرب اور فکر مند تھے کہ توہین رسول کے اس فتنے کا سد باب آخر کس طرح کیا جائے؟ ہزارہ کا رہنے والا عبدالقیوم نام کا ایک نوجوان تھا، جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ جونا مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقعے کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کی ہے۔ اس کے غم واضطراب اور اندوہ وملال کی کوئی حد نہ رہی۔ ستمبر ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ اہانت رسول کے ملزم نتھو رام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جا رہی تھی۔ عدالت دو انگریز ججوں کے بنچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوا تھا۔ غازی عبدالقیوم نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے تماشائیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نتھو رام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھو رام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھرپور وار کئے۔ نتھو رام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرّہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ انگریز جج نے ڈائس سے اتر کر اس سے پوچھا: ''تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟''

غازی عبدالقیوم نے عدالت میں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے؟ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا اور شہنشاہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ جسے میری غیرت برداشت نہ کر سکی۔''

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبال جرم کیا۔ آخر کار سیشن جج نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ غازی عبدالقیوم نے فیصلہ سن کر فرمایا: ''جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے؟ اگر میرے پاس لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو ناموس رسالت پر نچھاور کر دیتا۔''

اس فیصلے کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لئے سامنے آ گیا۔ سیّد محمد اسلم بار ایٹ لاء کو عبدالقیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن اس مرد مجاہد (عبدالقیوم) نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ: ''میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔'' سیّد محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے ملک کے ممتاز علماء کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تا کہ وہ اسلامی نقطۂ نظر واضح کر سکیں۔ لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ مقدمہ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ: ''یہ ایک مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموس رسالت پر حملہ کرے تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔''

اپیل کی سماعت جسٹس "Dadibamehta" اور نو ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوانی عیسائی ممبر پر مشتمل تھی۔ عدالت کے باہر کم وبیش پچیس ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم فیصلے کا منتظر تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبدالقیوم کے پیروکار محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون وانصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زرّیں حروف میں لکھا جائے گا۔

انہوں نے ''اشتعال'' کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا: ''سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ ۳۰۲ کے تحت قانون نے دے رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو''اشتعال'' کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے؟ جب کہ ایک مسلمان کے لئے ناموس رسالت پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہوسکتی۔''

وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ: ''کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟'' سیّد محمد اسلم نے اس موقع پر جواب دیا: ''جناب والا! مسلمان، حکومت، ہندو اکثریت کو یہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں۔ مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے وہ ناموس رسالت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پرواہ ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔''

غازی عبدالقیوم کے پیروکار سیّد محمد اسلم نے اقدام قتل کے لئے ''اشتعال'' کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا۔ اگر وہ تسلیم کرلیا جاتا تو ناموس رسالت پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کرسکتا۔ لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کردی۔ غازی عبدالقیوم کے لئے سزائے موت بحال رہی پر جوش اور مضطرب مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔ بالآخر فروری ۱۹۳۶ء میں کراچی کے مسلمانوں کا ایک وفد حکیم الامت علامہ اقبال کی خدمت میں لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ وفد جس میں مولوی ثناء اللہ، عبدالخالق اور حاجی عبدالعزیز شامل تھے، لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوکر اس مقدمے کی روئیداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ: ''آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائیں اور انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید سے بدل دی جائے۔'' وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ: ''آپ نے سعی و توجہ فرمائی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کرلے گی۔''

علامہ صاحب وفد کی گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر اور مضطرب تھے کہ دیکھئے علامہ صاحب کیا فرماتے ہیں؟ توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ عاشق رسول کا معاملہ دوسرے عاشق رسول کے سامنے پیش ہے۔ اس سکوت کو پھر علامہ اقبال ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟'' ارکان وفد نے کہا: ''نہیں! اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور اینچ پیچ کی کوئی بات کہی۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔''

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ کا چہرہ تمتما گیا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا: ''جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہوسکتا ہوں؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے؟''

علامہ اقبال کے لہجے میں اس قدر تیزی اور سختی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کرسکے۔ وفد

کراچی واپس ہوگیا۔

غازی عبدالقیوم کو جس دن پھانسی دی گئی، کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش واضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش! یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔

لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے ان واقعات کا علامہ اقبال نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تأثر کو تین شعروں میں بیان فرمادیا۔ یہ اشعار ''لاہور اور کراچی'' کے عنوان سے ''ضرب کلیم'' میں شائع ہوچکے ہیں۔ مگر غازی عبدالقیوم کے لئے رحم کی درخواست کے اس واقعے کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھرتا ہے:

لاہور اور کراچی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر وقیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں، تجھے کیا یاد نہیں؟
حرف ''لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ''

(۱۱۸۲) عبدالکریم ابدالوی، مولانا ابوالفیض

(ولادت: ۱۹۳۰ء ...... وفات: ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبدالکریم ابدالوی سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حافظ احمد سراج الدین تھا۔ درس نظامی کی تکمیل چچازاد بھائی حکیم سیف اللہ سالمی سے کی۔ خانقاہ ڈوگراں میں دارالعلوم چشتیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ آپ بلند پایہ خطیب تھے۔ چنیوٹ میں سواد اعظم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تاجدار ختم نبوت کانفرنس میں آپ کی شرکت ہوئی۔ عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ آپ نے جاندار گفتگو فرمائی رمضان المبارک میں شب آٹھ بجے آپ کا سانحہ ارتحال ہوا۔ دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

(۱۱۸۳) عبدالکریم خان کندی، جناب جسٹس

جناب جنرل ضیاء الحق نے توہین رسالت کی سزا سزائے موت یا عمر قید کا قانون بنایا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی نے اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کردیا کہ اہانت رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف سزائے موت ہے۔ عمر قید نہیں۔ پانچ رکنی وفاقی شرعی عدالت نے اس کی سماعت کی اور قرار دیا کہ توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت ہے۔ یہ فیصلہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہوا۔ یہ فیصلہ جن جج صاحبان نے دیا ان میں ایک جسٹس عبدالکریم خان کندی بھی تھے۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۹۱ء، ایف.ایس.سی ۱۰)

(۱۱۸۴) عبدالکریم دہلوی، مولانا

مولانا عبدالکریم فقہی اور جید علماء میں سے تھے۔ ایک عرصہ تک حضرت گنگوہی کی خدمت میں رہ کر کتب حدیث کی تکمیل کی۔

پھر دہلی میں درس وتدریس اورافادہ میں لگے رہے۔ دہلی کے لوگوں میں بہت مقبولیت حاصل کی۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں ’’فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان‘‘ میں سید محمد نذیر حسین دہلوی کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۱۶۵)

اسی طرح ’’فتویٰ قہر یزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ میں درج ذیل عبارت تحریر کی۔ ’’مرزا قادیانی کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جونصوص قاطعہ کے خلاف ہیں۔ لہٰذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۰)

(۱۱۸۵) عبدالکریم (ڈیرہ اسماعیل خان)، جناب حافظ

(وفات: ۲۳ / مارچ ۲۰۱۸ء)

حافظ عبدالکریم ہمارے بزرگ ساتھیوں میں سے تھے، جن کی ساری زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گزری۔ عالم نہ ہونے کے باوجود قادیانیت سے متعلق خاصی معلومات رکھتے تھے اور بہت سے حوالہ جات انہیں زبانی یاد تھے، بلکہ اکثر ان حوالہ جات کی فوٹو کاپی کرا کے قادیانیوں اور مسلمانوں میں تقسیم کرتے۔ انہیں لوگوں نے ڈرایا دھمکایا بھی، یہ راستہ پُرخطر راہ ہے، جس میں جان بھی جاسکتی ہے، تو بڑی بے اعتنائی سے فرماتے:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ڈیرہ اسماعیل خان مجلس کے امیر مولانا قاری محمد طارق مدظلہ نے ایک ملاقات میں فرمایا کہ موصوف نے وفات سے دوتین روز پہلے مجھے بھی قادیانی حوالہ جات کی کچھ فوٹو اسٹیٹ کاپیاں دیں۔ پوری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کی چوکیداری میں گزری۔ بہت ہی فکر والے انسان تھے۔ معمولی سے بیمار ہوئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ ان کی وفات سے ان کے پسماندگان کے علاوہ مجلس بھی ایک مشفق بزرگ کی شفقتوں اور سرپرستی سے محروم ہوگئی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۱۸۶) عبدالکریم سعدی سندھی، مولانا

سندھی زبان میں اڑھائی سو صفحات پر مشتمل کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات وواقعات کا تار پود بکھیرا گیا ہے۔ کتاب کی افادیت واہمیت اہل سندھ ہی خوب جانتے ہوں گے۔ اس کی سرخیوں اور حوالہ جات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مولانا عبدالکریم سعدی سندھی کی بھرپور مجاہدانہ کوشش وکاوش ہے۔ اللہ رب العزت ان کی عزتوں میں اضافہ فرمائیں۔

(۱۱۸۷) عبدالکریم (سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن محمد

پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ کے ایک عالم دین مولانا ابوالحسن محمد عبدالکریم تھے، جنہوں نے بخاری شریف کی شرح بھی لکھی۔ ۱۹۰۶ء میں ردقادیانیت پر آپ کی ’’بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی‘‘ شائع ہوئی۔

مصنف نے یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں تحریر کی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ۱۱۶ صفحات اور دوسرا ایک سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ کل دوسو چوبیس صفحات ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ چندسطری اردو عبارت میں مرزائیوں کا اعتراض نقل کر کے اس کا پنجابی اشعار میں جواب دیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں تین سو قادیانی اعتراضات کے جوابات ہیں۔ ہزاروں پنجابی اشعار

پر مشتمل یہ کتاب ردقادیانیت کے سلسلہ میں منفرد شان اپنے اندر رکھتی ہے۔اس میں احادیث شریفہ متعلقہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بہت ہی قابل قدر اور عظیم الشان کتاب ہے۔

(۱۱۸۸) عبدالکریم عابد، جناب

آپ نامور صحافی اور ادیب ہیں۔قادیانیوں کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ:’’علامہ اقبال نے کہا تھا کہ قادیانی عالم اسلام کے غدار ہیں۔اقبال کی اس رائے میں جذبات یا تعصّبات کو دخل نہیں تھا۔ یہ رائے واقعات، حقائق اور شواہد کی بنیاد پر تھی۔ دراصل قادیانی راہنما عالم اسلام کے بہی خواہ اور وفادار ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کی رو سے سارا عالم اسلام ایک عالم کفر ہے اور جسے وہ عالم کفر سمجھتے ہوں۔اس کے خیر خواہ کیسے ہوسکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ قادیانیت کی سیاسی تاریخ، عالم اسلام سے غداری، مسلمان ملکوں کے خلاف سازشوں اور ملت اسلامیہ کی مصیبتوں پر جشن منانے سے عبارت ہے۔

پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں نے بالواسطہ طریقوں کام لے کر پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کیا اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کو ایسی شخص دی جوان کے اور ان کے سامراجی آقاؤں کی مرضی ومنشاء کے عین مطابق تھی۔انہوں نے پاکستان کو عالم اسلام میں رسوا کیا۔ پاکستان سے بدگمانیاں کیں اور مسلمان ملکوں سے پاکستان کے تعلقات خراب کئے۔ داخلی طور پر ناظم الدین وزارت کی بساط الٹی۔ قائد ملت لیاقت علی خان کو شہید کرایا۔ غلام محمد کو برسراقتدار لے آئے۔ جمہوریت کو یہ اپنے حق میں زہر سمجھتے تھے۔اس لئے جمہوریت کے خلاف سازشیں کیں۔ جمہوریت کا راستہ روکنے کے لئے آمروں کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے اور اب بیرونی طاقتوں سے سازباز کر کے پاکستان کو ختم کرنے اور پاکستان کے علاقے میں قادیانی ریاست قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔‘‘

(روزنامہ جسارت کراچی، مؤرخہ ۲۵/جون ۱۹۷۴ء)

(۱۱۸۹) عبدالکریم فاروقی (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۶ء ...... وفات: ۵/اکتوبر ۲۰۲۰ء)

والدگرامی حضرت مولانا عبدالکریم فاروقی کی پیدائش جنوبی پنجاب ضلع رحیم یارخان کی تحصیل لیاقت پور کے ایک گاؤں موضع ٹانوری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کرنے کے لئے مدرسہ جامعہ عربیہ مخزن العلوم خان پور میں داخلہ لیا اور وہیں سے ہی دورۂ حدیث تک درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ بخاری شریف حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے پڑھی۔فراغت کے بعد ۱۹۷۲ء میں کراچی تشریف لائے اور پھر کراچی کے ہو کر رہ گئے۔ کراچی کے علاقہ دستگیر میں علوم دینیہ کے مرکز دارالعلوم فیوض القرآن کا قیام عمل میں لایا گیا، جو آج ’’دارالعلوم مدنیہ‘‘ کے نام سے اور مسجد ’’جامع مسجد الاخوان‘‘ کے نام سے معروف ہے۔سیاسی پلیٹ فارم کے لئے جمعیت علماء اسلام کا انتخاب کیا اور اپنے آپ کو دن رات جماعت کے لئے وقف کئے رکھا، جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام کراچی کے طور پر نمایاں خدمات انجام دیں۔علماء حق سے سچی محبت کرنے والے تھے۔علماء کرام کا بھرپور دفاع کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں میں شرکت کو سعادت سمجھتے تھے۔ (مولانا عبدالنعیم فاروقی)

(۱۱۹۰) عبدالکریم قریشی (بیرشریف)، مولانا

(پیدائش: ستمبر۱۹۲۳ء ...... وفات: ۴/جنوری ۱۹۹۹ء)

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی صدیقی النسل تھے۔ چالیسویں پشت میں جاکر آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ آپ کے آباؤ واجداد فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم کے ہمراہ حجاز مقدس سے سندھ میں تشریف لائے تھے۔ گزشتہ دوسو سال سے آپ کے خاندان کے بزرگوں نے بیر شریف میں رہائش اختیار کی تھی۔ حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیر شریف تحصیل قنبر ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عالم قریشی اور دادا کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عبداللہ قریشی تھا۔ بیر شریف میں یہ خاندان کئی پشتوں سے علم وفضل کا نشان ہے۔

سندھ میں جب کبھی صدیوں قبل اسلامی احکام کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ ان دنوں سندھ کے قاضی القضاۃ مخدوم محمد عاقل تھے۔ مولانا عبدالکریم قریشی کے دادا مولانا محمد عبداللہ کے دادا مولانا مفتی محمد قریشی ان دنوں بیر شریف کی مسند علم وفضل کے وارث تھے۔ مخدوم محمد عاقل سالانہ تبلیغی وعدالتی دورہ پر تشریف آوری کے دوران میں بیر شریف بھی تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمد قریشی کے متعلق بیر شریف کی رعایا نے بتایا کہ ہم نے مسجد کے لئے ایک مولانا صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ مخدوم محمد عاقل نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مفتی مولانا محمد قریشی تشریف لائے۔ رسمی تعارف کے بعد مخدوم محمد عاقل نے ان سے یکے بعد دیگرے تین مسئلے دریافت فرمائے، جس کے آپ نے صحیح جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اس پر مفتی محمد قریشی نے اجازت طلب کر کے مخدوم محمد عاقل سے تین مسئلے دریافت کئے ہر مسئلہ پر مخدوم محمد عاقل کتاب طلب فرماتے اور مسئلہ نکال کر جواب ارشاد فرماتے۔ مفتی محمد قریشی نے فرمایا کہ:

علم در جلد خویش ...... نہ آنکہ در جلد میش

مخدوم محمد عاقل، محمد قریشی صاحب کے علم وفضل سے نہ صرف متاثر ہوئے۔ بلکہ اس علاقہ میں ان کو قاضی مقرر کر دیا اور آپ جامع مسجد (موجودہ) بیر شریف کے متصل ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھ کر لوگوں کے شرع محمدی کے مطابق فیصلے کرتے۔ دوسرے سال جب مخدوم محمد عاقل تشریف لائے تو استقبال کے لئے مفتی محمد قریشی بھی لوگوں کے ہمراہ بستی سے باہر تشریف لائے۔ مخدوم محمد عاقل نے مفتی صاحب کو دیکھتے ہی اونٹ سے نیچے چھلانگ لگادی اور مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت اگر میری گردن تڑوانی ہو تو استقبال کے لئے تشریف لایا کریں اور اگر مجھے صحیح سلامت رکھنا پسند کرتے ہوں تو میرے استقبال کے لئے تشریف نہ لایا کریں۔

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد عالم ہٹی گاؤں کے مولانا محمد ایوب، گوٹھ لاکھا کے مولانا تاج محمود لگسی، گھوروپھوڑ کے میر بخش بھٹو، سے حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم کے وارث حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے پانچ سال میں تکمیل کی۔ گھوٹکی اور دیگر مقامات پر جہاں جہاں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی تعلیم دیتے رہے آپ ان کے ہمراہ رہے۔

علوم اسلامیہ اور حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں مولانا محمد صادق صاحب کے ہاں دوسال آپ نے پڑھایا۔ اسی دوران میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی ان دنوں درخواستیں اور ویزا وغیرہ کی موجودہ مشکلات نہ تھیں۔ نہ ہی

تصویر کی پابندی تھی۔ بحری جہاز کی ٹکٹ لیتے اور حج پر روانہ ہو جاتے۔ چنانچہ آپ نے بھی ایسے ہی حج کیا۔ سات سال مدرسہ انوار العلوم کنڈیارو میں نے آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعد میں اپنے شیخ حضرت قبلہ مولانا حماد اللہ ہالیجوی کے حکم پر ۱۹۵۸ء میں اپنے گاؤں بیر شریف میں مدرسہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری لمحے تک اس گلشن نبوی کی آبیاری کرتے اور خون جگر سے اسے نہال کرتے رہے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اس وقت بھی ایک سو سے زائد آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ، مولانا عبدالقادر خضدار، مولانا نور محمد، مولانا میر محمد، مولانا میر حسن، مولانا منظور، مولانا صلاح الدین اور کئی دیگر حضرات اس وقت اپنے اپنے علاقہ وحلقہ میں علم وآگہی کے دیپ جلائے ہوئے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح درس قرآن ارشاد فرماتے۔ ابتدائی فارسی وصرف کے درجہ کے طلباء سے لے کر منتہی طلباء تک سب اس میں شریک ہوتے۔ ۶/سال سے ۸/سال تک آپ تکمیل کرا دیتے تھے۔ دس کتابیں احادیث شریف کی آخری تین سال کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ آپ کی تعلیم اتنی سادہ مگر دلکش و دلنشیں ہوتی تھی کہ اس عرصہ میں پڑھنے والے آگے چل کر بہترین مدرس بن جاتے تھے۔ افہام وتفہیم کا قدرت نے آپ کو ایسا ملکہ نصیب فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آپ چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ آپ کے اخلاص وتقویٰ کی برکت اور اساتذہ ومشائخ کی نظر کرم سے حق تعالیٰ نے آپ کو ایسی شان محبوبیت نصیب فرمائی تھی کہ شاگرد آپ پر جان چھڑکتے تھے اور دل وجان سے آپ پر فدائی ہوتے تھے۔ یہ سب اخلاص وذکر الٰہی کا صدقہ تھا کہ آپ نے بہت جلد پورے صوبہ سندھ میں ایسا علمی مقام حاصل کر لیا کہ تمام ہمسر پیچھے رہ گئے۔

پیر طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی کے ہاتھ پر آپ نے ۱۹۴۸ء میں بیعت کی۔ حضرت ہالیجوی کی بیعت کا تعلق حضرت مولانا تاج محمود امروٹی اور ان کا حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی شریف والوں سے اور ان کا سوئی شریف کی خانقاہ سے تھا۔ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی سے آپ کو اجازت وخرقہ خلافت حاصل ہوا اور ان کے وصال کے بعد ایسی نسبت شیخ منتقل ہوئی کہ آپ دیکھتے ہی علاقہ بھر میں محبوب المشائخ بلکہ شیخ المشائخ ہو گئے۔ بلاشبہ لاکھوں فرزندان اسلام نے نے آپ سے بیعت کا تعلق قائم کیا ہوگا اور ذکر الٰہی کی نعمت سے اپنے قلوب وجگر کی دنیا کو آباد کرنے والے بن گئے ہوں گے۔

۱۹۵۶ء میں آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنے تحریکی دور کا آغاز کیا۔ ایوب خان کے عائلی قوانین، ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا فتنہ، تحریک نظام مصطفیٰ اور ایم۔آر۔ڈی۔ غرضیکہ تمام ملکی وقومی تحریکوں میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے صوبائی اور مرکزی عہدوں پر آپ فائز رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کی امارت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آج کل اہل حق کے قافلہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے آپ سرپرست اعلیٰ تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی قائد جمعیۃ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، روح رواں جمعیۃ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، حضرت مولانا گل بادشاہ اور دیگر جمعیۃ علماء اسلام کے راہنماؤں سے آپ کے نہ صرف مثالی تعلقات تھے۔ بلکہ وہ تمام حضرات آپ کی قدردانی کرتے تھے اور آپ کے علم وفضل کے نہ صرف معترف بلکہ مداح تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے لئے اس وقت اپنے اکابر کے جانشین تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے شیخ حضرت ہالیجوی کے ہمراہ سکھر کی عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی۔ ہزاروں بندگان خدا کو دن رات ایک کر کے تحریک سے وابستہ کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے مدرسہ میں آل

پاٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں آپ نے مندوب کے طور پر شرکت فرمائی اور قادیانیوں کے ارتداد وزندقہ پر ایسی جامع ومانع علمی گفتگو فرمائی۔ جس پر تحریک ختم نبوت کے قائد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نے آپ کی گفتگو کو بہت سراہا۔ شیعہ مکتب فکر کے رہنما اور مجلس عمل کے ممبر سید مظفر علی شمسی نے اٹھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری نے آپ کو گلے لگالیا اور بیساختہ کہا کہ حضرت آپ نے فتنہ قادیانیت کے ارتداد وزندقہ پر ایسی علمی گفتگو فرمائی ہے، جس سے نہ صرف اس فتنہ کی سنگینی ہم پر واضح ہوگئی، بلکہ اس کی شرعی سزا (سزائے ارتداد) پر بھی ہمیں انشراح ہوگیا۔ اس وقت تحریک ایسے مرحلہ میں داخل ہوگئی ہے کہ جو مطالبہ ان کے غیر مسلم اقلیت کا ہم نے کر رکھا ہے، اس کو لے کر آگے چلنا ہوگا۔ ورنہ شرعاً قادیانی فتنہ کا علاج وہی ہے جو آپ نے واضح فرمایا یا جو قرن اوّل میں صدیق اکبرؓ نے اس پر عمل درآمد کیا۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف قدرت نے آپ کے دل میں ایسی تڑپ پیدا فرمادی تھی کہ آپ کی مساعی جمیلہ سے سندھ کی دھرتی کا ہر عالم دین قادیانیت کے خلاف ''سنت صدیقی'' کا علمبردار بن گیا۔

آپ نے بارہا چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں خطاب فرمایا۔ آپ کا خطاب اتنا دلنشیں ہوتا تھا کہ سامعین عش عش کر اٹھتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے اس دور میں متکلم اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مجاہد اسلام حضرت مولانا عبدالکریم (بیر شریف) کو سمجھانے کا خوب ملکہ نصیب فرمایا۔ اس دور میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشی کو تصویر سے جتنی نفرت تھی۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ ایک دفعہ چنیوٹ تشریف لائے۔ کسی اخباری نمائندہ نے آپ کا فوٹو لے لیا۔ آپ سٹیج سے اتر کر قیام گاہ پر آگئے۔ جب تک کیمرہ مین سے کیمرہ کی فلم منگوا کر آپ کو نہیں دی گئی آپ سٹیج پر نہیں گئے۔ فلم لے کر پہلے ضائع کی پھر سٹیج پر تشریف لے گئے۔ ساری زندگی شناختی کارڈ نہیں بنوایا۔ حج کے لئے درخواست نہیں دی۔ پہلی بار بغیر تصویر کے حج پر گئے دوبارہ تصویر بنوانے کے خطرہ سے حج وعمرہ کو چھوڑ دیا۔ یہ آپ کا تقویٰ تھا۔ قدرت نے آپ میں ایسی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔ ان پر جتنا ان کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام اکابر سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ امیر مرکزیہ حضرت اقدس قبلہ خواجہ خان محمد صاحب سے ملنے کے لئے میر صبح صادق کھوسہ کے ہمراہ لاڑکانہ سے خانقاہ سراجیہ کا طویل سفر کیا۔ خانقاہ شریف تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ صاحب چناب نگر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے خانقاہ شریف سے چناب نگر کا سفر کیا۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے ملاقات وزیارت کی۔ کچھ وقت ساتھ گزارا اور پھر واپس بیر شریف کے لئے سفر فرمایا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب بھی جب اندرون سندھ کا سفر فرماتے تو بیر شریف ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ بیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت مولانا عبدالکریم قریشی نے تمام خدام کو کمرہ سے رخصت کر دیا۔ خود حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے سامنے لیٹ گئے اور درخواست کی کہ میرے جسم پر دم فرمادیں۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب دیر تک دم کرتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت بیر شریف والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قلب پر رکھ دیا اور کہا کہ حضرت اس پر بھی دم کر دیں اور توجہ دے دیں جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا معروف طریقہ سلوک ہے۔ اس پر حضرت نے عمل کیا۔ ایک بار کراچی علاج کے لئے تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری بھی کراچی آئے ہوئے تھے۔ پتہ چلا تو ہسپتال عیادت کے لئے تشریف لے

گئے۔ حضرت کو فالج کی تکلیف تھی۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے مصافحہ کیا تو اپنے ہاتھ سے مولانا کے ہاتھ کو دبا دیا اور مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آپ کا ہاتھ اس لئے دبایا تا کہ آپ کو تسلی ہو کہ میرے ہاتھ پر اب فالج کا اثر نہیں رہا۔ بلکہ اس نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ آپ کی ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والوں سے دلی تعلق اور شفقت کا بے نظیر نمونہ تھا۔

ایک بار سندھ میں جگہ جگہ سے قادیانی شرارتوں کی رپورٹ آنے لگی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب نے حضرت پیر شریف والوں کو والا نامہ تحریر فرمایا۔ آپ نے سندھ کے علماء کرام کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی ڈیوٹی لگ گئی۔ پنجاب وسندھ کے خطیب ایک ساتھ چلے۔ ٹھٹھہ سے لے کر سکھر تک پورے سندھ کے ہر ضلعی صدر مقام پر کانفرنسوں و کنونشوں کا ایسا مربوط سلسلہ قائم ہوا کہ پورا سندھ ایک ہی دورہ سے فتنہ قادیانیت کے خلاف جاگ اٹھا۔ حق یہ ہے کہ قدرت نے بہت ساری خیر و برکت آپ کی ذات میں جمع کر دی تھی اور وہ تمام کی تمام دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور فتن باطلہ کی بیخ کنی کے لئے آپ نے وقف کر دی تھی۔

طالبان کی جہادی تحریک کے آپ دل سے قدردان تھے۔ بیماری کے باوجود تھوڑا سا افاقہ ہوتے ہی افغانستان تشریف لے گئے۔ امیر المومنین ملا عمر سے ملاقات کی اور ہمیشہ ان کی مالی اعانت فرماتے رہے۔ آپ نے اپنے متعلقین کو جہاد کی اس وقت ترغیب دی جب جہاد کا مسئلہ نسیا منسیا! ہو چکا تھا۔

عمر بھر سفر و حضر میں نماز ہمیشہ با جماعت ادا فرمائی۔ زندگی بھر کی ایک نماز بھی وفات کے وقت آپ کے ذمہ نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مجھے اسم ذات کا علم ہے۔ اس اسم ذات کو میں نے فرائض کی پابندی درضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہمیشہ کا معمول بنایا ہوا ہے۔ اسمائے حسنٰی، سورۃ یٰسین، درود، وظائف اور ذکر الٰہی آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ دین کی تعلیم و ترویج آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ ۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کو شام پونے سات بجے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب اپنے معالج کے ہاں کراچی میں انتقال فرمایا۔ وفات سے چند ساعت پہلے فرمایا تکلیف ہے یہ بھی قدرت کا عطیہ و نعمت ہے۔ اس پر بھی خوش ہوں۔ کلمہ شریف پڑھا۔ تین بار اللہ! اللہ! اللہ! کہا اور یہ کہتے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

کراچی سے آپ کی میت مبارک کو پیر شریف لایا گیا۔ دوسرے دن ۱۷؍رمضان المبارک کو جنازہ ہوا۔ پورے سندھ و بلوچستان سے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہو گیا جو بلا مبالغہ ایک لاکھ سے کم نہیں ہوگا۔ آپ کی مسجد شریف سے متصل پہلے موجودہ قبرستان میں آپ کو سپرد رحمت باری کر دیا گیا۔

ایک بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب پیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت پیر شریف والوں نے اپنا خواب وسنایا۔ فقیر راقم اس مجلس میں موجود تھا۔ حضرت پیر شریف والوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک دبانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میری پشت کی جانب میری بیوی باپردہ بیٹھی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کریں کہ میں بھی آپ (ﷺ) کے قدموں کو دبانے کی سعادت حاصل کروں۔ میں نے عرض کی کہ: آقا! آپ کی خادمہ بھی اجازت چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے انکار فرما دیا۔ میری بیوی نے تجویز پیش کی کہ پاؤں مبارک پر کپڑا رکھ دیتی ہوں۔ کپڑے کے اوپر سے دبانے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔

میں نے پاؤں دباتے دباتے درخواست کی کہ: آقا (ﷺ) مرزائیت بہت پریشان کررہی ہے۔ وہ بڑھ رہی ہے۔ آپ کی امت پریشان ہے۔ میری یہ درخواست سن کر آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ دعا کرتے ہیں۔ یہ ارشاد فرما کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا دیئے۔ میاں بیوی ہم بھی دعا میں شامل ہوگئے۔ میں اس وقت دل میں سوچ رہا تھا کہ مرزائیت کی ناکامی واستیصال کے لئے دعا ہورہی ہے۔ اسی حالت میں بیداری ہوگئی۔ (ﷺ)

(۱۱۹۱) عبدالکریم (کلاچی)، مولانا قاضی

(پیدائش: ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۸/اگست ۲۰۱۵ء)

آپ کلاچی کے نامور عالم دین مولانا قاضی نجم الدین کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی اور پروفیسر مولانا عبدالرحیم سے پڑھیں۔ پھر مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں حضرت مولانا محمد شفیع، مولانا محمد اسماعیل خوشابی، مولانا صالح محمد، مولانا نور میانوالوی سے پڑھتے رہے۔ ۱۸، ۱۹ سال کی عمر میں خیرالمدارس جالندھر میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے حضرت مدنی سے پڑھا۔ ۱۹۶۹ء میں مدرسہ نجم المدارس کی بنیاد رکھی۔ مہتمم، شیخ الحدیث، صدر مدرس، صدر مفتی کے مناصب پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ وفاق المدارس کے بانی ارکان میں سے تھے۔ افغانستان کے مجددی خاندان سے بیعت تھے۔ پھر مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا جمیل احمد میواتی، مولانا علی المرتضی اور آخر میں مولانا غلام رسول ڈیرہ اسماعیل خان سے بیعت کا تعلق قائم رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اپنے تیرہ رفقاء سمیت جون ۱۹۷۴ء میں کلاچی ایک جلوس کے بعد گرفتار کر کے ڈیرہ لائے گئے۔ چند دنوں بعد رہائی ہوئی۔ آپ جید اکابر علماء کرام میں سے تھے۔ ہر مرحلہ پر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مقدمۃ الجیش میں رہ کر کام کیا۔

(۱۱۹۲) عبدالکریم گمتھلوی، مولانا مفتی سید

(پیدائش: ۱۵/محرم ۱۳۱۵ھ/ ۱۶/جون ۱۸۹۷ء ...... وفات: ۸/مئی ۱۹۴۹ء)

آپ کنگوڑی ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام سید حکیم محمد غوث تھا۔ دہلی کے معروف حکماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر سہارنپور کے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے زیرسایہ پڑھتے رہے۔ اسی طرح تھانہ بھون اور مدرسہ عبدالرب دہلی سے کسب فیض کیا۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے آپ کو قلمی سند عنایت فرمائی۔ موضع اجرا اور ضلع میرٹھ میں آپ پڑھاتے بھی رہے۔ تھانہ بھون میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ زہے نصیب! کہ حضرت تھانوی کی تفسیر بیان القرآن پر نظر ثانی کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوا۔ حضرت تھانوی کے آپ منظور نظر تھے۔ آپ نے حضرت تھانوی کے حکم پر تھانہ بھون کے علماء کرام کی تبلیغی جماعت کے ساتھ سفر کیا۔ جس میں بہنوں بیٹیوں کی وراثت کے لئے تحریک چلائی گئی تھی۔ اس میں حضرت مولانا سید عبدالکریم نہ صرف شریک تھے بلکہ روح رواں تھے۔ آپ جہاں عالم دین مفتی اور خطیب تھے وہاں آپ نامور مناظر بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ راجپوتانہ میں تحریک ارتداد کے توڑ کے لئے جب تھانہ بھون سے علماء کرام کی جماعت تبلیغ اسلام کے لئے نکلی تو اس

کے ہراوّل دستہ میں آپ شریک تھے۔ آپ کی وفات پر ’’البلاغ‘‘ کراچی میں ایک مضمون پروفیسر احمد سعید کا شائع ہوا جس میں آپ کے قادیانیوں سے دو مناظروں کا احوال درج تھا۔ اس میں ہے کہ: ’’حیدرآباد کے علاقہ میں ایک مرزائی مبلغ نے مسلمانوں کو بہت پریشان اور تنگ کیا ہوا تھا۔ وہ لوگ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آئے۔ مفتی صاحب مناظرہ کے لئے تیار ہوگئے۔ راستہ میں موٹر خراب ہوگئی۔ راستہ کچا تھا۔ دیر ہونے سے لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب اس قصبہ میں پہنچے اور پہنچتے ہی نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر مناظرہ گاہ میں مناظرہ شروع کر دیا۔ مناظرہ جامع مسجد کے صحن میں ہورہا تھا۔ اگلی نشست صبح کو جمعہ سے قبل تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ رات کے مناظرہ سے صبح کا مناظرہ زوردار رہا۔ شاید مفتی صاحب تھکے ہوئے تھے۔ اس لئے رات کے مناظرہ میں مرزائی مناظر کی سخت گرفت نہیں فرمائی تھی۔ صبح کے مناظرہ میں سخت گرفت فرمائی۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ رات کے مناظرہ میں اگر یہ طرز اختیار کی جاتی تو یہ قادیانی مناظر صبح کو مناظرہ کے لئے نہ آتا اور بھاگ جاتا۔ اب شاید جمعہ کے مناظرہ کے لئے نہ آئے۔ چنانچہ مفتی صاحب کا اندازہ صحیح نکلا اور وہ مناظر نہ آیا۔ چنانچہ لوگ اس کے گھر گئے۔ مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں آتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگ اس کے گھر گئے اور وہ بادل ناخواستہ مناظرہ گاہ میں آیا۔ مناظرہ حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ اس نے حمائل شریف کھول کر سورۂ نساء کی مشہور آیتیں پڑھنا شروع کیں۔ مفتی صاحب نے جب جوابی تقریر فرمائی تو حواس باختہ ہوکر بھرے مجمع میں کہنے لگا کہ دعا کیجئے اور مناظرہ ختم کیجئے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ تو اپنے وقت پر ختم ہوگا۔ اگر آپ کو جواب نہیں آتا تو آپ چلے جائیں۔ اس نے اس اجازت کو غنیمت سمجھا اور بڑی ذلت آمیز شکست کے بعد تمام مسلمانوں کی موجودگی میں جلسہ میں سے اٹھ کر چلا گیا۔ حضرت مفتی صاحب عصر کے وقت تک وعظ ونصیحت فرماتے رہے۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست کا نظارہ سب مسلمانوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔‘‘

دوسرا مناظرہ

’’ایک مرتبہ انبالہ سے مرزائیوں نے جلسہ کا اشتہار دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ جو شخص چاہے جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔ یہ اشتہار مرزائیوں نے ہی پہنچایا تھا۔ مفتی صاحب تھانہ بھون سے اپنے سسرال جانے کے لئے راج پورہ تشریف لائے تو لوگوں نے یہ اشتہار دیا۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنا سفر ملتوی کیا اور انبالہ جلسہ مرزائیہ میں پہنچ گئے۔ حضرت مفتی صاحب نے مقرر کی تقریر پر اعتراضات کئے۔ انہوں نے پہلے جواب دینے کی کوشش کی۔ جب گرفت سخت ہوتی گئی تو آخر میں یہ کہہ کر جلسہ برخواست کر دیا گیا کہ ہم لوگ ملازم پیشہ ہیں۔ صبح کو دفتر میں کام کے لئے بھی جانا ہے۔ چونکہ رات کا کافی حصہ گزر گیا ہے اب ہم معذرت خواہ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بہت اچھا اب جلسہ برخواست۔ کل اسی میدان میں ہم مسلمانوں کی طرف سے جلسہ ہوگا۔ آپ صاحبان کو بھی دعوت ہے۔ ہمارے جلسہ میں آئیں اور دل کھول کر اعتراضات کریں اور ہم سے جواب لیں۔ اگلی شب اسی میدان میں جلسہ ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے ایک تفصیلی تقریر حیات مسیح علیہ السلام پر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اب میں صبح تک اسی جگہ ہوں۔ جس کا دل چاہے اعتراض کرے اور جواب لے۔ ہماری طرف سے وقت گزرنے کا عذر نہ ہوگا۔ مرزائیوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کچھ اعتراضات کئے۔ مگر مفتی صاحب نے ان کو اسی بری طرح الجھایا کہ وہ بے بس اور عاجز ہوکر رہ گئے اور یہی کہتے بن پڑا کہ اس کا جواب قادیان

سے منگوایا جاسکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو چھ ماہ کی مہلت دیتا ہوں اس کا جواب منگوا دیجئے۔ مگر انہوں نے شکنجہ سے نکلنے کے لئے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کی اس جرأت سے مرزائیوں کے قلوب پر مسلمانوں کا اتنا رعب چھا گیا کہ وہ انبالہ میں تین سال تک جلسہ عام نہ کر سکے اور پھر تمام عمر کے لئے ان کو ایسا سبق ملا کہ انہوں نے یہ لکھنا ہی چھوڑ دیا کہ ہر شخص جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔''

(۱۱۹۳) عبدالکریم مباہلہ (لاہور)، مولانا

عبدالکریم مباہلہ پہلے صرف عقیدۃً قادیانی نہ تھے۔ بلکہ قادیان کے باسی بھی تھے۔ مدت العمر قادیانی نبوت کی چکی پر بیل کی طرح جتے رہے۔ ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے مرزامحمود قادیانی کو زنا میں مرتکب دیکھا تو عقیدت کی تمام عمارت دھڑام سے نیچے آرہی۔ جری انسان تھے۔ ابتداء میں مرزامحمود قادیانی کو للکارا تو مرزامحمود نے انہیں زیر کرنے کے لئے غرّانا شروع کیا تو مولانا عبدالکریم شیر ہوگئے۔ انہوں نے اسے دھاڑا تو مرزامحمود انتقام پر اتر آیا۔ ان کی پٹائی کرادی۔ انہوں نے قادیان کے قادیانیوں کو مرزامحمود کی کمینگی سے باخبر کیا۔ اصل صورتحال سامنے آنے پر مرزامحمود ننگے ہوگئے تو عبدالکریم مباہلہ کے مکان کو آگ لگوادی۔ مولانا عبدالکریم نے مرزامحمود کو پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دیا تو عبدالکریم مباہلہ کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

مرزامحمود کے لئے قادیان کی دھرتی گرم توّے کا کام کرنے لگی تو ان پر قاتلانہ حملہ کرادیا۔ اس سازش سے عبدالکریم مباہلہ پہلے خبر پاکر ادھر ادھر ہوگئے۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ نے ''مباہلہ'' کے نام سے قادیان سے ہی اخبار جاری کردیا۔ اس کی مکمل فائل مرزامحمود کی بدکاریوں کا سنگین مرقع ہے۔ مقدمہ قتل کی کارروائی بھی اس اخبار میں شائع ہونے لگی تو مرزامحمود کے اوسان خطاء ہوگئے۔ مرزامحمود کے گماشتے قادیانی قاتل کو بھی سزائے موت ہوگئی۔ اب مولانا عبدالکریم مباہلہ نے اس معرکہ کو سر کرنے کے بعد قادیان کو چھوڑ کر امرتسر میں رہائش رکھ لی۔ اس زمانہ میں آپ مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ سے بھی واسطہ رہے۔ قادیان میں مجلس احرار کے تحت کام کرنے والے حضرات کے دست و بازو تھے۔ تقسیم کے بعد لاہور آگئے۔ مجلس احرار الاسلام کل ہند کے شعبہ تبلیغ قادیان کے مبلغ مولانا عنایت اللہ چشتی نے اپنی کتاب مشاہدات قادیان کے ص ۱۳۵ سے ۱۳۷ تک مولانا عبدالکریم مباہلہ کا ذکر یوں کیا۔

''عبدالکریم مباہلہ کے والد مستری ''فضل کریم'' جالندھر سے آکر قادیان میں مستقلاً رہائش پذیر ہوگئے تھے۔ بڑے کاریگر مستری تھے۔ انہوں نے قادیان میں آکر اپنے کاروبار کو شروع کیا۔ سوّیاں بنانے والی مشین ڈھال کر بناتے تھے۔ بڑا کاروبار چمکا، بہشتی مقبرہ کے قریب زمین لے کر عالی شان مکان بنایا۔ خدا نے دو لڑکے دیئے تھے۔ بڑے کا نام عبدالکریم تھا جو بعد میں عبدالکریم مباہلہ کے نام سے مشہور ہوئے اور دوسرے کا نام ''زاہد'' تھا۔ زاہد تو قادیان کی رہائش کے دنوں معصوم بچہ تھا۔ عبدالکریم کو لکھایا پڑھایا۔ پہلے میٹرک اور پھر ''مولوی فاضل ہوا اور مرزائیوں کی مبلغ ٹیم'' میں شامل ہوگیا، جو مسلمانوں کو مرزائی بنانے کا منحوس مشغلہ رکھتی تھی۔ مولوی عبدالکریم مرزائیوں کے بڑے کامیاب مبلغ شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے طول و عرض جاکر مرزا غلام احمد کی ''نبوۃ کاذبہ'' کا پروپیگنڈا کیا۔ جماعت اور خلیفہ قادیان کا قرب اور اعتماد حاصل کرلیا اور ترقی کی راہ پر بڑی تیزی سے گامزن ہوکر جماعت میں امتیازی مقام حاصل کرلیا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ یکدم ان پر ناگہانی تودہ گرا اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ خلیفہ قادیان کے کریکٹر کی

کمزوری انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی اور یکدم ان کے ظاہر وباطن کی کایا پلٹ گئی۔ نماز روزہ ترک کر دیا۔ بلکہ خدائی وجود کے بھی منکر ہوگئے۔ وجہ یہ تھی کہ عبدالکریم مذہب کے بڑے متوالے، عبادۃ گزار اور تہجد خوان تھے۔ خلیفہ پر اس حد تک اعتقاد رکھتے تھے کہ اسے خدا کا نائب اور پیغمبر خیال کرتے تھے۔ اس اعتقاد کو جب اچانک شدید ٹھوکر لگی تو ان کے مذہب کا سارا محل پاش پاش اور زمین بوس ہوگیا اور وہ ہمارے کیمپ میں آ گئے۔ وہ بظاہر ہمارا ساتھ دے رہے تھے اور ہمارے انداز میں گفتگو کرتے تھے اور ہماری طرح ختم نبوت اور دیگر مسائل پر مرزائیہ کے خلاف تقاریر کرتے تھے اور ان تقاریر کا لبادہ سنی مسلمانوں کی طرح مذہبی ہوتا تھا۔ مگر وہ اندرونی طور پر مذہب سے بیزار تھے۔ خلیفہ محمود پر قیاس کر کے تمام مذہبی امور کو ایک فراڈ خیال کرتے تھے۔ مذہبی لبادہ انہوں نے اس ضرورت کے تحت اوڑھے رکھا کہ اس کے بغیر وہ ہمارے ساتھ چل نہیں سکتے تھے۔ مرزائیوں کی مخالفت ان کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ ایک عرصہ تک ان کی یہ کیفیت رہی۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد آہستہ آہستہ ان میں تبدیلی شروع ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت سید علی ہجویری گنج بخش کے مزار پر حاضر ہونے سے ہوئی اور انہیں حضرت ہجویری کی باطنی توجہ سے دوبارہ اسلام نصیب ہوا۔ میرا ان سے بڑا گہرا تعلق رہا اور یہ کیفیت انہوں نے خود مجھے بتائی۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے اور مرنے سے پہلے وہ صحیح العقیدہ سنی حنفی مسلمان ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور انہیں جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

خلیفہ محمود کے متعلق صحیح واقعات کا علم ہونے کے بعد مولوی صاحب خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے۔ انہیں یہ خواہش بے چین کر رہی تھی کہ جس طرح ہو اور اس راہ میں کتنی ہی قربانی دینی پڑے، خلیفہ کے اصلی چہرہ کو بے نقاب کیا جائے۔ قادیان کے مسلمانوں سے رابطہ قائم رکھنا؟ احرار کا بحیثیت جماعت، مرزائیوں کے خلاف جدوجہد کرنا اور مجھے قادیان کی مستقل رہائش کے لئے اکسانا سب ان کے اس مقصد کے حصول کی ترتیب وار کڑیاں تھیں۔ پہلے انہوں نے انفرادی کوشش شروع کی اور مرزا محمود کے خلاف الزامات عائد کر کے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مرزا محمود نے انٹ سنٹ جوابات سے ٹالا تو مولوی صاحب نے ''مباہلہ'' نامی اخبار نکالا جو اوّل سے آخر تک مرزائیت کے خلاف ہوتا تھا اور اس میں الزامات کی فہرست کے بعد جلی قلم سے مباہلہ کے چیلنج کو دہرایا جاتا تھا۔ اسی باعث مولوی عبدالکریم صاحب ''مباہلہ'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔

مولوی عبدالکریم کے قتل کی خفیہ سازش

یہ سب کچھ منظر عام پر آ چکا تھا اور مرزا محمود کی بدکرداری عوام میں پھیل کر عام گفتگو کا موضوع بن گیا تھا۔ مگر مولوی صاحب کے مکان کی جائے وقوع ایسی تھی جہاں دور دور تک کسی مسلمان یا ہندو یا سکھ کا مکان نہ تھا اور وہ مکان خالص مرزائی آبادی میں گھرا ہوا تھا۔ اگر کسی غیر مرزائی کا مکان ان کے نزدیک بھی ہوتا تو پھر بھی ان کے لئے چنداں مفید نہ ہوتا۔ کیونکہ اس دور میں قادیان میں کسی مرزائی کے خلاف شہادت کا مہیا کرنا ناممکن تھا۔ خلیفہ نے یہ سکیم بنائی کہ مکان کو جلا کر مولوی صاحب کے پورے کنبے کو راکھ کر دیا جائے۔ حکام اپنے ہیں، ہمیں پوچھنے والا کون ہے؟ چنانچہ ایک نامسعود رات کو مکان جلانے کا منصوبہ رات بارہ بجے کے بعد تھا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ شنید ہے کہ مرزائیوں کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کی بیوی جو مرزائی تھی اور ان کے ساتھ گھلی ملی ہوئی تھی اسے اس منصوبہ کا علم ہوگیا۔ یہ لوگ خود بھی خلیفہ سے بدظن تھے اور مولوی عبدالکریم کو ایک حد تک صحیح اور اس کے الزامات کو درست سمجھتے

تھے۔ پڑوس میں ان کا مکان تھا اور عموماً ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ خدا نے اس کے دل میں ڈالا کہ فوراً جاؤ اور میری مخلوق کو ہلاکت سے بچاؤ۔ چنانچہ اس نے برقع سر پر لیا اور مولوی صاحب کے گھر جا کر مولوی عبدالکریم کے والد مستری فضل کریم کو بتایا۔ تم بے خطر بیٹھے ہو اور تمہاری موت کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ مال اسباب کی پرواہ مت کرو اور آہستہ سے جان بچانے کی فکر کرو۔ مباہلہ خاندان کے لئے یہ عورت فرشتہ آسمانی بن گئی۔ جس نے ان کے بچاؤ کا سامان مہیا کر دیا۔ دو بھائی تھے اور تیسرا بوڑھا باپ تھا۔ مرزائی پہریدار مطمئن تھے اور مکان سے دور بے خبر بیٹھے تھے۔ مولوی عبدالکریم ایسے انداز میں مکان چھوڑنے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے کہ کسی کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔ مرزائیوں نے منصوبہ کے مطابق طے شدہ وقت پر مکان کو آگ لگا دی اور خود مکان کے اردگرد کھڑے ہو کر نگرانی کر رہے تھے تاکہ کوئی بھی فرد بچ کر نکلنے نہ پائے۔ مکان مکینوں سے سرشام خالی ہو چکا تھا۔ مکان جلتا رہا اور کسی مکین نے بچ نکلنے کی کوشش تک نہ کی تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ پورا کنبہ جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ دو تین دن کے بعد پتہ چلا کہ مستری تو زندہ بہ خیر و عافیت امرتسر پہنچ چکے ہیں۔ خلیفہ کو جب ان کے زندہ بچ نکلنے کا علم ہوا تو وہ سٹ پٹایا اور منتظمین کو بلا کر سرزنش کی کہ تمہارا کیا انتظام تھا کہ مستری زندہ مکان سے چلے گئے اور تمہارے پہرے ناکام ہوئے۔ لیکن ان کم بختوں کو پتہ نہیں کہ مارنے والا، رکھنے والا خدا ہے۔ خدا کے سامنے بندہ کی تدبیر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ مکان جلنے کی خبر اخبارات میں آئی۔ مگر حکومت نے کوئی ایکشن نہ لیا۔ وہ خود تو بچ نکلے مگر ہزاروں کا اثاث البیت مکان سمیت جل کر راکھ ہو گیا اور وہ ایک دفعہ تو کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے۔

مولوی عبدالکریم کے قتل کی دوسری کوشش

مولوی عبدالکریم کا اخبار مباہلہ امرتسر سے باقاعدہ طور سے ہفتہ وار نکل رہا تھا جو خلیفہ محمود اور مرزائیوں کے خلاف اپنا مشن پورا کر رہا تھا۔ قادیان میں ایک منصوبہ کے تحت اخبار میں عائد کردہ الزامات کے خلاف گورداسپور کی کچہری میں مولوی صاحب کے خلاف فوجداری استغاثہ دائر کیا گیا اور طے یہ پایا کہ جب وہ امرتسر سے تاریخ بھگتنے گورداسپور جائیں تو ایک آدمی لاری یا بس میں دن کی روشنی میں اور سواریوں کے سامنے مولوی صاحب کو قتل کر دے۔ جس آدمی کی ڈیوٹی لگائی گئی اسے اطمینان دلایا گیا کہ ہم اسے مقدمہ قتل سے بری کرالیں گے۔

چنانچہ ایک دن جب کہ مولوی صاحب اپنے ایک دوست الحاج مستری محمد حسین کے ساتھ تاریخ بھگت کر بس میں واپس بٹالہ آرہے تھے تو ایک پٹھان چھرے سے ان پر حملہ آور ہوا۔ قاتل جلدی میں تھا یا اسے مولوی صاحب کی پوری شناخت نہ تھی۔ مولوی صاحب تو بچنے میں کامیاب ہو گئے اور ان کا ساتھی مستری محمد حسین قتل ہو گیا اور خلیفہ صاحب کا یہ وار بھی خالی گیا۔ مستری محمد حسین مرحوم (حضرت امیر شریعت کا مرید تھا) اس کے بھائی بٹالہ کے رہنے والے تھے اور بڑے کارخانہ دار تھے۔ قتل کا کیس رجسٹرڈ ہوا اور ضروری کارروائی کے بعد جرم ثابت ہو جانے پر قاتل گرفتار ہو گیا۔ خلیفہ قادیان نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور قاتل کو چھڑانے کے لئے ''پری کونسل لندن'' تک اپیل کی اور ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہایا مگر اس کی ''سزائے موت'' بحال رہی اور وہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مرزائیوں نے اس کی لاش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے سفّاکی کا ایک ریکارڈ قائم کر دیا۔

یہ تھے مولوی عبدالکریم مباہلہ جنہوں نے ہمیں تحریک قادیان کے لئے آمادہ کیا۔ مگر افسوس ہے کہ جن حضرات نے اس

تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور قربانیاں دیں وہ تمام دوست ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہوگئے اور انہوں نے تحریک ختم نبوت کی موجودہ کامیابی کو نہ دیکھا۔ جب کہ تحریک کا بنیادی مطالبہ کافی حد تک پورا ہوا اور مرزائیوں کو جداگانہ اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کی صف سے باہر نکال دیا گیا۔ ان دوستوں میں صرف میں (عنایت اللہ چشتی) ہی زندہ ہوں اور تحریک کی کامیابی کو دیکھ کر پھولے نہیں سماتا۔ جب قادیان میں باقاعدہ کام شروع ہوگیا تو جماعت (مجلس احرار اسلام) نے ایک غیر سیاسی تبلیغی شعبہ قائم کردیا جس کے جنرل سیکرٹری مولوی عبدالکریم مباہلہ قرار پائے اور بہت سے مبلغ جن کو شعبہ تبلیغ باقاعدہ ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ ان سب کا کنٹرول مولوی عبدالکریم مباہلہ کے ہاتھ میں تھا۔ باقاعدہ حساب کی چیکنگ ہوتی تھی۔''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا عبدالرحیم اشعر نے کتاب ''مشاہدات قادیان'' مندرجہ ختم نبوت لائبریری ملتان کے ص۱۳۵ پر یہ نوٹ لگایا: ''مولانا عبدالکریم مباہلہ کا لاہور میں انتقال ہوا۔ بندہ (عبدالرحیم اشعر) اس دن لاہور میں تھا۔ مولوی عبدالحمید آزاد مجھے لے گئے۔ شاہ محمد غوث مزار کے پاس ان کا جنازہ اس بندہ (عبدالرحیم اشعر) نے پڑھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک''

مولانا عبدالکریم مباہلہ کے سات رسائل ہمیں میسر آئے:

۱...... ''مباہلہ پاکٹ بک'' یہ مباہلہ بک ڈپو امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس کا انہوں نے خود تعارف یہ لکھا: ''اس پاکٹ بک کے مطالعہ سے آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ہمارا مقصد اس کی اشاعت سے صرف اتنا ہے کہ ہر مسلمان تھوڑے وقت میں نہ صرف قادیانیت کی حقیقت سے واقف بلکہ دندان شکن جواب دینے کے قابل ہوکر ایک کامیاب مبلغ بن جائے۔ اس مقصد کے لئے کم از کم حجم میں زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچا کر بفضلہ تعالیٰ دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔''

۲...... ''خودکاشتہ پودا'' یہ چار صفحاتی پمفلٹ ہے۔ نام سے مضمون واضح ہے۔

۳...... ''حقیقت مرزائیت'' اس میں زیادہ تر صرف قادیانیوں کے کفر اور انگریزی نبوت کی طرف سے انگریز حکومت کی خوشامدی وچاپلوسی قادیانی لٹریچر سے حوالہ جات کے ساتھ یکجا کیا گیا۔ مرحوم کے یہ تین رسائل احتساب قادیانیت کی جلد۲۷ میں شائع ہوئے۔

۴...... ''کیا قادیان میں مناظرہ قبول کیا جائے گا'' بحیثیت مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ امرتسر کے ناظم اعلیٰ کے آپ نے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد۴۶ میں شائع شدہ ہے۔

۵...... ''رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر'' (از جنوری ۱۹۳۹ء تا اکتوبر ۱۹۴۱ء)

۶...... ''قادیانی سیاست''

۷...... ''خطبہ عیدالاضحیٰ ۱۳۵۳ھ، ترکان احرار کا پیغام''

یہ تین رسائل مولانا عبدالکریم مباہلہ کے ہیں جو احتساب قادیانیت کی جلد۵۵ میں موجود ہیں۔

(۱۱۹۴) عبدالکریم ناقد (پٹھان کوٹ)، جناب

قادیان پٹھان کوٹ گورداسپور کے عبدالکریم ناقد گزرے ہیں۔ یہ پہلے قادیانی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ عبدالکریم ناقد نے کتاب لکھی: ''حقیقت مرزائیت اور تحقیق ناقد'' یہ کتاب احتساب قادیانیت کی جلد۳۸ میں شائع کی گئی ہے۔

www.amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

Aalmi Majlis Tahaffuz Khatm-e-Nubuwwat

kn apps	www.khatm-e-nubuwwat.com	www.khatm-e-nubuwwat.info	www.laulak.info	facebook.com/amtkn313
ختم نبوت ایپ	مرکزی ویب سائٹ	ہفت روہ ختم نبوت	ماہنامہ لولاک	فیس بک

---

kk Course	Online Course	E-Maktaba	Sitemap	Contact us
خط و کتابت کورس	خط و کتابت آن لائن کورس	ای مکتبہ	سائٹ میپ	رابطہ